سسپنس ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ
دیوتا
ستائیسواں حصّہ

"ٹھیک ہے۔طیارہ ہمارے رن وے پر اتر سکتا ہے۔"

میں نے پارس سے کہا "میں جلاد سنگھ کو صرف اس لئے ڈھیل دے رہا ہوں کہ میری کسی حرکت سے خیال خوانی کا شبہ نہ ہو۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں۔جب یہ طیارہ جالندھر کی زمین پر ہوگا تو میں اس سے نمٹ لوں گا۔"

لاؤڈ اسپیکر سے آواز آنے لگی۔"لیڈیز اینڈ جنٹلمین! آپ سے درخواست ہے کہ کسی بھی ناگہانی مصیبت کے وقت صبر و تحمل سے اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔یہ طیارہ ہائی جیک کر کے جالندھر کے رن وے پر اتارا جا رہا ہے۔"

یہ سن کر سبھی پریشان ہو گئے۔ہندو عورتیں رونے لگیں کیوں کہ باغی سکھ ہندوؤں کو ہی نقصان پہنچاتے تھے۔اسپیکر کے ذریعے کہا جا رہا تھا "اس طیارے کو جلاد سنگھ اغوا کر رہا ہے۔طیارے میں بیٹھے ہوئے دس فوجی جوانوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ مسافروں کی سلامتی کی خاطر کوئی چالاکی نہ دکھائیں۔وہ ایک ایک کر کے پائلٹ کیبن کے دروازے پر آئیں۔اس دروازے کو صرف چھ انچ کھولیں اور اپنے ہتھیار اندر پھینکتے جائیں۔دروازہ زیادہ کھلے گا اور کوئی یہاں داخل ہونے کی حماقت کرے گا تو پلک جھپکتے ہی پائلٹ اور کو پائلٹ کو شوٹ کر دیا جائے گا۔چلو آؤ دیر نہ کرو۔"

فوجی اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک ایک کر کے حکم کی تعمیل کرنے لگے۔مسافروں کی سلامتی کے لئے ہتھیار ڈالنا ضروری ہو گیا تھا۔جالندھر پہنچنے تک تمام فوجیوں نے اپنے ہتھیار کیبن کے اندر پہنچا دیئے۔جب طیارہ رن وے پر پہنچ کر رک گیا تو جلاد سنگھ نے مائیک کے ذریعے متعلقہ افسران سے کہا "میرا مطالبہ سنو' سکھ آزاد تحریک کے پچیس جوان دہلی سنٹرل جیل میں ہیں۔انہیں فوراً رہا کر کے خاص فلائٹ میں امرتسر پہنچایا جائے۔جب تک وہ امرتسر نہیں پہنچیں گے اس طیارے کے مسافر باہر نہیں نکلیں گے اور کوئی مسلح شخص طیارے کے قریب نہیں آئے گا۔"

مسافروں میں خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ تمام ہتھیار کیبن میں پہنچ گئے ہیں۔جلاد سنگھ ان ہتھیاروں سے سب کو مار ڈالے گا۔کچھ لوگ تسلیاں دے رہے تھے کہ اس کا مطالبہ پورا ہو جائے گا تو وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔

میں نے جلاد سنگھ کو پیاس کا احساس دلایا۔وہ سوچنے لگا "میں پانی یا بوتل طلب کروں گا تو ہوسٹس یا اسٹیوارڈ مجھے پانی میں کچھ ملا کر دیں گے۔میں مر جاؤں گا یا بیہوش ہو جاؤں گا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "اگر پائلٹ اپنے لئے پانی طلب کرے تو اسے صحیح پانی پینے کے لئے دیا جائے گا۔"

اس نے پائلٹ سے پوچھا "تمہیں پیاس لگی ہے؟"

پائلٹ نے انکار میں سر ہلایا۔وہ بولا "انکار نہ کرو۔تمہیں پیاس لگی ہے۔ہوسٹس سے کہو وہ تمہارے لئے پانی لائے یا و

رکھو۔پانی اپنے لئے طلب کرو گے، میرا ذکر نہیں کرو گے۔"

پائلٹ نے اسپیکر کے ذریعے ہوسٹس کو مخاطب کر کے کہا۔ "مجھے پیاس لگی ہے۔ مسٹر جلاد سنگھ پانی لانے کی اجازت دے رہے ہیں۔تم دروازہ کھول کر باہر سے ہاتھ بڑھا کر پانی دے سکتی ہو۔"

یہ سنتے ہی پارس اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ تیزی سے چلتا ہوا ائرہوسٹس کے پاس آیا۔ پھر سرگوشی میں بولا "اس میں بے ہوشی کی دوا ملا دو۔"

وہ بولی "نہیں۔پائلٹ بے ہوش ہو جائے گا۔"

"کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر جلاد سنگھ پائلٹ کے بہانے پانی منگوا رہا ہے تو ہمیں فائدہ پہنچے گا۔"

"لیکن یہاں بے ہوشی کی دوا نہیں ہے۔"

"میرے پاس ہے۔"

میں نے ہوسٹس کو کسی دوسرے کام سے دوسری طرف گھما دیا۔پارس نے اپنی انگوٹھی کی سوئی باہر نکال کر بھرے ہوئے گلاس میں ڈبوئی پھر نکال دی۔اس سے کہا "اسے لے جاؤ اور خبردار ایک لفظ نہ کہنا۔دروازہ بھی اتنا ہی کھولنا کہ یہ گلاس اندر چلا جائے۔"

وہ بھرا ہوا گلاس لے کر کیبن کے دروازے تک آئی پھر کہا۔ "میں پانی لائی ہوں۔یہ گلاس لے لو۔"

اس نے دروازے کو ذرا سا کھول کر ہاتھ اندر کیا۔ جلاد سنگھ پائلٹ کو نشانے پر رکھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے کو پائلٹ سے کہا۔ "گلاس لے کر یہاں آؤ۔"

اس نے اپنے پائلٹ ساتھی کو دیکھا۔ جلاد سنگھ کے ٹریگر دباتے ہی اس کی موت واقع ہو سکتی تھی۔وہ کوئی چالاکی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اس نے بڑی فرماں برداری سے گلاس کو ہوسٹس کے ہاتھ سے لیا۔ ہوسٹس کا ہاتھ باہر چلا گیا ہے۔کو پائلٹ نے دروازہ بند کر کے پائلٹ کو وہ گلاس پیش کیا۔ جلاد سنگھ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے کر کہا "پیاس اسے نہیں مجھے لگی ہے۔"

حالاں کہ اسے پانی کی طلب نہیں تھی۔میں نے طلب پیدا کی تھی۔اس نے گلاس کو مُنہ سے لگا کر غٹا غٹ پی لیا۔ پھر گلاس ایک طرف رکھ کر مونچھیں آستین سے پونچھتے ہوئے بولا "عجیب سا پانی تھا لیکن تم لوگوں کو یہ بھی اس وقت تک نصیب نہیں ہوگا جب تک میرا مطالبہ پورا نہیں ہوگا۔مطالبہ پورا ہونے کے بعد میں ایک مسلمان نوجوان کو گولی ماروں گا۔ پھر خود کو قانون کے حوالے کروں گا۔ میں اپنی بے عزتی برداشت کر کے زندہ نہیں رہوں گا۔"

وہ بولتے بولتے چپ ہو گیا۔ اسے کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔وہ ایک ہاتھ سے سینے کو سہلانے لگا۔ پتا چلا صرف سینے میں تکلیف نہیں ہے۔ سر بھی چکرا رہا ہے۔ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑنے لگے ہیں۔وہ سنبھلنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کے باوجود ریوالور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ جلاد سنگھ کو ایک لات ماری۔وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر گر پڑا۔ کو پائلٹ نے ریوالور کو اٹھا لیا۔ پھر دروازہ کھول کر خوشی سے چیختے ہوئے بولا "ہم نے جلاد سنگھ پر قابو پا لیا ہے۔ خطرہ ٹل گیا ہے۔"

فوجی جوان دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔انہوں نے اپنے اپنے ہتھیار اٹھا لئے۔ جلاد سنگھ کو فرش پر گھسیٹتے ہوئے طیارے کے آخری سرے کی طرف لے جانے لگے۔پائلٹ نے متعلقہ افسران کو بھی وائرلیس کے ذریعے بتایا "خطرہ ٹل گیا ہے۔ جلاد سنگھ گرفتار ہو گیا ہے۔ مسافروں کے لئے سیڑھیاں لگائی جائیں۔"

پھر اس نے مسافروں سے کہا "آپ حضرات لاؤنج میں جا کر کچھ کھا پی کر تازہ دم ہو جائیں۔ پھر آپ کو دہلی تک پہنچایا جائے گا۔"

تمام مسافر نئی زندگی پا کر خوش ہو رہے تھے۔ جہاز کا عملہ اور تمام افسران ائرہوسٹس کی بروقت ذہانت کی تعریفیں کر رہے تھے۔ پریس رپورٹرز اس سے سوالات کر رہے تھے۔ فوٹو گرافرز اِدھر اُدھر سے اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ وہ خوشی سے پھولی نہیں سما رہی تھی۔ تعریفوں کے ہجوم میں یہ بھول گئی تھی کہ پانی میں کچھ ملانے سے انکار کر رہی تھی۔ایک مسافر نوجوان نے کمزوری کی کوئی دوا پانی میں حل کی تھی۔

دلیش پانڈے نے پوچھا "حماد! دوا تو تم نے پانی میں ملائی تھی؟"

پارس نے کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔میں نے ملائی ہو، تم نے ملائی ہو یا ہوسٹس نے۔سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچ گئیں۔ہم نے باغیوں کا مطالبہ پورا نہیں ہونے دیا، یہی ہم سب کی کامیابی ہے۔ ہوسٹس داد وصول کر رہی ہے اور ہم تم نیکی سمیٹ رہے ہیں۔"

"شاباش، تمہارے خیالات اور جذبات بہت اچھے ہیں۔تم بہت عروج حاصل کرو گے۔ ویسے جو حقیقت ہے اس کی رپورٹ میں ہیڈ کوارٹر میں پیش کروں گا۔ تمہارے ریکارڈ میں یہ کارنامہ درج ہوگا۔"

لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے، ایک دوسرے سے نہیں بول رہے تھے۔ ہوسٹس ابھی تک پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وغیرہ کی بھیڑ میں تھی۔ مسکرا مسکرا کر سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔تمام دنیا کے اخباروں اور رسالوں میں اس کا کارنامہ اور تصویریں شائع ہونے والی تھیں۔ ایسی اچانک شہرت کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی اور ایسی بد نصیبی بھی شاید کسی کے حصے میں نہیں آئی تھی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کہیں سے گولی چلی۔وہ چیخ بھی نہ سکی۔ سینے پر گولی لگتے ہی دم نکل گیا۔ بے دم ہو کر آس پاس کے لوگوں سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔

وہاں بھگدڑ سی مچ گئی۔لوگ یوں بھاگنے لگے جیسے ان پر بھی

گولیاں چلنے والی ہوں۔ فوجی جوان قاتل کو تلاش کرنے لگے۔ایک لابی سے گولی چلنے کی آواز آئی تھی۔ادھر جانے پر ایک گن فرش پر پڑی ہوئی نظر آئی۔اوپر حصے میں سکھ مسافروں کی خاصی تعداد تھی۔انہیں روکا جا رہا تھا۔ ان سے سوالات کئے جا رہے تھے۔ قاتل کو پہچاننے کی کوششیں کی جا رہی تھیں۔ لیکن ایک قاتل کو پکڑنے کے لئے سیکڑوں سکھوں کو گرفتار نہیں کیا جا سکتا تھا۔جب کہ یقین تھا کہ کسی باغی سکھ نے ہوسٹس کو اس لئے قتل کیا ہے کہ اس نے جلاد سنگھ کو پچیس قیدی رہا کرانے کا موقع نہیں دیا تھا۔

دلیش پانڈے نے ہوسٹس کی خون آلود لاش دیکھ کر افسوس کا اظہار کیا "بے چاری!"

پارس نے کہا "اگر یہ بے چاری نہ ہوتی تو ابھی تم مجھے بے چارہ کہہ رہے ہوتے۔"

اس نے پارس کو سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ کر کہا "واقعی بعض حالات میں پردے کے پیچھے رہ کر ہی کام کرنا چاہئے۔"

ہوسٹس کے قتل نے طیارے کی روانگی میں اور تاخیر کر دی۔وہ رات کے آٹھ بجے دہلی پہنچے۔فوجی چھاؤنی کے علاقے میں ایک بہت بڑے احاطے میں ٹریننگ سینٹر کی عمارت تھی۔اس کا ایک کمرا پارس کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ دلیش پانڈے نے اسے اس کمرے تک پہنچا کر کہا "یار حماد! تم نے میرا دل جیت لیا ہے۔لڑکیاں تو تم پر مرتی ہوں گی۔"

"کیا اس سینٹر میں لڑکیاں ہیں؟"

"ہاں، ان کا ہوسٹل عمارت کے پیچھے ہے۔"

"کیا تمہارے خیال کے مطابق وہ اتنی دور سے مجھ پر مرنے آئیں گی؟"

"کیا کہتے ہو، عشق تو تلوار کی دھار پر چل کر چلا آتا ہے۔ یہاں رات کو ایک دوسرے سے ملنے پر پابندیاں ہیں۔ایک دوسرے کو حاصل کرنے کے لئے یہ سرنگ بنا لیتے ہیں۔"

"یہاں جاسوس بننے کی ٹریننگ حاصل کی جاتی ہے۔ یہ بھی ٹریننگ کا ایک حصہ ہے کہ سخت پابندیوں کے باوجود ایک دوسرے تک کیسے پہنچا جاتا ہے۔"

پارس نے اپنے کمرے کا جائزہ لیا۔وہاں اس کی ضرورت کا ہر سامان مہیا کر دیا گیا تھا۔ پاکستان کی سرحد غیر قانونی طور پر پار کرنے کے لئے وہ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں لایا تھا۔ صرف ایک جوڑا لباس امرتسر میں خریدا تھا۔ اس نے پوچھا "میرے لباس کا کیا ہوگا؟"

"کل صبح دہلی شہر دیکھو اور خریداری بھی کرو۔میں جا رہا ہوں۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ دلیش پانڈے کے ساتھ کمرے سے باہر آیا۔ زینے کے قریب دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔دو مسلح نائٹ چوکیدار ایک طرف سے دوڑتے ہوئے آ رہے تھے۔ان میں سے ایک ٹارچ کی روشنی اِدھر اُدھر پھینک رہا تھا۔وہ کسی کو تلاش کر رہے تھے۔

دلیش پانڈے نے آواز دے کر پوچھا "کیا بات ہے؟"

ان میں سے ایک پارس کے کمرے میں گیا۔ دوسرے نے قریب آ کر کہا "سر! رمنا پانڈے اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ کہیں غائب ہے۔"

زینے سے نیچے فرشی منزل سے بھی کئی ٹارچ کی روشنیاں اِدھر اُدھر بھٹک رہی تھیں۔وہاں کے کئی گارڈز اسے تلاش کر رہے تھے۔ ایک گارڈ نے پارس کے کمرے سے نکل کر کہا "وہ یہاں نہیں ہے۔"

وہ دونوں دوسرے کمروں میں جا کر تلاش کرنے لگے۔پارس نے پوچھا "یہ رمنا پانڈے کون ہے؟"

دلیش پانڈے نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ ہے۔اپنے ہوسٹل کے کمرے سے غائب ہے۔"

"کیا غائب ہے کا مطلب مفرور ہے؟"

"نہیں، وہ اسی احاطے میں کہیں روپوش ہے۔یہاں ایک ٹریننگ سینٹر کی اور دو ہاسٹل کی عمارتیں ہیں۔وہ ان تین عمارتوں میں کہیں ہے۔اگر یہاں پہرا دینے والے چھ نائٹ چوکیدار اسے صبح تک تلاش نہ کر سکے تو ان سب کی ایک ایک دن کی تنخواہ کٹ جائے گی۔"

"اور اس اسٹوڈنٹ کو کیا سزا ملے گی؟"

"اسے انعام ملے گا۔اس کے ریکارڈ میں دس نمبروں کا اضافہ ہوگا۔ جاسوسی آنکھ مچولی کا کھیل بھی ہے۔اس کھیل میں چھ نائٹ چوکیدار کسی بھی غائب ہونے والے اسٹوڈنٹ کو نظر آتے ہی گولی مار کر زخمی کرتے ہیں۔کل سے تم یہاں کے اسٹوڈنٹ رہو گے۔ تمہیں بھی کسی رات یہ کھیل کھیلنا ہوگا۔"

"اس کا مطلب ہے رمنا پانڈے کہیں نظر آئے گا تو گولی کھا کر زخمی ضرور ہوگا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "رمنا پانڈے کوئی مرد نہیں لڑکی ہے۔ میرے بھائی مہیش پانڈے کی بیٹی ہے۔"

پارس نے اسے تعجب سے دیکھا پھر پوچھا "وہ تمہاری بھتیجی ہے اور تم اس ادارے کے بہت بڑے عہدیدار ہو۔کیا پھر بھی اسے گولی مار کر زخمی کیا جائے گا؟"

"اس ادارے میں رشتے داری اور دوستی کا لحاظ نہیں کیا جاتا ہے۔ یہاں صرف ہنرمند اور باصلاحیت اسٹوڈنٹس کی قدر کی جاتی ہے۔"

وہ گھڑی دیکھ کر بولا "یہاں دس بجے کے بعد کوئی اسٹوڈنٹ کمرے سے باہر نہیں نکلتا۔نائٹ چوکیداروں کو گولی چلانے کی اجازت ہے۔ تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ کل ملاقات ہوگی۔"

وہ مصافحہ کر کے چلا گیا۔ پارس زینے سے پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دور سے گزرنے والے ایک نائٹ چوکیدار نے بلند آواز سے کہا "ہیو مسٹر نیو کمر، فوراً اپنے کمرے میں جاؤ۔"

اس نے کمرے میں آکر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ رات کے گیارہ بج گئے تھے۔ سینٹر کے احاطے میں دور تک ویرانی تھی۔ تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں میں بند تھے۔ باہر صرف چھ نائٹ چوکیدار اپنی گنیں لئے پھر رہے تھے۔ پارس نے سوچا۔ اس احاطے میں صرف تین عمارتیں ہیں۔ ان میں صبح تک چھپ کر نہیں رہا جا سکتا تھا۔ چھ گن مین چھپنے والے کو تلاش کر سکتے تھے اور ابھی تلاش کرنے کے لئے ان کے پاس سات گھنٹے تھے۔

اس نے بستر کے سرے پر بیٹھ کر جوتے اتارے۔ پھر آرام سے ہاتھ پاؤں پھیلا کر لیٹ گیا۔ کل سے ایک اسٹوڈنٹ بن کر یہاں رہنا تھا۔ یہاں کی مختلف آزمائشوں میں کامیاب ہو کر اور زیادہ سے زیادہ نمبر حاصل کر کے ہی وہ "را" تنظیم میں داخل ہو سکتا تھا۔

مجھے اور میرے بیٹوں کو وقت پر کھانے اور وقت پر سونے کا موقع کبھی کبھی ملتا تھا۔ آج اسے جلد سونے کا موقع مل رہا تھا۔ اس لئے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دماغ کو ہدایات دیں کہ صبح پانچ بجے تک سوتا رہے۔ اگر نیند کے دوران کمرے میں کوئی خطرہ پیش آئے یا کوئی غیر معمولی بات ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

ہم ہمیشہ اپنے دماغوں کو ایسی ہدایات دے کر گہری نیند سوتے ہیں۔ اور نیند پوری ہونے تک محفوظ رہتے ہیں۔ ہماری چار دیواری میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آئے تو فوراً آنکھیں کھل جاتی ہیں لیکن اس رات پارس کی آنکھ نہیں لگی۔ دماغ کو ہدایات دینے کے باوجود اسے نیند نہیں آئی۔

اس نے ذرا انتظار کرنے کے بعد آنکھیں کھول کر سوچا "کیا بات ہے۔ دماغ ہمیشہ ہدایات قبول کرتا ہے۔ آج نیند کیوں نہیں آرہی ہے؟"

اس نے لیٹے ہی لیٹے کمرے میں ہر سمت نظریں دوڑائیں۔ کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر بستر سے اتر کر چلتا ہوا باتھ روم کے دروازے پر آیا۔ اسے کھول کر دیکھا۔ اندر کوئی نہیں تھا۔ باتھ روم خالی تھا۔ اس نے دروازے کو دوبارہ بند کیا۔ پھر کمرے میں رکھی ہوئی الماری کو کھول کر دیکھا۔ الماری بھی اندر سے خالی تھی۔ کہیں کچھ نہیں تھا۔

وہ پھر بستر پر آکر لیٹ گیا۔ یہ خیال آیا کہ دماغ کو ہدایات دیتے وقت کوئی غلطی ہوگئی ہے۔ دوبارہ یہ عمل ہونا چاہئے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں، معمول کے مطابق دماغ کو ہدایات دینے لگا۔ اس کے بعد سوچنے لگا کہ نیند آرہی ہے۔ نیند آرہی ہے۔ اب وہ نیند کی وادیوں میں پہنچنے والا ہے۔

عمل کامیاب تھا لیکن دماغ اسے سونے نہیں دے رہا تھا۔

پارس کہہ رہا تھا کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو تو آنکھ کھل جائے جب آنکھ لگنے سے پہلے ہی کوئی غیر معمولی بات تھی تو پھر دماغ اسے سونے کیسے دیتا؟

پھر گہری خاموشی میں بہت دھیمی دھیمی آواز سنائی دی۔ وہ آنکھیں کھول کر توجہ سے سننے لگا۔ بہت ہلکی ہلکی خراٹوں جیسی آواز تھی۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے چھلانگ لگا کر فرش پر آیا۔ پھر جھک کر پلنگ کے نیچے دیکھا۔ وہ آرام سے فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ پلنگ کے نیچے نیم تاریکی تھی۔ مگر چاند جیسا سراپا چمک رہا تھا اس کی آنکھیں بند تھیں۔ پورے چاند کی چاندنی سو رہی تھی۔ اس نے اپنے ایک بازو کا تکیہ بنا لیا تھا اور یوں تکیہ بنا کر جیسے آرام دہ بستر پر پہنچ گئی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر بولا "کمال ہے۔ تم سو رہی ہو جیسے ماں کی گود میں پڑی ہو۔ اے اٹھو۔"

وہ سوتی رہی۔ اگر اس کا بدن سانسوں کی آمد و رفت کا پتا نہ دیتا تو وہ بالکل مردہ ہی نظر آتی۔ محاورے کے مطابق گھوڑے بیچ کر سو رہی تھی۔ یہ محاورہ شاید یوں استعمال میں آیا کہ کسی گھوڑوں کے سوداگر کو یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ اس کے گھوڑے چور لے جائیں گے، یہ فکر اسے سونے نہیں دیتی تھی۔ آخر اس نے تمام گھوڑے بیچ دیئے۔ اب چرائے جانے کا کوئی خوف نہیں تھا اس لئے وہ دن چڑھے تک گہری نیند کے مزے لیتا رہا۔ اسی لئے یہ محاورہ استعمال میں آیا۔ بے فکری سے سونے والے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا ہے۔

لیکن وہ دوشیزہ کیسے بے فکر ہوگئی تھی۔ اس کے پاس گھوڑے نہیں تھے لیکن جوانی کا مال و متاع تھا۔ کوئی بھی چور ایسی غفلت میں اسے لوٹ سکتا تھا۔ ایک اجنبی کے کمرے میں آکر چھپتے وقت اور سوتے وقت یہ دھڑکا کیوں نہ رہا کہ لوٹ مار ہو سکتی ہے۔

وہ خود کو ستا کرنے والی لڑکی تھی یا اسے اپنے کردار کی پختگی پر پورا بھروسا تھا۔ اس لئے وہ یہاں آئی تھی۔ بے فکری کی گہری نیند بتا رہی تھی کہ وہ نیند کی عادی ہے۔ سونے کا وقت ہو تو اسے کانٹوں کے بستر پر بھی نیند آجاتی ہے۔

پارس نے پھر اسے آواز دی "اے اٹھو۔ کیا تم رمنا پانڈے ہو؟"

وہ نیند میں "اوں اوں" کی آوازیں نکالتی ہوئی کروٹ بدل کر چاروں شانے چت ہوگئی۔ یہ بری بات ہے، خوابیدہ لڑکی کو دیکھنا نہیں چاہئے۔ وہ نیند میں کتاب کی طرح کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہے۔ سونے والی کو اپنا ہوش نہیں رہتا اور دیکھنے والے کے ہوش اڑتے رہتے ہیں۔

پارس نے اس کے صحت مند بازو کو گرفت میں لیا۔ پھر جھنجوڑتے ہوئے کہا "اے کیوں میری آنکھوں کو گناہ گار بنا رہی ہو۔"

اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ فوراً ہی سمجھ میں نہیں آیا کہ کہاں پڑی ہے۔ گھبرا کر اٹھنا چاہا تو پلنگ کی نچلی سطح سے سر ٹکرا گیا۔ وہ ہائے کہہ کر پھر چت ہوگئی۔ پارس نے پھر اس کے بازو کو پکڑ کر فرش پر گھسیٹتے ہوئے پلنگ کے نیچے سے نکالا۔ وہ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی "آہ! میں سمجھ گئی۔ تم نائٹ چوکیدار ہو۔ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے۔"

وہ اس کا بازو چھوڑ کر بولا "لو چھوڑ دیا۔ میں نائٹ گارڈ نہیں ہوں۔"

وہ جلدی اٹھ کر اُس کے سامنے فرش پر پلتھی مار کر بیٹھتے ہوئے خوشی سے بولی "نائٹ گارڈ نہیں ہو۔ یعنی کہ میں ابھی پکڑی نہیں گئی یعنی کہ تم دوست ہو۔ یعنی کہ میں صبح تک یہاں چھپی رہوں تو میری مارکس شیٹ میں دس نمبر کا اضافہ ہو جائے گا۔"

"یعنی کہ تمہارا تکیہ کلام ہے؟"

"یعنی کہ میرا تکیہ کلام نہیں ہے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں یعنی کہ بولنے کی عادی ہوں۔ جاسوسی کے پیشے میں تکیہ کلام نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی کہ بھیس بدلنے والا جاسوس اپنے یعنی کہ سے پہچان لیا جاتا ہے۔"

پارس اس کے سامنے اکڑوں بیٹھا ہوا اس کا منہ تک رہا تھا۔ وہ بول رہی تھی "میں نے اپنے ہاسٹل سے نکلتے وقت سوچ لیا تھا کہ لڑکوں کے ہاسٹل میں جاؤں گی۔ جو کمرا کھلا ملے گا اس کے اندر جا کر چھپ جاؤں گی۔ میں نے نیچے سے دیکھا۔ اس منزل پر تمہارے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ میں پائپ کے ذریعے چڑھتی ہوئی کھڑکی کے راستے اندر آئی۔ اس کھڑکی کو اندر سے بند کیا پھر پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ کہو کیسی رہی؟"

"اب تک تو اچھی رہی لیکن اب بند کمرے میں جوان لڑکی ایک جوان لڑکے کے ساتھ ہے۔ اب چوہے بلی کا کھیل شروع ہوگا۔ تم بھاگو گی میں پکڑوں گا۔ پھر چھوڑ دوں گا کیوں کہ باہر نہیں جا سکو گی۔ کمرے سے نکلتے ہی کوئی نائٹ گارڈ گولی چلا کر تمہیں زخمی کر دے گا۔ میں تمہیں پکڑوں گا، چھوڑوں گا۔ پھر پکڑوں گا پھر چھوڑوں گا۔ تم حلق سے آواز نہیں نکال سکو گی کیوں کہ تمہاری آواز پر گولی مارنے والے چلے آئیں گے۔ تم وہ گولی کھاؤ گی یا ہوس کی کڑوی گولی کھا کر صبح دس نمبر حاصل کر دو گی۔ کہو کیسی رہے گی؟"

وہ پارس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولی "یار! تم ہو بڑی فنٹاسٹک اور میں ہوں بہت ہی ٹیڑھی لکیر، میں نے قابو میں آنا سیکھا ہی نہیں ہے۔ ابھی ایک چیخ ماروں گی اور تمام گارڈز دوڑے چلے آئیں گے۔ میں دس نمبر ہار جاؤں گی۔ سزا کے طور پر گولی کھا کر زخمی ہو جاؤں گی لیکن اپنی عزت کو زخمی نہیں ہونے دوں گی۔"

"اتنا ہی عزت کا پاس ہے تو لڑکوں کے ہاسٹل میں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"یہ سوچ کر آئی ہوں کہ سب شیطان نہیں ہوتے۔"

"سب نہیں ہوتے۔ کچھ ہوتے ہیں۔ اور پھر جوان لڑکی کو سب سے پہلے شیطان ہی گھیرتا ہے۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ ایسے وقت کیا کروں گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں نقصان نہ اٹھاؤں تو دوست بن کر صبح تک مجھے عزت آبرو سے پناہ لینے دو۔ آئندہ میں تمہارے کسی برے وقت میں کام آؤں گی۔"

وہ مسکرا کر بولا "ایسا برا وقت تب آئے گا جب میں بھی یہاں کے آزمائشی دستور کے مطابق کسی رات اپنے کمرے سے نکلوں گا دس نمبر حاصل کرنے کے لئے تمہارے پاس آؤں گا تو تم اپنے

کمرے میں پناہ دوگی۔"

"ایگزیکٹلی' یہی بات ہے۔"

"لیکن میں کسی عورت کے آنچل میں چھپنا بزدلی سمجھتا ہوں۔ میں صبح تک چھپنے کے لئے تمہارے کمرے میں کبھی نہیں آؤں گا۔"

وہ مایوس ہو کر بولی "یعنی کہ میں باہر چلی جاؤں؟"

"نہیں۔ ایک لڑکی کو زخمی ہوتے دیکھنا مردانگی نہیں ہے' تم یہاں صبح تک رہ سکتی ہو۔"

"یعنی کہ مجھ پر احسان کر رہے ہو اور میرا احسان کبھی نہیں لوگے؟"

"یہی بات ہے۔ یہ ہماری پہلی اور آخری ملاقات ہے۔ ٹریننگ کے دوران کبھی سامنا ہو تو میں تمہیں پہچاننے سے انکار کردوں گی۔"

"تم کچھ زیادہ ہی مغرور ہو رہے ہو۔"

"وہ غرور اچھا ہے جو لڑکیوں سے دور رکھتا ہے۔"

"پتا ہے میں ماہرِ نفسیات ہوں۔ مرد کے مزاج کو خوب پہچان لیتی ہوں۔ مرد' دور دور رہے تو لڑکی اس کی طرف کھنچی آتی ہے۔ تم یہی حربہ مجھ پر آزما رہے ہو۔ تمہیں مایوسی ہوگی۔"

"مجھے مایوس ہونے کا شوق ہے۔ پلنگ کے نیچے جاؤ اور مجھے اوپر سونے دو۔"

وہ اٹھ کر بستر پر آگیا۔ اور وہ فرش پر بیٹھی رہی۔ اس نے پوچھا "کیا بیٹھی رہوگی؟"

"مجھے نیند نہیں آئے گی۔"

"تھوڑی دیر پہلے کیسے آئی تھی؟"

"اس وقت میں اکیلی تھی۔ اب ایک اجنبی مرد ہے۔ میں کیسے سو سکتی ہوں؟"

"اس اجنبی مرد کو تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"تم میری انسلٹ کر رہے ہو۔ کیا میں اتنی گئی گزری ہوں کہ مجھ میں دلچسپی لینے والی کوئی بات نہیں ہے؟"

"یوں نگاہوں کے سامنے جاگتی رہوگی تو میرے اندر کا شیطان دلچسپی لینا شروع کردے گا۔"

وہ فرش پر لیٹ گئی۔ پھر لڑھکتی ہوئی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ نگاہوں سے اوجھل ہوتے ہی پارس کے خیالوں میں وہ حسین سراپا جھلکنے لگا۔ اگر سرِعام کہیں سامنا ہوتا تو وہ اسے نظرانداز کرکے گزر جاتا۔ مگر وہ بند کمرے میں تھی اور ہاتھوں کی پہنچ تک تھی۔ پلنگ کے نیچے تھی۔ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی' جب ذرا ہاتھ بڑھایا پکڑ لیا۔

وہ بند کمرا ورغلا رہا تھا۔ شیطان کو بند رکھو تو وہ بہت زیادہ بھڑکتا ہے۔ پارس اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر سے اتر گیا۔ پھر تیزی سے چلتے ہوئے دروازے کے پاس آکر اسے کھول دیا۔ ٹھنڈی ہوا کا جھونکا باہر سے اندر آیا اور اندر سے شیطان کا گرم جھونکا باہر چلا گیا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو یہ اندیشہ رہے گا کہ کوئی بھی آسکتا ہے۔ وہ پلنگ کے نیچے سے نکل نہیں سکے گی اور وہ نکال نہیں سکے گا۔

وہ دروازہ کھولنے کے بعد بستر پر آکر لیٹ گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔ کمرے کی روشنی کھلے دروازے سے باہر جارہی تھی۔ وہ نیچے سے سرگوشی میں بولی "یہ تم نے کیا کیا؟ کوئی نائٹ چوکیدار آجائے گا۔"

اس نے سرگوشی میں جواب دیا "خاموش رہوگی اور نیچے سے نکل کر جلوہ نہیں دکھاؤگی تو کسی نائٹ گارڈ کو شبہ نہیں ہوگا۔ دروازہ کھلا رہے گا تو انہیں یقین ہوجائے گا کہ تم کم از کم اس کمرے میں نہیں ہو۔"

"ہاں' یہ تم نے عقل کا کام کیا ہے۔"

"تم بولتی رہوگی تو عقل کا کام تمام ہوجائے گا اور ہمارے مکالمے سن کر کوئی چلا آئے گا۔"

وہ خاموش ہوگئی۔ آدھے گھنٹے بعد قدموں کی آواز سنائی دی۔ ایک نائٹ گارڈ نے دروازے کے پاس آکر پوچھا "یہ کھلا کیوں ہے' اسے بند کرو۔"

پارس نے کہا "بند کمرے میں گھٹن سی ہورہی ہے۔"

"سب لوگ بند کمرے میں راتیں گزارتے ہیں۔"

"میں آج یہاں نیا ہوں۔ پلیز کل سے مجھے پابند کرو۔"

"آج کا کام کل پر نہ ڈالو۔ آج ہی سے پابند رہو۔ ویسے بھی ڈیوٹی بدل رہی ہے۔ میں تمہیں اجازت دے کر جاؤں گا تو دوسرا گارڈ آکر اسے بند کرائے گا۔"

پارس نے اٹھ کر دروازے کو بند کردیا۔ پھر بستر کے پاس آیا۔ وہ نیچے سے سر نکال کر بولی "پنکھے کی ہوا یہاں تک نہیں آرہی ہے۔"

"میں کیا کروں؟ کیا مجھے سونے نہیں دوگی؟"

"تم مجھے پناہ دے کر نیکی کر رہے ہو۔ کیا نیکی کرنے کے لئے نیند قربان نہیں کرسکتے؟"

"وہ تو کر رہا ہوں۔"

"ذرا خوشی سے کرو۔ ویسے تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا کوئی نام نہیں ہے۔"

"یہ تمہارے ماں باپ نے ظلم کیا ہے۔ کوئی تو نام رکھنا ہی چاہئے تھا۔ میرا نام رمنا ہے' یہ تو تم جانتے ہی ہو۔ ایک برس کی ٹریننگ میں پچاس نمبر حاصل کرچکی ہوں۔ مزید پچاس حاصل کرلوں گی تو کامیاب قرار دی جاؤں گی پھر میں خفیہ تنظیم میں رہ کر سراغ رسانی کی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی رہوں گی۔ مجھے ایسی ایڈونچر لائف بہت پسند ہے۔ میرے انکل دلیش پانڈے اس تنظیم کے بہت بڑے عہدیدار ہیں لیکن میں ان کی سفارش سے نہیں اپنی ذہانت سے مارکس حاصل کر رہی ہوں۔"

"کیا تم صبح تک بولتی رہوگی؟"

"کیا صبح تک گونگے بہرے بن کر رہنا اچھا لگے گا؟"

پارس ایک گھنٹے تک اسے برداشت کرتا رہا۔ پھر اٹھ کر دروازے کو کھول دیا۔ وہ فوراً ہی پلنگ کے نیچے چلی گئی۔ اسے خاموش رکھنے کا یہی ایک راستہ تھا۔ دور سے قدموں کی آوازیں آرہی تھیں۔ پارس کھلے ہوئے دروازے پر یوگا کا ایک آسن بنا کر بیٹھ گیا۔ وہاں دو نائٹ گارڈز آکر رک گئے۔ ایک نے پوچھا "یہ کیا ہورہا ہے؟"

پارس سانس روکے خلا میں تک رہا تھا۔ دوسرے گارڈ نے اپنے ساتھی سے کہا "یہ یوگا کی مشقیں کر رہا ہے۔ ہمیں اپنی کارروائی شروع کرنا چاہئے۔"

پہلے نے کہا "ٹھیک ہے میں اس کمرے سے تلاشی لیتا ہوا ادھر جاؤں گا تم اس کمرے سے تلاشی شروع کرو۔"

ایک گارڈ پارس کے دائیں طرف کے کمرے میں گیا۔ دوسرا بائیں طرف والے کمرے کی تلاشی لینے گیا۔ پارس کا کمرا تلاشی سے پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ عقل کہتی تھی کہ رمنا پانڈے کھلے ہوئے کمرے میں چھپنے کی حماقت نہیں کرے گی۔

آدھی رات کے بعد ڈیوٹی پر آنے والے چھ گارڈز لڑکوں اور لڑکیوں کے ہاسٹل کی تلاشی لیتے رہے۔ احاطے کے اندر باغیچے اور جھاڑیوں میں بھی دیکھ لیا۔ رمنا کہیں نظر نہیں آئی۔ دستور کے مطابق وہ ایک کمرے کی تلاشی ایک ہی بار لے سکتے تھے۔ بار بار اسٹوڈنٹس کی نیند میں مخل نہیں ہوسکتے تھے۔ صبح چار بجے وہ مایوس ہوگئے۔ ایک گارڈز نے کہا "تمام اسٹوڈنٹس پانچ بجے بیدار ہوتے ہیں۔ اگر چھ بجے پی ٹی کے لئے میدان میں قدم رکھنے سے پہلے اسے گولی مار کر زخمی کریں گے تو ہماری ملازمت پر حرف نہیں آئے گا۔"

پارس نے صبح پانچ بجے سے پہلے دروازہ بند کرکے پوچھا "اب پی ٹی کے لئے باہر میدان میں کیسے جاؤگی؟"

"میں نے پہلے ہی تدبیر سوچ لی ہے۔"

"کیا ہے وہ تدبیر؟"

وہ چٹکی بجا کر بولی "فنٹاسٹک آئیڈیا ہے۔ دیکھو ہر کمرے سے ایک لڑکا نکلے گا۔ کیوں کہ ایک کمرے میں ایک ہی اسٹوڈنٹ ہوتا ہے۔ اس لئے میں تمہارا لباس پہن کر نکلوں گی تو یہی سمجھا جائے گا کہ تم نکل کر جارہے ہو۔"

"تم جاؤگی تو میں پی ٹی کے لئے میدان میں کیسے جاؤں گا؟"

"میرے بعد تم آسکتے ہو۔"

"تم میرا لباس پہن کر جاؤگی تو میرے بدن پر کچھ نہیں رہے گا۔ کیوں کہ میں ایک ہی لباس میں سرحد پار کرکے یہاں آیا ہوں۔"

"کیا واقعی تمہارے پاس دوسرا لباس نہیں ہے؟"

"تم کمرے اور باتھ روم میں دیکھ لو۔"

اس نے الماری اور باتھ روم میں دیکھا۔ پھر بولی "تمہارے پاس لباس تو کیا دوسرا سامان بھی نہیں ہے۔ تم زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"جہیز کے انتظار میں گزارتا ہوں کہ دلہن آئے گی تو زندگی گزارنے کا تمام سامان لے آئے گی اور مجھے نئے کپڑے بھی پہنائے گی۔"

"تمہیں جہیز لیتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔"

"تم مجھے شرم دلاؤگی یا یہاں سے نکلنے کی تدبیر کروگی؟"

"تم باتیں ایسی کرتے ہو کہ میں اصل بات بھول جاتی ہوں۔ چلو اپنے کپڑے اتارو۔"

"شادی سے پہلے تمہارا حکم نہیں مانوں گا۔"

وہ جھینپ کر بولی "بکواس نہ کرو۔ باتھ روم میں جاؤ۔"

اس نے باتھ روم میں آکر لباس کو اتارا۔ اپنے اطراف ایک بڑا تولیہ لپیٹ لیا پھر کمرے میں آکر بولا "جاؤ اور لباس پہن لو۔"

وہ پلنگ کے نیچے سے ایک بیگ نکال کر باتھ روم میں چلی گئی۔ چھ بجے تمام اسٹوڈنٹس اپنے کمروں سے نکل کر میدان میں جاتے ہیں۔ جب چھ بجنے میں صرف دو منٹ رہ گئے تو وہ باتھ روم سے نکلی۔ پہلی نظر میں ایک سکھ نوجوان نظر آئی۔ چہرے پر داڑھی مونچھیں اور سر پر پگڑی تھی۔ یہ سامان وہ بیگ میں چھپا کر لائی تھی۔

پارس نے پوچھا "اتنا سامان لائی تھیں' کیا ایک مردانہ لباس نہیں لاسکتی تھیں؟"

"مجھے کیا معلوم تھا جہاں چھپنے جاؤں گی' وہاں ایک ہی لباس ہوگا۔"

وہ لباس اگرچہ رمنا کو بہت ڈھیلا ڈھالا سا لگ رہا تھا۔ تاہم فوراً ہی اس پر شبہ نہیں ہوسکتا تھا۔ وہ بولی "ویل مسٹر گمنام! تم میرے احسان کا بدلہ نہیں لوگے لیکن کبھی تمہارے کام ضرور آؤں گی۔"

اس نے مسکرا کر آنکھ ماری۔ پھر دوڑتی ہوئی باہر چلی گئی۔ میں نے بیٹے کے پاس آکر پوچھا "کیا ہو رہا ہے؟"

"تمام رات حسن و جمال کی ایک ملکہ میرے کمرے میں رہی۔ اور میں نے شرافت کی تسبیح پڑھتے ہوئے صبح کردی۔ ایسا تو فرشتے کرتے ہیں۔"

"بیٹے! انسان بھی کرتے ہیں۔ تمہارے جیسے' قوتِ ارادی رکھنے والے انسان' اب آگے بولو۔"

وہ مجھے روداد سناتے ہوئے کمرے سے باہر آیا۔ پھر زینے سے اتر کر میدان کی طرف جانے لگا۔ میدان میں پہنچا تو تمام اسٹوڈنٹس لڑکیاں اور لڑکے اسے تولئے میں دیکھ کر ہنسنے لگے۔ رمنا بھی لڑکیوں کی قطار میں کھڑی ہنس رہی تھی ایک گارڈ نے پارس کے سامنے آکر کہا "اچھا تو پچھلی رات تم نے یوگا کے بہانے ہمیں الو بنایا تھا۔"

پارس نے کہا "تمہیں تو اوپر والے نے بنایا ہے۔ میرے بنانے کے لئے گنجائش نہیں چھوڑی۔"

وہ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے بولا "تم بھی ایسے ہی امتحان سے گزرو گے' تب میں تم سے نمٹ لوں گا۔"

ٹرینر اور ایک اعلیٰ عہدیدار نے آکر کہا "ڈیئر اسٹوڈنٹس! تم سب نے دیکھا ہے۔ رمنا اس آزمائش میں کامیاب رہی ہے۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ اعلیٰ عہدیدار نے کہا "رمنا پچھلی رات کی مکمل روداد لکھ کر ہمارے سامنے پیش کرے گی' اس کے بعد اُس کی مارکس شیٹ میں دس نمبروں کا اضافہ کردیا جائے گا۔"

پھر ایک بار تالیاں بجنے لگیں۔ ٹرینر نے کہا "مجھے فخر ہے کہ رمنا نے میری ٹریننگ سے فائدہ اٹھایا ہے۔ آج رات ایسی ہی آزمائش سے کون گزرے گا؟"

اسٹوڈنٹس اپنا اپنا نام پیش کرتے ہوئے ہچکچانے لگے' کوئی ناکامی کی صورت میں گولی کھا کر زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ پارس نے کہا "سر! آج رات میں اپنے کمرے سے نکلوں گا اور صبح دس نمبر حاصل کروں گا۔"

ٹرینر نے اسے گھور کر دیکھا۔ پھر کہا "تم نئے ہو۔ تم نے مجھ سے ٹریننگ حاصل نہیں کی ہے۔"

"سر! کل تمام رات رمنا آپ کی باتیں کرتی رہی اور آپ کی ٹریننگ کے طریقے مجھے بتاتی رہی۔ میں یہ سب کچھ سننے کے بعد آپ کا شاگرد ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں۔ کل صبح آپ کا نام اونچا کروں گا۔"

وہ اپنی تعریف سن کر خوش ہوگیا' اس نے پارس کو اجازت دے دی۔ پی ٹی کے بعد رمنا نے قریب آکر کہا "مجھے تمہارا نام معلوم ہوگیا ہے۔ مگر تم نے آج رات آزمائش سے گزرنے کی اجازت لے کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔"

پارس نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔ تمہیں وہ نائٹ چوکیدار نہیں چھوڑے گا۔ انتقام لینے کے لئے ضرور تم پر گولی چلائے گا۔"

"تم پریشان کیوں ہو؟ کیا میری گھر والی ہو؟"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف جانے لگا۔ اتنے میں دلیش پانڈے آگیا۔ اسے تولئے میں دیکھ کر ہنستے ہوئے بولا "میں آفس سے تمہاری اور رمنا کی رپورٹ سن کر آرہا ہوں۔ دیکھ لو' میری بھتیجی کتنی چالاک ہے۔ تمہارے کپڑے اتروالئے۔"

پارس نے پانڈے کے کان میں کہا "سوچ سمجھ کر بولا کرو۔ پہلے اس نے اتارے' تب میرے پہنے۔ تمہاری بھتیجی کا لباس اب تک میرے کمرے کے باتھ روم میں ہے۔"

وہ جھینپ کر بولا "مجھ سے ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟"

"جو بات پورے سینٹر والوں کو معلوم ہو چکی ہے! اس میں شرم کیسی؟"

"اچھا زیادہ باتیں نہ کرو۔ بازار چلو اور خریداری کرو۔"

"کیا تولئے میں چلوں؟"

پانڈے نے اپنی بھتیجی کو دیکھا۔ وہ پارس کا لباس پہنے اپنے ہاسٹل کی طرف جارہی تھی۔ وہ بولا "چلو کسی اسٹوڈنٹ سے لے کر پہن لو۔"

وہ پانڈے کے ساتھ ہاسٹل کی طرف گیا۔ میں اس نائٹ گارڈ کے خیالات پڑھنے لگا جس نے میرے بیٹے کو چیلنج کیا تھا۔ میں نے چھ چوکیداروں کا طریقہ کار کے متعلق معلوم کیا کہ وہ رات کو کس طرح کسی اسٹوڈنٹ کو ڈھونڈ نکالتے ہیں۔ وہ ایسے دو چار مقامات کے بارے میں بھی جانتا تھا۔ جہاں کوئی اسٹوڈنٹ چھپنے کے لئے نہیں جا سکتا تھا۔ میں نے ایسے ہی ایک مقام کے متعلق پارس کو بتادیا۔

وہ پانڈے کے ساتھ دہلی شہر دیکھ رہا تھا۔ ضرورت کی چیزیں خرید رہا تھا۔ پانڈے کہہ رہا تھا "تم نے حاضر دماغی سے کسی خون خرابے کے بغیر سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچائی تھیں۔ اس کے انعام میں تمہیں بیس نمبر دئے گئے ہیں۔"

وہ بولا "اس کا مطلب ہے اب مجھے اسی مارکس اور حاصل کرنے ہوں گے۔ کل صبح تک دس نمبر اور مل جائیں گے۔ مجھے بتاؤ زیادہ سے زیادہ مارکس حاصل کرنے کے لئے اور کیا کرنا چاہئے؟"

"اتنی تیزی سے نہ دوڑو۔ مُنہ کے بل گرو گے۔"

"جہاں گروں گا' وہاں سے بھی کچھ لے کر اٹھوں گا۔ میری فکر نہ کرو۔"

"ٹریننگ سینٹر میں سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر رمنا ناکام ہوتی تو کوئی بھی گارڈ اسے گولی مار دیتا اور وہ اس وقت اسپتال میں ہوتی۔ پھر یہ تو زخمی ہونے کی بات ہے۔ چند آزمائشوں میں جان بھی چلی جاتی ہے۔ اسی لئے خفیہ تنظیم میں بہت ہی کم افراد داخل ہوپاتے ہیں۔ باقی ناکام ہو کر سینٹر چھوڑ دیتے ہیں۔ ٹریننگ کے دوران کچھ لوگ مرچکے ہیں۔"

"کیا تم مجھے کہانیاں سنا کر ڈرا رہے ہو؟"

وہ مسکرا کر بولا "یہ ہم اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ تم ڈرنے اور پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہو۔ جانتے ہو' میں نے تنظیم کے خفیہ پینل میں تمہاری کیا رپورٹ بھیجی ہے؟"

"میں سننا پسند کروں گا۔"

"میں نے لکھا ہے کہ تمہارے جیسے حاضر دماغ اور فولادی فائٹر کو "را" تنظیم کی سیکرٹ سروس میں رکھا جائے۔"

"تنظیم کی سیکرٹ سروس میں کیسی خدمات لی جاتی ہیں؟"

"ان دشمنوں کا سراغ لگایا جاتا ہے جو آستین کے سانپ ہوتے ہیں۔ دوست بن کر رہتے ہیں اور اندر سے جڑیں کاٹنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ اسرائیل سے ہمارے بہترین تعلقات ہیں۔ ہم نے پاکستان کے خلاف جاسوسی کرنے کے لئے ان کی جاسوسی تنظیم "موساد" کو اجازت دی ہے کہ وہ یہاں اپنا خفیہ ادارہ قائم کرے لیکن یہودی قابل اعتماد نہیں ہوتے۔ وہ ہماری کمزوریاں اور اہم راز معلوم کرنے کی دوغلی حرکتیں کرسکتے ہیں۔ ہمارے چند جاسوس ان کی نگرانی کرتے ہیں۔ میں نے پُرزور سفارش کی ہے کہ تمہیں "موساد" کے خلاف جاسوسی کرنے کے مواقع دئے جائیں۔"

"مسٹر پانڈے' تم واقعی دوستی کا حق ادا کررہے ہو۔ کیا ایسے لوگوں کے نام اور پتے بتاسکتے ہو جن کا تعلق موساد سے ہے؟"

"تم پھر تیز دوڑنا چاہتے ہو۔"

"تم ساتھ ہو اس لئے تیز رفتار ہوں۔ گرنے سے پہلے تمہارا ہاتھ تھام لوں۔"

پارس نے اس انداز میں تعریف کی جیسے اسی کے سہارے کارنامے انجام دے رہا ہو۔ اس کا نفسیاتی اثر ہوا۔ وہ خوش ہو کر بولا "میری کوشش ہوگی کہ تم کہیں ٹھوکر نہ کھاؤ۔ مجھے ایک فیملی پر شبہ ہے۔ میں اس فیملی کے کسی ممبر سے تمہاری ملاقات کراؤں گا۔"

میں نے پانڈے کی سوچ سے اس فیملی کے متعلق معلوم کیا جب تک وہ پارس کے لئے کی جانے والی شاپنگ سے فارغ ہوا اور اسے سینٹر کے ہاسٹل میں چھوڑ کر اپنے گھر آیا تو اس وقت تک میں بہت کچھ معلوم کرچکا تھا۔

اس ہیڈ آف دی فیملی کا نام شیوچرن تھا۔ چھ برس پہلے اس نے ایک جرمن دوشیزہ سے شادی کی تھی۔ وہ یہودی تھی لیکن خود کو عیسائی ظاہر کرتی تھی۔ جب اسے معلوم ہوا کہ شیوچرن بھارت میں وزارتِ داخلہ کا ایک اہم عہدیدار ہے تو وہ اس پر ہزار جان سے عاشق ہوگئی تھی اور اس کی خاطر ہندو دھرم قبول کرنے کو تیار ہوگئی تھی۔ شیوچرن کے لئے یہ فخر کی بات تھی بھلا ایسی چاہنے والیاں کہاں ملتی ہیں؟ وہ تو مقدر سے مل گئی تھی۔ اس لئے اسے بیاہ کر ہندوستان لے آیا۔

دلیش پانڈے کو شبہ تھا کہ شیوچرن دوست نما دشمنوں کا ایجنٹ بن گیا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی جرمن بیوی یہودی ہے۔ میں نے پانڈے کے ذریعے شیوچرن کے دماغ میں پہنچ کر یہ حقیقت معلوم کی۔

پتا چلا ابتدا میں اس کی جرمن بیوی انجیلا اسے خوب شراب پلا کر مدہوش کردیتی تھی۔ وہ نشے میں سرکاری معاملات سے تعلق رکھنے والی باتیں بڑبڑاتا تھا اور یوں ملکی راز فاش ہوتے رہتے تھے۔ لیکن ہوش و حواس میں رہنے کے دوران وہ بڑا دیش بھگت ہوتا تھا۔ اپنے دیش کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتا تھا۔

انجیلا کبھی سرکاری معاملے پر کوئی بات چھیڑتی تو اسے سختی سے کہہ دیتا "خبردار! صرف اپنے معاملات پر گفتگو کرو۔ تمہیں میرے دفتری معاملات سے کیا دلچسپی ہے؟"

"مجھے کیوں دلچسپی ہوگی؟ میں تو یہ سمجھنا چاہتی ہوں کہ آپ ایسا کیا کام کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں۔ کبھی پریشان بھی نظر آتے ہیں کیا آپ کی پریشانی میری پریشانی نہیں ہے؟"

"بے شک ہے۔ لیکن سرکاری پریشانی تمہاری نہیں صرف میری ہے۔"

شیوچرن واقعی محب وطن تھا۔ اس کی حب الوطنی کے باعث بہت سی باتیں معلوم نہیں ہوسکتی تھیں۔ نشے میں پوری طرح بول نہیں پاتا تھا۔ اس سے خاطر خواہ معلومات حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا تھا۔ کچھ عرصہ بعد اسرائیلی حکومت کو ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا مل گئی۔ الپا نے شیوچرن کی آواز سنی اس پر تنویمی عمل کرکے یہ بات ذہن میں نقش کردی کہ وہ ہر رات خفیہ سرکاری باتیں نیند میں بڑبڑایا کرے گا۔ دوسری بات یہ نقش کردی کہ جرمنی سے اس کی ایک نوجوان سالی ایلا جون آرہی ہے۔ وہ ایلا کی دوستی را تنظیم کے کیپٹن رنجیت سے کرائے گا۔ شیوچرن اور کیپٹن رنجیت بچپن کے دوست تھے اور الپا نے شیوچرن کے خیالات سے معلوم کرلیا تھا کہ رنجیت حسن پرست ہے۔ شباب کے ساتھ شراب کا بھی پیاسا رہتا ہے لیکن بہت محتاط رہ کر کسی حسینہ سے دوستی کرتا ہے اور یہ کسی کو نہیں بتاتا کہ اس کا تعلق ایک بہت ہی خفیہ تنظیم سے ہے۔

دو ماہ پہلے ایلا بھارت آئی تھی۔ بہانہ یہ تھا کہ ہندوستانی کلچر پر کتاب لکھنے آئی ہے۔ کیپٹن رنجیت اس حسینہ پر مرمٹا تھا۔ حسینہ جانتی تھی کہ مرد کو کس طرح دیوانہ بنایا جاتا ہے۔ وہ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیتی تھی' باقی بدن چرالیتی تھی۔ ایسے میں الپا نے اس پر عمل کیا تھا اور تنویمی عمل کے ذریعے ایلا کا تابعدار عاشق بنادیا تھا۔

میں نے پارس کو یہ تمام باتیں تفصیل سے بتادیں۔ اس نے کہا "شکریہ پاپا! آج رات ہاسٹل کی آزمائش سے گزر کر کل شیوچرن اور رنجیت سے نمٹ لوں گا۔"

ٹریننگ سینٹر میں تمام دن طرح طرح کی مشقیں کرائی جاتی تھیں کچھ اسٹوڈنٹ فائرنگ اور فائٹنگ کی ٹریننگ حاصل کرتے تھے لیکن زیادہ تر پیچیدہ معاملات کو سمجھنے اور سلجھانے کی عملی کوششیں کرائی جاتی تھیں۔ حاضر دماغی کی مشقوں میں کتنے ہی اسٹوڈنٹس ناکام رہتے تھے اور سینٹر سے نکال دئے جاتے تھے۔

سینٹر کے ایک حصہ میں کئی روبوٹ ایک دوسرے کے سامنے دو قطاروں میں کھڑے ہوئے تھے ان کے دونوں ہاتھوں میں ڈنڈے تھے۔ ایک بٹن آن کرتے ہی تمام روبوٹ کے اوپر نیچے ڈنڈے یوں چلاتے تھے کہ ان کے درمیان سے کوئی گزر نہیں سکتا تھا۔ ٹرینر نے ایک نوجوان سے کہا "ان کے درمیان سے ڈنڈوں کی مار کھائے بغیر گزر جاؤ۔"

ڈنڈے تو چلتے ہی رہتے۔ وہ ایک روبوٹ کو روکتا تو دوسرے روبوٹ کے ڈنڈے پڑتے۔ نوجوان تھوڑی دیر سوچنے کے بعد دو لانبے بانس لے آیا۔ اس نے ایک قطار میں کھڑے ہوئے سات روبوٹ کے ہاتھوں سے اس طرح بانس کو گزارا کہ ان کے چودہ ہاتھ ڈنڈے چلاتے وقت بانس کی وجہ سے رکنے لگے۔ اس نے دوسری قطار کے روبوٹ کے ہاتھوں کو بھی دوسرے بانس کے ذریعے روک دیا۔

تمام اسٹوڈنٹس اس کی ذہانت کی داد دیتے ہوئے تالیاں بجانے لگے۔ وہ نوجوان فخریہ انداز میں روبوٹ کے درمیان آیا۔ پھر جیسے ہی گزرنے کے لئے قدم بڑھایا ان روبوٹ کے فولادی ہاتھوں کے درمیان دونوں بانس ٹوٹنے لگے۔ نوجوان کے سر اور بدن پر ڈنڈے پڑنے لگے۔ وہ چیختا ہوا بچنے کی کوششیں کرتا قطار کے دوسرے سرے سے باہر آیا تو خاصا زخمی ہوچکا تھا۔

ٹرینر نے رمنا سے کہا "اب تم جاؤ۔"

وہ بڑی دیر سے روبوٹ کے ہاتھوں کی حرکتوں کا مطالعہ کرتی رہی تھی۔ ان کے ہاتھوں کے ڈنڈے اوپر سے نیچے حرکت کرتے تھے لیکن گھٹنوں سے نیچے نہیں جاتے تھے۔ وہ روبوٹ کے قریب آکر ان کے قدموں میں لیٹ گئی پھر دونوں کہنیوں کے بل رینگتی ہوئی دو قطاروں کے درمیان سے گزرنے لگی۔ ڈنڈے تیزی سے چل رہے تھے لیکن اس کے جسم تک نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ سانس روکے رینگتی جارہی تھی۔ ہر لمحہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ اب ڈنڈے پڑنے ہی والے ہیں۔ آخری روبوٹ کے پاس سے گزرتے وقت اس کا پاؤں ایک روبوٹ سے ٹکرایا تو وہ روبوٹ دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ وہ کمر کی طرف سے جھکنے لگے۔ جھکنے کے باعث ڈنڈوں کی حرکت نیچی ہوگئی آخری دو روبوٹ نے رمنا کی پٹائی کردی۔ وہ فوراً ہی قلابازیاں کھاکر ان کے درمیان سے نکل آئی۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ وہ بڑی حد تک کامیاب ہوئی تھی اس نے ذہانت کا ثبوت دیا تھا۔ صرف ذرا سی غفلت سے مار کھا گئی تھی۔ ٹرینر نے کہا "ایک اسٹوڈنٹ جو طریقہ آزمائے گا وہی طریقہ دوسرا اختیار نہیں کرے گا۔ اب جو اسٹوڈنٹ آئے گا وہ اپنی ذہانت سے اپنی تدبیر آزمائے گا۔"

رمنا نے مسکرا کر پارس کو دیکھا پھر ٹرینر سے کہا "میرے انکل کہہ رہے تھے حماد کی کھوپڑی میں بہت بڑا بھیجا ہے۔ اس سے کہیں اپنی کھوپڑی آزمائے۔"

ٹرینر نے پوچھا "کیا خیال ہے حماد' ایک لڑکی چیلنج کررہی ہے؟"

پارس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بے جان روبوٹس کے درمیان سے گزرنے کے لیے غیر معمولی ذہانت کیوں ضروری ہے۔ ایک معمولی عقل کا آدمی بھی ان کے درمیان سے گزر سکتا ہے۔"

رمنا نے کہا "لیکچر نہ دو۔ گزر کر دکھاؤ۔"

پارس نے تمام اسٹوڈنٹس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "دوستو! تربیت حاصل کرتے وقت آنکھوں کے ساتھ ذہن کو بھی بیدار رکھو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ کس طرح ان روبوٹ پر غالب آسکتے ہو۔"

ایک نے کہا "رمنا کی تدبیر دوبارہ آزمانے کی اجازت نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "میں لڑکیوں کی تدبیر نہیں آزماتا۔ بلکہ ان کی حماقتوں سے عقل سیکھتا ہوں۔"

وہ روبوٹس کے قریب جاکر بولا "ٹرینر صاحب کا حکم ہے کہ ہم ان کے درمیان سے گزریں خواہ ڈنڈوں کے نیچے سے گزریں یا روبوٹس کی کھوپڑیوں پر سے چلتے ہوئے جائیں۔ ہمیں اِس پار سے اُس پار جانا ہے۔"

ٹرینر نے کہا "ہاں کسی طرح بھی جاؤ۔ مگر دو قطاروں کے درمیان سے گزرتے جاؤ۔"

پارس نے کہا "ابھی تم لوگوں نے دیکھا تھا۔ رمنا کا پاؤں ایک روبوٹ کے پاؤں سے ٹکرایا تھا اور یہ روبوٹس اپنی جگہ قائم نہیں رہے ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکتے چلے گئے۔"

اس نے ایک روبوٹ کے پاؤں میں ٹھوکر ماری۔ وہ کمر کی طرف سے جھکتا ہوا دوسرے روبوٹ سے ٹکرایا۔ دوسرا بھی جھکنے لگا۔ پارس نے دوسری قطار کے روبوٹ کو بھی ٹھوکر ماری۔ اس قطار کے روبوٹس بھی ایک دوسرے سے ٹکرا کر جھکنے لگے۔ ایک منٹ کے اندر ہی تمام روبوٹس ایک دوسرے کے سامنے سجدے میں تھے ان کے ڈنڈے چل رہے تھے۔ پارس جس ڈنڈے پر پیر رکھتا تھا' وہ ڈنڈا رک جاتا تھا۔ پھر دوسرے پھر تیسرے ڈنڈوں پر چلتا جارہا تھا۔ پیچھے گزرنے والے ڈنڈے پھر حرکت میں آگئے تھے لیکن پارس آگے نکلتا جارہا تھا۔

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ رمنا جھینپ رہی تھی۔ ایک نوجوان کہہ رہا تھا "واقعی ہمیں لڑکیوں کی غفلت یا حماقت سے سبق حاصل کرتے رہنا چاہئے۔ حماد کی جے۔"

دوسرے نے کہا "پوری مرد جاتی کی جے۔"

رمنا نے پارس کے قریب آکر کہا "تم سمجھ رہے ہوگے' میں تمہیں ڈنڈوں کی مار کھلانا چاہتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری جے جے کار کرانا چاہتی تھی۔ دیکھو کیسی تعریف اور واہ وا ہورہی ہے۔"

وہ منہ پھیر کر جانے لگا۔ وہ پیچھے پیچھے آتے ہوئے بولی "مرد ہو کر عورت کی طرح نخرے کیوں دکھاتے ہو؟ دوستی کرلو۔"

ایک سپاہی نے آکر کہا "تم دونوں کو دفتر میں طلب کیا گیا ہے۔"

وہ پارس کے ساتھ دفتر کی طرف چلتی ہوئی بولی "دوستی کررہے ہو؟"

"دوستی کا مطلب ہے کچھ لینا اور کچھ دینا۔ میں تمہارا احسان لینا نہیں چاہتا۔ تم سے کوئی تعاون نہیں چاہتا۔ پھر دوستی کا فائدہ؟"

"انسان کو انسان سے فائدہ پہنچتا ہی ہے۔ میں کبھی تو کسی کام آؤں گی۔"

"تم میرے کسی کام نہیں آؤگی۔"

"ارے رومال سمجھ کر ہی مجھے جیب میں رکھ لو۔ ناک پونچھنے کے کام آؤں گی۔"

پارس کو ہنسی آگئی۔ وہ چلتے چلتے رک گیا۔ رمنا نے مسکراتے ہوئے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ ہاتھ تھام کر آگے بڑھ گیا۔

دفتر میں تنظیم کے دو اعلیٰ عہدیدار بیٹھے ہوئے تھے۔ دلیش پانڈے بھی موجود تھا۔ ایک نے پارس اور رمنا کو بیٹھنے کی اجازت دی۔ پھر کہا "حماد تم نے طیارے کے سیکڑوں مسافروں کی جانیں بچا کر بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ تمہیں اس سلسلے میں بیس نمبر دئے گئے ہیں۔"

پارس نے کہا "تھینک یو سر!"

دوسرے عہدیدار نے کہا "پچھلی رات رمنا ایک جاسوس کی طرح چھپنے میں کامیاب رہی ہے لیکن اس کامیابی میں تمہاری ذہانت ہے۔ اس ٹریننگ سینٹر میں ذہانت اور حاضر دماغی کو اہمیت دی جاتی ہے۔ تم نے کمرے کا دروازہ کھول کر اور چوکھٹ پر یوگا کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلاشی لینے والوں کو بھٹکا دیا۔ رمنا کو جو دس نمبر ملنے والے تھے اس میں سے پانچ نمبر تمہیں دئے جاتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی "میرے پانچ نمبر کٹ گئے پھر بھی خوش ہوں۔ حماد کو اس کا حق مل رہا ہے۔"

دلیش پانڈے نے کہا "شام کے چھ بجنے والے ہیں اور حماد آج تمہیں ایک جاسوس کی طرح چھپنا اور چھ نائٹ گارڈز کو ڈاج دینا ہے۔ مجھے تمہاری کامیابی کی امید ہے۔ اب جاسکتے ہو۔"

رمنا دفتر کے باہر آکر بولی "مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ ایک نائٹ گارڈ تم سے خار کھا رہا ہے۔ اگر تم رات کو نظر آگئے تو وہ تمہیں ضرور گولی ماردے گا۔"

"تم ایسے ٹریننگ سینٹر میں ہو جہاں کسی وقت بھی جان جاسکتی ہے پھر جان جانے کا خوف کیوں ہے؟"

"میں بزدل نہیں ہوں۔ اپنی جان کی بازی لگا سکتی ہوں۔ مگر تمہارے لئے ڈرتی ہوں۔ تمہیں بہت زیادہ پسند کرتی ہوں۔ تم بہت اچھے ہو۔ بہت ہی اچھے ہو۔"

"میں کل صبح اچھی حالت میں ملوں گا۔ فکر نہ کرو۔"

ہاسٹل کے پاس آکر ان کے راستے بدل گئے۔ انہوں نے مصافحہ کیا۔ رمنا نے مضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا جیسے چھوڑنا نہ چاہتی ہو۔ اس نے کہا "میرا بس چلے تو آج رات تمہیں اپنے

کمرے میں چھپالوں لیکن نائٹ گارڈز سب سے زیادہ میرے ہی کمرے کی تلاشی لیں گے۔"

"ہاں' وہ تمہارے دروازے پر جم کر بیٹھ جائیں گے اور ان کی ایسی ہی حماقتوں سے مجھے فائدہ پہنچے گا۔ اچھا اب جاؤ۔ شبھ راتری (شب بخیر)"

وہ اپنے ہاسٹل کی طرف چلا گیا۔ رمنا اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ لیکن کمرے میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہو کر شب میں تبدیل ہو رہے تھے۔ ہاسٹل کے ڈائننگ ہال میں جا کر کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ ایک طرح کی بے چینی اور گھبراہٹ سی تھی کہ پتا نہیں حماد کے ساتھ کیا ہوگا؟

ڈنر ٹائم کے بعد نائٹ چوکیدار نے سونے کا وقت ظاہر کرنے کے لئے گھنٹی بجائی۔ اس گھنٹی کے بعد کسی کو کمرے سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں تھی۔ باہر قدم رکھنے والا اسپتال پہنچ جاتا تھا۔

رات کے دس بجے وہ چھ گارڈز ہاسٹل کے ہر دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے کہتے جارہے تھے "حماد اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اگر کسی نے اسے چھپایا تو باہر نکال دے۔ ورنہ آدھی رات کے بعد ہر کمرے کی تلاشی لی جائے گی۔ اپنی نیندیں حرام کرنے سے بہتر ہے کہ اسے ہمارے سامنے پیش کردو۔"

رمنا کی بے قراری اور بڑھ گئی۔ یہ جذبہ سر اٹھا رہا تھا کہ کمرے سے نکل کر اس کے پاس چلی جائے اس کے ساتھ چھپتی پھرے اور گولی لگے تو دونوں کو لگے۔ پھر یہ خیال آتا تھا کہ محبت کرنے والے کچے دھاگے سے بندھے چلے آتے ہیں۔ حماد اس کے کمرے میں یا اس کے آنچل میں چھپنے ضرور آئے گا۔

وہ نہیں آیا۔ آدھی رات کے بعد چیکنگ شروع ہوئی۔ جو نائٹ گارڈ پارس کے لئے بغض اور کینہ رکھتا تھا اس نے رمنا کے کمرے کی اچھی طرح تلاشی لی۔ تمام سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ رمنا نے کہا "میرا پرس بھی دیکھ لو شاید اس کے اندر ہو۔"

"یو شٹ اپ۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"ڈیوٹی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم اٹیچی اور تھیلے میں ہاتھ ڈال کر دیکھو۔ اتنا بڑا آدمی تھیلے میں ہوگا؟"

وہ غصے سے بڑبڑاتا ہوا چلا گیا۔ رمنا نے دروازے کو بند کر دیا۔ مگر چٹخنی نہیں لگائی۔ دل کہہ رہا تھا وہ چھپتے چھپاتے ادھر آئے گا۔ تمام نائٹ گارڈز کی پریشانی اور جھنجلاہٹ بتا رہی تھی کہ وہ نظر نہیں آرہا ہے۔ انہوں نے سینٹر کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کی عمارت اور دونوں ہاسٹل کا کونا کونا چھان مارا تھا۔ گارڈن اور جھاڑیوں میں ڈھونڈ لیا تھا۔ صبح پانچ بجے وہ چھ گارڈز ایک جگہ جمع ہوئے۔ ایک نے کہا "تعجب ہے۔ وہ یہاں نیا آیا ہے۔ ہم سے زیادہ اس جگہ کو نہیں جانتا ہے لیکن ایسی جگہ چھپا ہوا ہے کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ رہے ہیں۔"

دوسرے نے کہا "ایسا لگتا ہے کہ وہ جادو جانتا ہے۔"

تیسرے نے کہا "فضول باتیں نہ کرو۔ کیا رمنا بھی جادو جانتی تھی۔ کل اسے بھی ہم تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔"

"وہ کسی چالاکی سے ہمیں الو بنا رہا ہے۔"

ایک نے چٹکی بجا کے کہا "ہم نے اپنے گھر کی تلاشی نہیں لی ہے وہ بہت مکار ہے ہم میں سے کسی کے گھر میں چھپ سکتا ہے۔"

سب نے تائید کی کہ ایسا ہو سکتا ہے۔ سینٹر کی عمارت کے پیچھے بارہ نائٹ اور ڈے گارڈز کے لئے کوارٹر بنائے گئے تھے وہ اپنی مختصر فیملی کے ساتھ وہاں رہتے تھے۔ پارس پر جھنجلائے چوکیدار نے کہا "وہ میرے گھر میں گھس نہیں سکے گا۔ میں نے اپنی جورو سے کہہ دیا تھا کہ میں بھی دروازے پر آکر آواز دوں تو ہرگز نہ کھولنا۔ وہ مکار میری آواز بنا کر دروازہ کھلوا سکتا ہے اور میری جورو کو دھمکی دے کر چھپ سکتا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ویسے میں نے بھی اپنے گھر والوں کو سمجھا دیا تھا پھر بھی ہمیں چیک کرنا چاہئے۔"

وہ سب اپنے اپنے.... کوارٹر میں گئے اور ان چھ گارڈز کے کوارٹروں میں بھی گئے جو دن کو ڈیوٹی کرتے تھے اور راتوں کو سوتے تھے۔ جس گارڈ نے اپنی بیوی کو سختی سے تاکید کی تھی کہ دروازہ نہ کھولے۔ وہ اپنے پتی کی آواز سن کر بھی نہیں کھول رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "ارے جنگلی مانس! میں تیرا سوامی ہوں۔"

آخر وہ دروازہ کھول کر بولی "اے جی! تم نے ہی کہا تھا کہ تمہاری آواز پر بھی نہ کھولوں۔ پھر کیوں اپنی بات منواتے ہو۔"

اس نے اندر آکر چاروں طرف دیکھتے ہوئے پوچھا "کوئی آیا تھا؟"

وہ دوسرے کمرے میں گیا۔ وہاں پارس سو رہا تھا۔ لیکن اسے نظر نہیں آیا۔ میں نے گارڈ کو غائب دماغ کر دیا تھا اسے پارس کی طرف سے پلٹا کر پھر حاضر دماغ کیا۔ وہ وہاں سے پہلے کمرے میں آیا۔ پھر بیوی سے بولا "دروازہ بند کرلو۔ چھ بجے سے پہلے نہ کھولنا۔"

وہ باہر چلا گیا۔ چھ بجنے والے تھے۔ اس کی گھر والی صبح اشنان کر کے پوجا کرنے کی عادی تھی۔ وہ غسل خانے میں چلی گئی۔ ٹھیک چھ بجے پی ٹی کے لئے گھنٹی بجنے لگی تو پارس ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں آیا پھر دروازہ کھول کر دوڑتا ہوا پی ٹی گراؤنڈ میں پہنچ گیا۔ تمام اسٹوڈنٹس تالیاں بجانے لگے۔ رمنا خوشی کے مارے دوڑتی ہوئی آکر لپٹ گئی "اوہ آئی لو یو۔ یو آر سو ونڈر فل۔ تم رئیلی فنٹاسٹک ہو۔"

پارس نے سر جھکا کر کان میں کہا "یہ بیڈ روم نہیں ہے۔"

وہ الگ ہو کر بولی "نہیں ہے تو کیا ہوا میں ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا سے بولوں گی کہ تم میرے ہیرو ہو۔"

ٹریزر نے آکر اس کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا "تم بہت اچھے

جارہے ہو۔ بہت ترقی کرو گے۔ پچھلی رات کی رپورٹ لکھ کر دفتر میں پہنچا دو۔ شاباش۔"

پی ٹی کے بعد رمنا نے کہا "میں ساری رات تمہارے لئے جاگتی رہی۔"

"اور میں ساری رات راجو گارڈ کے کوارٹر میں آرام سے سوتا رہا۔ وہ ایک بار اپنے گھر کی بھی تلاشی لینے آیا تھا۔"

"پھر کیا ہوا؟"

"میں چھت والے پنکھے پر بیٹھا تھا۔ اس نے پورے کوارٹر کا ہر گوشہ دیکھا لیکن سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پارس نے کہا "اب جا کر سو جاؤ۔ ہم ایک بجے کھانے کے بعد گھومنے جائیں گے۔"

"اجازت نہیں ملے گی۔"

"میں نے تمہارے انکل سے کہہ دیا ہے۔ ہمیں شام تک چھٹی مل جائے گی۔"

اچانک فائرنگ کی آواز کے ساتھ ایک گولی سنسناتی ہوئی ان کے درمیان سے گزر گئی۔ پارس رمنا کو کھینچتا ہوا دیوار کی آڑ میں چلا گیا۔ راجو گارڈ کہہ رہا تھا "میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم نے میری جورو کے ساتھ رات گزاری ہے۔"

دوسرا گارڈ اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہہ رہا تھا "راجو! یہ کیا حرکت ہے؟ کیا پھانسی پر لٹکنا ہے۔"

وہ اپنے ساتھی چوکیدار کو نشانے پر رکھ کر بولا "خبردار! میرے نزدیک نہ آنا۔ میرے سر پر خون سوار ہے۔"

"بھئی تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ تمہاری بیوی کے پاس رات بھر تھا۔"

"میری عورت نے کہا ہے کہ وہ غسل خانے میں تھی تو کوئی دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔"

"کیا تمہاری عورت نے اسے دیکھا تھا۔"

"نہیں دیکھا تھا۔"

"پھر تو اس نے تمہاری جورو کے ساتھ رات نہیں گزاری۔"

"نہیں گزاری تو وہ اندر کیسے پہنچا ہوا تھا۔ اندر سے بند رہنے والے دروازے کو کھول کر باہر گیا تھا۔"

"تم دفتر میں رپورٹ کرو۔"

"میں پہلے اسے گولی ماروں گا پھر رپورٹ کروں گا۔"

اتنی دیر میں پارس پہلی منزل پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اوپر سے اس پر چھلانگ لگائی۔ اس کے ہاتھ سے گن نکل گئی۔ دونوں زمین پر گرے پھر پارس نے تابڑ توڑ گھونسے جماتے ہوئے اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے سر سے بلند کرتے ہوئے دور پھینک دیا۔

ٹریزر اور دوسرے گارڈز آگئے تھے انہوں نے راجو گارڈ کو حراست میں لے لیا۔ سینٹر کے انچارج نے پارس سے پچھلی رات کی روداد سنی پھر کہا "راجو! ایک جاسوس چھپنے کے لئے کسی بھی جگہ جا سکتا ہے۔ تمہاری غفلت سے تمہاری بیوی کی بے پروائی سے حماد کو تمہارے ہاں چھپنے کا موقع مل گیا۔ وہ میرے گھر میں بھی چھپتا اور بعد میں مجھے معلوم ہوتا تو میں ٹریننگ سینٹر کے قواعد کے مطابق اعتراض نہ کرتا۔ تم نے گولی چلا کر حماد کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ تمہیں ملازمت سے برخاست کیا جاتا ہے۔ تنظیم کی طرف سے تم پر مقدمہ چلے گا۔ اسے لے جاؤ۔"

دوسرے گارڈز اسے وہاں سے لے گئے۔ دلیش پانڈے نے ایک درخواست دی تھی کہ وہ حماد اور رمنا کو ایک خفیہ مشن کے لئے لے جارہا ہے۔ اس سلسلے میں انہیں چوبیس گھنٹے کے لیے چھٹی دے دی گئی۔

رمنا نے دن کے بارہ بجے تک نیند پوری کی۔ پارس دلیش پانڈے کے ساتھ بیٹھا انجیلا اور ایلا کو بے نقاب کرنے کے پروگرام بناتا رہا۔ پھر وہ ایک بجے رمنا کے ساتھ ٹریننگ سینٹر کے احاطے سے باہر آگیا۔

دلیش پانڈے ڈرائیو کرتے ہوئے بولا "حماد! میں دور ہی سے شیو چرن کی کوٹھی دکھاؤں گا۔ فون نمبر تمہیں بتا چکا ہوں۔ یہ گاڑی بھی تمہیں دے جاؤں گا۔ تم فون کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرتے رہنا۔"

اس نے کناٹ سرکس میں سڑک کے کنارے گاڑی روک دی۔ دور ایک کوٹھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "وہ جو لال اینٹوں والی کوٹھی ہے اس میں شیو چرن اپنی بیوی انجیلا اور سالی ایلا کے ساتھ رہتا ہے۔ کیپٹن رنجیت ہر رات یہاں شراب پینے اور ایلا سے عشق فرمانے آتا ہے۔"

اس نے کوٹھی کی نشان دہی کر کے کار دوسرے راستے پر موڑ لی۔ ایسے وقت میں شیو چرن کی بیوی انجیلا کے دماغ میں الپا کی باتیں سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "انجیلا! ہندوستانی جاسوس تم پر شبہ کر رہے ہیں۔ ان کی نظریں تمہاری بہن ایلا پر بھی ہیں۔"

"کیا تم ہمارے دشمنوں کے دماغوں میں جارہی ہو؟"

"ابھی تک موقع نہیں ملا ہے۔ وہ جاسوس تمہارے قریب آنے والے ہیں۔ پھر تمہارے ذریعے میں انہیں قابو میں کروں گی۔"

"وہ کون لوگ ہیں؟ نام اور حلیہ بتا سکتی ہو؟"

"صرف ایک دلیش پانڈے کو پہچانا گیا ہے۔ ہمارے موساد کے جاسوس نے مجھے بتایا ہے۔ دلیش پانڈے ٹریننگ سینٹر میں ایک نوجوان لڑکی اور لڑکے کو اپنی کار میں بٹھا کر تمہارے علاقے میں آیا تھا۔ تمہاری کوٹھی سے ذرا فاصلے پر اپنی کار روکی تھی اور کوٹھی کی طرف دیکھتے ہوئے اس نوجوان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ پھر وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے گھر تک گیا۔ اور کار سے اتر گیا۔ وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ کار میں کہیں گیا ہے۔ ہمارا جاسوس اس کے تعاقب میں ہے۔"

انجیلا نے کہا "اگر ہمارا جاسوس اس نوجوان سے گفتگو کرے اور تمہیں اس کی آواز سنائے تو تم اس کی کھوپڑی گھما سکتی ہو؟"

"پہلے یقین کرنا ہوگا کہ وہ نوجوان یوگا کا ماہر نہیں ہے۔ ٹریننگ سینٹر میں یقیناً یوگا کی مشقیں کرائی جاتی ہوں گی۔"

انجیلا نے کہا "ہمارا ایک جاسوس اس ٹریننگ سینٹر میں نائٹ گارڈ بن کر رہتا ہے۔ اس کا نام دھرم راج ہے اور راجو گارڈ کہلاتا ہے۔ میں ابھی اسے فون پر بلاتی ہوں۔ وہ سینٹر میں بیٹھ کر اس سلسلے میں کھل کر بات نہیں کر سکے گا۔ تم اس کے خیالات پڑھ سکو گی۔"

انجیلا نے سینٹر کے دفتر میں فون کیا۔ انچارج نے پوچھا "کس سے بات کرنا چاہتی ہو؟"

"میں دھرم راج نائٹ گارڈ کی بہن بول رہی ہوں۔ بھائی سے میری بات کرادیں۔"

"آپ ہولڈ کریں۔"

انچارج نے چپراسی سے کہا "راجو نائٹ چوکیدار کو بلاؤ اس کا فون ہے۔"

چپراسی نے کہا "جی صاحب! ابھی بلاتا ہوں۔"

الپا انچارج کو چھوڑ کر چپراسی کے پاس آئی۔ چپراسی نے کوارٹر میں آکر کہا "راجو بھائی! آپ کا فون ہے؟"

"کس نے فون کیا ہے؟"

"یہ تو میں نے نہیں پوچھا۔"

دھرم راج نے کہا "کہہ دو۔ میں کوارٹر میں نہیں ہوں۔ خواہ مخواہ فون سننے اتنی دور دفتر میں جانا ہوتا ہے۔ تم لوگوں کو پوچھنا چاہئے کہ فون پر کون بلا رہا ہے۔"

چپراسی چلا گیا۔ "انجیلا ریسیور رکھ دو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ دھرم راج کے پاس آئی۔ اس کے خیالات نے بتایا۔ آج حماد نامی ایک نوجوان کو وہ غصہ میں قتل کرنا چاہتا تھا۔ اسے ملازمت سے نکال دینے کی دھمکی دی گئی تھی۔ اس پر اقدامِ قتل کا مقدمہ چلایا جانے والا تھا لیکن خفیہ تنظیم کے چند بڑوں نے اسے وارننگ دے کر ملازمت بحال کی تھی! اس کی پچھلی خدمات کے سلسلے میں اسے معاف کیا گیا تھا۔

الپا نے اس کے اندر سوچ پیدا کی "کیا یہاں کے اسٹوڈنٹس یوگا کے ماہر ہیں۔"

"سب نہیں ہیں۔ اس کی مشقیں کرتے ہیں۔ کچھ کامیاب رہتے ہیں کچھ کچے رہ جاتے ہیں۔"

الپا نے اسے دلیش پانڈے کے متعلق سوچنے پر مجبور کیا۔ وہ سوچنے لگا "پانڈے خفیہ تنظیم کا کوئی بہت بڑا عہدیدار ہے۔ اب تک پتا نہیں چلا کہ کیا ہے؟ وہ حماد کا حمایتی ہے۔"

"یہ حماد کون ہے؟"

وہ جواباً سوچنے لگا "ایک رنگروٹ ہے۔ بہت سمجھ دار بہت حاضر دماغ ہے۔ دوسروں کو بڑی آسانی سے الو بناتا ہے۔ یہاں کی آزمائشیں اتنی سخت اور جان لیوا ہوتی ہیں کہ کامیابی کا ایک نمبر حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس نے صرف چھتیس گھنٹوں میں پینتیس نمبر حاصل کئے ہیں۔"

الپا نے اس کی سوچ میں کہا "وہ اس قدر ذہین ہے۔ شاید اسی لئے دلیش پانڈے اس کی حمایت کرتا ہے۔ شاید اسی جوان کو آج سینٹر سے باہر لے گیا ہے۔"

"ہاں حماد اور رمنا کو چوبیس گھنٹوں کی خصوصی چھٹی دی گئی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ آج پھر کوئی کارنامہ ایسا کرے گا کہ اس کے نمبر بڑھ جائیں۔ یہاں آنے والے دو برس کی ٹریننگ کے بعد کامیاب ہو کر جاتے ہیں۔ حماد کی تیز رفتاری بتا رہی ہے کہ وہ دو ہفتے ہی میں تمام امتحانات پاس کر لے گا۔"

الپا نے انجیلا کے پاس آکر کہا "جس نوجوان کو تم دونوں بہنوں کے پیچھے لگایا جا رہا ہے' اس کا نام حماد ہے۔ وہ بہت شاطر ہے۔ اگر وہ یوگا کا ماہر ہوگا تو میرے پہنچتے ہی سانس روک لے گا۔ پھر محتاط ہو جائے گا۔ اسے غفلت میں مارو۔ ایلا سے کہو اس سے دوستی کرے اور اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرے۔ پھر میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انتظار کرتی ہوں کہ وہ ہمارے قریب آنے کے لئے کیسی چالیں چلتا ہے۔ پھر میں ان چالوں کا توڑ کروں گی۔"

اس نے اپنی بہن ایلا کو یہ باتیں بتائیں۔ ایلا نے فون کے ذریعے کیپٹن رنجیت سے رابطہ کیا۔ پھر کہا "ہیلو کیپٹن!"

دوسری طرف سے آواز آئی "کب تک مجھے غیروں کی طرح کیپٹن کہتی رہوگی' رنجیت کہہ کر مخاطب کرو ڈارلنگ! اپنا رنجیت۔"

"کیسے اپنا کہوں۔ ہمارے درمیان ظالم سماج ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "ظالم سماج تو فلموں میں ہوتا ہے۔ تم کب تک ٹالتی رہوگی۔"

میں نے تو سوچا تھا آج تمہاری ہو جاؤں گی۔ لیکن ....."

"لیکن کیا؟"

"کچھ ایسی بات ہے کہ میں فون پر نہیں کہہ سکتی۔"

"تمہارے گھر آجاؤں؟"

"گھر آنا مناسب نہیں ہے۔ گاندھی پارک میں ملو۔"

"تم پارک کے ریستوران میں پہنچو۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

ایلا نے ریسیور رکھ کر کہا "اگر حماد ہماری تاک میں ہے تو میرے باہر نکلتے ہی پیچھا کرے گا۔ مس الپا! تم ہمارے جاسوسوں سے کہہ دو' وہ حماد پر نظر رکھیں۔ کوئی ضروری تو نہیں کہ اسے اعصابی کمزوری کی دوا دی جائے۔ ہمارے آدمی اسے زخمی کرکے تمہیں اس کے دماغ میں پہنچا سکتے ہیں۔"

الپا نے کہا "ایسا ہرگز نہ کرنا۔ ورنہ "را" تنظیم کو یقین ہو جائے گا کہ موساد کے یہودی' دوستی کے پردے میں دشمنی کر رہے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہاری ہدایت پر عمل کروں گی۔"

میں نے دونوں بہنوں کے خیالات پڑھ کر یہ معلوم کیا تھا کہ ان کے گھر میں اور ان کے بیڈ روم میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے ان پر دیس دشمنی کا الزام عائد کیا جا سکے ان کا طریقۂ کار یہ تھا کہ انجیلا اپنے پتی کی خاص باتیں ریکارڈ کرتی تھی۔ ایلا بھی کیپٹن رنجیت سے باتیں کرتے وقت منی ریکارڈر اپنے لباس میں چھپا کر رکھتی تھی۔ پھر وہ منی کیسٹ موساد کے ایک جاسوس کے حوالے کر دیتی تھی۔ پارس ایسے ہی وقت انہیں بے نقاب کر سکتا تھا۔

میں نے اپنے بیٹے کو بتایا کہ کس طرح الپا ان کی مدد کر رہی ہے اور ایک یہودی جاسوس اس کے اور رمنا کے تعاقب میں ہے۔ پارس نے ایک سینما کے سامنے رمنا کو کار روکنے کے لئے کہا۔ وہ کار روکتی ہوئی بولی "کیا فلم دیکھنے کا ارادہ ہے؟"

وہاں فلمی شائقین کی بہت بھیڑ تھی۔ ٹکٹیں بلیک میں فروخت ہو رہی تھیں۔ وہ دونوں کار سے اتر کر بھیڑ سے گزرتے ہوئے جانے لگے۔ فرنٹ کلاس کا ٹکٹ گھر دوسرے کوریڈور میں تھا۔ وہاں سے دوسرا راستہ باہر جاتا تھا۔ پارس رمنا کا ہاتھ پکڑ کر اس راستے سے باہر آیا۔ پھر بولا "دشمن ہمارے تعاقب میں ہے۔"

"کہاں ہے؟"

"میں نے اسے ڈاج دیا ہے۔ وہ ہماری کار کے قریب ہوگا۔ تم کسی رکشے والے کو ایسے بڑے ہوٹل میں چلنے کو کہو جہاں ہمیں رہائش کے لئے کمرا مل سکے۔"

وہ رکشے میں آکر بیٹھ گئے۔ رکشے والے نے انہیں ہوٹل تاج محل میں پہنچا دیا۔ پارس نے ایک کمرا حاصل کرکے کہا "تم یہاں رہو۔ میرے واپس آنے تک باہر نہ نکلنا۔"

"حماد! میں بھی جاسوسہ ہوں' تم مجھے گھریلو عورت کی طرح چار دیواری میں کیوں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"جاسوسی کا وقت آئے گا تو تمہیں ساتھ لے جاؤں گا۔ ابھی تمہارے انکل کی کار واپس لانے جا رہا ہوں۔ آدھے گھنٹے میں آجاؤں گا۔"

وہ راضی ہو گئی۔ اسے ہوٹل میں چھوڑنے کا مقصد یہ تھا کہ الپا کسی کے ذریعے اس کی آواز سن کر اُس کے دماغ کو اپنی مٹھی میں لے سکتی تھی۔ لہٰذا اسے موساد والوں سے دور رکھنا ضروری تھا۔

میں نے سوچا پتا نہیں کب تک رمنا اور پارس کا ساتھ رہے گا۔ وہ ہمیشہ پرابلم بنتی رہے گی۔ یہ مسئلہ حل کرنے کے لئے میں نے رمنا کو بستر پر سلا دیا۔ پھر اسے معمولہ بنا کر اُس کے دماغ کو ہدایت دی کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی کسی بھی پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی۔

ادھر پارس جان بوجھ کر پھر سینما کے سامنے آیا۔ کار وہیں کھڑی تھی۔ اس نے اسٹیرنگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا تو وہ اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اس نے کار سے اتر کو بونٹ کو اٹھایا تو پتا چلا انجن میں خرابی پیدا کر دی گئی ہے۔

صاف ظاہر تھا' یہ دشمنوں کی کارستانی ہے' وہ چاہتے ہیں کار آگے نہ بڑھے یعنی پارس کا وقت انجن کی خرابی دور کرنے میں ضائع ہوتا رہے۔ قریب ہی کاروں کی مرمّت کا ایک چھوٹا سا ورکشاپ تھا۔ اس نے ایک مستری کو وہاں سے بلایا۔ وہاں کام کرنے والے کار کو ورکشاپ میں لے گئے۔

دوسری طرف ایلا نے پارک کے ریستوران میں کیپٹن رنجیت سے ملاقات کی۔ وہ بولا "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم نے مجھے ملاقات کے لئے یہاں بلایا ہے ورنہ میں ہی پیاسے کی طرح تمہارے پاس آتا رہا ہوں۔"

"میں نے رومانس کے لئے نہیں بلایا ہے۔ تمہاری تنظیم کے جاسوس ہم پر شبہ کر رہے ہیں۔"

"وہ کون بے وقوف ہے۔ میں اس کے خلاف کارروائی کروں گا۔"

"اسے ہمارے خلاف انکوائری سے روکو گے تو شبہ یقین میں بدل جائے گا۔ یہ سمجھا جائے گا کہ میں تم پر ڈورے ڈال رہی ہوں۔"

"وہ تو ڈال رہی ہو۔"

"مذاق میں وقت ضائع نہ کرو۔ اس جاسوس کا نام حماد ہے۔ تم اسے جانتے ہوگے؟"

"حماد تو ایک رنگروٹ کا نام ہے' وہ ابھی ٹریننگ حاصل کر رہا ہے۔ دلیش پانڈے نے اسے چوبیس گھنٹوں کی چھٹی دلائی ہے۔ اوہ' اچھا سمجھ گیا۔ دلیش پانڈے اس جوان کے ذریعہ جاسوسی کر رہا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ وہ نوجوان حماد راکسی سینما کے قریب ایک کار ورکشاپ میں بیٹھا ہوا ہے' کیا اسے دیکھ کر پہچان لوگے؟"

"ہاں' میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے۔"

"تو پھر جاؤ اور محبت سے اسے یہاں لے آؤ۔ ہم دونوں اسے اپنی طرف مائل کریں گے۔ تم اعلیٰ عہدیدار ہو' وہ تمہارا فرماں بردار بن کر رہ سکتا ہے۔"

"اگر وہ دلیش پانڈے سے زیادہ متاثر ہوگا تو ہماری باتوں میں کبھی نہیں آئے گا۔"

"کوشش کرنے میں کیا حرج ہے۔ اسے یہاں لے کر تو آؤ۔ میں یہیں انتظار کروں گی۔"

کیپٹن رنجیت نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا "میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں۔ وعدہ کرو آج میرے بنگلے میں رات گزاروگی۔"

"اگر تم دشمن جاسوس سے نجات دلاؤ گے تو تمہاری دعوت

قبول کروں گی۔"

"تو پھر سمجھو وہ نوجوان جاسوس ہماری تابعداری قبول کرے گا یا میں اسے نرک میں پہنچادوں گا۔"

وہ اٹھ کر چلا گیا۔ ایلا اور الپا کو یقین تھا کہ اعصابی کمزوری کی دوا حلق سے اترتے ہی حماد ان کا معمول اور تابعدار بن جائے گا۔

ایلا نے ویٹر کو بلا کر پوچھا "ابھی جو صاحب میرے ساتھ تھے تم نے انہیں دیکھا تھا؟"

"جی، میں رنجیت صاحب کو اچھی طرح جانتا ہوں۔"

"میں گارڈن میں ٹہلنے جارہی ہوں۔ رنجیت صاحب آئیں تو انہیں یہاں انتظار کرنے کو کہہ دینا۔"

"جی بہت اچھا۔"

ایلا نے اس کی آواز سنانے کے لئے اسے بلا کر بات کی تھی۔ الپا نے چند سیکنڈ کے لئے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ ایلا نے دوا کی ننھی سی شیشی ویٹر کے جیب میں رکھ دی۔ پھر وہاں سے اٹھ کر ٹہلنے چلی گئی۔

کیپٹن رنجیت اپنی کار ڈرائیو کرتا ہوا اس ورکشاپ کے پاس آیا پارس ورکشاپ کے باہر ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ رنجیت نے کار روک کر آواز دی "ہیلو مسٹر حماد!"

پارس نے چونک کر اسے دیکھا۔ پھر کرسی سے اٹھا اور قریب آکر بولا "آپ کون ہیں؟ مجھے کیسے پہچانتے ہیں؟"

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا شناختی کارڈ دکھاتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارا افسر ہوں۔ نئے رنگروٹس کی فائل میں تمہاری تصویر دیکھی تھی۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"پانڈے صاحب کی کار خراب ہوگئی ہے، مرمّت کروا رہا ہوں۔"

رنجیت نے مستری سے پوچھا "کیوں بھئی کتنی دیر لگے گی؟"

"صاحب! گھنٹے بھر میں ٹھیک ہوگی۔"

"کم آن حماد! جب تک ہم کہیں سے ٹھنڈی بوتل پی کر آئیں گے۔"

پارس اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ رنجیت نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "میں کسی جونیئر کو لفٹ نہیں دیتا لیکن تم نے امرتسر سے یہاں تک بڑے کارنامے انجام دئے ہیں اس لئے تمہاری قدر کر رہا ہوں۔"

"تھینک یو سر! یہ آپ کا بڑک پن ہے۔"

"بڑک پن" رنجیت نے ہنستے ہوئے کہا "تم ہندوستانی الفاظ سیکھ گئے ہو؟"

"نہیں۔ سیکھ رہا ہوں۔"

ایسے وقت الپا اگر رنجیت کے دماغ میں ہوتی تو حماد کا لہجہ اور آواز سن کر چونک جاتی۔ پارس حماد کے روپ میں رہ کر اپنے مخصوص لہجے میں بولتا تھا اور یہ لہجہ الپا خوب پہچانتی تھی۔ وہ پارس کو کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔

میں نے اس بات کا خاص خیال رکھا تھا کہ الپا، پارس کی آواز نہ سن پائے۔ میں نے پہلے ہی علی تیمور سے کہہ دیا تھا "الپا ہندوستان میں موساد کے سراغرسانوں کے ساتھ مصروف رہتی۔ آج وہ پارس کی آواز وہاں سن سکتی ہے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

علی نے پوچھا "آپ چاہتے ہیں۔ میں اسے اپنی طرف مصروف رکھوں۔"

"ہاں، آج رات نو بجے وہ تم سے شیرٹن کے ڈائننگ ہال میں ملنے والی ہے۔ اور ابھی تل ابیب میں دن کا ایک بجا ہے۔ تم اسے لنچ کے لئے بلاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔ کوشش کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ قائم ہونے پر الپا کی آواز سنائی دی "ہیلو! پلیز کوڈ نمبرز؟"

علی نے کہا "محبت کے ایک چراغ سے دوسرا چراغ جلتا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کارمن! یہ کوڈ ورڈز میں نے بتائے تھے اور تم نے اعتراض کیا تھا۔ کیوں کہ تم محبت کے نام سے بھاگتے ہو۔"

"ہاں، میں نے دوسرے کوڈ ورڈز مقرر کئے تھے کہ محبت کو بھول جاؤ اور فرض کو یاد رکھو۔"

"اس کا مطلب ہے تم میری محبت کو نہیں بھلا پا رہے ہو؟"

"ہاں، ایسا لگتا ہے جیسے تم میرے اندر چپکے سے آگئی ہو اور میرا مزاج اور میرے اصول بدلتی جارہی ہو۔"

"تم مجھے اپنے اندر آنے نہیں دیتے۔ مگر دیکھ لو میری محبت تمہارے دل اور دماغ پر قبضہ جمارہی ہے۔"

"مجھے بھوک لگ رہی ہے۔ میں شیرٹن جارہا ہوں، بولو آرہی ہو؟"

"ابھی؟ او مائی گڈنس مجھے خوشی ہوگی لیکن میں ایک اہم معاملے میں مصروف ہوں۔"

"کیا محبت سے بڑا بھی کوئی معاملہ ہو سکتا ہے؟"

"ایسا نہ کہو۔ ورنہ پر لگا کر چلی آؤں گی۔"

"پلیز آجاؤ۔ میں بہت تنہائی محسوس کر رہا ہوں۔"

"تمہاری بیوی کہاں ہے؟"

"بیوی بیوی ہوتی ہے، محبوبہ نہیں ہوتی۔"

وہ فون پر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ عورت دوسرے کی بیوی پر ترجیح حاصل کر کے بہت خوش ہوتی ہے۔ علی نے کہا "میں تمہیں فرض کی ادائیگی سے نہیں روکوں گا لیکن تم اپنی ڈیوٹی جے مورگن کو دے سکو تو چلی آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ تم چلو، میں مورگن سے بات کر کے آتی ہوں۔"

اس نے رابطہ ختم کر دیا۔ پھر جے مورگن کے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر بولی "ہیلو، الپا ہوں۔ کوڈ نمبر اے ایل اے ڈبل ن۔"

وہ بولا "ہیلو الپا؟ کہو کیسے یاد کیا؟"

"میرا ایک کام کرو گے؟"

"ہاں بولو۔"

"ابھی میں "را" تنظیم کے معاملے میں مصروف تھی۔ تم وہاں ے معاملات اچھی طرح جانتے ہو۔"

"ہاں جانتا ہوں۔"

"پلیز دو چار گھنٹوں کے لئے میری ڈیوٹی سنبھال لو، میں دوسری ہ مصروف رہنا چاہتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ وہاں کے موجودہ حالات بتاؤ۔"

الپا نے اسے ولیش پانڈے اور حماد کے متعلق بتایا پھر کہا یں نے ویٹر کی جیب میں دوا کی شیشی رکھوادی ہے۔ تم ایلا کے ں رہ کر معلوم کر لو گے کہ کون رنجیت ہے اور کون حماد ہے۔"

اس نے جے مورگن کو ایلا کے پاس پہنچایا وہ پھولوں کی باری کے پاس ٹہل رہی تھی۔ اس نے کہا "ایلا! میں ضروری کام ے جارہی ہوں، ہمارا دوسرا خیال خوانی کرنے والا جے مورگن جو ہے۔ اس سے باتیں کرو۔ میں پھر آؤں گی۔" اس نے جے مورگن کو ویٹر کے پاس بھی پہنچایا۔ پھر چلی گئی۔ مورگن نے ایلا سے پوچھا "حماد کو جو دوا دی جائے گی اس کی تاثیر کیا ہے؟ کیا وہ کمزوری کے بعد اس ریستوران سے اٹھنے کے قابل رہے گا؟"

"نہیں، میں اور رنجیت اسے سہارا دے کر کار میں لے جائیں گے۔ دوا بہت تیز ہے۔ میں چاہتی ہوں، فوراً اثر کرے اور تم اسے اپنا معمول اور ہمارا تابعدار بنا دو۔"

"کیا رنجیت سے ابھی اہم معلومات حاصل ہوں گی؟"

"وہ میرا عاشق کسی وقت بھی اہم باتیں شروع کر دیتا ہے۔ میں اپنے پرس میں منی ریکارڈر رکھتی ہوں اور اس کی باتیں ریکارڈ کرتی رہتی ہوں۔ ویسے الپا خیال خوانی کے ذریعے بہت کچھ معلوم کر لیتی ہے لیکن اس کی آواز کا کیسٹ رکھنا بھی ضروری ہے تاکہ اسے کبھی بلیک میل کرنے کے لئے اس کی آواز کا ریکارڈ ہمارے پاس موجود رہے۔"

"وہ تم پر دیوانہ وار مرتا ہے پھر بھی اس پر بھروسا نہیں ہے۔"

"وہ بھونرا ہے، ایک پھول سے دوسرے پھول پر منڈلاتا ہے۔ جس دن مجھے حاصل کر لے گا اس کی دیوانگی ختم ہو جائے گی۔ آئندہ کبھی مجھ سے دل بھر جائے گا تو مجھ سے پیچھا چھڑانے کے لئے غیر ملکی جاسوسہ ہونے کا الزام لگا سکتا ہے۔ مجھے اس ملک سے جانے پر مجبور کر سکتا ہے۔"

وہ ریستوران میں آکر بیٹھ گئی۔ اسی وقت کیپٹن رنجیت پارس کے ساتھ آگیا۔ اس نے کہا "ایلا! اس جوان سے ملو۔ یہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا بہت ہی قابل اسٹوڈنٹ ہے۔ نام ہے حماد اور یہ مس ایلا ہے۔ میری فرینڈ۔"

ایلا نے مسکرا کر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا پھر کہا "مسٹر حماد، تشریف رکھیں۔ کیا پینا پسند کریں گے۔"

پارس نے کہا "اپنے افسر کے سامنے پینے والی گرم فرمائش نہیں کر سکتا۔ ٹھنڈا ہی چلے گا۔"

ایلا نے کہا "گرم فرمائش۔ واہ بات کہنے کا کتنا خوب صورت انداز ہے۔"

رنجیت نے کہا "یہاں میں افسر نہیں ہوں۔ ہم تینوں دوست ہیں۔ آج رات میں تمہیں اسکاچ پلاؤں گا۔"

وہ بولی "فی الحال اورنج جوس پر گزارہ کیا جائے۔"

اُس نے اسی ویٹر کو بلا کر جوس کے لئے آرڈر دیا۔ جے مورگن اس ویٹر کے پاس چلا گیا۔ وہ جوس تیار کرانے لگا۔ جب وہ تیار ہو گیا تو ایک ٹرے پر تین جوس بھرے گلاس رکھ کر جانا چاہتا تھا۔ مورگن اسے ایک خالی کیبن میں لے آیا۔ وہاں اس نے جیب سے شیشی نکال کر ایک گلاس میں اس کی دوا ڈالی۔ شیشی کو بند کر کے جیب میں رکھا پھر کیبن سے نکل کر ایلا کی میز پر آیا۔ جے مورگن نے مقررہ رساں جوس کا گلاس پارس کے سامنے رکھوایا۔ باقی دو گلاسوں کو ایلا اور رنجیت نے اٹھا لیا۔ پھر مورگن نے ایلا سے کہا "میں نے دوا آلود گلاس حماد کے سامنے رکھوا دیا ہے۔"

ایلا نے مسکراتے ہوئے اپنے گلاس سے ایک گھونٹ پیا۔ پھر حماد سے کہا "یہاں کا اورنج جوس بہت مزیدار ہوتا ہے۔ بہت مشہور ہے۔ اسے پی کر دیکھو۔"

پارس نے اسے اٹھا کر ایک گھونٹ پیا۔ پھر سوچا۔ ایلا نے پوچھا "کک۔ کیا ہوا؟ اچھا نہیں ہے۔"

پارس نے پھر ایک گھونٹ پیا پھر کہا "واقعی مزیدار ہے۔"

وہ دونوں خوش ہو گئے۔ رنجیت نے کہا "ایک ہی سانس میں پورا گلاس پیا جائے تو اور مزہ دیتا ہے۔ یہ دیکھو۔" اس نے گلاس کو منہ سے لگایا۔ پھر غٹاغٹ پینے لگا۔ آخری گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس کو منہ سے الگ کرتے ہوئے گہری سانسیں لیتے ہوئے کہا "ایسے۔"

پارس نے بھی گلاس کو منہ سے لگایا۔ ایلا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بھی غٹاغٹ پی رہا تھا۔ سانس روک کر پی رہا تھا۔ بھلا ایک گلاس ختم کرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ ایلا اور رنجیت کو یوں لگ رہا تھا جیسے وقت ٹھہر گیا ہے اور گلاس لمبا ہو گیا ہے۔ ختم ہونے میں نہیں آرہا ہے۔

دونوں ایک دوسرے کو چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ آخر گلاس ختم ہو گیا۔ پارس نے خالی گلاس میز پر رکھ دیا۔ ٹشو پیپر سے منہ پونچھتے ہوئے کہا "ونڈر فل۔ بھئی مزہ آگیا۔"

وہ ماریہ کا ڈسا ہوا تھا، اس پر زہر اثر نہیں کرتا تھا پھر بھلا

اعصابی دوا کیا اثر کرتی۔ مورگن نے سوچ کے ذریعے پوچھا "ایلا! تم صحیح دوا لے کر آئی تھیں۔"

"یہ دوا مجھے موساد کے ایک جاسوس نے دی تھی' اس کا دعویٰ تھا کہ اس نے کامیابی سے اسے ایک دشمن پر آزمایا ہے۔"

"تو پھر اس پر اثر کیوں نہیں کر رہی ہے؟"

"یہی تو حیرانی ہے۔ کمبخت بالکل نارمل ہے۔"

مورگن نے کہا "میں ابھی اس دوا کو آزماتا ہوں۔"

وہ پھر ویٹر کے پاس آیا۔ وہ دوسری میز کے لئے مینگو جوس لے جارہا تھا۔ اس نے جوس کے ایک گلاس میں اسے دوا ملانے پر مجبور کیا۔ تھوڑی دیر بعد نتیجہ ظاہر ہوگیا۔ جس شخص نے وہ جوس پیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ گیا تھا اور وہ کمزوری کے باعث میز پر جھک گیا تھا۔

مورگن نے کہا "ایلا! اس شخص کے حلق سے وہی دوا اتری تھی' اس کا فوری اثر ظاہر ہو رہا ہے۔ آخر یہ نوجوان ہے کیا چیز؟"

وہ بولی "مورگن! برا نہ ماننا۔ تم سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ پلیز ایک بار پھر اسے جوس پلایا جائے اور تم توجہ سے وہ دوا حل کراؤ۔"

مینگو جوس پینے والے ریستوران کے مالک سے پوچھ رہے تھی "یہ جوس میں تم نے کیا ملایا ہے۔"

مالک نے کہا "ہم نے کچھ نہیں ملایا ہے۔ آپ کا ساتھی کسی اندرونی مرض کا شکار ہے۔ وہ مرض یہاں ظاہر ہو رہا ہے۔"

اس نے مینگو کا دوسرا گلاس خود پی کر دکھایا۔ وہ لوگ قائل ہوگئے اور اپنے بیمار ساتھی کو سہارا دے کر لے گئے۔ ایلا نے کہا۔ "یہ لوگ غلط الزام دے رہے تھے۔ یہاں کا مینگو جوس تو پورے شہر میں مشہور ہے۔ حماد کیا خیال ہے۔ ایک ایک گلاس اور ہو جائے؟"

پارس نے کہا "تم زہر بھی پلاؤ تو انکار نہیں کروں گا۔"

ایلا نے تین گلاس مینگو جوس کا آرڈر دیا۔ اس بار جے مورگن نے پوری توجہ سے ویٹر کو معمول بنایا۔ اس کے ہاتھ سے شیشی کھول کر ایک گلاس میں وہ دوا ملائی۔ پھر جب ویٹر نے وہ گلاس پارس کے سامنے رکھا تب اس نے مطمئن ہو کر ایلا سے کہا "میں نے پہلے بھی کوئی غلطی نہیں کی تھی۔ اب بھی نہیں کی ہے۔ وہ گلاس حماد کے سامنے ہے۔"

اس بار وہ ٹھہر ٹھہر کر پینے لگے اور کن انکھیوں سے پارس کو دیکھنے لگے وہ بھی مزے لے لے کر پی رہا تھا اور جوس کی تعریف کرتا جارہا تھا۔ حتیٰ کہ گلاس خالی ہوگیا۔ ایلا شدید حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی اور سوچ کے ذریعے کہہ رہی تھی۔ "بائی گاڈ! یہ انسان نہیں جن ہے۔"

مورگن نے کہا "اس نوجوان کا اعصابی نظام غیر معمولی ہے۔ میں کسی ڈاکٹر سے اس سلسلے میں معلوم کروں گا۔"

"معلوم کر کے بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔ اب ایک ہی راستہ ہے۔ میں اسے رنجیت کے بنگلے میں لے جارہی ہوں۔ وہاں چار دیواری کے اندر اسے زخمی کیا جائے گا۔ پھر تمہارے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔"

پھر وہ رنجیت سے بولی "یہاں کچھ گرمی سی لگ رہی ہے۔ کیا خیال ہے' تمہارے ائر کنڈیشنڈ بنگلے میں چلیں؟"

"یہ تو میری خوش قسمتی ہے۔ ہم راستے میں حماد کو کار ورکشاپ میں ڈراپ کریں گے۔ پھر وہاں سے......"

وہ بولی "حماد کو ڈراپ نہیں کریں گے۔ میں کچھ ضروری باتیں حماد سے کروں گی۔ کیا تمہیں اعتراض ہے۔"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولا "نہیں' بالکل نہیں چلو۔"

اس نے بل ادا کیا۔ پھر وہ تینوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ رنجیت ناگواری سے منہ بنا رہا تھا۔ وہ ایلا کو اپنے بیڈ روم کی تنہائی میں لے جانا چاہتا تھا لیکن پارس کباب میں ہڈی بن رہا تھا۔ ایلا بہت مہنگی لگ رہی تھی' اسے حاصل کرنے کی بے چینی شدید ہوتی جارہی تھی۔

اپنے بنگلے میں پہنچ کر اس نے پارس سے کہا "حماد! تم یہاں ڈرائنگ روم میں بیٹھو۔ ہم ابھی آتے ہیں۔"

پارس وہاں بیٹھ گیا۔ وہ ایلا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آ کر بولا "اسے یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

وہ بولی "تم نے دیکھا ہے۔ ہم نے حماد کو دوبار اعصابی کمزوری کی دوا جوس میں ملا کر پلائی لیکن وہ نارمل رہا۔"

"حماد کو گولی مارو۔ میں تمہارے حسن و شباب کا طلب گار ہوں۔ میری طلب کی بات کرو۔"

"میں! ابھی تمہاری طلب پوری کروں گی لیکن اس سے پہلے حماد کو زخمی کرو۔ جب تک وہ کمزور نہیں ہوگا۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"ذرا ہوش کی باتیں کرو۔ وہ ہمارے ٹریننگ سینٹر کا رنگروٹ ہے' میرے گھر میں زخمی ہوگا تو بھید کھل جائے گا۔"

"نہیں کھلے گا۔ زخمی ہوتے ہی اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنا غلام بنا لیا جائے گا۔ وہ ہمارے تمہارے خلاف بیان نہیں دے گا بلکہ ہمارے لئے جاسوسی کرتا رہے گا۔"

رنجیت نے سوچتی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر پوچھا "وعدہ کرتی ہو کہ تم اسی وقت سے میرے بیڈ روم میں رہو گی؟"

"وعدہ کرتی ہوں۔ چلو دیر نہ کرو۔"

اس نے الماری کھول کر ایک ریوالور نکالا۔ اس کی نال میں سائلنسر لگایا۔ پھر ایک مہنگی حسینہ کی جوانی سے کھیلنے کے لئے اپنے ہی ملک کا غدار بن کر اپنے ہی جاسوس کو نقصان پہنچانے ڈرائنگ روم میں آ گیا۔

پارس صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ رنجیت نے اس کی ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "چپ چاپ کھڑے رہو۔ میں تمہاری ایک ٹانگ زخمی کرنا چاہتا ہوں۔"

"واہ کیپٹن! کوئی اپنی خوشی سے کڑوی گولی نہیں نگلتا اور تم مجھے گولی مارنا چاہتے ہو۔ میرا قصور بتاؤ۔"

ایلا نے کہا "قصور یہ ہے کہ تم دلیش پانڈے کے چیلے ہو اور یوگا کے ماہر ہو۔ ہمارے دوست نہیں بنو گے۔ ہمارے کام نہیں آؤ گے۔ ریوالور سے زخمی ہونے کے بعد سانس نہیں روک سکو گے۔ ہمارا ٹیلی پیتھی جاننے والا تمہیں ہمارا تابعدار بنا دے گا۔ اگر چاہتے ہو کہ گولی نہ چلائی جائے تو ہماری خیال خوانی کرنے والے کے لئے دماغ کا دروازہ کھول دو۔"

پارس نے کہا "میں تم سے پوچھتا ہوں کیپٹن رنجیت! یہ غداری کا سلسلہ کب سے چل رہا ہے۔ کیا ایلا کی طرح اس کی بہن انجیلا بھی موساد سے تعلق رکھتی ہے؟"

رنجیت نے کہا "یہ پوچھ کر کیا کرو گے۔ جب تم پر تنویمی عمل کر کے تمہیں موساد تنظیم کا وفادار بنایا جائے گا تو تمہیں بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے فائر کیا۔ پارس کی نظر اس کے ریوالور پر تھی۔ ریوالور کی ہلکی سی جنبش پر ہی وہ اچھل کر ایک جگہ سے دوسری جگہ چلا گیا تھا۔ میرے دونوں بیٹوں کو ایسے وقت بچاؤ کے طریقے آتے تھے۔ اس کے باوجود میں نے رنجیت کا نشانہ خطا کرایا تھا۔

پارس کی جیب میں منی ریکارڈر تھا۔ جس میں ایلا اور رنجیت کی باتیں ریکارڈ ہو رہی تھیں۔ دوسرا ریکارڈر ایلا کے پرس میں تھا۔ پارس ایسی باتیں چھیڑ رہا تھا جن کے جواب میں رنجیت اور ایلا کا اعترافِ جرم ہوتا جارہا تھا۔

اس نے کہا "رنجیت! تم نے ایک فائر کیا۔ میں بچ گیا' دوسرا کرو گے تب بھی بچنے کی کوشش کروں گا۔ چاہے اس کوشش میں میری جان چلی جائے لیکن میں زخمی ہو کر اپنا دل اور دماغ یہودیوں کے حوالے نہیں کروں گا۔ تم اس حسینہ کے ساتھ رات گزارنے کے لئے اپنے ملک سے اور را تنظیم سے غداری کر رہے ہو۔ آج میں تمہیں ضرور بے نقاب کروں گا۔"

ایلا نے غصے سے کہا "رنجیت! اس کی باتیں کیا سن رہے ہو۔ گولی چلاؤ۔"

پھر گولی چلی اور نشانہ بھٹک گیا۔ پارس نے اچھل کر ایک فلائنگ کک اس کے سینے پر ماری۔ وہ دیوار سے ٹکرایا۔ دوسری کک ریوالور پر پڑی۔ ریوالور ایک طرف جا کر فرش پر گرا تو ایلا دوڑتی ہوئی گئی اسے جھک کر اٹھانا چاہا لیکن منہ پر ایسی ٹھوکر پڑی کہ الٹ کر فرش پر گری۔ پھر اٹھ نہ سکی۔ بے ہوش ہوگئی۔

جے مورگن نے رنجیت کے ذریعے پارس پر حملہ کیا لیکن گولی چلتے ہی وہ اوندھے منہ گر پڑا۔ اپنی ٹانگ پکڑ کر تکلیف سے کراہنے لگا۔ پارس اطمینان سے چلتا ہوا ٹیلی فون کے پاس آیا۔ صوفے پر بیٹھ کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ قائم ہونے پر بولا "ہیلو پانڈے! کیپٹن رنجیت کے ڈرائنگ روم سے بول رہا ہوں۔ شکار ثبوت کے ساتھ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ چلے آؤ۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ رنجیت نے تکلیف سے کراہتے ہوئے کہا "تم اور دلیش پانڈے مجھے سمجھتے کیا ہو؟ میرے خلاف کبھی ثبوت پیش نہیں کر سکو گے۔"

پارس نے جیب سے منی ریکارڈر نکال کر اسے ریوائنڈ کیا پھر اسے سنایا۔ وہ اپنی آواز اور اعترافِ جرم سن کر تڑپ گیا۔ تکلیف کی پروا کئے بغیر ایک ٹانگ پر اٹھ کر اچھلتا ہوا اس کی طرف آیا تاکہ منی ریکارڈر چھین لے لیکن گولی کے زخم سے ایسی ٹیسیں اٹھیں کہ وہ پھر اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک ریکارڈر ایلا کے پرس میں ہے' تم دو ریکارڈر کے درمیان ہو۔ نہ ادھر آ سکتے ہو' نہ ادھر جا سکتے ہو۔"

وہ بے بسی سے دیکھتے ہوئے بولا "دوست بن جاؤ۔ میرا یہ جرم چھپا لو۔ آئندہ میں تنظیم سے غداری نہیں کروں گا۔"

"جرم چھپانے کی قیمت کیا دو گے؟"

"میری بساط کے مطابق جو مانگو گے وہ دوں گا۔"

"تمہاری بساط کیا ہے؟"

"دس لاکھ روپے۔"

"کیا تم مجھے دس لاکھ دو گے؟"

"ہاں۔ آج ہی دوں گا۔"

"کیا یہ باتیں ریکارڈ کروں؟"

اس نے منی ریکارڈر دکھایا۔ وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں' بھگوان کے واسطے ریکارڈ نہ کرنا۔ مجھ پر رشوت دینے کا بھی الزام آجائے گا۔"

"تو پھر منہ بند رکھو۔ زبان کھولو گے تو میں ریکارڈر کو آن کر دوں گا۔"

اس نے دونوں ہونٹوں کو سختی سے بند کر لیا۔ وہ کتنے ہی طریقوں سے پارس کو بہلا پھسلا کر ان معاملات پر مٹی ڈالنا چاہتا تھا۔ لیکن بہلانے پھسلانے اور لالچ دینے کے لئے زبان کھولنا ضروری تھا اور یہ مجبوری تھی کہ زبان کھولنے سے منی ریکارڈر کے کان کھل جاتے۔

جے مورگن وہاں سے ناکام ہو کر الپا کے پاس آیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا۔ الپا نے کہا "میں پہلے کہہ چکی ہوں' مجھ سے فون کے ذریعے رابطہ کیا کرو۔"

اس نے سانس روک لی۔ مورگن چلا آیا۔ پھر ناگواری سے بڑبڑاتے ہوئے الپا کا فون نمبر ڈائل کرنے لگا۔ وہ رپورٹ دینا چاہتا تھا کہ حماد کو قابو میں کرنے کے سلسلے میں ناکامی ہوئی ہے' اس کے

برعکس ایلا اور رنجیت حماد کے قابو... میں آگئے ہیں اور اب ان کے ساتھ انجیلا اور شیوچرن بھی بے نقاب ہونے والے ہیں۔

فون کی گھنٹی دوسری طرف بجتی رہی لیکن الپا نے فون اٹینڈ نہیں کیا۔ دراصل اس کا موبائل فون اس کے پرس میں رہتا تھا اور ایک ہنگامے میں وہ پرس ایک جگہ رہ گیا تھا اور وہ علی کے ساتھ دوسری جگہ چلی آئی تھی۔

قصہ یوں تھا کہ علی تیمور ہوٹل شیرٹن کے سامنے الپا کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی پارکنگ ایریا میں آئی پھر کار سے اتر کر ہوٹل کے اندر جانا چاہتی تھی' علی اس کی طرف آرہا تھا۔ اچانک ٹھائیں کی آواز کے ساتھ علی نے چھلانگ لگائی۔ الپا کے اوپر آکر اُس سے لپٹ کر زمین پر گرتے اور اس کے ساتھ لڑھکتے ہوئے ایک محرابی دیوار کے پیچھے چلا گیا۔

فائر علی پر کیا گیا تھا۔ الپا نے سمجھا اس پر کیا گیا ہے۔ وہ بولی۔ "شکریہ کارمن! تم نہ ہوتے تو ابھی میں اس دنیا سے جا چکی ہوتی۔"

علی نے وضاحت نہیں کی۔ اس کا وقت نہیں تھا۔ وہ دور تک نظریں دوڑاتا رہا تھا۔ ہوٹل کے باہر بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ اسی بھاگ دوڑ کے باعث گولی چلانے والا نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ الپا کا بازو پکڑ کر بولا۔ "میرے ساتھ دوڑتی چلو۔ پہلے اس دیوار تک پھر اس دیوار سے میری کار تک۔ ناؤ کم آن۔"

الپا کو احساس ہوا کہ اس کا بازو فولادی شکنجے میں ہے' وہ فائرنگ کو بھول کر مسکرانے لگی۔ اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے بھرپور تحفظ کا یقین ہو رہا تھا۔ وہ اگلی دیوار کے پیچھے آئے وہاں سے کار تک جاتے جاتے پھر فائرنگ کی آواز سنائی دی۔ علی نے الپا کو گرتے گرتے سنبھالا۔ اسے ایک بغل میں دبا کر کار تک آیا۔ پھر دروازہ کھول کر اسے اندر دھکیلا۔ وہ کھسکتی ہوئی دوسری سیٹ پر گئی۔ علی نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کیا۔ دوسرے ہاتھ سے چابی گھما کر کار اسٹارٹ کی' گیئر بدلا' پھر اسے ریورس میں لے گیا۔ دوبارہ گیئر بدلا اور کار کو ٹرن کرتے ہوئے تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ہوٹل کی باؤنڈری سے باہر چلا آیا۔

تب الپا کو خیال آیا کہ کار کے اندر پہنچنے سے پہلے پرس کہیں گر گیا ہے۔ اس کا شناختی کارڈ اور موبائل ٹیلی فون پرس کے اندر تھا۔ انہیں لینے کے لئے وہ واپس نہیں جاسکتی تھی۔ آج سے پہلے وہ جب بھی اپنی رہائش گاہ سے باہر جاتی تھی تو کسی کو خبر نہیں ہوتی تھی کہ ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا شہر کی شاہراہوں اور تفریح گاہوں میں ہے۔ آج پہلی بار اس نے علی تیمور کو گھر سے باہر آنے کی اطلاع دی تھی۔ یہ اطلاع فون پر دی تھی اور فون پر کوئی بھی دشمن یہ سن سکتا تھا۔

وہ بولی "تم مجھے دماغ میں آنے نہیں دیتے۔ اس کا نتیجہ دیکھ لو۔ میں نے فون پر کہا ملاقات کرنے آرہی ہوں اور دشمن مجھ سے پہلے پہنچ گئے۔"

"تمہارا فون کسی دشمن نے نہیں سنا ہے اور نہ ہی کسی نے تم پر گولی چلائی ہے۔"

"کیا ہوٹل کے سامنے دل لگی ہو رہی تھی۔"

"وہ مجھ پر گولیاں چلا رہے تھے۔"

وہ حیرانی سے بولی۔ "کیا واقعی؟"

"میں نے پہلی گولی سے بچنے کے لئے تم پر چھلانگ لگائی۔ کیونکہ دوسری تیسری گولیاں تمہیں بھی لگ سکتی تھیں۔"

"وہ کون ہوسکتے ہیں؟"

"جو بھی ہیں' پیچھے آرہے ہیں۔"

"او گاڈ!" اس نے سر گھما کر پیچھے دیکھا۔ بہت سی گاڑیاں آگے پیچھے چلی آرہی تھیں۔ علی نے کہا۔ "سفید رنگ کی کار ہے اس کی ونڈ شیلڈ کلرڈ ہے اور وائپر ٹوٹا ہوا ہے۔"

وہ بولی۔ "ایسی تھرڈ کلاس کار میں کوئی تھرڈ ریٹ کا ہی غنڈا ہوگا۔"

"ٹھیک سمجھ رہی ہو۔ کسی کرائے کے قاتل کو معاوضہ دے کر اس کی خدمات حاصل کی گئی ہیں۔"

"ارے وہ کار تو دوسرے راستے پر مڑ گئی ہے۔ تمہارا اندازہ غلط تھا۔"

"درست تھا۔ تعاقب کرنے والوں کا طریقۂ کار یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک کار والے کی جگہ دوسری کار والا آجاتا ہے۔ اب کوئی دوسرا ہمارا تعاقب کر رہا ہوگا۔ یہ کچھ دیر بعد معلوم ہوگا کہ تعاقب کرنے والی گاڑی کون سی ہے۔"

"میں دیکھتی رہوں گی۔ مسلسل پیچھے آنے والی گاڑی پہچان میں آجائے گی۔"

"یہاں قریب ہی فور اسٹار ہوٹل ہے۔ ہم وہاں رکیں گے اور فوراً ایک کمرا حاصل کریں گے۔ اس طرح ہوٹل کی چار دیواری میں اسے کھل کر سامنے آنا ہوگا۔"

وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا ہوا فور اسٹار ہوٹل کے احاطے میں داخل ہوا پھر اسے پورچ میں روک دیا۔ الپا نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "ہوٹل کی گلی میں ہمارے پیچھے دو گاڑیاں آئی تھیں لیکن وہ آگے چلی گئیں۔"

وہ علی کا بازو تھام کر اس کے ساتھ چلتی ہوئی۔ کاؤنٹر پر آئی' علی نے اپنا کارڈ دکھا کر ایک کمرا حاصل کیا۔ انہیں پانچویں فلور پر کمرا ملا۔ وہ چابی لے کر لفٹ میں آگئے۔ علی نے سرگوشی میں کہا "کاؤنٹر گرل اور ویٹر وغیرہ کے خیالات پڑھتی رہو۔"

"میں نے اس بات کا خیال رکھا ہے۔ کوئی بھی ہمارا کمرا نمبر معلوم کرنے آئے گا تو کاؤنٹر گرل اسے میری مرضی کے مطابق غلط نمبر بتائے گی۔"

وہ پانچویں منزل پر آئے۔ ایک ویٹر نے ان کے لئے پانچ سو نمبر کا کمرا کھولا۔ اُس نے اس سے بات کی تاکہ اس کے دماغ میں بھی جھانکتی رہے۔ علی نے کمرے میں آکر کہا "انسان اپنے طور پر ہر ممکن احتیاطی تدبیر کرتا ہے اس کے باوجود مصیبتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔"

"تم اندازہ کرسکتے ہو کہ تم سے یہ دشمنی کون کر رہا ہے؟"

"میری ذات سے جان لمبوڈا کو بہت زیادہ نقصان پہنچا ہے۔ اس نے ہمارے ایک گولڈن برین کو اپنا معمول بنا رکھا تھا۔ میں نے اس کا یہ طلسم توڑ دیا۔ وہ ایک کے ذریعے دوسرے تمام گولڈن برینز کے دماغوں پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ اسرائیل کی خارجہ اور داخلہ پالیسیاں اپنی مرضی سے مرتّب کرنا چاہتا تھا۔ اب کچھ نہیں کرسکے گا۔"

"یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ وہ تمہیں اپنے راستے کا کانٹا سمجھ رہا ہے۔"

وہ اس کے پاس صوفے پر آکر بیٹھ گئی۔ پھر اس کی گردن میں بانہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ وہ ہاتھ تھام کر بولا۔ "سر پر مصیبت منڈلا رہی ہے۔ پہلے اسے دور کرنا چاہئے۔"

وہ مسکرا کر بولی "میں نے دیکھا ہے' مصیبت تم سے دور بھاگتی ہے۔"

"ہوسکتا ہے' لیکن یہ سوچو کہ جان لمبوڈا جیسا زبردست دشمن صرف مجھ پر فائرنگ نہیں کرائے گا۔ وہ فائرنگ محض پیش لفظ ہوگی۔ وہ کوئی زبردست چال چل رہا ہوگا۔"

"واقعی جذبات غالب آتے ہیں تو مصیبت اور موت یاد نہیں رہتی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ جان لمبوڈا زبردست چالباز ہے۔ تم اس کمرے میں آکر قید ہوگئے ہو۔ وہ آسانی سے ہمیں گھیر سکتا ہے۔"

"میں اس ہوٹل کا جغرافیہ جانتا ہوں۔ اس کمرے کے پیچھے بالکونی ہے وہ بالکونی دوسرے کمرے کی بالکونی سے تین فٹ کے فاصلے پر ہے۔ اطمینان رکھو' ہم پنجرے میں نہیں ہیں۔"

وہ خاموش رہ کر کاؤنٹر گرل اور ویٹر کے خیالات پڑھنے لگی۔ کاؤنٹر گرل کی سوچ نے بتایا۔ ایک شخص سادے لباس میں آیا تھا اس نے ایک شناختی کارڈ دکھا کر کہا۔ "میں انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ سے آیا ہوں۔ ابھی ایک نوجوان جوڑا یہاں آیا ہے۔ کمرا نمبر بتاؤ۔"

کاؤنٹر گرل نے نمبر بتایا۔ اس کے بعد وہ واپس چلا گیا تھا۔ الپا نے یہ باتیں علی کو بتائیں۔ وہ بولا "اس کے خاموشی سے واپس جانے میں کوئی چال ہے۔ ہوسکتا ہے وہ باہر جاکر دوسروں کو ہمارے کمرے کا نمبر بتائے اور دوسرے لوگ کاؤنٹر گرل سے پوچھے بغیر یہاں آدھمکیں' ایسے وقت تمہاری خیال خوانی کام نہیں آئے گی۔"

ٹیلیفون کی گھنٹی نے مخاطب کیا۔ اس نے ریسیور اٹھا کر پوچھا۔ "ہیلو کون ہے؟" دوسری طرف سے آواز آئی "تمہارا باپ۔"

علی نے رانگ نمبر کہہ کر ریسیور رکھ دیا۔ الپا نے پوچھا۔ "کیا واقعی رانگ نمبر تھا؟"

"ہاں' کسی کا باپ تھا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھئی' میں نے پوچھا کون ہو۔ ادھر سے کہا گیا تمہارا باپ اور تم جانتی ہو۔ یہاں میرا باپ نہیں ہے۔ اس لئے رانگ نمبر ہوا۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے دھاڑتے ہوئے کہا گیا۔ "وہ رانگ نمبر نہیں تھا۔ زیادہ اسمارٹ بننے کی کوشش نہ کرو۔ ہم تمہیں فائرنگ سے ڈرا کر ایسی ہی کسی جگہ پہنچانا چاہتے تھے۔ تم ہماری خواہش کے مطابق چار دیواری میں قید ہوگئے ہو۔"

"برادر' تم بہت سمجھدار ہو۔ دشمنی کی وجہ بتادو۔"

"تمہاری موت سے گولڈن برینز تک پہنچنے کے راستے کھلیں گے۔"

"اچھا تو تم لوگوں کی پشت پر جان لمبوڈا ہے؟"

الپا بھی علی سے سر جوڑے ریسیور سے آنے والی آواز سن رہی تھی۔ وہ دوسری طرف سے کہہ رہا تھا۔ "ہاں جان لمبوڈا کو تم سمجھتے کیا ہو۔ اُس کی ایک پھونک سے تم اڑ جاؤ گے۔ اس نے تمہارے مقابلے پر ایک ایسی ہستی کو روانہ کیا ہے جسے دیکھتے ہی تمہارے ہوش اڑ جائیں گے۔"

"میرا خیال ہے ایسی کوئی ہستی نہیں ہے جس دیکھ کر میرے ہوش اڑ جائیں۔"

"بات صرف ہوش کی نہیں ہے۔ تم اس پر جوابی حملہ نہیں کرسکو گے۔ لمبوڈا ایسی ہی زبردست چال چلتا ہے۔"

کال بیل کی آواز سنائی دی۔ فون پر کہا گیا۔ "میں تمہارے ریسیور سے کال بیل کی آواز سن رہا ہوں۔ جاؤ دروازہ کھول کر اپنی موت کا استقبال کرو۔"

علی ریسیور رکھ کر کھڑا ہوگیا۔ الپا بھی اٹھتے ہوئے بولی "یہ کون ہوسکتا ہے۔"

"یہی میں سوچ رہا ہوں۔ جو بھی آیا ہے اسے لمبوڑا نے بڑے چیلنج کے ساتھ یہاں بھیجا ہے۔"

وہ سوچتا ہوا دروازے تک آیا۔ پھر دیوار سے لگ کر بولا۔ "کون ہے؟"

دروازے کے باہر سے نسوانی آواز سنائی دی۔ "دروازہ کھولو۔ میں ہوں۔ میں آئی ہوں۔"

علی چونک گیا۔ وہ آواز اس کی ساعت میں گونج رہی تھی۔ "میں ہوں۔ میں آئی ہوں....."

وہ آواز اس کی بیوی پامیلا کی تھی۔ بیوی مصیبت بن سکتی ہے۔ خطرہ نہیں بن سکتی۔ آخر جان لمبوڑا نے کیا سوچ کر اسے بھیجا ہے؟

علی نے فوراً دروازہ کھولا۔ پھر پیچھے ہٹ گیا۔ پامیلا دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھامے کھڑی ہوئی تھی۔ الپا پر نظر پڑتے ہی بولی "اس نے درست کہا تھا کہ ایک حسینہ میرے شوہر کو مجھ سے چھین رہی ہے۔"

اس نے الپا کا نشانہ لیا۔ الپا علی کے پیچھے چلی گئی۔ وہ بولا۔ "تماشا نہ بناؤ۔ اندر آؤ۔ تمہیں کس نے بتایا ہے کہ میں یہاں مل سکتا ہوں؟"

پامیلا نے کہا "کیا اب بھی سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ جسم تمہاری بیوی پامیلا کا ہے لیکن دماغ جان لمبوڑا کا ہے۔"

علی' الپا کے ساتھ پیچھے ہٹتے ہوئے بولا "اچھا تو تم لمبوڑا ہو۔ میری بیوی کو آلۂ کار بنا کر لائے ہو۔"

"ہاں' پچھلی بار میں نے دیکھا تھا' تم بہترین فائٹر ہو' میرے کسی آلۂ کار کے قابو میں نہیں آؤ گے۔ تب یہ آئیڈیا دماغ میں آیا کہ پامیلا کو تمہارا ہرجائی پن بھی دکھاؤں گا اور تمہاری موت بھی بناؤں گا۔"

پامیلا یہ کہتی ہوئی کمرے کے اندر آگئی۔ اس کی انگلی ٹریگر پر تھی۔ اور نشانے پر علی اور الپا دونوں ہی تھے۔ لمبوڑا نے پامیلا کی زبان سے کہا۔ "تمہارے مقابلے پر ایسی ہستی ہے جس سے تم جنگ نہیں کر سکتے۔ یہ تم پر گولیاں چلائے گی۔ تم اس پر ہاتھ نہیں چلاؤ گے اور اگر تم اس سے ریوالور چھیننا چاہو گے تو جانتے ہو کیا ہو گا؟"

علی پوری توجہ سے ریوالور کو دیکھ رہا تھا۔ لمبوڑا نے کہا "یہ تمہاری بیوی تمہارے سامنے اپنے ہی ریوالور سے خودکشی کرے گی۔ تم اسے زندہ دیکھنا چاہتے ہو تو اس سے ریوالور نہ چھیننا۔"

اس میں شبہ نہیں کہ لمبوڑا نے علی کو مشکل میں ڈال دیا تھا۔ وہ پامیلا کو دل سے چاہنے والا شوہر تھا۔ اس کے بدن پر ہلکی سی خراش لانا بھی اسے گوارا نہیں تھا۔ وہ اسے پیار و محبت سے اپنی طرف مائل بھی نہیں کر سکتا تھا اس کے حواس پر لمبوڑا چھایا ہوا تھا۔

الپا چپ چاپ پامیلا کے دماغ میں گئی تھی اور سمجھ گئی تھی کہ وہاں اپنی سوچ کی لہروں سے پامیلا کو قابو میں نہیں کر سکے گی۔ اس کے ہاتھ سے ریوالور بھی نہیں گرا سکے گی۔ اسکے دماغ پر لمبوڑا کا مکمل قبضہ تھا۔

کمرے کا دروازہ بند تھا۔ پیچھے بالکونی کی طرف پردہ پڑا ہوا تھا' دن کی روشنی کمرے کے اندر نہیں تھی۔ وہاں صرف ایک بلب روشن تھا اور بس یہی ایک راستہ رہ گیا تھا۔ علی نے بجلی کی سی تیزی سے سوئچ کو آف کرتے ہوئے الپا کو دوسری طرف دھکا دیا۔ اندھیرا ہوتے ہی ریوالور سے گولی چلی۔ تاریکی میں شعلہ سا لپکا۔ پامیلا نے اپنے شوہر پر گولی چلائی تھی۔ اس کے ایک ساعت کے بعد ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔

علی نے اندھیرے میں پامیلا کو پکڑ لیا تھا۔ اس کی کلائی موڑ کر ریوالور چھین لیا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ صوفہ کتنے فاصلے پر ہے۔ اس نے پامیلا کو صوفے پر پہنچا کر کہا۔ "لمبوڑا! تمہارا یہ ناپاک ارادہ پورا نہیں ہو گا۔ پامیلا نہ تجھے قتل کرے گی' نہ خودکشی کرے گی۔ اب ریوالور میرے ہاتھ میں ہے۔"

اس نے سوئچ بورڈ کے پاس آکر بٹن کو آن کیا۔ کمرا پھر روشن ہو گیا لیکن پامیلا صوفے پر نہیں تھی۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ وہ بالکونی کے پاس کھڑی تھی۔ لمبوڑا اس کی زبان سے کہہ رہا تھا "میں نے وارننگ دی تھی کہ پامیلا سے ریوالور نہ چھیننا لیکن تم نے خود کو بہت ہی ذہین اور چالاک سمجھ لیا۔ اپنی دانست میں ریوالور چھین کر اسے خودکشی سے باز رکھا ہے مگر دیکھو اور اسے روکو۔ تمہاری پیاری شریکِ حیات جا رہی ہے۔"

وہ دوڑتی ہوئی بالکونی میں گئی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے آواز دی "رک جاؤ۔ پامیلا! تمہیں میری جان کی قسم' رک جاؤ۔"

لیکن لمبوڑا نے اسے رکنے نہیں دیا۔ علی کے بالکونی میں پہنچنے سے پہلے ہی پامیلا نے ریلنگ پر چڑھ کر نیچے چھلانگ لگا دی۔ اس کی آخری چیخ موت کی پستی میں جاتی ہوئی سنائی دی۔ پھر گہرا سناٹا چھا گیا۔

علی ٹھٹک گیا۔ اتنی بلندی سے چھلانگ لگانے کا نتیجہ ایک نادان بھی جانتا ہے۔ اس کے دل پر بوجھ سا پڑ گیا۔ موت سے لڑنے والا اپنی شریکِ زندگی کو موت سے نہ بچا سکا۔ وہ جھجکتا ہوا شرمندہ سا ہو کر بالکونی کی ریلنگ کے پاس آیا۔ پھر نیچے دیکھا۔

کیا دیکھا؟

قدرت کا تماشا دیکھا۔

وہ زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور سر اٹھائے پانچویں منزل کی بلندی پر کھڑے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔

چشمِ فلک نے ہزارہا قدرت کے تماشے دیکھے ہیں۔ یہ بھی دیکھا ہے کہ ہزاروں فٹ کی بلندی سے گرنے والے طیارے کے تمام مسافر ہلاک ہوئے۔ صرف ایک سہاگن کی چوڑیاں نہیں ٹوٹیں۔ ٹرین کے حادثے میں ایک بوگی کے تمام مسافر چکنا چور ہو گئے صرف ایک بچہ سلامت رہ گیا۔ ایسے ہی حالات میں کہا جاتا ہے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے؟

اگر یہ ایمان ہو کہ دستِ قدرت سے ناممکن بھی ممکن ہو جاتا ہے تو پامیلا کا زندہ سلامت رہ جانا بہت زیادہ حیرانی کی بات نہیں تھی۔ جان لمبوڑا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ جس بالکونی کی بلندی سے وہ پامیلا کو چھلانگ لگانے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس بالکونی کے نیچے سوئمنگ پول ہے۔

پامیلا کے چھلانگ لگاتے ہی لمبوڑا تو مطمئن ہو کر چلا گیا تھا کہ اتنی بلندی سے پامیلا کا باپ بھی نہیں بچے گا لیکن وہ سیدھی سوئمنگ پول کے گہرے پانی میں گئی تھی۔ پھر ابھر کر تیرتی ہوئی کنارے پر آگئی تھی۔ اسے حیرانی تھی کہ اب تک اپنے آپ میں کیوں نہیں تھی اور اپنی مرضی کے خلاف اپنے شوہر کارمن کو کیوں ہلاک کرنا چاہتی تھی۔ اور جب ہلاک کرنے میں ناکام رہی تو خودکشی کرنے کے لئے بالکونی سے کود پڑی تھی۔

وہ سوئمنگ پول سے نکل کر کنارے کھڑی ہو کر سر اٹھائے پانچویں منزل کی طرف دیکھنے لگی۔ اوپر علی نظر آیا تو اس نے ہاتھ ہلا کر پوچھا "یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے چھلانگ کیوں لگائی تھی؟"

علی نے اوپر سے چیخ کر کہا "وہیں رہو' میں آرہا ہوں۔"

پھر اس نے پلٹ کر الپا کے پاس آکر اس کے دونوں بازوؤں کو خوشی سے جکڑ لیا' اسے جھنجھوڑتے ہوئے کہا "وہ زندہ ہے! میری پامیلا زندہ ہے۔ پلیز فوراً اس کے دماغ پر قبضہ جماؤ۔ ابھی وہ نارمل ہے۔ اس کا مطلب ہے لمبوڑا نے اسے آزاد چھوڑ دیا ہے۔"

پھر وہ پامیلا کے پاس جانے کے لئے وہاں سے دوڑتا ہوا کمرے سے باہر چلا گیا۔ ان لمحات میں الپا کو شدت سے اپنی توہین کا احساس ہوا۔ اگر اپنا مطلوب و مقصود کسی دوسری کے لئے چھوڑ کر چلا جائے تو یہ بے عزتی کوئی برداشت نہیں کر سکتی۔

الپا ساکت کھڑی ہوئی برداشت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ خود کو سمجھا رہی تھی "مجھے ذرا صبر کرنا چاہئے۔ کارمن فولاد ہے۔ اسے پامیلا سے توڑنے اور اپنے ساتھ جوڑنے میں وقت لگے گا۔ پھر کارمن' پامیلا اور میرے درمیان سرکاری معاملات ہیں' مجھے جذبات میں بہہ کر فرائض کو نہیں بھولنا چاہئے۔"

وہ تھوڑی دیر تک اپنے آپ کو سمجھاتی رہی پھر پامیلا کے دماغ میں گئی۔ علی اسے آغوش میں لے کر بھرپور محبت سے پیش آرہا تھا۔ الپا فوراً ہی واپس آگئی۔ وہ ایسی ہی دیوانہ وار محبت چاہتی تھی جو دوسری کو مل رہی تھی۔

اس کا فرض تھا کہ وہ الپا کے دماغ پر قبضہ جما کر رکھتی تاکہ لمبوڑا دوبارہ آکر اسے نقصان نہ پہنچائے' لیکن اس نے ناگواری سے سوچا "لمبوڑا آتا ہے تو آئے۔ میں پامیلا کی چوکیدار نہیں ہوں۔ اگر اسے نقصان پہنچے گا تو میں رپورٹ دوں گی کہ مجھ سے پہلے پھر ایک بار لمبوڑا اس کے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اس لئے میں پامیلا کو نہ بچا سکی۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی بالکونی میں آئی۔ وہاں سے دیکھا۔ نیچے سوئمنگ پول کے کنارے کارمن اپنی شریکِ حیات پر قربان ہو رہا تھا۔ الپا کو یہ محرومی غصہ دلا رہی تھی کہ وہ کارمن کو اپنے لئے ہوٹل کے اس کمرے میں لائی تھی۔ جو کچھ اسے حاصل ہوتا تھا' وہ پامیلا کو حاصل ہو رہا تھا۔

سوال یہ بھی پیدا ہو رہا تھا۔ کیا پامیلا کارمن (علی) کو اپنے ساتھ لے جائے گی اور وہ تنہا نامراد رہ جائے گی؟ اگرچہ بیوی کا حق زیادہ ہوتا ہے لیکن پہلے آؤ' پہلے پاؤ کے اصول کے مطابق الپا نے آج اس مرد کو پہلے پایا تھا' اور پا کر بھی محروم ہو رہی تھی۔

وہ برداشت نہ کر سکی۔ الپا کے اندر پہنچ کر اسے علی سے الگ کر دیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟ مجھ سے دور کیوں ہو گئیں؟"

وہ ..... سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی "پتا نہیں کیسے دور ہو گئی۔ میں تو تمہارے اندر سما جانا چاہتی تھی۔"

علی نے فوراً سر اٹھا کر دیکھا۔ پانچویں منزل کی بالکونی کی ریلنگ پر الپا دکھائی دی۔ نظریں ملتے ہی وہ ریلنگ سے ہٹ گئی۔ بالکونی میں نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ بڑی حد تک بات سمجھ میں آگئی۔ اس نے الپا سے کہا تھا کہ پامیلا کے دماغ پر چھا جائے تاکہ لمبوڑا پھر کوئی شیطانی حرکت نہ کرے۔

اگر ابھی لمبوڑا نے اس کی بیوی کو اس کی آغوش سے الگ کیا ہے تو اس کا مطلب ہے الپا نے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے۔ اگر وہ فرض شناس ہے اور پامیلا کے دماغ میں موجود رہی تھی تو پھر اس نے بیوی کو شوہر سے الگ کیا ہے۔

علی نے تسلیم کیا کہ وہ عورت جو اپنے جذبات لے کر اس کے ساتھ آئی تھی' وہ شوہر کے ساتھ بیوی کے بھی جذبات برداشت نہیں کر رہی تھی۔ اسے چاہئے تھا کہ وہ اوپر سے الپا کو اپنے ساتھ پامیلا کے پاس لاتا لیکن اس نے پامیلا کی نئی زندگی کی خوشی میں بھول کر الپا کا بھاؤ گرا دیا تھا اور اسے حسد کی آگ میں جلا رہا تھا۔

وہ پامیلا کا ہاتھ تھام کر ہوٹل کی لابی میں آیا۔ پامیلا کو ایک صوفے پر بیٹھنے کو کہا پھر ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر آپریٹر سے کمرا نمبر پانچ سو پانچ سے رابطہ کرنے کو کہا۔ آدھے منٹ میں رابطہ ہو گیا۔ الپا کی آواز سنائی دی' وہ بولا "سوری' پامیلا کو زندہ پا کر خوشی میں بہت کچھ بھول گیا۔ میرے جذبات کو سمجھو' میں نے تمہیں نظرانداز نہیں کیا ہے۔"

"تم نے ابھی رابطہ کر کے ثابت کر دیا ہے کہ مجھے نظرانداز نہیں کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مجھے کباب میں سے نکل جانا

چاہئے۔"
"ایسی باتیں نہ کرو۔ آج ہماری پہلی ملاقات ہے۔ یہ ملاقات اتنی جلدی ختم نہیں ہوگی۔"
"تمہاری بیوی کو دکھ ہوگا۔"
"تم نیچے آؤ۔ ہم اسے گھر پہنچائیں گے۔ تم اسے سلادینا۔ اس کے بعد ہمیں دشمنوں سے بھی نمٹنا ہے' اور پیار بھرے دن رات بھی گزارنے ہیں۔"
وہ خوش ہوکر بولی "تم اسے گھر لے جاؤ' میں اپنے گھر جارہی ہوں۔ وہاں سے الپا پر عمل کروں گی۔ اس کے دماغ کو لاک کردوں گی تو لبوڈا کبھی اسے نقصان نہیں پہنچاسکے گا۔"
علی نے ریسیور رکھ دیا۔ پامیلا کو لے کر گھر کی طرف جانے لگا۔ وہ نارمل تھی جان لبوڈا پلٹ کر نہیں آیا تھا۔ اسے پانچویں منزل سے چھلانگ لگانے پر مجبور کرنے کے بعد وہ مطمئن ہوگیا تھا کہ وہ مرچکی ہے۔ کارمن اپنی بیوی کا ماتم کررہا ہوگا۔ جوش اور غصے میں آکر وہ اور اس کا سسر کوئی ایسی احمقانہ حرکت کرسکتے ہیں جس کے نتیجے میں اسے پھر ایک بار گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنانے کا موقع مل سکے گا۔
وہ دوسرے معاملات میں مصروف رہ کر اس بات کا منتظر تھا کہ کارمن یا راجر موس سفارتی سطح پر اسے پامیلا کے قتل کا الزام دیں گے۔ وہ اپنے خاص ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرہال کے سلسلے میں مصروف تھا اس کے لئے یہ خطرہ بڑھتا جارہا تھا کہ فرہاد علی تیمور تھرہال کی اصلیت معلوم کرچکا ہے وہ تھرہال کو فرہاد کے خطرے سے بچانے کی فکر میں تھا۔ جب کئی گھنٹے گزر گئے تو اس نے سوچا' پامیلا کی موت کا ردِعمل کیوں نہیں ہورہا ہے؟
اس نے خیال خوانی کے ذریعے تل ابیب میں رہنے والے آلۂ کار کو مخاطب کیا پھر پوچھا "پامیلا کی موت کا ری ایکشن کیوں نہیں ہورہا ہے؟"
"جناب! کیسی موت! وہ تو زندہ ہے۔"
"زندہ ہے؟ کیا بکواس کررہے ہو۔"
"آپ نے اسے پانچویں منزل سے گرایا تھا۔ لیکن لوکیشن کا خیال نہیں رکھا تھا۔ اس حصے میں سوئمنگ پول ہے۔ وہ پانی میں گری تھی۔"
لبوڈا کی سمجھ میں آگیا۔ اس نے آس پاس کے ماحول کو اچھی طرح نہیں سمجھا تھا۔ یہی یقین کافی تھا کہ بلندی سے گرنے والی زندہ نہیں بچے گی اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پامیلا کے پاس آیا۔ اس نے سانس روک لی۔ وہ واپس آگیا' یہ دوسری ناکامی تھی۔ تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے لئے حساس بنادیا گیا تھا۔ اب وہ پامیلا کو کارمن کی کمزوری نہیں بناسکتا تھا۔
اس نے اپنے آلۂ کار سے پوچھا "کیا تم میں ایسے ذہین اور چالاک لوگ نہیں ہیں جو کارمن کو قابو میں کرسکیں یا اسے کہیں بھی گولی مارسکیں؟"
"ایسے لوگ ہیں۔ میری پوری کوشش یہی ہوگی کہ جہاں بھی موقع ملے اس کا کام تمام کردیا جائے۔"
"کیا یہ معلوم ہوا کہ ہوٹل کے کمرے میں کارمن کے ساتھ وہ لڑکی کون تھی؟"
"یہ معلوم نہ ہوسکا۔ وہ ہوٹل سے کہیں چلی گئی تھی۔"
"کارمن ابھی کہاں ہوگا؟"
"پتا نہیں سر! پامیلا کے زندہ بچنے کے بعد ہم دو گھنٹے تک آپ کا انتظار کرتے رہے۔ آپ نے رابطہ نہیں کیا تو یہی سمجھ میں آیا کہ آپ کارمن اور پامیلا کو نظرانداز کررہے ہیں۔"
"میں رابطہ نہ کروں تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم لوگ ڈیوٹی چھوڑ دو۔ میں ہزاروں معاملات میں مصروف رہتا ہوں اور تم لوگ ایک معاملے کو ہینڈل نہیں کرسکتے۔ تم لوگوں کی نالائقی سے مجھے ناکامیوں کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔"
وہ دماغی طور پر حاضر ہوکر سوچنے لگا۔ اس کی اپنی بھی غلطیاں تھیں اس نے آس پاس توجہ دیئے بغیر پامیلا کو پانی میں گرادیا تھا۔ پامیلا اور کارمن پر اتنی توجہ دی تھی کہ باقی اہم باتیں بھول گیا تھا۔ اس نے یہ معلوم کرنا ضروری نہیں سمجھا کہ کارمن کے ساتھ جوان دوشیزہ کون تھی۔ اگر معلوم ہوجاتا کہ وہ الپا تھی تو پامیلا کو چھوڑ کر اس ٹیلی پیتھی جاننے والی کے پیچھے پڑجاتا۔
یہ اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ علی کو بھی نہیں پہچان رہا تھا۔ اسے ایک نیا گولڈن برین سمجھ رہا تھا۔ اگر علی کی حقیقت سے واقف ہوجاتا تو ہوٹل میں کارمن اور الپا کو چھوڑ کر نہ جاتا ان کی جان سے کھیلنے کے لئے جان کی بازی لگادیتا۔
الپا نے جان لبوڈا کا راستہ روکنے کے لئے پامیلا پر تنویمی عمل کیا تھا۔ اس کے بعد فون پر علی سے پوچھا "اب کہاں ملاقات ہوگی؟"
اس نے کہا "اب تک جان لبوڈا کو معلوم ہوچکا ہوگا کہ وہ انتقامی کارروائی میں ناکام رہا ہے۔ اس کے آلۂ کار ہمیں ہوٹلوں تفریح گاہوں میں ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ میری رہائش گاہ کی بھی نگرانی ہورہی ہوگی۔"
"دیکھو کارمن! وعدے سے نہ پھرنا۔ آندھی آئے طوفان آئے' میں آج تم سے ضرور ملوں گی۔"
"ملنے کی ایک ہی جگہ ہے۔"
"کون سی جگہ ہے وہ۔ میں کانٹوں پر بھی چل کر آؤں گی۔"
"یہاں دوست اور دشمن تمہیں صورت سے نہیں پہچانتے ہیں' کیا یہ درست ہے؟"
"درست ہے۔"
"آج بھی تم میک اپ میں رہیں' وہ تمہارا اصلی چہرہ نہیں تھا؟"
"یہ بھی درست ہے۔"
"اور ابھی تم اپنی رہائش گاہ میں ہو؟"
"ہاں' مگر کہنا کیا چاہتے ہو؟"
"یہی کہ اگر میں تمہارے گھر چلا آؤں تو وہاں ہم دونوں دشمنوں کو نظر نہیں آئیں گے۔"
"دشمن تمہارا تعاقب کرتے ہوئے آجائیں گے۔"
"میں حلیہ بدل کر آؤں گا۔ نہ کوئی پہچانے گا نہ تعاقب کرے گا۔"
"کارمن! آج تک میں نے کسی کو اپنی رہائش گاہ کا پتا نہیں بتایا ہے۔"
"مگر "کسی" میں' میں بھی شامل ہوں تو مجھے بھی نہ بتاؤ۔"
"میں تمہارے لئے ایک اصول توڑ سکتی ہوں' لیکن گولڈن برینز نے مجھے سختی سے تاکید کی ہے کہ میری رہائش گاہ کا علم کسی کو نہیں ہونا چاہئے۔"
"گولڈن برینز کو تو علم ہوگا۔"
"چھ گولڈن برینز میں سے ایڈگر سلومن اور میجر ارڈلے میری رہائش گاہ جانتے ہیں۔ واسکوڈی تھرہال اور جان روبن کو جے مورگن کا پتا معلوم ہے۔ راجر موس اور جان نوبل ہمارے تیسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن کا گھر جانتے ہیں۔"
علی نے کہا "میں ایڈگر سلومن کی جگہ گولڈن برین ہوں لہٰذا مجھے تمہارا پتا معلوم ہونا چاہئے۔"
"ابھی تم مستقل نہیں' قائم مقام گولڈن برین ہو۔ اس لئے کہتی ہوں کہ اصول توڑ کر تمہیں پتا بتارہی ہوں۔ میں تل ابیب میں نہیں ہوں۔ تم گھر سے نکلو اور ہائی وے پر آؤ۔ جب تمہیں یقین ہوجائے کہ کوئی تعاقب نہیں کررہا ہے تو میں فون کے ذریعے پتا بتادوں گی۔"
علی پامیلا کو اس کے میکے یعنی راجر موس کے گھر لایا تھا۔ وہیں ایک بیڈ روم میں الپا نے اسے تنویمی نیند سلادیا تھا۔ راجر موس کے بنگلے کے اطراف سخت پہرا رہتا تھا۔ دور دور تک نظر رکھی جاتی تھی کہ کوئی اس بنگلے کی نگرانی نہ کرسکے۔ علی اپنی شریک حیات کو وہاں چھوڑ کر اپنا حلیہ تبدیل کرچکا تھا۔ پہرا دینے والے ایک فوجی کا بہروپ بدل چکا تھا۔ مسلح جوانوں کی ڈیوٹی بدل رہی تھی۔ وہ ڈیوٹی بدلنے والوں کے ساتھ فوجی گاڑی میں گیا۔ پھر ایک افسر کے گھر پہنچ کر وہاں لباس تبدیل کرنے کے بعد ایک کار ڈرائیو کرتا ہوا ہائی وے پر آگیا۔
اس نے موبائیل فون پر رابطہ کیا پھر کہا "میں ہائی وے پر ہوں۔"
الپا نے کہا "وہاں سے ساحلی راستے پر آجاؤ۔ ساٹھ میل کی ڈرائیو ہے' میں حیفہ میں ہوں۔"
"ٹھیک ہے۔ میں آرہا ہوں۔"
اس نے رابطہ ختم کردیا۔ میں نے علی سے کہہ دیا تھا کہ دو گھنٹے بعد آؤں گا اس لئے وہ سست رفتاری سے کار چلاتے ہوئے حیفہ کی سمت جانے لگا۔ وہ فطرتاً حوا بیزار تھا۔ یہ چاہتا تھا کہ الپا کے ساتھ تنہائی میں ایک منٹ بھی گزارنا نہ پڑے۔ اس سے ملاقات ہوتے ہی اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کردے پھر اس کا فرض پورا ہوجائے گا اور میں اسے اپنی معمولہ اور تابعدار بنالوں گا۔
اسے سوا گھنٹے میں وہاں پہنچنا چاہئے تھا۔ وہ دو گھنٹے میں پہنچا۔ الپا نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا "تم کار میں آرہے تھے یا خچر پر؟ کیا اتنی دیر لگتی ہے؟"
وہ بات بناتے ہوئے بولا "میں نے سنا ہے محبوب کو انتظار میں جتنا تڑپایا جائے اتنی ہی محبت بڑھتی جاتی ہے۔"
"کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے۔ محبت کرنے کا چانس ختم ہوجاتا ہے۔ اوپر سے احکامات صادر ہوئے ہیں کہ ہمیں اسی وقت جولان کے پہاڑی علاقے میں جانا ہے۔"
علی نے کمرے میں آکر فون کے ذریعے راجر موس سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "انکل! کیا نئے احکامات ہیں؟"
"ہاں جولان کی پہاڑی بستیوں میں عربوں کی اکثریت کو ختم کرنا ہے اور ایتھوپیا سے آنے والے یہودیوں کو وہاں آباد کرنا ہے۔ لیکن وہاں چار گاؤں کے عربوں نے منظم بغاوت کی ہے۔ ہماری فوج نے ان کا محاصرہ کیا ہے۔ الپا ان باغیوں کے سربراہوں کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے باغیانہ جذبات کو ختم کرے گی اور ہماری تابعداری پر مجبور کرے گی۔ ان میں سے جو عرب قابو میں نہ آئے' اسے تم جہنم میں پہنچاؤ گے۔"
"اچھی بات ہے۔ میں الپا کے ساتھ جارہا ہوں۔"
الپا نے ویڈیو کیمرا اور ایک بیگ لیا۔ اس بیگ میں لکھنے پڑھنے کا سامان تھا تاکہ وہ لیڈی اخبار رپورٹر دکھائی دیتی رہے۔ وہ دونوں کار میں بیٹھ کر ائرفورس کے ایک اڈے پر آئے پھر فوجی ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر وہاں سے جولان کی پہاڑیوں کی طرف جانے لگے۔
میں نے علی کے پاس آکر کوڈورڈ ادا کئے۔ اس نے کہا "پاپا! الپا کا مقدر ساتھ دے رہا ہے۔ ابھی میں اسے کمزوری میں مبتلا نہیں کرسکوں گا اور نہ ہی آپ اسے تابعدار بناسکیں گے۔"
اس نے بتایا کہ جولان کے علاقے میں عرب مسلمانوں کی زمینیں چھینی جارہی ہیں اور وہاں یہودیوں کو آباد کیا جارہا ہے۔ یہ واقعہ یوں پیش آرہا تھا کہ ایتھوپیا کے شمال مغربی صوبے ٹیگرے اور گونڈار دنیا کے غریب اور پسماندہ ترین علاقے رہے ہیں۔ یہاں صدیوں سے سیاہ فام یہودی آباد ہیں۔ ان یہودیوں کو فلاشا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ ان کی زبان میں فلاشا کے معنی اجنبی یا خانہ بدوش کے ہیں۔ یہ گوری نسل کے یہودیوں کے مقابلے میں غیر تعلیم یافتہ اور غیر مہذب ہیں اور صدیوں سے ارضِ فلسطین کو اپنا

نظریاتی اور روحانی وطن کہتے آرہے ہیں۔

اسرائیل کے یہودی پہلے ان کالے یہودیوں کو تسلیم نہیں کرتے تھے۔ لیکن ۱۹۷۲ء میں ان کے سب سے بڑے ربی اواڈیا یوسف نے فتویٰ جاری کیا اور کہا "فلاش یہودی دراصل گمشدہ ڈان قبیلے کی اولادیں ہیں جن کا ذکر توریت میں آیا ہے۔ حویلا کی سرزمین پر یہ قبیلہ آباد تھا۔"

اس فتوے کے بعد ایتھوپیا کے کالے کلوٹے یہودی ان کے لئے عربوں کے مقابلے میں عزیز ہو گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کی آبادی کم کرنے اور اپنی قومی اکثریت بڑھانے کے لئے فلاشا یہودیوں کو اسرائیل میں آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ چونکہ فلاشا غیر مہذب تھے اس لئے انہیں شہروں سے دور جولان کی پہاڑیوں میں آباد کرنے لگے۔

اس علاقے کے عربوں نے کوئی سات برس پہلے احتجاج کیا تھا ان کے احتجاج کو فوج کے ذریعے دبا دیا گیا تھا۔ اب پھر وہی صورتِ حال تھی۔ پانی سر سے اونچا ہو رہا تھا۔ فلاشا یہودیوں کی مداخلت اور ان کی آبادکاری عرب مسلمانوں کی برداشت سے باہر ہو گئی تھی اس لئے بغاوت شروع ہو گئی تھی اور خاص مسلمان باغیوں کو ہلاک کرنے کا ناپسندیدہ اور غیر اسلامی فریضہ علی تیمور کے سر آپڑا تھا۔

ہیلی کاپٹر پہاڑی کے سامنے ایک میدان میں اترا۔ علی اور الپا نے دیکھا پہاڑی کے نشیب و فراز میں کچے پکے مکانات نظر آرہے تھے۔ مکانوں کے دروازے بند تھے کیونکہ بستی میں کرفیو نافذ کیا گیا تھا۔ ہوا کے لئے صرف کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ ایک فوجی افسر نے دو سپاہیوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ ان کے لئے ایک جیپ مخصوص کی گئی تھی۔ علی نے الپا کے ساتھ جیپ میں بیٹھتے ہوئے افسر سے پوچھا "کیا پوزیشن ہے؟"

افسر نے کہا "ہم نے تین دن ہوئے پانی اور بجلی کی سپلائی بند کر دی ہے۔ پھر بھی یہ کمبخت مسلمان باغیانہ حرکتوں سے باز نہیں آرہے ہیں۔ کرفیو کے وقفے میں فلاشا یہودیوں کو قتل کرتے ہیں اور ان کے گھروں سے راشن چرا کر لے جاتے ہیں۔"

علی نے کہا "پانی اور بجلی کی طرح راشن کی بھی سپلائی بند کی ہے۔ یہ تو ظلم ہے، بستی میں عورتیں اور بچے بھی ہیں۔"

افسر نے کہا "سر! ہمارے یہودیوں کی بھی عورتیں اور بچے ہیں پانی اور بجلی کی سپلائی بند کرنے سے ہماری قوم کے لوگوں پر بھی مصیبت آگئی ہے۔"

الپا نے کہا "بستی کا محاصرہ کرنے اور کرفیو نافذ کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ تم کہتے ہو انہیں تین دنوں سے پانی نہیں دیا گیا ہے۔ آخر وہ پیتے کیا ہیں اور جیتے کیسے ہیں؟"

"مادام! ان پہاڑیوں میں غار اور پیچیدہ درّے ہیں اصل بغاوت کرنے والے عرب وہاں چھپے رہتے ہیں۔ انہیں جب بھی موقع ملتا ہے وہ فائرنگ کرتے ہوئے آتے ہیں اور مسلمانوں کے کئی گھروں میں پانی کے مشکیزے دیتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔"

الپا نے پوچھا "کیا تمہارا محاصرہ مضبوط نہیں ہے؟"

"مضبوط ہے۔ مگر بستی کے پیچھے پہاڑیاں ہیں۔ وہاں پہرا دینے والے ہمارے اکثر فوجی مارے جاتے ہیں۔ یہ پتا نہیں چلتا وہ کہاں سے فائرنگ کر رہے ہیں۔ وہ محاصرہ توڑنے کے بعد بستی میں آتے ہیں پھر فوراً لوٹ جاتے ہیں۔"

علی نے پوچھا "کیا تم نے بستی میں اعلان کرایا ہے کہ دو مسلمان اخباری رپورٹر اور فوٹو گرافر صورت حال کا جائزہ لینے اور ان کے مسائل دنیا والوں تک پہنچانے آئے ہیں؟"

"جی ہاں، ہم پچھلے چار گھنٹوں میں دو بار اعلان کر چکے ہیں۔ بستی کے اندر جانے کے لئے ایک بند گاڑی میں جانا پڑتا ہے۔ عرب عورتیں اور بچے چھپ چھپ کر پتھر مارتے ہیں۔"

الپا نے پریشان ہو کر کہا "ہماری آمد کے اعلان پر پتھر مارنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمیں مسلمان نہیں سمجھ رہے ہیں یا زر خرید مسلمان سمجھ رہے ہیں۔"

علی چاہتا تھا کہ الپا بستی میں جا کر کسی مسلمان کی آواز نہ سنے۔ اس نے کہا "تم نہ جاؤ۔ میں تنہا جاؤں گا۔ پہلے ان کا اعتماد حاصل کروں گا۔"

وہ بولی "تمہاری جان سستی نہیں ہے۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ ہم دوسری تدبیر آزمائیں گے۔"

"وہ تدبیر کیا ہے؟"

وہ فوجی افسر سے بولی "تم اپنے جوانوں کے ساتھ بند گاڑی میں جاؤ اور اعلان کرو کہ دو مسلمان رپورٹر اور فوٹو گرافر آچکے ہیں اس بستی کے دو معزز عرب کیمپ میں آکر ان سے ملاقات کریں۔ اگر معزز عربوں کو یقین ہو جائے گا کہ یہ اخبار والے مسائل کے پُرامن حل کے لئے آئے ہیں تو پھر رپورٹر اور فوٹو گرافر بستی میں آئیں گے پھر پانی اور بجلی کی سپلائی بحال کریں گے۔"

یہ معقول تدبیر تھی۔ افسر نے بند گاڑی میں بیٹھ کر یہ اعلان کیا تو دو بزرگ بستی سے باہر کیمپ میں آئے۔ انہوں نے علی اور الپا سے مصافحہ کیا۔ علی نے انہیں سلام کرتے ہوئے مصافحہ گرم جوشی سے کیا۔ ایک بزرگ نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میرا نام اسد علی ہے۔"

بزرگ نے کہا "تم مسلمان ہو۔ مگر یہ لڑکی مسلمان نہیں ہے۔"

الپا نے بزرگ کو گھور کر دیکھا، علی نے پوچھا "یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"اسلامی طور طریقے ظاہر کر دیتے ہیں۔ یہ مسلمان ہوتی تو تمہاری طرح بزرگوں کو سلام کرتی۔"

علی نے کہا "اعلیٰ حضرت! یہ سلام کرنا بھول گئی۔ بھولنے کی

سزا یہ تو نہیں ہو سکتی کہ اسے اسلام سے خارج کر دیا جائے۔"

"جب داخل ہی نہیں تھی تو اسے خارج کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تم یا تو اس لڑکی سے پوری طرح واقف نہیں ہو یا پھر اس کے فریب میں شامل ہو۔"

الپا نے کہا "مسٹر اولڈ مین! تم مجھے فریبی کہہ رہے ہو۔"

"لڑکی! تم ایک بَلا ہو، ابھی تم نے تلاوت کلام پاک کے دوران مخل ہونا چاہا پھر واپس چلی گئیں۔"

الپا شدید حیرانی سے اس معمّر شخص کو دیکھنے لگی۔ وہ سفید لباس میں تھے۔ داڑھی اور سر کے بال بھی سفید تھے اور کوئی فرشتہ لگ رہے تھے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ الپا کی طرح میں بھی بزرگ کے دماغ میں گیا تھا۔ میں ایک طویل عرصے سے خیال خوانی کرتا آرہا ہوں۔ ہزاروں انسانوں کے دماغوں میں جا کر میں نے عجب تماشے دیکھے بھی ہیں اور عجب تماشے کئے بھی ہیں لیکن بزرگ کے دماغ میں خداوند کریم کی حیران کر دینے والی قدرت دیکھی۔ وہ بزرگ الپا اور علی کے سامنے زبان سے گفتگو کر رہے تھے اور ان کا دماغ تلاوت میں مصروف تھا۔

میں نے ان کے خیالات پڑھنے کی کوشش کی، نہ پڑھ سکا۔ الپا نے بھی یہی کوشش کی ہوگی۔ ان کے دماغ پر قبضہ جمانا چاہا ہوگا۔ لیکن کلامِ الٰہی پر کون قبضہ جما سکتا ہے۔ وہ کلام، وہ آیتیں بزرگ کے پورے دماغ پر چھائی ہوئی تھیں۔ ہماری سوچ کی لہروں کے لئے وہاں کوئی جگہ نہیں تھی۔

الپا کو یہ سن کر غصہ آرہا تھا کہ بزرگ نے اسے بَلا کہا ہے۔ وہ غصہ برداشت کر رہی تھی۔ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا کر پوری بستی کو مشتعل نہیں کرنا چاہتی تھی۔ علی نے کہا "محترم! میں اپنی ساتھی کی طرف سے معافی چاہتا ہوں۔ اب ہمیں بستی کے مسئلے پر گفتگو کرنا چاہئے۔"

انہوں نے کہا "تل ابیب میں عربوں کو رہائش اختیار کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ہم یہودیوں کو اپنی بستی میں دیکھنا نہیں چاہتے۔"

افسر نے کہا "یہ ملک ہم یہودیوں کا ہے، تمہارا نہیں ہے۔"

"توریت، انجیل اور قرآن مجید تمام آسمانی کتابیں گواہ ہیں کہ سرزمینِ فلسطین یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کی مشترکہ روحانی ملکیت ہے۔"

الپا نے کہا "تاریخ گواہ ہے کہ اس زمین پر سب سے زیادہ یہودی رہتے آئے ہیں۔"

بزرگ نے کہا "اور تاریخ گواہ ہے کہ سب سے زیادہ یہودی ذلیل و خوار کر کے اس زمین سے نکالے گئے۔

"شاہ ہیڈرین نے ۱۳۵ء میں تمہاری قوم کو بیت المقدس سے نکال دیا تھا۔ اس شہر میں صدیوں تک تمہاری قوم کا داخلہ ممنوع رہا۔

"۱۴۱۰ء میں یہودی قوم نے عیسائی حکمرانوں سے اجازت حاصل کی کہ وہ آس پاس کی پہاڑیوں پر سے بیت المقدس کو دیکھ سکیں۔

"انیسویں صدی میں تمہارے ربیّوں کی درخواست پر تمہارے آباؤ اجداد کو حرم کے باہر دیوار کے دوسری جانب گریہ وزاری کی اجازت دی گئی، لیکن یہ حکم تھا کہ وہ دیوار سے تیس فٹ دور رہیں۔

لڑکی! تو تاریخ کی بات کرتی ہے اور تاریخ بتاتی ہے کہ تمہاری قوم کیسی ذلیل اور شکست خوردہ زندگی یہاں گزارتی رہی ہے۔

"یہودی دنیا کی سب سے مکّار قوم ہے۔ اس قوم نے پہلے دُور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی۔ پھر بیت المقدس سے تیس فٹ کے فاصلے تک آنے کی اجازت لی اور آج پورے فلسطین کے مالک و مختار بن گئی ہے۔"

الپا نے کہا "تم ہمارے عمل کو مکّاری کہتے ہو، اور ساری دنیا اسے سیاست کہتی ہے۔ اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میں اور میرا ساتھی بستی میں جا کر دوسرے معززین اور ان باغیوں سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں جنہیں تم مجاہدین کہتے ہو۔"

"ہونا تو یہ چاہئے کہ صرف یہ مسلمان اسد علی ہماری بستی میں آئے لیکن یہ آگہی ہے کہ یہ لڑکی ہماری بستی میں آئے گی تو اس کا دل اور اس کی دنیا بدل جائے گی۔ جو کاتبِ تقدیر کی مرضی، وہ ہماری مرضی ہے۔ جب چاہو چلے آؤ۔"

وہ بزرگ اپنے ساتھی بزرگ کے ساتھ چلے گئے۔ رات کی تاریکی پھیل چکی تھی۔ علی نے افسر سے کہا "ہماری روانگی سے پہلے بستی کی بجلی اور پانی بحال کر دو۔"

افسر نے ماتحت کو حکم دیا "جو تار کاٹے گئے ہیں انہیں جوڑ دو اور پانی کا والو کھول دو۔"

پندرہ منٹ میں ان احکامات کی تعمیل ہو گئی، علی نے کہا "الپا! ہم وہاں تنہا جائیں گے اور کوئی باڈی گارڈ نہیں ہوگا۔"

وہ بولی "یہ حماقت ہوگی۔ دشمنوں کی بستی میں مسلح باڈی گارڈز کا ہونا لازمی ہے۔"

"کیا وہ تمام مسلح فوجیوں کو داخل ہونے دیں گے؟"

"میں تمام کی بات نہیں کر رہی ہوں۔ کم از کم چار مسلح جوانوں کو ہمارے ساتھ ہونا چاہئے۔"

"اگر کوئی گڑبڑ ہوگی تو وہ چاروں کیا ہمیں زندہ سلامت بستی سے نکال کر لا سکیں گے۔ جبکہ یہ فوج بستی میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرتی ہے۔ پہاڑی غاروں اور چٹانوں کے پیچھے مجاہدین نے مورچے بنا رکھے ہیں۔"

وہ قائل ہو کر بولی "درست کہتے ہو۔ دو چار باڈی گارڈز ہمارے کام نہیں آسکیں گے، لیکن ہمیں ان کی موجودگی سے ذرا

حوصلہ رہے گا۔"

"کمزور حوصلے اور جھوٹی تسلی سے تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ہم باڈی گارڈز کے بغیر جائیں گے تو وہ متاثر ہو کر سوچیں گے کہ ہم ان پر بھروسا کر رہے ہیں اس لئے کسی فوجی کے بغیر آئے ہیں۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کیا مصیبت ہے۔ بستی کے دو بوڑھے آئے' ایک گونگا رہا دوسرا بولتا رہا۔ میں بولنے والے کے دماغ پر قبضہ نہ جما سکی۔ اسی لئے بستی میں جانا ضروری ہو گیا ہے۔"

"تو پھر چلو' فکر نہ کرو۔ میں تمہیں زندہ سلامت واپس لاؤں گا۔"

وہ علی کے ساتھ جیپ میں بیٹھ کر بستی میں داخل ہوئی۔ بجلی کی بحالی سے راستے گلیاں اور مکان روشن ہو گئے تھے۔ عورتیں اور بچے ہاتھوں میں پتھر لئے اپنے مکانوں کی کھڑکیوں سے جھانک رہے تھے۔ کئی مرد بندوقیں لئے چھتوں پر اور پہاڑی ٹیلوں پر نظر آ رہے تھے۔ الپا بری طرح سہمی ہوئی تھی لیکن کوئی حملہ نہیں کر رہا تھا۔

سب حیرانی سے اور سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے کیونکہ یہودی بند گاڑی میں مسلح جوانوں کے ساتھ آتے تھے جبکہ الپا اور علی کھلی جیپ میں آئے تھے اور ان کے ساتھ مسلح فوجی نہیں تھے۔

ایک راستے پر وہی فرشتہ صورت و فرشتہ خصلت بزرگ' چند بستی والوں کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ علی نے ان سے دور اپنی جیپ روک دی۔ الپا کے ساتھ جیپ سے اتر کر پیدل چلتا ہوا ان کے قریب گیا۔ سب لوگوں نے گرم جوشی سے استقبال کیا۔ بزرگ نے کہا "یہ سامنے والا مکان تمہارے قیام کے لئے ہے۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ یہاں مسائل پر گفتگو بھی ہوگی اور صبح تک قیام بھی رہے گا۔"

الپا نے کہا "ہم یہاں رات نہیں گزاریں گے۔ مذاکرات کے بعد چلے جائیں گے۔"

بزرگ نے کہا "تمہارے مقدّر میں لکھا ہے کہ آج رات ہماری مہمان رہوگی۔"

"میں تقدیر بدلنا جانتی ہوں۔"

"ٹھیک پانچ منٹ کے بعد بجلی چلی جائے گی تاریکی میں کیسے جاؤگی؟"

علی نے کہا "فوجی افسر نے یقین دلایا ہے بجلی نہیں کاٹی جائے گی۔"

"ہماری بستی میں فوجی افسر کے حکم سے بجلی نہیں رہے گی۔ مجاہدین ابھی تار کاٹ دیں گے۔"

"تعجب ہے بجلی لازمی ہوتی ہے اور آپ لوگ تار کاٹ کر تاریکی میں رہنا چاہتے ہیں؟ اس میں مصلحت کیا ہے؟"

"مجاہدین تاریکی میں چھپ کر یہاں بیوی بچوں سے ملنے آتے ہیں' پانی کے مشکیزے لاتے ہیں پھر چلے جاتے ہیں۔ تم لوگوں نے بجلی کی فراہمی روک کر اسے ہمارے لئے زحمت بنانا چاہا۔ تمہارا یہ عمل رحمت بن گیا ہے۔"

وہ باتیں کرتے ہوئے مکان کے اندر آئے۔ الپا نے اس دوران دو چار عربوں کو مخاطب کیا' ان سے کہا "اپنے مسائل بیان کرو' میں اخبار میں لکھوں گی۔"

جواب میں وہ نظریں نیچی کئے خاموش رہے' بزرگ نے کہا "یہ سعادت مند ہیں۔ جب باتیں کرنے والا ایک بزرگ موجود ہو تو اس کی موجودگی میں ادب سے خاموش رہتے ہیں۔"

الپا کا مقصد پورا نہیں ہو رہا تھا۔ نہ کوئی بول رہا تھا نہ اس سے نظریں ملا رہا تھا۔ خیال خوانی کے دونوں راستے بند تھے۔ وہ کسی کے اندر پہنچ کر اسے اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکتی تھی۔ اس کے ذریعے مجاہدین کے دماغوں میں نہیں پہنچ سکتی تھی۔

بزرگ نے کہا "ہم جا رہے ہیں' ایک گھنٹے بعد آئیں گے۔ پھر باتیں بھی ہوں گی اور کھانا بھی کھایا جائے گا۔"

وہ اپنے لوگوں کے ساتھ جانے لگے' الپا نے کہا "جو باتیں ابھی ہو سکتی ہیں' انہیں ایک گھنٹے کے لئے ٹالنا کیا ضروری ہے۔"

"ہم پرانے لوگ ہیں' وقت اور حالات کے مطابق کام کرتے ہیں۔"

وہ اپنے معتقدین کے ساتھ چلے گئے۔ الپا نے دروازے پر آ کر غصے سے انہیں جاتے دیکھا' لیکن چند سیکنڈ سے زیادہ نہ دیکھ سکی۔ اچانک ہی پوری بستی میں تاریکی چھا گئی۔ اس نے پلٹ کر کمرے میں دیکھا۔ علی میز پر رکھی ہوئی موم بتی روشن کر رہا تھا۔ وہ دروازہ بند کر کے اس کے قریب آئی پھر آہستگی سے بولی "کیا ہمیں قیدی بنایا گیا ہے؟"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ انہوں نے ہمیں گن پوائنٹ پر نہیں روکا ہے۔ بستی کے راستوں کو اندھیروں میں گم کر دیا ہے۔ اندھیرے میں کہیں سے بھی چلنے والی گولی ہمیں لگ سکتی ہے۔"

"الپا! یہ عرب بڑے مہمان نواز ہوتے ہیں۔ یہ آج رات میزبانی کے فرائض ادا کر کے صبح ہمیں عزت سے رخصت کریں گے۔"

"کارمن! ان کی چالاکیوں پر غور کرو۔ ہماری آمد کے وقت عورتوں اور بچوں کے ہاتھوں میں پتھر تھے۔ مرد بندوقیں اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ وارننگ تھی کہ ہم یہاں سے بھاگنا چاہیں گے تو پتھروں اور گولیوں سے نہیں بچ پائیں گے۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ یہاں سے بھاگ نہیں پائیں گے تو صبر و تحمل سے صبح کا انتظار کرو۔"

"تمہاری ذہانت کو کیا ہوا ہے؟ کیا مایوس ہو گئے ہو؟ میں ابھی خیال خوانی کے ذریعے افسر کو حکم دیتی ہوں کہ وہ ہمیں یہاں سے...."

"دیکھو الپا! اگر فوجیوں نے ہمیں یہاں سے لے جانے کی

کوشش کی اور وہاں سے گولی چلائی تو یہ عرب ہم دونوں کو یرغمال بنا لیں گے۔ تم یہودی قوم کا سرمایہ ہو۔ میں تمہیں یہاں پھنسنے اور تمہاری ذات کو کسی طرح نقصان پہنچنے نہیں دوں گا۔"

"واقعی یہ ہمیں یرغمال بنا لیں گے۔ میں افسر کو سمجھاتی ہوں ورنہ وہ بستی میں اندھیرا دیکھ کر یہی سمجھے گا کہ ہمیں یہاں گرفتار کر کے واپس جانے سے روک لیا گیا ہے۔"

"تم خیال خوانی کرو۔ میں ذرا پانی پی لوں۔ بہت پیاس لگی ہے۔ کیا تم بھی پیوگی؟"

"انہوں نے پانی میں کچھ ملایا نہ ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیسی بچوں جیسی باتیں کرتی ہو۔ جب وہ آسانی سے ہمیں ہلاک کر سکتے ہیں تو پانی کو ذریعہ کیوں بنائیں گے۔ ایک گولی تمہارے لئے اور ایک میرے لئے کافی ہے۔"

وہ گھڑے کی طرف گیا۔ الپا نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا۔ "باغیوں نے بجلی کے تار کاٹ دئے ہیں۔ جنگجو باغیوں کے لئے تاریکی ضروری ہے۔"

"مادام! کیا انہوں نے آپ دونوں کو حبسِ بے جا میں رکھا ہے؟"

"نہیں۔ ابھی تک شائستگی سے پیش آ رہے ہیں۔ وہاں سے ایک بھی گولی نہ چلانا ورنہ یہ کمبخت ہمارے دشمن بن جائیں گے۔"

"اگر آپ پر زیادتی ہوگی تو ایسے میں ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"پھر تو ہم مرنے مارنے پر مجبور ہوں گے۔ جیسے ہی کوئی بات بگڑے گی' میں تمہیں اطلاع دوں گی۔ فی الحال صبر کرو۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ علی گھڑے سے ایک گلاس پانی لے کر آیا پھر بولا "بڑا ٹھنڈا میٹھا پانی ہے۔"

وہ گلاس لے کر پینے لگی۔ علی نے دوا میں ہلکی سی مٹھاس کا اضافہ کیا تھا۔ وہ دو گھونٹ پی کر بولی "واقعی ہلکی سی قدرتی مٹھاس ہے۔ میں پہلی بار اس علاقے کا پانی پی رہی ہوں۔"

اس نے گلاس کو ہونٹوں سے لگا کر غٹا غٹ تمام پانی پی لیا۔ علی نے اس سے گلاس لیتے ہوئے کہا "دراصل یہ مٹھاس میں نے ملائی تھی۔"

"تم نے؟ کیا تم نے پانی کو شربت بنانا چاہا تھا؟"

"نہیں۔ محبوب کے ہاتھوں میں اتنی مٹھاس ہوتی ہے کہ پانی شربت بن جاتا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی' ہنستے ہنستے بولی "باتیں خوب بناتے ہو۔ محبوب کے ہاتھوں میں مٹھاس۔ واہ کیا رومانٹک۔ رومانٹک۔ رو۔ رو...."

قہقہے گھٹ گئے۔ بات زبان پر لڑکھڑانے لگی۔ وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر بولی "اوہ گاڈ! میرا دل ڈوب..... ڈوب..... را.... ہے۔"

وہ کرسی سے نیچے ڈھلکنے والی تھی۔ علی نے اسے تھام لیا پھر دونوں بازوؤں میں اسے اٹھا کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہاں ایک بستر تھا۔ اس نے بستر پر لٹا کر کہا "لیجئے پاپا! اس سے مجھے نجات دلائیں۔"

وہ بولی "کارمن! یہ.... یہ تم کیا بڑ... بڑا رہے ہو؟ کس سے بول رہے ہو؟"

"الپا! تمہیں یاد ہے۔ بزرگ نے کہا تھا' تم اس بستی میں آؤگی پھر یہاں تمہارا دل اور تمہاری دنیا بدل جائے گی۔"

"ہاں۔ مگر یہ سازش ہے۔ کارمن! مجھے بچاؤ۔ وہ بوڑھا ضرور ٹے.... ٹے.... لی پیتھی جانتا ہے۔ وہی میرے دماغ کو کمزور...."

میں نے کہا "الپا! اب نہ بولو۔ آنکھیں بند کر لو۔ میں تمہیں تنویمی عمل کے لئے سلا رہا ہوں۔"

"نہیں" وہ چیخ کر بولنا چاہتی تھی۔ مگر کمزوری کے باعث آواز نہ نکل سکی۔ پھر اس کی سوچ نے پوچھا "کیا تم جان لمبوڈا ہو؟"

"تمہیں تابعدار رہنا ہے۔ غلامی کسی کی بھی ہو غلامی ہے۔"

"پلیز' مجھے یوں بے بس نہ کرو۔ مجھ سے دوستی کر لو۔"

"چلو دوستی کر رہا ہوں۔ آنکھیں بند کر لو۔"

وہ سونا نہیں چاہتی تھی۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چھت کو تک رہی تھی تاکہ عامل اسے سلا نہ سکے۔ دوسروں کے دماغ سے کھیلنے والی یہ بھول رہی تھی کہ آج اپنا دماغ بھی کھلونا بن چکا ہے۔

میں نے آنکھیں بند کرا دیں۔ اسے تھپک تھپک کر سلا دیا۔ پھر سونیا کی آواز اور لہجے میں عامل بن کر اس پر عمل کرنے لگا۔ میں ایسا اس لئے کرتا تھا کہ کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا میرا لہجہ اختیار کر کے میرے کسی معمول کو ٹریپ کرنے میں ناکام رہے۔ سونیا ٹیلی پیتھی جانتی تھی نہ تنویمی عمل کرتی تھی۔ کوئی دشمن یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں نے اس کا لہجہ اختیار کر کے کسی کو اپنا معمول بنایا ہے۔

میں نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ صرف سونیا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی۔ باقی تمام سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لے گی۔

وہ کارمن (علی) کی تابعدار رہے گی۔ اس کے احکامات پر عمل کرتی رہے گی اور کبھی اس سے جسمانی رشتہ قائم کرنے کی خواہش نہیں کرے گی۔

وہ جان لمبوڈا سے محبت کرے گی اور اسے جلد ہی رُوبرو ملاقات کرنے پر آمادہ کرے گی۔ اس کے چور خیالات میں بھی لمبوڈا کی اتنی حمایت اور محبت رہے گی جسے پڑھ کر وہ اس کی نیک نیتی کا قائل ہو جائے گا۔

یعنی حمایت اور محبت لمبوڈا کے لئے ہوگی۔ تابعدار علی کی رہے گی۔ اس کا اظہار اس کے چور خیالات سے نہیں ہوگا اور سونیا کی سوچ کی لہروں کے متعلق بھی اس کے چور خیالات لمبوڈا کو کچھ نہیں بتائیں گے۔

بڑے محتاط انداز میں عمل کرنے کے بعد میں نے اسے تنویمی نیند سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ یہ عمل میں نے رات کے آٹھ بجے کیا تھا۔ وہ تین گھنٹے کے بعد میری ہدایت کے مطابق گیارہ بجے بیدار ہوگئی۔ آنکھیں کھول کر سوچنے لگی "میں کہاں ہوں؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہ کارمن کے ساتھ عربوں کی ایک بستی میں آئی تھی۔ یہاں ایک مکان میں آکر تھک گئی تھی۔ تھکن اتارنے کے لئے بستر پر آکر لیٹی تھی اس کے بعد سوگئی تھی۔

جو باتیں میں نے عمل کے دوران اسے یاد کرائی تھیں' وہی یاد کررہی تھی۔ علی نے آکر پوچھا "نیند پوری ہوگئی؟"

وہ بستر سے اٹھتے ہوئے بولی "میں سوگئی اور تم نے مجھے سونے دیا؟"

"اور کیا کرتا؟ ہمارے عرب میزبان کھانے کے لئے باربار اصرار کررہے ہیں۔ بلکہ اب تو دسترخوان پر کھانا لگارہے ہیں' چلو آؤ۔"

وہ اٹھ کر واش روم میں گئی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر ایک کمرے میں آئی۔ وہاں فرشی نشست کا انتظام کیا گیا تھا۔ دسترخوان پر کھانے کی مختلف ڈشیں نظر آرہی تھیں۔ دو میزبان خواتین اپنے شوہروں کے ساتھ آئی تھیں۔ انہوں نے الپا کو اپنے ساتھ بٹھایا۔ پھر سب نے کھانا شروع کیا۔ کھانے کے دوران بزرگ نے کہا "زمین ہماری تمہاری نہیں ہوتی۔ زمین خدا کی ہوتی ہے۔ ہم ایک ایک ٹکڑے کے حکمران بن کر اسے الگ الگ ملک کا نام دے دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں فلسطین میں مسلمانوں کے حقوق دو۔ تم نہیں مانتے' اس لئے ہم نہیں مانتے کہ ہماری بستی میں فلاشا یہودیوں کو رہائشی حقوق دئے جائیں۔"

الپا نے کہا "لیکن یہ ملک ہمارا ہے۔ ہم اپنی قوم کو کہیں بھی آباد کرسکتے ہیں۔"

"اسی لئے شہروں اور قصبوں میں مسلمانوں پر جبر کرکے اپنی قوم کے لئے آسانیاں پیدا کررہے ہو۔ ان پہاڑی علاقوں میں ہم پر جبر نہیں کرسکتے اس لئے صلح صفائی سے یہاں یہودیوں کے لئے جگہ بنانے آئے ہو۔"

"ہم جبر نہیں کرتے۔ کرنا چاہیں تو فوجی طاقت سے کچل سکتے ہیں۔ راشن اور پانی بند کرسکتے ہیں۔"

"وہ تو کررہے ہو اور تم منہ پر جھوٹ بول رہی ہو کہ ایسا نہیں کیا جارہا ہے۔ ناکامی کی صورت میں تم اپنے ساتھی کے ساتھ یہاں آئی ہو۔"

"اپنا آخری فیصلہ سناؤ۔"

"آخری فیصلہ یہ ہے کہ فلاشا کا کچرا ہماری بستی میں نہیں آئے گا۔ انہیں کہیں دور لے جاؤ۔ دوست بن کر آج ہماری مہمان رہو۔ دشمن ہو تو واپس چلی جاؤ۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "تمہاری یہ ضد بتارہی ہے کہ تمہاری پشت پر کوئی سپر پاور ہے۔"

"ہاں ایک ہی سپر پاور ہے اور وہ ہے خدا۔"

وہ علی کے ساتھ مکان کے باہر آئی۔ علی نے بزرگ سے کہا "میں اپنے اعلیٰ حکام سے کہوں گا یہاں فلاشا یہودیوں کو آباد نہیں کیا جائے' لیکن آپ ہماری ایک شرط تسلیم کریں۔"

"قابل قبول ہوئی تو ضرور تسلیم کریں گے۔"

"آپ بھی دوسری بستیوں کے مسلمانوں کو یہاں آباد نہ ہونے دیں کسی بھی اجنبی کو پناہ نہ دیں۔"

"ہمیں منظور ہے۔ اگر کوئی بھٹکا ہوا مسافر آئے گا تو اسے صرف ایک رات کے لئے پناہ دیں گے' اس کی خاطر مدارات کریں گے' اس کی اطلاع پولیس چوکی کے انچارج کو دیں گے پھر اس مسافر کو صبح رخصت کردیں گے۔"

اس نے جیپ اسٹارٹ کی۔ اس کی ہیڈ لائٹس سے تاریک راستہ روشن ہوگیا۔ جیپ آگے بڑھ گئی تو الپا نے پوچھا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ یہاں ہماری قوم کے لوگ آباد نہیں ہوں گے۔"

"میں نے فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ وعدہ کیا ہے کہ اس سلسلے میں اعلیٰ حکام سے گفتگو کروں گا۔"

اس نے کیمپ میں آکر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر موس سے رابطہ قائم کیا۔ اسے یہاں کے حالات بتائے پھر کہا "بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ الپا ان کے خیالات نہ پڑھ سکی۔ ایک تو بستی ایسی پہاڑی پر آباد ہے۔ جہاں مکمل فوجی کارروائی نہیں کی جاسکتی۔ راشن پانی بند کرنے سے بیرونی ممالک کے اخبارات ہماری زیادتی پر احتجاج کریں گے۔"

راجر موس نے کہا "دنیا والوں کے ڈر سے ہم نے عربوں کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے تو وہ سر پر چڑھ جائیں گے۔"

"وہ سر پر نہیں چڑھیں گے۔ اگر ہم نے ان پر جبر کیا تو میں نے اندازہ لگایا ہے کہ فرہاد کی ٹیم ان کی مدد کے لئے آجائے گی۔"

"تم نے کیسے اندازہ لگایا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں بستی کے وہ بزرگ بہت گہرے ہیں۔ انہوں نے سانس نہیں روکی پھر بھی الپا خیالات نہ پڑھ سکی۔ اور بزرگ نے صاف کہہ دیا کہ وہ بلا بن کر ان کے دماغ میں آئی تھی۔ اس کا مطلب ہے وہ بزرگ کسی حد تک ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ یا ان کا رابطہ بابا فرید واسطی کے ادارے سے ہے گویا فرہاد اور سونیا سے دور یا نزدیک کے تعلقات ہیں۔

"ہاں' یہ تشویش کی بات ہے۔"

"انکل! وہ عرب لوگ ایک پہاڑی گوشے میں آباد ہیں انہیں وہیں تک محدود رہنے دیں۔ ورنہ وہ فرہاد کی ٹیم کا سہارا لے کر آس پاس کے علاقوں میں پھیلتے ہوئے تل ابیب تک چلے آئیں گے۔ بزرگ نے اپنی گفتگو میں اس بات کا اشارہ بھی دیا ہے۔"

"[illegible]"

"انہوں نے کہا ہے یہودی قدم کو ایک زمانے میں بیت المقدس سے نکال دیا گیا تھا۔ اس قوم نے سالہاسال بعد دور پہاڑیوں سے بیت المقدس کو دیکھنے کی اجازت حاصل کی' پھر کئی برس بیت المقدس کی دیواروں سے تیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ گئے اور آج یہاں کے حکمران بن گئے ہیں۔ یہ اشارہ ہے کہ وہ فرہاد کی ٹیلی پیتھی کے سہارے تل ابیب تک اور ہمارے حکومتی معاملات تک پہنچ سکتے ہیں جیسا کہ فرہاد پہلے بھی کرچکا ہے۔"

"واقعی ہمیں ان عربوں کو پہاڑیوں سے آگے پاؤں پھیلانے کا موقع نہیں دینا چاہئے۔ میں کل تم تمام گولڈن برینز کے متفقہ فیصلے سے یہ معاملہ ختم کردوں گا اور اس پہاڑی علاقے سے فوج کو واپس بلالوں گا۔"

ٹرانسمیٹر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ الپا نے علی سے کہا "تمہاری باتیں' تمہاری دلیلیں معقول ہیں۔ یہی فیصلہ ہونا چاہئے' لیکن یہ سراسر ہماری شکست ہے۔"

"یہ شکست کھاکر ہم فرہاد کو یہاں سے دور رکھنے میں کامیاب رہیں گے۔"

"یہ بھی درست ہے۔ تمہاری ہر بات دل کو لگتی ہے۔"

"واپس جانے کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"میں یہاں کیمپ میں رات نہیں گزاروں گی۔"

"تو پھر دماغی رابطہ کرو اور ہیلی کاپٹر یہاں لانے کو کہو۔"

"ہیلی کاپٹر کیا ضروری ہے؟ بائی کار کیوں نہ چلیں؟"

"بڑی لانگ ڈرائیو ہوگی۔ میں خواہ مخواہ تھکنا نہیں چاہتا۔"

"اس بہانے مجھ سے بیزاری ظاہر نہ کرو۔ مجھے بھی تمہارے ساتھ دن رات رہنے کا شوق نہیں ہے۔ پتا نہیں مجھے کیا ہوگیا تھا؟ تمہاری آرزو کررہی تھی۔ اچھا ہے جلد ہی نادانی کا احساس ہوگیا۔"

"یہ احساس گھر چل کر بھی کرسکتی ہو۔ چلنے کی بات کرو۔"

الپا نے ٹرانسمیٹر پر میجر یارڈلے سے کہا کہ ہیلی کاپٹر بھیجا جائے۔ ایک گھنٹے میں ہیلی کاپٹر پہنچ گیا۔ وہ دونوں اس میں سوار ہوکر تل ابیب پہنچے پھر ان کے راستے الگ ہوگئے۔ میں نے الپا کی سوچ میں کہا "میں ٹیلی پیتھی جیسا غیر معمولی علم جانتی ہوں۔ میری سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جاتی ہیں لیکن میں تل ابیب' حیفہ یا یروشلم سے آگے نہیں جاسکتی۔"

اس کے ذہن نے تسلیم کیا "ہاں میں چھوٹے سے تالاب کی مچھلی بن گئی ہوں' سمندر کی وسعتوں میں تیر نہیں سکتی۔ اسرائیل جیسے چھوٹے سے ملک میں پابند ہوگئی ہوں۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "گولڈن برینز کہتے ہیں' مجھے ملک سے باہر نہیں جانا چاہئے بلکہ گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہئے۔ دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پھانس لیں گے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ موت اور دشمن کہیں بھی آجاتے ہیں۔ کیا موت کے ڈر سے انسان دنیا کی سیر نہیں کرتا؟"

اس کے ذہن نے پھر تسلیم کیا "آہ! دنیا میں کیسے کیسے شہر آباد ہیں طرح طرح کے لوگ ہیں۔ دلچسپ تفریح گاہیں ہیں۔ عجیب و غریب نظارے ہیں اور میں پرواز کی قوت رکھتے ہوئے بھی بے شمار نظاروں اور لاکھوں مسرتوں سے محروم ہوں۔"

میں نے ترغیب دی "میں نے ملک اور قوم کی بہت خدمت کرلی۔ سوائے پابندیوں کے کچھ نہ ملا۔ میرا یہ حسن کس کام کا جسے ساری دنیا نہ دیکھے۔ میری یہ آنکھیں کس کام کی جن سے میں ساری دنیا نہ دیکھوں۔ میں ملک سے باہر جاؤں گی۔"

اس نے خود غرض ہوکر سوچا "ہاں جاؤں گی۔ مجھے اس ملک سے دلچسپی نہیں رہی۔ اس لئے میں نے نئے گولڈن برین کارمن سے بھی بیزاری ظاہر کی ہے۔ اب میری آنکھ کھل رہی ہے۔ یہ تمام گولڈن برینز مجھے ملک کے مفاد کے لئے استعمال کرتے رہے اور یہ نہ سوچا کہ میں عورت ہوں۔ میرے سینے میں دل اور دل میں آرزوئیں ہیں۔ انہوں نے نہیں سوچا مگر میں نے سوچ بھی لیا ہے' سمجھ بھی لیا ہے۔ میں ساری دنیا میں اڑتی پھروں گی۔"

الپا سوچتے ہوئے گھر پہنچ گئی تھی۔ بستر پر پہنچ کر کروٹیں بدل رہی تھی' میں صبح تک اسے اس مرحلے پر لے آیا جہاں وہ پنجرہ توڑ کر پھر سے اڑ جانے پر آمادہ ہوگئی تھی۔ رات بھر جاگنے کے باعث وہ سوگئی۔ میں نے خواب کی اسکرین پر ایک دھندلا سا پیکر پیش کیا۔ الپا نے پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولا "میں تمہارا نجات دہندہ ہوں۔ میرا نام جان لمبوڈا ہے۔"

"آہ لمبوڈا! یوں لگتا ہے جیسے میں لاشعوری طور پر تمہیں چاہتی رہی ہوں۔"

"ہاں ایسی چاہت بھی ہوتی ہے جس کا احساس چاہنے والی کو نہیں ہوتا۔ جب تم نے بیداری میں مجھے نہیں چاہا تو میں خواب میں آیا ہوں۔"

"اوہ لمبوڈا! میں امریکا چھوڑ کر پچھتارہی ہوں۔ اسرائیل میں قید ہوکر رہ گئی ہوں۔"

"میرے پاس آجاؤ۔"

"کیسے آؤں؟"

"مجھ سے دماغی رابطہ کرو' پھر ہم اس مسئلے پر بات کریں گے۔"

خواب ٹوٹ گیا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ایک انگڑائی لی۔ پھر ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو؟"

دوسری طرف سے گولڈن برین میجر یارڈلے کی آواز آئی "کیا بات ہے الپا! تم ابھی تک سو رہی ہو؟ دن کا ایک بج رہا ہے۔"

"میں پچھلی رات جاگتی رہی تھی۔"

"میری معلومات کے مطابق کارمن اپنے گھر نہیں تھا۔ تم کس

کے ساتھ جاگتی رہیں؟"

"سر! آپ نے میرے پیچھے بھی جاسوس لگا رکھے ہیں۔ ان میں سے کسی نے یہ رپورٹ دی ہوگی کہ میں اپنے بنگلے میں تنہا تھی۔"

"ہاں رپورٹ دی تھی۔ یہی تو پوچھتا ہوں تنہا کیوں جاگ رہی تھیں؟ کوئی پرابلم ہے؟"

"نہیں کوئی خاص پرابلم نہیں ہے۔ کل ویڈیو پر ایک جذباتی فلم دیکھی اس لئے سو نہ سکی۔"

"کارمن سے تعلقات کیوں نہیں ہوئے؟"

"میں نے اسے دور سے دیکھ کر پسند کیا تھا۔ قریب ہونے پر پتا چلا کہ دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں۔ وہ میرے معیار کا شخص نہیں ہے۔"

"الپا! تمہیں جلد سے جلد کوئی ساتھی تلاش کرنا چاہئے۔ ورنہ جذباتی گھٹن تمہیں گمراہ کردے گی۔"

"اگر میرے ملک میں کوئی پسند کا ساتھی نہ ملے تو کیا کروں؟"

"یہاں ساتھی کیوں نہیں ملے گا۔ ہمارا ملک بہت چھوٹا ہے مگر قابل اور معیاری افراد کے معاملے میں سب سے بڑا ہے۔"

"کیا میں ملک کے باہر کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنا سکتی؟"

"ضرور بنا سکتی ہو۔ مگر فرہاد اور لبوڈا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے تمہاری تاک میں رہتے ہیں۔"

"کیا میں ان کے خوف سے کبھی دنیا نہیں دیکھ سکوں گی؟"

"اگر تمہارے دل میں اسرائیل سے باہر جاکر دنیا دیکھنے کا شوق ہوگا تو پھر یہ تمہاری تباہی کا پیش خیمہ ہوگا۔ تم اپنے ملک میں ہو اس لئے اب تک محفوظ ہو۔"

"میں پریشان ہوں' دو دن کی چھٹی چاہتی ہوں۔"

"خواہ تم کتنی ہی چھٹیاں کرو۔ کسی ساتھی کے بغیر پریشانی دور نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں میں خود کو پیش کرتا ہوں۔ ایک بار مجھے آزما کر دیکھو۔ مجھے یقین ہے پھر کوئی محرومی تمہیں نہیں ستائے گی۔"

"سر! کیا آپ؟"

"ہاں۔ کیا مجھے انسان نہیں سمجھتی ہو؟ میں فرشتہ ہوں؟"

"میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔ اتنا سنا ہے کہ گولڈن برینز چالیس برس سے اوپر ہوتے ہیں۔ اتنے سنجیدہ اور باوقار ہوتے ہیں کہ ان کی زندگی میں بیوی آتی ہے' محبوبہ نہیں آتی۔"

"درست سنا ہے لیکن سنجیدہ اور باوقار شخص کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے۔ میری عمر پینتالیس برس ہے۔ اس عمر میں مرد فولاد کی طرح سخت بھی ہوتا ہے اور مکھن کی طرح ملائم بھی۔"

"اوہ سر! آپ میری زندگی میں آئیں گے تو میری قدر و منزلت بڑھ جائے گی۔ میں نہیں جانتی تھی کہ آپ کے دل میں دھڑکتی ہوں۔"

"میں بھی نہیں جانتا تھا کہ تم اتنی خوشی سے مجھے قبول کرو گی۔ کیا خیال ہے؟ آج کی شام صرف میرے اور تمہارے نام؟"

"شام ڈھلتے ہی انتظار کروں گی۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ وہ ریسیور رکھتے ہوئے بڑبڑائی "میری معلومات کے مطابق اس کے جوان بیٹے کی عمر بتیس سال ہے۔ یہ خود کو پینتالیس برس کا کہتا ہے۔ کیا تیرہ برس کی عمر میں بڑا باپ بن گیا تھا یہ مرد ہمارے بیڈ روم میں آنے کے لئے اپنی عمر گھٹاتے رہتے ہیں۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی باتھ روم میں گئی۔ میں اس کے دماغ سے آیا۔ میرے منصوبے کے مطابق الپا تنویمی عمل کے زیر اثر لا جان لبوڈا کے دل میں گھسنے والی تھی۔ اس سے پہلے ایک گولڈن برین میجر یارڈلے اسے اپنے دل میں اور اپنے ملک میں چھپا رکھنے آرہا تھا۔ میں نے اس پر جال نہیں پھینکا تھا وہ خود ہی شکار ہونے کو تھا۔

وہ باتھ روم سے نہا دھو کر تازہ دم ہو کر آئی۔ ایک ملازم بنگلے کی صفائی کے لئے صبح و شام آتا تھا۔ ایک ملازمہ کچن کے کام کے لئے آتی تھی۔ ایک ملازمہ اس کے ملبوسات' سنگھار اور ہیئر ڈریسنگ وغیرہ کے لئے حاضر رہتی تھی اور یہ کنیزیں اور ملازم سب کے سب انٹیلی جنس کے شعبے سے تعلق رکھتے تھے۔

وہ ناشتا کرنے کے بعد بیڈ روم میں آئی۔ ریکارڈر میں اپنی پسند کا کیسٹ لگا کر اسے آن کیا۔ کمرے میں دھیمی دھیمی موسیقی ابھرنے لگی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر آکر نیم دراز ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک سحر ساز کی لہروں میں بہتی رہی پھر اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ وہ پرواز جان لبوڈا تک پہنچی تو اس نے چونک کر پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

وہ بولی "میں الپا ہوں' میرے پاس آؤ گے؟"

لبوڈا نے سانس روک لی۔ وہ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو کر کمرے کی محدود فضا میں موسیقی گنگنا رہی تھی۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے بولی "کوڈ ورڈز؟"

"میں جان لبوڈا ہوں۔ ابھی تم آئی تھیں۔"

"ہاں بہت مجبور ہو کر تم سے رابطہ کر رہی ہوں۔ میں ٹوٹ رہی ہوں۔ بکھر رہی ہوں لبوڈا!"

"بات کیا ہے؟ یہ کوئی نئی چال ہے؟"

"چال ہوتی تو اپنے دماغ میں آنے نہ دیتی۔ میں نے تمہارے لئے یہ کتاب کھول دی ہے۔ میرے چور خیالات پڑھ لو۔"

وہ پڑھنے لگا۔ میں پڑھانے لگا۔ الپا کے چور خیالات کے ذریعے کہنے لگا۔ میں یہودی ہوں' میں اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتی ہوں۔ امریکی حکام کو دھوکا دے کر اسرائیل میں آزادی سے رہنا چاہتی تھی۔ لیکن یہاں آکر ایک طویل عرصے کے بعد پتا چلا کہ میں اپنے آزاد ملک میں آزاد نہیں ہوں۔

مجھے گولڈن برینز نے سمجھایا کہ اسرائیل ایک مضبوط قلعہ ہے میں اس قلعے کے اندر رہوں گی تو کوئی دشمن مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ مجھے سرحد پار کرکے کسی دوسرے ملک میں نہیں جانا چاہئے۔ فرہاد اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے' سپر ماسٹر اور اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے پکڑ لے جائیں گے۔

اس وقت میں نے گولڈن برینز کی ان نصیحتوں کو تسلیم کرلیا۔ یہ بھول گئی کہ ماسک مین کے جاسوس مجھے اسی اسرائیل سے اغوا کرکے روس لے گئے تھے اور میرا برین واش کرکے میری شخصیت بدل دی تھی۔

میں حب الوطنی کے جذبے میں یہ بھی بھول گئی تھی کہ خیال خوانی کرنے والی شیبا بھی اسی اسرائیل سے ٹریپ کی گئی تھی اور فرہاد کی آغوش میں پہنچ گئی تھی۔ اسرائیل مضبوط قلعہ نہیں ہے۔ یہ بات میں گولڈن برینز سے کہوں گی تو وہ مجھ پر شبہ کریں گے کہ میرے خیالات اور نظریات بدل رہے ہیں اور میں کسی کے ساتھ یہاں سے بھاگنے والی ہوں۔

میں پابندیوں سے بیزار ہوگئی ہوں اور یہ سمجھ رہی ہوں کہ یہ لوگ مجھے انسان نہیں سمجھ رہے ہیں۔ مجھے ٹیلی پیتھی کی مشین سمجھتے ہیں۔ میرے اطراف سخت پہرا رہتا ہے۔ میرے بنگلے میں کام کرنے والے ملازم بھی جاسوس ہیں۔ میرے متعلق دن رات کی رپورٹ گولڈن برینز کو پہنچاتے رہتے ہیں۔

عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی اس پر دن رات نظر رکھے۔ اور کسی کے ساتھ تنہا گھومنے پھرنے کی آزادی نصیب نہ ہو۔ مجھے اپنی بدقسمتی کا احساس شدت سے ہونے لگا ہے۔

ایک بوڑھا گولڈن برین میجر یارڈلے مجھ پر عاشق ہوگیا ہے۔ مجھے اپنی داشتہ بنا کر رکھنا چاہتا ہے۔ تاکہ میں جذبات میں اندھی ہو کر کسی جوان کے ساتھ سرحد پار نہ چلی جاؤں۔

ہاں میں زنجیریں توڑ کر جانا چاہتی ہوں لیکن راستہ سجھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ خوف دامن گیر ہے کہ فرہاد کے یا سپر ماسٹر کے ٹیلی پیتھی جاننے والے مجھے تابعدار کنیز بنالیں گے۔

آج خواب میں جان لبوڈا کو دیکھا تو اس سے متاثر ہوگئی۔ یہ بات سمجھ میں آئی کہ اتنی بڑی دنیا میں کسی بہترین ساتھی کے بغیر محفوظ نہیں رہوں گی۔ اگر کسی کو دوست اور جسم و جان کا مالک بنالوں تو اس مضبوط سہارے سے مجھے ہمیشہ حوصلہ ملتا رہے گا اور قدرے آسانی سے اسرائیل کی سرحد پار کرسکوں گی۔

جان لبوڈا یہ خیالات پڑھ رہا تھا اور ان خیالات کی صحت اور سچائی کا یقین کر رہا تھا۔ الپا نے اسے دماغ میں آنے اور اس کی سچائی کو پڑھنے کا موقع دے کر لبوڈا کا نصف اعتماد پہلے ہی حاصل کرلیا تھا۔ اب وہ پوری طرح مطمئن تھا کہ وہ فراڈ نہیں کر رہی ہے۔

اس نے کہا "الپا! تم سچی ہو۔ مجھے دل سے اپنی مدد کے لئے بلا رہی ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنی لاڈلی بیٹی کانو وانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمہیں مکمل جسمانی اور ذہنی آزادی دوں گا۔ اگر امریکی حکام تم پر کسی طرح کی پابندی عائد کرنا چاہیں گے تو تمہاری حمایت میں سپر ماسٹر سے بھی مخالفت مول لوں گا۔"

وہ بولی "تم نے خواب میں ہی مدد کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ میرے خواب سچے ہوتے ہیں۔ پلیز مجھے یہاں سے جلد نکالو۔"

"تم مجھ پر کس حد تک بھروسا کرسکتی ہو؟"

"بھروسے میں اپنی جان دے سکتی ہوں۔"

"مجھے تنویمی عمل کرنے دو تاکہ دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے اور خصوصاً فرہاد اور اس کے ساتھی کبھی تمہارے دماغ میں نہ آسکیں۔ کسی مرد پر بھروسا کرنا چاہو تو وہ میں ہوں۔"

"میں راضی ہوں۔ ابھی مجھ پر عمل کرو۔"

"بائی گاڈ' تم میرا دل جیت رہی ہو۔ بستر پر لیٹ جاؤ۔"

الپا نے ملازمہ کو بلا کر کہا "ٹیلیفون یہاں سے لے جاؤ۔ میں سونا چاہتی ہوں۔ کوئی اہم کال ہو تو کہہ دینا شام چھ بجے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

ملازمہ ٹیلیفون اٹھا کر لے گئی۔ الپا نے دروازے کو اندر سے بند کیا پھر بستر پر آکر لیٹ گئی۔ اس دوران جان لبوڈا اس کے دماغ کو اور اچھی طرح ٹٹول رہا تھا تاکہ کہیں جھوٹ اور فریب چھپا ہوا ہو تو سراغ مل جائے۔

میں نے اس کے دماغ کو آئینے کی طرح صاف کردیا تھا۔ اس آئینے میں کوئی بال نہیں تھا۔ کوئی گرد نہیں تھی۔ لبوڈا کو الپا کے اندر صرف اپنا چہرہ اور اپنے مفادات صاف نظر آرہے تھے۔ وہ کبھی دیکھ نہیں سکتا تھا کہ آئینے کے پیچھے میں موجود ہوں۔

وہ الپا کے دماغ کو ہدایات دے کر سلانے لگا۔ ایک منٹ کے اندر ہی وہ سو گئی۔ پھر اس کا خوابیدہ دماغ رفتہ رفتہ ہپناٹائز ہونے لگا۔ میں نے مداخلت نہیں کی کیونکہ تنویمی عمل کے اثرات دماغ کے تہ خانے میں نہیں پہنچ رہے تھے۔ وہ تہ خانہ میں بند کرچکا تھا۔ الپا سطحی طور پر ٹرانس میں آرہی تھی اور عارضی طور پر اس کی معمولہ بن رہی تھی۔ میں جب چاہتا اس عمل تنویم کا طلسم توڑ سکتا تھا۔

اس نے ٹرانس میں لانے کے بعد کہا "الپا! میں تمہارا عامل ہوں اور تم میری معمولہ ہو۔"

وہ سحر زدہ آواز اور لہجے میں بولی "تم میرے عامل ہو اور میں تمہاری معمولہ ہوں۔"

"میں تمہارے دماغ کو ہدایت دیتا ہوں کہ وہ بیس سیکنڈ کے لئے بالکل بے حس ہو جائے تاکہ تمہارا جسم بھی اتنا بے حس ہو جائے کہ بدن میں سوئی چبھوئی جائے اور دماغ میں زلزلہ پیدا کیا جائے تو تم ایک مردے کی طرح پڑی رہو اور تمہیں ہلکی سی تکلیف بھی محسوس نہ ہو۔"

لبوڈا یہ حکم دے کر یقین کرنا چاہتا تھا کہ الپا کا دماغ اس کا تابعدار ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہوگا تو بدن میں سوئی چبھوتے ہی یا

دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی الپا چیخ مار کر اٹھ بیٹھے گی اور یوں فراڈ ظاہر ہو جائے گا۔

اس کے حکم کے مطابق الپا کا دماغ سطحی طور پر بے حس ہوا سٹیں نے دماغ کے تہ خانے پر پوری طرح قبضہ جمالیا تاکہ ردِّ عمل نہ ہو۔ لبوڈا ہزاروں میل دور تھا۔ اس کے بدن میں سوئی نہیں چبھو سکتا تھا۔ اس نے الپا کے دماغ کو خیال خوانی کے جھٹکے دیئے۔ دوبار زلزلہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ ایسا ظالمانہ عمل تھا کہ زلزلے کے نتیجے میں وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتی' لیکن جسم میں ہلکی سی جنبش نہ ہوئی۔ چہرے سے کسی کرب کا اظہار نہیں ہوا۔ وہ لاش کی طرح پڑی ہوئی تھی۔

تب جان لبوڈا نے خوش ہو کر کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ اب بے حس نہ رہے۔ اب میں تمہاری سچائی اور وفاداری پر پوری طرح یقین کر رہا ہوں۔ تم تمام شبہات سے بالاتر ہو۔ کیا تم میری آواز سن رہی ہو؟"

"میں تمہاری آواز سن رہی ہوں۔"

"میں حکم دیتا ہوں کہ تم تمام گولڈن برینز کے متعلق جو کچھ جانتی ہو' اسے بیان کردو۔"

"میں صرف دو گولڈن برینز کو جانتی ہوں۔ وہ بھی اس حد تک کہ ان کے احکامات ٹرانسیٹر' ٹیلیفون یا کمپیوٹر کے ذریعے سنتی ہوں اور ان پر عمل کرتی ہوں۔ وہ کبھی میرے سامنے نہیں آئے۔ ان میں سے ایک ایڈگر سولومن تھا جس کا اب برین واش ہو چکا ہے۔ دوسرا میجر یارڈلے ہے۔ یہ دونوں کبھی میرے سامنے نہیں آتے لیکن میری رہائش گاہ کا پتا جانتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "میں بہت محتاط رہنے کی عادی ہوں۔ رات کو اپنی رہائش گاہ میں نہیں رہتی۔ ایک پرائیویٹ اپارٹمنٹ میں سونے جاتی ہوں۔ ایک صبح میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آئی تو پتا چلا میرے اس بنگلے میں کچھ لوگ داخل ہوئے تھے میرے بیڈ روم کی کچھ چیزیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔ میں نے اندازہ لگایا کہ دشمن مجھے قتل کرنا چاہتے تھے یا زخمی کر کے میرے دماغ میں جگہ بنانا چاہتے تھے۔"

لبوڈا نے کہا "تمہارا اندازہ درست تھا۔ میں گولڈن برین ایڈگر سلومن کے دماغ میں رہا کرتا تھا۔ اس کے ذریعے تمہاری رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا تھا۔ اس رات میرے آدمی تمہیں زخمی کرنے گئے تھے تاکہ میں تمہارے دماغ میں پہنچ سکوں لیکن تم غائب تھیں۔ اب تو ایڈگر سلومن بھی میرے ہاتھوں سے نکل گیا ہے۔ دوسرے گولڈن برین کے متعلق بتاؤ۔"

"وہ میجر یارڈلے ہے۔ مجھے اسرائیل تک محدود رکھنے کے لئے مجھ سے عشق کر رہا ہے۔ جوان بچوں کا باپ ہے۔ مجھ سے شادی نہیں کرے گا۔ مجھے داشتہ بنا کر رکھے گا۔ اس کا جواز یہ ہوگا کہ ملک اور قوم کی بہبود کے لئے یہ لازمی ہے۔ یہ میری انسلٹ ہو رہی ہے۔"

"بے شک یہ تمہاری توہین ہے۔ کیا وہ تمہیں اپنی ملکیہ بنا چکا ہے؟"

"نہیں۔ مجھے اپنی ملکیت بنانے آج شام کو آئے گا۔"

"وہ آئے تو اس سے بھرپور محبت کرو۔ پھر موقع پاتے ہی اس کے دماغ کو کمزور بنادو۔ اس کے بعد خیال خوانی کے ذریعے اس بات پر مائل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ عیش کرنے کے لئے تمہیں اسرائیل سے باہر لے جائے۔"

الپا نے وعدہ کیا کہ وہ یہی کرے گی۔ لبوڈا نے پوچھا "ایڈ سلومن کی جگہ کس شخص کو گولڈن برین کا عہدہ دیا گیا ہے؟"

"راجر موس کے داماد کارمن نے یہ عہدہ سنبھالا ہے۔"

"کیا کارمن سے تمہارا رابطہ رہتا ہے؟"

الپا نے اس بار میری ہدایت کے مطابق کہا "اس نے رابط نہیں کیا ہے۔ وہ بہت محتاط اور ریزرو رہنے والا شخص ہے۔ میں نے اسے پھانسنا چاہا لیکن اس نے مجھے نظر انداز کر کے میری انسلٹ کی ہے۔"

"میں تمہاری توہین کا بدلہ کارمن سے لوں گا۔"

یہ بات جواب طلب نہیں تھی اس لئے وہ خاموش رہی لبوڈا نے کہا "میں تمہارے دماغ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ باقی دوسری سوچ کی لہروں کے لئے بدستور حساس رہے گا۔"

الپا کے خوابیدہ دماغ نے اسے قبول کیا لیکن اس تنویمی عمل کی بنیاد مضبوط نہیں تھی۔ وہ میری بھی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرسکتی تھی کیونکہ میں دماغ کے تہ خانے میں پہنچتے رہنے کا راستہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔

لبوڈا نے اسے تین گھنٹے تک تنویمی نیند سونے کا حکم دیا۔ پھر وہاں سے چلا گیا۔ میں بھی اپنی جگہ شہر پشاور کے ہوٹل امین میں حاضر ہو گیا۔ اس شہر میں پچھلے کئی دنوں سے میرے لئے خاص مصروفیت نہیں رہی تھی۔ میں نے آئی جی اور دوسرے ذمے دار افسران سے رابطہ کیا تھا۔ وہ مطمئن تھے اور خوش ہو کر کہتے تھے۔ "فرہاد صاحب! جب سے آپ آئے ہیں تب سے غیر ملکی ایجنٹ اور بین الاقوامی شہرت رکھنے والے مجرم گوشہ نشین ہو گئے ہیں۔"

"میں ایسا نہیں سمجھتا۔ جرائم کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہتا ہے۔ مجرم گوشہ نشین نہیں ہوتے' محتاط ہو جاتے ہیں۔ ہمارا آپ کی نظروں میں نہیں آتے۔ ویسے میں یہاں سے جانے والا ہوں۔"

"جناب! آپ نے ہمیں خدمت کا موقع نہیں دیا اور جانا چاہتے ہیں۔ آپ اسی شہر میں ہیں لیکن ہم آپ کے دیدار سے محروم ہیں۔"

میں نے بات بنائی "میں یہاں موجود نہیں ہوں۔ جب کہ

ہوں کہ یہاں موجود ہوں تو میری جگہ میرا آلۂ کار موجود ہوتا ہے۔ میری رخصتی کا مطلب یہ ہے کہ میرا آلۂ کار ارسلان رخصت ہو رہا ہے۔"

وہ مایوس ہو گئے۔ مجھے افسوس ہو رہا تھا کہ میں محبت کرنے والے میزبانوں سے جھوٹ بول رہا تھا۔ اپنے تحفظ اور سلامتی کے لئے یہ جھوٹ ضروری تھا۔ وہ میرے مسائل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ ایک دشمن خیال خوانی کرنے والا خود کو فرہاد علی تیمور کہہ رہا ہے اور مجھے شہر میں بے نقاب کر کے قتل کردینا چاہتا ہے۔

اس فریبی فرہاد سے نمٹنے کے لئے میں الپا کو آلۂ کار بنا چکا تھا۔ لبوڈا اپنے چہیتے خیال خوانی کرنے والے جی بی تھرمال کو مجھ سے چھپاتا پھر رہا تھا۔ یہ اندیشہ ہو گیا تھا کہ میں کسی وقت بھی تھرمال کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہوں۔

اسے چھپانے کے لئے لبوڈا نے اسے اپنی طرح سیاہ فام نیگرو بنایا تھا۔ واشنگٹن میں کنگسٹن اسٹریٹ کا ایک بنگلا رہنے کو دیا تھا۔ اس کی بیٹی کانو وانا اور تھرمال ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ آئندہ وہ لبوڈا کا داماد بن سکتا تھا۔ بیٹی کی محبت کو سلامت رکھنے کے لئے وہ میرے خلاف خفیہ اقدامات کر رہا ہوگا۔

ابھی اس کی عداوتوں کا علم مجھے نہیں تھا۔ یہی سب کچھ الپا کے ذریعے مجھے معلوم ہو سکتا تھا۔ تین گھنٹے بعد میں نے سوچا' وہ تنویمی نیند سے بیدار ہو گئی ہوگی۔ ادھر سے گولڈن برین میجر یارڈلے اس کے پاس آیا ہوگا۔ ادھر سے لبوڈا اس کے دماغ میں پہنچا ہوگا۔ اس محفل میں مجھے بھی جانا چاہئے' لیکن میں نہ جاسکا۔ لیلیٰ نے آکر کہا "ہم ثانی کے معاملے میں دھوکا کھا گئے ہیں۔"

"کیسا دھوکا؟"

"آپ نے اس کے خیالات پڑھے تھے۔ ثانی کی سوچ نے بتایا تھا کہ پندرہ دن بعد اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزارا جائے گا۔ لیکن وہ اس مشین سے گزر چکی ہے۔"

"کیا تم اس کے پاس گئی تھیں؟"

"ہاں' اس نے سانس روک لی تھی۔ پھر دوسری بار گئی تو اس نے کوڈ ورڈز دریافت کئے۔ اس کے مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ اس کے اور لبوڈا کے درمیان کوڈ ورڈز مقرر ہو گئے ہیں' اور اب ہماری سوچ کی لہریں اس کے لئے پرائی ہو گئی ہیں۔ ہم پرائے ہو گئے ہیں۔"

"کیا سلمان اور سلطانہ کو معلوم ہے؟"

"سلمان صدمے سے چور ہے۔ جوان بیٹی دشمنوں میں چلی گئی ہے۔ وہ اور سلطانہ ایک دوسرے کو الزام دے رہے ہیں۔"

میں نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ثانی کے معاملے میں غفلت کیسے ہوئی؟"

وہ بولا "یہ سامنے سلطانہ ہے' اسی سے پوچھیں۔ میں تو ثانی کے دماغ میں آتا جاتا رہتا تھا۔ سلطانہ نے اس معاملے میں کوتاہی کی ہے۔"

وہ بولی "آپ خواہ مخواہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ میں نے کوتاہی نہیں کی۔ وہ میری مجبوری تھی۔"

پھر وہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی "میں مانتی ہوں ڈیوٹی کے طور پر اس وقت مجھے ثانی کے پاس رہنا چاہئے تھا' لیکن میری طبیعت اچانک خراب ہو گئی۔ سلمان گھر میں نہیں تھے۔ میں نے دماغی رابطہ کرنا چاہا تو توانائی کی کمی کے باعث خیال خوانی نہ کرسکی۔ فون کر کے لیڈی ڈاکٹر کو کال کیا۔ ڈاکٹر نے آکر معائنہ کیا۔ دوائیں دیں پھر چلی گئی۔ میں نے دوائیں استعمال کیں۔ تھوڑا سا آرام آیا مگر توانائی بحال نہیں ہوئی۔"

میں نے پوچھا "آخر تمہیں ہوا کیا تھا؟"

لیلیٰ نے کہا "وہ کیا بتائے گی۔ آپ کو سمجھنا چاہئے وہ ماں بننے والی ہے؟"

سلمان نے کہا "محترمہ نے ایک اولاد پیدا کرنے سے پہلے دوسری اولاد کو گنوا دیا ہے۔"

وہ روتے ہوئے بولی "اپنا قصور بھی بتائیں۔ دوپہر کے تین بجے گئے تھے' رات کے بارہ بجے واپس آئے تھے۔ ادھر ثانی کو مشین سے گزارنے کے لئے دشمنوں کو نو گھنٹے مل گئے۔"

میں نے کہا "اب ایک دوسرے کو الزام دینے سے اور رونے سے کیا حاصل ہوگا؟"

"میں اپنے نصیبوں پر رو رہی ہوں۔ دنیا کی تمام عورتیں جب پہلی بار ماں بننے والی ہوتی ہیں تو ان کے شوہر خوش ہوتے ہیں' پیار کرتے ہیں لیکن مجھے شوہر کی نفرت مل رہی ہے۔"

"میں نفرت نہیں کر رہا ہوں۔ یہ بہت خوشی کا موقع ہے کہ تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو' لیکن ایک باپ کا المیہ دیکھو اور بتاؤ کہ۔ میں ثانی کے لئے ماتم کروں یا ہونے والی اولاد کے لئے خوشیاں مناؤں؟"

لیلیٰ نے کہا "سلطانہ! اپنے شوہر کے جذبات اور صدمات کو سمجھو۔ تمہارے ماں بننے کی خوشی مجھے کتنی ہے' میں بیان نہیں کرسکتی لیکن یہ کوئی خوشی بیان کرنے اور تمہیں مبارک باد دینے کا موقع نہیں ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! میں جا رہا ہوں۔ فی الحال ثانی کی واپسی کے لئے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش نہ کرنا ورنہ لبوڈا کو شبہ ہوگا کہ کچھ خیال خوانی کرنے والے ثانی کو پہلے سے جانتے ہیں اور اب اس کے ٹیلی پیتھی سیکھنے کے بعد اسے واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔"

میں دونوں میاں بیوی کو سمجھا کر چلا آیا۔ ہم نے سونیا ثانی کو کچھ عرصے کے لئے سلوانہ بنایا تھا۔ وہ اپنی سونیا ثانی والی حقیقت کو بھولی ہوئی تھی۔ یہ ارادہ تھا کہ ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کا

وقت آئے گا تو ہم رازداری سے پھر اس پر عمل کریں گے اور اس کے دماغ سے سلوانہ کی شخصیت کو مٹادیں گے۔

قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ وہ سلوانہ کی حیثیت سے ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے بعد مستقل طور پر سلوانہ بن گئی تھی۔ اس کے اندر چھپی ہوئی سونیا ثانی کی شخصیت مٹ چکی تھی۔ اب وہ ہمیں پہچان نہیں سکتی تھی' ہماری سوچ کی لہروں کو قبول نہیں کرسکتی تھی پھر بھی اُمید تھی کہ وہ جوجو کی طرح کبھی نہ کبھی ہمارے پاس آئے گی لیکن پریشانی یہ تھی کہ وہ جان لمبوڈا کا زبردست مہرہ بن گئی تھی۔

میں الپا کے پاس آیا۔ وہاں میجر یارڈلے موجود تھا۔ جان لمبوڈا نہیں تھا۔ ثانی نے ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا تھا اس سلسلے میں وہ ثانی کے ساتھ کسی معاملے میں مصروف ہوگا۔ آج اسے زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ثانی اور الپا دو ٹیلی پیتھی جاننے والیوں کا اضافہ اس کی ٹیم میں ہوگیا تھا۔

میجر یارڈلے الپا کے بنگلے میں آیا تو اس نے پوچھا "میں کیسے یقین کروں کہ تم میرے میجر ہو؟"

"تم نے میرا میجر کہہ کر دل خوش کردیا۔ میں کوڈ ورڈز ادا کرتا ہوں۔"

"ہوسکتا ہے تم نے کسی چالاکی سے میرے میجر کے کوڈ ورڈز معلوم کیے ہوں۔"

"تم شبہ کرنے میں حق بجانب ہو' پھر بتاؤ یقین کیسے آئے گا؟"

"میں نے تمہیں گھر میں آنے دیا ہے' تم مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔"

"میں تمہاری بانہوں میں قید ہونے آیا ہوں۔ دل دیا ہے تو دماغ بھی دے رہا ہوں۔ آجاؤ۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس نے خیالات پڑھے پھر اس کے پاس آکر بیٹھتے ہوئے بولی "مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولا "سر سے پاؤں تک یہ بھی دیکھ لو کہ کوئی جسمانی عیب تو نہیں ہے؟ قربانی کے بکرے کو اچھی طرح ٹٹول لینا چاہئے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ جبکہ وہ اپنی دانست میں قربانی کے لئے نہیں عیاشی کے لئے آیا تھا۔ یہ الپا جانتی تھی کہ وہ قربانی کا بکرا ہے۔ اس نے پوچھا "چائے' کافی یا ٹھنڈا جوس؟"

"تمہاری قربت کی گرمی کافی ہے۔ ٹھنڈا پلادو۔"

وہ اٹھ کر جانے لگی۔ میجر نے پوچھا "تم زحمت کروگی؟ گورنس کہاں ہے؟"

"میں نے ملازمہ اور ملازموں کی چھٹی کردی ہے۔ کیا تم پسند کرتے کہ کوئی یہاں ایک گولڈن برین کی صورت دیکھ لے۔"

"تم نے عقل مندی دکھائی ہے۔ میں بھی نادان نہیں ہوں۔ حلیہ بدل کر آیا ہوں۔ یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔"

"پھر تو یہ اچھا ہوا کہ میں نے ابھی تک تمہاری خوبروئی اور نوجوانی کی تعریف نہیں کی۔ تعریف کرتی تو وہ تمہاری نہ ہوتی۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "میں اصلی چہرہ دکھاؤں گا لیکن بیڈ روم میں۔"

وہ ایک ادا سے مسکراتی ہوئی کچن میں آئی۔ جوس تیار کرتے ہوئے سوچنے لگی۔ بیڈ روم میں سب ہی کی اصلیت سامنے آجاتی ہے۔ عورت کو بند کمرے میں دیکھ کر شریفوں کے اندر کی بدمعاشی باہر آجاتی ہے۔ آہنی پردوں کے پیچھے چھپنے والا گولڈن برین بھی بے نقاب ہونے چلا آیا ہے۔ واہ قدرت نے ہمیں کیا خوب بنایا ہے۔

وہ جوس لے کر آئی۔ اس کے پاس بیٹھ کر بولی "یہ جوس بڑی محبت سے بنا کر لائی ہوں۔"

وہ گلاس ہاتھ میں لے کر بولا "ہم گولڈن برین بہت محتاط رہتے ہیں۔ میں احتیاطاً کہہ رہا ہوں۔ پہلے تم آدھا گلاس پیو' باقی میں پی لوں گا۔"

"تم میرے گھر آئے ہو۔ میری بانہوں میں رہوگے اور مجھ پر شبہ کررہے ہو۔"

"میں شبہ تم پر نہیں' دشمنوں پر کررہا ہوں۔ کوئی بھی تمہارے ذریعے کوئی چال چل سکتا ہے۔"

"واقعی تم محتاط گولڈن برین ہو' لیکن میرا یہ مکان بھی مضبوط قلعہ ہے۔ کوئی دشمن یہاں آکر اپنی چال نہیں چل سکتا۔"

"زیادہ نہ بولو۔ اسے پی کر ثابت کرو۔"

الپا نے اسے دیکھا پھر جوس پر نظر ڈالی' پھر گلاس کو ہونٹوں سے لگالیا۔ میجر اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ایک ایک گھونٹ پی رہی تھی۔ چار گھونٹ کے بعد میجر نے اس کا ہاتھ تھام کر کہا "تھینک یو۔ تم نے ثابت کردیا ہے۔ یہ آزمائش بھی تھی اور خواہش بھی کہ تمہارے لبوں کی مٹھاس اس میں ملا کر پیوں۔"

وہ مسکرا کر بولی "اور میری خواہش ہے کہ جوس کو مُنہ لگانے سے پہلے مجھے مُنہ لگا کر دیکھو اور میرے لبوں کی مٹھاس کی گواہی دو۔"

وہ اس رومانی پیش کش پر خوشی سے جھوم گیا۔ جھوم کر اس پر جھکا۔ ادھر الپا کی ایک انگلی گلاس کے اندر جھکی اور جوس میں ڈوب گئی۔ جب وہ ڈوب کر ابھرا تو الپا نے اس کے ہاتھ میں گلاس تھمادیا۔

اسے ہندی زبان میں تریا چلتر کہتے ہیں۔ عورت کا مکر۔ وہ کچھ دینے سے پہلے بہت کچھ لینے کا سامان کرلیتی ہے۔ اس نے بڑے بڑے تاجداروں کے سروں سے تاج گرادیئے۔ یہ گولڈن برین کیا چیز تھا۔ آج کل کی حسینا ئیں ایسے ہی مقاصد کے لئے ناخن بڑھاتی ہیں۔ یہ ناخن مخروطی انگلیوں کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں اور یہ ناخن اگلے کا مُنہ نوچنے یا دامن پھاڑنے کے کام آتے ہیں۔ الپا نے ایک انگلی کے ناخن میں اعصابی کمزوری کی دوا ٹھونس رکھی تھی جو جوس میں حل ہوگئی تھی۔

وہ اس کے پہلو سے اٹھ گئی۔ اس نے گلاس خالی کرتے ہوئے کہا "پہلے گرم کیا پھر ٹھنڈا پلایا۔ اب کہاں چلیں۔"

وہ دور ہو کر بولی "یہ دیکھنے کے لئے کہ پیاسا وہاں سے یہاں کیسے آتا ہے؟"

وہ ہنستے ہوئے اٹھا پھر بیٹھ گیا۔ ہنسی حلق میں اٹک گئی۔ کانپتے ہوئے ہاتھ میں گلاس پکڑا نہیں جارہا تھا۔ اس نے سینٹر ٹیبل پر ہاتھ بڑھا کر اسے رکھا پھر اس میز کا سہارا لے کر کھڑا ہوگیا۔ بہت زیادہ کمزوری محسوس ہورہی تھی۔ وہ گھور کر اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ جسے دیکھ رہا تھا' وہ فاتحانہ انداز میں مسکرارہی تھی۔

"تم!" وہ اس کی طرف انگلی اٹھا کر بولا "الپا! تم غد.... غداری۔"

وہ بولتے بولتے ہانپنے لگا۔ اس نے سمجھ لیا کہ اگلے چند لمحات میں اور زیادہ کمزوری بڑھے گی۔ اس سے پہلے ہی بچاؤ کی تدبیر کرے۔

وہ سینٹر ٹیبل پر جھک کر ٹیبل کا سہارا لے کر ٹیلیفون کے پاس آیا پھر ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھانے لگا۔ ہاتھ ادھر ادھر جارہا تھا لیکن انگلیاں ریسیور کو پکڑ نہیں پارہی تھیں۔ الپا اس کے اندر بیٹھی ہاتھ کو ریسیور کے آس پاس بھٹکا رہی تھی۔ وہ تھرتھراتے ہوئے بولا "تمہیں قوم یہود اور ارضِ اسرائیل کی قسم ہے۔ تباہی کی.... کی طرف نہ.... نہ جاؤ.... مم.... مجھے سس.... سنبھال لو۔"

"آؤ میں سنبھالتی ہوں۔ اٹھو۔"

الپا میجر پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "لمبوڈا ابھی تک نہیں آیا۔ مجھے اس کے پاس جا کر یہ خوش خبری سنانا چاہئے کہ میں میجر یارڈلے کو قابو میں کرچکی ہوں۔"

اس نے میری سوچ کے مطابق خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لمبوڈا کے پاس پہنچ کر بولی "میں ہوں الپا۔"

"ہاں' مجھے ابھی آنا چاہئے تھا۔ میں دوسرے معاملے میں مصروف ہوگیا ہوں اس گولڈن برین میجر یارڈلے کا کیا بنا؟"

"بکرا قربانی کے لئے بالکل تیار ہے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اتنی توانائی پیدا کی کہ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے ڈگمگاتے ہوئے ایک بیڈ روم میں آیا پھر بستر پر چاروں شانے چت ہوگیا۔ وہ اسی بستر تک پہنچنے اور فاتح بننے کے لئے آیا تھا۔ جبکہ بستر کسی کا نہیں ہوتا۔ نہ مرد کا نہ عورت کا۔ یہاں جو چت ہوجائے وہی مغلوب اور معتوب ہوتا ہے۔ الپا نے اسے گہری نیند سلادیا۔ میں جان لمبوڈا کا منتظر تھا۔ وہ ابھی تک الپا کے پاس نہیں آیا تھا۔ مطمئن ہوگیا تھا کہ یہ پوری طرح شکنجے میں ہے۔ اب نہ تو نافرمانی کرے گی نہ ہی اسے کوئی چھین کر لے جاسکے گا۔

اور میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ لمبوڈا سونیا ثانی کو کن معاملات میں مصروف رکھنے والا ہے اور اس نے بی جی تھرمال کو کہاں چھپایا ہوا ہے۔

وہ میجر کے متعلق بتانے لگی۔ لمبوڈا کسی کو اپنے دماغ میں آنے اور دیر تک باتیں کرنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ الپا کے متعلق اطمینان تھا کہ وہ اس کی معمولہ اور تابعدار ہے۔ اپنے عامل کی اجازت کے بغیر اس کے چور خیالات نہیں پڑھے گی۔

اس کے فرشتوں کو بھی میرے طریقۂ کار کا علم نہیں تھا' وہ کبھی یقین نہیں کرسکتا تھا کہ جب تک الپا اس کے دماغ میں بول رہی ہے۔ تب تک میں اس کے اہم خیالات پڑھتا جارہا ہوں۔ اپنی معمولہ کی موجودگی کے باعث اسے میری موجودگی کا علم نہیں ہوسکتا تھا۔

اس کے چور خیالات سے میں نے سب سے پہلے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا۔

پھر وہ جگہ معلوم کی جہاں ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی تھی۔

لمبوڈا اور سپر ماسٹر ہولی مین آپس میں گہرے دوست بھی تھے۔ میں نے اس کے ذریعے سپر ماسٹر کی رہائش گاہ کا بھی پتا معلوم کیا۔

پھر یہ معلوم کیا کہ لمبوڈا اپنے ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جا کر کون کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتا ہے۔

اس کے بعد میں نے فرہاد بن کر فراڈ کرنے والے بی جی تھرمال کی رہائش گاہ کا پتا اور اس کا موجودہ حلیہ معلوم کیا۔ پھر جب ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے پتے معلوم کرنے لگا۔ تو صرف ایک خیال خوانی کرنے والے پاسکوروٹ کا پتا معلوم ہوا۔ اسی وقت الپا نے لمبوڈا سے کہا "اچھی بات ہے۔ میں میجر پر تنویمی عمل کرنے جارہی ہوں۔ تم فرصت ملتے ہی میرے پاس آجانا۔"

میں الپا سے پہلے ہی لمبوڈا کے دماغ سے نکل آیا۔ یہ میری بہت بڑی کامیابی تھی۔ میں ایک الپا کو اپنی معمولہ بنا کر جان لمبوڈا اور سپر ماسٹر کے قریب پہنچ رہا تھا' یہ دو بڑی ہستیاں مجھ سے اب چھپ نہیں سکتی تھیں۔

ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرمال اور پاسکوروٹ کی رہائش گاہوں کے پتے معلوم ہوگئے۔ ان سب کے کوڈ ورڈز بھی یاد کرلئے تھے۔ اگر الپا اور تھوڑی دیر لمبوڈا کے دماغ میں رہتی تو میں اس کے دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر اور سونیا ثانی کی موجودہ رہائش گاہ کے متعلق معلوم کرلیتا۔

بہرحال زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ کسی دن ثانی اور فریزر تک بھی پہنچ سکتا تھا۔ میں نے رسونتی سے رابطہ کیا' پھر پوچھا "کیسی ہو؟"

"بہت خوش ہوں۔ اس ایمان افروز ادارے میں رہ کر میری دنیا ہی بدل گئی ہے۔"

"علی سے رابطہ رکھتی ہو؟"

"ہاں' چوبیس گھنٹوں میں ایک بار ضرور اس کے پاس جاتی ہوں۔ میرا بچہ بہت مصروف رہنے لگا ہے۔"

"اب وہ بچّہ نہیں رہا۔ بچّے کے ساتھ تمہاری بہو ہے۔"
"پتا نہیں بہو کو کب دیکھوں گی؟"
"پامیلا تمہیں پسند ہے؟"
"میرے بیٹے کی پسند ہے' میری پسند ہے' لیکن دل کی بات پوچھو تو ثانی پر دل اٹکا ہوا ہے۔"
"تمہاری ہونے والی بہو نے ٹیلی پیتھی سیکھ لی ہے۔"
وہ خوش ہو کر بولی "واقعی؟"
"ہاں مگر اس سے دماغی رابطہ نہ کرنا۔ فی الحال وہ ہمیں بھول چکی ہے۔ دشمنوں میں دوست بن کر رہتی ہے۔ خدا نے چاہا تو پھر ہماری ہو جائے گی۔"
"ایک خوشخبری سناؤں؟"
"خوشخبری کبھی پوچھ کر نہیں سنائی جاتی۔"
"محترم بزرگ علی اسد اللہ تبریزی نے مجھے اجازت دے دی ہے۔ میں عملی میدان میں آرہی ہوں۔"
"یہ تو بڑی خوش خبری ہے۔ کیا میرے پاس آؤ گی؟"
"ابھی نہیں۔"
"علی کے پاس جاؤ گی؟"
"بیٹے اور بہو کے پاس جانے کو بہت دل مچلتا ہے' لیکن محترم بزرگ فرماتے ہیں مسلمانوں نے صدیوں بعد روسی حکمرانوں سے آزادی حاصل کی ہے نو آزاد جمہوریہ ازبکستان کے مسلمان اسلامی ریاست کی پائیداری میں مصروف ہیں۔ ایسے میں ان پر عالمی سیاست کے سائے پڑ رہے ہیں۔ وہاں امریکا دوستی کے نام پر اپنا وہی پرانا بدنام سیاسی کھیل شروع کر رہا ہے۔ ایسے میں ہدایات ہیں کہ مجھے وہاں جانا چاہئے۔"
"یہ بہت ہی خوشی کی بات ہے۔ تم عملی میدان میں آتے ہی ایک نئی اسلامی ریاست کے لئے اپنی خدمات وقف کر رہی ہو۔ تم وہاں جا کر صورتِ حال کا جائزہ لو۔ اگر میری ضرورت ہوئی تو میں ضرور آؤں گا۔"
"سونیا کے پاس جاتے ہو؟"
"تمہیں تو معلوم ہے کچھ پابندیاں ہیں۔ میں صرف فجر کی اذان سنانے جاتا ہوں۔ ویسے یہ پابندیاں سمجھ میں نہیں آئیں۔"
"دین کی تمام باتیں آسانی سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ انہیں سمجھنے کے لئے روحانی ادراک لازمی ہے۔ بابا فرید واسطی مرحوم نے سونیا اور اس سے ہونے والی اولاد کے لئے اپنی زندگی میں ہی ہدایات دی تھیں۔ ان ہدایات کا روحانیت سے گہرا تعلق ہے۔"
"زندگی رہی تو ہونے والے اس بچّے سے روحانیت کا تعلق دیکھوں گا۔ فی الحال میں یہ معلوم کرنے آیا ہوں کہ بابا صاحب کے ادارے کے وہ جاسوس جو واشنگٹن میں ہیں' ان سے کیسے رابطہ کیا جائے؟"
"میں ابھی بتاتی ہوں۔"

اس نے ادارے کے متعلقہ عہدے دار سے ملاقات کی۔ واشنگٹن ڈی سی کا فائل نکالا۔ اس فائل میں ان افراد کی ہسٹری اور تصویریں تھیں جو ادارے سے تعلیم حاصل کر کے امریکا کے مختلف علاقوں میں رہائش اختیار کئے ہوئے تھے۔
پھر وہ ایک شخص کی تصویر کی آنکھوں میں جھانکتی ہوئی اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولی "یوسف زائد! میں آمنہ فرہاد یعنی سابقہ رسونتی بول رہی ہوں۔"
"السلام علیکم میڈم! آپ کا یہ اسلامی نام بہت پسند آیا ہے۔ میرے لائق کوئی خدمت؟"
"فرہاد تم سے مخاطب ہو رہے ہیں۔ میں جا رہی ہوں۔"
میں نے پوچھا "رسونتی! مجھے کیوں نہ بتایا کہ تم نے نام تبدیل کیا ہے؟"
"بتانے کے بعد بھی رسونتی کہہ رہے ہو۔"
میں نے ہنستے ہوئے کہا "عادتاً زبان سے وہی نام ادا ہو گیا۔"
"یہ نام محترم علی اسد اللہ تبریزی نے دیا ہے۔ کیسا ہے؟"
"آمنہ مسلمانوں کے لئے نہایت مقدس اور معتبر نام ہے۔ خدا تمہیں شاد و آباد رکھے۔ میں اسی نام سے پکاروں گا۔"
میں اس سے رخصت ہو کر یوسف زائد کے پاس آیا۔ اسے بی جی تھرمال کے بنگلے کا پتا بتا کر کہا "یہاں ایک سیاہ فام نوجوان رہتا ہے۔ اس کی ایسی نگرانی کی جائے کہ اسے شبہ نہ ہو۔ یہ نگرانی زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات کے لئے ہوگی۔"
"آپ اس سلسلے میں اور کیا چاہتے ہیں؟"
"وہ صحت مند ہے۔ میں اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا ہوں۔"
"یہ کوئی مشکل نہیں ہے۔ آپ اخبار اور ٹیلیویژن کے ذریعے یہ جانتے ہوں گے کہ امریکا میں نسلی فسادات پھیل رہے ہیں۔ گورے کالوں کو قتل کر رہے ہیں۔ کالے گوروں کو جہنم میں پہنچا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ فسادات ابھی واشنگٹن میں شروع نہیں ہوئے ہیں۔ آپ حکم دیں تو کوئی بھی گورا اس سیاہ فام کو زخمی کر کے دماغی طور پر کمزور بنا دے گا اور کسی کو ہم پر شبہ نہیں ہوگا۔"
امریکا جواب واحد سُپر پاور ہے۔ جس سے کوئی ملک جنگ کرنے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔ اسی ملک کے اندر سیاہ اور سفید فاموں کے درمیان جنگ جاری رہتی ہے۔
اس جنگ میں برسوں سے نہ جانے کتنی ماؤں کی گود اجڑ چکی ہے۔ آگ اور خون کی ہولی کسی بھی وقت شروع ہو جاتی ہے۔ اولاد سے محروم ہونے والی ماؤں نے ایم او ایم ایس کے نام سے ایک انجمن بنائی ہے۔ اس انجمن کی صدر بریندا جے محمد کہتی ہیں کہ گزشتہ سال پچیس ہزار بیٹے سڑکوں پر مارے گئے ان مقتولین میں ستّر فیصد سیاہ فام تھے۔
پچھلے دنوں چار سفید فام پولیس والوں نے روڈنی کنگ نامی ایک سیاہ فام کو بری طرح زدوکوب کیا۔ دنیا بھر کے ٹیلیویژن پر یہ منظر دکھایا گیا کہ اکیاسی سیکنڈ میں پولیس والوں نے روڈنی کنگ کو چھپن بار بید اور ٹھوکریں ماریں۔ امریکی عدالت سے اس مظلوم سیاہ فام کو انصاف نہیں ملا تو پوری سیاہ فام قوم جنگل کی آگ کی طرح بھڑک گئی۔ آج وہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے میں اس پر بحث نہیں کروں گا۔ البتہ یوسف زائد نے یہ بات چھیڑی تو خیال آیا کہ کوّے نے ہنس کی چال چلی تھی۔ اپنے کالے رنگ پر سفید رنگ چڑھایا تھا' یہاں بی جی تھرمال نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنے گورے رنگ پر کالا رنگ چڑھا رکھا تھا۔ کوّے کی طرح اس کی بھی شامت آنے والی تھی۔
یوسف زائد نے میری ہدایت کے مطابق تھرمال کے سامنے والے بنگلے کا فون نمبر معلوم کیا پھر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ اپنے بنگلے میں اپنے ایک بیٹے اور بیٹی کے ساتھ رہتی تھی۔ میں باری باری ان تینوں کے دماغوں میں جاتا تھا اور ان کے ذریعے تھرمال کے بنگلے پر نظر رکھتا تھا۔
یوسف زائد وہاں سے دو سو گز کے فاصلے پر اپنی کار میں تھا۔ شام چھ بجے اس خاتون کے ذریعے میں نے دیکھا ایک سیاہ فام دوشیزہ تھرمال کے بنگلے کے سامنے ایک کار میں آئی۔ وہ ہارن بجا کر بنگلے کے مکین کو یعنی تھرمال کو بلا رہی تھی۔ میں سمجھ گیا وہ جان لمبوڈا کی بیٹی کانوواتا ہی ہو سکتی تھی جو اپنے محبوب سے ملنے آئی تھی۔
میں نے یوسف زائد سے کہا "ایک سیاہ فام لڑکی کار لے کر آئی ہے۔ یقیناً تھرمال اس کے ساتھ کہیں جائے گا اُلرٹ رہو۔"
میں نے خاتون کے دل میں تجسس پیدا کیا کہ یہ کون لڑکی سامنے والے سے ملنے آئی ہے۔ اسے اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔"
خاتون اپنے کمرے سے دوربین لے آئی اور اسے آنکھوں سے لگا کر دیکھا۔ میں نے اسے کار کا نمبر پڑھنے پر مجبور کیا۔ اسی وقت تھرمال آکر کار میں بیٹھ رہا تھا۔ کانوواتا کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھ رہی تھی۔ میں نے یوسف کو کار کا رنگ اور نمبر بتاتے ہوئے کہا "کار تمہاری طرف آرہی ہے۔"
وہ اپنی کار سے اترا اور بونٹ کو کھول کر یوں جھک گیا جیسے گاڑی کی کوئی خرابی دور کر رہا ہو۔ ذرا سی دیر بعد کانوواتا اپنی کار ڈرائیو کرتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی۔ یوسف زائد نے فوراً بونٹ کو گرایا اور اسٹیئرنگ سیٹ پر آکر بیٹھا پھر کار اسٹارٹ کر کے تعاقب میں چل پڑا۔
امریکا میں واشنگٹن کی ایک زبردست سیاسی اہمیت ہے۔ اس لئے حکومت نے گوروں اور کالوں کے درمیان امن و امان قائم رکھنے کے لئے سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کانوواتا اور تھرمال آزادی سے گھومنے پھرنے نکلے تھے۔ وہ ایک لمبی ڈرائیو کے بعد واشنگٹن چینل کے کنارے سے گزرتے ہوئے ایسٹ پوٹا میک پارک میں آئے۔ وہاں دور تک چیری بلوسم کے سایہ دار درخت تھے۔ یوسف زائد نے کہا "یہاں ٹریلر کیمپ میں یہ دونوں کچھ کھانے پینے جائیں گے۔"
میں نے کہا "تم بھی وہاں جاؤ۔ ویٹر اور کاؤنٹر گرل کی آواز مجھے سناؤ۔"
وہ کار سے اتر کر دیکھنے لگا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہہ میں بانہہ ڈالے ہنستے بولتے ہوئے ایک میز کے اطراف آکر بیٹھ گئے۔ ایک ویٹر ان کے پاس آیا۔ جب وہ آرڈر لے کر جانے لگا تو یوسف زائد نے اسے روک کر پوچھا "کیا میری میز پر بھی تم آرڈر لیتے ہو؟"
"نو سر! میں دوسرے ویٹر کو بھیجتا ہوں۔"
میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر یوسف سے کہا "شیشی جیب میں رکھ دو۔"
اس نے ویٹر کی جیب میں چھوٹی سی شیشی رکھ دی۔ پچھلے کئی دنوں سے ہر محاذ پر یہی طریقۂ کار اپنایا جا رہا تھا۔ دہلی میں پارس نے ایلا اور کیپٹن رنجیت کے ایسے ہی طریقے کو الٹ دیا تھا۔ جولان کی پہاڑی بستی میں علی تیمور نے الپا پر یہی داؤ آزمایا۔ الپا نے میجر کی کھوپڑی اسی طرح الٹائی۔ اب میں تھرمال کے ساتھ یہی سلوک کر رہا تھا۔
دراصل کسی کے دماغ میں جگہ بنانے کا یہ ایسا نسخہ تھا کہ دوسرے دشمنوں کو شبہ نہیں ہوتا تھا۔ اگر تھرمال کو زخمی کیا جاتا تو لمبوڈا کو شبہ ہو جاتا۔ میں نے ویٹر کے ذریعے کافی کا وہ کپ تھرمال تک پہنچایا جسے پینے کے بعد وہ میرا شکار ہو گیا۔ میں نے کانوواتا کے سامنے اسے کمزوری ظاہر نہیں کرنے دی۔ اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اپنی طرف سے اس کے اندر توانائی کو برقرار رکھا پھر اس کی زبان سے کہا "ڈارلنگ! ابھی مجھے خفیہ پیغام موصول ہوا ہے' واپس چلو۔"
وہ اٹھ کر ویٹر کو بل ادا کرنے لگا۔ کانوواتا نے کار کی طرف چلتے ہوئے کہا "آج کی رات تو ہم ساتھ گزارنے والے تھے۔"
"ضرور گزاریں گے۔ میں صرف گیارہ بجے تک مصروف رہوں گا۔ تم ٹھیک گیارہ بجے میرے بنگلے پر چلی آنا۔"
وہ کار میں وہاں سے روانہ ہوئے۔ میں نے اس کے ذریعے کانوواتا سے کہہ دیا کہ بات نہ کرے' وہ خیال خوانی میں مصروف ہے۔ اس طرح میں اس کی کمزوری کو چھپاتا رہا۔ وہ اسے بنگلے میں چھوڑ کر چلی گئی۔ میں نے اسے گہری نیند سلا دیا اور سلمان کے پاس جا کر کہا "اپنی بیٹی ثانی کی فکر نہ کرو۔ وہ ہماری نظروں میں رہے گی۔ ہم ان کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کرتے رہیں گے تو ثانی دور ہونے کے باوجود ہمارے سائے میں رہے گی۔ میرے دماغ میں آؤ۔"
وہ آیا۔ میں اسے یوسف زائد کے پاس لے آیا پھر اس سے

بولا "اب سلمان تمہارے پاس رہے گا۔ لمبوڑا کے ٹیلی پیتھی جاننے والے پاسکو روٹ کا پتا اور فون نمبر نوٹ کر سلمان کے ساتھ مل کر پاسکو روٹ کو بھی تھرپال کی طرح ٹریپ کرو۔ پھر سلمان، تم اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ گے۔ بہت ہوشیاری اور احتیاط سے کام کرنا، جان لمبوڑا کے مُنہ سے لقمہ چھیننا آسان نہیں ہوگا۔"

میں انہیں ہدایت دے کر تھرپال کے پاس آیا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ میں نے اس کے خوابیدہ دماغ میں کہا "ہیلو تھرپال! میری آواز پہچان رہے ہو؟"

"ہاں۔ یہ فرہاد علی تیمور کی آواز ہے۔"

"اس آواز کو کیسے پہچانتے ہو؟"

"مجھے ٹرانسفارمر مشین سے گزارنے سے پہلے فرہاد بنانے کی بھرپور ٹریننگ دی گئی تھی۔ اس کی آواز اور لہجے کی پریکٹس کرائی گئی تھی۔"

"پھر تم نے فرمونا جیسی معصوم اور مظلوم لڑکی کو فرہاد بن کر پریشان کیا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ فرہاد انسان نہیں شیطان ہے۔"

"ہاں، میں نے سوچا اس طرح فرہاد اپنی بدنامی سے بری طرح مشتعل ہو کر میرے مقابلے پر ظاہر ہو جائے گا۔"

"تمہیں کامیابی ہوئی؟"

"ہاں، میری حکمتِ عملی سے فرہاد دو بار ظاہر ہوا۔ پہلی بار پشاور کے ایک ریسٹ ہاؤس میں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا تھا۔ لیکن وہ بچ نکلا دوسری بار وہ سرفراز خان بن کر فرمونا سے عشق کرنے آیا۔ اس بار بھی میرے آدمیوں نے اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ یہ سب ہی دشمن مانتے ہیں کہ وہ بہت ہی ماہر جنگ باز ہے۔ اپنی حاضر دماغی سے جنگ کا نقشہ پلٹ دیتا ہے۔"

"فرہاد اب کہاں ہے؟"

"میں نے کہا نا وہ جنگ کا نقشہ بدل دیتا ہے، پہلے میں اس کے پیچھے تھا اب وہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ پتا نہیں اسے میرا ٹھکانا کیسے معلوم ہو گیا تھا۔ میں بڑی مشکلوں سے چھپ کر یہاں آیا ہوں۔"

"وہ یہاں بھی آئے گا تو کیا کرو گے؟"

"یہی سوچ کر ہاتھ پاؤں پھول رہے ہیں۔ بس ایک لمبوڑا کا سہارا ہے، وہی میری مصیبتوں میں کام آتا ہے۔"

"لمبوڑا سے تمہاری ملاقات کیسے ہوتی ہے؟"

"وہ مجھ سے اس وقت ملتا تھا جب میں نے ٹیلی پیتھی نہیں سیکھی تھی۔ میں اس کا شاگرد تھا۔ اسے خوش کرنے کے لئے اس کی بیٹی کا دیوانہ عاشق بن چکا ہوں۔"

"کیا اس کی بیٹی سے عشق نہیں کرتے ہو؟"

"فی الحال تو کر رہا ہوں۔ جب تک لمبوڑا کی سرپرستی رہے گی۔ میں گورا ہو کر بھی اس کالی کو برداشت کرتا رہوں گا۔"

میں نے اس پر عمل کیا۔ اسے اپنا معمول بنایا پھر اسے گیارہ بجے تک سونے کے لئے چھوڑ دیا۔ گیارہ بجے کانوداتا اس کے پاس آنے والی تھی۔ اس لئے میں نے صبح تک کے لئے تھرپال کو ڈھیل دے دی۔

میں نے پارس کی داستان وہاں منقطع کی تھی جہاں وہ رمنا کو ایک ہوٹل میں چھوڑ کر ایلا اور کیپٹن رنجیت سے نمٹنے گیا تھا۔ پھر دونوں کو خوب الجھاتے ہوئے بے نقاب کر چکا تھا۔

"را" تنظیم کے اعلیٰ عہدے دار پارس سے بہت خوش تھے اس کی ذہانت اور صلاحیتوں کے گن گا رہے تھے۔ اس نے ایلا جیسی غیر ملکی ایجنٹ کے ساتھ آستین کے سانپ کیپٹن رنجیت کو بھی ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ تنظیم کے عہدے داروں نے پارس سے ملاقات کی، اسے ایک پرائیویٹ بنگلے میں بلایا پھر بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے ایک نے کہا "ہماری تنظیم کے اندر چھپے ہوئے غدّار کو ڈھونڈ نکالنا بہت مشکل تھا پھر ہم کیپٹن رنجیت پر کبھی شبہ نہیں کر سکتے تھے۔ تم نے اس کے خلاف ثبوت پیش کر کے ہمیں سمجھا دیا ہے کہ اب ہمیں کسی عہدے دار پر بھی بھروسا نہیں کرنا چاہئے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ہم نے سوچا تھا تمہیں پوری طرح ٹریننگ دے کر پاکستان واپس بھیج دیں گے۔ وہاں تم ہمارے لئے جاسوسی کرو گے لیکن یہاں تو ہمارے ہی اندر چور چھپے بیٹھے ہیں۔ ہمیں اپنے اندر کے چوروں کو پکڑنے کے لئے تمہاری ضرورت ہے۔"

تیسرے نے کہا "تم نے تو کمال کر دیا ہے۔ ٹریننگ سینٹر سے پاس ہونے اور تنظیم میں کوئی چھوٹا سا عہدہ حاصل کرنے کے لئے دو سال لگتے ہیں تم نے دو ہی دنوں میں ایسے کمالات دکھائے ہیں کہ ٹریننگ سینٹر کے تمام امتحانات تمہارے سامنے بچکانہ لگ رہے ہیں۔"

دلیش پانڈے نے مسکرا کر کہا "کچھ میری بھی تعریفیں کرو۔ پاکستان سے کیسا ہیرا چن کر لایا ہوں۔"

ایک نے کہا "ہاں بھئی، تمہارا جواب نہیں ہے۔ تم قیامت کی نظر رکھتے ہو اور ہمیشہ قابل لوگوں کا انتخاب کرتے ہو۔"

دلیش پانڈے نے کہا "انجیلا، ایلا، شیوچرن اور کیپٹن رنجیت کے بے نقاب ہونے کے بعد ہم نے انہیں گرفتار کیا ہے۔ ان پر مقدمہ چلے گا لیکن یہودی تنظیم موساد کے خلاف فوری کارروائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ لوگ ہمارے اندر سرنگ بناتے رہیں گے۔"

"ہم نے حکم جاری کیا ہے کہ چوبیس گھنٹوں کے بعد یہاں موساد کا نہ دفتر رہے اور نہ ہی اس کا کوئی جاسوس نظر آئے۔ اگر کوئی نظر آئے گا تو اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔ گرفتار ہونے والا مزاحمت کرے گا تو اسے گولی مار دی جائے گی۔"

یہ پارس کا ایک کارنامہ تھا کہ وہ یہودی تنظیم کو وہاں سے اکھاڑ رہا تھا۔ اگرچہ وہ یہودی بھارت میں تھے لیکن وہاں سے

پاکستان کے خلاف کام کر رہے تھے۔ بھارتی حکومت خوش تھی کہ وہ لوگ بھارت کے سائے میں رہ کر پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ پارس نے ثابت کر دیا کہ یہودی اپنے باپ کے بھی نہیں ہوتے۔ بھارت کی جڑوں میں بیٹھ کر بھارت کی ہی جڑیں کاٹ رہے تھے۔

ایک اعلیٰ عہدے دار نے پارس سے کہا "حماد! تم بھارت ہی میں رہو گے۔ ہمارے اندر چھپے ہوئے غدّاروں کو تلاش کرو گے۔ یہودی تنظیم ختم ہو جائے گی لیکن باہر سے دوسرے یہودی دوسرے روپ میں آئیں گے۔ تم ایسے لوگوں کو بے نقاب کرو گے۔ کل تمہیں ایک خصوصی کارڈ دیا جائے گا جس کے ذریعے تم وزیروں، گورنروں اور ملک کے دیگر اکابرین کے پرائیویٹ اجلاس میں اور تقریبات میں بے روک ٹوک جا سکو گے۔"

پارس نے کہا "ایسا ہی ایک کارڈ میرے اسسٹنٹ کے لئے بھی ضروری ہوگا۔"

"تم کسے اسسٹنٹ بنانا پسند کرو گے؟"

"رمنا کو۔"

"وہ تو ان ٹرینڈ ہے، زیرِ تربیت ہے۔"

"میرے ساتھ رہ کر تربیت حاصل کرے گی۔ آپ کو شکایت کا موقع نہیں دے گی۔"

"یہ ذمے داری تم لیتے ہو تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

ایک اعلیٰ عہدے دار نے دو لفافے اسے دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامے تمہارے اور رمنا کے لئے ہیں۔ آج شام وزیرِ خوراک آر کے بھنڈاری کی صاحب زادی کی شادی ہے۔ وزیروں کے ہاں کوئی تقریب ہو تو دشمن، دوست کے بھیس میں آتے ہیں۔ تمہیں وہاں آنکھیں کھلی رکھنی ہیں۔"

وہ ضروری گفتگو کے بعد دلیش پانڈے کے ساتھ بنگلے سے باہر آیا پھر اس کی کار میں بیٹھ گیا۔ اس نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے حماد! میری بھتیجی میں بڑی دلچسپی لے رہے ہو؟"

"تمہیں اعتراض ہے تو نہیں لوں گا۔"

"خبردار! آئندہ مجھے تم نہیں آپ کہنا اور انکل کہہ کر مخاطب کرنا۔"

"یہ انکل کیوں بن رہے ہو؟"

"میں رمنا کا انکل ہوں۔ اس کے تعلق سے مجھے اور کیا کہو گے؟"

"یعنی تم چاہتے ہو میں بھارتی فلموں کی طرح رمنا سے کسی مندر میں شادی کروں اور تم سے آشیرواد لینے آؤں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "جب آشیرواد دوں گا تو پھر مندر میں جانے کی ضرورت نہیں ہوگی۔"

پارس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا "کیا تمہارے دھرم میں شادی شدہ مرد دوسری شادی کر سکتا ہے؟"

"کرنے والے کر لیتے ہیں۔ مگر یہ ہمارے کلچر میں نہیں ہے۔ تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس لئے کہ بنگلہ دیش میں میری ایک بیوی ہے۔ تم تو جانتے ہو بنگالی عورتیں بہت بچے پیدا کرتی ہیں۔ جب اس نے سات پیدا کر دیئے تو گھبرا کر بھاگ آیا۔"

دلیش پانڈے نے حیرانی سے پوچھا "تم سات بچوں کے باپ ہو؟"

"سات نہیں، نو بچے۔"

"ابھی سات کہہ رہے تھے پھر نو کیسے ہو گئے؟"

"دو پاکستانی بیوی سے ہوئے۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو، تمہاری عمر کیا ہے؟"

"پانڈے! تم بڑے تجربے کار بنتے ہو۔ خود ہی بتاؤ کیا عمر ہے میری؟"

اس نے کار روک دی۔ پارس کو لغور دیکھا اور سوچتے ہوئے کہا "بائیس سے زیادہ کے نہیں لگتے۔ زیادہ سے زیادہ پچیس برس کے ہو۔ چلو چھبیس کہتا ہوں۔"

"پھر موقع دیتا ہوں، صحیح بتاؤ۔"

"بھئی تم اٹھائیس سے زیادہ کے نہیں ہو سکتے۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟ تمہارے غلط حساب لگانے سے کیا میری پیدائشی تاریخ بدل جائے گی۔ میں تیس اور دو کا یعنی بتیس برس کا ہوں۔"

وہ کار آگے بڑھاتے ہوئے بولا "یقین نہیں آتا، تم کہہ رہے ہو تو مان لیتا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا "میری بھتیجی اٹھارہ برس کی ہے، اور تم دو بیویوں اور نو بچوں والے ہو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔"

"ہاں، نو بچے مناسب نہیں ہیں۔"

"میں صرف بچوں کی نہیں، تمہاری عمر کی اور دو بیویوں کی بھی بات کر رہا ہوں۔ تم رمنا سے دور رہو۔"

پارس نے اسے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا "یہ دعوت نامہ رمنا کے لئے تھا۔ اسے واپس کر دو۔"

"اسے واپس کیسے کر دوں؟ یہ تم دونوں کی ڈیوٹی ہے، سرکاری معاملہ ہے؟"

"میں کہہ دوں گا کہ رمنا میری اسسٹنٹ نہیں رہے گی۔ تمہیں اعتراض ہے۔"

"کیسی باتیں کرتے ہو۔ کیا تنظیم میں مجھے ذلیل کرو گے۔ مجھے تم دونوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے پر اعتراض نہیں ہے۔ مگر دوسرے معاملے میں اس سے دور رہو۔"

وہ ہوٹل میں آئے۔ رمنا نیند سے بیدار ہو کر غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر حماد (پارس) کا انتظار کر رہی تھی۔ اس کی نیند کے دوران میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اس کے دماغ کو پرائی سوچ

کی لہروں کے لئے لاک کردیا تھا تاکہ کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا رمنا کے دماغ میں آکر پارس کے لئے مشکلات پیدا نہ کرے۔

رمنا نے اسے دیکھتے ہی کہا "مجھے چھوڑ کر کہاں چلے گئے تھے؟"

"مجرموں کو پکڑنے گیا تھا۔"

"میں بھی جاسوس ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ جاسکتی تھی۔"

دلیش پانڈے نے کہا "بیٹی! آج حمّاد نے جو کارنامہ انجام دیا ہے' وہ تمہارے بس کا نہیں تھا۔ اس کی وجہ سے تمہیں ایک بہت بڑا اعزاز مل رہا ہے۔ تمہیں را تنظیم کا خصوصی کارڈ ملے گا جس کی رو سے تمہیں جاسوسہ تسلیم کیا جائے گا اور وہ کارڈ دکھا کر تم کسی بھی منسٹر کے راج محل میں داخل ہوسکوگی۔"

وہ خوش ہوکر بولی "اوہ آئی لَو یو حمّاد!"

پانڈے نے کہا "یہ لَو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

پارس نے کہا "ہاں رمنا! یہ لَو والا معاملہ نہیں چلے گا۔"

اس نے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

"بات یہ ہے کہ حمّاد کی دو بیویاں اور نو بچے ہیں۔"

"کیا؟" رمنا کا مُنہ حیرت سے کھل گیا۔ پھر وہ کڑک کر بولی "یہ جھوٹ ہے۔"

پانڈے نے کہا "یہ سچ ہے۔"

وہ بولی "یہ جھوٹ ہے' نو بچے نہیں ہوسکتے۔"

پارس نے کہا "ایک ساتھ نہیں ہوئے تھے۔"

"تم چپ رہو۔ ہم چچا بھتیجی کو بولنے دو۔"

وہ بولی "انکل! ابھی تو یہ خود بچہ ہے۔ اس کے بچے کیسے ہوسکتے ہیں؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہے کہ یہ خود بچہ ہے؟"

"میں جانتی ہوں۔ ہاسٹل میں ایک رات اس کے ساتھ گزار چکی ہوں۔"

"ایں؟" دلیش پانڈے جھینپ گیا پھر بولا "مجھے پتا ہے۔ وہ تمہاری مجبوری تھی۔ اس کے کمرے میں جا پھنسی تھیں لیکن آئندہ محبت میں پھنسنے والی بات نہیں ہونی چاہئے۔"

وہ بولی "بچے جوان ہوجائیں تو بزرگوں کو ان کے معاملات میں نہیں بولنا چاہئے۔"

"بزرگوں کو نصیحت کرنے کا حق ہوتا ہے۔ اس نے سات بنگلہ دلیش میں پیدا کرائے' دو پاکستان میں اور اب ہندوستان میں۔ نہیں نہیں..... ہرگز نہیں۔ تم اس سے دور رہوگی۔ چلو میرے ساتھ۔"

پارس نے کہا "لیکن تم نے کہا تھا یہ ڈیوٹی کے وقت میرے ساتھ رہے گی۔"

"ہاں شام کو سات بجے شادی ہے۔ رمنا وہاں پہنچ جائے گی۔"

"سوری انکل! میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی۔ مجھے حماد سے معلوم کرنا ہے کہ شادی کی تقریب میں ہماری مصروفیات کیا رہیں گی؟"

"یہ میں تمہیں سمجھاؤں گا۔"

"انکل! میں یہ سمجھ گئی ہوں کہ حماد کے ساتھ کام بھی کرنا ہے اور اس سے دور دور بھی رہنا ہے۔ میں دودھ پیتی بچی نہیں ہوں۔ پلیز آپ ہمیں پلاننگ کرنے کے لئے تنہا چھوڑ دیں۔"

اس نے غصے سے دیکھا۔ رمنا نے کہا "آپ کو میری عمر معلوم ہے' میں بالغ ہوں۔ اور بالغوں پر اپنی مرضی ٹھونسی نہیں جاتی۔"

وہ پاؤں پٹختا ہوا دروازے تک گیا پھر پلٹ کر بولا "حمّاد! میں تم سے عمر میں دوگنا ہوں۔ تم میرے سامنے بچے ہو۔ پھر بھی میں نے تمہیں اپنا دوست بنایا۔ تمہیں یہاں لاکر آسمان پر پہنچادیا لیکن تم میرے پاؤں تلے سے زمین نکال رہے ہو۔ تم ہوٹل سے باہر آؤ۔ تم سے سمجھ لوں گا۔"

وہ باہر آگیا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوگیا۔ وہ کوریڈور میں کھڑا ہوکر سوچنے لگا "یہاں سے کیسے جاؤں؟ بھتیجی اندر ہے۔"

وہ چاہتا تھا کہ اس کی بھتیجی رمنا "را" تنظیم میں اونچا مقام حاصل کرے۔ حماد دو برس کی ٹریننگ سے نجات دلا کر وہ مقام اسے دلا رہا تھا۔ پانڈے کو یقین تھا کہ وہ حماد کے ساتھ کام کرتی رہے گی تو ترقی کی منزلیں طے کرتی ہوئی ایک دن عالمی شہرت بھی حاصل کرے گی۔

اب یہ پریشانی لاحق تھی کہ وہ ہر ملک میں بچے پیدا کرتا جاتا ہے۔ ایسے میں رمنا کو اس کے ساتھ کام کرنا چاہئے یا نہیں؟

وہ ہوٹل کے کوریڈور میں کھڑا ہوا سوچ رہا تھا پھر دروازے پر دستک دیتے ہوئے بولا "حماد! ایک اچھی تدبیر سوجھ رہی ہے۔ آج سے میں بھی تم دونوں کے ساتھ ہر معاملے میں رہوں گا۔ شادی کی تقریب میں بھی آؤں گا۔ مجھے بھی اپنی پلاننگ میں شامل کرو' دروازہ کھولو۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر موسیقی کی آواز آنے لگی۔ انہوں نے ریڈیو یا ٹی وی آن کردیا تھا۔ لیکن دروازہ نہیں کھولا تھا۔ وہ اپنے دل کو تسلی دیتے ہوئے بولا "میں جانتا ہوں یہ سرکاری معاملے میں مصروف ہیں۔ بس آج کے جوانوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ ہم بوڑھوں کا تجربہ شامل نہیں کرتے ہیں۔"

پھر وہ ہوٹل سے باہر جاتے ہوئے بڑبڑایا "شریر کہیں کے' سرکاری معاملے میں بھی موسیقی سنتے رہتے ہیں۔"

بھارت میں جو غربت ہے' وہ قابلِ دید ہے۔ بھوکے اور ننگے لوگ تصویروں میں قابلِ دید ہونے کے باوجود دیکھے نہیں جاتے۔ گداگر عموماً ہاتھ پھیلا کر بھیک مانگتے ہیں' لیکن ہندوستان کے غریب اتنے مجبور اور فاقہ زدہ ہوتے ہیں کہ مانگتے مانگتے قدموں میں گر جاتے ہیں۔ یہ سراسر انسانیت کی توہین ہے اور بھارتی حکومت کی بے حسی اور بے پروائی ہے یا پھر یہ سوچ لیا گیا ہے کہ جن کے مقدر میں فٹ پاتھ پر رینگنا ہوتا ہے وہ کیڑے مکوڑے بن کر ہی زندگی گزارتے ہیں اور بھارتی حکمران ان کی بدبختی سے لڑنے کے قابل نہیں ہیں۔

آر کے بھنڈاری وزیرِ خوراک اور زراعت تھا۔ بھارتی عوام کا اَن داتا تھا۔ اس نے گھر گھر اناج پہنچانے کے لئے راشن کارڈ کا سسٹم جاری رکھا تھا۔ یہ جانتا تھا کہ عوام کا ووٹ لے کر اسے وزیر بنانے والے بنیے اور مہاجن اناج کو گوداموں میں چھپاتے ہیں۔ راشن کارڈ پر برائے نام اناج دیتے ہیں۔ باقی بلیک میں کمانے کے لئے غائب کردیتے ہیں۔ بھنڈاری ان کے خلاف ایکشن نہیں لیتا تھا بلکہ انہیں سر آنکھوں پر بٹھاتا تھا۔

اس نے بیٹی کی شادی میں ایسے ہی دو ہزار مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو مدعو کیا تھا۔ اپنی محل نما کوٹھی کے سامنے تین سو گز کے وسیع و عریض میدان میں شامیانہ اور قناتیں لگوائی تھیں۔ اندر اور باہر اتنے بلب اور ٹیوب لائٹس کی روشنی کی تھی کہ رات کو دن بنادیا تھا۔ دور تک موسیقی کا شور سنائی دے رہا تھا۔ شامیانے کے سائے میں امیر کبیر عورتوں اور مردوں کے قہقہے گونج رہے تھے۔

پارس' رمنا کے ساتھ کار میں آیا۔ ایک جگہ کار کو پارک کرکے دروازہ کھول کر باہر نکلا تو شامیانے کے باہر بھوکے اور ننگے لوگوں کو دیکھا۔ ننگے یوں تھے کہ صرف ستر پوشی کے لئے چھوٹا سا پھٹا پرانا کپڑا بدن پر نظر آرہا تھا۔ دس بارہ برس کے بچے بالکل بے لباس تھے۔ یہ دس بارہ نہیں تھے۔ قناتوں کے چاروں طرف بھٹک رہے تھے۔ باسمتی چاولوں کی بریانی کی خوشبو ان کی بھوکی روحوں کو جھنجوڑ رہی تھیں۔ وہ قناتوں کے قریب جاتے تھے تو ہاتھوں میں ڈنڈے لئے ہوئے سپاہی انہیں مار مار کر بھگا دیتے تھے۔

یہ بات نہیں ہے کہ صرف بھارت میں ہی ایسا ہوتا ہے۔ ایسے مناظر بنگلہ دلیش اور افریقی ممالک میں بھی نظر آتے ہیں۔ پاکستان اور دوسرے ممالک میں روٹی کے بھوکے کم ہیں لیکن زندگی کی دوسری ضروریات کے بھکاری ہیں اور ہمیں کہنے سننے میں شرم نہ آئے تو ہم زیادہ تر امریکا کے بھکاری ہیں۔ یہاں بھارت میں یہ منظر غیر انسانی تھا کہ قناتوں کے اندر صحت مند لوگ پیٹ بھر بھر کر کھا رہے تھے اور قناتوں کے باہر اسی ملک میں اسی میدان میں اپنی بھوکی قوم کو ڈنڈے مار کر بھگا رہے تھے اور یہ وزیرِ خوراک کے ہاں شادی کی تقریب میں ہورہا تھا۔

پارس نے رمنا سے پوچھا "یہ کیسا منظر ہے؟"

وہ بولی "ہم یہاں اپنی ڈیوٹی پر آئے ہیں۔ یہ بھوکے ہمارا مسئلہ نہیں ہیں۔"

"ہیں۔ ہمارا مسئلہ ہیں۔ جب ہم کھاتے ہوں اور یہ مُنہ دیکھتے ہوں تو یہ شرم کا مسئلہ ہے کہ انسانیت کو شرم کیوں نہیں آتی۔ اگر آزادی کے پہلے دن سے آج ۴۴ سال تک اس ملک میں بھوکوں کی تعداد بڑھتی گئی ہے تو یہ حکومت کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ فوجی طاقت بڑھا کر ایشیا میں سپر پاور بن رہی ہے۔ یا کروڑوں کی تعداد میں جنتا کو بھوکا رکھ کر سپر بے شرم بنتی جارہی ہے؟"

وہ باتیں کرتے ہوئے شامیانے میں آئے۔ اگرچہ بریانی اور دیگر کھانوں کی خوشبو آرہی تھی لیکن ابھی کھانا شروع نہیں ہوا تھا۔ لگن منڈپ میں دلہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ پنڈت جی سنسکرت میں منتر پڑھتے ہوئے انہیں شادی کے بندھن میں باندھ رہے تھے۔ رمنا اور پارس نے منسٹر آر کے بھنڈاری سے مصافحہ کرتے ہوئے چپکے سے کہا "ہم اسپیشل ڈیوٹی پر ہیں۔ یہاں مخالف پارٹی کے لوگ ہوں یا کسی پر شبہ ہو تو ہمیں بتائیں۔"

بھنڈاری نے اپنے سیکریٹری کو حکم دیا۔ "جو ہمارے مخالف ہیں اور ہماری نظروں میں مشکوک ہیں ان کی شکلیں انہیں دور سے دکھاؤ۔"

پارس اور رمنا سیکریٹری کے ساتھ ایک طرف گئے۔ میں بھنڈاری کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اقتدار میں رہ کر عوام کے مسائل حل کرنے ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ حکومت کی گدّی پر بٹھانے والے بیوروکریٹ مہاجنوں اور سرمایہ داروں کو خوش رکھنا پڑتا ہے۔

ابھی اس نے پولیس افسران کو حکم دیا تھا کہ باہر بھوکی جنتا پر ڈنڈے نہ برسائے جائیں ورنہ حکومت بدنام ہوگی۔ اخباری فوٹو گرافروں پر کنٹرول رکھا جائے ورنہ وہ ایسی تصویریں اخبارات میں شائع کریں گے۔ وزیرِ خوراک کے گھر کے سامنے ایسا ہوگا تو اپوزیشن والے موقع سے فائدہ اٹھائیں گے۔ جنتا کو ہمارے خلاف بھڑکائیں گے۔

وہ پریشان ہوکر بڑبڑانے لگا "یہ چھوٹی ذات کے بھوکے ننگے لوگ مرتے کیوں نہیں؟ ہم ایک وقت بھوکے نہیں رہ سکتے اور یہ صدیوں سے بھوکے رہ کر زندہ چلے آرہے ہیں۔"

میں اس مفاد پرست سیاستداں کو چھوڑ کر رمنا کے پاس آیا۔ ایک لیڈر اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہہ رہا تھا "تم بہت سُندر ہو۔ تمہیں دیکھ کر نگاہوں کے سامنے شراب چھلکنے لگتی ہے۔ اب تک تم کہاں تھیں؟"

"تمہاری ماں کے پیٹ میں تھی۔ اب رشتہ سمجھو اور شراب چھلکاؤ۔"

وہ غصے سے بولا "شٹ اپ۔ جانتی ہو' میں کون ہوں؟ اپوزیشن کا مضبوط بازو ہوں۔ یہ منسٹر بھنڈاری صاحب سمجھ رہے تھے' میں مخالف پارٹی کا بازو ہوں۔ یہ دعوت دیں گے تو نہیں آؤں گا۔ لیکن میں آگیا اب یہ پریشان ہیں کہ میں اتنی بڑی پارٹی میں کیا گل کھلانے والا ہوں۔"

رمنا نے میری مرضی کے مطابق کہا "سو سوری' مجھے نہیں

معلوم تھا کہ آپ ایسے زبردست ہیں کہ بھنڈاری جیسے منتری بھی آپ سے گھبراتے ہیں۔ اب تو میں ضرور شراب چھلکاؤں گی۔"

وہ رمنا کا ہاتھ تھام کر اس طرف جانے لگا جہاں وی آئی پیز کے لئے ولایتی مہنگی شراب کا انتظام کیا گیا تھا۔ اس کی سوچ نے بتایا اس کا نام آتما رام ہے۔ منسٹر بھنڈاری نے جس ادارے کو دو ہزار افراد کے کھانے تیار کرنے کا آرڈر دیا تھا' آتما رام کے دو آدمیوں نے اس ادارے میں جاکر خفیہ طور سے تمام کھانوں کو زہریلا بنا دیا تھا۔ اب وہی کھانا وہاں مہمانوں کے لئے پہنچا ہوا تھا۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا آتما رام کو رجھا رہی ہے۔ میں دونوں کو ایک گوشے میں لے جاتا ہوں۔ تم پولیس افسران کے ساتھ جاؤ اور کھانے کے انچارج سے کہو' جب تک حکم نہ دیا جائے' کھانا دیگوں سے نہ نکالا جائے پھر تم اعلیٰ افسران کے ساتھ آتما رام کے پاس آؤ۔"

ادھر آتما رام نے بار کے حصے میں آکر ایک بوتل کھولی پھر رمنا سے پوچھا "تم کیا پیو گی؟"

میں نے بوتل کو اس کے منہ سے لگایا اور سوڈے یا پانی کے بغیر کئی گھونٹ اس کے حلق سے اتار دیئے۔ رمنا نے اس کے ہاتھ سے بوتل لے کر کہا "ایسے نہیں' میں اپنے ہاتھوں سے پلاؤں گی۔"

اس نے گلاس میں وھسکی بھر کے دی' وہ بولا "تمہارے سامنے جوش میں آکر سوڈے کے بغیر پی گیا۔ اب تو سوڈا ملا دو۔"

"میں محبت میں اور شراب میں ملاوٹ پسند نہیں کرتی۔"

وہ جھوم کر بولا "واہ جانِ من! کیا غضب کی بات کہہ دی ہے تم نے۔ جی چاہتا ہے کہ..... کہ....."

میں نے وہ گلاس منہ سے لگا دیا۔ وہ ایک ہی سانس میں پینے لگا۔ میں نے رمنا کے ذریعے دیکھا۔ پارس اعلیٰ افسران اور سپاہیوں کے ساتھ آرہا تھا۔ میں آتما رام کے اندر پہنچا۔ وہ میری مرضی کے مطابق گلاس خالی کرتے ہوئے بولا "میری جان! آج مزہ آئے گا۔ بھنڈاری کی وزارت خاک میں مل جائے گی۔"

رمنا نے پوچھا "خاک میں کیسے ملے گی؟"

"میرے آدمیوں نے تمام کھانوں میں زہر ملا دیا ہے۔ جب حکومت کے بڑے بڑے لوگ یہ کھانے کھا کر مریں گے تو ذرا سوچو ہمارے مہا منتر بھنڈاری کا انجام کیا ہوگا۔"

پارس کے حکم سے شادی کی ویڈیو فلم بنانے والے آتما رام کی طرف گھوم گئے تھے۔ آڈیو ریکارڈر آن ہوگیا تھا۔ رمنا تعجب سے پوچھ رہی تھی "کیا تم نے تمام کھانوں میں سچ مچ زہر ملایا ہے؟"

"بالکل سچ مچ ملایا ہے۔ میری جان تم نہ کھانا۔ بھوک لگے تو مجھے کھا لینا۔ ویسے کھانے کی چیز تو تم ہو۔ ہائے کیا حسن ہے' کیا شباب ہے؟"

"لیکن شراب کے ساتھ شباب کا نہیں کباب کا مزہ آتا ہے' میں تمہارے لئے کباب لاتی ہوں۔"

وہ جانے لگی۔ وہ ہاتھ اٹھا کر چیختے ہوئے بولا "ارے کباب میں بھی زہر ہے۔ تم مجھے زہر کھلانا چاہتی ہو۔ مجھے نشے میں سمجھ کر الّو بنانا چاہتی ہو۔ میں بہت ہوشیار ہوں......"

سوڈے کے بغیر خالص شراب دماغ پر چڑھ گئی تھی۔ اب میں اسے مجبور نہیں کررہا تھا۔ وہ خود ہی بول رہا تھا۔ پریس رپورٹرز اور فوٹو گرافرز وغیرہ بھی اس کی باتیں نوٹ کررہے تھے اور اس کی تصویریں اتار رہے تھے۔ ان تمام کارروائیوں کے بعد اسے حراست میں لے لیا گیا۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ وہ کتنے بھیانک جرم کا مرتکب ہورہا تھا۔ آج یہاں چند منٹوں میں منسٹر بھنڈاری کے دو ہزار مہمانوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ اگر اس کے جرم کا بھید نہ کھلتا تو ایسی زہر خورانی کے سانحے کو حکومت کی نااہلی کے کھاتے میں ڈال کر اپوزیشن والے جنتا کو حکومت کے خلاف خوب بھڑکاتے۔

تمام کھانوں کے طبّی معائنے کے بعد آتما رام کا جرم ثابت ہوگیا تھا۔ وہ اپوزیشن کا بہت مضبوط ہاتھ تھا۔ حکومتی پارٹی کے خلاف زبردست چالیں چلتا تھا۔ بھنڈاری کا دشمن تھا' لیکن اس کی دعوت میں یہ ثابت کرنے آیا تھا کہ وہ بھی زہریلا کھانا کھانے والوں کے ساتھ تھا اس لئے اس نے یا اپوزیشن کے کسی آدمی نے زہر نہیں ملایا ہے۔ اس کی پلاننگ تھی کہ وہ کھانا شروع ہوتے ہی شراب پینا شروع کردے گا تاکہ یہ بہانہ رہے کہ پینے والے پینے کے بعد کھاتے ہیں۔

اپوزیشن پارٹی کو چپ لگ گئی تھی۔ ان کا اہم آدمی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ اپنے غنڈوں کو حکم دے چکے تھے کہ اس لڑکی کو اٹھا کر لاؤ جس نے آتما رام کو بہت زیادہ پلا کر آؤٹ کرا دیا تھا۔

تمام مہمانوں میں سنسنی اور دہشت پھیل گئی تھی۔ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے۔ اگر کھانا کھا لیتے تو کیا ہوتا؟ سب کا رام نام ست ہوجاتا۔

دوسرے کھانے کا انتظام ہورہا تھا' لیکن وہ کھانا نہیں چاہتے تھے۔ بھنڈاری کو بیٹی کی شادی کی بدھائی دے کر واپس جانا چاہتے تھے۔ بھنڈاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا "آپ کی حکومت کا ایک منتری ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہے۔ آپ نہ جائیں۔ اچھی طرح طبّی معائنے کے بعد آپ کو کھانا پیش کیا جائے گا۔ دشمنوں نے رنگ میں بھنگ ڈالنے کی کوشش کی تھی۔ ہمارے ذہین سراغ رسانوں نے کوشش کو ناکام بنا دیا ہے۔ ہم بہت زیادہ چوکس ہیں۔ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

بھنڈاری کے سامنے دور تک مہمانوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ اس نے رمنا اور پارس کو بلا کر مہمانوں سے کہا "ان دونوں کو یوں تو ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ترقی ملے گی' لیکن میں آپ کے سامنے ان کو منہ مانگا انعام دوں گا۔ بولو رمنا' بولو حماد! کیا چاہتے ہو؟"

رمنا نے کہا "میں وہ انعام چاہتی ہوں جو آپ کے ذریعے بھگوان سے ملتا ہے۔ میں آپ سب کی دعائیں چاہتی ہوں۔"

سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔ مہمان عورتوں نے کہا "ہماری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم صبح پوجا میں تمہارے لئے پرارتھنا کریں گے۔"

پارس نے کہا "دیس کے مسائل صرف دعاؤں سے حل نہیں ہوتے' دوائیں بھی ضروری ہیں۔ آپ کی محبت اور ہمدردی بھی لازمی ہے اس لئے میں صرف شری بھنڈاری جی سے نہیں آپ تمام سے بھی انعام چاہتا ہوں۔ کیا آپ سب ابھی مجھے انعام دیں گے؟"

سب لوگ کہنے لگے "دیں گے' ابھی دیں گے۔ مانگو' کیا مانگتے ہو؟"

پارس نے اپنی قمیص کا دامن دونوں ہاتھوں سے تھام کر بھیک مانگنے کے انداز میں کہا "میں ان بھوکے اور ننگے لوگوں کے لئے بھیک مانگتا ہوں جو شامیانے سے باہر کھانا مانگنے کے جرم میں ڈنڈے کھا رہے ہیں۔"

وہ سب گم صم سے ہوکر سننے لگے۔ وہ بولا "میں مسلمان ہوں۔ ہمارے ہاں جان کا صدقہ دیا جاتا ہے۔ آج آپ سب کی جانیں جاتے جاتے بچ گئیں۔ آپ اپنی جانوں کا صدقہ دیں۔ آپ سب ملک کے اکابرین ہیں' آپ کی مضبوط آواز دیس کی اسمبلیوں میں پہنچے گی تو آپ کی فاقہ کرنے والی غریب جنتا کو ڈنڈوں کے بغیر روٹیاں مل جایا کریں گی۔ اس دیس کے وزیر خوراک نے انعام مانگنے کو کہا تو میں نے مانگ لیا۔ اب انعام کا انتظار کرتا رہوں گا۔"

بھنڈاری نے کہا "میں وعدہ کرتا ہوں۔ اسمبلی میں سب سے پہلے یہی مسئلہ اٹھایا جائے گا اور غریب جنتا کی بھوک مٹانے کا فوری حل تلاش کیا جائے گا۔ اس وقت جتنے بھوکے باہر ہیں میں ان کے لئے ابھی کھانا منگوا رہا ہوں۔"

سب لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ دوسرے کھانوں کا توجہ سے طبی معائنہ کیا گیا۔ مرد' عورتیں' بچے کھانے میں مصروف ہوگئے۔ رمنا اور پارس شامیانے کے مختلف حصوں میں جاکر دشمنوں کو تاڑنے کی کوشش کررہے تھے۔ ایک خاتون نے رمنا سے کہا "بیٹی! میرے پیٹ میں درد ہورہا ہے۔ پلیز مجھے میری کار تک پہنچا دو۔"

وہ خاتون کو سہارا دے کر شامیانے کے باہر پارکنگ والے حصے میں لائی۔ پھر اسے کار تک پہنچا کر جانا چاہتی تھی۔ عورت! اس نے پرس سے ریوالور نکال کر حکم دیا "تم واپس نہیں جاؤ گی۔ کار میں چپ چاپ بیٹھ جاؤ۔"

رمنا نے ریوالور دیکھتے ہی پوچھا "یہ کیا مذاق ہے؟"

"مذاق سمجھ کر جانا چاہو گی یا شور مچاؤ گی تو منہ سے آواز نکلنے سے پہلے ہی گولی مار دوں گی۔ آخری بار کہتی ہوں' بیٹھ جاؤ۔"

میں نے رمنا کو کار کی پچھلی سیٹ پر بیٹھنے کے لئے مائل کیا۔ وہ بیٹھ گئی۔ دو افراد تیزی سے آکر اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے اسٹیئرنگ سنبھالی۔ پھر کار کو اسٹارٹ کر کے اسے ڈرائیو کرتے ہوئے ایک سمت جانے لگے۔

میں نے پارس سے کہا "رمنا اغوا کی جارہی ہے۔ اپنی کار میں جاؤ' میں تمہیں گائیڈ کرتا رہوں گا۔"

میں پھر رمنا کے پاس آگیا۔ اس کے دائیں طرف بیٹھا ہوا شخص کہہ رہا تھا "تم نے بڑی مکاری سے آتما رام کو گرفتار کرایا ہے۔ تمہارے جیسی لڑکی کو ہی حسین بلا کہتے ہیں۔"

بائیں طرف والے نے کہا "مکاری کرتے وقت تمہیں ذرا بھی خوف نہیں آیا کہ کیلاش راٹھور تمہارے ساتھ کتنا برا سلوک کرے گا؟"

کیلاش راٹھور اپوزیشن پارٹی کا لیڈر تھا۔ پچھلے الیکشن میں ہارنے کے بعد اس نے پوری ایک بستی میں آگ لگا دی تھی کیونکہ وہاں سے کسی نے اسے ووٹ نہیں دیا تھا۔ دوسری بستی میں بھنڈاری کے دو حمایتیوں کو سرعام قتل کیا تھا مگر سزا سے بچ گیا تھا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اس کے خلاف گواہی دیتا۔ جو اس کی [illegible] فہرست میں آجاتا تھا پھر زندہ نہیں رہ پاتا تھا۔ عورتوں کے ساتھ بہت ہی شرمناک سلوک کرنے کے بعد قتل کرتا تھا۔

رمنا کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اس نے کیلاش راٹھور کی سنگدلی اور بے شرمی کے بڑے چرچے سنے تھے۔ آج ایسے ہی بے رحم آپریشن سے گزر کر مرنے والی تھی۔ کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا۔ اس کی دانست میں حماد اس سے بے خبر تھا۔ پولیس اور انٹیلی جنس والوں کو بھی اس کے اغوا ہونے کا علم نہیں تھا۔ ایسی بے یاری اور مددگاری کی حالت میں شرمناک موت یقینی تھی۔

میں رمنا کے آس پاس بولنے والوں کے چور خیالات پڑھ کر معلوم کرچکا تھا کہ وہ اسے دہلی شہر کے باہر کیلاش راٹھور کے ایک خفیہ اڈے میں لے جارہے ہیں اور یہ معلومات پارس تک پہنچتی جارہی تھیں۔ اس نے موبائل فون کے ذریعے دلیش پانڈے کو اطلاع دی "مسٹر پانڈے! تمہارے حکم کے مطابق رمنا مجھ سے دور ہوگئی ہے۔"

پانڈے نے کہا "چلو اچھا ہے۔"

"اسے اغوا کرنے والے مجھ سے دور لے گئے ہیں۔"

وہ اچھل پڑا پھر بولا "کیا کہا اسے اغوا کیا گیا ہے اور تم اتنے اطمینان سے اطلاع دے رہے ہو۔"

"اطمینان کیوں نہ ہو۔ تم نے مجھ سے دور کرنے کے لئے اسے اغوا کرایا ہے۔"

وہ چیخ کر بولا "عقل کے دشمن! اسے اپوزیشن والے لے جارہے ہوں گے۔ کیلاش بہت خطرناک ہے۔ اس کی ہڈیوں کا بھی پتا نہیں چلنے دے گا۔"

پارس نے کہا "وہ ہڈیوں کا کیا کرتا ہے؟"

"مجھے کیا معلوم کیا کرتا ہے۔ فضول باتیں پوچھ رہے ہو۔ فوراً رمنا کا پیچھا کرو۔"

"دیکھو اپنی بھتیجی کا پیچھا کرنے کو کہہ رہے ہو۔ پھر شکایت نہ کرنا۔"

"میں بدمعاشوں کا پیچھا کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"وہ تو میں کر رہا ہوں۔ فون پر کیوں چیخ رہے ہو؟"

"تم بکواس کرو گے تو کیا غصّہ نہیں آئے گا؟ تم آدمی کام کے ہو مگر بہت بیہودہ ہو۔ کیا وہ کسی گاڑی میں اسے لے جا رہے ہیں؟"

"نہیں پیدل ٹہلا رہے ہیں۔ میں ان کے پیچھے ٹہل رہا ہوں۔"

"تم سے باتیں کرنے کے لئے مجھے گھی کھانا پڑے گا۔"

"گھی کھانے کی نہیں پینے کی چیز ہے۔"

"مجھے معاف کردو میرے باپ! یہ بتاؤ وہ کس گاڑی میں اسے لے جا رہے ہیں۔ گاڑی کا رنگ اور نمبر بتاؤ۔"

"رات کے وقت نمبر پلیٹ پڑھنے قریب جاؤں گا تو انہیں شبہ ہوگا۔"

"اس وقت کس علاقے میں ہو؟"

"میں پہلی بار دہلی آیا ہوں یہاں کے راستوں اور علاقوں کے نام نہیں جانتا ہوں۔"

"تو پھر میں پولیس پارٹی کہاں بھیجوں؟"

"میرے پیچھے بھیجو۔"

"لیکن معلوم تو ہو تم کہاں ہو کس راستے پر ہو۔"

"میں نیکی اور شرافت کے راستے پر ہوں۔ عقل استعمال کرو تم نے اپنی کار مجھے دی ہے۔ کیا اس کار کا رنگ اور نمبر پولیس پارٹی کو نہیں بتا سکتے۔ پولیس میرے پیچھے میں تمہاری بھتیجی کے پیچھے اس طرح یہ دنیا ایک دوسرے کے آگے پیچھے رہتی ہے۔"

پانڈے نے رابطہ ختم کردیا۔ پارس نے اسے یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ تعاقب کرتا ہوا شہر کے باہر آگیا۔ وہ چاہتا تھا پہلے خود اپوزیشن سے نمٹے تاکہ پھر ایک اور کامیابی کا سہرا اس کے سر آئے اور بعد میں پولیس والے پہنچیں، جیسا کہ ہمیشہ ہوا کرتا ہے۔

وہ شہر سے پچاس کلومیٹر دور ایک کچے راستے پر مڑ گئے پھر آدھے گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد ایک پرانی سی حویلی میں آئے۔ وہ ایک چھوٹی سی بستی تھی۔ کیلاش راٹھور کی جاگیر تھی۔ حویلی میں پہنچنا تو دور کی بات ہے کوئی بستی میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ کیلاش کے تقریباً تین درجن مسلّح حواری وہاں مختصر سی فوج کی طرح رہتے تھے اور کسی اجنبی کو بستی میں قدم رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

میں نے اغوا کرنے والوں کے ذریعے دو چار مسلّح حواریوں کی آوازیں سنیں پھر حویلی کے اندر بھی دو اشخاص کے پاس پہنچ گیا۔

ایسے مراحل سے گزرنے میں مجھے دیر لگی۔ اس دوران پارس اپنے طور پر بہت کچھ کرتا رہا۔ اس نے اپنی کار بستی کے باہر چھوڑ دی تھی اور چھپتا چھپاتا حویلی تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔

حویلی کے پچھلے دروازے پر ایک بوڑھا پہرے دار تھا۔ وہ اپنی گن ایک طرف رکھے چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا۔ پارس دبے قدموں اس کے پیچھے سے گزرتا ہوا اندر چلا گیا۔ بوڑھے گن مین کو خبر نہ ہوئی۔ اگر ہوتی تو میں اسے قابو میں کرلیتا۔

میں نے کہا "وہ رمنا کو اوپری منزل کے ایک کمرے میں لے گئے ہیں۔ اس کمرے کے بند دروازے پر دو پہرے دار ہیں۔"

اس نے سر اٹھا کر اوپری منزل کی طرف دیکھا۔ کیلاش راٹھور ایک بہت بڑی خواب گاہ کے قیمتی صوفے پر بیٹھا پی رہا تھا۔ وہ خواب گاہ قیمتی سامان سے آراستہ تھی۔ ایک بڑے سے ٹی وی اسکرین پر ایک حیا سوز ویڈیو فلم چل رہی تھی۔ ایسے وقت دو غنڈے رمنا کو پکڑ کر لائے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی۔ اب تک ٹریننگ سینٹر میں جتنے داؤ پیچ سیکھ چکی تھی۔ انہیں غنڈوں پر آزما رہی تھی۔ مگر ناکام ہو رہی تھی۔ انہوں نے اسے دھکا دے کر کیلاش کے قدموں میں گرایا پھر واپس جانے لگے۔

وہ فوراً ہی اٹھ کر بھاگنا چاہتی تھی۔ کیلاش نے بیٹھے ہی بیٹھے ایک زور کی لات ماری۔ وہ تکلیف سے چیختی ہوئی دوسری طرف جا گری۔ دوبارہ اٹھنے تک اسے لانے والے باہر جا کر دروازہ بند کر چکے تھے۔

کیلاش نے گلاس خالی کرتے ہوئے مسکرا کر کہا "ایسی ہی سچویشن پر کہتے ہیں۔ قید میں ہے بلبل، صیّاد مسکرائے، چیخا بھی نہ جائے یہاں سے بھاگا بھی نہ جائے۔"

وہ قالین پر سے اٹھتے ہوئے بولی "کیا تم کیلاش ہو؟"

"شاباش، تم نے تعارف کے بغیر ہی اپنے یار کو پہچان لیا۔"

"مجھے بھی پہچان لو۔ میں ملٹری انٹیلی جنس کی ایک جاسوس ہوں۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو مجھے جانے دو۔"

"تم نے ہماری خیریت ہی کہاں رکھی ہے۔ آتمام رام کو گرفتار کرا کے جنتا کے سامنے ہمارے پوزیشن دو کوڑی کی کردی ہے اب تو تم ایک کوڑی کی بھی نہیں رہوگی۔ ذرا ٹی وی کی طرف دیکھو۔"

اس نے ٹی وی کی طرف دیکھا پھر جلدی سے منہ پھیر لیا۔ شرم اور غصّے سے سرخ ہو کر بولی "تمہیں شرم نہیں آتی؟"

"تمہیں بھی نہیں آئے گی۔ میں دشمنوں کو دیکھے بغیر ہی گولی مار دینے کا حکم دیتا ہوں۔ لیکن جس کے حسن و شباب کی تعریفیں سنتا ہوں اسے چکھنے اور چبانے کے لئے ضرور یہاں بلاتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "خبردار! مجھ سے دور رہو۔ مجھے حمّاد کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔"

"اچھا تو کوئی مسلمان تمہیں جھوٹا کر چکا ہے۔ کیا یہ وہی جوان ہے جس کے ساتھ مل کر تم نے آتما رام کو گرفتار کرایا تھا؟"

"ہاں وہی ہے۔ اس سے ڈرو۔ وہ بہت خطرناک ہے۔ یہاں پہنچے گا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

وہ آگے بڑھتے ہوئے بولا "اس حویلی کا تہ خانہ بہت پُراسرار ہے۔ تمہارا یار اندر جائے گا تو کبھی واپس نہیں آئے گا۔ تمہیں کھانے کے بعد جو ہڈیاں بچیں گی وہ بھی تہ خانے میں جائیں گی۔"

اس نے لپک کر ساری کا آنچل پکڑ لیا۔ وہ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ حمّاد! مجھے بچاؤ۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہاں حمّاد کا باپ بھی نہیں آئے گا۔ چلّاؤ خوب چلّاؤ۔"

وہ خود کو چھڑانے کی جدوجہد کرتے ہوئے چیخ رہی تھی "حمّاد! حمّاد! حمّاد۔۔۔"

ایک زوردار آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک پہرے دار لڑکھڑاتا ہوا آکر کمرے میں گرا۔ کیلاش نے دروازے پر دیکھا۔ رمنا نے خوشی سے چیخ ماری "حمّاد!"

پارس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ کیلاش دوڑتا ہوا الماری کی طرف گیا۔ وہاں سے ریوالور نکالنا چاہتا تھا۔ پارس اچھل کر اس کے اور الماری کے درمیان آگیا پھر بولا "سنا ہے تم بہت خطرناک ہو۔ اپنے شکار کو بڑی بے دردی سے قتل کرتے ہو۔"

اس نے پارس کو باتوں میں مصروف سمجھ کر حملہ کیا۔ اس پر چھلانگ لگائی۔ پارس نے جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ پھر اسے سر سے بلند کرتے ہوئے اس پہرے دار پر پھینکا جو پہلے ہی مار کھا کر زخمی ہو کر کمرے میں آگرا تھا۔ اس زخمی نے اٹھتے ہوئے ایک چاقو نکالا تھا۔ کیلاش اس پر آکر گرا تو چاقو اس کی پسلیوں میں پیوست ہوگیا۔ اس نے چیخ کر۔۔۔ گالیاں دیتے ہوئے اپنی پسلیوں سے چاقو کو نکالا پھر غصّے سے پہرے دار کے سینے میں اسے گھونپ دیا۔

پارس نے پوچھا "رمنا! تمہیں کیا ٹریننگ دی گئی ہے؟ اگر زخمی دشمن کے ہاتھ میں ہتھیار ہو تو کیا کرنا چاہئے؟"

اس کے ایک ہاتھ میں خون آلود چاقو تھا دوسرا ہاتھ زخمی پسلیوں پر رکھا ہوا تھا۔ وہ غرّاتا ہوا پارس کو قتل کرنے آ رہا تھا۔ رمنا نے کہا "اے اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں تمہاری شامت ہوں۔"

وہ غرّاتے ہوئے تیزی سے رمنا کی طرف گھوم گیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی، پارس نے آواز دی "اُدھر کیا جا رہے ہو۔ میں حملہ کر رہا ہوں۔"

وہ پھر تیزی سے پارس کی طرف گھوم گیا۔ اِدھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ رمنا اس کی طرف دوڑتی ہوئی بولی "میں حملہ کر رہی ہوں۔"

وہ دونوں اسے پیچھے سے ہونے والے حملوں سے ڈرا رہے تھے، لیکن حملہ نہیں کر رہے تھے۔ وہ کبھی اِدھر کبھی اُدھر بھاگ رہا تھا اور تھک رہا تھا۔ زخم سے بہنے والا خون اسے کمزور بناتا جا رہا تھا۔ ایسے میں عقل کام نہیں کر رہی تھی۔ وہ آگے پیچھے گھوم گھوم کر چاقو لہرا رہا تھا۔

رمنا نے کہا "کیلاش! یہ زخمی دشمن کو بے بس کرنے کی ایک تکنیک ہے۔ تم ہم دونوں کی طرف گھوم گھوم کر حملے کرتے رہو گے اور نہیں رکو گے۔ رکنا چاہو گے تو پھر دونوں طرف سے حملے ہوں گے۔ لہٰذا دونوں طرف ناچتے رہو اور ٹی وی کی شرمناک فلم دیکھتے ہوئے اپنے شرمناک انجام کو پہنچتے رہو۔"

پارس نے صوفے پر بیٹھ کر ریسیور کو اٹھایا۔ پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ہونے پر بولا "مسٹر پانڈے! ہم کیلاش نگر کی حویلی میں ہیں۔"

وہ بولا "میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا، وہ شیطان میری بھتیجی کو اسی حویلی میں لے گیا ہوگا۔ اس لئے پولیس پارٹی کے ساتھ یہاں پہنچا ہوا ہوں۔ کیلاش کے غنڈے فائرنگ کر رہے ہیں۔ ہم جوابی فائرنگ کرتے ہوئے بستی میں داخل ہو رہے ہیں۔"

پارس نے کہا "حویلی میں داخل نہ ہونا۔"

"کیوں؟ وہاں کیا ہے؟"

"یہاں رمنا کے سامنے ایسی ویڈیو فلم چل رہی ہے جسے تم نہیں دیکھ سکو گے۔"

"کیسی فلم چل رہی ہے؟ اے سچ سچ بتاؤ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ میں نے تم سے کہا تھا میری بھتیجی سے دور رہو۔"

"میں دور ہو جاؤں گا تو کیلاش قریب ہو جائے گی۔"

"اے یہاں گولیاں چل رہی ہیں۔ مجھے پریشان نہ کرو۔ سب کو اپنی ماں بہن سمجھو۔"

"یہی میں کیلاش کو سمجھا رہا ہوں۔"

"فوراً ٹی وی آف کرو۔"

پارس نے کہا "اے رمنا! تمہارے انکل غصّہ کر رہے ہیں، حکم دے رہے ہیں، فوراً ٹی وی آف کرو۔ آں۔ ہاں۔ ایسے۔ شاباش اچھی بچیاں اسی طرح بزرگوں کا کہنا مانتی ہیں۔ مبارک ہو پانڈے یہاں ٹی وی بند ہو گیا ہے۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ اس دوران کیلاش کے ہاتھ سے چاقو گر گیا تھا۔ رمنا اسے ٹھوکریں مارتے ہوئے کہہ رہی تھی "اٹھو زمین سے اور میری ساڑی اتار دو۔ بتاؤ کہ کتنے زبردست ہو۔"

وہ گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے بولا "ڈاکٹر کو بلاؤ۔ زخم سے خون بہہ رہا ہے۔ میں مر جاؤں گا۔"

"زندہ رہنا چاہتے ہو تو تہ خانے کا چور دروازہ دکھاؤ۔ ایک کاغذ پر اپنے تمام جرائم کا اعتراف کرو۔"

وہ ایک میز پر سے کاغذ قلم لے کر آئی۔ اس کے سامنے فرش پر رکھ کر بولی "لکھو۔"

کوئی مجرم آسانی سے اپنا اعمال نامہ نہیں لکھتا۔ میں اس سے لکھوانے لگا۔ دروازے پر دستک ہو رہی تھی۔ دلیش پانڈے کہہ رہا تھا "ہم آگئے ہیں۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے دروازے کے پاس آکر کہا "پانڈے جی! دروازہ کیسے کھولوں؟ کیلاش میری اور رمنا کی پٹائی کر رہا ہے۔"

باہر سے پانڈے نے کڑک کر کہا "خبردار کیلاش! پانڈے تمہاری موت بن کے آگیا ہے۔ دروازہ کھولو۔"

پارس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہرگز نہیں کھولوں گا۔ میرا نام کیلاش ہے ہاہاہا۔ زبردستی کمرے میں گھسنا چاہو گے تو حماد کو گولی مار دوں گا۔ اور رمنا کو...... اور رمنا کو...... اور رمنا کو ہاہاہا......"

دلیش پانڈے مشکل میں پڑ گیا۔ دروازہ کھلوانے کی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ دروازہ تڑوانے سے وہ حماد کو گولی مار دیتا اور رمنا کو مُنہ دکھانے کے قابل نہ چھوڑتا۔ وہ عاجزی سے بولا "ٹھیک ہے سمجھوتا کرلو۔"

"کیسا سمجھوتا؟"

"رمنا اور حماد کو ہمارے پاس آنے دو۔ ہم تمہیں گرفتار نہیں کریں گے۔"

"مجھے نادان نہ سمجھو۔ میں حماد کو رہائی دے رہا ہوں۔ رمنا میرے پاس یرغمال بن کے رہے گی۔"

"ٹھیک ہے دروازہ کھولو۔"

پارس کیلاش کو سہارا دے کر دروازے تک لایا۔ وہاں اسے چھوڑ کر وہ رمنا کو قریب لے کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر وہ کاغذ اٹھا کر کیلاش کے جرائم کا اعتراف پڑھنے لگا۔ کیلاش نے میرے اشارے پر دروازہ کھول دیا۔ پھر اسے کھولتے ہی لڑکھڑاتا ہوا پانڈے اور پولیس والوں کے سامنے آیا تو سبھی احتیاطاً پیچھے ہٹ گئے۔ انہیں ایسا لگا جیسے کیلاش ان پر حملہ کرنے آیا ہو۔

جب وہ بے دم ہو کر گرا تو پتا چلا کہ بری طرح زخمی ہے۔ پانڈے نے گھور کر پارس اور رمنا کو صوفے پر ایک دوسرے کے قریب بیٹھا دیکھ رہا تھا۔

****

تھرپال گہری نیند میں تھا۔ کانوانا نے اسے بڑی محبت سے جگایا۔ پھر چائے کی پیالی بڑھاتے ہوئے بولی "بیڈ ٹی۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پیالی ہاتھ میں لیتے ہوئے بولا "اوہ گاڈ! کئی راتوں کے بعد گہری نیند سوتا رہا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ کہاں ہوں۔"

وہ بولی "تمہیں اس طرح گہری نیند سونا چاہئے۔ میں ڈیڈی سے کہوں گی، تمہیں زیادہ مصروف نہ رکھیں۔"

"بات مصروفیت کی نہیں ہے۔ وہ کمبخت فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہے۔"

"یہ بھی ڈیڈی کی زیادتی ہے۔ تمہیں فرہاد کے مقابلے پر لاکر یوں مُنہ چھپانے پر مجبور کر دیا ہے۔"

"مُنہ چھپانے والی بات نہ کرو۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ میرے اور تمہارے ڈیڈی کے اندر ایک ہی کمی ہے کہ ہم فرہاد کے ذرائع کو اور اس کے طریقۂ کار کو سمجھ نہیں پاتے ہیں۔"

"فی الحال یہ اطمینان ہے کہ تم چھپنے میں کامیاب ہو۔ دو راتیں اور دو دن گزر چکے ہیں۔ فرہاد کے کسی آلۂ کار نے تمہیں ٹریس نہیں کیا ہے۔"

وہ اٹھ کر باتھ روم کی طرف جاتے ہوئے بولا "تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"ہاسٹل جاؤں گی۔ شام کو تمہارے پاس آسکتی ہوں۔"

وہ پلگ لگا کر الیکٹرک شیور سے شیو کرتے ہوئے بولا "تمہارے بعد ہاسٹل میں آنے والی سلوانہ (ثانی) ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی سیکھ گئی ہے۔ اور تم وہیں کی وہیں ہو۔"

"تم جانتے ہو، ڈیڈی اصول کے پابند ہیں۔ میں ٹریننگ کورس میں مارکس کم لائی تھی انہوں نے فیل کر دیا، لیکن میں بھی ضدی ہوں، اگلے سال کامیاب ہو کر ضرور ٹیلی پیتھی سیکھ لوں گی۔" وہ بالوں میں برش کرتے ہوئے بولی "میں جا رہی ہوں۔"

وہ بولا "او کے شام کو ملاقات ہوگی۔"

وہ چلی گئی۔ میں تھرپال کو باتھ روم میں چھوڑ کر سلمان کے پاس آیا پھر اس سے پوچھا "پاسکوروٹ کا کیا بنا؟"

"میں نے اسے اپنا معمول بنالیا ہے۔ کیا آپ اس کے پاس جائیں گے؟"

"ابھی نہیں۔ جانا ہوگا تو تمہارا لہجہ اختیار کر کے اس کے خیالات پڑھوں گا۔ یہ ہماری کامیابی ہے کہ لبوڈا کا ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکوروٹ آئندہ ہمارا آلۂ کار بن کر رہے گا۔"

سلمان نے کہا "پاسکوروٹ کے چور خیالات پڑھ کر ایک اہم انکشاف ہوا ہے۔ اس کی بہن ویرا سُپرماسٹر ہولی مین کی بیوی ہے۔ یعنی پاسکوروٹ سُپرماسٹر کا سالا ہے۔"

"یہ بہت اہم معلومات ہیں۔ کیا ویرا یوگا کی ماہر ہے؟"

"نہیں۔ میں نے پاسکوروٹ کو ویرا کے خیالات پڑھنے پر مائل کیا تھا۔ ویرا نے اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ پھر میں بھی مطمئن ہو کر اس کے خیالات پڑھتا رہا۔ اس کے ذریعے سُپرماسٹر ہولی مین کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ صرف ہفتے کی رات بیوی کے پاس آتا ہے۔ اتوار کا دن بیوی بچوں کے ساتھ گزارتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔"

میں نے کہا "سلمان! آج ہفتہ ہے۔"

"جی ہاں میں آپریشن کے لئے تیار رہوں وہ آج بیوی بچوں کے پاس آکر رات کا کھانا کھائے گا۔"

"بہت اچھے جا رہے ہو۔ آج رات خوش خبری سناؤ۔"

"انشاءاللہ سناؤں گا۔"

میں تھرپال کے پاس آیا۔ وہ غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ناشتا کرنے باہر جا رہا تھا۔ میں نے اسے ایک ریستوران میں جا کر ناشتا کرنے کا موقع دیا پھر اسے سوچنے پر مجبور کیا کہ اسے لمبی ڈرائیو جاری رکھنا چاہئے۔ اس طرح معلوم ہوگا کہ دشمن اسے پہچان رہے ہیں یا نہیں؟

وہ کار چلاتا رہا۔ ان راستوں پر جاتا رہا جہاں میں پہنچانا چاہتا تھا پھر میں اسے جان لبوڈا کے بنگلے کے قریب لے آیا۔ بنگلے کے سامنے ایک بہت بڑا پارک تھا۔ میں نے اسے پارک میں ایسی جگہ پہنچایا جہاں سے بنگلے کا سامنے والا حصہ اور مین گیٹ نظر آتا تھا۔

لبوڈا ایک عام شہری کی حیثیت سے وہاں رہتا تھا۔ اسے دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ سُپرماسٹر کا دایاں بازو ہے اور وہاں کے اعلیٰ حکام اس سیاہ فام کے زیر اثر رہتے ہیں۔

تھرپال نے اس بنگلے میں ایک سفید فام نوجوان حسینہ کو دیکھا۔ وہ کسی کام سے لان میں آئی تھی پھر اندر چلی گئی تھی۔ میں نے سوچا لبوڈا اور سُپرماسٹر میں بڑی دوستی ہے۔ ہو سکتا ہے سُپرماسٹر کی بیوی ویرا اس حسینہ کو جانتی ہو جو ابھی لبوڈا کے بنگلے میں نظر آئی تھی۔

میں سلمان کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے ویرا کے دماغ میں پہنچا۔ اس کی سوچ میں کہا 'میری بھی کیا ازدواجی زندگی ہے۔ میرا شوہر ہفتے میں ایک رات اور ایک دن کے لئے آتا ہے پھر غائب ہو جاتا ہے۔'

اس کی اپنی سوچ نے کہا 'کیا کیا جائے۔ وہ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہیں، اربوں ڈالروں کا حساب کرتے ہیں۔ ان کے لئے تنہائی اور سکون لازمی ہے۔'

اس کی سوچ سے پتا چلا ہولی مین نے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی یہ نہیں بتایا کہ وہ اس ملک میں سپرماسٹر ہے۔ جب ویرا کو یہ نہیں معلوم تھا تو جان لبوڈا کے بارے میں وہ بھلا کیا جانتی۔

تھرپال کو پارک میں لے جا کر بٹھانے اور اس کے ذریعے لبوڈا کے بنگلے پر نظر رکھنے سے بات نہیں بن رہی تھی۔ جو حسینہ وہاں نظر آئی تھی وہ یوگا کا ہنر جانتی ہوگی۔ لبوڈا کسی ایسی حسینہ کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا جس کے دماغ میں کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا پہنچ جائے۔ ہو سکتا ہے اس نے تنویمی عمل کے ذریعے اس کے دماغ کو لاک کر دیا ہو۔

اگر ایسا ہے تو اس کے دماغ میں صرف لبوڈا جاتا ہوگا۔ وہ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتی ہوگی۔ لیکن میں لبوڈا کا لہجہ اختیار کر کے جاؤں تو مجھے اس کے اندر جگہ مل جائے گی۔
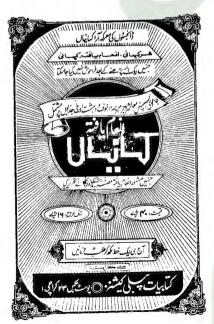
میں نے تھرپال کو پارک سے واپس جانے پر مجبور کیا۔ وہ وہاں سے ڈرائیو کرتا ہوا ایک ٹیلی فون بوتھ میں آیا۔ میں نے لبوڈا کا فون نمبر اس سے ڈائل کرایا۔ دوسری طرف گھنٹی بجنے لگی۔ تھرپال ریسیور کان سے لگائے کھڑا رہا۔ میں اس حسینہ کی آواز سنتے ہی لبوڈا کے لہجے میں اس کے اندر پہنچنے والا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے فون ریکارڈر پر لبوڈا کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مجھے افسوس ہے کہ میں موجود نہیں ہوں۔ یہ ریکارڈر آن ہے آپ اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیں۔ بہت بہت شکریہ۔"

مجھے سخت مایوسی ہوئی۔ ویسے کچھ کہنا ضروری تھا ورنہ وہ مجھ پر شبہ کر سکتا تھا۔ میں نے تھرپال کی آواز بدل کر اس کی زبان سے کہا "کیا خاک پیغام ریکارڈ کراؤں۔ تم پولیس افسر لوگ ڈیوٹی کے چور ہو۔ گھر پر فون کرو تو رانگ نمبر کہہ دیتے ہیں یا فون کے ساتھ ریکارڈر لگا کر ہم پر احسان کرتے ہو۔ جب فوری ضرورت کے وقت نہیں ملو گے تو پیغام ریکارڈ کرانے کا فائدہ کیا ہے؟"

میں نے ریسیور رکھوا دیا۔ لبوڈا بہت زیادہ محتاط رہنے کا عادی تھا۔ جس حسینہ کو اپنے بنگلے میں رکھا تھا اسے فون اٹینڈ کرنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ ادھر مجھ سے غلطی ہو گئی تھی۔ میں نے غلطی کو نبھانے کے لئے آواز بنا کر بہت کچھ کہا تھا۔ میری وہ بناوٹی آواز ریکارڈ ہو گئی ہوگی۔ لبوڈا جب بھی گھر آئے گا وہ آواز سنے گا

پھر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہے گا۔ پتا نہیں کس کے دماغ میں پہنچے گا ویسی آواز اور لہجے والا کوئی ہوگا بھی یا نہیں؟ اگر ہوگا تو لمبوڈا کو معلوم ہوگا کہ اس بے چارے نے فون نہیں کیا تھا۔ پھر وہ شبہ کرے گا کہ اس کی رہائش گاہ اور اس کا فون نمبر کسی دشمن کو معلوم ہوگیا ہے۔ بہرحال آئندہ چند گھنٹوں میں معلوم ہو سکتا تھا کہ وہ کس حد تک شبہے میں مبتلا ہوا ہے۔

تھرمال اپنے بنگلے میں آگیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہی لمبوڈا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "خیریت ہے؟"

"جی ہاں۔ چھپنے کی یہ تدبیر کامیاب رہی ہے۔ میں کل شام کانووانا کے ساتھ باہر آگیا تھا۔ آج بھی لمبی ڈرائیو کی ہے۔ نہ کسی نے تعاقب کیا ہے اور نہ ہی کوئی اس بنگلے کی نگرانی کر رہا ہے۔"

"چلو اچھا ہے۔ مجھے تمہاری طرف سے اطمینان رہے گا۔"

"سر! فرہاد پشاور میں ہے' سرفراز کے نام سے فرمونا کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ اسے ٹریپ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ آپ نے مجھے بھی اس معاملے میں روک دیا ہے۔"

"تم نے دوبارا اسے اچھی طرح گھیر لیا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟"

"کوئی ضروری نہیں ہے کہ تیسری بار بھی بچ نکلے۔"

"تھرمال! تم نے فرہاد کی ہسٹری اچھی طرح یاد کرلی ہے پھر بھی اسے سمجھنے کے لئے بہت کچھ رہ جاتا ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھو کہ وہ ایک ملک یا ایک شہر میں زیادہ عرصہ نہیں رہتا ہے۔ جب وہ جگہ بدلتا ہے تو اس شہر یا ملک میں اپنا ایک آلۂ کار چھوڑ کر جاتا ہے وہ آلہ کار فرہاد کا رول ادا کرتا رہتا ہے۔ جس سرفراز کو تم فرہاد سمجھ رہے ہو' وہ محض ایک آلۂ کار ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ فرہاد کا رول ادا کرنے کے باوجود اسے تلاش نہ کرسکا۔ اس کے آلۂ کار سے دھوکا کھاتا رہا؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم نے پہلی بار واقعی فرہاد کو ریسٹ ہاؤس میں گھیر لیا تھا۔ جب وہ بچ کر نکل گیا تب ہی میں سمجھ گیا تھا کہ وہ اب اس شہر میں نہیں رہے گا۔ بعد میں اس خیال کی تصدیق ہوگئی ہے۔ رپورٹ کے مطابق وہ لاہور میں ہے۔ وہاں اس نے را تنظیم کے کتنے ہی اہم افراد کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ میرے آدمی یہ معلوم کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ وہ لاہور میں کہاں رہتا ہے اور کس بھیس میں رہتا ہے۔"

"سر! اس کا مطلب ہے جب تک اس کا سراغ نہیں ملے گا میں اس گھر میں چھپا رہوں گا؟ پلیز آپ مجھے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کا موقع تو دیں۔"

"تم نے اپنی صلاحیتوں کو جس حد تک استعمال کیا تھا اس پر غور کرو کہ تم نے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائی ہیں اور کس طرح کی حماقت نے فرہاد کو تمہارے پیچھے لگا دیا ہے۔ یہ جو تمہیں گوشۂ تنہائی نصیب ہوا ہے تو اس سے فائدہ حاصل کرو۔ اپنا محاسبہ کرو اور آئندہ غلطیوں سے بچنے کے لئے محتاط رہو۔"

"سر! غلطی صرف میں نے نہیں' ہم سب نے کی ہے۔ آپ لوگوں نے مجھے فرہاد کا منفی رول ادا کرنے سے نہیں روکا۔ میری یہ حرکت اس کے لئے چیلنج بن گئی ہے۔ کیا میں خاموشی سے فرمونا کے دماغ میں رہ کر فرہاد کی جڑوں تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔"

"بے شک یہ ہم سب سے غلطی ہوئی تھی۔ کوئی بات نہیں انسان غلطیوں سے بھی سبق حاصل کرتا ہے۔ آرام سے بیٹھ کر سبق حاصل کرتے رہو۔ میں پھر آؤں گا۔"

لمبوڈا شاید چلا گیا۔ تھرمال اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ اس نے پوچھا "کیا آپ موجود ہیں؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ آئندہ فرہاد کے مقابلے پر آنے کا موقع ملا تو وہ کسی ایسے شخص یا ایسی عورت کے دماغ میں جگہ بنائے گا جو فرہاد کے قریب رہتی ہو اور اس پر حملہ کرنے میں جلد بازی نہیں کرے گا۔ بہت گہرائی تک اس کی جڑوں میں پہنچے گا تاکہ وہ زندہ بچ کر نہ جاسکے۔

میں نے یوسف زائد سے کہا "تھرمال کا فون نمبر ڈائل کرو۔"

اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر دوسری طرف سے تھرمال کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز اور لہجہ بدل کر کہا "ہیلو۔ آپ کون ہیں؟"

میں نے بھی آواز اور لہجہ بدل کر یوسف زائد کی زبان سے کہا "کیوں بے گورے! تو کالا بن کر ہم کالوں کو دھوکا دے رہا ہے۔ کل ہم نے اپنی قوم کی کالی لڑکی کے ساتھ تجھے دیکھا تھا۔ بعد میں ہمارے ایک آدمی نے بتایا کہ تو گورا ہے۔"

وہ اس انکشاف سے بوکھلا گیا تھا۔ ذرا سنبھل کر بولا "تم لوگوں کو دھوکا ہوا ہے۔ تمہارے آدمی نے جھوٹ بولا ہے۔ میں جنم جنم سے کالا ہوں۔"

"تمہارے آدمی نے جھوٹ نہیں کہا ہے۔ جب تو ریستوران سے اٹھ کر اس سیاہ فام لڑکی کے ساتھ کار میں بیٹھ رہا تھا تو جھک کر بیٹھنے کے باعث تیری گردن نظر آئی وہاں کالا رنگ قمیص کے کالر سے رگڑ کھا کر مٹ گیا تھا اور تیرے جسم کا قدرتی گورا رنگ جھلک رہا تھا۔"

وہ بے اختیار اپنا ایک ہاتھ گردن پر لے جا کر ٹٹولنے لگا۔ ٹٹولنے سے کالا یا گورا رنگ دکھائی نہیں دیتا۔ میں نے کہا "تیری رہائش کہاں ہے؟ اپنا پتا بتادے۔ سیاہ فاموں کی ایک ٹیم آئے گی اور تیرے سیاہ فام ہونے کی تصدیق کرے گی۔"

اس نے جلدی سے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کردیا۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھ سے بڑی بھول ہوئی کالر والا بٹن نہیں لگا تھا' اور کالر کے نیچے پورے لباس کے اندر میرا بدن گورا ہے۔ میرا یہ بہروپ پکڑا گیا ہے۔"

اس نے خود سوچا "یہ کمبخت سیاہ فام بہت چالاک ہوتے ہیں۔ پتا نہیں ان لوگوں کو میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوگیا۔"

میں نے کہا "کانووانا کی کسی حماقت سے معلوم ہوا ہوگا۔"

اس نے سوچا "وہ فون نمبر کے ذریعے میری رہائش گاہ کا پتا معلوم کرسکتے ہیں۔"

اس نے یہ سوچ کر لمبوڈا کو مخاطب کیا پھر کوڈ ورڈز ادا کیئے۔ وہ بولا "میں تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

تھرمال دماغی طور پر حاضر ہوا۔ لمبوڈا اس کے اندر آکر بولا "کیا بات ہے؟"

"سر! سیاہ فام سرپھروں کو معلوم ہوگیا ہے کہ میں سیاہ فام نہیں ہوں۔ کسی نے کالر کے نیچے میرا اصلی رنگ دیکھ لیا ہے۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟"

"کسی نے فون پر یہ کہا تھا۔"

"کسی کو تمہارا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

"یہی تو سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ شاید کانووانا نے کسی ٹیلی فون سے میرا نمبر ڈائل کرکے بات کی ہو' اور یہ نمبر دوسروں کی نظروں میں آگیا ہو۔"

"تم نے فون پر اس کی آواز سنی تھی یا اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"آں! وہ...... وہ بات یہ ہے کہ میں گھبراہٹ اور بدحواسی میں اس کی آواز لہجے کو یاد نہیں رکھ سکا۔"

"اس وقت کوئی تمہاری جان نہیں لے رہا تھا پھر بدحواس کیسے ہوگئے؟"

"سر! اپنی ایک کمزوری کا اعتراف کرتا ہوں کہ فرہاد میرے اعصاب پر سوار ہوگیا ہے۔ میں نے اسے عیاش اور بدمعاش ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ پلیز اسے جہنم میں پہنچانے کا فوری انتظام کریں۔"

"بکواس مت کرو۔ اسے مارڈالنا اتنا آسان ہوتا تو وہ تقریباً اتنے برس سے دردِ سر نہ بنا رہتا۔ تمہارے فون نمبر سے اس بنگلے کا سراغ لگالیا جائے گا۔ فوراً اپنا حلیہ تبدیل کرو۔ گاڑی وہیں چھوڑ دو۔ پچھلے دروازے سے نکل کر پیدل چلتے رہو۔ پھر جو گاڑی تمہارے پاس آکر رکے اس میں بیٹھ جاؤ۔"

لمبوڈا چلا گیا۔ تھرمال میک اپ کا سامان لے کر آئینے کے سامنے آکر بیٹھ گیا پھر اپنے چہرے اور ہاتھوں سے سیاہی چھڑانے لگا۔ اب وہ پھر سے سفید فام بن رہا تھا۔

میں الپا کے پاس بھی آتا جاتا رہتا تھا۔ اس نے گولڈن برین میجر یارڈلے کو اپنا تابعدار بنالیا تھا اور عمل کے دوران اسے حکم دیا تھا کہ وہ دوسری صبح تمام گولڈن برینز کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ الپا کو لے کر سرکاری دورے پر اسرائیل سے باہر جارہا ہے۔

الپا اسی تدبیر سے باہر جاکر اسرائیلی حکام اور دوسرے گولڈن برینز کی پابندیوں سے نجات حاصل کرسکتی تھی۔ جان لمبوڈا نے اس کے خیالات پڑھ کر کہا "شاباش الپا! تم نے ایک گولڈن برین کو قابو میں کرکے میرا دل خوش کردیا ہے۔"

وہ بولی "میں جلد سے جلد یہ ملک چھوڑنا چاہتی ہوں۔"

"اس کے لئے تم راستہ ہموار کرچکی ہو۔ میجر یارڈلے تمہیں وہاں کی قید سے نکال کرلے جائے گا۔ میں چاہتا ہوں جانے سے پہلے نئے گولڈن برین کارمن (علی) کو ٹریپ کرو۔ وہ ہمارے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ اس کے دماغ میں پہنچ کر تم تمام گولڈن برینز پر حکومت کرنے لگو گی۔"

"مجھے ان پر حکومت کرنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں صرف تمہاری خاطر یہ کام کروں گی۔"

"چلو میری خاطر سہی۔ کارمن کو کسی بہانے تنہائی میں بلاؤ۔"

"وہ اصولوں کا پابند ہے اسے صرف سرکاری ڈیوٹی کے بہانے بلایا جاسکتا ہے۔"

"میجر یارڈلے سے کہو' وہ گولڈن برین کی حیثیت سے کوئی ایسا کام نکالے جس میں تمہارا اور کارمن کا ساتھ ضروری ہو۔"

میں علی تیمور کو الپا کا سارا کھیل بتاچکا تھا۔ وہ اس حد تک جانتا تھا کہ میں نے جان لمبوڈا کو خوش فہمی میں مبتلا کیا ہے۔ لمبوڈا سمجھ رہا ہے کہ الپا اس کی معمولہ اور تابعدار ہے جبکہ وہ درپردہ میری تابعدار تھی۔

علی دوسری بات یہ جانتا تھا کہ الپا وسیع و عریض دنیا میں آزادی سے اُڑتی پھرنے کے لئے اسرائیل کی منڈیر پر سے پر تول رہی ہے اور اس مقصد کے لئے اس نے میجر یارڈلے کو اپنے شکنجے میں کس لیا ہے۔

اس بار میں نے کہا "بیٹے! لمبوڈا اب الپا کے ذریعے تم پر قابو پانا چاہتا ہے۔ وہ کوئی سرکاری فرض ادا کرنے کے بہانے تمہیں تنہائی میں بلانے اور تمہیں ٹریپ کرنے والی ہے۔"

"میں ایک سرکاری کام سے یروشلم جارہا ہوں۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جب تک میں ایک کام پورا نہیں کرتا تب تک دوسرے کام میں ہاتھ نہیں لگاتا اس لئے الپا یا میجر یارڈلے کسی بھی سرکاری کام میں فی الحال مجھے ملوث نہیں کرسکیں گے۔"

"پھر تو ٹھیک ہے' جب تک تم یروشلم سے واپس آؤ گے تب تک الپا میجر کے ساتھ اسرائیل سے باہر جاچکی ہوگی۔"

میں تھرمال کے پاس آیا۔ وہ اپنا حلیہ بدل چکا تھا۔ اپنے اصلی گورے رنگ میں آگیا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی تبدیلی کی تھی۔ بنگلے کے پچھلے دروازے سے نکل کر پچھلی گلی سے جارہا تھا۔ مین روڈ پر پہنچتے ہی ایک ٹیکسی آکر اس کے قریب رک گئی۔ لمبوڈا نے کہا تھا۔ جو گاڑی قریب آکر رکے اس میں بیٹھ جانا۔ وہ بڑی فرمانبرداری سے اس میں بیٹھ گیا۔

اس نے یہ نہیں پوچھا تھا کہ اس کے قریب پرائیویٹ کار آکر رکے گی یا پرائیویٹ ٹیکسی؟ لمبوڈا نے بھی وضاحت نہیں کی تھی۔

ڈرائیور نے پوچھا "کہاں چلنا ہے؟"

وہ اس سوال پر کچھ حیران ہوا پھر بولا "چلتے رہو' ابھی بتاؤں گا۔"

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لمبوڈا کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کئے۔ لمبوڈا نے آگے کچھ سننے سے پہلے ہی سخت لہجے میں کہا "میں بہت مصروف ہوں۔ ذرا ذرا سی بات پر ڈسٹرب نہ کرو۔ میں نے تمہارے لئے گاڑی بھیج دی ہے۔"

میں نے تھرپال کو مزید بولنے پر مجبور کیا' کیونکہ لمبوڈا مصروفیات کی زیادتی کے باعث تھرپال کے دماغ میں نہیں آرہا تھا۔ اپنے ہی دماغ سے اسے جلد رخصت کرنا چاہتا تھا۔ اور ادھر میں اس کے کچھ چور خیالات پڑھنے کی کوشش میں تھا۔

تھرپال نے کہا "لیکن سر! یہ تو معلوم ہو کہ گاڑی کون سی ہے اور مجھے کہاں جانا ہے؟"

"یو نان سنس! گاڑی میرا آدمی لا رہا ہے وہ تمہیں پہچانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ تمہیں کس بنگلے میں پہنچانا ہے۔"

"سر! آپ کا بندہ مجھے نہیں پہچانے گا' میں نے چہرہ بدلا ہوا ہے۔"

"اوہ گاڈ! پھر تو وہ نہیں پہچانے گا۔ تم جیفرسن روڈ کی پانچویں گلی کے پانچویں مکان میں جاؤ۔ جو دروازہ کھولے اس کے سامنے میرا مخصوص کوڈ ورڈز سنا دینا۔ وہاں تمہیں پناہ مل جائے گی۔"

اس نے سانس روک لی۔ تھرپال کے ساتھ میں بھی اس کے دماغ سے نکل آیا۔ ذرا سی دیر میں اس کے خیالات نے بتایا کہ اس کی رہائش گاہ میں جو حسینہ ہے وہ گونگی بہری ہے۔ گھر کی دیکھ بھال بھی کرتی ہے اور اس کے کلیجے کو ٹھنڈک بھی پہنچاتی ہے۔

اس وقت لمبوڈا لاس اینجلس میں تھا۔ کالوں اور گوروں کے فسادات کے باعث وہاں الجھا ہوا تھا اور علی تیمور کو پھانسنے کے لئے الپا کو اپنی پلاننگ بتا رہا تھا' ایسے میں تھرپال نے اسے مخاطب کیا تھا تو وہ جھنجلا گیا تھا۔ اس سے مختصر سی بات کرنے کے بعد اس نے سانس روک لی تھی۔ میں نے اس کا آخری خیال یہی پڑھا کہ وہ دوسرے دن لاس اینجلس سے واشنگٹن کی رہائش گاہ میں آئے گا۔

اب یہ تشویش ہوئی کہ وہ علی کو پھانسنے کے لئے کیا تدبیر کر رہا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے میں پھر الپا کے پاس آیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ میجر یارڈلے نے علی سے رابطہ کیا تھا اور اس سے کہا تھا کہ وہ الپا کے پاس آئے۔ اور علی نے جواب دیا تھا' وہ اپنی کار میں یروشلم کے لئے روانہ ہو چکا ہے۔

میجر یارڈلے نے کہا تھا "کارمن! ابھی تم نئے گولڈن برین ہو' ہمارے تجربات کی روشنی میں کام کرو۔"

"میں پہلے ہی ایک کام کی ذمے داری لے چکا ہوں اور اس کے لئے ابھی یروشلم کے راستے میں ہوں۔"

"راستے سے پلٹ آؤ۔ بعض اوقات ایسی ایمرجنسی ہوتی ہے کہ پہلا کام چھوڑ کر دوسرا اہم فرض ادا کرنا پڑتا ہے۔"

"وہ اہم فرض کیا ہے؟"

"میں موبائل فون پر نہیں بتا سکتا۔"

"تو پھر ٹرانسمیٹر پر بتائیں۔"

"مجھ سے بحث نہ کرو۔ میں تمہارا سینئر ہوں۔"

"میری معلومات کے مطابق تمام گولڈن برینز برابر رکھتے ہیں۔ کوئی کسی سے سینئر نہیں ہے۔"

"میرا مطلب ہے میں عمر اور تجربات میں تم سے....."

وہ بات کاٹ کر بولا "سوری۔ اکثر بیٹے تجربات کی دنیا سے آگے نکل جاتے ہیں۔ عمر کی کمی بیشی سے دانائی کی پر ہوتی۔"

الپا اور لمبوڈا یہ باتیں میجر کے دماغ میں رہ کر سن ر۔ میجر نے رابطہ ختم کر کے کہا "الپا! یہ کارمن لوہے کا چنا ہے۔"

الپا نے سوچ کے ذریعے لمبوڈا سے پوچھا "اب کیا ہو گا"

وہ بولا "کارمن کے خلاف شطرنج کی چال چلو۔ اسے اسے مجبور کر دو کہ وہ یروشلم جانے والی کار کو بریک لگائے ا واپس موڑ لے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟"

"اپنے دو آلۂ کار بھیجو کہ وہ کارمن کی بیوی پامیلا کریں۔ اس کے اغوا ہوتے ہی یہ خبر پامیلا کے گولڈن بر راجر موس کو سناؤ۔ وہ اپنے گولڈن برین داماد کارمن کو یہ سنائے گا تو کارمن کا سفر ملتوی ہو جائے گا۔"

الپا نے میجر یارڈلے سے اس تدبیر پر عمل کرایا۔ پام کیا گیا۔ اس وقت میں تھرپال کے معاملے میں مصروف تھ لمبوڈا کی سوچ پڑھ کر معلوم ہوا کہ علی کو پھانسنے کی تدبیر کی میں فوراً ہی الپا کے پاس آگیا۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ میجر یارڈلے کے آد پامیلا کو اغوا کیا ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے اغوا ک راجر موس کو دی۔ بے چارے باپ نے پوچھا "کہاں بیٹی؟ تم کون ہو؟ کہاں سے بول رہے ہو؟"

"ہم کون ہیں؟ اور کہاں سے بول رہے ہیں' یہ بتا د مقصد کیا رہ جائے گا۔"

یہ کہتے ہی رابطہ ختم کر دیا گیا۔ راجر موس نے فوراً خوانی کرنے والے ہیری ہوگن سے رابطہ کر کے کہا "میر اغوا کیا گیا ہے۔ فوراً پامیلا کے خیالات پڑھ کر معلوم کہاں چھپایا گیا ہے؟"

ہیری ہوگن' پامیلا کے پاس آیا۔ پتا چلا اس کی آنک باندھی گئی ہے تاکہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے خیا کر وہ جگہ معلوم نہ کر سکے۔ الپا اور جان لمبوڈا جانتے تھ ہوگن کے ذریعے معلومات حاصل کی جائیں۔ اس لئے ا

آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی۔
ایسے ہی وقت میں نے اپنی بہو کے پاس پہنچ کر اس کے خیالات پڑھے، پتا چلا اس کے گلے میں ایک باریک سی زنجیر پہنائی گئی ہے اس زنجیر سے ایک چھوٹا سا بم منسلک تھا۔ وہ ریموٹ کنٹرولر کے ذریعے دھماکے سے پھٹ جاتا ہے اور وہ ریموٹ کنٹرولر کسی دشمن کے ہاتھ میں ہے۔
پامیلا ایک کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ پیچھے کی طرف بندھے ہوئے تھے۔ وہ جدوجہد کرتے ہوئے اپنے گلے تک ہاتھ نہیں لے جاسکتی تھی اس بم سے نجات حاصل نہیں کرسکتی تھی۔ ایک ہی منٹ میں یقین ہوگیا کہ میں بھی وہاں خیال خوانی کے ذریعے کچھ نہیں کرسکوں گا۔
میں علی کے پاس آیا۔ راجر موس نے اسے موبائل ٹیلی فون کے ذریعے پامیلا کے حالات بتائے تھے۔ وہ یروشلم کا سفر ملتوی کرکے تل ابیب واپس جارہا تھا۔ میں نے کہا "وہ نہیں بتائیں گے کہ پامیلا کو کہاں چھپاکر رکھا گیا ہے۔ پھر بھی میں اسے بچانے کی کوشش کروں گا۔"
میں پھر پامیلا کے پاس آیا۔ ہیری ہوگن اسے تسلی دے رہا تھا "حوصلے سے کام لو۔ میں تمہاری حفاظت کے لئے موجود ہوں۔"
پامیلا نے کہا "انکل! جب آپ میرے ذریعے کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ اس جگہ کو اور دشمنوں کو پہچان نہیں سکتے تو پھر میری مدد کیسے کریں گے؟"
ہیری ہوگن نے کہا "پامیلا کے دماغ میں کون موجود ہے۔ کون اس معصوم اور بے گناہ سے دشمنی کررہا ہے؟ مجھے بتاؤ تمہارے مطالبات کیا ہیں؟"
جان لبوڈا کی سوچ سنائی دی "پامیلا کو ابھی نجات مل سکتی ہے۔ اگر اس کا شوہر مجھ سے دوستی کرلے۔"
"میں یقین دلاتا ہوں۔ مسٹر کارمن تم سے دوستی کریں گے۔"
"میں کیسے یقین کروں کہ پامیلا کی رہائی کے بعد دوستی قائم رہے گی؟"
"مسٹر کارمن زبان کے دھنی ہیں۔ جو وعدہ کرتے ہیں اسے ساری زندگی نباہتے ہیں۔"
"میں کسی کی زبان پر بھروسا نہیں کرتا۔ مجھے ٹھوس ضمانت چاہئے۔"
"کیسی ضمانت چاہتے ہو؟"
"ہماری دوستی صرف دل میں جگہ بنانے سے نہیں ہوتی، دماغ میں بنانے سے ہوتی ہے۔"
"ٹھیک ہے تم اس کے دماغ میں جاکر بات کرسکتے ہو۔"
"صرف بات نہیں کرنا ہے اس کے دماغ میں گھر بنانا ہے۔"
"یہ تو ممکن نہیں ہے۔ اگر تم اسے اپنا معمول بنانا چاہو گے تو پھر وہ گولڈن برین نہیں رہے گا۔"
"اور اگر وہ گولڈن برین رہے گا تو پامیلا زندہ نہیں رہے گی۔"
"یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ مسٹر کارمن کو گولڈن برین کی ٹیم سے نکال دیا جائے؟"
"ہاں اس نے مجھے بہت نقصان پہنچایا ہے۔"
"کیا اس کے گولڈن برین نہ رہنے سے تمہارا نقصان پورا ہوجائے گا؟"
"ہاں، پھر وہ ایک عام سا آدمی ہوگا، میں اسے کہیں بھی ٹریپ کرکے انتقام لوں گا۔"
صاف ظاہر تھا کہ وہ علی کو صرف اونچے عہدہ سے گرانا نہیں چاہتا تھا بلکہ اسے ہلاک بھی کرنا چاہتا تھا۔ میں نے الپا کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا اس وقت پامیلا میجر بارڈلے کے آدمیوں کی گرفت میں تھی۔
پھر میں الپا کا لہجہ اختیار کرکے میجر کے پاس آیا۔ بعض اوقات بہت زیادہ پیچیدہ مسئلے کا حل آسان ہوتا ہے، لیکن گھبراہٹ اور ذہنی پریشانی کے باعث وہ آسان راستہ سمجھ میں نہیں آتا۔
اتنی آسان سی بات میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ جان لبوڈا اسرائیل میں نہیں تھا۔ الپا اور میجر بارڈلے کو آلۂ کار بنا کر علی سے دشمنی کررہا تھا۔ یعنی جان لبوڈا کی کامیابی کا انحصار الپا اور میجر پر تھا۔ اس لئے میں نے میجر کے خیالات پڑھ کر معلوم کیا تو ایک دم سے مسئلے کا حل سامنے آگیا۔ وہ دو غنڈے میجر کے آلۂ کار تھے جنہوں نے پامیلا کو اغوا کیا تھا۔ میں نے میجر کو مائل کیا کہ وہ غنڈوں سے رابطہ کرے۔ وہ رابطہ کے لئے ان کے دماغوں میں باری باری گیا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔
ان میں سے ایک کے ہاتھ میں ریموٹ کنٹرولر تھا اور سامنے کرسی پر پامیلا کے گلے میں ننھا سا مگر طاقتور بم بندھا ہوا تھا۔ غنڈے کا دوسرا ساتھی کسی کام سے باہر گیا تھا۔ میجر میری مرضی کے مطابق وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جاتے ہی میں نے ریموٹ کنٹرولر سے سیل نکلوا دیا پھر غنڈے کو پامیلا کے قریب لایا۔ اس کے گلے سے بندھا ہوا بم الگ کرادیا۔ اس کی آنکھوں سے پٹی ہٹادی۔ پیچھے بندھے ہوئے ہاتھ کھلوا دئے۔ اس عمل کے دوران پامیلا کے دماغ میں جان لبوڈا نہیں تھا، وہ مختلف مصروفیات کے باعث آتا جاتا رہتا تھا۔ اگر وہ موجود ہوتا تب بھی میں اس آلۂ کار غنڈے کے دماغ پر اس کا اور میجر کا قبضہ نہ ہونے دیتا۔
وہ آلۂ کار میری مرضی کے مطابق ٹائلٹ میں گیا وہاں اس نے ریموٹ کنٹرولر کے سیل کموڈ میں ڈال دئے پھر کمرے میں آکر بولا "میڈم باہر وہ گاڑی موجود ہے جس میں آپ کو جبراً لایا گیا تھا۔ تم یہاں سے فوراً چلی جائیں۔"
پامیلا نے پوچھا "یہ تم دشمن سے دوست کیسے ہوگئے؟"
وہ بولا "میرا باپ بھی کسی کا دوست نہیں ہوا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔ فوراً جاؤ ورنہ کوئی دوسرا چکر چل جائے گا۔"
وہ تیزی چلتی ہوئی باہر آئی۔ ایک ویگن کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ اسی وقت دوسرا غنڈا آگیا۔ اس نے مین گیٹ پر چیخ کر پوچھا "راجر! یہ کہاں جارہی ہے؟ تم نے اسے کیوں چھوڑ دیا ہے؟"
راجر نے جواب دیا "باس نے حکم دیا ہے۔ مطالبہ پورا ہوچکا ہے۔ اس لئے اسے رہا کردیا گیا ہے۔ اسے جانے دو۔"
آنے والے نے مین گیٹ کو پوری طرح کھول دیا تاکہ پامیلا کی گاڑی گزر جائے۔ اسی وقت لبوڈا آگیا۔ اس نے حیرانی سے پوچھا "پامیلا! تم آزاد کیسے ہوگئیں؟"
پامیلا نے دشمن کے لہجے کو پہچان لیا تھا۔ اس لئے جواب نہیں دیا۔ لبوڈا نے آلۂ کار کے دماغ میں آکر اس سے مین گیٹ بند کرانا چاہا لیکن وہ ڈرائیو کرتی ہوئی بند ہوتے ہوئے گیٹ کو ٹکریں مارتی ہوئی احاطے سے باہر چلی گئی۔
لبوڈا نے الپا سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"
الپا نے میجر سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"
میجر نے آلہ کاروں سے پوچھا "پامیلا آزاد کیسے ہوگئی؟"
جواب جو کچھ بھی ہوتا۔ وہ آزاد تو ہوچکی تھی۔ لبوڈا نے غصے سے کہا "میں یہ ناکامی برداشت نہیں کروں گا۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
اسے غصہ آنا ہی تھا، کیونکہ پہلی بار اس نے پامیلا کو پانچویں منزل کی بلندی سے گرایا تھا اور وہ بچ گئی تھی۔ آج اس کے گلے میں موت کا نیکلس پہنایا تھا۔ تب بھی وہ بچ کر جارہی تھی۔
میں علی کے پاس گیا اور اسے پامیلا کی رہائی کا مژدہ سنایا.....
پھر واپس پامیلا کے پاس آیا تو اس پر قیامت گزر رہی تھی۔ گاڑی ڈرائیو کرنے کے دوران لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کیا تھا۔ ایسی حالت میں انسان خود کو سنبھال نہیں پاتا۔ پھر گاڑی کیسے سنبھلتی۔ پھر اس شیطان نے ایسے وقت زلزلہ پیدا کیا تھا۔ جب سامنے سے ایک بہت بڑا آئل ٹینکر آرہا تھا۔ شدید دماغی تکلیف کے باعث اس نے فلک شگاف چیخ ماری۔ سیٹ پر سے اچھل پڑی۔ جب میں پہنچا تو آئل ٹینکر سے زبردست تصادم ہورہا تھا۔ ونڈ اسکرین کا شیشہ چور چور ہوکر اس پر آرہا تھا۔ سینے میں ایسی چوٹ پہنچی تھی کہ وہ سانس نہ لے سکی۔ یکبارگی دم نکل گیا۔ میری سوچ کی لہریں واپس آگئیں۔
چند لمحات کے لئے مجھے چپ سی لگ گئی۔ جنگ کے نتیجے میں کوئی دولت ہارتا ہے، کوئی عزت ہارتا ہے اور کوئی تاج و تخت ہار جاتا ہے۔ میں اپنی بہو ہار گیا تھا۔
آہ! میں نے بڑے کرب سے علی کو مخاطب کیا "بیٹے صبر کرلو۔ پامیلا از نو مور۔"
وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا تل ابیب کی طرف واپس آرہا تھا۔ اس نے کار کو سڑک کے کنارے روک دیا۔ سر جھکا کر اتنے بڑے صدمے کو برداشت کرنے لگا۔ اس نے ایک شوہر کی حیثیت سے صحیح معنوں میں اسے بھرپور محبت دی تھی۔ اس پیار کرنے والی نے بھی علی کی ذات سے پیار کی انتہا کردی تھی۔ موت نے اس انتہا کا اختتام کردیا تھا۔
میں اسے بتارہا تھا کہ وہ آزاد ہوکر اپنے بنگلے کی طرف جارہی تھی۔ ظالم لبوڈا نے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرکے اسے گاڑی کے حادثے سے دوچار کیا تھا۔ علی نے گہری سانس لے کر کہا "پاپا! وعدہ کریں آپ جان لبوڈا سے انتقام نہیں لیں گے۔"
"میں وعدہ کرتا ہوں۔ وہ تمہارا شکار ہے۔"
"پاپا! ہماری زندگی ایسی ہے کہ ہم ہمیشہ دشمنوں کی بھیڑ میں رہتے ہیں۔ یہ دشمن جب ہم سے منہ کی کھاتے ہیں تو ہمارے جذباتی رشتوں کو ہماری کمزوری بنادیتے ہیں۔ میں اس نتیجے پر پہنچ رہا ہوں کہ آئندہ مجھے اور پارس کو شادی اور خانہ آبادی سے توبہ کرلینی چاہئے۔ اگر میں نے پھر ایسی غلطی کی تو پھر کوئی بے چاری ماری جائے گی۔ اولاد ہوئی تو اور ہمارا دل ٹوٹے گا۔"
"بیٹے! کوئی تمہاری ماں جیسی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہو۔ تمہاری مما جیسی حاضر دماغ اور ناقابل شکست ہو تو کوئی دشمن تمہیں آج کی طرح صدمہ نہیں پہنچائے گا۔ بہرحال میں جارہا ہوں، پھر آؤں گا۔"
میں الپا کے پاس آیا۔ وہ لبوڈا سے کہہ رہی تھی "پامیلا کو ہلاک کرکے تم نے کیا حاصل کیا۔ کارمن تو اپنی جگہ چٹان کی طرح موجود ہے۔"
وہ بولا "اگرچہ میں نے غصے میں انتقام لیا ہے۔ اس کی محبوب شریک حیات کو مار ڈالا ہے اور بظاہر کچھ حاصل نہیں کیا ہے۔ تاہم کارمن کو اچھی طرح سمجھادیا ہے کہ میں موت ہوں۔ آج یہ موت پامیلا کو آئی ہے، کل اسے آئے گی۔"
"اسے اب ڈرانے یا کمزور بنانے کے لئے کیا رہ گیا ہے؟ وہ صرف پامیلا کے لئے کمزور ہوسکتا تھا۔ اب کوئی ایسا مہرہ نہیں ہے جس کے ذریعے اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جاسکے۔"
تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر وہ بولا "مجھ میں ایک خوبی ہے کہ میں اپنی غلطی تسلیم کرلیتا ہوں۔ واقعی میں غصے میں بھول گیا تھا کہ آئندہ کارمن تک آسانی سے پہنچنے کا راستہ نہیں رہے گا۔ کوئی بات نہیں میں کوئی نیا راستہ نکالوں گا۔ یہ بتاؤ تمہاری روانگی کب ہے؟"
"آج رات کی فلائٹ سے میجر کے ساتھ روانہ ہوجاؤں گی۔"
"میں تمہارا انتظار کررہا ہوں۔ تم آؤ میں جارہا ہوں۔"
وہ الپا کے پاس سے چلا گیا۔ ایک وقت تھا جب الپا اپنی یہودی قوم کی خدمت کرنے اسرائیل آئی تھی۔ آج وہ یہی ملک

چھوڑ کر جانے والی تھی۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ لمبوڑا اسے اپنے ملک میں بلا کر اس سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔

میں نے علی سے وعدہ کیا تھا کہ لمبوڑا کو ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن یہ طے کرلیا کہ اس کی نیندیں اُڑا دوں گا۔ موت کوئی سزا نہیں ہوتی۔ اصل سزا فکر' پریشانی' بے چینی اور بے خوابی ہے۔ یہ ساری بیماریاں ہوں تو زندگی موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

میں ایک نئے ارادے سے تھرمال کے پاس آیا۔ وہ ایک نئے مکان میں پناہ لے رہا تھا۔ کمبخت کو فرہاد بن کر مجھ سے ٹکرانے کا شوق تھا۔ اس شوق کے نتیجے میں وہ دربدر ہو رہا تھا۔ اس نے مجھ سے چھپنے کے لئے اپنی خفیہ رہائش گاہ کو چھوڑا۔ بھیس بدل کر سیاہ فام بن کر دوسرے بنگلے میں گیا۔ میں نے اسے وہاں سے بھی یہ کہہ کر بھگایا کہ وہ کالا نہیں ہے اور کالا بن کر سیاہ فام باشندوں کو دھوکا دے رہا ہے۔

وہ بھید کھل جانے کے باعث وہاں سے دوسرے علاقے کے ایک بنگلے میں آیا۔ اس علاقے میں سیاہ فام باشندوں کی تعداد زیادہ تھی۔ لیکن نسلی فسادات کا اندیشہ نہیں تھا۔ حکومت نے وہاں سخت حفاظتی انتظامات کئے تھے۔ ویسے دور سے ایک دوسرے کو گالیاں دی جاتی تھیں۔ ویران راستوں پر کوئی کالا یا گورا تنہا نہیں جاتا تھا۔ کہیں چھپے ہوئے شرپسند اچانک حملے کرتے تھے۔ پھر روپوش ہو جاتے تھے۔

میں نے یوسف زائد کو تھرمال کا موجودہ فون نمبر بتایا۔ اس نے نمبر ڈائل کئے۔ رابطہ ہونے پر تھرمال کی میزبان خاتون کی آواز سنائی دی۔ میں نے یوسف زائد کی زبان سے کہا "میں تمہارے مہمان سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ انکار کرنا چاہتی تھی کہ اس کے گھر میں کوئی مہمان نہیں ہے لیکن میں نے اسے تھرمال کو بلانے پر آمادہ کیا' وہ بولی "تھرمال! یہاں آؤ۔ تمہارا فون ہے۔"

تھرمال نے خیال خوانی کے ذریعے خاتون سے کہا "آنٹی! کیا کر رہی ہو۔ سر لمبوڑا نے تمہیں تاکید کی تھی کہ میرے متعلق کسی کو کچھ نہ بتایا جائے اور تم مجھے فون اٹینڈ کرنے کو کہہ رہی ہو؟"

وہ بولی "میرے مُنہ سے بے اختیار تمہارا نام نکل گیا۔ دوسری طرف فون پر یہ آواز گئی ہوگی۔ اب میں کیسے کہوں کیا یہاں کوئی تھرمال نہیں رہتا ہے۔"

"تم اس کی آواز سناؤ۔ میں اس کے دماغ میں پہنچ کر معلوم کروں گا کہ وہ کون ہے؟"

میں نے اسے ایسا نہیں کرنے دیا۔ اسے فون کے پاس لے آیا تھا۔ خاتون نے کہا "عجیب آدمی ہو۔ ابھی انکار کر رہے تھے اور ابھی چلے آئے۔"

وہ اس کے ہاتھ میں ریسیور دے کر چلی گئی۔ اس نے ریسیور کان سے لگا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

"میں تمہارا مقدر ہوں۔ اچھا بھی ہوں' برا بھی ہوں۔"

"اس بات کا مطلب کیا ہوا؟"

"یہی کہ یہاں آکر تم نے اپنے مقدر سے برائی کی ہے۔ کیا تم نہیں جانتے تھے کہ اس علاقے میں کالوں... کی اکثریت ہے اور تمہارا گورا رنگ تمہارے لئے مصیبت یا موت بن جائے گا۔"

وہ میری عارضی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر خیال خوانی کر رہا تھا لیکن اس لہجے والے کا وجود نہیں مل رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم آواز بدل کر بول رہے ہو؟"

میں نے پوچھا "کیا تم میری آواز سے مجھے پہچان کر پولیس کو رپورٹ دینا چاہتے ہو؟ میں نادان نہیں ہوں۔ اس لئے آواز بدل کر بول رہا ہوں۔"

اس نے پوچھا "تمہیں مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"گوری چمڑی سے صدیوں کی دشمنی ہے۔ اگر تم اس علاقے میں زندہ رہنا چاہتے ہو تو گوری چمڑی کو کالی بنالو۔ اگر تم باہر نکلو گے اور سفید رنگ نظر آئے گا تو ہم گولی مار دیں گے۔ چلو اپنے مُنہ پر کالک لگاؤ۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ اس نے پریشان ہو کر آواز دی "آنٹی تم کہاں ہو؟ پلیز' یہاں آؤ۔"

خاتون نے آکر پوچھا "کیا بات ہے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟ کہاں جاؤں؟"

"آخر بات کیا ہے؟"

"میں پہلے جہاں تھا' وہاں کالوں نے فون پر کہا کہ میں بہروپیا ہوں سیاہ فام نہیں ہوں اور سیاہ فام بن کر ایک سیاہ فام لڑکی کی عزت سے کھیل رہا ہوں' انہوں نے دھمکی دی تو میں یہاں آگیا۔"

خاتون نے پوچھا "یہاں کیا پریشانی ہے؟"

"یہاں کالوں کی اکثریت ہے۔ وہ میری گوری چمڑی نہیں دیکھنا چاہتے۔ کہتے ہیں اسے کالا کرو۔"

خاتون نے کہا "یہ بڑی مشکل ہے۔ پولیس والے چوبیس گھنٹے ہماری نگرانی نہیں کرسکتے۔ اگر کچھ سیاہ فام یہاں گھس آئے تو پتا نہیں مجھ جوان بیوہ کی گوری چمڑی کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔"

"کیا میں یہاں سے بھی بھاگ جاؤں؟"

"بھاگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطالبہ مان لو۔ کالک لگا کر سیاہ فام بن جاؤ۔"

میں نے بھی اس کے اندر رہ کر اسے کالک لگانے پر مائل کیا۔ جب اس نے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو اچھی طرح کالا کرلیا تو پھر یوسف زائد نے نمبر ڈائل کئے۔ اس وقت تھرمال بنگلے کے باہر کھڑا ہوا تھا تاکہ مطالبہ کرنے والے اسے اچھی طرح دیکھ لیں۔ خاتون نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "ہیلو کون ہے؟"

میں نے پوچھا "کیا تم بیوہ ہو؟"

"ہاں' مگر تم کون ہو؟"

"میں ایک غیرت مند گورا ہوں۔ یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تم کسی کالے کے ساتھ منہ کالا کرو۔"

"یو شٹ اپ" وہ ریسیور رکھنا چاہتی تھی' میں نے رکھنے نہیں دیا۔ اس کے ذریعے تھرمال کو آواز دی' وہ بولی "ذرا بات کرو اور پوچھو کون کمبخت میری عزت پر کیچڑ اچھال رہا ہے؟"

وہ ریسیور کان سے لگا کر بولا "کون ہے؟"

میں نے کہا "ابے کالیے! کیا تیری شامت آئی ہے تو ہماری گوری نسل کی عورت کے ساتھ ایک چھت کے نیچے ہے۔"

وہ بولا "ارے بھائی صاحب! آپ گورے ہیں تو میں راز کی بات بتاتا ہوں۔ میں کالا نہیں ہوں۔"

"ابے اُلو بناتا ہے۔ ابھی تو باہر کھڑا ہوا تھا۔ تیرا منحوس کالا وجود سر سے پاؤں تک نظر آرہا تھا۔ کیا ہمیں اندھا سمجھتا ہے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں کالا ہوں۔ ن... نن... نہیں' نہیں گورا ہوں۔"

"آخر قسم کھاتے ہی پہلی سچ بات مُنہ سے نکل گئی نا؟"

"میں اپنی پیدا کرنے والی ماں اور گورے گورے باپ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں سیاہ فام نہیں سفید فام ہوں۔"

میں نے تھرمال کی زبان سے یہ فقرہ ادا کرایا "بلکہ سفید فام نہیں سیاہ فام ہوں۔"

وہ سنبھل کر بولا "نہیں' نہیں۔ میری زبان سے کچھ سے کچھ نکل گیا' میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ....."

میں نے بات کاٹ کر کہا "بکواس مت کر۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے۔ تو پانچ منٹ کے اندر اس گھر سے چلا جا۔ اگر پولیس کو بلائے گا تو ہم دور ہی سے ایک بم اس گھر میں پھینک کر بھاگ جائیں گے۔"

تھرمال ریسیور کو کریڈل پر پٹخ کر چیخ پڑا "یہ میں کس مصیبت میں پڑ گیا ہوں۔ نہ گورا رہ سکتا ہوں نہ کالا بن سکتا ہوں۔"

خاتون نے کہا "تمہاری وجہ سے میں بدنام ہو رہی ہوں۔ اگر سفید فام غنڈے یہاں گھس آئے تو تمہارے ساتھ مجھے بھی قتل کردیں گے۔ مسٹر لمبوڑا سے رابطہ کرو اور دوسرا ٹھکانا بناؤ۔"

"رابطہ کرنے اور سر کو موجودہ حالات بتانے میں کافی وقت لگے گا۔ ادھر مجھے دھمکی دی گئی ہے کہ میں پانچ منٹ کے اندر یہاں سے چلا جاؤں۔ ورنہ..... ورنہ۔ اوہ گاڈ! تین منٹ گزر چکے ہیں۔ میں جا رہا ہوں' راستے میں سر سے رابطہ کروں گا۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے سے باہر آیا۔ دور تک نظریں دوڑائیں۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اسے چیلنج کرنے والے سفید فام اس کی نگرانی کر رہے ہیں یا نہیں؟ اسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر یہ خیال آیا کہ نگرانی کرنے والے سفید فام آس پاس کے بنگلوں میں چھپ کر دیکھ رہے ہوں گے۔ وہ احاطے سے باہر آگیا۔

پہلے اس نے سوچا تھا کہ کالا رنگ اتار کر گورے لوگوں کو اپنی اصلیت دکھائے۔ پھر سوچا' اس علاقے کے کالے پیچھے پڑ جائیں گے چونکہ وہاں کالوں کی اکثریت تھی اس لئے وہ سیاہ فام کے ہی روپ میں باہر آگیا تھا۔ گاڑی نہیں تھی۔ اس لئے پیدل چل رہا تھا۔

مین روڈ پر ایک گاڑی اس کے قریب آکر رکی۔ ایک سفید فام حسینہ نے پوچھا "جیفرسن ویسٹ کا علاقہ کون سا ہے۔ پلیز گائیڈ کریں۔"

اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا "آگے جا کر دائیں مڑ جاؤ۔"

وہ بولی "شکریہ۔ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میرے ساتھ چلیں' جہاں منزل آئے گی وہاں ڈراپ کر دوں گی۔"

"شکریہ میں چلا جاؤں گا۔"

"کیا میں سفید فام ہوں اس لئے میرے ساتھ نہیں جاؤ گے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ ہمیں ساتھ دیکھ کر متعصب غنڈے ہمارے دشمن بن جائیں گے۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔"

وہ کار ڈرائیو کرتی ہوئی چلی گئی۔ یہ پیدل چلنے لگا۔ بیس منٹ کے بعد ایک ریستوران میں پہنچا۔ وہاں سیاہ فام افراد اپنی گرل فرینڈز کے ساتھ میزوں کے اطراف بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ نوجوان اپنی موٹر سائیکلوں کے پاس کھڑے بیئر پی رہے تھے۔ اسے بھی پیاس لگ رہی تھی۔ اس نے کاؤنٹر چیئر پر بیٹھ کر ایک ٹھنڈی بوتل طلب کی۔ پھر بوتل سامنے آئی تو اس نے ایک ہتھیلی سے اسے پکڑ لیا ایک ایک گھونٹ پینے لگا۔

بوتل کو ہتھیلی سے پکڑنا اس کے حق میں برا ہوا۔ اس کی ٹھنڈک اور نمی سے ہتھیلی کا کالا رنگ چھوٹنے لگا تھا اور وہ اس بات سے بے خبر تھا۔ کاؤنٹر گرل کی نظر گوری ہتھیلی کے کچھ حصے پر پڑ گئی۔ اس نے پہلے حیرانی سے دیکھا کہ کالے کے اندر سے گورا رنگ جھانک رہا ہے۔ پھر اس نے ایک سیاہ فام کو بیئر کا کین دیتے ہوئے چپکے سے یہ بات بتادی۔

وہ کین کھول کر اسے مُنہ سے لگاتا ہوا موٹر سائیکل والے کالوں کے پاس آیا اور ان کے کانوں میں یہ بات پھونک دی۔ تھوڑی دیر بعد ہی کئی کالوں نے اسے کاؤنٹر کے پاس گھیر لیا۔ ایک نے کہا "اپنی ہتھیلی دکھاؤ۔"

تھرمال بوتل ایک طرف رکھ کر اپنی ہتھیلی دکھاتے ہوئے چونک گیا۔ اپنی ہتھیلی پر اب اس کی نظر پڑی تھی اس نے گھبرا کر آس پاس کھڑے ہوئے سیاہ فام جوانوں کو دیکھا' ایک نے کہا "کالے بھائی! ہم کالوں کی ہتھیلیاں اتنی سرخ و سفید نہیں ہیں۔"

دوسرے نے پوچھا "کہاں تک گورے ہو؟ کہاں تک کالے ہو؟"

تیسرے نے کہا "یہ ابھی دیکھ لیتے ہیں۔"

یہ کہتے ہی اس نے پیچھے سے قمیص پھاڑی پھر کہا "ادھر سے گورا ہے۔"

چوتھے نے سامنے سے لباس چاک کیا اور کہا "ادھر سے بھی گورا ہے۔"

وہ چیختے ہوئے کہہ رہا تھا "رک جاؤ۔ میں بتا رہا ہوں۔ میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔"

وہ تمام لباس کی دھجیاں اڑا رہے تھے اور کہہ رہے تھے "تم کیا حقیقت بتاؤ گے۔ تم سفید فام لوگ ذلالت پر اتر آئے ہو۔ کالا رنگ تھوپ کر کالے بن کر جگہ جگہ واردات کرتے ہو۔ قتل کرتے ہو' آگ لگاتے ہو اور تمام جرائم ہم سیاہ فام لوگوں پر تھوپ دیتے ہو۔"

وہ اسے مارتے جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے' اسے کچھ کہنے کا موقع نہیں دے رہے تھے۔ آخر پولیس کار کا سائرن سن کر وہ اپنی موٹر سائیکلوں پر فرار ہو گئے۔ جب پولیس والے تھرمال کے قریب پہنچے تو اس کے جسم پر لباس کی ایک دھجی نہیں تھی۔ جگہ جگہ زخم آئے تھے اور خون رس رہا تھا۔ اس کے لئے فوراً ایمبولینس طلب کی گئی۔ ایک افسر نے پوچھا "تم کون ہو؟"

اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "فرہاد علی تیمور۔"

دوسرے افسر نے کہا "یہ نام کہیں سنا ہے۔"

پہلے افسر نے کہا "تم نئے ہو اس لئے یہ نام یاد نہیں ہے۔ امریکا کی تمام پولیس اور فوج کے افسران اور سپاہی ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد کو جانتے ہیں۔"

پھر اس نے تھرمال کے منہ پر ٹھوکر مارتے ہوئے کہا "ہم خوش نصیب ہیں کہ یہ ناقابلِ گرفت آج ہماری گرفت میں آگیا ہے۔"

وہ ٹھوکر کھا کر تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا "میں اصلی فرہاد نہیں ہوں' بنا سپتی ہوں۔"

اس کے منہ پر پھر ٹھوکر پڑی "ابے چپ! تو نے آدھا کالا اور آدھا گورا بن کر بھیس بدلنے کی کوشش کی۔ چھپ نہ سکا تو فرہاد ہونے سے انکار کر رہا ہے۔"

اسے ایمبولینس میں ڈالا گیا۔ افسر نے وائرلیس کے ذریعے یہ خوش خبری اپنے بڑوں کو سنائی۔ ان بڑوں نے اپنے بڑوں کو سنائی۔ تھرمال کے ملٹری اسپتال پہنچنے تک یہ خوش خبری سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا تک پہنچ گئی۔ سپر ماسٹر نے بے یقینی سے پوچھا "لمبوڈا! کیا تمہیں یقین ہے کہ فرہاد ہماری گرفت میں آگیا ہے؟"

لمبوڈا نے کہا "یقین نہیں آرہا ہے' لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک پہلوان بڑے بڑے شہ زوروں سے مغلوب نہیں ہوتا اور معمولی نزلے سے مر جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے ہمارے ایک معمولی افسر نے واقعی فرہاد کو گرفتار کیا ہو۔"

اس نے ٹیلی فون کے ذریعے اس افسر کی آواز سنی۔ پھر اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ایک قد آور اور صحت مند شخص سیاہ فام بن کر جیفرسن کے علاقے میں آیا تھا۔ اسے چند سیاہ فام لوگوں نے پہچان لیا کہ وہ سفید فام ہے۔ اس کی پٹائی کرنے سے بھید کھل گیا وہ بہروپیا تھا۔ اس نے بری طرح مار کھانے اور زخمی ہونے کے بعد اعتراف کیا کہ وہ فرہاد علی تیمور ہے۔

لمبوڈا اس افسر کے ذریعے اس کمرے میں آیا جہاں تھرمال کی مرہم پٹی ہو رہی تھی۔ باہر فوجی مسلح جوان پہرا دے رہے تھے تاکہ فرہاد علی تیمور بھاگ نہ جائے۔ پولیس والوں کو بھی کمرے کے اندر جانے اور فرہاد سے باتیں کرنے کی اجازت نہیں تھی۔

لمبوڈا نے ایک فوجی افسر کے دماغ میں جگہ بنائی اسے کمرے کے اندر لے گیا' تھرمال کی مرہم پٹی ہو چکی تھی۔ افسر نے پوچھا "فرہاد! تم بیان دینے کے قابل ہو؟"

"میں فرہاد نہیں ہوں۔"

لمبوڈا اس کی آواز سن کر چونک گیا۔ فوراً اس کے اندر پہنچ کر بولا "میں لمبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی؟"

وہ اپنی روداد سنانے لگا' آخر میں بولا "میرا سر چکرا رہا ہے میں یہ بھولنا چاہتا ہوں کہ کالا ہوں یا گورا؟ فار گاڈ سیک۔ مجھے اس ملک سے باہر جانے دو' نسلی فسادات ختم ہو جائیں گے تو واپس آجاؤں گا۔"

"فضول باتیں نہ کرو۔ فرہاد تمہاری تاک میں ہے۔ تم کہیں نہیں جاؤ گے۔ یہ بتاؤ کہ یہ لوگ تمہیں فرہاد کیوں سمجھ رہے ہیں؟"

"سر! میں نے فرہاد بننے کی اس قدر ریہرسل کی ہے کہ نیند یا نیم بے ہوشی میں خود کو فرہاد کہہ دیتا ہوں۔ زخموں کی تاب نہ لا کر ہذیان بکنے لگا تھا۔ شاید ایسے میں ان لوگوں نے مجھے فرہاد سمجھ لیا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی جو تمہیں فرہاد بنانے کی کوشش کی۔ ایک تو وہ کمبخت پیچھے پڑ گیا ہے' دوسرے تم الٹی سیدھی حرکتیں کر رہے ہو۔ تمہاری وہ ذہانت کیا ہوئی جس سے متاثر ہو کر میں نے تمہیں ٹیلی پیتھی سکھائی تھی۔"

"مجھے ذہن سے کام لینے کا موقع ہی نہیں مل رہا ہے۔ کالوں اور گوروں سے نجات ملے تو پھر اپنی ذہانت دکھاؤں گا۔"

"کیا احمقانہ باتیں کر رہے ہو؟ ذہانت کا ثبوت مو... مصیبتوں سے نجات حاصل کر کے بھی دے سکتے ہو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر فون کرنے والے ... اور گوروں سے نمٹ لوں گا۔"

"یہ بھی احمقانہ فیصلہ ہے۔ نسلی فسادات پھیلانے والوں سے حکومت نمٹ رہی ہے۔ تم ان سے نمٹنے میں وقت کیوں ضائع کرو گے؟ تمہارے پاس عقل ہے تو فرہاد اور اس کے عزیزوں تک پہنچنے کی تدبیر سوچو۔"

"ٹھیک ہے میں اسپتال سے نکل کر......"

"کیا اسپتال اسپتال کی رٹ لگا رکھی ہے۔ کیا یہاں آرام سے تدبیر نہیں سوچ سکتے۔"

"جی ہاں۔ ابھی اچانک ایک تدبیر ذہن میں آئی ہے۔"

"کیا ہے جلدی بولو۔"

"ایک طویل عرصے سے سونیا لاپتا ہے۔ اس کی روپوشی کوئی ... رکھتی ہے' میں اسے تلاش کروں گا۔"

"کیا اسے تلاش کر کے اپنی اماں بناؤ گے؟ سوئی ہوئی شیرنی کو ... ہماری نیندیں حرام کرو گے؟ فرہاد کے جوتے سر پر پڑ رہے ہیں۔ ... کم ہے کہ سونیا کا سینڈل اٹھانے جا رہے ہو۔ مجھے تمہاری ... پر شبہ ہو رہا ہے۔ تم میرے کام کے آدمی نہیں رہے۔"

"سر! آپ نے میری پوری بات نہیں سنی۔"

"میں تمہارے پاس وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔"

"میرے پاس صرف آدھا گھنٹا ضائع کریں اور یہ سن لیں کہ ... ماں بننے والی ہے۔"

"کیا؟" لمبوڈا نے شدید حیرانی سے پوچھا "تم نے کیا کہا۔ پھر کہو' مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔"

"سر! سونیا ماں بننے والی ہے۔ اب پتا نہیں' یہ آپ کے لئے ... خبر ہے یا بری؟"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"معلوم نہیں ہے اسی لئے تو پوچھ رہا ہوں' اچھی خبر ہے یا ...؟"

"او گدھے! میں اچھی اور بری خبر کی نہیں۔ سونیا کی بات ... رہا ہوں۔ کیسے معلوم ہوا کہ وہ ماں بن رہی ہے؟"

یہ بات میں نے تھرمال کے دماغ میں چھیڑی تھی۔ مقصد یہ تھا سونیا کے ماں بننے کی خبر دنیا میں پھیل جائے۔ میرے باپ بننے ... برا تنی اہم نہیں ہو سکتی تھی جتنی کہ سونیا کے ماں بننے کی خبر سے ... پھیلنے والی تھی۔

جان لمبوڈا نے پھر پوچھا "جواب دو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ ... ماں بننے والی ہے۔"

"سر! میں کہوں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔ بہتر ہے پہلے ... بابا صاحب کے ادارے سے رجوع کریں۔"

"پہلے تم بتاؤ۔"

"سر! میں نے خواب میں دیکھا ہے' اس کی گود میں ایک چاند ... سا تھا۔"

"نان سنس! خواب بیان کر کے میرا وقت ضائع کرتے ہو۔"

"آپ میری ایک بات مان لیں۔ ان کے عالم دین تبریزی ... سے معلوم کرلیں۔"

"اچھی بات ہے' میں ابھی معلوم کرتا ہوں۔ اگر یہ جھوٹ ہوا ... سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

اس نے جناب علی اسد اللہ تبریزی کو مخاطب کیا۔ انہوں نے ... پوچھا تم کون ہو؟ یہ نہیں پوچھا کہ کیا پوچھنے آئے ہو؟ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی کہا "لمبوڈا! تم نے جو سنا وہ سچ ہے' جاؤ یہاں سے۔"

انہوں نے سانس روک لی۔ وہ تھرمال کے پاس آکر بولا "کمال ہے اس عالم دین نے میری سوچ کی لہروں سے مجھے پہچان لیا۔ اور میرا سوال سنے بغیر جواب دے دیا۔"

"کیا جواب دیا سر؟"

"یہی کہ تمہارا خواب درست تھا۔ وہ ماں بننے والی ہے۔"

"سر! ہم اس خبر کو کیا کہیں گے؟"

"یہ منحوس اور تشویش ناک خبر ہے۔"

"ہمیں کیا تشویش ہو سکتی ہے؟"

"کیا تم نے فرہاد کی ہسٹری میں نہیں پڑھا کہ وہ کس حد تک زہریلا ہے۔ کیا یہ زہر اس کی اولاد تک نہیں پہنچا ہو گا۔ پھر وہ اولاد سونیا کے خون سے وجود کی طرف آرہی ہے۔ کیا پارس اور علی تیمور کم قیامت ہیں کہ یہ تیسرا آرہا ہے۔"

"سر! آپ فرما رہے ہیں تیسرا یعنی کہ بیٹا ہو گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "نان سنس! کیا میں دائی ماں ہوں کہ پیٹ کا حال بتاؤں گا۔"

"لیکن آپ اس مسئلے پر تو غور کر سکتے ہیں کہ بیٹا ہونے سے ہمارا زیادہ نقصان ہو گا یا بیٹی ہونے سے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سونیا بھی تو کسی کی بیٹی تھی۔ اس نے جوان ہونے سے اب تک ہمیں اتنا دہلایا ہے جتنا فرہاد نے دہشت زدہ نہیں کیا ہے۔"

"سر! اگر ہم اس کے اولاد کو دنیا میں آنے ہی نہ دیں تو؟"

"ہاں۔ اب میں اسی پہلو پر غور کروں گا۔ تمہارے پاس آنے سے ذرا جھنجلاہٹ تو ہوئی لیکن وقت ضائع نہیں ہوا۔ بہت اہم بات معلوم ہوئی۔ ابھی میرے آدمی آئیں گے اور تمہیں کسی محفوظ مقام تک لے جائیں گے' سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ اسرائیل کے وقت کے مطابق الپا وہاں سے روانہ ہو چکی ہو گی۔ میں یہ معلوم کرنے اس کے پاس آیا تو لمبوڈا وہاں پہنچا ہوا تھا۔ وہ خوش ہو کر اس سے کہہ رہی تھی "آج رات سے میری آزادی اور خوشحالی کا دن شروع ہونے والا ہے۔ کیا تم مجھے نیویارک میں لینے آؤ گے؟"

وہ بولا "ہمیں اتنا زیادہ خوش نہیں ہونا چاہئے کہ ہم دشمنوں کو بھول جائیں۔ ہمیں خوب سوچ سمجھ کر اپنے محفوظ مقام سے نکلنا چاہئے۔ کوئی بھی دشمن ہمیں پہچان کر گولی مار سکتا ہے۔"

"یہ درست ہے' لیکن میں تمہیں نہ دیکھ کر اداس ہو جاؤں گی۔"

"میری جان! میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ پھر جہاں موقع ملا وہاں خود تم سے ملنے آجاؤں گا۔"

طیارے میں میجر یارڈلے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھا ہوا

تھا۔ وہ بولی "نیویارک پہنچ کر اس گدھے کا کیا بنے گا؟"

لمبوڈا نے کہا "میں نے بڑی زبردست پلاننگ کی ہے۔ یہ گدھا ہمارے کام آئے گا۔ تم یہاں پہنچو تو سہی۔"

وہ چلا گیا۔ میجر یارڈلے نے الپا کا ہاتھ تھام کر کہا "ڈارلنگ! میں نے پچھلی رات تمہاری خواب گاہ میں گزاری۔ مگر یاد نہیں آرہا ہے، کیسے گزاری۔ میں آج تمام دن سوچتا رہا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ پلیز، تم بتاؤ یہ ماجرا کیا ہے؟"

وہ بولی "میں شراب سے زیادہ تیز اور زود اثر ہوں۔ شراب کا پہلا جام یاد رہتا ہے۔ پھر نشہ بڑھتا جاتا ہے۔ ایسے میں پیمانے کا حساب نہیں رہتا۔ تم میرے قریب آئے پھر اور قریب آئے پھر اور قریب آتے آتے مدہوش ہو گئے بعد میں پتا چلا تم سو گئے ہو۔"

"لیکن میں کیسے سو گیا تھا؟"

"میں کیا بتاؤں۔ میرے پاس جو بھی آتا ہے سو جاتا ہے اسی لئے آج تک کنواری ہوں۔"

"تم ایسی باتیں کر رہی ہو، جن پر یقین نہیں آسکتا۔"

"میں کب کہہ رہی ہوں یقین کرو۔ رات زیادہ ہو چکی ہے چلو سو جاؤ۔"

وہ تنویمی عمل کے حوالے سے الپا کا تابعدار تھا۔ اس کا حکم سنتے ہی اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند میں تھا۔

وہ گولڈن برین تھا۔ اسرائیل کے ذہین ترین لوگوں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ ایسے انتہائی ذہین لوگ دنیا میں بہت گزرے جنہوں نے حسیناؤں کے قدموں میں ذہانت رکھ کر اپنی کھوپڑیاں خالی کر لیں۔

وہ دوسری صبح نیویارک پہنچی۔ جان لمبوڈا لاس اینجلس سے واشنگٹن آگیا۔ وہیں سے اپنے ملک میں الپا کا استقبال کرتا رہا۔ اس سے وعدہ کیا کہ حالات سازگار رہے اور کسی دشمن کی طرف سے اندیشہ نہ رہا تو اسے اپنے پاس بلالے گا۔

میں نے سلمان سے حالات معلوم کئے۔ اس نے بڑی خوش اسلوبی سے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ سپر ماسٹر ہولی مین اپنے معمول کے مطابق ہفتہ کی رات بیوی بچوں سے ملنے آیا تھا اور ان کے ساتھ دوسرا دن گزار کر واشنگٹن واپس جانے والا تھا۔

اس کی بیوی ویرا نے اپنے ہاتھوں سے اس کی پسندیدہ ڈش تیار کی تھی۔ سپر ماسٹر نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ اپنے بچوں سے ہنس ہنس کر باتیں کرتا رہا لیکن کافی پینے کے بعد اس کی ہنسی سنجیدگی میں بدل گئی۔ وہ کمزوری محسوس کر رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔

وہ ویرا سے پوچھنا چاہتا تھا کہ اس نے کون سی دوا ملائی ہے۔ وہ بے چاری کچھ نہیں جانتی تھی۔ دوا ملاتے وقت دماغی طور پر حاضر نہیں تھی۔ سلمان نے سپر ماسٹر کے دماغ پر قبضہ جما لیا تاکہ وہ لمبوڈا وغیرہ سے رابطہ کر کے اپنی کمزوری اور اسیری کا ذکر نہ کر سکے۔

سپر ماسٹر، سلمان کی مرضی کے مطابق وقت سے پہلے ، اس کے ساتھ ہی اس کی ذہنی آزادی بھی سو گئی۔ سلمان ا۔ معمول اور تابعدار بنا چکا تھا۔ وہ خود کبھی اس ملک میں سپر ما چکا تھا، وہاں کے تمام مسائل اور معاملات کو اچھی طرح جا: اب پھر ہولی مین کے اندر رہ کر سپر ماسٹر کا رول ادا کرنے والا تھ

تھرمال پھر ایک نئے بنگلے میں رہائش کے لئے پہنچا ہوا تھا مخصوص رہائش گاہ چھوڑنے کے بعد یہ تیسرا بنگلا تھا، جہاں ا۔ پناہ لی تھی۔ وہاں وہ اپنا سفری بیگ ایک طرف رکھے صوفے ہوا تھا۔ میزبان نے کہا "چلو میں تمہارا بیڈ روم دکھاؤں۔ جوتے اتار کر آرام سے بستر پر لیٹ جانا۔ تم زخمی ہو۔ تمہیں کی ضرورت ہے۔"

"میں یہاں آرام سے ہوں۔ جوتے نہیں اتاروں گا کل مصیبتوں کا کوئی بھروسا نہیں ہے کہ کب چلی آئیں۔"

"تم جانتے ہو میں ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔ میر۔ کے احاطے میں کوئی قدم رکھنے کی جرائت نہیں کرے گا۔ دھمکیاں دینے والے کا سراغ لگانے کے انتظامات ہیں معلوم ہو جائے گا کہ کہاں سے فون کیا جا رہا ہے پھر ہم جا کر گردن دبوچ لیں گے۔"

وہ ان باتوں سے مطمئن ہو رہا تھا۔ پھر ایک دم سے اچھل پڑا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ وہ فون کی طرف انگلی ا ہوئے بولا "دیکھو دیکھو، پھر کوئی مصیبت آئی ہے۔"

چیف نے کہا "ایزی تھرمال ایزی۔ میں دیکھتا ہوں۔"

اس نے فون کے پاس آکر ریسیور اٹھاتے ہوئے کان ۔ کہا "ہیلو، میں چیف بول رہا ہوں۔"

"ہیلو انکل، میں کانوواتا بول رہی ہوں۔"

"اچھا سمجھ گیا، لو بات کرو۔"

پھر اس نے ریسیور آگے بڑھا کر کہا "مسٹر لمبوڈا کی بیٹی۔"

تھرمال نے ریسیور لے کر کہا "ہیلو کانوواتا۔"

اُدھر سے کانوواتا نے کچھ کہا لیکن میں نے اس کے ز مردانہ آواز سنائی۔ وہ جلدی سے ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتے چیف سے بولا "تم نے کہا تھا کانوواتا بول رہی ہے۔ یہ آواز ہے۔"

چیف نے دوبارہ ریسیور لے کر پوچھا "کون ہو تم؟"

"انکل! میں ہوں۔ یہ تھرمال مجھ سے باتیں کیوں نہیں ہے؟"

اس نے پوچھا "کیا ابھی تمہارے فون سے کوئی شخص تھا؟"

"نہیں۔ میں ہوسٹل کے کمرے میں تنہا ہوں۔ میر۔ کوئی نہیں ہے۔ آپ ایسی بات کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"تھرمال کہہ رہا ہے، ابھی اس ریسیور سے اس نے ایک اجنبی از سنی ہے۔"

"اس کا دماغ چل گیا ہے۔ آپ اسے ریسیور دیں۔"

چیف نے کہا "تھرمال! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیا وہ فون کرنے تمہارے حواس پر چھا گئے ہیں۔ تمہیں کانوواتا کی آواز بھی لگ رہی ہے؟"

"بائی گاڈ، میں نے کسی اجنبی کی آواز سنی ہے۔"

"وہ ہاسٹل کے کمرے میں تنہا ہے پھر کوئی شخص کیسے فون پر گا؟"

اس نے پھر ریسیور لے کر پوچھا "تم کون ہو؟"

وہ بولی "تمہارا اسر ہوں۔ میری آواز سن کر بولتے ہو کسی مرد کی سنی ہے۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں؟"

"میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی میں نے ...." پھر وہ رک کر بولا۔ ڑو جانے دو۔ تمہاری آواز سن کر میں جیسے جی اٹھا ہوں۔ شہر ں میں تمہاری آواز خوشبو کا جھونکا لگ رہی ہے۔"

"تو پھر آجاؤں؟"

"نہیں ابھی نہیں۔"

"میری قربت سے انکار کر رہے ہو؟"

"میں حالات سے مجبور ہوں۔ میری روداد سنو پھر فیصلہ کرو، نکار درست ہے یا نہیں۔"

"میں سن چکی ہوں۔ تم سیاہ فام اور سفید فام لوگوں کے ت کے باعث مصیبت میں پڑ گئے ہو۔ مجھ جیسی سیاہ فام ے ساتھ دیکھی جائے گی تو پھر غنڈے تم پر حملہ کر سکتے ہیں، ہم کسی چار دیواری میں مل سکتے ہیں۔"

"پچھلی بار میں چار دیواری کے اندر تھا۔ پھر بھی دشمنوں کے ر فون آتے رہے۔ سوری کانوواتا! ابھی میں کوئی خطرہ مول لینا چاہتا۔ پہلے میرے زخم بھرنے دو، پھر نئے زخموں کے لئے ملوں گا۔"

"ایسی باتیں نہ کرو۔ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ہم یہ شہر کر کینیڈا جائیں گے۔ وہاں تم دشمنوں سے محفوظ رہو گے۔"

"تمہارے ڈیڈی نہیں چاہتے کہ میں یہاں سے جاؤں۔"

"میں ڈیڈی کو راضی کر لوں گی۔"

"یہ تمہاری محبت بھی ہو گی اور احسان بھی ہو گا۔ پلیز جلد ہی ت حاصل کرو۔"

رابطہ ختم ہو گیا۔ تھرمال اپنا سفری بیگ اٹھا کر بیڈ روم میں ا۔ ملٹری انٹیلی جنس کا چیف ڈرائنگ روم میں آکر فون پر رابطہ نے لگا۔ میں اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ لمبوڈا کی رکی سے باتیں کر رہا ہے اور وہ سیکریٹری یوگا کا ہنر جانتی ہے۔ رابطہ ہونے پر دوسری طرف سے ایک خاتون کی آواز آئی۔ نے اپنا نام اور عہدہ بتا کر کہا "سیکریٹری جوزفین سے بات کراؤ۔"

پتا چلا وہ ٹیلیفون آپریٹر تھی۔ اس نے سیکریٹری جوزفین سے رابطہ کرایا۔ میں آپریٹر خاتون کے پاس گیا۔ اس کی ڈیوٹی ختم ہو رہی تھی۔ اس کی جگہ ایک مرد آپریٹر آیا تھا۔ وہ وہاں سے اٹھ کر واش روم میں گئی تو میں واپس آگیا۔

پندرہ منٹ بعد پھر اس کے پاس گیا۔ وہ واش روم سے نکل آئی تھی اور لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور تک جا رہی تھی۔ فرشی منزل پر آئی تو وہاں ایک نوجوان اس کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ اسے دیکھتے ہی بولی "تم پھر آگئے؟"

وہ اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا "میں بار بار آؤں گا۔ یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو لیکن اس ملازمت سے مجبور ہو۔"

"ہاں۔ ہم پر پابندی ہے کہ کسی اجنبی سے دوستی نہ کریں۔ یہ حکومت کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ اس وقت بھی کسی جاسوس کی آنکھ ہمیں دیکھ رہی ہوگی۔ تمہاری وجہ سے میں مشکوک ہو رہی ہوں۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ملازمت کا وقت ختم ہونے کے بعد تم اپنی زندگی جینے کا حق رکھتی ہو۔ تم ایک آزاد ملک کی شہری ہو آزادی سے محبت کر سکتی ہو۔ کسی کو بھی اپنا بوائے فرینڈ بنا سکتی ہو۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی پھر بولی "میں نے ملازمت قبول کرنے سے پہلے یہ پابندیاں قبول کی ہیں۔ میں پانچ برس تک نہ کسی سے شادی کر سکتی ہوں اور نہ ہی کسی کو بوائے فرینڈ بنا سکتی ہوں۔"

اسی وقت ایک پولیس کار قریب آکر رکی۔ ایک افسر نے کار سے نکل کر آپریٹر لڑکی سے کہا "تم گھر جاؤ۔"

وہ دوسری طرف چلی گئی۔ افسر نے اجنبی سے پوچھا "نام بتاؤ"؟

اس نے بتایا؟ میرا نام جان کریزی ہے۔"

"کریزی کے معنی ہیں خبطی۔ یہ نام تم نے خود رکھا ہے یا تمہارے والدین نے؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ آپ یہ بتائیں کس جرم کے سلسلے میں محاسبہ کر رہے ہیں۔"

"اس لڑکی سے دور رہو۔ اگر آئندہ اس کے قریب دیکھے گئے تو کسی بھی الزام میں سلاخوں کے پیچھے چلے جاؤ گے، یہ پہلی اور آخری وارننگ ہے۔"

افسر کار میں بیٹھ کر چلا گیا۔ وہ نوجوان جان کریزی وہاں کھڑا سوچتا رہا۔ میں اسے آلۂ کار بنانا چاہتا تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ جان لمبوڈا کے شعبے میں کام کرنے والی ٹیلی فون آپریٹر کی نگرانی ہوتی ہے۔ اس کے عاشق کے پیچھے بھی جاسوس لگے ہوں گے۔ ہو سکتا ہے، خیال خوانی کے ذریعے بھی اس کی اصلیت معلوم کی جا رہی ہو۔

اور ایسا ہو رہا تھا۔ جان لمبوڈا کا ماتحت پاسکو روٹ یہ معلوم کررہا تھا کہ نوجوان واقعی عاشق ہے یا غیر ملکی ایجنٹوں کا آلۂ کار ہے؟ میں پاسکو روٹ کی مصروفیت نہیں جانتا تھا' لیکن احتیاطاً یہی سوچ رہا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔

میں نے فی الحال اسے چھوڑ دیا' کیونکہ بعد میں اس کی ضرورت تھی۔ میں پھر تھرمال کے پاس آیا تو کانووانا فون پر اسے کہہ رہی تھی "ڈیڈی راضی ہوگئے ہیں۔ بلکہ تم سے بیزار ہوگئے ہیں۔ کہتے ہیں فرہاد تمہارے اعصاب پر سوار ہوگیا ہے۔ تمہیں واقعی چھٹیاں گزارنے کے لئے اس شہر سے دور جانا چاہئے۔"

"وہ مجھے نااہل سمجھ رہے ہیں' کوئی بات نہیں۔ یہ میرے لئے خوشی کی بات ہے کہ میں اس شہر سے دور چلا جاؤں گا۔"

"میں پہلی فلائٹ میں سیٹیں حاصل کررہی ہوں۔ ابھی فون کرکے یہاں سے روانگی کا وقت بتاؤں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ لمبوڈا کا یہ فیصلہ اپنی جگہ درست تھا کہ تھرمال اپنے اعصاب پر قابو پانے اور ذہنی تازگی حاصل کرنے یہاں سے چلا جائے' لیکن میں نہیں چاہتا تھا۔ میں نے یوسف زائد سے کہا "کسی بھی ایرے غیرے کا فون نمبر ڈائل کرو۔ وہ نمبر ہمارے اپنوں میں سے کسی کا نہ ہو۔"

اس نے ایک نمبر ڈائل کرکے رابطہ کیا۔ مجھے دوسری طرف کی آواز سنائی پھر رابطہ ختم کردیا۔ وہ ایک بہت بڑے جنرل اسٹور کے مالک کا فون تھا' میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جما کر تھرمال کے موجودہ نمبر ڈائل کرائے۔

چند لمحوں کے بعد تھرمال کی آواز سنائی دی۔ میں نے اپنے آلۂ کار کی زبان سے کہا "اُلّو کے پٹھے! تو اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے گا۔ کبھی کالا بن کر گوری عورت کے گھر میں رہتا ہے' کبھی گورا بن کر کالی لڑکی سے عشق کرتا ہے۔ اب اس لڑکی سے تیرا چکر چل رہا ہے۔ کس کے ساتھ کہاں بھاگنے والا ہے؟"

تھرمال حلق پھاڑ کر فون پر چیخنے لگا "تم کون ہو؟ کیوں میرے پیچھے پڑگئے ہو؟ میں کہیں سکون سے رہ نہیں سکتا۔ میری بھوک مرگئی ہے۔ میری نیند اُڑگئی ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ کس برے وقت کی دشمنی نکال رہے ہو؟ دشمن ہو تو سامنے آؤ' مجھے گولی مارو' یا میں تمہیں گولی ماروں گا۔"

چیف نے آکر اس کے ساتھ سے ریسیور لے کر پوچھا "کیوں حلق پھاڑ پھاڑ چیخ رہے ہو" پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "ہیلو تم کون ہو' مجھ سے باتیں کرو۔"

پھر اس نے تھرمال سے کہا "فون تو خاموش ہے۔"

وہ بولا "اس دشمن نے لائن کاٹ دی ہوگی۔"

چیف نے نمبر ڈائل کئے پھر کہا "ابھی میرے نمبر پر کس فون سے بات ہورہی تھی؟"

"جناب! ہارڈی جنرل اسٹور کا فون تھا۔"

"مجھ سے بات کراؤ۔"

آپریٹر نے رابطہ کردیا' چیف نے کہا "مسٹر ہارڈی! میں آف ملٹری انٹیلی جنس بول رہا ہوں۔ ابھی دو منٹ پہلے تم میرے فون پر میرے مہمان سے بات کی تھی؟"

میں نے ہارڈی کی زبان سے کہا "سر! میں نے نہیں' دکان میں آنے والے ایک گاہک نے فون کرنے کی اجازت کی تھی' میں نے اجازت دے دی تھی۔ کیوں جناب! کیا یہ کو قانونی بات ہے؟"

"غیر قانونی نہیں ہے لیکن ایک پرابلم ہے' کیا وہ گاہک ہے؟"

"نہیں جاچکا ہے۔"

"حلیہ بتا سکتے ہو؟"

میں نے الٹا سیدھا حلیہ بتادیا۔ چیف نے ریسیور رکھ کر ا سے پوچھا "یہاں تمہاری کسی سے دشمنی ہے؟"

وہ بولا "تم جانتے ہو کہ مسٹر لمبوڈا کے ماتحت نہ کسی سے کرتے ہیں نہ کسی کو دشمن بناتے ہیں۔ ہماری دشمنی صرف پیتھی جاننے والوں سے ہوتی ہے۔"

"تو پھر یہ کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کی حرکتیں ہیں۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایسا کوئی دشمن ہوتا تو وہ دماغ میں آکر مجھے چیلنج کرتا لیکن میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی ٹریپ نہیں کرسکتا۔ جو بھی مجھے پریشان کررہا ہے وہ میری اہ نہیں جانتا ہے۔ وہ کوئی گورا یا کالا فسادی ہے۔"

"وہ کوئی بھی ہو۔ تمہاری ہر بدلتی ہوئی رہائش گاہ کو د ہے اور اس کا فون نمبر بھی معلوم کرلیتا ہے۔ اگر وہ خیال کرنے والا نہیں ہے تو پھر کوئی بہت ہی خرانٹ جاسوس ہے نگاہوں سے تمہیں اوجھل نہیں ہونے دیتا ہے۔"

"یہی تو معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کون ہے۔ کیا ہما جاسوس ایسے خرانٹ نہیں ہیں کہ اسے پکڑ سکیں۔"

"ہم ہر ممکن کوشش کررہے ہیں۔ وہ جلد ہی پکڑا جائے گا۔"

چیف کے چور خیالات بتارہے تھے کہ وہ میری اور تھرما دشمنی کے متعلق کچھ نہیں جانتا ہے۔ اس کے باوجود وہ کسی خوانی کرنے والے پر شبہ کررہا ہے۔

اس سے پہلے وہ اپنا شبہ لمبوڈا پر ظاہر کرتا' میں اپنی چال کے لئے اس عاشق نوجوان جان کریزی کے پاس آگیا۔ اس اندر خاموش رہا۔ شام کا وقت تھا۔ وہ ٹائیڈل بیس کے کنار ہوا ان کشتیوں کو دیکھ رہا تھا' جو راج ہنس کی لانبی گردنوں کی بنی ہوئی تھیں۔ یہ کشتیاں سوان بوٹس کہلاتی ہیں۔ واشنگٹن والے رومانی جوڑے ایسی کشتی میں بیٹھ کر جھیل نما ٹائیڈل سیر کرتے ہیں۔ جان کریزی بھی تصور میں اس آپریٹر لڑکی کے سوان بوٹ میں بیٹھا ہوا تھا۔

میں نے اس کی سوچ میں کہا "صرف سوچنے سے محبوب نہیں ملتا' اس کے لئے کچھ کر گزرنا ہوتا ہے۔"

اس نے سوچا "میں کیا کروں یہی سمجھ میں نہیں آتا۔"

میں نے سمجھایا "حرکت میں برکت ہے۔ میں خیالوں کی دنیا سے نکل کر آگے بڑھوں گا تو منزل آئے گی۔"

وہ وہاں سے چلتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ پھر اسے اسٹارٹ کرکے آگے بڑھانے لگا' میں اسے لمبوڈا کی خفیہ رہائش گاہ کی طرف لے جانے لگا۔

گزشتہ روز میں نے دھوکے سے اس کے مختصر خیالات پڑھے تھے اور معلوم کیا تھا کہ وہ لاس اینجلس سے آج واشنگٹن پہنچے گا اور شام کو اپنی رہائش گاہ میں اپنی گونگی معشوقہ کے پاس آئے گا۔ جان کریزی نے اس کی رہائش گاہ سے ذرا دور کار روک دی۔ میں نے اس کے ذریعے دیکھا۔ اس کی رہائش گاہ کے احاطے میں ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ پچھلی بار جب میں تھرمال کو ادھر لے گیا تھا تو کار نہیں تھی۔ گھر کا مالک نہیں تھا تو کار کیسے ہوتی؟ اب کار کی موجودگی بتارہی تھی کہ مالک مکان موجود ہے۔

میں نے جان کریزی کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جمالیا۔ وہ اپنی کار وہاں سے اور دور لے گیا۔ اسے ایک جگہ پارک کرکے لمبوڈا کی رہائش گاہ کی طرف پیدل جانے لگا۔ لمبوڈا وہاں ایک عام شہری کی طرح آتا تھا اور گونگی کے ساتھ رات بسر کرکے چلا جاتا تھا۔ اس کی گاڑی اور اس کا حلیہ وغیرہ مختلف ہوتا تھا۔ کوئی اسے سپر ماسٹر کے دستِ راست کی حیثیت سے پہچان نہیں سکتا تھا' اور چونکہ سرکاری حیثیت سے وہاں نہیں آتا تھا۔ اس لیے اس کی رہائش کے آس پاس مسلح گارڈز یا جاسوس وغیرہ نہیں ہوتے تھے۔ یعنی وہ اپنی پرائیویٹ لائف میں کسی کو اپنا رازدار بنانے کا عادی نہیں تھا۔

جان کریزی باؤنڈری وال سے لگ کر تھوڑی دیر تک کھڑکیوں اور دروازوں کو دیکھتا رہا۔ ان پر پردے پڑے ہوئے تھے۔ وہ پردے ذرا بھی ہٹے ہوئے ہوتے تو یہ سمجھ میں آتا کہ اندر سے کوئی باہر کا حال دیکھ رہا ہے' لیکن ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ وہ بڑی آہستگی سے باؤنڈری کی دیوار پر چڑھ کر اندر پہنچ گیا۔ گھاس پر رینگتا ہوا کار کے قریب پہنچا اور پھر میری پلاننگ کے مطابق کار کے بریک ناکارہ بنانے لگا۔

میں نے اس کام کے لئے جان کریزی کا انتخاب اس لئے کیا تھا کہ انٹیلی جنس والوں کو اس پر شبہ تھا۔ اگرچہ اس کے چور خیالات پڑھنے کے بعد لمبوڈا کے سراغ رسانوں کا شبہ دور ہوچکا ہوگا۔ تاہم وہ ابھی بریک کو ناکارہ بناتے وقت پکڑا جاتا تو مٹنے والا شبہ پھر ابھر آتا۔ میں اس کے چور خیالات سے لمبوڈا کو سمجھاتا کہ وہ یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جے مورگن کا آلۂ کار ہے۔

کوئی کام صحیح پلاننگ سے صحیح وقت پر ہو تو کامیابی لازمی ہوتی

ہے۔ وہ مطلوبہ کام کرکے پھر اسی طرح گھاس پر رینگتا ہوا باؤنڈری وال کے پاس آیا اور اس پر چڑھ کر احاطے کے باہر پہنچ گیا۔ اطمینان سے دور تک چلتا ہوا کار کی طرف جانے لگا۔ میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا وہ چلتے چلتے لڑکھڑا گیا۔ پھر سنبھل کر سوچنے لگا "میں کہاں ہوں اور یہاں کیا کررہا ہوں؟"

سامنے پارک کے قریب اپنی کار نظر آرہی تھی۔ وہ سوچتا ہوا جارہا تھا چونکہ میں نے پوری طرح قبضہ جمایا ہوا تھا۔ اس لئے آزادی کے بعد اسے یاد نہیں رہا کہ کس رہائش گاہ کے احاطے میں گیا تھا اور وہاں کیا کارروائی کرنے کے بعد آیا ہے۔

وہ کار میں بیٹھ کر سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے عشق میں دیوانہ ہورہا ہے۔ اس کے خیالوں میں ڈوب کر ایسے گم ہوجاتا ہے کہ غائب دماغی کا پتا ہی نہیں چلتا۔ میں کافی دیر تک اس کے اندر خاموش رہا۔ پھر یقین ہوگیا کہ کسی خیال خوانی کرنے والے نے اسے میرا آلۂ کار بنتے نہیں دیکھا ہے۔

میں نے یوسف زائد کو لمبوڈا کا فون نمبر ڈائل کرنے کو کہا۔ اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ رابطہ قائم ہونے پر تھوڑی دیر تک فون کی گھنٹی بجتی رہی پھر لمبوڈا کی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز بدل کر پوچھا "ہیلو کون؟"

میں نے تھرمال کی آواز بنا کر یوسف زائد کی زبان سے کہا۔ "سر! میں ہوں تھرمال۔ آپ کی آواز کیوں بدل گئی ہے۔"

میں جانتا تھا۔ یہ سنتے ہی وہ تھرمال کے دماغ میں پہنچے گا۔ میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ اتفاق سے وہ بھی کان سے ریسیور لگائے کانووانا سے باتیں کررہا تھا۔ پہلے چند لمحات میں لمبوڈا نے یہی سمجھا کہ تھرمال ہی فون پر اس سے بول رہا تھا۔ وہ غصے سے کڑک کر بولا "تمہیں میرا فون نمبر کیسے معلوم ہوا؟"

میں نے تھرمال سے ریسیور رکھوادیا۔ پھر اس کی سوچ میں جواب دیا "سر! میں صرف فون نمبر ہی نہیں رہائش گاہ بھی جانتا ہوں۔"

"یہی پوچھ رہا ہوں، کیسے جانتے ہو؟"

"آپ نے مجھے فرہاد کا ڈپلی کیٹ بنادیا۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ میں سچ مچ کا فرہاد علی تیمور ہوں۔ جیسے وہ سوچتا ہے ویسے ہی میں سوچتا ہوں۔ وہ آپ تک پہنچنا چاہتا ہے۔ میں بھی پہنچتے پہنچتے آپ تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کی رہائش گاہ کی بیرونی دیواریں سرخ اینٹوں کی ہیں اور یہ واشنگٹن چینل والے پارک کے سامنے ہے۔"

خاموشی چھاگئی۔ وہ حیران پریشان ہوگیا ہوگا۔ ایک یہ سوال پریشان کررہا ہوگا کہ تھرمال جیسا ماتحت یہ کیوں کہہ رہا ہے کہ سچ مچ فرہاد بن گیا ہے۔ دوسری پریشانی یہ تھی کہ اس کا پتا اور فون نمبر اسے کیسے معلوم ہوگیا؟

اور جیسے ہی معلوم ہوا، قیامت کا راز معلوم ہوا۔ یہ راز کھلنے سے وہ گرفت میں آتا تو اس کے تمام ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی دشمن کی مٹھی میں چلے جاتے۔ ابھی اسے امید ہوگی کہ گرفت میں نہیں آیا ہے۔ دشمن نے صرف سراغ لگایا ہے۔ لہٰذا اس سے پہلے اس رہائش گاہ سے بھاگنا چاہئے۔

بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا اور گوٹی کی طرف دھکا دے کر گراتا ہوا بنگلے سے باہر آیا پھر اپنی کار میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کیا۔ عجلت اور گھبراہٹ میں کار اسٹارٹ نہیں ہوئی۔ اچھی خاصی گھبراہٹ کے بعد وہ کار چلنے پر راضی ہوئی۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ فرہاد کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس نے فون کے ذریعے تھرمال کے ذریعے یہ معلوم کیا ہے کہ میں اپنے خفیہ بنگلے میں ہوں یا نہیں؟ اب اسے میری موجودگی کا یقین ہوگیا ہے۔ اس کے آلۂ کار بنگلے کے اطراف کہیں چھپے ہوں گے اور اب میرا تعاقب کررہے ہوں گے۔"

وہ عقب نما آئینے میں دیکھ رہا تھا۔ اندازہ کررہا تھا کہ کون گاڑی اس کے تعاقب میں ہے۔ یہ اسی وقت معلوم ہوسکتا ہے جب آس پاس کی گاڑیوں کے مقابلے میں رفتار زیادہ سے زیادہ بڑھائی جائے اس طرح تعاقب کرنے والی گاڑی کی رفتار بھی بہت زیادہ سے زیادہ ہوگی اور وہ نظروں میں آئے گی۔

اس طریقۂ کار پر عمل کرتے ہوئے اس نے رفتار میں اضافہ کیا۔ پھر آگے کچھ دور جاکر دو گاڑیوں کو اوور ٹیک کرنے کے بعد رفتار میں ذرا کمی کرنی چاہی تو ناکامی ہوئی۔ ڈھلان کے باعث گاڑی اسی تیزی سے بھاگ رہی تھی اور بریک کام نہیں کررہا تھا۔

اس نے کئی بار بریک لگانے کی کوشش کی اور حادثے سے بچنے کے لئے کار کو سنبھالتا رہا۔ پھر اس نے خیال خوانی کے ذریعے سپر ماسٹر کو مخاطب کیا۔ میں سلمان کے ساتھ سپر ماسٹر ہولی مین کے دماغ میں موجود تھا۔ وہ کہہ رہا تھا "ماسٹر! میں فرہاد کا شکار ہورہا ہوں۔ نہیں وہ کس حکمتِ عملی سے میرے قریب پہنچ گیا ہے۔ شاید اس نے میری گاڑی کے بریک کو ناکارہ بنایا ہے۔ میں بالٹی مور جانے والی شاہراہ پر ہوں۔ پلیز ٹریفک پولیس کو حکم دو کہ وہ میرے چاروں طرف گاڑیوں سے محاصرہ کرکے میری کار کو روک لیں۔"

میں نے اس کے ماتحت پاسکوروٹ کے لہجے اور آواز میں کہا "مسٹر لمبوڈا! میں سپر ماسٹر سے ابھی خیال خوانی کے ذریعے بات کررہا ہوں۔ اگر آپ مصیبت میں ہیں تو مجھے اپنے دماغ میں آنے دیں۔ سپر ماسٹر کے حکم سے جب تک پولیس والے آئیں گے تب تک ہم دونوں مل کر بچاؤ کی تدبیر کرلیں گے۔"

اس نے کہا "فوراً آؤ" میں فوراً اس کی کھوپڑی میں پہنچا۔ پہنچتے ہی ایک زبردست خیال خوانی کا جھٹکا پہنچایا۔ وہ حلق پھاڑ کر چیخ پڑا۔ ہاتھوں سے اسٹیئرنگ بہک گیا۔ کار اِدھر سے اُدھر جاتی ہوئی دوسری کاروں سے ٹکرائی۔ میں نے اس کے ہاتھوں سے جلد ہی اسٹیئرنگ کو سنبھال لیا۔ وہ دماغی تکلیف کی شدت سے بے حال ہورہا تھا۔ شاہراہ پر بے شمار گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا

تھیں۔ اس ٹکراؤ میں لمبوڈا کی گاڑی ان کے درمیان پھنس کر رک گئی۔ اس کے رکتے ہی میں نے پھر اس کے اندر ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ ذبح کئے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ تڑپ کر کار سے نکلا اور سڑک پر گر کر شدید تکلیف کے باعث کراہنے لگا۔

وہ بڑے ہی مضبوط اعصاب کا پہاڑ جیسا شخص تھا۔ زلزلے کے دو جھٹکوں سے کوئی بھی معمول ہوتا بے ہوش ہوجاتا ہے لیکن وہ بے حد اذیتیں برداشت کرتے ہوئے ہوش میں رہنے کی کوشش کررہا تھا، آخر میرے تیسرے جھٹکے نے اسے بے ہوش کردیا۔

میں نے سلمان کے پاس آکر کہا "بہت بڑا مہرہ ہاتھ آگیا ہے۔ میں لیلیٰ سے کہتا ہوں وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں رہے اور اسے لمبوڈا کے پاس نہ جانے دے۔ دوسرے خیال خوانی کرنے والے فریزر کے متعلق تم نے کہا تھا وہ بیمار ہے۔ اور اسپتال میں زیرِ علاج ہے۔"

"جی ہاں، میں نے سپر ماسٹر کے ذریعے فریزر کو بھی قابو میں کرلیا ہے۔"

"اب ہماری سونیا ثانی رہ گئی ہے۔ جب میں لمبوڈا پر تنویمی عمل کروں گا تو وہ مداخلت کرے گی۔"

سلمان نے کہا "میں اپنی بیٹی کی وجہ سے خود الجھا ہوا ہوں۔ یہ سپر ماسٹر نہیں جانتا ہے کہ ثانی کہاں ہے۔ صرف جان لمبوڈا کو معلوم ہے۔"

"ٹھیک ہے لمبوڈا کے ہوش میں آتے ہی میں اس پر عمل کرکے سب سے پہلے ثانی کے متعلق معلوم کروں گا۔"

پھر میں نے لیلیٰ سے کہا کہ وہ پاسکوروٹ کے دماغ میں سلمان کا لہجہ اختیار کرکے جائے اور اسے لمبوڈا کے پاس جانے نہ دے۔ میں ہر پہلو سے مکمل انتظامات کرنے کے بعد لمبوڈا کے پاس آگیا۔ وہ ہوش میں تھا۔ مگر بے حد کمزور تھا اس کا دماغ پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ وہ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اس نے ایک بار آنکھیں کھول کر دیکھا تھا۔ مگر ڈاکٹر، نرس اور کمرے کی دوسری چیزیں دھندلی دکھائی دے رہی تھیں اس لئے پھر اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

میں بڑی دیر تک احتیاطاً خاموش رہا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا چپکے سے وہاں موجود ہوسکتا تھا۔ خاص طور پر سونیا ثانی کی طرف سے خدشہ تھا۔ وہ اپنے سینئر افسر لمبوڈا کے دماغ میں کسی وقت بھی آسکتی تھی۔

میں نے لمبوڈا کی خوابیدہ سوچ میں کہا "سلوانہ (ثانی)! آہ سلوانہ تم کہاں ہو؟ ایسی مصیبت کے وقت مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ کہاں ہو آجاؤ۔ آجاؤ۔"

وہ جس درد بھرے انداز میں پکار رہا تھا، وہ پکار سن کر ثانی ضرور اس کے درد کا مرہم بن کر آتی۔ مگر نہیں آئی۔ ثابت ہوا کہ وہ موجود نہیں ہے یا اسے لمبوڈا کے موجودہ حالات کی خبر نہیں ہے۔

میں نے وقت کو غنیمت جانا اور عمل شروع کردیا۔

ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک دن اتنی بڑی کامیابی حاصل ہوگی ناقابلِ شکست ٹیلی پیتھی جاننے والا جان لمبوڈا ہماری گرفت میں ہوگا۔ اس ملک کا حکمران ثانی سپر ماسٹر کی کھوپڑی ہماری غلام ہوگی اور دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے بھی ہمارے تابعدار بن جائیں گے۔

امریکا جیسے سپر پاور کو قدموں تلے لانے کے بعد کیا رہ گیا تھا؟ کچھ نہیں۔ اب تو ہم ساری دنیا فتح کرچکے تھے۔ اسرائیل کی انسان دشمن پالیسیوں کو امریکا سے ہی استحکام حاصل ہوتا تھا۔ آئندہ ہم ایسی پالیسیوں کو گٹر میں ڈالنے والے تھے۔ اسرائیل کے گولڈن برینز، علی کو اپنا بے تاج بادشاہ بناتے جارہے تھے۔

لہٰذا اب کچھ نہیں رہا تھا۔ ہم نے سارا قصہ تمام کردیا تھا۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ حالات ہماری بے خبری میں کروٹ بدلتے رہتے ہیں پھر ایک مخصوص وقت میں ہمیں درسِ عبرت دیتے ہیں۔

حالات نے اچانک ہی کروٹ بدلی۔ میں لمبوڈا پر عمل کررہا تھا کہ محسوس ہوا مداخلت ہوئی ہے۔ لمبوڈا نے اپنے بازو میں ہلکی سی چبھن محسوس کی تھی اس کے بعد ہی میرے تنویمی عمل کا رشتہ اس سے ٹوٹ گیا۔ کسی نے انجکشن لگایا تھا اور وہ بے ہوش ہوگیا تھا۔

میں نے فوراً ہی سلمان سے کہا "جس کا ڈر تھا، وہی ہوا۔ مداخلت ہوئی ہے۔ کسی نے لمبوڈا کو انجکشن کے ذریعے بے ہوش کردیا ہے۔ سپر ماسٹر کے ذریعے اسپتال والوں سے معلوم کرو، انجکشن کس نے لگایا ہے؟"

سپر ماسٹر نے سلمان کی مرضی کے مطابق اسپتال والوں سے معلوم کیا۔ ڈاکٹر نے کہا "مسٹر لمبوڈا شدید ذہنی کرب میں تھے ہم نے انہیں گہری نیند سلایا ہے۔"

"لیکن وہ تو بے ہوش ہے۔"

"ڈاکٹر ہم ہیں، آپ ہم سے زیادہ نہیں جانتے۔ پلیز ہمیں ڈسٹرب نہ کریں۔"

میں ڈاکٹر کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ پتا چلا وہ ایک مریض کا معائنہ کررہا تھا۔ اچانک اس کے دل میں بات آئی کہ مسٹر لمبوڈا کو گہری نیند سلانا چاہئے۔ وہ ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار سرنج میں ایک رقیق مادّہ بھر کر لے گیا۔ اس کی دانست میں وہ نیند کا انجکشن تھا۔ میں سمجھ گیا، ثانی نے بے ہوشی کا انجکشن لگانے پر مجبور کیا تھا۔

"ہماری بلی اور ہم سے میاؤں" کا مطلب سمجھ میں آگیا۔ وہ ایسی بلی تھی جو ہم سب کو جان سے پیاری تھی۔ لیکن جان کی دشمن بن کر مقابلہ پر آگئی تھی۔ جو علاقہ ہم نے فتح کیا تھا، وہ علاقہ ہم سے چھین کرلے گئی تھی۔

صرف چند منٹوں کے بعد پتا چلا کہ فوجی افسر اور جوان آئے تھے اور بے ہوش لمبوڈا کو کہیں لے گئے تھے۔ یہ فورا ہی معلوم

نہیں کیا جاسکتا تھا کہ اسے کہاں پہنچایا گیا ہے۔ جب تک معلومات حاصل ہوتیں تب تک ہماری بیٹی اس کا برین واش کرادیتی۔

فرہاد علی تیمور نے بہت بڑی بازی ہاری تھی، لیکن ثانی کی حکمت عملی نے دل خوش کردیا تھا۔ آخر میری ہونے والی بہو تھی۔ وہ تو مجھے بابا جانی کہہ کر مجھے گھوڑا بنا کر میری پیٹھ پر سوار ہوسکتی تھی۔

سلمان نے کہا "یہ لڑکی ہمارے لئے پرابلم بنتی رہے گی۔ اسے کسی طرح قابو میں کرنا ہوگا۔"

میں نے کہا "تم باپ ہو، جوان بیٹی کو قابو میں رکھنا تمہارا فرض ہے۔ اگر وہ اسی طرح بے قابو رہی تو ہم برات نہیں لائیں گے۔"

"اوہ فرہاد بھائی! اتنی بڑی ناکامی کے بعد بھی آپ مذاق کے موڈ میں ہیں۔"

"کیسی الٹی باتیں کرتے ہو؟ دنیا مجھے شیر کہتی ہے اور تمہاری بیٹی شیر کے منہ سے لقمہ چھین کرلے گئی ہے۔ اتنی بڑی کامیابی کو ناکامی کہہ رہے ہو؟"

"میں آپ سے بحث نہیں کروں گا۔ یہ کہنے آیا ہوں کہ سپر ماسٹر ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی جارہا ہے۔"

میں نے چونک کر کہا "میامی کے ایک خفیہ اڈے میں وہ ٹرانسفارمر مشین چھپا کر رکھی گئی ہے۔"

"جی ہاں اس کی سوچ نے بتایا ہے کہ دو گھنٹے بعد کسی نوجوان کو اس مشین سے گزار کر اسے ٹیلی پیتھی کا علم دیا جائے گا چونکہ لبوڈا زیرِ علاج ہے اس لئے وہاں سپر ماسٹر کی موجودگی لازمی ہے۔"

وہ ہیلی کاپٹر کے ذریعے میامی پہنچ گیا۔ وہاں سے کار میں ایک لمبا سفر شروع ہوا۔ دو فوجی افسران اس کے ساتھ تھے۔ ایک گھنٹے بعد وہ پہاڑیوں کے درمیان پہنچے۔ ان پہاڑیوں کو کاٹ کر بحری فوج کا اڈا بنایا گیا تھا۔ اس تراشیدہ پہاڑی اڈے کے پیچھے کھلے سمندر میں فوج کے بحری جہاز کھڑے رہتے تھے۔ سمندر کے راستے سے کسی کو ادھر آنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور جہاں سے سپر ماسٹر کار میں آیا تھا وہ تمام خشکی کا علاقہ عام لوگوں کے لئے ممنوعہ تھا۔

ثانی ہم سے لبوڈا کو چھین کر مطمئن ہوگئی تھی۔ اس نے یہ سوچا ہی نہ ہوگا کہ ہم سپر ماسٹر جیسی ہستی کو اپنا تابعدار بناسکتے ہیں۔ وہ اُدھر لبوڈا کو ہم سے محفوظ رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہوگی۔ اِدھر ہمیں ٹرانسفارمر مشین کے چاروں طرف میلوں دور تک حفاظتی انتظامات کو دیکھنے کا موقع مل رہا تھا۔

سپر ماسٹر تراشیدہ پہاڑی اڈے کے مختلف حصّوں سے گزر رہا تھا۔ اس کے آگے پیچھے مسلح فوجی جوان اور افسران چل رہے تھے۔ وہاں خلائی سیارے کے ذریعے جاسوسی ہوتی تھی۔ بغیر اجازت وہاں قدم رکھنے والے کو سیارے کی آنکھ دیکھ لیتی تھی اور اسے گرفتار کرادیتی تھی۔ ویسے سائنس نے ابھی ایسی آنکھ نہیں بنائی تھی جو ہم جیسے دماغوں میں رہنے والوں کو دیکھ لیتی۔

سپر ماسٹر فوجی افسران کے ساتھ ایک بہت بڑے ہال میں پہنچا وہاں پانچ عدد ٹرالی اسٹریچرز تھے۔ وہ مریضوں کو آپریشن تھیٹر میں لے جانے والی ٹرالیاں تھیں۔ چار ٹرالیوں کے اسٹریچرز پر ایک عورت اور تین مرد آنکھیں بند کئے غافل پڑے ہوئے تھے۔ شاید بے ہوش تھے۔ پانچویں ٹرالی خالی تھی۔

ان میں سے دو بے ہوش افراد کو دیکھ کر سپر ماسٹر چونک گیا اس کی سوچ سے ہمیں پتا چلا کہ ان میں سے ایک پاسکو روٹ ہے اور دوسرا فریزر۔ ہم نے جان لبوڈا کے ان دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا، لیکن لبوڈا کی طرح دونوں بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئے تھے اور یہاں پہنچادئے گئے تھے۔

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ ہمارے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو کیا ہوگیا ہے؟"

"انہیں مرضِ تیمور یہ ہوگیا ہے" یہ نسوانی آواز ہال میں گونجی تو میں نے اور سلمان نے ثانی کو پہچان لیا۔ وہ ایک عارت کے اندرونی حصّے سے نکل کر ہال میں آئی پھر بولی "سپر ماسٹر! میں تمہاری اور اس ملک کی ایک ادنیٰ کنیز ہوں۔ یہ بتانے آئی ہوں کہ ہمارے ٹیلی پیتھی جاننے والوں پر فرہاد غالب آگیا ہے۔"

سپر ماسٹر نے میری مرضی کے مطابق پوچھا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ فرہاد نے انہیں ٹریپ کیا تھا اور ان ٹرالیوں پر کون ہیں؟"

وہ بولی "یہ ٹرالی پر پڑی ہوئی عورت الپا ہے۔ اور دوسری پر اسرائیل کا ایک گولڈن برین میجر یارڈلے ہے۔"

سپر ماسٹر نے پوچھا "یہ قصّہ کیا ہے؟"

"قصّہ یہ ہے کہ فرہاد علی تیمور نے ہم امریکیوں کو عقل سے پیدل سمجھ لیا ہے۔ اس کی مسلسل کامیابیوں نے اسے خوش فہمی میں مبتلا کردیا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے میدان مارتا آرہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ اس نے اتنے بڑے سپر پاور کہلانے والے امریکا کو فتح کرلیا ہے۔ اب اسے معلوم ہوگا کہ وہ کس بری طرح اُلّو بنتا رہا ہے۔"

سلمان نے کہا "بھائی فرہاد! یہ میری بیٹی ہے تو کیا ہوا لیکن برداشت نہیں کروں گا کہ یہ آپ کو اُلّو بولے۔"

میں نے کہا "اسی کو بہت سمجھ لو۔ اس سے بڑی گالی اسے نہیں آتی ہے۔"

وہ کہہ رہی تھی "میں اپنے سینئر افسر جان لبوڈا کے لئے جان کی بازی لگاسکتی ہوں۔ کیونکہ وہ مجھ پر اندھا اعتماد کرتا ہے۔ اس کی خفیہ رہائش گاہ کا پتا اور فون نمبر صرف میں جانتی ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولی "جب مجھے معلوم ہوا کہ تمہارا گورے اور کالے پریشان کررہے ہیں اور وہ الٹی سیدھی حرکتیں کررہا ہے تو میں خاموشی سے اس کے دماغ میں رہنے لگی۔ تب سے یہ بھید کھلتا گیا کہ فرہاد اس کے ذریعے مسٹر لبوڈا تک پہنچنا چاہتا ہے یا پہنچ چکا ہے۔ جب اس کی کار کا بریک ناکارہ ہوا تو سمجھ میں آیا

کہ فرہاد اسے زخمی کرکے دماغ میں جگہ بنانا چاہتا ہے۔

وہ پھر ٹھہر کر بولی "میں اس سلسلے میں پاسکو روٹ کو خبردار کرنے آئی تو اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ کیونکہ پہلے سے کوئی عورت (لیلیٰ) وہاں موجود تھی۔ اس بات کی تصدیق ہوتی جارہی تھی کہ فرہاد کی ٹیم ہمارے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو شکار کررہی ہے۔ فریزر بیمار تھا اسے تو آسانی سے کوئی بھی ٹریپ کرسکتا تھا۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی سپر ماسٹر کے قریب آئی پھر بولی "جب ہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا سربراہ لبوڈا ان کے جال میں پھنس گیا تو یہ بات بھی سمجھ میں آگئی کہ لبوڈا کی معمولہ الپا اور میجر یارڈلے بھی فرہاد سے محفوظ نہیں ہیں۔ وہ ایک لبوڈا کے ذریعے ہر ایک کو ٹریپ کرچکا ہے۔ صرف میں محفوظ ہوں۔"

اس نے سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر کہا "میں تم سے کہہ رہی ہوں۔ فرہاد علی تیمور! تم سے کہہ رہی ہوں۔ تم جو سپر ماسٹر کے دماغ میں چھپ کر میری باتیں سن رہے ہو اور یہ فوجی اڈّا دیکھ رہے ہو۔ تمہاری خوش فہمی کہتی ہے کہ یہاں ٹرانسفارمر مشین ہے اور میں اتنی احمق ہوں کہ تمہیں کسی کے دماغ میں بیٹھ کر یہاں تک آنے کی اجازت دے چکی ہوں۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولی "نہیں۔ تمہارے فرشتے بھی یہاں مشین کی جھلک نہیں دیکھ سکیں گے۔ ہوسکتا ہے تم نے مسٹر لبوڈا کے دماغ سے معلوم کیا ہو کہ مشین یہاں ہے۔ یہی سوچ کر میں نے اسے دو گھنٹے پہلے یہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیا ہے۔"

وہ پھر سپر ماسٹر کی طرف انگلی اٹھا کر بولی "اور یہ تمہارا سب سے بڑا آخری مُہرہ سپر ماسٹر ہے جس کے دماغ پر قبضہ جما کر تم نے سمجھ لیا تھا کہ ہمارے ملک کی سیاست تمہارے ہاتھ میں آگئی۔ یہ آخری جیت بھی ہار میں بدل رہی ہوں۔ دیکھو، وہ جو پانچویں ٹرالی خالی ہے وہ سپر ماسٹر کے لئے ہے۔ ابھی یہ بھی بے ہوش ہوگا، اس کا بھی برین واش ہوگا پھر تم کبھی ان میں سے کسی کے دماغ میں نہیں جاسکوگے جنہیں تم نے اپنا تابعدار بنایا تھا۔ تم نے جتنے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو چھین لیا تھا، ان سب کو میں نے واپس جیت لیا ہے۔"

اس نے ایک افسر سے کہا "مسٹر ہولی مین کو انجکشن لگاؤ۔"

ایک فوجی جوان سرنج میں دوا بھرنے لگا۔ میں نے سپر ماسٹر کی زبان سے کہا "شاباش بیٹی! تم نے نہایت عمدہ حکمتِ عملی سے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولی "اپنی شکست پر پردہ ڈالنے کے لئے مجھے بیٹی کہہ رہے ہو؟"

"نہیں... اپنے گھر بلانے کے لئے بیٹی کہا ہے اور اس یقین سے کہا ہے کہ تم ہمارے پاس واپس آؤگی۔"

میری بات ختم ہوتے ہی سپر ماسٹر کو انجکشن لگادیا گیا۔ وہ بے ہوش ہوا اور میں سلمان کے ساتھ اس کے دماغ سے نکل گیا۔ اب اس کے اور لبوڈا وغیرہ کے دماغ میں کبھی جگہ نہیں مل سکتی تھی۔ ہم دونوں ہارے ہوئے سپاہیوں کی طرح اپنے اپنے گھر واپس آگئے۔

میں نے لیلیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا "میں نے تمہیں تاکید کی تھی کہ مستقلاً پاسکو روٹ کے دماغ میں رہوگی لیکن تم وہاں نہیں تھیں۔ ثانی نے موقع پاکر اسے ٹریپ کرلیا۔"

"میں مجبور تھی، نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ آپ سب اپنے اپنے معاملات میں مصروف تھے میں نے سوچا، مغرب کی نماز مختصر ہوتی ہے۔ میں جلد ہی واپس آجاؤں گی لیکن عبادت سے واپس آئی تو میں نے پاسکو روٹ کو بے ہوش پایا۔"

"نماز نے اور ہماری لاڈلی نے ہمیں میدان چھوڑنے پر مجبور کیا، اس میں قدرت کا کوئی بھید ہے۔ آگے آگے دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے۔"

دو دن گزر گئے۔ ہمیں کچھ معلوم نہ ہوسکا کہ ہم نے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قابو میں کیا تھا، وہ کہاں گئے؟ اور اب کس حال میں ہیں؟

بے ہوشی کے بعد ہوش وحواس میں آنے کے لئے چند منٹ بھی لگتے ہیں، چند گھنٹے بھی لگتے ہیں اور چند دن بھی گزر جاتے ہیں۔ میں وقفے وقفے سے لبوڈا کے دماغ میں جاتا رہا۔ خیال تھا کسی وقت بھی وہ آنکھ کھولے گا اور حواس میں رہے گا تو پھر ایک بار اسے قابو میں لانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے دماغ کو ٹرانسفارمر مشین کے تابع کردیا گیا تھا۔

اس مشین میں ایک چینل ایسا تھا جس کے چار آلات انسانی کھوپڑی کے چاروں طرف لگادئے جاتے تھے۔ پھر جب تک مشین آن رہتی تب تک وہ دماغ بیرونی اثرات قبول نہیں کرتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں بھی بے اثر ہوجاتی تھیں۔ اس لئے میں دوبارہ لبوڈا کے دماغ کو نہ پاسکا۔

صرف لبوڈا ہی نہیں اس کے کسی ماتحت ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی دوبارہ نہ پاسکا۔ سب ہی کو اسی طریقۂ کار کے مطابق مشین کے زیرِ اثر رکھ کر تبدیل کیا گیا تھا۔ سپر ماسٹر اور جان لبوڈا اتنے اہم عہدے دار تھے کہ ثانی نے انہیں نئی زندگی دے کر ملک کی ڈوبتی ہوئی نبض کو سنبھالا تھا۔ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو بھی مجھ سے چھین کر تمام حکمران اور اعلیٰ عہدے داران کے دل جیت لئے تھے۔

اس کی حمایت میں مبارک باد کے ساتھ یہ مطالبات پیش کئے جارہے تھے کہ سلوانہ (ثانی) کو سپر ماسٹر کے برابر کوئی عہدہ دیا جائے یا اسے سپر مادام کا خطاب دے کر خصوصی اختیارات دئے جائیں۔

لبوڈا فخر سے کہنے لگا "سلوانہ میری بیٹی ہے۔ میری ایسی دریافت ہے جس پر پوری قوم فخر کرتی رہے گی۔"

ہولی مین نے کہا "مجھے دوبارہ سپر ماسٹر بنانے والی سلوانہ ہے۔ میں اسے سلام کرتا ہوں اور اسے سپر مادام تسلیم کرتا ہوں۔"

جان لمبوڈا نے کہا "ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے دو نئے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کا اضافہ ہوا ہے۔ وہ دونوں آئندہ سپر مادام سلوانہ کے محکوم اور تابعدار رہیں گے۔"

سپر ماسٹر نے کہا "میں صرف جان لمبوڈا سے اہم معاملات میں مشورے لیا کرتا تھا۔ آج سے سپر مادام میری مشیر خاص رہیں گی۔"

ثانی نے مجھ پر جو سب سے بڑا ظلم کیا تھا' وہ یہ تھا کہ الپا کو بھی چھین لیا تھا۔ اسرائیل کی وہی ایک خیال خوانی کرنے والی میرے قبضے میں تھی۔ اس کے ذریعے میں ایک گولڈن برین میجر یارڈلے کے بھی دماغ میں پہنچ گیا تھا۔ ثانی نے اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر امریکی حکومت کا وفادار بنا دیا تھا' لیکن اس چینل سے اسے نہیں گزارا تھا جو ٹیلی پیتھی کے لئے مخصوص تھا۔

اب میجر یارڈلے کے دماغ میں یہ باتیں نقش تھیں کہ وہ بدستور یہودی ہے اور گولڈن برین ہے۔ وہ دل سے اپنے ملک اور قوم کی خدمت کرے گا لیکن درپردہ امریکی حکومت کا وفادار رہے گا اور رازداری سے گولڈن برینز کے درمیان رہ کر امریکی مفادات کے لئے کام کرتا رہے گا۔

مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ مشین کے ذریعے کس کا مزاج کس انداز میں تبدیل کیا گیا لیکن یہ اندازہ تھا کہ الپا اور میجر یارڈلے کو مشین کے ذریعے تبدیل کیا گیا ہوگا اور انہیں مکمل طور سے اپنا وفادار بنایا گیا ہوگا۔

میں نے علی سے کہا "واشنگٹن میں ثانی نے بازی پلٹ دی ہے۔ اب الپا اور میجر یارڈلے واپس آئیں گے تو وہاں تمہاری جان کے دشمن بن کر رہیں گے۔ تم اپنے بچاؤ کی تدبیر کرو۔"

اس نے کہا "گولڈن برینز کے کتنے ہی معاملات میں مجھے میجر اور الپا کے ساتھ مصروف رہنا ہوگا۔ میرے دماغ کو کمزور کرنے اور مجھے تابعدار بنانے کا کوئی نہ کوئی موقع الپا کو ضرور ملے گا۔ میری حفاظتی تدابیر ہمیشہ کام نہیں آئیں گی۔"

"پھر کیا کروگے؟"

"کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔ میں سوچتا ہوں۔"

وہ سوچتا رہا پھر اس نے راجر موس سے کہا "انکل! آپ نے اور میں نے گولڈن برین کا عہدہ سنبھال کر بہت نقصان اٹھایا ہے۔ آپ کی شریکِ حیات یعنی میری ساس کو قتل کر دیا گیا۔ لمبوڈا نے اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے شریکِ حیات یعنی آپ کی بیٹی کو بے موت مار ڈالا۔ وہ آئندہ ہم دونوں کو قتل کرنا چاہیں گے۔"

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے۔ البتہ تمہارے لئے فکرمند ہوں۔ میں تمہیں صرف داماد ہی نہیں بیٹا بھی سمجھتا ہوں۔ تمام محبوب رشتوں کو کھونے کے بعد تمہیں نہیں کھونا چاہتا۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ روپوش رہ کر کام کرنا چاہئے۔"

"روپوش رہنے سے بھی بات نہیں بنے گی۔ پچھلی بار لمبوڈا ہمارے ایک گولڈن برین کے دماغ میں پہنچ کر آستین کا سانپ بن گیا تھا۔ گولڈن برینز اور ہمارے خیال خوانی کرنے والوں کی ٹیم میں پھر آستین کے سانپ پیدا ہو سکتے ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں ایسے دشمنوں سے بچاؤ کی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ میں کارمن کی حیثیت سے گم ہو جاؤں اور یہاں کسی دوسرے روپ میں رہوں۔"

"کارمن کی شخصیت کو گم کروگے تو دوسرے روپ میں گولڈن برین بن کر نہیں رہ سکوگے۔"

"یہ عارضی طور پر ہوگا۔ آپ صرف دو گولڈن برینز داسکو تھرہا اور جان نوبل کی حمایت حاصل کر کے یہ ظاہر کریں کہ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ پاکستان کے خلاف ایک خفیہ مشن پر گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے یہ آج ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد کیا کروگے؟"

"آپ ملٹری انٹیلی جنس کے پال ہیریسن نامی نوجوان کو چھٹی پر یورپ بھیج دیں جو الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا ہے۔ میں پال بن کر رہوں گا۔"

"تم الپا سے بیزار رہتے ہو پھر اس بنگلے میں رہنا بھی چاہتے ہو؟"

"میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ میجر یارڈلے کے ساتھ نیویارک گئی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ لمبوڈا وغیرہ کے جال میں پھنس جائیں۔ جس طرح ہمیں یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ لمبوڈا ہمارے ایک گولڈن برین ایڈگر سلومن کے اندر رہتا ہے۔ اسی طرح ہم میجر یارڈلے اور الپا کے سلسلے میں بھی دھوکا کھا سکتے ہیں کہ ان کے اندر دشمن چھپا ہوا نہیں ہے۔"

"واقعی تم دور تک سوچتے ہو۔ ہمیں الپا اور میجر یارڈلے پر شبہ کرنا چاہئے' تم اس کے بنگلے میں رہ کر شبہے کی تصدیق یا نفی کر سکتے ہو۔"

یہ طے ہو گیا۔ راجر موس نے دو گولڈن برینز کو اپنے اعتماد میں لے کر باقی گولڈن برینز اور ملک کے حکمرانوں پر ظاہر کیا کہ کارمن ایک خفیہ مشن پر گیا ہے۔

پھر انٹیلی جنس کے ایک اعلیٰ افسر کو اعتماد میں لے کر پال ہیریسن کو بڑی رازداری سے ملک کے باہر بھیج دیا۔ اس کی روانگی سے پہلے علی نے اس کے ساتھ بارہ گھنٹے گزارے۔ اس کے لہجے' حرکات و سکنات کی مشقیں کرتا رہا۔ اس دوران اس کا چہرہ تبدیل ہوتا رہا۔ جب دشمنوں سے توڑ جوڑ ہونے لگے تو ایسے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔

وہاں سونیا ثانی اور جان لمبوڈا بھی توڑ جوڑ میں مصروف تھے۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ مجھ سے نہیں ٹکرائیں گے۔ تھرہال کو فرہاد بنانے کی غلطی کر کے وہ بہت بڑے نقصان سے دوچار ہونے والے تھے۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ میں صرف ایک تھرہال کی ڈور پکڑ کر لمبوڈا اور سپر ماسٹر تک پہنچ گیا تھا اور انہیں بھی جکڑ لیا تھا۔

ایسے نقصان دہ تجربات سے دوچار ہونے کے بعد وہ مجھ سے کترائیں گے اور وہاں الپا اور میجر یارڈلے کی موجودگی سے فائدہ اٹھا کر دوسرے گولڈن برینز کو بھی اپنا تابعدار بنانے کی پلاننگ کر رہے ہوں گے۔

ایک ہفتے بعد الپا اور میجر یارڈلے نے گولڈن برین راجر موس کو اطلاع دی کہ وہ دوسرے دن کی فلائٹ سے تل ابیب پہنچ رہے ہیں اور بہت اہم معلومات حاصل کر کے آ رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی آمد کے ایک گھنٹے بعد ہی تمام گولڈن برینز کا خفیہ اجلاس ہوگا۔

گولڈن برینز---- اجلاس کے لئے ایک جگہ جمع نہیں ہوتے تھے۔ ٹی وی اور کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے رابطہ رکھتے تھے۔ دوسرے دن علی ائرپورٹ گیا۔ وہ پہلے دور ہی دور سے الپا اور میجر کو دیکھنا چاہتا تھا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ دونوں ہی لمبوڈا کے معمول اور تابعدار ہیں۔ دیکھنا یہ تھا کہ لمبوڈا نے دونوں کو اپنے ملک میں کیوں بلایا تھا؟

پھر ایک بات قابلِ غور تھی۔ الپا اسرائیل سے باہر آزاد دنیا میں آزادی سے رہنا چاہتی تھی۔ پابندیوں میں رہنے کے لئے اپنے ملک واپس نہیں آنا چاہتی تھی۔ وہ یہاں سے زنجیریں توڑ کر اور اپنوں کو دھوکا دے کر گئی تھی۔ پھر واپس کیوں آ رہی تھی؟

رن وے پر طیارہ آ کر رک گیا تھا۔ مسافروں کے اترنے کے لئے سیڑھیاں لگائی جا رہی تھیں۔ علی بالکونی میں کھڑا آنکھوں سے دوربین لگائے طیارے کے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ مسافر دروازے پر آ رہے تھے اور سیڑھی سے اترتے جا رہے تھے۔ پھر الپا نظر آئی اس کے ساتھ میجر یارڈلے تھا۔ دونوں سیڑھی سے اترتے ہوئے نظر آ رہے تھے لیکن زیادہ واضح دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

وہ بالکونی سے اتر کر ہال میں آیا۔ پارٹیشن کے دوسری طرف وہ امیگریشن کاؤنٹر پر نظر آئی۔ آہنی جالیوں کے پارٹیشن کے باعث وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ کبھی کبھی میجر یارڈلے دیوار بن کر سامنے آ جاتا تھا۔ علی کو الپا سے کوئی دلچسپی نہیں تھی وہ فرائض کی ادائیگی کے لئے آیا تھا' لیکن محسوس کر رہا تھا کہ وہ جو الپا آئی ہے اس کی طرف بے اختیار دل کھنچا جا رہا ہے۔

دل کیوں کھنچا جا رہا ہے؟
آج اس الپا میں کیا نظر آ گیا تھا؟
کبھی کبھی جھوٹ کے پیچھے حقیقت جھلکتی ہے مگر وہ سچی جھلک سمجھ میں نہیں آتی۔

وہ آ رہی تھی۔ امیگریشن کاؤنٹر سے پارٹیشن کے دروازے کی طرف آ رہی تھی۔ علی سوچتا ہوا' سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا دروازے کے قریب آیا' ادھر سے وہ باہر آئی۔ پھر علی کو دیکھ کر ٹھٹک گئی۔ علی اسے دیکھ کر جہاں تھا' وہیں تھم گیا تھا۔

دونوں کے دل تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ دونوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کیا ہے جو دو بہروپیوں کو ان کی اصلیت کے اندر لے جا رہی ہے۔

ایک کے سامنے الپا تھی' مگر نہیں تھی۔
دوسرے کے سامنے کارمن یا پال ہیریسن تھا' مگر نہیں تھا۔
اور جو وہ تھی اور جو وہ تھا' قدرت اسی سمت دل کی دھڑکنوں سے اشارہ کر رہی تھی۔ محبت اشاروں میں سمجھی جاتی ہے' اری او البیلی' سمجھتی کیوں نہیں؟

محبت آنکھوں کے پہلے تصادم سے شروع ہوتی ہے' ارے او دیوانے' ہزار بھیس بدل لے' اور وہ محبت ہزار پردوں میں چھپ جائے پر نگاہیں نہیں چھپتیں۔ دونوں نے چہرے بدلے تھے.... لیکن آنکھیں تو وہی تھیں۔

ٹھیک ہے کہ آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں' لیکن دیکھنے کا انداز نہیں بدلتا' اور وہی دیکھنے کا انداز دونوں کا دل دھڑکا رہا تھا۔

سونیا ثانی چند لمحوں تک گم صم کھڑی رہ گئی۔ ایمگریشن کے گیٹ پر علی تیمور کو دیکھ کر یوں لگا جیسے وہ اپنا ہے۔ علی نے بھی ثانی کو دیکھ کر یہی محسوس کیا تھا۔ یہ چند لمحوں کی بات تھی۔ پھر ثانی جیسے ہوش میں آگئی۔ اس نے فوراً ہی خیال خوانی کے ذریعے میجر سے کہا "پیچھے کیا کر رہے ہو' فوراً میرے پاس آؤ۔ میرے سامنے ایک اجنبی نوجوان ہے۔ یہ مجھے شناسا نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ کیا الپا اسے جانتی ہے؟"

میجر یارڈلے پیچھے رہ گیا تھا۔ جلدی سے ثانی کے برابر آیا پھر علی کو دیکھ کر سوچ کے ذریعے بولا "یہ پال ہیریسن ہے' انٹیلی جنس کا بہت ہی ذہین جاسوس الپا کے بنگلے میں ملازم کی حیثیت سے رہتا ہے۔"

ثانی نے مسکرا کر آگے بڑھتے ہوئے علی سے کہا "ہیلو پال! مجھے اتنے غور سے کیوں دیکھ رہے ہو؟"

علی نے کہا "مادام! تم نیویارک گئیں اور ایک ہفتے میں بالکل بدل گئیں۔ تم وہ نہیں ہو جو یہاں سے گئی تھیں۔"

ثانی کو یوں لگا جیسے الپا کے بھیس میں پہچانی جا رہی ہے شاید میک اپ میں یا الپا کی نقل کرنے میں خامی رہ گئی ہے۔ میجر نے پوچھا "مسٹر پال! کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو' یہ ہماری الپا نہیں ہے؟"

"بے شک ہیں۔ سر سے پاؤں تک مادام الپا ہیں لیکن ایک ہی ہفتے میں صحت کتنی شاندار ہو گئی ہے۔ بدن کی رنگت پہلے سے زیادہ نکھر گئی ہے۔ اگر میں ڈیوٹی پر نہ ہوتا تو حسن کی اس نئی بہار پر شاعری ضرور کرتا۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "پہلے تم نہایت سنجیدہ تھے۔ ایک ہفتے میں تمہارے اندر بھی تبدیلی آئی ہے۔ بہت زندہ دل ہو گئے ہو۔"

علی نے اس کے ہاتھ سے اٹیچی لیتے ہوئے کہا "یہ میری ڈیوٹی ہے' آیئے۔"

وہ تینوں ایئرپورٹ کی عمارت سے باہر آئے۔ الپا اور میجر کے لئے الگ الگ گاڑیاں آئی تھیں۔ میجر نے کہا "الپا! مجھے ابھی ایک اہم میٹنگ اٹینڈ کرنا ہے۔ تم بھی بنگلے میں پہنچ کر کمپیوٹر روم میں رہنا۔ اس میٹنگ میں تم سے بھی گفتگو ہو گی۔"

وہ اپنی گاڑی میں چلا گیا۔ علی نے ثانی کے لئے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ وہ بولی "اگر تم ڈرائیو کرو گے تو میں سامنے بیٹھوں گی۔"

"میں ملازم ہوں' تمہیں میرے ساتھ نہیں بیٹھنا چاہئے۔"

"تم ایک نامی گرامی جاسوس ہو۔ مجھ سے کمتر نہیں ہو۔"

"جب تک ملازم کے بھیس میں ہوں' دنیا والوں کو دکھانے کے لئے تمہیں مالکہ کی حیثیت سے پیچھے بیٹھنا چاہئے۔"

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ علی نے اس کی اٹیچی آگے رکھی پھر اسٹیئرنگ سیٹ پر آ کر بیٹھ گیا۔ ثانی اسے چور نظروں سے دیکھتے ہوئے سوچ رہی تھی "پال کو پہلی بار دیکھتے ہی میں کہاں کھو گئی تھی؟ آخر اس میں کیا خاص بات ہے؟"

بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ وہ بہت ہی متجسس مزاج تم[...] اس کا خیال تھا کہ آج تک کسی نے اسے متاثر نہیں کیا۔ پھر [...] نوجوان پہلی ہی ملاقات میں اپنی طرف کیسے کھینچ رہا ہے۔ ایسی [...] بات ہے جو اس میں کشش رکھتی ہے؟

اسے نظروں کے پہلے تصادم کا خیال آیا۔ تب کچھ سمجھ م[...] آیا کہ اس کے دیکھنے کے انداز میں ایسی شناسائی ہے جو یاد نہ[...] آ رہی ہے۔ یہ نگاہوں کی شناخت کب اور کہاں ہوئی تھی؟ آ[...] کتنے دن' کتنے برس گزر گئے ہیں کہ یہ نوجوان یادداشت میں مح[...] نہیں رہا ہے؟ یہی تجسس تھا' جو اسے بے چین کر رہا تھا۔

ایسے ہی وقت میں نے علی سے رابطہ کر لیا۔ وہ کار ڈرائیو [...] ہوا ایک شاہراہ سے گزر رہا تھا۔ اس نے کہا "پاپا! کچھ گڑبڑ ہے۔ پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی حسینہ مجھے الپا نہیں لگ رہی ہے۔ یہ [...] ایسی نظروں سے دیکھ رہی ہے جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔"

میں نے کہا "پھر تو یہ اپنا تجسس دور کرنے تمہارے دماغ [...] آئے گی' میں رہوں گا تو تم اس کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہ[...] کر سکو گے' میں پھر آؤں گا۔"

ہم حالات کو ہر پہلو سے سمجھتے ہوئے عمل کرتے ہیں۔ ا[...] لئے دشمنوں کی گرفت میں مشکل ہی سے آتے ہیں اور آتے ہیں پھر حالات کو خوب سمجھنے کے باعث گرفت سے نکل جاتے ہیں۔

وہ پانچ منٹ کے بعد ہی علی کے دماغ میں آئی اس نے فوراً سانس روک کر گاڑی سڑک کے کنارے روک لی۔ ثانی نے پ[...] "کیا ہوا؟"

وہ بولا "مادام! ابھی میں نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس [...] تھا' آپ ہوشیار رہیں۔ کوئی دشمن میرے ذریعے آپ کو دیکھنا [...] سمجھنا چاہتا ہے۔"

وہ گہری ٹٹولتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھتے ہوئے بولی "[...] دشمن نہیں تھا۔ میں نے تمہارے خیالات پڑھنے کی کوشش [...] تھی۔"

"اگر میں سانس نہ روکتا تو آپ پڑھ لیتیں؟ کیا آپ نہیں جانتیں کہ میں یوگا مین ہوں؟"

"جانتی تھی۔ پھر بھی سوچا شاید کسی کمزوری یا شراب نوشی [...] باعث تم مجھے محسوس نہیں کر سکو گے۔"

"آپ پہلے چوری چھپے میرے دماغ میں کبھی نہیں آئیں [...] کیا بات ہو گئی؟"

وہ بولی "تھوڑی دیر بعد ایک اہم میٹنگ ہے' مجھے بنگلے پر [...] ہے۔ گاڑی چلاؤ۔"

وہ بولا "آپ کے پاس موبائل فون ہے۔ میٹنگ سے [...] آپ کو فون پر اطلاع ملے گی۔"

"جانتی ہوں۔ مجھے ایسے بتا رہے ہو جیسے میں پہلی بار اپنا [...] سنبھال رہی ہوں۔ گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

"آپ تحکمانہ انداز اختیار کر رہی ہیں۔ جبکہ میں دنیا والوں کے سامنے ملازم ہوں۔ اور حقیقتاً انٹیلی جنس کے شعبے میں آپ کا ماتحت نہیں ہوں۔ تنہائی میں آپ کو تم کہہ سکتا ہوں۔ مادام نہیں' الپا کہہ کر مخاطب کر سکتا ہوں۔"

"تم اتنی باتیں کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ تم نے ملکۂ عالیہ کے انداز میں گاڑی چلانے کا حکم دیا تھا۔ آئندہ یاد رکھو اور تنہائی میں دوستانہ انداز اختیار کرو۔"

"میں بھی کسی کا حکم برداشت نہیں کرتی۔ مگر تمہارے لہجے میں نرمی اور دوستی ہے اور پتا نہیں کیوں میرا دل تمہارا دوست ہو رہا ہے۔"

"دل کی دوستی کو عشق کہتے ہیں۔"

"او نو۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ تم ایک عرصے سے میرے محافظ بن کر ایک ہی بنگلے میں رہتے آئے ہو۔ سوچتی ہوں پہلے تمہیں دوست کیوں نہیں بنا لیا۔ آج تم میں کشش کیوں محسوس ہو رہی ہے۔ کیا تم پال ہیریسن نہیں ہو یا میرا مزاج اچانک ہی تمہارے لئے عاشقانہ ہو گیا ہے؟"

وہ کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے بولا "سچ پوچھو تو یہی میرے دل کی کیفیت ہے۔ میں پہلے کبھی تم سے متاثر نہیں ہوا۔ آج نہ جانے کیوں تمہاری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کو جی چاہتا ہے۔"

وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی۔ کیا الپا کا میک اپ کرتے وقت آنکھوں کی تبدیلی میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟ یہ پال ہیریسن کا دل کیوں چاہتا ہے کہ میری آنکھوں میں دیکھتا رہے؟

وہ پوری تیاری سے الپا بن کر آئی تھی۔ اتنی ذہین اور تیز طرار تھی کہ کوئی اس پر شبہ نہیں کر سکتا تھا لیکن اسرائیل کی زمین پر قدم رکھتے ہی پال گلے پڑ گیا تھا۔ عجیب بات یہ تھی کہ خود اس کا دل پال کی طرف مائل ہو رہا تھا۔

کار بنگلے کے احاطے میں پہنچ کر رک گئی۔ علی نے اپنی سیٹ سے نکل کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ثانی نے کار سے نکلتے ہوئے کہا "میں اپنے بیڈ روم میں تنہا رہوں گی۔ آدھے گھنٹے تک ڈسٹرب نہ کرنا۔"

وہ اطمینان سے چلتی ہوئی بنگلے کے برآمدے میں آئی' اس نے الپا اور میجر یارڈلے کے ذریعے بنگلے کا پورا نقشہ معلوم کیا تھا۔ یہ جانتی تھی کہ وہاں کتنے کمرے ہیں اور اس کی خواب گاہ بنگلے کے کس حصے میں ہے۔ اس نے خواب گاہ میں پہنچ کر دروازے کو اندر سے بند کر لیا۔ پھر ایک صوفے پر بیٹھ کر میجر یارڈلے کے پاس پہنچی' بولی "میں اپنے بنگلے میں پہنچ گئی ہوں۔ اہم اجلاس کب شروع ہو گا۔"

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد۔ بائی دی وے کوئی پریشانی تو نہیں ہو رہی ہے؟"

پریشانی تو ہو رہی تھی لیکن یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ پال کی آنکھوں سے الجھن میں بھی پڑ گئی ہے اور متاثر بھی ہو رہی ہے پھر پال بھی اس کی آنکھوں سے تاثر لے رہا ہے۔ ایسی باتیں میجر یا لیبوڈا سے کہتی تو سب اسے دل کا معاملہ سمجھتے۔ جبکہ وہ پہچانی جانے کے اندیشے میں مبتلا ہو رہی تھی۔

اس نے میجر یارڈلے سے کہا "فی الحال کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جیسے ہی میٹنگ شروع ہو' مجھے فون پر اطلاع دینا۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ میٹنگ کے لئے ابھی ایک گھنٹا باقی تھا۔ اس نے سوچا غسل کر کے لباس بدلے گی۔ بنگلے کے دروازوں اور الماریوں کی چابیاں گورنس مارتھا کے پاس رہتی تھیں۔ اس نے مارتھا کو بلانے کے لئے دروازہ کھولا تو سامنے علی کھڑا تھا۔ اس نے پوچھا "مارتھا کہاں ہے؟ اس سے کہو الماری کھولے اور لباس نکالے' میں غسل کروں گی۔"

وہ کمرے میں آ کر بولا "لیکن اس الماری میں میرے کپڑے ہیں۔"

"یہاں تمہارے کپڑے کیوں ہیں؟"

"اس لئے کہ یہ میرا بیڈ روم ہے۔"

"کیا؟" وہ حیران ہوئی' فوراً سمجھ میں آ گیا کہ اپنے بیڈ روم کو پہچاننے میں غلطی کی ہے۔ اس نے پوچھا "کیا کمرے تبدیل ہو گئے ہیں؟"

علی نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا "کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ میں تمہیں اپنے بنگلے میں لایا ہوں اور تم اسے اپنا بنگلا سمجھ رہی ہو۔"

وہ ایک دم سے اچھل کر ایک قدم پیچھے گئی پھر حملہ کرنے کے انداز میں پینترا بدل کر بولی "تو تم نے فراڈ کیا ہے؟"

وہ بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں بولا "ہم دونوں فراڈ ہیں۔"

وہ ذرا مطمئن ہوئی کہ اس کے سامنے کوئی اسرائیلی جاسوس نہیں ہے۔ اس نے پوچھا "کون ہو تم؟"

"تم راستے میں میرے اندر نہ پہنچ سکیں۔ میں ٹیلی پیتھی کے بغیر تمہارے اندر دیکھ رہا ہوں۔ اسے ذہانت کہتے ہیں۔"

"میں پوچھ رہی ہوں' تم کون ہو؟"

"یہودی نہیں ہوں۔ تمہارے ہی قبیلے سے تعلق رکھتا ہوں۔ تم سپر ماسٹر کی چیلی ہو۔ میں ماسک مین کا چمچہ ہوں اور ایک محتاط اندازے کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ تمہارا نام سلوانہ ہے۔"

"اوہ' مجھے افسوس ہے۔ اس قدر صحیح اندازے کے بعد تم یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

"تم نے دشمنی کی تو تمہارے متعلق میرا بھی یہی خیال ہو گا' زندہ نہیں جا سکو گی۔"

"شاید تم نہیں جانتے کہ میں کتنی خطرناک فائٹر ہوں۔"

"صرف خطرناک فائٹر ہی نہیں بلا کی ذہین بھی ہو۔ موجودہ حالات پر قابو پانے کے لئے جنگ سے پرہیز کروگی اور صلح کا راستہ اختیار کروگی۔"

اسی وقت گورنس مارتھا نے آکر کہا "مارننگ میڈم! میں کچن میں مصروف تھی۔ کیا میں ملبوسات کی الماری کھولوں؟"

ثانی نے گھور کر علی کو دیکھا۔ گورنس مارتھا کی موجودگی بتا رہی تھی کہ وہ بنگلا الپا ہی کا ہے۔ وہ مارتھا سے بولی "مجھے چابیاں دو اور جاؤ۔"

وہ چابیاں دے کر چلی گئی۔ ثانی نے علی سے کہا "زبردست فراڈ ہو۔ یہ الپا ہی کا بنگلا ہے۔"

"اور میرے سامنے کھڑی ہوئی الپا نے اپنے بنگلے کو نہیں پہچانا۔"

"تم نے بڑی ہوشیاری سے مجھے بے نقاب کیا ہے۔ میں تمہاری ذہانت کی داد دیتی ہوں۔ مجھے یقین ہے تم نے میرے ہتھکنڈوں سے بچنے کے لئے کوئی حفاظتی انتظام کیا ہوگا۔"

"واہ! میری ذہانت کی داد دیتی ہو اور بڑی ذہانت سے میرا طریقہ کار معلوم کرنا چاہتی ہو۔ چلو بتا دیتا ہوں، ابھی تم پندرہ منٹ کے لئے اپنے بیڈ روم میں بند ہوگئی تھیں۔ میں نے اتنی دیر میں تمہاری اصلیت کمپیوٹر ڈسک میں ریکارڈ کی اور اسے ایسی جگہ چھپا دیا ہے جس کا علم صرف میرے اسسٹنٹ کو ہے۔ اب یہ سمجھانا ضروری نہیں ہے کہ مجھے کوئی نقصان پہنچا تو میرا اسسٹنٹ کیا کرے گا۔"

وہ سوچنے کے انداز میں چلتی ہوئی ایک صوفے کے پاس آئی پھر اُس پر بیٹھ کر بولی "ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ جب تمہیں میری اصلیت معلوم ہوگئی تھی تو تم نے اپنی اصلیت ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کی؟"

"میں سچی بات کہوں گا کہ دل سے مجبور ہوگیا ہوں تو یقین نہیں کروگی لیکن غور کرو تو شاید سمجھ میں آجائے کہ ہمارے درمیان ایسی کوئی بات ہے ایسا کوئی بھولا ہوا تعلق کہ ہم پہلی بار ایک دوسرے کو دیکھتے ہی ٹھٹک گئے تھے۔"

وہ دل ہی دل میں قائل ہو رہی تھی۔ اسے بھی کوئی بھولا ہوا سا تعلق محسوس ہو رہا تھا اور وہ یہ سمجھ کر نظرانداز کر رہی تھی کہ نوجوانی میں دل بہک رہا ہے۔ اسے پہلی نظر کی محبت سے خود کو بچا کر رکھنا چاہئے۔

علی نے کہا "میں اپنی اصلیت ظاہر کرچکا ہوں اس خیال سے کہ تم میرے دل کو سمجھوگی۔ جو دل میں جھانک کر دیکھ لیتے ہیں وہ انسان کو سمجھ لیتے ہیں۔ پھر سمجھنے کے لئے خیال خوانی کی ضرورت نہیں رہ جاتی۔"

"ہو سکتا ہے تم کسی مصلحت سے ابھی دوستی کرنا چاہتے ہو۔ کوئی کام نکالنے کے بعد میرا راز فاش کرسکتے ہو۔"

"تمہارے اسی شبہے کو دور کرنے کے لئے خود کو کھلی کتاب کی طرح پیش کرچکا ہوں۔ تم بھی جب چاہو میری اصلیت کا بھانڈا پھو[ڑ] سکتی ہو۔"

"بے شک ہم دونوں ایک ہی کشتی کے سوار ہیں، جب چاہیں ایک دوسرے کو ڈبو سکتے ہیں۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وہ اٹھ کر فون کے پاس آئی۔ پھر اسے اٹینڈ کیا۔ دوسری طرف سے میجر یارڈلے نے کہا "دس منٹ کے بعد میٹنگ شروع ہوگی۔ میٹنگ کی ابتدا میں تمہیں طلب نہیں [کیا] جائے گا۔ پہلے مجھ سے گفتگو ہوگی۔"

"میں سمجھ گئی، جب تک مجھے بلایا نہیں جائے گا، م[یں] تمہارے دماغ میں رہ کر اجلاس کی کارروائی دیکھتی رہوں گی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا، علی نے کہا "میں بھی اجلاس [کی] کارروائی دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"جب یہاں الپا تھی تب تم اجلاس میں شریک ہوتے تھے؟"

"تب الپا تھی، اب تم ہو۔ تب پال ہیرلیسن تھا، اب [میں] ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی گولڈن برینز کے اندرونی معاملا[ت] معلوم کرنا چاہتا ہوں اور یہ تمہارے ذریعے ممکن ہے۔"

"کیسے ممکن ہے۔ میں تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے میجر کے ا[ندر] رہوں گی۔"

"لیکن جب الپا کو اجلاس میں بلایا جاتا تھا تو وہ کمپیوٹر [کے] ذریعے وہاں کی کارروائی معلوم کرتی تھی۔ تم میجر سے کہو وہ ا[پنے] کمپیوٹر ٹی وی کے ذریعے وہاں کی تمام گفتگو یہاں نشر کرے۔ یہاں تمہارے کمپیوٹر اسکرین پر وہ گفتگو پڑھتا رہوں گا۔"

"تم کباب میں ہڈی بن گئے ہو۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ گو[لڈن] برینز کے اندرونی معاملات تک ہمارے سوا کوئی پہنچے۔ مگر تم ذریعہ بنا رہے ہو۔"

"سلوانہ! تمہارے موجودہ حالات ایسے ہیں کہ ان حا[لات] سے سپر ماسٹر اور جان لبوڈا کو آگاہ کروگی تو وہ میری جان کے د[شمن] بن جائیں گے۔ خوب سوچ سمجھ کر فیصلہ کرو۔ کیا انہیں [میری] اصلیت بتاؤگی۔ جب وہ دشمنی کریں گے تو کیا ہماری دوستی رہے گی۔"

"ابھی ہماری دوستی نہیں ہوئی ہے۔"

"اور دشمنی بھی شروع نہیں ہوئی ہے۔"

"ابھی میں سوچ رہی ہوں کہ تم پر کس حد تک بھروسا ک[رسکتی] ہوں۔"

"جب تک سوچتی رہو اور فیصلہ کرتی رہو تب تک میر[ی اصلیت] اپنے سینے میں چھپائے رکھو۔ میں بھی تمہارے راز کا امین [رہوں] گا۔ یاد رکھو، کسی بھی چالاکی سے دھوکا نہ کرنا۔ یہاں میرا ایک [ہی] دشمن نہیں ہے۔ اگر کسی نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا تو میں سمجھوں گا کہ تم نے خیال خوانی کے ذریعے لبوڈا کو میری اصلیت ہے، جس کے نتیجے میں مجھ پر گمنام حملے ہو رہے ہیں۔"

وہ ایسی پوزیشن میں تھی کہ علی کے خلاف کچھ نہیں کرسکتی تھی۔ اگر لبوڈا کو معلوم ہو جاتا تو وہ ضرور علی کو ہر صورت میں ختم کرنے کی کوششیں شروع کردیتا۔ یوں علی بھی سلوانہ کی حیثیت سے اسے ظاہر کردیتا۔

اس نے پوچھا "کیا سوچ رہی ہو۔ دس منٹ گزر چکے ہیں۔ پرائیویٹ کمپیوٹر روم میں چلو اور میجر سے کہو ہمیں گولڈن برینز کی گفتگو سنائے۔"

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر سے رابطہ کیا۔ پھر علی کے ساتھ پرائیوٹ روم میں آگئی۔ وہ دونوں کمپیوٹر اور ٹی وی وغیرہ ہینڈل کرنے لگے۔

میجر یارڈلے کے کمپیوٹر ٹی وی اسکرین سے تمام گولڈن برینز کے کمپیوٹروں کا رابطہ تھا اور یہی رابطہ ثانی نے الپا کے کمپیوٹر پر قائم کیا تھا۔

ایک گولڈن برین راجر موس پوچھ رہا تھا "ہیلو میجر! تمہارا سفر الپا کے ساتھ کیسا رہا؟"

اسکرین پر میجر کا تحریری جواب ابھرا "بہت کامیاب سفر رہا ہے۔ اتنا کامیاب کہ آپ لوگ توقع بھی نہیں کرسکتے۔"

دوسرے گولڈن برین نے اپنے کمپیوٹر کے ذریعے پوچھا "وہ کامیابی کیا ہے جو ہماری توقع سے بھی زیادہ ہے؟"

میجر نے کہا "ہم نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگالیا ہے۔"

"کیا واقعی! ہمیں تو یقین نہیں آرہا ہے۔ میجر! تم نے سراغ کیسے لگالیا؟"

"میں نے نہیں، الپا نے یہ کمال کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں آپ لوگ اسے اجلاس میں شریک کریں اور اس کے ذریعے مشین کے متعلق رپورٹ سنیں۔"

"ٹھیک ہے میجر! اسے کال کرو۔"

ایک منٹ بعد علی کے ساتھ بیٹھی ہوئی ثانی نے کمپیوٹر کے ذریعے تمام گولڈن برینز کو مخاطب کیا "ہیلو ایوری باڈی! میں الپا آپ سے مخاطب ہوں۔"

راجر موس نے کہا "میجر یارڈلے ہمیں ٹرانسفارمر مشین کی خوش خبری سنا رہے ہیں۔ کیا تم تفصیلی رپورٹ پیش کروگی؟"

"جی ہاں، یہاں سے نیویارک جاتے وقت میں نے سوچ لیا تھا کہ امریکی فوجی افسران کے دماغوں میں جگہ بناتی جاؤں گی۔ شاید اسی طرح جان لبوڈا اور سپر ماسٹر تک پہنچ جاؤں گی۔ ایسا تو نہ ہوسکا لیکن میں ایک ایسے افسر تک پہنچ گئی جس کا تعلق میامی بیچ کی بحری فوج سے تھا۔"

اسکرین پر تحریر بدلنے لگی۔ ثانی کی تحریری رپورٹ ابھرتی جارہی تھی۔ اسکرین پر لکھا تھا "اس بحری فوج کے افسر کا نام ہنری ہربرٹ ہے۔ پہلے وہ امریکی آبدوز..... کا کیپٹن تھا پھر اسے آبدوز سے ہٹا کر خشکی کے میامی فوجی اڈے میں ٹرانسفر کردیا گیا کیونکہ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں پہنچ سکتا تھا جیسے میں پہنچ گئی تھی۔"

ایک گولڈن برین نے سوال کیا "ہنری ہربرٹ کو آبدوز سے کیوں ہٹا دیا گیا؟"

"اس لئے کہ ٹرانسفارمر مشین کو سمندر کی گہرائیوں میں اس آبدوز جہاز کے اندر لے جاکر چھپایا گیا ہے اور وہاں یوگا جاننے والے افسروں اور سپاہیوں کی تقرری کی گئی ہے۔"

ایک گولڈن برین جان نوبل نے کہا "شاباش الپا! تم نے ہماری توقع سے زیادہ اہم معلومات حاصل کی ہیں۔ اگرچہ اس آبدوز میں ہمارے سراغ رسانوں اور جیالوں کا پہنچنا ممکن نہیں ہے لیکن باقاعدہ پلاننگ کرکے ناممکن کو ممکن بنایا جاسکتا ہے۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھرما نے کہا "الپا! تم ملک اور قوم کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دیتی آئی ہو۔ تمہاری حب الوطنی اور ذہانت کا جواب نہیں ہے۔"

ثانی نے تحریر کے ذریعے کہا "جواب ہے۔ میں نئے گولڈن برین کارمن کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتی ہوں۔ میرا خیال ہے اگر کارمن کو ٹرانسفارمر مشین حاصل کرنے کی ذمے داری دی جائے تو وہ اس سلسلے میں بہترین پلاننگ کرے گا۔"

"ہم تمہارے مشورے پر غور کریں گے، فی الحال کارمن ملک سے باہر گیا ہوا ہے۔"

ثانی کو ذرا مایوسی ہوئی۔ جبکہ کارمن (علی) اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے پچھلے دنوں جان لبوڈا کے منصوبوں کو ناکام بنا دیا تھا۔ لبوڈا نے گولڈن برینز کے درمیان تقریباً جگہ بنالی تھی۔ علی نے اسے وہاں سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ اب ثانی اس مشن پر آئی تھی کہ کارمن کو زندگی سے اکھاڑ پھینکے اور پھر سے لبوڈا کو گولڈن برینز کی ٹیم میں گھسنے کا موقع دے۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے میجر یارڈلے سے کہا "تم سوال کرو کہ کارمن ملک سے باہر کہاں گیا ہے؟ کیوں گیا ہے؟ اور کب تک واپس آئے گا؟"

میجر نے یہی سوال کیا، جواب ملا "کارمن ایک اہم معاملے میں پاکستان گیا ہے۔ وہاں جب تک اس کا مشن پورا نہیں ہوگا، وہ واپس نہیں آئے گا۔"

ثانی کو پھر مایوسی ہوئی، علی نے کہا "تم کارمن کو بہت پوچھ رہی ہو، کیا بات ہے؟ کیا اس سے عشق ہوگیا ہے؟"

"میں ایسی واہیات باتیں پسند نہیں کرتی۔ تمہیں پہلے سے سمجھاتی ہوں۔ مجھ سے کبھی عشق فرمانے کی حماقت نہ کرنا۔ مجبوری کے باعث جس حد تک تعلق ہے اسی حد میں رہو۔"

"میں بھی پہلے سے تمہیں سمجھا دیتا ہوں کہ میں پہلی نظر میں تم پر مرمٹا ہوں۔ تمہاری پہلی نظر اس بات کی گواہ ہے اور تمہارا دل

بھی یہی کہتا ہے کہ ہمارے درمیان کوئی انجانی سی کشش ایک دوسرے کے لئے ہے۔"

وہ اس حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتی تھی مگر اوپری دل سے انکار کرتے ہوئے بولی "کوئی کشش وشش نہیں ہے۔ مجھے فضول باتوں میں نہ الجھاؤ۔ کام کی باتیں کرنے دو۔"

اسکرین پر تحریر ابھر رہی تھی۔ ایک گولڈن برین کہہ رہا تھا۔ "مس الپا! ہم ٹرانسفارمر مشین تک پہنچنے کے لئے زبردست منصوبے بنائیں گے۔ اس سلسلے میں تم جب چاہو، بہترین مشورے دے سکتی ہو۔"

ثانی نے کہا "بہترین مشورہ یہی تھا کہ اس منصوبے میں کارمن کو شریک کیا جائے۔ میں سمجھتی ہوں ٹرانسفارمر مشین کو حاصل کرکے ہم ساری دنیا پر حکومت کرسکتے ہیں۔ اگر میں درست سمجھ رہی ہوں تو مسٹر کارمن کو ضرور واپس بلانا چاہئے۔"

راجر موس نے کہا "الپا! تم کارمن کو بہت زیادہ اہمیت دے رہی ہو۔ کیا تم اسے ہم سے زیادہ ذہین سمجھتی ہو۔ کیا ہم اس کے بغیر کوئی ٹھوس پلاننگ نہیں کرسکتے؟"

"میں آپ سب کو کارمن سے زیادہ تجربہ کار سمجھتی ہوں۔ لیکن خود آپ ہی لوگوں نے اسے غیر معمولی طور پر ذہین تسلیم کرکے گولڈن برین بنایا ہے۔ اس لئے مشورہ دے رہی ہوں کہ مشین کے معاملے میں بھی اس کی غیر معمولی ذہانت کو آزمانا چاہئے۔"

"ٹھیک ہے۔ ہم سب تمہارے مشورے پر غور کریں گے۔ تم اجلاس سے جاسکتی ہو۔"

ثانی نے وہ پلگ نکال لیا جس کے ذریعے تمام گولڈن برینز کو معلوم ہوتا تھا کہ الپا اجلاس میں موجود ہے۔ اس طرح وہاں سے رابطہ ختم ہوگیا لیکن میجر نے اپنے کمپیوٹر ٹی وی سے ثانی کے کمپیوٹر کے ساتھ رابطہ قائم رکھا تھا۔

اب ان میں سے ایک گولڈن برین مشورہ دے رہا تھا کہ مشین کا معاملہ گولڈن برین راجر موس کے سپرد کیا جائے۔ ثانی کو اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مشین کی باتیں سراسر فراڈ تھیں۔ وہ مشین میامی بیچ میں نہیں کسی دوسرے خفیہ اڈے میں تھی۔

علی نے کہا "تم سپر ماسٹر کی وفادار ہو۔ مشین کا صحیح ٹھکانا کبھی نہیں بتاؤ گی۔ پھر یہ غلط ٹھکانا بتانے کا مقصد کیا ہے؟"

"پال! یہ میرے معاملات ہیں۔ تم اپنے معاملات سے مطلب رکھو۔"

"ٹھیک ہے۔ میں دو مقاصد کے لئے اس بہروپ میں ہوں۔ ایک تو یہ کہ یہاں ایک آدھ ٹیلی پیتھی جاننے والے کو اپنا دوست اور ماسک مین کا وفادار بناؤں گا۔ مجھے خوشی ہے کہ تم دوست بنتی جارہی ہو۔"

"اچھا ہے، احمقوں کی جنت میں رہو۔ میں تمہارے ماسک مین کے کسی کام نہیں آؤں گی۔"

"اور میں تمہیں ٹریپ کرنے کی بھی کوشش نہیں کروں گا کیونکہ دوست پر جال نہیں پھینکا جاتا۔ ہمیں پہلے سے یہ طے کرلینا چاہئے کہ کون کسے ٹریپ کرے گا مثلاً میں یہودی خیال خوانی کرنے والے جے مورگن کو پھانس کر یہاں سے لے جاؤں گا۔ تم کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو پھانسو گی تو میں تمہارے راستے میں نہیں آؤں گا۔ ویسے کوئی لڑکی کسی مرد کو پھانسے یہ برا لگتا ہے۔"

"تم بولتے بولتے اوور ہو جاتے ہو۔ اپنی حد میں رہ کر بولا کرو۔ اور بتاؤ، دوسرا مقصد کیا ہے؟"

"یہ ہے کہ میں اپنے ماسک مین کے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچاؤں گا، تاکہ اسرائیل کی داخلہ اور خارجہ پالیسیاں ہمیں معلوم ہوتی رہیں۔"

ثانی نے اسے گھور کر دیکھا۔ جان لمبوڈا گولڈن برین میجر یارڈلے کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اور اس کے ذریعے تمام گولڈن برنی کی کارروائیاں دیکھتا جارہا تھا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ علی کسی او ٹیلی پیتھی جاننے والے کو وہاں پہنچائے۔

وہ بولی "تمہارا یہ خواب پورا نہیں ہوگا۔ جب تک گولڈ برینز کی ٹیم میں کارمن ہے، وہ ہم میں سے کسی کو وہاں پہنچنے نہیں دے گا۔"

"اور یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ کارمن ملک سے با ہے۔"

ثانی بے بسی سے پوچھا "کیا تم کسی طرح پیچھا نہیں چھو سکتے؟"

"کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ ہم گولڈن برینز کے درمیا جگہ بنائیں؟"

"جگہ بنا کر کیا کرو گے؟ ذرا اپنے ملک کے حالات دیکھو۔ ا روس سپر پاور نہیں رہا۔ جتنے ممالک اس کی گرفت میں تھے وہ آزاد ہو رہے ہیں۔ تمہارے ملک کہ فوج ذلتیں اٹھا کر افغانستا سے چلی گئی ہے۔ کیا تم بھی اسرائیل میں شرمناک شکست کھا کے بعد یہاں سے جانا چاہتے ہو؟"

"میں ہارنا یا ٹوٹنا نہیں جانتا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے را بدل دیتا ہوں۔ البتہ اس تاریخی حقیقت سے انکار نہیں کروں کئی ممالک سے ہمارے حکمرانوں کا اقتدار ختم ہو چکا ہے اور ا میں کسی سپر پاور کے لئے کام نہیں کررہا ہوں لیکن امید ہے روس جلد ہی اپنا کھویا ہوا وقار اور برتری حاصل کرلے گا۔"

"اب ہم یہ خواب پورا نہیں ہونے دیں گے۔ تمہاری ب اسی میں ہے کہ ابھی سے راستہ بدل لو۔ میں تمہیں آفر دیتی ہوں

"میں تمہارے لئے ماسک مین کو تو کیا، دنیا کو چھوڑ سکتا ہوا تمہارے ملک کے حکمران پکے فراڈ ہیں۔ گلے لگا کر پیچھے سے

گھونپتے ہیں۔"

"میں تمہیں یقین دلاتی ہوں، چاہے جیسی ضمانت لے لو۔ ہارا سپر ماسٹر تمہیں ماسک مین سے زیادہ عزت اور اعلیٰ عہدہ دے ا۔"

"تم کیا دو گی؟"

"میں ضمانت دوں گی۔"

اس نے ثانی کا ہاتھ تھام کر کہا "تو پھر اپنا ہاتھ ہمیشہ کے لئے یرے ہاتھوں میں دے دو۔"

وہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بولی "یہ کیا حرکت ہے، کیا تم سنجیدہ نہیں و؟"

"میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ ضمانت کے طور پر تم ری تو مجھے فریب کھانے کا اندیشہ نہیں رہے گا۔"

"میں تم سے محبت کا اقرار کرکے بھی دھوکا دے سکتی ہوں۔"

"میں صرف محبت سے بہلنے والا نہیں ہوں۔ تم سے شادی لروں گا۔"

"کیا بیویاں دھوکا نہیں دیتی ہیں؟"

"بے شک، لیکن بچہ ہو جائے تو عورت کے پیروں میں زنجیر بجاتی ہے۔ شادی کے بعد بچہ ہوگا تو میں سپر ماسٹر کا وفادار بن جاؤں ا۔ تم پھر بھی دھوکا دینا چاہو گی تو میں تمہاری گود سے اپنا بچہ چھین کر لے جاؤں گا۔ اس کے بعد تم ممتا سے مجبور ہو کر ایسی بیوی بن اؤ گی جیسی نیک پروین ہوتی ہے۔"

"کیا بکواس کر چکے؟"

"میں جو ضمانت چاہتا ہوں، اسے تم بکواس سمجھو گی تو ہمارے استے الگ الگ ہوں گے۔"

"ابھی جو دوستی ہے، بس اتنی ہی رہے گی۔ اب جاؤ یہاں سے۔"

"ٹھیک ہے۔ میں سرکاری طور پر یہاں ملازم کی حیثیت سے ں اگر کوئی خاص کام نہیں ہے تو جارہا ہوں۔"

وہ دونوں خفیہ کمرے سے باہر آئے۔ ثانی نے کہا "مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہاری رہائش سامنے والے بنگلے میں ہے۔ کیا تم وہاں سے پا کی نگرانی کرتے تھے؟"

"ہاں، یہ سرکاری ڈیوٹی ہے۔ اب تم پر نظر رکھوں گا۔"

"میں نہیں چاہتی کہ تم جاسوس کی طرح میرے پیچھے لگے ہو۔"

"سوری۔ یہ میری ڈیوٹی ہے۔"

"تم کوئی سچ مچ سرکاری جاسوس نہیں ہو۔"

"دو ہی بندے پیچھے لگتے ہیں۔ ایک جاسوس دوسرا دیوانہ۔ ر سرکاری بندہ نہیں سمجھ رہی ہو تو سمجھ لو دیوانہ پیچھے لگا رہے ۔"

وہ اس سے رخصت ہو کر اپنی رہائش گاہ میں آگیا۔ اگر الپا کی جگہ کوئی دوسری خیال خوانی کرنے والی آتی تو وہ اسے بے نقاب کرکے گولڈن برینز کی ٹیم میں ایک اور کارنامہ انجام دیتا۔ بعد میں اسی ٹیلی پیتھی جاننے والی کو ٹریپ کرنے کا موقع ہمیں دیتا۔ لیکن ثانی کو کسی کے سامنے بے نقاب نہیں کرسکتا تھا۔

اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ جان لمبوڈا اپنے معمول اور تابعدار میجر یارڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان رہے۔ یہ باتیں وہ راجر موس اور دوسرے گولڈن برینز کو بتاتا کہ میجر دشمن کا آلۂ کار بنا ہوا ہے تو سب کو شبہ ہوتا کہ امریکا میں میجر کی طرح الپا کو بھی ٹریپ کیا گیا ہوگا۔ اسے بھی تنویمی عمل کے ذریعے آلۂ کار بنایا گیا ہوگا۔

اگر وہ یہ شبہ دور کرنے کے لئے تنویمی عمل کے ذریعے الپا کے دماغ میں جھانکنا چاہتے تو انہیں ثانی نظر آتی۔ ان حالات کو سمجھتے ہوئے اس نے کسی کے سامنے میجر کی بھی کمزوری ظاہر نہیں کی۔ یہ طے کرلیا کہ پھر ایک بار جان لمبوڈا کو گولڈن برینز کے درمیان سے باہر نکال دے گا۔

راجر موس نے مقررہ وقت کے مطابق ٹرانسمیٹر پر رابطہ کیا۔ پھر پوچھا "ہیلو بیٹے! کیا رپورٹ ہے؟"

"سب ٹھیک ہے، لیکن سب ٹھیک ہو تب بھی میں مطمئن نہیں ہوتا۔"

"تمہاری یہی خوبی تمہیں کامیابی کے راستوں پر لے جاتی ہے۔ کیا تم جانتے ہو انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کا سراغ لگالیا ہے۔"

علی نے انجان بن کر پوچھا "کیا الپا نے سراغ لگایا ہے؟"

راجر موس نے جواباً یہ تفصیل بتائی کہ کس طرح الپا ایک فوجی افسر کے ذریعے میامی بیچ کے اڈے تک پہنچی اور یہ معلوم کیا کہ مشین آبدوز جہاز میں چھپا کر رکھی گئی ہے۔

علی نے تمام تفصیلات سن کر پوچھا "اس سلسلے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

ٹرانسفارمر مشین کے خفیہ اڈے کا سراغ لگانا بچوں کا کھیل نہیں ہے لیکن الپا یا کوئی خیال خوانی کرنے والا کوشش کرکے معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ الپا کی یہ رپورٹ کس حد تک درست ہے، پہلے اس کی تصدیق کی جائے گی۔ جب یقین ہو جائے گا کہ واقعی اس مشین کو سمندر کی گہرائی میں چھپا کر رکھا گیا ہے تو پھر اسے حاصل کرنے کی پلاننگ کی جائے گی، تم کیا کہتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کیا لمبوڈا کو یہ معلوم نہیں ہوا ہوگا کہ الپا اور میجر اس کے ملک میں آئے ہیں۔ اگر معلوم ہوا ہوگا تو اس نے دور تک جال بچھانے کے لئے یہ چال چلی ہوگی کہ الپا کو اپنے ایک فوجی افسر کے دماغ میں پہنچنے دیا ہوگا اور اب اس انتظار میں ہوگا کہ الپا یا کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا ذہین سراغ رسانوں کی ٹیم کے ساتھ میامی بیچ آئے اور وہ سب اس کے قیدی بن جائیں اور

ہمارا ایک خیال خوانی کرنے والا اس کا معمول اور تابعدار بن جائے۔"

"یہ تمہاری قیاس آرائی ہے۔"

"یہی سہی۔ میرا مشورہ ہے۔ اس سلسلے میں کبھی ہمارے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو امریکا نہ جانے دیں۔"

"ہاں۔ ہم یہ احتیاط کریں گے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میجر یارڈلے اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک بنگلے میں رہتا تھا۔ اس کی طرح دوسرے گولڈن برینز بھی مختلف علاقوں میں گھریلو زندگی گزارتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ کسی کو ان کی رہائش گاہ کا علم نہ ہو لیکن علی طویل عرصے میں سب ہی کے پتے ٹھکانے اور ٹیلیفون نمبر معلوم کرچکا تھا۔

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے۔ پھر رابطہ ہونے پر کسی خاتون کی آواز سن کر پوچھا "کیا آپ مسز یارڈلے ہیں؟"

خاتون نے پوچھا "آپ کون ہیں؟"

"آپ کا ہمدرد۔ کیا آپ جانتی ہیں کہ میجر صاحب ایک حسینہ کے ساتھ امریکا گئے تھے؟"

"میں اس سے بھی زیادہ جانتی ہوں۔ میجر صاحب بڑھاپے میں جوان ہورہے ہیں۔ میں نے کئی بار سمجھایا ایسی حرکتوں سے باز آجائیں لیکن وہ باز آنے والے نہیں ہیں۔ آج امریکا سے واپس آتے ہی میں ان سے طلاق لے چکی ہوں۔ اپنے ذاتی مکان میں رہائش کے لئے جارہی ہوں۔"

"بے چارے میجر صاحب تنہا رہ جائیں گے۔"

"رنگین مزاج بڈھا کبھی تنہا نہیں رہے گا۔ کسی دن کسی عورت کے ہی ہاتھوں مارا جائے گا۔ اوہ گاڈ! میں تم سے اتنی باتیں کیوں کررہی ہوں۔"

"تم اپنے دل کا غبار نکال رہی ہو۔"

"ہاں، شاید یہی بات ہے۔ سوری، اب نہیں بولوں گی۔"

اس نے رابطہ ختم کردیا۔ علی ریسیور رکھ کر اٹھ گیا۔ وہاں سے چلتا ہوا ایک الماری کے پاس آیا۔ اسے کھول کر اس نے ایک دراز سے ریوالور اور سائلنسر نکالا۔ اس کے بھرے ہوئے چیمبر کو چیک کیا۔ پھر باہر آکر ایک کار میں بیٹھ گیا۔ اسے ڈرائیو کرتا ہوا اپنے بنگلے کے احاطے سے باہر آیا پھر یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزرنے لگا۔

اس نے کار میں بیٹھتے وقت عقب نما آئینے میں دیکھا تھا۔ اس آئینے میں ثانی کا سامنے والا بنگلا نظر آرہا تھا۔ وہ بنگلے کی کھڑکی میں تھی اور پردے کی آڑ سے اسے دیکھ رہی تھی۔

ہوسکتا ہے اس نے جان لمبوڈا کو پال ہیریسن (علی) کے متعلق بتایا ہو۔ یا تل ابیب میں اس نے اپنے خاص آلۂ کار پہنچادیئے ہوں اور ان میں سے کسی کو علی کے پیچھے لگادیا ہو۔ اس لئے وہ یونہی مختلف سڑکوں پر سے گزر رہا تھا۔ کبھی ڈرائیو کرتا ہوا کسی گلی میں داخل ہوجاتا تھا۔ اس طرح تعاقب کرنے والے نظروں میں آسکتے تھے۔

ویسے تعاقب نہیں ہورہا تھا۔ وہ اچھی طرح مطمئن ہوکر میجر یارڈلے کی رہائش گاہ کے قریب پہنچ گیا۔ وہاں ویرانی سی نظر آرہی تھی جیسے بنگلا خالی کردیا گیا ہو۔ وہ کار ڈرائیو کرتا ہوا ذرا آگے گیا۔ پھر اسے روک کر موبائل فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے فون انگیج تھا۔ اس سے پتا چل گیا کہ میجر کا بنگلا خالی نہیں ہے۔ وہاں کوئی ہے اور فون پر کسی سے باتیں کررہا ہے۔

علی نے تھوڑی دیر بعد پھر فون کیا۔ اس بار رابطہ ہوگیا۔ میجر کی آواز سنائی دی۔ علی نے فون بند کردیا۔ موبائل فون کو ایک طرف رکھ دیا۔ اپنی پتلون اتاری۔ اندر ایک سیاہ پتلون پہلے سے تھی۔ پھر اس نے کوٹ اتار کر اسے الٹا کیا۔ وہ کوٹ اندر سے سیاہ تھا۔ اس نے اسے پھر پہن لیا۔ ریوالور میں سائلنسر لگا کر اسے اندرونی جیب میں رکھا پھر کار سے نکل کر اسے لاک کیا۔ اس کے بعد تیز قدم اٹھاتا ہوا میجر کے بنگلے کی طرف جانے لگا۔

بنگلا باہر سے ویران ہی نظر آتا تھا کیونکہ بیوی بچے میجر کو چھوڑ کر جاچکے تھے۔ علی پچھلے حصے میں آیا۔ ایک دیوار کی آڑ میں پہنچ کر اس نے دور تک کا جائزہ لیا۔ وہ اعلیٰ سرکاری عہدے داران کا رہائشی علاقہ تھا۔ وہاں سے عام لوگوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ اس نے جیب سے ماسک نکال کر پہن لیا۔ پھر فوراً ہی بنگلے میں داخل ہوگیا۔

دروازہ اندر سے مقفل نہیں تھا۔ اگر ہوتا تو اسے کھولنے کے لئے کوئی بڑی بات نہ ہوتی۔ وہ کچن سے گزر کر ایک کوریڈور سے ہوتا ہوا ڈرائنگ روم میں آیا۔ وہاں میجر کسی سے ٹیلیفون پر بات کرنے کے بعد صوفے سے اٹھ رہا تھا۔ اسے دیکھ کر چونک گیا، سہم کر بولا "کون ہو تم؟"

علی نے آواز بدل کر کہا "تم نے میری بہن کو طلاق دی اور بچوں کے ساتھ بے گھر کردیا۔ تمہیں اس عمر میں ایسا کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟"

وہ بولا "میری بیوی کا کوئی بھائی نہیں ہے۔ تم خواہ مخواہ ریوالور لے کر کیوں آئے ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"

"میں اپنی بہن کا منہ بولا بھائی ہوں۔"

"تم۔۔تم خود کو چھپا رہے ہو۔ اپنی اصل آواز میں نہیں بول رہے ہو میں تم سے اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہا ہوں، تم اپنی آواز میں بولو۔"

اس کی باتوں سے معلوم ہوگیا کہ میجر کے اندر لمبوڈا چھپا ہوا ہے اس نے علی کی بناوٹی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر اس کے دماغ میں آنے کی کوشش کی ہوگی اب ناکام ہوکر میجر کے ذریعے بول رہا تھا کہ علی اپنی اصل آواز میں بولے۔

اس نے وقت ضائع نہیں کیا۔ ریوالور کی نال سیدھی کی، گولی چلادی۔ پہلے ایک پھر دو، پھر تین گولیاں۔ وہ فرش پر گرتے ہی بے جان ہوگیا۔ علی نے کہا "جان لمبوڈا! اب میں اصل آواز میں بول رہا ہوں۔ افسوس تم اپنے آلۂ کار کے مردہ دماغ سے نہیں سن سکو گے۔"

میجر کو گولی لگتے ہی جان لمبوڈا خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے پاس آیا۔ پھر بولا "غضب ہوگیا۔ گولڈن برینز کے درمیان رہنے کا ذریعہ ختم ہوگیا۔ کسی نے میجر کو گولی ماردی ہے۔"

ثانی نے پوچھا "آپ نے میجر کے ذریعے قاتل کا حلیہ دیکھا ہوگا؟"

"اس کے چہرے پر ماسک تھا اور وہ سیاہ سوٹ میں تھا۔"

ثانی نے دو گھنٹے پہلے اپنی کھڑکی سے جھانک کر علی کو جاتے دیکھا تھا وہ سفید سوٹ میں تھا اور قاتل سیاہ لباس میں دیکھا گیا تھا۔ زمین آسمان کا فرق تھا، وہ علی پر شبہ نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے پوچھا "انکل! وہ قاتل کون ہوسکتا ہے۔ اب یہ تشویش ہورہی ہے کہ میجر ہمارے آلۂ کار کی حیثیت سے شاید پہچان لیا گیا ہے۔"

"نہیں سلوانہ! اگر وہ مشکوک ہوتا تو تم پر بھی شبہ کیا جاتا۔ کیا تم محسوس کررہی ہو کہ خفیہ طور سے تمہاری نگرانی ہورہی ہے؟"

"ابھی تک ایسی کوئی بات نظر نہیں آرہی ہے۔ میری ملازمہ مارتھا اور ملازم پال ہیریسن مجھ سے پوری طرح مطمئن ہیں۔"

"وہ قاتل خود کو میجر کی بیوی کا منہ بولا بھائی کہہ رہا تھا۔ تم قتل کی تفتیش شروع کراؤ۔ کچھ نہ کچھ سراغ ضرور ملے گا۔"

وہ خفیہ کمرے میں آئی، پھر کمپیوٹر ٹی وی کے ذریعے مختلف گولڈن برینز سے رابطے کے پلگ لگانے لگی۔ لمبوڈا نے پریشان ہوکر کہا "میں ایک بار پھر گولڈن برینز کی ٹیم سے باہر آگیا ہوں۔ پہلی بار کارمن نے دشمنی کی تھی۔ اس بار پتا نہیں میجر کی مطلقہ بیوی کا مائی کہاں سے پیدا ہوگیا۔"

ثانی نے رابطہ قائم ہونے پر گولڈن برینز سے کہا "میں ابھی میجر رڈلے کے دماغ میں گئی تھی۔ اس سے ضروری گفتگو کررہی تھی۔ اچانک ایک شخص ہاتھ میں ریوالور لئے اس کے سامنے آگیا۔ اس نے کہا میجر تم نے میری منہ بولی بہن کو طلاق دی ہے، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ کہتے ہی اس نے میجر کو گولی ماردی۔ وہ مرچکا ہے۔"

جواب ملا "یہ بہت افسوسناک خبر ہے۔ ہمارے جاسوس اور سپاہی ابھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ کیا تم اس بولنے والے قاتل کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔"

"پہنچ سکتی تھی لیکن وہ آواز اور لہجہ بدل کر بول رہا تھا۔ پھر میری کوئی تدبیر آزمانے سے پہلے ہی اس نے میجر کو قتل کردیا، میری خیال خوانی کا راستہ روک دیا۔"

"کیا میجر امریکا سے کسی کو دشمن بنا کر لے آیا تھا؟"

"میری معلومات کے مطابق اس کا کوئی دشمن نہیں تھا۔ آج ہی بیوی نے اس سے طلاق لی اور آج ہی اس کا قتل ہوگیا۔ یہ کوئی گھریلو دشمنی بھی ہوسکتی ہے۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ جان لمبوڈا نے کہا "بیٹی سلوانہ! آئندہ گولڈن برینز کے منصوبے معلوم کرتے رہنے کے لئے مجھے تمہارے دماغ میں آتے رہنا ہوگا اور یہ تمہیں پسند نہیں ہے۔"

"جی ہاں۔ آپ اتنی دیر میرے پاس رہ گئے، کوئی اور خیال خوانی کرنے والا دوست ہوتا تو میں ایک سیکنڈ بھی اسے برداشت نہ کرتی۔"

"تم یقین کرو، تمہیں دل سے بیٹی کہتا ہوں اس لئے تمہارے چور خیالات نہیں پڑھتا۔"

"انکل! یہ صرف چور خیالات پڑھنے کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ اندیشہ رہتا ہے کہ ہمارے دماغی رابطے کے دوران کوئی تیسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا خاموشی سے آکر ہماری گفتگو سنے گا اور یوں مجھے سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ذریعے ابھی کسی ایسے شخص کے دماغ میں چلا جاؤں گا جو میجر کے بنگلے میں اس وقت تفتیش کے لئے آیا ہوگا۔"

ثانی نے میجر کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں ایک سپاہی نے ریسیور اٹھا کر پوچھا "آپ کون ہیں؟"

لمبوڈا اس کے پاس چلا گیا۔ ثانی بھی ریسیور رکھ کر سپاہی کے پاس آئی پھر اس کے ذریعے پولیس افسر کے دماغ میں آکر بولی "میں الپا ہوں، رپورٹ سناؤ۔"

"میڈم! میں دس منٹ پہلے آیا ہوں ابھی اتنا ہی دیکھ رہا ہوں کہ میجر کی جسم میں تین گولیاں لگی ہیں۔ قاتل کچن کے راستے سے آیا تھا کیونکہ جب ہم آئے تو بنگلے کا سامنے والا دروازہ اندر سے بند تھا۔ ہم قاتل کا سراغ لگانے کی پوری کوشش کررہے ہیں۔"

ثانی کی ہدایت پر ایک جاسوس نے میجر کی مطلقہ بیوی کا موجودہ پتا معلوم کیا۔ اسے میجر کے قتل کے متعلق بتایا۔ وہ رونے لگی۔ اگرچہ رشتہ نہیں رہا تھا لیکن بچوں کے حوالے سے شوہر کی جتنی محبتیں ملتی رہی تھیں، وہ محبتیں رلا رہی تھیں۔

ثانی نے جاسوس سے کہہ دیا تھا کہ اس سے کسی قسم کے سوالات نہ کئے جائیں، وہ خیالات پڑھ کر معلوم کرتی رہی۔ اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ جس نے خود کو اس کا منہ بولا بھائی کہا تھا، اسے بھی وہ نہیں جانتی تھی۔ یہ معلوم ہوا کہ آج کسی اجنبی نے اسے فون کیا تھا اور کہا تھا میجر کسی حسینہ کے ساتھ عیش کرنے کے لئے امریکا گیا تھا۔ جب فون کرنے والے کو معلوم ہوا کہ وہ میجر سے طلاق لے چکی ہے تو اس نے چند باتیں کرکے رابطہ ختم کردیا۔

ثانی حساب کرنے لگی کہ سوا دو گھنٹے پہلے کسی اجنبی نے فون

کیا تھا اور دو گھنٹے پہلے پال (علی) اپنے بنگلے سے نکل کر کہیں گیا تھا۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اس نے پہلے معلوم کیا ہو کہ میجر کی بیوی طلاق لینے کے بعد بچوں کو لے کر وہاں سے جا رہی ہے۔ اس کے بعد میجر بنگلے میں تنہا رہے گا۔ یہ تمام معلومات حاصل کر کے پال اپنے بنگلے سے نکلا تھا۔ اس نے مسلسل کہیں دو گھنٹے ضائع کئے تھے شاید لباس وغیرہ تبدیل کرنے اور قتل کی تیاری کرنے میں وقت لگا ہو گا۔ وہ یہاں سے سفید سوٹ میں گیا تھا لیکن بلیک سوٹ میں قتل کیا تھا۔ چہرے پر ماسک بھی تھا' آواز بھی بدل کر بول رہا تھا۔ کوئی بہت زیادہ جانا پہچانا شخص ہی خود کو اس قدر چھپا کر ایسی واردات کرے گا۔

ثانی کو یقین کی حد تک شبہ تھا کہ یہ علی کی چال ہے۔ شاید وہ جانتا تھا کہ لمبوڈا میجر کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان پہنچتا ہے۔ لمبوڈا کی یہ کامیابی ماسک مین کی پالیسیوں کے خلاف تھی۔ کیونکہ وہ پال کے ذریعے اپنے خیال خوانی کرنے والے کو کسی گولڈن برین کے دماغ میں پہنچانا چاہتا تھا۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آ رہی تھی کہ پال نے میجر کو قتل کر کے لمبوڈا اور سپر ماسٹر کا ایک زبردست محاذ ختم کر دیا ہے۔

وہ بے حد ذہین تھی۔ حالات و واقعات کا صحیح تجزیہ کرتی تھی اور یہ علی اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ چالاک لومڑی پہلے اس پر شبہ کرے گی پھر حالات کے سیاق و سباق سے شبے کو یقین میں بدل لے گی۔

اس نے قتل کرنے کے بعد مزید تین گھنٹے مختلف مصروفیات میں گزارے تاکہ ثانی قتل کے سلسلے میں خوب چھان بین کر لے اور کسی آخری نتیجے پر پہنچ جائے۔ اس نے تین گھنٹے کے بعد ثانی کے بنگلے میں فون کیا۔ وہاں گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ اس نے وقفے سے دوبارہ فون کیا۔ ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے بنگلے میں نہیں ہے۔

وہ تل ابیب میں پہلی بار آئی تھی۔ وہاں کے راستے اور گلیاں نہیں جانتی تھی۔ اپنے کسی پرائیویٹ گائیڈ کے بغیر باہر نہیں جا سکتی تھی۔ ملا کی دوڑ مسجد تک کے مصداق وہ زیادہ سے زیادہ علی کے بنگلے تک جا سکتی تھی۔ علی نے اپنے ہی بنگلے میں فون کیا۔ گھنٹی بجنے لگی۔ کسی نے نہیں اٹھایا۔ اس نے انتظار کرنے کے بعد موبائل فون بند کر دیا۔ پھر دوبارہ پانچ منٹ بعد فون کیا۔ دوسری طرف فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ پھر وہ بند ہو گئی۔ کسی نے ریسیور اٹھایا تھا۔ گھنٹی کے بند ہوتے ہی علی نے بری طرح ہانپتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ اس کا ہر لفظ سانسوں کے جھٹکے سے ادا ہو رہا تھا اس لئے بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ لہجہ واضح نہیں تھا ورنہ وہ لہجے کو گرفت میں لے کر دماغ میں پہنچ جاتی۔ اتنا ہی سمجھ سکی کہ پال (علی) کا کوئی ماتحت مشکل میں ہے۔ ابھی سانسیں درست ہوں گی تو وضاحت سے بولے گا۔

علی سمجھ گیا تھا کہ اس کے خالی بنگلے میں فون اٹینڈ کرنے والی ثانی ہی ہو سکتی ہے۔ خاموشی سے اس کے لہجے کو گرفت میں لینے انتظار کر رہی ہے۔ اس نے ریوالور نکال کر اپنے ریسیور کے قریب فائر کیا۔ پھر حلق سے ایسی آواز نکالی جیسے گولی لگی ہو اور دم نکل ہو۔

ثانی آخری وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ کر کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتی تھی' اس نے جلدی سے پوچھا "کون ہو تم جلد بولو' میں پال کی دوست ہوں۔ تمہارا پیغام پہنچا دوں گی۔"

جواب میں اسے دوسری طرف سے ایسی آواز سنائی دی؟ گولی کھانے والے کے ہاتھ سے ریسیور چھوٹ کر جھول رہا ہو ادھر ادھر کسی چیز سے ٹکرا رہا ہو۔ ثانی نے انتظار کیا شاید کوئی آواز سنائی دے پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ سوچنے لگی۔ پتا نہیں پال کے یہاں کتنے ماتحت جاسوس کتنے کرائے کے آلۂ کار ہیں اور وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔ اس کا آدمی شاید کوئی اہم پیغام دینا چاہتا تھا لیکن کسی نے اسے مار دی۔ ویسے میں نے پہلی ملاقات میں ہی سمجھ لیا تھا کہ پال بہت گہرا ہے۔ اس کی آنکھیں کہتی ہیں کہ میرا دیوانہ ہے' مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا لیکن اس سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے اور اس پر کبھی اعتماد نہیں کرنا چاہئے۔

وہ ٹیلیفون کے پاس سے اٹھ گئی۔ اس کے بیڈ روم کی ایک ایک چیز کی تلاشی پہلے ہی لے چکی تھی۔ کوئی ایسی چیز ہاتھ نہیں جس سے اس کی کوئی کمزوری ہاتھ آ جاتی۔ اس نے پھر ایک بار کمرے اور اسٹور روم کی دیواروں اور الماریوں کو اچھی طرح دیکھا تاکہ چور دروازہ ہو تو نظر آ جائے لیکن ناکامی ہوئی۔

اسے بہرحال علی کے آنے تک وہاں رہنا تھا۔ وہ اس کے قاتل کا روپ سامنے لانا چاہتی تھی اور یہ بھی امید تھی کہ پھر کوئی فون آئے گا تو فون کرنے والوں کے ذریعے پال کی مصروفیات کا علم ہو سکے گا۔

کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران اس نے کچن میں جا کر کے چھوٹے سے ڈبے میں اعصابی کمزوری کی دوا کا سفوف ملا دیا۔ چھپ کر اسے زخمی کر سکتی تھی لیکن اسے زخمی دیکھ کر گورنس اور دوسرے ملازموں کو شبہ ہوتا۔ وہ سہولت سے علی کے دماغ میں جگہ بنانا چاہتی تھی۔

باہر احاطے میں کار کی آواز سنائی دی۔ وہ بڑی دیر کے بعد واپس آ رہا تھا۔ وہ اس حقیقت سے بے خبر تھی کہ جب تک کے گھر کی تلاشی لیتی رہی۔ ادھر وہ اس کے گھر میں اس کے کی تلاشی لیتا رہا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لئے جوڑ کا توڑ

علی نے بنگلے میں داخل ہو کر ڈرائنگ روم میں چاروں دیکھا۔ پھر کہا "میں دن کے اجالے میں گیا تھا۔ یہاں کی بتیاں ہوئی تھیں۔ واپس آیا ہوں تو گھر روشن ہے۔ کسی کے گھر روشنی کرنا نیکی ہے۔ مگر نیکی کر کے چھپنا نیکی کو برباد کرنا ہے۔

آ جاؤ۔"

وہ راہداری والے دروازے سے ڈرائنگ روم میں آئی پھر اس کے سامنے تن کر بولی "کہاں سے آ رہے ہو؟"

"شادی کر لو' پھر یہ سوال کرنا لیکن تم تو گھر میں زبردستی گھس کر بیوی بننے کی ریہرسل شروع کر چکی ہو۔"

"شٹ اپ۔ کام کی باتیں کرو۔"

"چلو کام کی بات بتاؤ۔ میری غیر موجودگی میں یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"خون کے دھبے مٹانے آئی ہوں۔ سوچا اکثر قاتل واردات کے دوران کوئی نہ کوئی حماقت کر جاتے ہیں۔ ذرا اپنا لباس دیکھو کہیں خون کے دھبے نہ رہ گئے ہوں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "کیوں نفسیاتی حربہ استعمال کر کے اقبالِ جرم کرانا چاہتی ہو۔ اپنے گھر بلا کر بھی پوچھتیں تو صاف صاف کہہ دیتا کہ میں نے میجر کو اوپر پہنچا دیا ہے۔"

"کیا؟" وہ حیرانی سے پیچھے ہٹ کر بولی "تم قبول کرتے ہو کہ تم نے اسے قتل کیا ہے؟"

"ہاں' کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے' تم اب تک قاتل کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر پریشان ہو رہی تھیں۔ میرا انتظار کر لیتیں تو پریشانی نہ ہوتی۔"

"تم...تم نے ہمارا محاذ کمزور کیا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کیا۔ علی نے ہاتھ روک دیا۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے حملہ کیا۔ علی نے جس انداز میں اس کے دونوں حملے روکے' اس انداز نے ثانی کو چونکا دیا۔ ایسا لگا جیسے اس طرح کی لڑائی پہلے بھی ہو چکی ہے۔

علی اس کی ذہنی الجھن کو سمجھ رہا تھا۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا "تمہیں بتایا گیا ہے کہ حملہ ناکام ہوتے ہی سوئی گنگ کِک یا سمرسالٹ کِک مارنا چاہئے۔"

وہ پھر چونک گئی۔ سونیا ممانے یہی سکھایا تھا۔ وہ بھول چکی تھی کہ کس نے سکھایا ہے لیکن سیکھا ہوا سبق یاد تھا۔ ابھی وہ اچانک فضا میں سمرسالٹ کر کے علی کو کک مارنا چاہتی تھی لیکن جسے مارنا چاہتی تھی وہی مارنے اور حملے کرنے کے داؤ پیچ بتا رہا تھا۔

ثانی نے فائٹنگ کا انداز بدل دیا۔ وہ اچھل کر پیچھے گئی وہ جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی حملے کرنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے علی نے کہا "ہاں' اب تم ہاپ ہپ کرتی ہوئی فضا میں قلابازیاں کھاتی ہوئی دائیں سے بائیں جاؤ گی۔ تم بجلی کی طرح پھرتیلی ہو۔ میری آنکھیں ایک جگہ تم پر ٹھہر نہیں سکیں گی۔ ایسے ہی لمحات میں تمہارا حملہ مجھ پر کامیاب رہے گا۔"

وہ جمناسٹک کے کرتب کیا دکھاتی۔ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ خلا میں تکتا ہوا کہہ رہا تھا "پھر تم جمناسٹک کے دوران میرے سر کی بلندی سے بھی اونچی قلابازی کھاؤ گی۔ میرے پیچھے جاؤ گی۔ میں پیچھے پلٹ کر دیکھوں گا تو تمہاری لات میرے منہ پر پڑے گی۔"

وہ جذب کے عالم میں یوں بول رہا تھا جیسے ماضی کی کچھ باتیں آپ ہی آپ زبان سے ادا ہو رہی ہوں۔ ثانی نے اس کی ٹھوڑی پر ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے جا کر صوفے پر بیٹھ گیا پھر چونک کر بولا "تم...میں کہاں تھا؟ مجھے کیا ہو گیا تھا؟"

وہ قریب آ کر بولی "یہ تم کیا بڑبڑا رہے تھے؟"

وہ حیرانی سے بولا "میں کیا بڑبڑا رہا تھا؟"

"تم وہی کہتے جا رہے تھے جو میں سوچتی جا رہی تھی۔ جتنے داؤ پیچ تم پر استعمال کرنا چاہتی تھی اسے تم استعمال سے پہلے ہی بیان کرتے جا رہے تھے۔ تم میری فائٹنگ کا اسٹائل کیسے جانتے ہو؟"

وہ صوفے سے اٹھ کر بولا "پتا نہیں میں کیا جانتا ہوں اور کیا نہیں جانتا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے ہم دونوں ایک ہی استاد سے فائٹنگ کے نئے انداز سیکھ رہے ہیں اور تم جمناسٹک کے کرتب دکھاتی ہوئی بڑی کامیابی سے حملے کر رہی ہو۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بولی "تعجب ہے مجھے بھی کچھ ایسا ہی لگ رہا تھا۔"

وہ صوفے پر بیٹھ گئی۔ پھر سر اٹھا کر بولی "تم کون ہو؟ جب سے تمہارا سامنا ہوا ہے تب سے میرے اندر کچھ ہونے لگا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہونے لگتا ہے۔ کبھی تم دشمن لگتے ہو اور کبھی میری رگوں میں لہو کی طرح دوڑنے لگتے ہو۔"

علی اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "دماغ پر زور نہ دو۔ اگر ہمارا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے تو ہمیں رفتہ رفتہ معلوم ہو جائے گا۔"

وہ بولی "یہ کیسی عجیب بات ہے۔ ہم خود کو شعوری طور پر پہچانتے ہوئے بھی نہیں پہچان رہے ہیں۔ ہمارے لاشعور میں کوئی بات ہمیں اشارہ دے رہی ہے کہ جو ہم نظر آ رہے ہیں وہ نہیں ہیں' ہم اپنی موجودہ شناخت سے مختلف ہیں۔"

"ہاں' یہ بات یوں بھی سمجھ میں آتی ہے کہ میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔ نہ ماں باپ ہیں' نہ رشتے دار ہیں۔"

وہ بولی "بالکل یہی میرے ساتھ ہے۔ میں نے کئی بار سوچا کہ میرا نام سلوانہ جوزف ہے تو میرا باپ جوزف کہاں ہے' ماں کہاں گم ہو گئی ہے' میں نے جان لمبوڈا سے کہا تھا کہ میرے والدین مر چکے ہیں۔ میرا کوئی نہیں ہے لیکن عقل نہیں مانتی۔ ہمارا تمہارا کوئی تو ہونا چاہئے۔"

"بے شک ہمیں دنیا میں لانے والے کہیں نہ کہیں ہوں گے۔ ہم ان سے بچھڑ گئے ہیں۔ میری ایک بات مانو گی؟"

"ہاں بولو۔"

"پہلے تو یہ تسلیم کر لو کہ ہماری تمہاری اصلی شناخت کچھ اور ہے۔"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔"

"پھر عقل کا تقاضا ہے کہ جب تک ہم اپنی صحیح شناخت نہیں پائیں گے' ایک دوسرے کے دوست رہیں گے تاکہ دوستی کے ذریعے کچھ اور حقائق سامنے آتے رہیں۔"

"درست کہتے ہو۔ جب سے ایک دوسرے کا سامنا ہوا ہے۔ تب سے لاشعور میں چھپی ہوئی باتیں ہمیں اشارے دے رہی ہیں۔"

"ہم اور ایک وعدہ کریں کہ ایک دوسرے کو کسی طرح کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

وہ بولی "میرے اندر خود کو پہچاننے کی شدید بے چینی پیدا ہوگئی ہے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں کبھی نقصان......"

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ اسے کچھ یاد آیا۔ وہ "نہیں" کہتی ہوئی اچھل کر کھڑی ہوئی پھر دوڑتی ہوئی وہاں سے کوریڈور کی سمت جانے لگی۔ علی نے اس کے پیچھے دوڑتے ہوئے پوچھا "کیا ہوا؟ کہاں جارہی ہو؟"

وہ بھاگم بھاگ بنگلے کے مختلف حصوں سے گزرتی ہوئی کچن میں آئی پھر کافی کے چھوٹے سے ڈبے کو اٹھاکر اسے کھولتے ہوئے کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ علی نے آکر پوچھا "یہ کیا کررہی ہو؟"

وہ ایک گہری سانس لیتے ہوئے بولی "میں نے کافی میں اعصابی کمزوری کی دوا ملائی تھی۔ تمہارے دماغ پر قبضہ جمانا چاہتی تھی۔"

وہ بولا "میرے دماغ پر حکمرانی کرنے سے باز کیوں آگئیں۔"

"تمہارا دماغ کمزور ہوگا تو لبوڈا یا جے مورگن یا کوئی بھی دشمن تمہیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنالے گا۔ پھر میں تمہارے بغیر اپنی اصلی شناخت تک نہیں پہنچ پاؤں گی۔"

"شکریہ سلوانہ! جب تک ہمیں صحیح منزل نہ ملے تب تک ہمارے درمیان کسی دوست اور دشمن کو نہیں آنا چاہئے اور نہ ہی ہماری ادھوری شخصیت کے راز میں کسی کو شریک ہونا چاہئے۔"

"میں لبوڈا اور سپر ماسٹر سے کبھی تمہارا ذکر نہیں کروں گی۔ تم وعدہ کرو۔ میرے ملک اور میرے سپر ماسٹر کو نقصان نہیں پہنچاؤ گے۔"

"اس شرط پر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے ملک کی طرف سے مجھے بھی کبھی نقصان نہ پہنچے۔"

"تم نے میجر کو قتل کرکے ہمارے آگے بڑھنے کے عمل کو روک دیا ہے۔ کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم ہماری ٹیم میں شامل ہوجاتے۔"

"ابھی تم نے ضرررساں کافی پینے سے مجھے بچاکر میرا اعتماد' میرا دل جیت لیا ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں آجاؤں گا۔ لیکن میری وہی شرط مان لو جو بیان کرچکا ہوں۔"

"کون سی شرط؟"

"شادی اور ازدواجی رشتہ۔"

اس نے سرجھکالیا۔ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی کچن سے باہر آگئی۔ وہ دونوں خاموشی سے چلتے رہے۔ بنگلے سے باہر آگئے پھر سامنے والے ثانی کے بنگلے کی طرف جانے لگے۔ علی اس کے ساتھ اس کے دروازے تک آیا پھر بولا "تم اچھی طرح سوچ سمجھ لو' میرا ایمان ہے کہ ہمارا رشتہ آسمانوں پر لکھا جاچکا ہے۔"

"میرا دل بھی یہی کہتا ہے لیکن ہمیں اس معاملے میں جلدی نہیں کرنی چاہئے۔ تمہاری طرح میں بھی دل کے فیصلے کو تسلیم کرتی ہوں لیکن دماغ پوچھتا ہے... ہم کن ناموں سے شادی کریں گے ہمارے اصلی نام کیا ہیں؟ ہم کس مذہب کے مطابق نکاح پڑھوائیں گے۔ کیا میں واقعی عیسائی ہوں؟ کیا تم سچ مچ یہودی ہو؟"

"ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارے سینے میں وہی دل اور سر میں وہی دماغ اور بدن میں وہی روح ہے جو پیدائش کے وقت تھی۔ ہمارے اندر جو ہمارا اصل مذہب چھپا ہوا ہے' اسے کوئی نکال نہیں سکتا۔ ہمارا تمہارا گاڈ ہمارے اندر کے ایمان اور نکاح کی سچائی کو سمجھنے والا ہے۔"

"یہ درست ہے' پھر بھی مجھے سوچنے دو۔"

"اچھی بات ہے۔ پورے اعتماد اور ذہانت سے سوچ کر فیصلہ کرو۔ میں جارہا ہوں کل صبح ملاقات ہوگی۔"

اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ ثانی اپنا ہاتھ پیش کرے۔ وہ جھجکتی ہوئی بولی "میرے بنگلے میں تمہاری حیثیت ملازم کی ہے۔ آس پاس کے بنگلوں سے ہمیں دیکھا جارہا ہوگا۔"

وہ پیچھے ہٹ کر بولا "تو پھر چلوں۔ گڈ نائٹ۔"

"ابھی نہیں۔ میں نے رات کا کھانا نہیں کھایا ہے اور شاید تم نے بھی؟"

"ہاں بھوک تو لگی ہے۔"

"مارتھا فریج میں کھانا رکھ کر گئی ہے۔ میں گرم کرکے لاتی ہوں۔ تم ڈائننگ روم میں بیٹھو۔"

وہ اس کے ساتھ کچن کی طرف چلتے ہوئے بولا "میں ڈائننگ روم میں تنہا رہوں گا مگر تصور میں تمہیں دیکھتا رہوں گا۔ بہتر ہے تمہارے ساتھ رہو اور تمہیں نگاہوں کے سامنے دیکھتا رہوں۔"

وہ مسکرانے لگی' دل ہی دل میں سوچنے لگی "مجھے قتل ابیب میں ابھی صرف بارہ گھنٹے گزرے ہیں۔ اتنے کم وقت میں پال میرے دل و دماغ پر چھاگیا ہے۔ ارے ہاں' میں نے ابھی تک اس کا موجودہ نام نہیں پوچھا ہے۔ خواہ مخواہ اسے پال کہہ رہی ہوں۔"

وہ کچن کے دروازے پر رک گئی' پھر بولی "تمہیں اپنا پیدائشی نام یاد نہیں ہے لیکن پال کا بہروپ اختیار کرنے سے پہلے تمہارا نام کیا تھا؟"

وہ خاموش رہا۔ اس کی آنکھوں میں بڑی گہرائی سے دیکھتا رہا' پھر بولا "شاید تمہیں میرا وہ نام پسند نہیں آئے گا' تمہارے مزاج پر گراں گزرے گا لیکن اب میں تم سے کچھ نہیں چھپاؤں گا۔"

"یہ میرا دل کہتا ہے کہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاؤ گے۔ تم مجھے اپنوں کی طرح اعتماد کرنے لگے ہو۔"

"تم سے بھی یہی چاہتا ہوں کہ اپنا سمجھ کر میرا نام سنو اور مجھے دشمن نہ سمجھو۔ میرا نام جان لبوڈا کے لئے زہریلا تیر ہے۔ میں پال پیرسن سے پہلے کارمن ہیراللہ کہلاتا تھا۔"

ثانی کے دماغ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ وہ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئی۔ جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی' جس سے لبوڈا کی شکست کا بدلہ لینا چاہتی تھی اور جسے گولڈن برینز کی ٹیم سے نکال کر اسے قتل کرنا یا اپنا غلام بنانا چاہتی تھی۔ وہ صبح سے اسے الو بنا تا آرہا تھا۔

ثانی نے دونوں مٹھیاں بھینچ لیں۔

تیور بدل گئے۔

O☆O

"را" تنظیم کے ہیڈ کوارٹر میں بڑی گرماگرمی تھی۔ حماد (پارس) نے اپوزیشن کے بہت بڑے لیڈر کو درجنوں ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کرایا تھا۔ کیلاش راٹھور اپوزیشن کا ایسا پہاڑ تھا جسے پولیس اور فوج والے بھی کاٹ نہیں سکتے تھے۔ اس کے جرائم کے ثبوت اکثر نہیں ملتے تھے' اگر ملتے تو اعلیٰ حکمران سیاسی مجبوریوں کے باعث تمام ثبوت مٹادیتے تھے کیونکہ اقتدار میں رہنے والے حکمرانوں کی بہت سی کمزوریاں کیلاش راٹھور کے ہاتھوں میں رہتی تھیں۔

اب بھی مسئلہ درپیش تھا۔ پارس نے کیلاش راٹھور سے تحریری طور پر اس کے تمام جرائم کو قبول کرایا تھا۔ اس کی حویلی کے تہ خانے سے درجنوں ثبوت اس کے خلاف حاصل کئے تھے۔ لیکن حکمران پارٹی کے اور اپوزیشن پارٹی کے اعلیٰ عہدے دار "را" تنظیم کے اعلیٰ افسران پر دباؤ ڈال رہے تھے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ دبادیا جائے۔ اس کی گرفتاری اور اقبالِ جرم کی خبروں کو پریس میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔

امریکا اور اسرائیل کی طرف سے بھی راٹھور کی حمایت میں مشورے آرہے تھے کہ اس واقعے کو حماد اور کیلاش راٹھور کے ذاتی جھگڑے پر محمول کیا جائے جہاں تک یہ بات پھیل چکی ہے وہاں تک یہ سرکاری وضاحت شائع کی جائے کہ کیلاش راٹھور کا معاملہ سیاسی نہیں ہے۔ حماد نے ذاتی طور پر انتقام لینے کے لئے راٹھور کی حویلی پر حملہ کرکے اسے بھاری نقصان پہنچایا ہے۔

"را" تنظیم سے کہا جارہا تھا کہ وہ اپنے جاسوس حماد کے خلاف یہ چارج لگائے کہ اس نے اپنے اختیارات سے فائدہ اٹھاکر کیلاش راٹھور سے ذاتی دشمنی نکالی ہے۔ اسے تنظیم سے نکالا جائے تاکہ اس پر مقدمہ قائم کیا جاسکے۔

دوسری طرف کیلاش راٹھور کو جیل میں نہیں ایک بنگلے میں وی آئی پی یعنی اہم معزز مہمان بناکر رکھا گیا تھا۔ وہ وہاں گرج رہا تھا۔۔۔ اپنی غلامی کرنے والے قاتلوں اور غنڈوں سے کہہ رہا تھا کہ حماد اور اس کی ساتھی لڑکی رمنا کو زندہ پکڑ کر اس کی حویلی کے عقوبت خانے میں پہنچایا جائے۔ وہ اپنے ہاتھوں سے دونوں کو اذیتیں دے کر مارنا چاہتا تھا۔

"را" تنظیم کی ایک خفیہ میٹنگ میں بڑے بڑے عہدے دار بیٹھے ہوئے تھے۔ دلیش پانڈے نے کہا "منسٹر کی بیوی کی شادی میں دو ہزار مہمان تھے۔ انہیں زہریلا کھانا کھلاکر موجودہ حکومت اور وزیرِ خوراک کو بدنام کیا جانے والا تھا۔ عین وقت پر حماد نے کیلاش راٹھور کی اس کمینگی کا انکشاف کیا۔ حماد نے دو ہزار مہمانوں کی جان بچائی۔ حماد نے میری بھتیجی کو کیلاش راٹھور کے ہاتھوں بے آبرو ہونے اور قتل ہونے سے بچایا۔ اور اس ناقابلِ گرفت مجرم کو کئی ٹھوس ثبوت کے ساتھ گرفتار کیا۔ یہ کیسی اندھیر نگری ہے کہ اس قابلِ فخر حماد کو مجرم ٹھہراکر اصل مجرم راٹھور کو رہا کرنے کی باتیں کی جارہی ہیں۔ کیا ہم "را" تنظیم کے اتنے ذہین اور باکمال جاسوس کو راٹھور پر قربان کردیں گے۔"

تنظیم کے ایک اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ایسا نہیں ہونا چاہئے لیکن ہماری حکومت اور بیرونی اہم ذرائع کے مالکان کیلاش راٹھور کی رہائی کے تقاضے کررہے ہیں۔ ہم اس بین الاقوامی سطح کے مجرم کو زیادہ دیر حراست میں معزز مہمان بناکر نہیں رکھ سکیں گے۔ اسے رہا کرنا ہی پڑے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "ویسے ہم حماد کے خلاف کوئی کارروائی ہونے نہیں دیں گے' اس پر کسی طرح کا مقدمہ قائم ہونے نہیں دیں گے۔ اس نے کیلاش راٹھور جیسے دوسرے مجرموں پر بھی را تنظیم کی دہشت طاری کردی ہے۔ ہمیں حماد پر فخر ہے۔"

دلیش پانڈے نے کہا "ہم اسے ہر طرح کا تحفظ فراہم کریں گے۔ اس کے باوجود کیلاش زخمی بھیڑیا بن گیا ہے۔ وہ اور اس کے غنڈوں کی فوج اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ میری بھتیجی رمنا کی عزت اور زندگی خطرے میں ہے۔"

"مسٹر پانڈے! ہماری تنظیم کی ہر جاسوس کی زندگی خطرے میں رہا کرتی ہے۔"

"یہ درست ہے' لیکن ہم جاسوس خطرات کو سمجھ کر ان کا توڑ کرتے ہیں۔ حماد بھی راٹھور کے حملوں کا توڑ کرے گا۔ مگر نتیجہ کیا ہوگا۔ آج کی طرح پولیس' فوج اور را تنظیم پھر راٹھور کو تحفظ دے گی۔ ایسے میں حماد ایک دن قتل کردیا جائے گا۔"

"مسٹر پانڈے! پھر آپ بتائیں۔ ہمیں کیا کرنا چاہئے۔"

"ہمیں حماد کو سلامت رکھ کر اس سے دوسرے محاذ پر کام کرانا چاہئے' وہ پاکستان سے یہاں ٹریننگ کے لئے آیا تھا۔ ہم اسے تربیت دینے کے بعد پاکستان کے خلاف استعمال کرنے والے تھے لیکن وہ ہماری تربیت کے معیار سے بہت آگے ہے۔ اگر ہم اسے ایک اہم مشن پر ہندوستان سے باہر بھیج دیں تو وہ اور رمنا دونوں ہی راٹھور کی دشمنی سے دور ہوجائیں گے۔"

"یہ بہت ہی معقول مشورہ ہے۔ فی الحال حماد اور رمنا کو ولیس سے باہر بھیج دیا جائے گا۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "اگلی میٹنگ میں فیصلہ کیا جائے گا کہ انہیں کس ملک میں کس مشن کے لئے بھیجا جائے۔"

پانڈے نے کہا "یہ فیصلہ کرنے میں دیر لگی تو راٹھور کے غنڈے اپنا کام کرجائیں گے۔ میری گزارش ہے کہ ابھی فیصلہ کیا جائے اور آج ہی رات کو انہیں یہاں سے روانہ کیا جائے۔"

ایک عہدے دار نے کہا "ایسے کئی مشن ہیں جنہیں حماد اپنی ذہانت سے پورا کرسکتا ہے۔ سری لنکا میں تامل ناڈو کی بغاوت اہم مسئلہ ہے۔ کشمیر میں حیرت پسندوں کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ پاکستان میں علیحدگی پسندوں کی تحریک کو مضبوط کرنا ہے۔ روس کی مداخلت سے پہلے افغانستان ہمارا بہترین دوست تھا لیکن پچھلے برسوں میں پاکستانی حکومت نے افغانیوں کے دل جیت لئے ہیں۔ ہمیں وہاں پاکستان کی سیاسی پوزیشن کمزور کرکے پھر سے افغانیوں کو دوست بنانا ہے۔"

ایک اور عہدے دار نے کہا "روس ہمارا سرپرست تھا مگر اب وہ سپرپاور نہیں رہا۔ اس ملک کی کئی ریاستیں اور کئی محکوم ممالک اس سے ناتا توڑ کر آزاد ہوگئے ہیں۔ ازبکستان میں اسلامی نظام قائم ہورہا ہے۔ ہمیں وہاں اپنی تہذیب کو بھی دلچسپ اور پُراثر بناکر پیش کرتے رہنا چاہئے۔"

"ہمارے سیکڑوں ہندو طلبا اور طالبات تاشقند' بخارا اور سمرقند . رہ میں ہیں۔ کئی ہندو انجینئر' ڈاکٹر اور دوسرے ہنرمند ہیں۔ روسی حکمرانوں کے دَور میں وہاں ہندوستانی فلمیں کثیر تعداد میں چلتی رہی ہیں۔ وہاں کے لوگ دلیپ کمار' راج کپور اور نرگس وغیرہ کی تصویریں اپنے گھروں میں رکھتے ہیں۔ لتا منگیشکر' محمد رفیع اور کشور کمار وغیرہ کے گانے آج بھی شوق سے سنتے ہیں۔ وہاں ہماری تہذیب اور ثقافت کو جاری رکھنے کے بہت سے ذرائع ہیں۔ اس سے پہلے کہ سخت اسلامی قوانین نافذ ہوں' وہاں کے عوام کو جدید موسیقی اور ناچ گانوں کا رسیا بنادینا چاہئے۔"

"را" کے سب سے اعلیٰ عہدے دار نے کہا "ہم اپنے پیشِ نظر تمام مسئلوں میں ان مسئلوں کو پہلے اہمیت دیتے ہیں جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ پاکستان کے بعد افغانستان اور ازبکستان ہمارے ہمسایہ قریبی ممالک ہیں اور آئندہ کبھی ہمارے لئے مصیبت بن کر سر پر سوار ہوسکتے ہیں۔ اس سے پہلے انہیں قدموں میں گراکر رکھنا چاہئے۔"

"حماد مسلمان ہے' کیوں نہ اسے افغانستان بھیج دیا جائے؟"

دلیش پانڈے نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔ وہاں حماد کے لئے ایسی سہولتیں ہوں کہ وہ افغانستان سے ازبکستان آتا جاتا رہے۔"

تمام عہدے دار اس بات پر متفق ہوگئے کہ حماد دونوں مسلمان ملکوں میں بھارتی عزائم کی تکمیل کرے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ فیصلہ کیا گیا کہ اپنے حکمرانوں کا حکم مان کر کیلاش راٹھور کو رہا کردیا جائے۔

جب پولیس کے ایک اعلیٰ افسر نے راٹھور کے پاس آکر کہا "سر! اوپر سے آرڈر ہے کہ آپ کو چھوڑ دیا جائے" تو وہ حقارت سے اس پر تھوکتے ہوئے بولا "میں تم پر' تمہاری وردی پر اور تمہارے قانون پر تھوکتا ہے۔ ماں کا دودھ پیا ہے تو پھر مجھے گرفتار کرکے دکھاؤ۔"

وہ اعلیٰ افسر غصے سے کھول رہا تھا اور برداشت کررہا تھا۔ ... کے مطابق وہ رہائی پانے والے معزز شہری پر ہاتھ نہیں اٹھا ... تھا۔ اگر اٹھانے کی حماقت کرتا تو راٹھور کے آدمی اس کا ہاتھ توڑ ... وردی سے باہر کردیتے اور قانون پھر بھی کیلاش راٹھور کا کچھ نہ بگاڑ پاتا۔

افسر ایک طرف ہٹ گیا۔ وہ فاتح کی شان سے تیز قدم ... ہوا باہر جانے لگا۔ پھر ذرا رک گیا۔ پسلیوں پر ہاتھ رکھ کر کرا... لگا۔ اس کی پسلی زخمی تھی۔ کیلاش نگر کی حویلی میں پارس سے ... کرنے کے دوران اسے اپنے ہی ایک گارڈ کا چاقو لگ گیا تھا۔

گرفتاری کے بعد نظربند رہنے کے دوران ایک سرکاری ... اس کی مرہم پٹی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا تھا "خبردار ... سرکاری کتا مجھے ہاتھ نہیں لگائے گا۔ میرے خاص ڈاکٹر کو ... بھیجا جائے۔"

بعد میں اس کے خاص ڈاکٹر نے آکر اس کی مرہم پٹی کی ... اب رہائی کے وقت وہی ڈاکٹر اور اس کے خاص حواری ا... کے لئے کھڑے ہوئے تھے' وہ بولا "ڈاکٹر! میرے زخم سے ... اٹھ رہی ہیں۔ تم کیسے گدھے ہو' ایک معمولی زخم ٹھیک ... کرسکتے؟"

ڈاکٹر نے بے بسی سے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کو ... پھر کہا "سر! آپ میری انسلٹ نہ کریں۔ معمولی سا بھی زخم ... لگاتے ہی بھر نہیں جاتا۔ کچھ وقت لگتا ہے۔"

اس نے ڈاکٹر کو ایک طمانچہ رسید کیا۔ ہاتھ اٹھاکر مار... باعث پھر پسلی کے زخم سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وہ تکلیف ... کراہنے لگا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر کار کی سیٹ پر بٹھادیا۔ وہ کراہتے ہوئے بولا "اس حرام خور ڈاکٹر کو میرے بنگلے میں لے چلو۔ میں اسے ہر مہینے دس ہزار دیتا ہوں ... ایک زخم اچھا نہیں کرسکتا۔ اگر اس مرتبہ اس کی دوا سے آ... آیا تو میں اسے گولی ماردوں گا۔"

دو حواریوں نے ڈاکٹر کو دوسری کار میں بٹھالیا۔ پھر وہ کا... شہر کے ایک بنگلے کی سمت جانے لگا۔ راٹھور نے پوچھا "کیا ... پکڑ کے میرے بنگلے میں پہنچادیا گیا ہے؟"

"حضور! ہمارے دو سو آدمی پورے شہر میں حماد اور ... تلاش کررہے ہیں۔ ہمارے چالاک جاسوس بھی ان کے پیچھے ہیں۔ تھوڑی دیر میں ضرور خوش خبری ملنے والی ہے۔"

میں اپنے بیٹے کی خیریت معلوم کرنے کے لئے پہنچا۔ اس وقت اسے "را" تنظیم کی دوسری میٹنگ میں بلایا گیا تھا۔ اور اس سے کہا جارہا تھا کہ آج رات کو وہ ایک خفیہ فلائٹ سے رمنا کے ساتھ کابل جائے گا۔ وہاں چھ جاسوس اس کے ماتحت رہیں گے اور اسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں گے۔

پارس نے کہا "میں یہاں سے جاؤں گا تو مجھے بھارتی باشندہ سمجھ کر وہاں کے لوگ ناگواری ظاہر کریں گے۔ اگر پاکستان کے راستے جاؤں گا تو وہ مجھے اخباری رپورٹر سمجھ کر عزت دیں گے۔ اگر ہم سے غلطی بھی ہوگئی اور ہم جاسوس یا تخریب پسند سمجھ کر پکڑے گئے تو ہماری جاسوسی اور تخریب کاری کا الزام پاکستان پر آئے گا۔"

ایک عہدے دار نے کہا "بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔ اپنی پلاننگ بتاؤ۔"

"میں پریس رپورٹر بن کر جاؤں گا۔ رمنا ایک فلم ڈائریکٹر کی حیثیت سے ایک فلم یونٹ بناکر اپنے لوگوں کے ساتھ رہے گی۔ وہاں کسی جگہ ہم دونوں اجنبیوں کی طرح ملیں گے پھر دوست بن جائیں گے۔"

دوسرے عہدے دار نے کہا "رمنا یہاں سے ایک فلم یونٹ بناکر طیارے کے ذریعے جائے گی۔ تم دوسرے طیارے سے کشمیر کے شمال میں جموں ہوتے ہوئے ایک خفیہ راستے سے پاکستان میں داخل ہوجاؤ گے۔ وہاں ہمارے ایجنٹ اپنی گاڑیوں کے ساتھ موجود رہیں گے۔ تمہیں پشاور پہنچادیں گے۔ پشاور میں ہمارا ایک ایجنٹ تمہارے لئے پاکستانی شہری ہونے کے کاغذات پاسپورٹ اور پریس رپورٹر ہونے کے ثبوت میں ضروری کاغذات تمہیں دے گا۔ تم وہاں سے بائی روڈ پشاور جاؤ گے۔"

نئے سفر کی تیاریوں کے سلسلے میں مشورے ہورہے تھے۔ میں کیلاش راٹھور کے پاس آیا۔ وہ اپنے ایک بنگلے میں پہنچ گیا تھا۔ ڈاکٹر سے کہہ رہا تھا "مجھے ایسی دوا دو کہ میں حماد کے یہاں آنے تک ہاتھ چلانے کے قابل ہوجاؤں۔ اس نے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہنائی۔ میری حویلی میں گھس کر مجھے ذلیل کیا۔ میں اپنے ہاتھوں سے اسے تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔"

"راٹھور صاحب! میں کوشش کررہا ہوں۔"

"میں کوشش کی بات نہیں سنتا۔ اپنے مقدر میں صرف کامیابی دیکھتا ہوں۔ تم نے کامیاب علاج نہ کیا تو میرے آدمی تمہیں جوتے مارتے ہوئے بازاروں میں لے جائیں گے۔"

میں نے ڈاکٹر کی سوچ پڑھی۔ وہ دل ہی دل میں کیلاش راٹھور کو گالیاں دے رہا تھا اور سوچ رہا تھا۔ دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے گھنٹے دو گھنٹے میں کسی دشمن پر ہاتھ چلانے کے قابل نہیں بناسکے گا اور سزا کے طور پر اس کے آدمی مجھے سرِعام جوتے ماریں گے' میں یہ بے عزتی برداشت نہیں کروں گا۔

ڈاکٹر یہ دیکھتا آیا تھا کہ راٹھور کیسا خردماغ ہے۔ پھر حماد کی طرف سے ملنے والی بے عزتی نے اسے زخمی درندہ بنادیا تھا۔ وہ ایسے وقت اپنے ماتحتوں کی بھی کوئی غلطی برداشت نہیں کرتا تھا۔

ڈاکٹر بہت پہلے سے اس کا جانی دشمن تھا۔ وہ ایک لیڈی ڈاکٹر سے محبت کرتا تھا۔ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا لیکن شادی سے پہلے کیلاش راٹھور کو وہ لیڈی ڈاکٹر پسند آگئی تھی۔ اس کے آدمیوں نے اسے اغوا کرکے کیلاش نگر کی کوٹھی میں پہنچادیا تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی منت وسماجت کی۔ اس کے پیروں پر گرگیا لیکن اس پر کوئی اثر نہ ہوا جب کوئی اس کے سامنے روتا گڑگڑاتا تھا تو اسے بہت خوشی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے ظالمانہ مزاج کو ایسا سکون' ایسی راحت ملتی تھی جیسے سارے جہان کی مسرتیں سمیٹ رہا ہو۔

جب وہ لیڈی ڈاکٹر حویلی سے باہر آئی تو بری طرح نوچی کھسوٹی ہوئی تھی۔ تقریباً نیم مردہ ہوچکی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے گھر پہنچایا۔ اس کے ایک گھنٹے بعد اطلاع ملی کہ لیڈی ڈاکٹر نے خود کو زہریلا انجکشن لگاکر اپنی جان دے دی ہے۔

ڈاکٹر نے چور نظروں سے کیلاش راٹھور کو دیکھا۔ پھر سرنج میں زہریلی دوا بھرنے لگا۔ اب اپنی محبوبہ کی موت کا انتقام لینے کا وقت آگیا تھا۔ جس طرح محبوبہ نے بے آبرو ہوکر بے عزتی اٹھاکر خودکشی کی تھی آج اسی طرح ڈاکٹر سرِعام جوتے کھاکر بے عزت نہیں ہونا چاہتا تھا۔ بعد میں ذلیل اور شرمسار ہوکر مرنے سے بہتر یہی ہے کہ کیلاش کو ختم کرکے اپنی جان دے دے۔

کیلاش راٹھور اپنے بستر پر نیم دراز تھا۔ ڈاکٹر نے اس کی آستین اٹھاتے ہوئے کہا "میں زود اثر انجکشن دے رہا ہوں۔ صرف دس منٹ کے اندر زخم سے اٹھنے والی ٹیسیں ہمیشہ کے لئے ختم ہوجائیں گی۔"

اس نے بازو میں سوئی پیوست کی۔ سرنج کی دوا اس کے جسم میں منتقل کرکے سوئی باہر نکالی' پھر کہا "میں نے یہ انجکشن لگانے سے پہلے دو زہریلی گولیاں کھائی ہیں۔"

وہ تعجب سے بولا "کیا کہہ رہے ہو؟ کیا سچ مچ تم نے ایسا کیا ہے؟"

وہ لڑکھڑاکر اس کے پاس فرش پر گرپڑا۔ راٹھور کا ایک مسلح باڈی گارڈ اسے اٹھانے کے لئے جھکا۔ وہ خود ہی اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہٹ جاؤ۔ مجھے ہاتھ نہ لگاؤ۔"

وہ پھر لڑکھڑاتے ہوئے راٹھور کے قریب آیا اور بولا "سنو! تم نے میری منگیتر کی عزت لوٹی تھی۔ اس نے جو زہریلا انجکشن خود کو لگادیا تھا۔ وہی انجکشن میں نے ابھی تمہیں لگایا ہے۔"

"نہیں" وہ چیخ مار کر بستر سے اٹھا ... کٹر نے اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے کہا "تو اسی طرح معزز ڈاکٹروں اور اعلیٰ افسروں کو تھپڑ مارتا ہے اور ان کے منہ پر تھوکتا ہے۔"

یہ کہتے ہی اس نے راٹھور کے منہ پر تھوک دیا۔ اس کا باڈی گارڈ ڈاکٹر کو مارنے کے لئے آگے بڑھا اس سے پہلے ہی وہ فرش پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ کیلاش راٹھور بستر سے اٹھ کر چیختے ہوئے بولا "مجھے فوراً اسپتال لے چلو۔ اس کتے نے مجھے زہریلا انجکشن لگایا ہے۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔ مجھے فوراً اسپتال....."

وہ تیزی سے باہر جاتے جاتے تکلیف کی شدت سے گر پڑا۔ اس کے حواریوں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔ میں اس کے اندر کی حالت سمجھ رہا تھا۔ وہ دو گھڑی کا مہمان تھا۔ اسپتال تک پہنچایا نہیں جا سکتا تھا۔

میں نے پوچھا "سیاسی کتے، آخری لمحات میں تیری طاقت جا رہی ہے، اب فرعون بن کر دکھا!"

وہ پریشان ہو رہا تھا کہ اس کے اندر یہ آواز کیسی ہے؟ کیا آخری وقت پچھتاوا بول رہا ہے؟ نہیں نہیں۔ یہ آخری وقت نہیں ہے۔ میں بھلا کیسے مر سکتا ہوں۔ میں بے تاج اور بے تخت کا بادشاہ ہوں، ابھی میرے جینے، حکمرانی کرنے اور عیاشی کرنے کے دن ہیں۔

یہ سوچتے سوچتے اس نے ایک ہچکی لی۔ وہ آخری ہچکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی وہ ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا۔

پاکستان میں "را" تنظیم اور یہودیوں کی "موساد" تنظیم سے تعلق رکھنے والے جتنے بے ضمیر مسلمان تھے میں نے ان کے متعلق تفصیل سے یہاں کے ایماندار اور فرض شناس افسروں اور عہدے داروں کو بتا دیا تھا۔ ان سے کہہ دیا تھا کہ کچھ روز کے لئے پاکستان سے باہر جا رہا ہوں۔ وہ ان وطن دشمن عناصر پر صرف نظر رکھیں ان کے ذریعے غیر ملکی ایجنٹوں کو گرفتار کرتے رہیں۔ میں بہت جلد پھر پاکستان آؤں گا۔

میں نے متعلقہ عہدے داروں کے ذریعے اپنے اور پارس کے لئے نئے شناختی کارڈز، پاسپورٹس اور پریس رپورٹرز کی حیثیت سے ضروری کاغذات چند گھنٹوں میں بنوا لئے۔ ان عہدے داروں نے ٹیلیفون کے ذریعے افغانستان کی عبوری حکومت کے عہدے داروں کو اطلاع دی کہ ارسلان اور حماد نامی دو صحافی آ رہے ہیں۔ وہاں ان دونوں کی آمدورفت کے لئے سہولتیں فراہم کی جائیں۔

دوسری صبح پشاور میں پارس سے میری ملاقات ہوئی۔ وہاں ایک بھارتی جاسوس جو مسلمان بن کر رہتا تھا، اس نے حماد (پارس) کے نام سے پاکستانی پاسپورٹ اور دیگر ضروری کاغذات بنائے تھے۔ اس نے پارس کو ایک مکان کا پتا دیا تھا۔ وہاں ہم باپ بیٹے گئے۔ اس مکان میں تین افراد تھے۔ انہوں نے پارس کے ساتھ مجھے دیکھ کر پوچھا "مسٹر حماد! یہ کون ہے؟"

پارس نے کہا "یہ میرا نیا دوست ہے۔ آج ہی ملاقات ہوئی ہے۔ اگلی منزلوں میں یہ میرا ہم سفر ہوگا۔ تم بتاؤ پاسپورٹ اور کاغذات تیار ہیں؟"

دوسرے شخص نے اسے پاسپورٹ اور کاغذات دیتے ہوئے کہا "تمہیں کسی اجنبی کے ساتھ یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

پارس نے پاسپورٹ دیکھتے ہوئے کہا "یہ تو جعلی پاسپورٹ ہے میری تصویریں بھی نہیں ہیں۔"

تیسرے شخص نے کہا "ہمیں بتایا گیا تھا کہ تم اپنی تصویریں لے کر آ رہے ہو۔"

"ہاں۔ وہ تصویریں میں لایا تھا۔ انہیں میں نے اس پاسپورٹ اور کاغذات میں لگا دیا۔ جو میرے اس دوست ارسلان نے میرے لئے بنائے ہیں۔"

"جب تمہارا رابطہ اپنے دوست سے تھا تو ہمیں پریشان کیوں کیا؟"

"یہ معلوم کرنے کے لئے کہ تم لوگ کون ہو۔ یہاں کس حیثیت سے رہتے ہو اور ایسے کیا ذرائع ہیں کہ جعلی کام کرتے ہو۔ ہندو ہو مگر کبھی گرفتار نہیں ہوتے۔"

وہ تینوں پریشان ہو گئے، ایک نے پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں حماد نہیں ہوں۔ ایک معمولی سا پاکستانی ہوں۔ اب بتاؤ جیل جاؤ گے یا یہیں مرنا پسند کرو گے۔"

ایک نے فوراً ہی پستول نکال لیا پھر کہا "تم ہمارے خلاف کوئی جرم ثابت نہیں کر سکو گے۔"

میں نے کہا "تمہارا اسلامی نام تراب خان ہے اور پیدائش ہندو نام رگھو ویر ہے۔"

وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے باقی دونوں اشخاص کے بھ اصل اور فرضی نام بتائے پھر کہا "تم لوگ ایک ناکام سیاست دا کے رشتے دار بن کر یہاں رہتے ہو۔ وہ سیاست دان اپنے کھیتو سے تیار ہونے والی چرس اور ہیروئن تمہارے تعاون سے ہندوستان بھیجتا ہے اور اس کے عوض یہاں تمہیں تحفظ د ہے۔"

ایک نے ڈھٹائی سے کہا "تم اگرچہ بہت گہرے ہو۔ ہمار بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔ اس کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

دوسرے نے پستول سے نشانہ لیتے ہوئے کہا "اس کی د گولیاں تم دونوں کی زبانیں ہمیشہ کے لئے بند کر دیں گی۔"

اس نے بات ختم کرتے ہی اپنے پستول کو میری طرف اچھا دیا۔ میں نے اسے کیچ کر کے تینوں کو نشانے پر رکھا۔ ایک نے پستو پھینکنے والے ساتھی سے غصے میں کہا "یہ کیا بے وقوفی کی ہے نے؟"

وہ پریشان ہو کر بولا "میں نے بے اختیار ایسا کیا ہے۔ میر سمجھ میں نہیں آتا، میرے دماغ کو کیا ہو گیا تھا۔"

میں نے کہا "تمہارا دماغ ہمارے ملک کو کمزور بنانے کے ہوا میں اڑ رہا تھا۔ اب تم اس دنیا سے اڑ جا "

کہتے ہی میں نے اسے گولی مار دی۔ وہ دونوں اپنے ساتھی کو دم توڑتے دیکھ کر سہم گئے تھے۔ پیچھے ہٹ کر دیوار سے لگ گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم لوگوں کے خلاف واقعی کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تم پکے پاکستانی بنے ہوئے ہو۔ قانونی گرفت میں نہیں آؤ گے اور وہ تمہارا سیاست دان بھی تمہیں کبھی گرفتار نہیں ہونے دے گا۔ کسی نہ کسی داؤ پیچ سے بچا لے گا۔ ان حالات میں ہم تمہارے جیسے آستین کے سانپوں کو فوراً ہی کچل دیتے ہیں۔"

میں نے کہا "تمہیں یہاں سے جانے کا ذرا بھی موقع ملے گا تو تم را تنظیم کو حماد کی اصلیت بتا دو گے اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔"

میں نے دونوں کو جہنم کی طرف روانہ کر دیا۔ خیال خوانی کے ذریعے آئی جی کو اس سیاست داں کا نام بتا دیا۔ جن ذرائع سے چرس اور ہیروئن اسمگل ہوتی تھی ان کی تفصیلات بتائیں۔ پھر کہا۔ "آپ اپنے طور پر اسے قانونی گرفت میں لیں۔ میں جا رہا ہوں۔ انشاء اللہ جلد ہی واپس آؤں گا۔"

ہم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پارس نے کہا "پاپا! اب مزہ آئے گا۔ آپ پشتو اور فارسی نہیں جانتے ہیں اور افغانستان میں یہی دو زبانیں زیادہ بولی جاتی ہیں۔ انگریزی کوئی کوئی جانتا ہے۔ ایسے میں آپ کی ٹیلی پیتھی کام نہیں آئے گی۔"

"بیٹے! افغانی باشندے اپنے روایتی لباس اور رکھ رکھاؤ کے باعث ناخواندہ اور پسماندہ دکھائی دیتے ہیں۔ ورنہ روس جیسے سپرپاور کو شکست دینے والے اور مغربی ممالک سے رابطہ رکھنے والے افغان مجاہدین انگریزی سمجھتے بھی ہیں اور بولتے بھی ہیں۔ پھر یہ کہ میں وہاں قیام نہیں کروں گا۔ تمہاری ماما (سونیا) ازبکستان میں ہے۔ میں ادھر نکل جاؤں گا۔"

اس وقت افغانستان میں ایسے افغان باشندوں کی بھی تعداد خاصی تھی جو اردو سمجھنے اور بولنے لگے تھے کیونکہ یہ افغانی چودہ برس تک ہمارے مہمان رہ چکے ہیں۔ ماضی میں ہندوستان سے ان کے تعلقات گہرے تھے اس طرح وہ آج بھی ہندی اردو سمجھ لیتے تھے۔

ہر پاکستانی کا فرض ہے کہ وہ افغانستان کی تاریخ کو پڑھنے اور اس کے موجودہ حالات کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے کیونکہ اس پڑوسی ملک میں جو اچھا یا برا ہوگا اس کا اثر پاکستان پر ہوتا رہے گا۔

جن دنوں روس نے افغانستان پر قبضہ جمایا تھا۔ ان دنوں یہ خطرہ درپیش تھا کہ روس اس کے بعد پاکستان پر چڑھ دوڑے گا۔ ایسے آزمائشی دور میں پاکستان نے تیس لاکھ افغانی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو پناہ اور تحفظ دے کر افغان مجاہدین کو بے فکری سے جنگ لڑنے اور جیتنے کا موقع دیا۔ انہیں یہ صدمہ اٹھانے نہیں دیا کہ ان کی عورتیں بچے اور بزرگ مارے جائیں گے۔ آج وہ جنگ جیت کر اپنے خاندانی افراد کو صحیح سلامت اپنے ملک واپس لے جا رہے ہیں۔

لیکن ابھی خطرات باقی ہیں۔ جب تک افغان مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں اقتدار کے لئے لڑتے رہیں گے، ان کی عورتوں کو پھر وہی جان و مال، عزت اور آبرو کے لٹ جانے کا خطرہ رہے گا جو روسی تسلط کے دور میں تھا۔

اور یوں افغان مہاجرین اب بھی واپس جانے میں تامل اور تاخیر کریں گے اور ہماری معیشت کے لئے بدستور مسئلہ بنے رہیں گے۔ میں اپنی داستان میں سیاست اور تاریخ پیش نہیں کرنا چاہتا لیکن آگے چل کر جو دلچسپ اور تجسس انگیز واقعات آپ پڑھنے والے ہیں انہیں پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ آپ یہ معلوم کر لیں کہ وہاں آپس میں لڑائیاں کیوں ہو رہی ہیں؟

ایسی لڑائیاں ہر ملک کے اندر ہوتی ہیں۔ ہمارے پاکستان میں بھی جاری ہیں۔ یعنی زبان اور قومیت کا جھگڑا۔ اپنی نسلی اور قبائلی برتری جتانے کی ضد۔ افغانستان کے مغربی صوبوں اور شہروں میں فارسی زبان بولی جاتی ہے کیونکہ یہ علاقے ایران سے قریب تر ہیں۔ یہ زبان رفتہ رفتہ پورے افغانستان میں سمجھی اور بولی جانے لگی ہے۔ یہ وہاں کی پشتو زبان کے مقابل ہے۔

بہرحال ایسے ہی حالات میں ہم باپ بیٹے اس ملک کی سرحد سے قریب میران شاہ پہنچ گئے۔ اس شہر میں پاک افغان کی بڑی بڑی تنظیموں کے دفاتر اور اسلحہ کے ذخائر ہیں۔ اسے جنگی ہیڈ کوارٹر کہا جا سکتا ہے کیونکہ روس سے لڑی جانے والی چودہ سالہ جنگ کو اسی شہر سے کنٹرول کیا جاتا تھا۔

آج بھی جس طرح دکانوں میں کھانے پینے اور روز مرہ ضروریات کی چیزیں ملتی ہیں اسی طرح کلاشنکوف، مشین گنیں، ٹی ٹی اور دوسرے آتشیں اسلحہ اور ان کی گولیاں کھلے عام یہاں سے خریدی جا سکتی ہیں۔ یہاں ہماری ملاقات جلال شاہ سے ہوئی۔ پاک افغان رابطہ کا جو شعبہ ہے، جلال شاہ اس شعبے کا ایک خاص آدمی تھا اور ہمارے لئے گائیڈ مقرر کیا گیا تھا۔

ہم کسی بھی ملک میں گائیڈ کے بغیر جاتے ہیں لیکن یہ اسلامی ملک ہونے کے باوجود کوئی اجنبی مسلمان محفوظ نہیں رہ سکتا تھا۔ اگر ہم ایک قبیلے کے علاقے سے گزرتے تو وہ ہمیں دوسرے قبیلے کا جاسوس یا تخریب کار سمجھ لیتا۔

پھر سب سے بڑی خرابی یہ تھی کہ ایک عام آدمی کے پاس بھی اسلحہ ہوتا تھا۔ ان میں پتا نہیں کون بدنیت ہوتا۔ ہم سے رقم چھیننے کے لئے گولی چلا دیتا۔ ایسے میں جلال شاہ جیسا گائیڈ دور سے صلح کی جھنڈی کی طرح اشارہ کرتا تھا اور بولتا تھا "پہلے محاسبہ کرو۔ اس کے بعد اطمینان نہ ہو تب گولی چلاؤ۔"

ہم وہاں سے غلام خان کی طرف چلے۔ غلام خان ایک گاؤں کا نام ہے۔ پتا نہیں ایسا نام کیوں رکھا گیا جبکہ خان کسی کے غلام نہیں ہوتے۔ وہ زبردست خان ہوتے ہیں یا محبت خان ہوتے ہیں۔

وہاں دو چھوٹے چھوٹے کھونٹوں سے ایک رسّی بندھی ہوئی دکھائی دی۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ پاکستان اور افغانستان کی سرحد ہے۔

میں نے دنیا کے کتنے ہی ملکوں کی سرحدیں دیکھی ہیں۔ کہیں تار کانٹوں سے سرحدی لائن بنائی گئی ہے۔ کہیں دو ملکوں کے درمیان دیواریں اٹھادی گئی ہیں۔ اگر آپس میں اچھے تعلقات ہوں تو تار کانٹوں' توپوں اور بندوقوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایک رسی سے کام چل جاتا ہے اور قرآنی حکم کی تعمیل ہوتی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو۔ وہ سرحدی رسی ثبوت تھا کہ دونوں ملکوں کے مسلمانوں نے رسّی کو مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے۔

ہم نے گاؤں غلام خان میں داخل ہوتے ہی اُن شہدا کا قبرستان دیکھا جو چودہ برس تک جنگ لڑتے رہنے کے دوران شہید ہوتے رہے تھے۔ اس گاؤں کے ایک حصے میں اسلحہ کا بھی قبرستان ہے جہاں استعمال شدہ طیارہ شکن میزائلوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ راکٹ لانچر' بڑے بڑے اسکڈ میزائل' ٹینک' بکتر بند گاڑیاں اور ہیلی کاپٹر وغیرہ کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ وہاں دور تک اتنا فولاد بکھرا ہوا تھا کہ ایک فولاد کا کارخانہ تیار ہو سکتا تھا۔

اس گاؤں میں شام ہوگئی۔ گائیڈ نے کہا "رات کو سفر کرنے میں خطرہ ہے۔ بہتر ہے رات یہاں گزاری جائے۔"

پارس نے کہا "مسٹر جلال شاہ! تم نے کہا تھا یہاں اجنبیوں کو دیکھ کر سوال جواب سے پہلے گولی نہیں چلائی جاتی ہے' پھر خطرہ کیسا؟"

اس نے جواب دیا "یہاں سے خوست کے مشرقی علاقوں تک جس قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔ ان کا پیشہ ڈکیتی اور رہزنی ہے۔ ان میں شرفاء اور امن پسند لوگ بھی ہیں لیکن رات کی تاریکی میں ڈاکو ہی ملیں گے۔"

گاؤں کے سرے پر لکڑی کا ایک کاٹیج تھا۔ ہم نے وہاں قیام کیا۔ کہیں کاٹیج سے ذرا فاصلے پر ایک نالہ بہہ رہا تھا۔ میں نے اس نالے کے پانی میں دو گاڑیوں کو آتے جاتے دیکھا۔ اپنے گائیڈ سے پوچھا "یہ گاڑیاں نالے سے کیوں گزر رہی ہیں؟"

اس نے کہا "یہاں سے خوست تک کوئی کچی یا پکی سڑک نہیں ہے۔ پہاڑی علاقے میں یہی ایک نالہ ہے جس میں سے آمدورفت جاری رہتی ہے۔"

ایک قبیلے کے سردار نے ہمیں رات کے کھانے پر مدعو کیا تھا۔ گائیڈ جلال شاہ نے کہا "میں نے آپ دونوں کی طرف سے دعوت قبول کرلی ہے حالانکہ یہ سردار طرّم خان کوئی اچھا شخص نہیں ہے۔ آپ کو اس ملک میں ایسے مجاہدین بھی ملیں گے جنہوں نے جہاد میں کبھی حصہ نہیں لیا۔ جنگ کے دوران بھاگ کر پاکستان یا ایران چلے گئے۔ اب یہاں واپس آکر فخر سے کہتے ہیں کہ انہوں نے روسیوں کو مار بھگایا ہے۔"

شہر میں کتنی ہی رات گزرے' ویرانی کا احساس نہیں ہوتا لیکن وہاں رات کا اندھیرا پھیلتے ہی یوں لگا جیسے آدھی رات ہوگئی ہے۔ دور تک گہرا سناٹا اور گہری تاریکی تھی۔ ہماری رہائش گاہ کے باہر کسی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتا تھا۔ جنہیں دن کی روشنی میں دیکھا تھا' وہ اندھیروں میں گم ہوگئے تھے۔

جلال شاہ نے طرم خان کی دعوت اس لئے قبول کرلی تھی کہ اس ملک کے موجودہ حالات میں کسی کی مخالفت مول لینا اچھی بات نہیں تھی۔ رات کے آٹھ بجے ہم جلال شاہ کے ساتھ رہائش گاہ سے نکلے۔ باہر دور دور مکانوں میں لالٹین یا چراغوں کی روشنیاں جھلک رہی تھیں۔ ہم تینوں کے پاس ٹارچ اور بھری ہوئی گنیں تھیں۔ پریس رپورٹر ہونے کی حیثیت سے ایک کیمرا اور ننھا سا کیسٹ ریکارڈر بھی تھا۔

دراصل طرم خاں نے اسی لئے مدعو کیا تھا کہ ہم مجاہدین کے کمانڈر کی حیثیت سے اس کی تصویریں اتاریں گے اور اس کا انٹرویو ریکارڈ کریں گے۔ نالے کے اُس پار ایک شکستہ سی حویلی میں اس کی رہائش تھی۔ حویلی کے باہر دو بڑے ٹرک اور دوسری گاڑیاں تھیں۔ چند مسلح افراد ہمارے استقبال کے لئے باادب کھڑے ہوئے تھے۔ طرم خاں نے دروازے سے باہر آکر ہمارا استقبال کیا۔ بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "خوش آمدید پاکستانی برادر خوش آمدید! آپ پشتو جانتے ہیں یا فارسی یا پھر انگریزی میں گفتگو کروں؟"

جلال شاہ نے کہا "انگریزی مناسب رہے گی۔"

وہ انگریزی بولتے ہوئے ہمیں حویلی کے ایک بڑے صحن میں لے آیا۔ وہاں فرشی نشست کے لئے دریوں پر چاندنی بچھی ہوئی تھی۔ دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہوئے تھے۔ ان کی خوشبو اشتہا انگیز تھی.... دسترخوان کے اطراف رنگ برنگے ملبوسات میں کنیزیں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں مور کے پروں کے بڑے بڑے پنکھے تھے۔ وہ ہمیں پنکھا جھلنے اور ایک بھوک ختم ہونے کے بعد دوسری بھوک بڑھانے کے لئے مامور کی گئی تھیں۔

طرم خاں نے ایک مکمل الف لیلوی شاہانہ ماحول پیدا کیا تھا۔ اس نے پارس سے پوچھا "کیا یہ ماحول پسند آیا؟"

پارس نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ میرے بزرگ ہیں' پسندیدگی ظاہر کروں گا تو طمانچہ ماریں گے اور خود پسند کرنے کی راہ نکالیں گے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "طرّم خان صاحب! میری عمر حماد سے کچھ زیادہ ہے۔ اس لئے یہ مجھے بزرگ کہتا ہے۔ بھلا ایسے ماحول میں کوئی بزرگ رہتا ہے۔"

پارس نے کہا "بزرگ نہیں رہ پاتا۔ فوراً جوان ہوجاتا ہے۔"

طرم خاں نے ہنستے ہوئے کہا "یہ مسٹر حماد بڑے زندہ دل ہیں

ویسے میں نے آپ لوگوں کی خدمت کے لئے کنیزیں اس لئے رکھی ہیں کہ آپ کو اس ملک میں عورتیں شاید ہی کہیں نظر آئیں گی۔"

پارس نے کہا "آپ بہت باذوق ہیں۔ آپ نے اس خشک زمین پر ان کنیزوں کو خشک میوے کی طرح پیدا کیا ہے۔"

وہ مجاہد اور غازی کہلانے کے لئے عورتوں کی رشوت پیش کررہا تھا۔ کھانے کے دوران کہہ رہا تھا "خوب سیر ہوکر کھاؤ برادر! کوئی چیز کم ہو تو بتاؤ۔ ابھی پوری ہوجائے گی' بولو کمی ہے؟"

پارس نے پھر میری طرف اشارہ کرکے کہا "مسٹر ارسلان کو میں اپنا باپ سمجھتا ہوں۔ یہاں صرف ماں کی کمی ہے۔"

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ طرم خاں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "بھئی بڑے زندہ دل ہو۔ میری طرف سے اجازت ہے جسے چاہے اپنی ماں بنالو۔"

پھر اس نے مجھ سے پوچھا "کیوں مسٹر ارسلان! ان حسیناؤں میں سے کون سی پسند ہے؟"

میں نے کہا "میں علمِ نجوم جانتا ہوں۔ میرا علم کہتا ہے' ان میں سے جس کا نام توبہ خانم ہے وہی مجھے پسند آئے گی۔"

اسے اچانک ٹھسکا لگا۔ منہ کے اندر سے لقمہ باہر نکل پڑا۔ اسے کھانستے دیکھ کر ایک کنیز نے پانی کا گلاس بڑھایا۔ وہ پانی پینے کے دوران چور نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا "یہ اجنبی مہمان توبہ خانم کے متعلق کیسے جانتا ہے! نہیں' یہ شاید کچھ نہیں جانتا۔ اس کے علم نے صرف اتنا بتادیا ہوگا کہ کسی توبہ خانم نامی خاتون سے رشتہ کرنا چاہئے۔ میں خواہ مخواہ گھبرا رہا ہوں۔"

وہ پانی پینے کے بعد گہری سانس لیتے ہوئے بولا "سوری' کھانے میں روغن زیادہ ہونے سے مجھے کھانسی ہونے لگتی ہے۔"

پارس نے پوچھا "معزز میزبان! رشتے کی بات کریں۔ ان میں سے کوئی توبہ خانم ہے؟"

وہ بولا "مجھے افسوس ہے ان میں سے کسی کا یہ نام نہیں ہے۔"

پارس سمجھ گیا تھا کہ میں نے میزبان کے چور خیالات میں کسی توبہ خانم کو پڑھا ہے۔ اس نے کہا "لیکن مسٹر ارسلان کا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا ہے۔ ستاروں کی چال بتاتی ہے کہ جب عطارد ایک قدم آگے بڑھ کر مشتری پر غالب آئے گا اور مشتری کو بخار آئے گا تو وہ خوبصورت توبہ خانم بن کر اس حویلی میں آکر ہم سے ملے گی۔"

طرم خاں پھر کچھ پریشان ہوا اور بولا "میں ستاروں کی چال نہیں سمجھتا لیکن سنا ہے ستاروں کی چال بھی غلط ہوجاتی ہے۔ کوئی مشتری میری حویلی میں توبہ خانم بن کر نہیں آئی ہے۔"

پھر وہ ہنستے ہوئے بولا "ویسے یہ کیا فضول سی بات نکل پڑی ہے۔ آپ میرا انٹرویو کریں۔ تصویریں اتاریں۔ آپ کے اخبار کے ذریعے دنیا والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں چودہ برس تک اپنے ملک میں دشمنوں سے لڑتا رہا ہوں۔"

پارس نے کہا "مولانا جلال الدین حقانی' احمد شاہ مسعود اور گلبدین حکمت یار جیسے مجاہدین کے نام ساری دنیا جانتی ہے۔ یہ غازی دشمن کو ملک سے بھگانے کے لئے آگ اور خون کے دریا سے گزرتے رہے لیکن کسی نے طرّم خان مجاہد کا نام نہیں سنا ہے۔ آپ آج تک منظرِ عام پر کیوں نہیں آئے۔"

وہ بولا "اس لئے کہ دوسرے مجاہدین کے گروہوں سے میرا سیاسی نظریاتی جھگڑا ہے۔ انہوں نے ایک دوسرے سے مل کر مصالحتی کونسل بنائی۔ اس میں مجھے شریک نہیں کیا۔ اس کونسل کے فارمولے کے مطابق یہاں عبوری حکومت قائم کی اس حکومت میں بھی مجھے کوئی عہدہ نہیں دیا لیکن میں نادان بچہ نہیں ہوں۔ ایسی سیاسی چالیں چلوں گا کہ وہ مجھے حکومت میں شامل کرنے پر مجبور ہوجائیں گے۔"

میں نے کہا "حکومت ذہانت سے یا قوتِ بازو سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کے پاس یہ دو خوبیاں نہیں ہوتیں' وہ بڑے ملکوں کے ایجنٹ یا دلّال بن کر حکومت میں اپنے لئے جگہ بناتے ہیں۔"

طرّم خاں کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ تیور بدل گئے۔ اس نے پوچھا۔ "تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ امریکا بظاہر افغانستان کے معاملے میں خاص دلچسپی نہیں لے رہا ہے۔ مگر عقل کہتی ہے کہ جس امریکا نے روس کو یہاں سے بھگانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کئے' کیا وہ اپنے ڈالر سود سمیت وصول نہیں کرے گا؟"

یہ کہتے ہی میں طرم خاں کے دماغ پر حاوی ہوگیا۔ وہ میری مرضی کے مطابق بولا "درست کہتے ہو برادر! امریکا اور دوسرے مغربی ممالک چاہتے ہیں یہاں اسلامی نظام رائج نہ ہو۔ چودہ برس پہلے یہاں جو مغربی بے حیائی تھی وہ بدستور رہے اور افغانستان سپر پاور کے سائے میں ہمسایہ مسلم ممالک سے اتحاد نہ رکھے۔ یوں ایران' عراق' شام' لبنان اور عرب ممالک کی طرح مسلمان ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہیں۔"

وہ بولا "مختصر یہ کہ میں مغربی ممالک کا دلّال ہوں۔ میں نے بے حیائی کی ابتدا کرتے ہوئے کابل کی عبوری حکومت کے ایک عہدے دار کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔"

گائیڈ جلال شاہ نے غصے سے کہا "شرم سے مرجاؤ۔ تمہارے ہی قبیلے کا وہ مجاہد منّان کوچی کتنا عظیم اور غیرت مند تھا! اس کا نام سن کر روسی سپاہی خوف زدہ ہوتے تھے۔ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے اسٹنگر میزائل سے تنہا ستره روسی طیارے گرائے تھے۔ اور تم اپنے ہم وطنوں کو مغربی ملکوں کی جھولی میں گرانے آئے ہو؟"

میں نے اس کے دماغ کو ڈھیل دی' وہ پریشان ہوکر بولا "پتا

نہیں ابھی میں کیا بکواس کر رہا تھا۔"

پارس نے کہا "بکواس نہیں کر رہے تھے۔ تم نے ایک مجاہد کی بہن توبہ خانم کو اغوا کرایا ہے۔ بتاؤ اسے کہاں چھپایا ہے؟"

وہ غصے سے بولا "میں اب تک مہمان سمجھ کر لحاظ کر رہا ہوں اور تم لوگ مجھے اغوا کا مجرم بنا رہے ہو۔ اپنے چاروں طرف دیکھو۔ میرے مسلح گارڈز ایک اشارے پر تم تینوں کو چھلنی کر دیں گے۔"

میں نے اس کی زبان سے اس کے ایک گارڈ کو مخاطب کیا جو انگریزی جانتا تھا۔ اس نے الرٹ ہو کر کہا "یس ماسٹر!"

میں اس گارڈ کے اندر پہنچ گیا۔ اس نے فوراً ہی اپنی گن سیدھی کی اور تڑاتڑ فائرنگ شروع کر دی۔ کتنے ہی مسلح گارڈز نشانہ بنتے ہوئے گرنے لگے۔ کچھ وہاں سے بھاگ کر ستونوں کے پیچھے چھپنے لگے کیونکہ وہ آقا کے حکم کے بغیر جوابی فائرنگ نہیں کر سکتے تھے۔ کنیزیں چیختی چلاتی چھپنے کی کوشش میں گرتی پڑتی بھاگی جا رہی تھیں۔

چند سیکنڈ میں چھ لاشیں گر چکی تھیں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ گائیڈ جلال شاہ کو میری خیال خوانی کا علم ہو۔ میں نے فائرنگ کرنے والے گارڈ کی گن کا رخ طرم خاں کی طرف پھیر کر اس کی زبان سے کہا "ماسٹر! تم ماسٹر نہیں بے غیرت دلال ہو۔ دیکھو میں نے ایک برسٹ میں تمہارے کتنے آدمیوں کو جہنم میں پہنچایا ہے۔ کیا تم بھی وہاں جانا چاہتے ہو؟"

وہ سہم کر بولا "گل احمد! یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم تو میرے اپنے ہو۔ میرے دستِ راست' میرے رازدار ہو اور تم....."

گل احمد نے بات کاٹ کر کہا "اب میں تمہارا کوئی نہیں ہوں۔ میرا ضمیر بیدار ہو گیا ہے۔ چلو اٹھو اور توبہ خانم کو مہمانوں کے حوالے کر دو۔"

وہ بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ میں جانتا تھا وہ ستونوں کے پیچھے چھپنے والے محافظوں کو گل احمد پر فائرنگ کرنے کا حکم دے گا۔ میں نے اس کی زبان سے محافظوں کو ڈانٹ کر کہا "گدھوں کی طرح منہ تک رہے ہو۔ ہتھیار پھینک دو ورنہ گل احمد مجھے گولی مار دے گا۔"

انہوں نے حکم سنتے ہی ہتھیار پھینک دیئے۔ گائیڈ جلال شاہ نے گل احمد کے پاس آ کر اس کے شانے کو تھپک کر کہا "شاباش! تم غیرت مند اور محبِ وطن ہو۔ طرم خاں کو اُدھر لے چلو جہاں توبہ خانم کو قید کیا ہے۔"

گل احمد پہلے تو حیران ہوا تھا کہ اچانک غیرت مند کیسے بن گیا ہے لیکن جب اپنے ہاتھوں سے مرنے والے چھ محافظوں کو مرتے دیکھا اور اپنے آقا کے غضبناک ہونے اور سزائے موت پانے کا خیال آیا تو اس نے حرام موت مرنے کے مقابلے میں بدستور غیرت مند اور باضمیر رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے کہا "میں جانتا ہوں اس بے چاری کو حویلی کے پیچھے ایک کمرے میں بند کیا گیا ہے۔ اس کمرے کی چابی اس بے غیرت کے پاس ہے۔"

اس نے طرم خاں کو نشانے پر رکھ کر حکم دیا "چلو۔"

وہ آگے آگے چلتے ہوئے بولا "میرے سیاسی منصوبوں کو خاک میں نہ ملاؤ۔ میں توبہ خانم کو یرغمال بنا کر مجاہدین کے دو گروہوں اپنے قابو میں کر سکتا ہوں۔ وہ دونوں گروہ مجھے اقتدار میں شامل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

پارس نے پوچھا "دو گروہ کیسے مجبور ہو جائیں گے؟"

"ایک تو اس لئے کہ یہ خاتون ایک عہدے دار کی بہن ہے۔ ہم نے اس عہدے دار کو پیغام پہنچا دیا ہے کہ وہ اپنی بہن کی گمشدگی کی تشہیر نہ کرے' اگر وہ ایک معاہدے پر دستخط کرے گا تو خاموشی سے اس کی بہن کو واپس اس کے حجرے میں پہنچا دیا جائے گا۔"

"دوسرے گروہ سے خاتون کا کیا تعلق ہے؟"

"وہ خاتون اس قبیلے کے سردار کی بیوہ بہو ہے۔"

"بیوہ بہو!"

"ہاں' وہ اس قبیلے میں ایک دن کے لئے بہو بن کر گئی تھی۔ اسی رات روسی طیاروں کی بمباری کے دوران اس کا شوہر ہلاک ہو گیا۔ اب یہ بیوہ اس قبیلے کی غیرت بن گئی ہے۔ وہ غیرت مند خاموشی سے اپنی بہو کی واپسی چاہتے ہیں۔ وہ بھی ایک معاہدے پر دستخط کرنے کل یہاں آئیں گے۔"

ہم گفتگو کرتے ہوئے حویلی کے ایک دور افتادہ حصے میں جا رہے تھے۔ جو پہرے دار سامنے آتے تھے وہ اپنے آقا کو حراست میں دیکھ کر ہتھیار ڈال دیتے تھے' پارس نے پوچھا "وہ ایسا کیا معاہدہ ہے کہ جس پر دستخط کرنے کے بعد مصالحتی کونسل قائم کرنے والی جماعتیں تمہارے سامنے مجبور ہو جائیں گی۔ وہ توبہ خانم کو واپس حاصل کرنے کی بعد معاہدے کے ساتھ تمہیں بھی جہنم میں پہنچا سکتی ہیں۔"

وہ بولا "برادر حماد! تم اور برادر ارسلان ساتھ دو گے تو میں جلد ہی اقتدار میں شریک ہو جاؤں گا۔ کوئی اس معاہدے سے انکار نہیں کر سکے گا۔ اس معاہدے کے پیچھے ایک بہت بڑے ملک کا ہاتھ ہے اور اس معاہدے کی تحریر میں ایسے سیاسی داؤ پیچ ہیں کہ دستخط کرنے والی دونوں پارٹیاں اپنے عہد و پیمان سے انکار نہیں کر سکیں گی۔"

وہ ایک کمرے کے دروازے کے سامنے رک گیا' پھر بولا "اس دروازے کے پیچھے قید ہے۔ اس دروازے کو کھول کر اسے لے جانے سے پہلے سوچ لو۔ فیصلہ بدل دو' اور فیصلہ بدلنے کی قیمت لاکھوں ڈالر میں بتاؤ۔ میری بات نہیں مانو گے تو حویلی کے باہر جا کر پچھتاؤ گے تم تینوں کو اور گل احمد کو بھی کہیں امان نہیں ملے گی۔ یہاں سے کابل تک ہر قدم پر موت ملے گی۔"

پارس نے اس سے چابی چھین کر قفل کو کھولا۔ پھر دروازے کو کھول کر دیکھا۔ وہ ایک مسند پر بیٹھی ہوئی تھی۔ کیا غضب کا شاہانہ حسن و شباب تھا۔ رعبِ حسن سے مالکۂ عالم دکھائی دیتی تھی۔ لفظ "بیوہ" سے خیال آیا تھا کہ عمر رسیدہ ہو گی لیکن وہ نوخیز تھی۔ یاد آیا کہ شادی کے بعد وہ سہاگ کی سیج پر تھی اور شوہر اس سے پچاس گز کے فاصلے پر ایک محاذ سے رات گزارنے آ رہا تھا۔ تب ہی روسی طیارے حملہ کرتے ہوئے گزرے اور اس کا سہاگ چھین کر لے گئے۔

ان حالات میں کنواری رہ جانے والی دلہن معصوم اور مظلوم ہوتی ہے۔ لیکن وہ چہرے سے معصوم نہیں زخمی شیرنی دکھائی دیتی تھی۔ اس نے غرا کر طرم خاں کو گھورتے ہوئے کہا "خنزیر کے بچے! دشمنوں کے دلال! یہ کن دلالوں کو اپنے ساتھ لایا ہے؟"

گائیڈ جلال شاہ نے کہا "ہمشیرہ! ہمیں غلط نہ سمجھو۔ ہم تمہاری رہائی کے لئے اسے گن پوائنٹ پر لائے ہیں۔"

اس نے مسند سے اٹھتے ہوئے توجہ سے دیکھا تو سمجھ میں آیا۔ گل احمد نے اپنے آقا کو گن پوائنٹ پر رکھا تھا۔ جلال شاہ نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "یہ مسٹر ارسلان ہیں اور یہ مسٹر حماد! پاکستانی صحافی ہیں' ہماری مقامی زبان نہیں سمجھتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولی "یہ شیطان کیسے قابو میں آ گیا؟"

"خانم! یہ مسٹر ارسلان ماہر نجومی ہیں۔ انہوں نے اپنے علم سے معلوم کیا تھا کہ تم یہاں قید ہو۔"

وہ مجھے حیرانی سے دیکھتے ہوئے بولی "تعجب ہے۔ علمِ نجوم سے مجرمانہ سرگرمیوں کا پتا چل جاتا ہے؟"

میں نے کہا "اس علم میں مہارت حاصل ہو تو بہت سی معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ تم دیکھ رہی ہو کہ ہم نے اسے کس طرح قابو میں کیا ہے۔"

اس نے پوچھا "کیا ہم یہاں سے بخیریت نکل سکیں گے؟"

"میرا علم کہتا ہے یہاں سے نکل جائیں گے لیکن راستے میں رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ تم جس قبیلے میں بیاہ کر گئی تھیں اس قبیلے کے لوگ درپردہ طرم خاں کے حمایتی ہیں۔ وہ مغربی ممالک کی پالیسیوں کے مطابق یہاں حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ طرم خاں نے تمہاری سسرال والوں کی مدد سے تمہیں اغوا کیا ہے۔"

"میں نہیں مانتی۔ میرے سسرال والے غیرت مند ہیں' میں ان کے قبیلے کی غیرت بن چکی ہوں۔"

میں نے کہا "ان کا بیٹا یعنی تمہارا شوہر زندہ ہوتا تو تم بہو کہلاتیں' جب بیٹا نہیں رہا اور اس سے تمہارا کوئی ازدواجی رشتہ نہیں ہوا تو تم کس حساب میں بہو ہو؟ تم تو محض ایک مہرہ ہو۔"

توبہ خانم نے غصے سے طرم خاں کو دیکھ کر پوچھا "کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ سچائی سے انکار نہ کر سکا۔ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں۔ تمہاری سسرال والوں نے مجھ سے کہا کہ انہیں دوسرے مجاہدین کے گروہوں کے سامنے مجبور کیا جائے اور مجبور کرنے کے لئے توبہ خانم کو اٹھا کر لے جاؤ۔ تب وہ اسے غیرت کا معاملہ کہہ کر معاہدے پر دستخط کر دیں گے۔"

"کیا اس دستخط سے بعد میں انکار نہیں کیا جا سکتا؟"

"نہیں۔ کابل کی عبوری حکومت میں مغربی ممالک اور امریکا کے ایجنٹ موجود ہیں۔ وہ ایسے افغانی کمانڈروں کو حکومت میں جگہ دے رہے ہیں جنہوں نے روسی فوج میں رہ کر اپنے ہی وطن کے سیکڑوں افراد کو ہلاک کیا اور طرح طرح کے مظالم ڈھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔"

وہ بولی "ہاں میں جانتی ہوں کابل کی عبوری حکومت میں ایسے ظالم لوگ موجود ہیں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ روس اور مغربی ممالک کے پالتو سیاست داں ببرک کارمل اور سلطان علی کشتمند مزار شریف کے علاقہ میں پہنچ گئے ہیں۔ انہیں کابل بلا کر حکومت میں شامل کرنے کی سازشیں کی جا رہی ہیں۔ میرا اغوا بھی ایسی ہی ایک سازش ہے۔ ادھر میرا بھائی مجبور ہو کر ان کی حمایت کرے گا اُدھر میری سسرال والا گروہ بھی تائید کرے گا تو سامراجی چال کامیاب ہو جائے گی۔ مغربی ممالک کے ایجنٹ حکومت میں شامل ہو جائیں گے۔"

پارس نے کہا "اگر ہم صبح تک کابل پہنچ جائیں تو تمہیں دیکھتے ہی تمہارا بھائی مجبوریوں کے دلدل سے نکل آئے گا۔ تمہاری سسرال والوں کی دوغلی چال ناکام ہو جائے گی۔"

وہ بولی "میں یہاں سے فون پر بھائی کو اپنی خیریت کی اطلاع دے سکتی ہوں۔"

پارس نے کہا "یہ مناسب نہیں ہے۔ کابل میں تمہارے بھائی یا کسی اور کو تمہاری رہائی کی اطلاع نہیں ملنی چاہئے۔ ورنہ دشمن ہوشیار ہو جائیں گے۔ یہاں بھی ہم طرم خاں کو یرغمال بنا کر اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

پھر پارس نے طرم خاں سے کہا "تم اپنے خاص لوگوں سے کہہ دو کہ یہاں سے کسی کو توبہ خانم کی رہائی پانے اور تمہارے یرغمال بننے کی اطلاع نہ پہنچے۔ جیسے ہی تمہارے مددگاروں کو اطلاع ملے گی' ہم تمہیں گولی مار دیں گے۔ تم اپنی زندگی کے لئے ہمارے

ساتھ تعاون کرتے رہو۔"

جنگ کی تباہیوں کے باعث ٹیلیفون کے تار بھی سلامت نہیں رہے تھے۔ کابل جیسے اہم مقامات میں یہ نظام بحال کیا گیا تھا۔ ورنہ موبائل فون یا ٹرانسیٹر کے ذریعے گفتگو ہوتی تھی۔ طرم خاں کے پاس ایک ہی موبائل فون تھا' وہ ہم نے اپنے قبضے میں کرلیا۔

ہم طرم خاں کو حویلی کے باہر لے آئے۔ اسے موت کے قریب دیکھ کر اس کے تمام حواریوں نے ہتھیار پھینک دئے تھے۔ وہ اپنے خاص ماتحتوں کو سمجھا رہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد یہاں کے حالات اور اس کی گرفتاری کا ذکر کسی سے نہ کیا جائے۔ اس کی سلامتی کے لئے سب لوگ خاموش رہیں۔

ہم سب ایک لینڈ روور میں سوار ہوگئے۔ یہ اونچے پہیوں اور مضبوط ٹائروں والی گاڑی اس علاقے کے لئے نہایت موزوں تھی۔ اسے گل احمد ڈرائیو کرنے لگا۔ اس نے گاڑی کو نالے کے پانی میں ڈال دیا تھا۔ پانی کہیں کم تھا کہیں زیادہ' ڈرائیونگ میں اس کی مہارت دیکھ کر پتا چلا کہ وہ ایسے راستوں پر اکثر آتا جاتا رہتا ہے۔

اگلی سیٹ پر گل احمد کے ساتھ جلال شاہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ایک گن تھی۔ دونوں کے درمیان طرم خاں تھا۔ میں ایک گن لے کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا تاکہ پیچھے سے حملہ ہو تو جوابی فائرنگ کروں۔ درمیانی سیٹوں پر توبہ خانم اور پارس بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ پارس سے بولی "تم دونوں صحافی ہو۔ تمہیں اعلیٰ سطح پر حکومت کے ذرائع سے گلبدین حکمت یار' احمد شاہ مسعود اور مولانا جلال الدین حقانی وغیرہ سے ملاقات کرنا چاہئے۔ تم لوگ یہاں کیسے چلے آئے؟"

پارس نے کہا "ان قابلِ فخر مجاہدین سے دنیا کے تمام صحافی ملاقات کررہے ہیں۔ پاکستانی صحافی بھی ان سے ملتے ہیں۔ ہمارے ملک کے اخبارات اور رسائل میں افغانستان اور یہاں کے جیالوں کے متعلق بہت زیادہ معلومات شائع کی جاتی ہیں لیکن ہم جس انداز سے معلومات حاصل کررہے ہیں اس سے چھپے ہوئے دشمن بے نقاب ہوتے رہیں گے۔ اور یہ حقیقت واضح ہوگی کہ بیرونی طاقتیں افغان مجاہدین کو متحد ہوکر حکومت بنانے کا موقع نہیں دیں گی۔ مشرقی مغربی جرمنی کی طرح افغانستان کے بھی کئی ٹکڑے ہوں گے یا پھر یہاں کی متحدہ حکومت پر سامراجی قوتیں غالب رہیں گی۔"

وہ بولی "خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ ہمارے مجاہدین کی چودہ برسوں کی محنت اور قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ تم پاکستانیوں نے دامے' درمے' سخنے ہمارا بڑا ساتھ دیا ہے۔ تم دونوں کی صحافت کا یہ انداز بہت خوب ہے' ہمارے حق میں ہے۔ جتنی جلدی ممکن ہو' دشمن عناصر کو بے نقاب کرو۔ ہم انہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

وہ بولا "کیا تم کسی کو مارنے سے پہلے توبہ کراتی ہو؟"

"میں نے اب تک کسی کو نہیں مارا ہے۔"

"پھر تو تمہیں خبر نہیں ہے کہ کتنے توبہ توبہ کہتے ہوں گے اور جان دیتے ہوں گے۔"

"توبہ کہی نہیں جاتی' کی جاتی ہے۔"

"میں توبہ کرنے والوں کی نہیں 'توبہ توبہ' ہائے توبہ توبہ والوں کی بات کررہا ہوں۔"

تب اس کی سمجھ میں آیا کہ جان دینے والے عاشق اسے ہی کہیں گے اس کا کوئی اور نام تو ہے نہیں۔ وہ غصے سے دیکھ کر "مسٹر! میں اس طرح کسی کا فری ہونا پسند نہیں کرتی۔"

گاڑی نے ہچکولہ کھایا تو وہ توازن نہ سنبھال پائی۔ پار آگئی۔ پھر جلدی سے سیدھی ہوکر بیٹھ گئی۔ پارس نے کہا "ہم فری ہورہی ہے۔ کیا اللہ کی شان ہے۔"

وہ دوسری طرف کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔ باہر تاریکی میں نظر نہیں آرہا تھا۔ سامنے ہیڈلائٹس کی روشنی میں دور تک پانی شور مچا رہا تھا۔ گاڑی کبھی دائیں بائیں ہچکولے کھاتی تھی۔ اچھل پڑتی تھی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کے بعد طرم خاں چور خیالات نے بتایا۔ آگے حشام ربانی کا ڈیرا ہے۔ حشام اور میں بڑی اچھی دوستی ہے۔ دونوں ہی غیر ملکی ایجنٹ ہیں لیکن پہلے توبہ خانم کے مسئلے پر ان کا اختلاف ہوگیا۔

طرم خاں کا مقصد صرف سیاسی تھا۔ جبکہ حشام ربانی تھا۔ اس نے طرم سے کہا تھا "مجھے اپنی حویلی میں مہمان کرو رات کے لئے توبہ خانم کو میرے ڈیرے پر بھیج دو۔ میں دوسری امانت واپس کردوں گا۔"

طرم خاں نے کہا تھا "جذبات میں اندھے نہ بنو۔ ہمیں کے بڑے سیاست دانوں میں گھستا ہے۔ یہ خانم ہماری سیڑھی اس سیڑھی کو غلیظ بنائیں گے تو اس کا بھائی کابل میں ہمیں مار دے گا۔"

اس نے دلیل پیش کی "کوئی عورت لٹنے کے بعد رسوائی خیال سے زبان نہیں کھولتی۔ توبہ خانم کو مجھ پر چھوڑ دو۔ دو بھروسا کرو۔"

طرم خاں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اب وہ ہمارا قیدی سوچ رہا تھا۔ حشام ربانی یاروں کا یار ہے۔ وہ وقتی طور پر ناراض ہے' اب ہمارے ساتھ توبہ خانم کو دیکھ کر خوش ہوجائے گا ہوشیاری سے کام لے گا تو اپنی مراد بھی پوری کرے گا۔ میری بھی بچالے گا۔

میں نے گل احمد سے کہا "گاڑی روکو۔ میرا علم کہتا ہے خطرہ ہے۔"

طرم خاں نے حیرانی اور پریشانی سے پلٹ کر مجھے دیکھا۔ اپنی رہائی کی امید تھی اور میرا علم پھر اس کے لئے مصیبت تھا۔ گل احمد نے کہا "برادر! آپ کا علم سچا ہے۔ آگے حشام اپنے حواریوں کے ساتھ رہتا ہے۔"

میں نے انجان بن کر پوچھا "یہ حشام ربانی کون ہے؟"

"طرم خاں کا پرانا یار ہے۔ وہ اس کی مدد کرے گا۔ ہمیں آگے جانے نہیں دے گا۔"

پارس نے پوچھا "ہم کوئی دوسرا راستہ اختیار نہیں کرسکتے؟"

"نہیں۔ تم دیکھ رہے ہو تاریکی میں بھی پہاڑیاں جھلک رہی ہیں۔ ان پہاڑیوں کے درمیان سے گزرنے کا ذریعہ یہی ایک نالہ ہے۔"

میں نے معلوم کیا۔ حشام ربانی صرف پشتو اور تھوڑی فارسی جانتا ہے۔ اس کا دستِ راست زبیر خیری انگریزی سمجھتا اور بولتا ہے۔ میں نے کہا "جب کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے تو گاڑی چلاؤ۔ اللہ مالک ہے۔"

گل احمد نے کہا "آگے بڑھنے سے پہلے وہ بات بتادوں جو توبہ خانم کی وجہ سے اب تک نہیں بتا رہا تھا۔"

وہ بولی "کیا بات ہے؟"

"حشام ربانی تم پر بری نیت رکھتا ہے۔"

پارس نے کہا "اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ بروں کی نیت اور بری کردیتی ہے۔"

وہ بولی "یہ تم اپنی زبان میں کیا بول رہے ہو؟"

پارس نے انگریزی میں سمجھایا "بیوٹی سم ٹائمز بکمس بیڈ فار بیڈ پیپلز تو ملے بیڈ انٹنشنز۔"

وہ چڑ کر بولی "آگے موت کھڑی ہے اور تم فضول باتیں کررہے ہو۔"

"فضول بات اس طرح درست ہوسکتی ہے کہ اچھی صورت بھی کیا بری شے ہے۔ جب بھی لاتی ہے موت لاتی ہے۔"

وہ پارس سے مُنہ پھیر کر گل احمد سے بولی "کیا حشام نے مجھے دیکھا ہے؟"

"بدنیت کا دیکھنا ضروری نہیں ہے۔ وہ تعریف سن کر عاشق ہوجاتا ہے۔"

"مجھے اسلحہ دو۔ خود پر آنچ آنے سے پہلے اسے مار ڈالوں گی۔"

میں نے پچھلی سیٹ سے ایک ٹی ٹی گن اٹھا کر اسے دے دی۔ گاڑی آگے چل پڑی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "نالے کے دائیں بائیں جو پہاڑیاں ہیں۔ ان کے غاروں اور چٹانوں کے سائے میں حشام ربانی اور اس کے حواری رہتے ہیں۔ حواریوں کی تعداد ستائیس ہے' ان کے پاس کافی اسلحہ ہے۔ ٹریسر گولیاں بھی ہیں جن کی ہوائی فائرنگ سے پورے علاقے میں اتنی روشنی پھیل جاتی ہے کہ رات کا اندھیرا اجالے میں بدل جاتا ہے اور چھپے ہوئے لوگ صاف نظر آجاتے ہیں۔"

پارس نے پوچھا "وہاں آپ کے شکار کتنے ہیں؟"

"صرف ایک شخص انگریزی جانتا ہے۔ وہ حشام کا خاص بندہ ہے اس کا نام زبیر خیری ہے۔ تم طرم خاں پر نظر رکھنا۔ وہ وہاں پہنچ کر گڑبڑ کرسکتا ہے۔ توبہ خانم کو ایسے وقت اپنے پیچھے رکھنا۔"

"پھر یہ پیچھے پڑجائے گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "کسی دشمن کو گرینیڈ استعمال نہ کرنے دینا۔ ہم گولیوں کی بوچھار میں بچ سکتے ہیں۔ گرینیڈ کے دھماکوں سے بچنا مشکل ہوگا۔"

"وہ غار کس سمت ہے۔ جہاں حشام اور زبیر خیری قیام کرتے ہیں؟"

"وہ دائیں طرف ہے۔ میں ان سے نمٹ لوں گا۔"

"میں توبہ خانم کو بائیں سمت لے جاؤں گا۔"

ہم باپ بیٹے چپ چاپ پلاننگ کرتے رہے۔ پھر فائرنگ کی آواز پر ہماری گاڑی رک گئی۔ تاریکی میں کسی نے للکار کر کہا "انجن بند کرو۔"

گل احمد نے گاڑی بند کردی۔ نالے کے دونوں طرف سے گاڑی پر تارچ کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ گل احمد نے کہا "ہم دوست ہیں۔ برادر حشام ربانی سے بولو۔ اس کا دوست طرم خاں اور گل احمد اپنے مہمانوں کے ساتھ کابل جارہے ہیں۔"

پوچھا گیا "کتنے مہمان ہیں۔ سب کے نام بتاؤ۔"

توبہ خانم نے آہستگی سے کہا "میرا نام نہ بتانا۔"

گل احمد نے کہا "وہ لوگ نام سننے کے بعد تصدیق کریں گے ہمارے اوپر روشنی ڈالیں گے۔ ہم تم کو کیسے چھپائیں گے۔"

دوسری طرف سے گرج کر پوچھا گیا "تعداد اور نام بتاؤ۔"

وہ بولا "ہم تعداد میں چھ ہیں۔ میں گل احمد' دوسرا طرم خاں' تیسرا ایک گائیڈ جلال شاہ' چوتھا ایک پاکستانی صحافی حماد' پانچواں بھی ایک پاکستانی صحافی ارسلان اور نمبر چھ۔ چھ....."

"نام بولو۔"

"توبہ خانم" یہ نام پہاڑیوں کے درمیان گونجنے لگا۔ توبہ خانم' توبہ خانم۔ خانم۔ نم۔ نم۔ نم....

پھر حشام کے قہقہے گونجنے لگے۔ میں اپنے جتنے ساتھیوں کے دماغوں میں جاسکتا تھا۔ ان کے ذریعے مقامی زبان بولنے والے کا انگریزی ترجمہ سن سکتا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "طرم خاں! ہم تو پرانے یار ہیں۔ میں اپنے یار کا راستہ نہیں روکوں گا۔ ضرور کابل جاؤ۔ مگر ٹیکس ادا کرتے جاؤ۔"

پھر وہ چیخ کر بولا "ٹیکس۔ خوب صورت ٹیکس۔ خوب صورت...." رات کی تاریکی میں پہاڑیوں کے درمیان آواز گونجنے لگی۔ خوب صورت۔ خوب صورت۔ صورت۔ صورت۔ صورت ۔ رت۔ رت رت..."

توبہ خانم جان پر کھیل جانے کے لئے تن گئی تھی۔ اپنے ہتھیار کو مضبوطی سے جکڑ لیا تھا۔ پارس نے آہستگی سے کہا "جوش میں آؤگی تو ہوش میں نہیں رہوگی۔ میری ہدایات پر عمل کرتی رہو تو میں تمہاری عزت پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

گل احمد کی سوچ نے بتایا کہ یہ زبیر خیری بول رہا ہے۔ اس نے میری مرضی کے مطابق کہا "برادر خیری! ہمارے مہمان ہماری زبان نہیں سمجھتے ہیں۔ ان سے فرنگی زبان میں بولو۔ یہ بھی تم سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔"

وہ انگریزی میں بولا "ہم مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہیں اور انہیں یقین دلاتے ہیں کہ آقا حشام ربانی اپنا ٹیکس وصول کرنے کے بعد بخیریت جانے کی اجازت دے دے گا۔ اب فوراً گاڑی سے نکل آؤ۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے پارس سے کہا "پلاننگ بدل دو۔ وہ لوگ ہمیں بلا رہے ہیں۔ توبہ خانم کو لے چلو۔ ان کے پورے اڈے کو دیکھنے کے بعد ہم صحیح کارروائی کرسکیں گے۔"

ہم اپنی اپنی طرف کے دروازے کھول کر گاڑی سے نکلنے لگے۔ وہ بولی "میں خالی ہاتھ نہیں جاؤں گی۔ اس شیطان کو اپنے ہاتھ سے گولی ماروں گی۔"

پارس نے کہا "عقل سے کام لو۔ بحث کا وقت نہیں ہے۔ ہتھیار چھوڑ کر فوراً باہر آؤ۔"

اب ہم پر اور زیادہ ٹارچوں کی روشنیاں پڑنے لگیں۔ وہ روشنیاں ہماری نالے کے دائیں سمت راہنمائی کررہی تھیں۔ جہاں پتھروں کو کاٹ کر نالے سے اوپر آنے کے لئے سیڑھیاں بنائی گئی تھیں۔ اس دوران جنریٹر چلایا گیا جس سے آس پاس کی پہاڑیوں میں کتنے ہی بلب روشن ہوگئے۔ دور تک ہر شخص واضح طور پر نظر آنے لگا۔

ہم سے کچھ دور غار کے دہانے کے پاس حشام اور خیری کھڑے ہوئے تھے۔ ادھر طرم خاں کو ہم سے کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ کیونکہ ہم سب نہتے ہوگئے تھے۔ وہ حشام ربانی کی طرف دونوں بازو پھیلا کر بڑھتے ہوئے بولا "یار حشام! تمہیں ناراض کرنے کے بعد سوچا کہ ایک دوشیزہ کے لئے یاری خراب نہیں کرنا چاہئے۔"

حشام نے ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلائی۔ گولی طرم خاں کی ٹانگ میں لگی وہ زمین پر گر پڑا۔ تکلیف سے کراہنے لگا۔ حشام نے کہا "دوست سے دشمن بننے والا میرے سامنے چل کر نہیں زمین پر گھسٹ کر آتا ہے۔"

وہ زمین پر گھسٹ کر اُس کی طرف جاتے ہوئے بولا "میں دشمن نہیں ہوں۔ تمہارے پاس توبہ خانم کو پیش کرنے آرہا تھا۔ مگر ان پاکستانیوں نے مجھے..."

زبیر خیری نے بات کاٹ کر کہا "ہمیں معلوم ہے۔ تم نے اپنی حویلی کے وفاداروں سے کہا تھا کہ تمہاری گرفتاری اور توبہ خانم کی رہائی کی اطلاع کسی کو نہ دی جائے لیکن تمہارے وفاداروں میں ہمارے وفادار بھی چھپے ہوئے ہیں۔ ہمیں پتا ہے ان میں سے ایک پاکستانی ماہر نجومی ہے۔ کون ہے وہ جس نے اپنے علم سے توبہ خانم کا سراغ لگایا تھا۔"

میں نے ایک قدم آگے بڑھ کر کہا "میں ہوں ارسلان۔"

حشام ربانی نے خیری سے اپنی زبان میں کہا "ہم اسے آزمائیں گے کہ اس کا علم کتنا سچا ہے۔"

پھر وہ اپنی گن طرم خاں کی طرف سیدھی کرتے ہوئے بولا "بڑے کمینے ہو۔ تم نے یہ نہیں بتایا کہ اس حسینہ کی جتنی تعریفیں رہا ہوں یہ سننے سے بھی زیادہ اور دیکھنے سے بھی زیادہ حسین ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "میرے دوست! یہی دکھانے اور تمہاری خدمت میں پیش کرنے کے لئے اسے یہاں لایا ہوں۔"

"یعنی دلّال بن کر آیا ہے۔"

"تم کچھ بھی سمجھ لو۔ میں تمہارا وفادار دوست ہوں۔"

"لیکن میں وفادار نہیں ہوں۔ ہم دونوں حکمران طبقے تک پہنچنے کے لئے بیرونی ملکوں کی دلّالی کررہے ہیں۔ تم نے جس طرح خانم کے معاملے میں میرا ساتھ چھوڑا اسی طرح تنہا حکمران بننے میں پہنچنے کے لئے میرا ساتھ چھوڑ دو گے۔"

"نہیں نہیں۔ میں خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ میں تم سے دھوکا....."

ٹھائیں سے گولی چلی۔ وہ زمین پر سے ذرا اچھل کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ حشام نے کہا "ہمارے مغربی آقا پوچھیں گے کہ طرم خاں کیسے مارا گیا تو جواب دوں گا' توبہ خانم کو رہائی دلانے والے پاکستانی صحافیوں نے بے چارے وفادار کتے کو مار ڈالا ہے۔"

اس نے پھر ایک اور فائر کرکے اسے ہمیشہ کے لئے خاموش کردیا اور پھر ہماری طرف گن سیدھی کی۔ میں نے زبیر خیری کے ذریعے پوچھا "آقا! کیا ان سب کو مار ڈالو گے؟"

"ابھی سوچ رہا ہوں۔ کتے کا وفادار بھی کتا ہی ہوتا ہے۔ گل احمد....."

اس نے اچانک ہی گولی چلادی۔ گل احمد سینہ تھام کر ڈگمگاتے ہوئے گر پڑا۔ مجھے کچھ سمجھنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ گل احمد کو طرم خاں کا وفادار سمجھ کر مار ڈالے گا۔ بے چارہ خواہ مخواہ مارا گیا۔

اب میں' پارس' توبہ خانم اور جلال شاہ رہ گئے تھے۔ میں نے سوچ لیا تھا وہ اس کے بعد گولی نہیں چلاسکے گا۔ میں زبیر خیری کے دماغ پر قبضہ جما کر اس پر قابو پالوں گا۔

اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حشام ربانی نے گن کو جھکا کر حکم دیا "ان چاروں کو اندر لے آؤ۔"

وہ اپنے دستِ راست زبیر خیری کے ساتھ غار کے اندر چلا گیا۔ چھ مسلح حواریوں نے ہمارے پیچھے اور دائیں بائیں بندوقیں تان لیں' ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ ہم ایک حواری کے پیچھے چلنے لگے۔ ایسے وقت توبہ خانم نے بے اختیار سہارے کے لئے پارس کا بازو تھام لیا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی "میں ڈرتا نہیں؟ لیکن بے شرمی کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ اسے مارنے کے

میرے پاس ہتھیار نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "وہ کمبخت ہتھیار کے بغیر مر رہا ہے اور تم اسی طرح مجھ سے لگی رہیں تو وہ اور جل بھن کر مرجائے گا۔"

ہم اندر پہنچے' وہ غار بہت وسیع و عریض تھا۔ یوں لگتا تھا پتھروں کو کاٹ کر مختلف کمرے اور راہداریاں بنائی گئی ہیں۔ دو حواریوں نے توبہ خانم کو گن پوائنٹ پر دوسری طرف چلنے کو کہا۔ اس نے پارس کو اور مضبوطی سے پکڑ لیا۔ حشام ربانی نے ناگواری سے پارس کو دیکھا پھر توبہ خانم سے پوچھا "کیوں عاشق کو جلا رہی ہو؟ کیا یہ تمہارا یار ہے؟"

وہ بولی "بکواس مت کرو۔ شرم سے ڈوب مرو۔ یہ پاکستانی میری عزت آبرو رکھنے کی کوششیں کرتا آرہا ہے اور تم میرے ہم وطن ہو کر مجھ پر بری نیت رکھتے ہو۔"

وہ ہنستے ہوئے مجھ سے بولا "اے نجومی! اپنے علم سے بتاؤ۔ کیا حسینہ اس جوان پر مرتی ہے؟"

میں نے کہا "نہیں۔ یہ لڑکی ضدی اور ارادوں کی پکی ہے۔ کسی سے عشق نہیں کرتی ہے۔ صرف سہارے کے لئے اس جوان کو پکڑ رکھا ہے۔"

وہ بولا "میں ایسا سہارا دوں گا کہ پھر اسے کسی کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

"میرا علم کہتا ہے کہ یہ حسینہ تمہارے مقدر میں ہے اور تم تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتے ہو۔"

زبیر خیری میری باتیں اسے سمجھا رہا تھا' وہ بولا "اس کا مطلب کیا ہوا کہ میں تنہائی میں کسی عورت سے نہیں ڈرتا ہوں؟"

"مطلب یہ کہ یہ دوشیزہ اسی صورت میں تمہارے ساتھ تنہا رہے گی جب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار ہوگا۔ کیا تم اپنی مردانگی پر بھروسا کرکے اس کی تسلی کے لئے اسے ایک چاقو دے سکتے ہو؟"

وہ ہنستے ہوئے بولا "بس اتنی سی بات ہے؟ کوئی بات نہیں جوانی کی سیج پر اس کے ہاتھ میں چاقو رہے گا تو میرے ہاتھ میں ریوالور۔ بھئی مزہ آجائے گا۔ زندگی میں پہلی بار چاقو اور ریوالور کے سائے میں عیاشی ہوگی۔ اسے ایک چاقو دو اور میرے حجرے میں لے جاؤ۔"

میں اس دوران توبہ خانم کے دماغ میں رہا۔ اس کی سوچ میں اسے سمجھاتا رہا "مجھے حوصلے سے کام لینا چاہئے۔ یہی کیا کم ہے کہ سہارے کے لئے میرے ہاتھ میں چاقو رہے گا۔ اگر میں اس کی جان لینے میں ناکام رہوں گی تو اپنے ہاتھوں اپنی جان دے کر عزت سے مرسکوں گی۔"

ایک حواری نے اسے ایک چاقو دیا پھر کہا "چلو ہمارے ساتھ۔"

دو حواری اسے نشانے پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ غار کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔ حشام ربانی نے حکم دیا کہ حماد اور جلال شاہ کو حراست میں رکھا جائے۔ میں نے پوچھا۔ "میرے لئے کیا حکم ہے؟"

"میں تمہارے علم کی سچائی دیکھنا چاہتا ہوں۔ اس لئے میرے سامنے کھڑے رہو اور میرے مستقبل کی باتیں بتاؤ۔"

میں زبیر خیری کے ذریعے جواب دے رہا تھا' میں نے کہا۔ "خیری! میں تمہارے آقا کا مستقبل کیا بتاؤں۔ اس کا صرف آج ہے۔ صرف ابھی ہے۔ یہ کل کا سورج نہیں دیکھے گا۔"

زبیر خیری نے غصے سے پوچھا "کیا بکواس کررہے ہو۔ تمہاری یہ باتیں آقا سے کہوں گا تو یہ ابھی تمہیں گولی ماردے گا۔"

پارس نے کہا "تم اپنے آقا سے نہ کہو تب بھی پیش گوئی درست ہوگی لیکن یہ ایک شرط پر زندہ رہ سکتا ہے کہ یہ مجھے اپنے ساتھ توبہ خانم کی تنہائی میں لے جائے۔ یہ تنہا جائے گا تو زندہ واپس نہیں آئے گا۔"

خیری نے تصدیق کے لئے مجھے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا "یہ درست کہتا ہے۔ میں اسے بتا چکا ہوں کہ حشام کی موت کیسے ہوگی۔ اپنے آقا کو سمجھاؤ کہ اس دوشیزہ کے پاس تنہا نہ جائے۔"

خیری ہماری باتیں حشام کو سمجھانے لگا۔ میں ان کی گفتگو کا ترجمہ خیری کی سوچ کے ذریعے سمجھ رہا تھا۔ حشام کہہ رہا تھا "مجھے یہ نجومی نہیں بہروپیا لگتا ہے۔ کیا یہ کوئی ماننے کی بات ہے کہ میں تنہا اس حسین بلا کے پاس جاؤں گا تو مارا جاؤں گا؟"

وہ بولا "آقا ستاروں کی چال سمجھ میں نہیں آتی۔ مقدر کے تماشے عجیب ہوتے ہیں۔ آپ تنہا نہ جائیں۔ ان کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے؟"

"کیا تمہارا سر مغز سے خالی ہے؟ ایک حسینہ کے ساتھ بند کمرے میں اس جوان کو لے جاؤں گا تو کیا یہ وہاں فاتحہ پڑھے گا۔"

"آپ ساتھ لے جائیں' پھر اسے وہاں سے بھگادیں اس طرح پیش گوئی کے مطابق آپ وہاں تنہا نہیں جائیں گے۔ بعد میں اسے نکال کر توبہ خانم کے ساتھ تنہا رہیں گے۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ہاں' وہ حسینہ اس جوان سے چپکی ہوئی تھی۔ اب میں اس کے سامنے اسے چپکاؤں گا۔ پھر اسے لات مار کر باہر کردوں گا۔"

وہ پارس کے پاس آیا۔ اُس کے ایک ہاتھ میں گن تھی اس نے دوسرے ہاتھ سے میرے ہی سامنے میرے بیٹے کا گریبان پکڑا۔ پھر اسے کھینچتا ہوا اس حصے میں جانے لگا۔ جہاں توبہ خانم کو رکھا گیا تھا۔

یوں گریبان پکڑ کر لے جانا' وہ بھی پارس کو؟ یہ توہین ہم باپ بیٹے برداشت نہیں کرسکتے تھے لیکن لے جانے والا ہماری نظروں میں بے چارہ تھا۔ چند گھڑیوں کا مہمان تھا' یہ حقیقت بھول گیا تھا کہ لوگ تھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔

موت ہمیشہ کے لئے انہیں گھسیٹ کر لے جاتی ہے۔

حسّام پارس کو کھینچتا ہوا اس کمرے میں آیا جہاں توبہ خانم ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی۔ قریب ہی ایک آرام دہ بستر بچھا ہوا تھا وہاں کسی کمرے کا دروازہ نہیں تھا۔ غار کے حصوں کو توڑ کر کمروں کی صورت دی گئی تھی۔ ادھر کوئی دروازہ لگانے والا مستری نہیں تھا۔

جب حسّام ربانی اس کمرے میں آرام کرنے آتا تھا تو کوئی حواری اس وقت تک ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا جب تک اسے طلب نہ کیا جائے۔ حسّام نے توبہ خانم کے سامنے پارس کو دھکا دے کر کہا "دیکھ تیرا یار میرے سامنے کیسا چوہا ہے۔ اب بتا چوہے سے یاری کرے گی یا شیر سے؟"

وہ بولی "میں نے کسی سے یاری نہیں کی۔ مگر اس نوجوان کی شخصیت کے سامنے تم مٹی دھول ہو۔ اگر شیر ہو تو نہتے ہو کر اسے چوہا بناؤ۔"

"ملک اور عورت کو فتح کرنے کے لئے ہتھیار لازمی ہوتے ہیں۔"

پارس نے کہا "میں ہتھیار کے بغیر بھی تمہارے سامنے اس دوشیزہ کو جیت سکتا ہوں کیونکہ اس شریف زادی کو صرف محبت اور شرافت سے جیتا جاسکتا ہے۔ ہتھیار تو تمہارے لئے ضروری ہے۔ اس لئے اپنی یہ گن مجھے دے دو۔"

اس کی بات ختم ہوتے ہی حسّام کے سامنے جیسے بجلی کوند گئی۔ پارس نے اتنی پھرتی سے حملہ کیا تھا کہ اس کی نظریں اِدھر سے اُدھر ہوتی رہی تھیں۔ کیونکہ حملے کرنے والا بجلی کی طرح کبھی اِدھر لپک رہا تھا کبھی اُدھر کڑک رہا تھا۔ اسے اپنے بچاؤ کی کوششوں میں ہاتھ سے نکل جانے والی گن کو دوبارہ حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔

وہ پہاڑوں میں رہ کر پہاڑ جیسا سخت اور قد آور تھا۔ دو بندوں کو بغل میں دبوچ کر بے ہوش کر دیتا تھا۔ لیکن فری اسٹائل کا فن نہیں جانتا تھا۔ پھر پہلے کبھی ایسے فولادی جوان سے پالا نہیں پڑا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں ایسے چلتے تھے جیسے بدن پر لوہے کی سلاخیں پڑ رہی ہوں۔

جب اس نے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں دیکھی تو چیخ کر اپنے حواریوں کو پکارنے لگا۔ پارس فوراً ہی زمین پر سے گن اٹھا کر اسے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے آدمیوں کو واپس جانے کا حکم دو۔"

کئی مسلح افراد دروازے پر آکر رک گئے کیونکہ ان کا آقا نشانے پر تھا۔ حسّام نے کہا "جاؤ چلے جاؤ ادھر کوئی نہیں آئے گا۔"

وہ پس و پیش میں رہے اپنے آقا کو موت کے منہ میں چھوڑ کر جانا نہیں چاہتے تھے۔ میں نے زبیر خیری کے دماغ پر قبضہ جمایا اس نے کلاشنکوف سے اپنے چار بندوں کو مار گرایا۔ پھر کہا "تم لوگوں نے آقا کا حکم نہیں سنا۔ وہ ادھر سے جانے کو بولتا ہے۔"

باقی تین حواری حسّام کے دروازے سے واپس چلے گ[ئے]

ادھر پارس نے کہا "اب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے لیکن تجھے پتہ ہے کہ میں ہتھیار کے بغیر توبہ خانم کا دل جیت رہا ہوں اور تمہ[یں] نفرت مل رہی ہے۔"

وہ ایک قدم آگے بڑھ کر اُس پر تھوکتے ہوئے بولی "م[یں] شیطان پر تھوکتی ہوں اور تمہارے جیسے انسان کو سلام کرتی ہو[ں] اسے گولی مار دو۔"

"نہیں خانم! جس طرح ہم طرم خاں کو یرغمال بنا کر اس حواریوں کے خون خرابے سے بچ گئے تھے اسی طرح ایک [گ]... چلائے بغیر اسے یہاں سے لے چلیں گے۔ چلو حسّام اٹھو۔"

وہ بے بسی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ دروازے کی طرف د[یکھنے] لگا۔ جیسے فرار کا راستہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر وہ جھنجلا کر بولا "خیر[ی] کہاں ہو؟ مجھے اس ذلت سے نکالو۔ اسے جہنم میں پہنچا دو۔"

میں زبیر خیری کے اندر تھا۔ وہ دروازے پر آکر اس کا ن[شانہ] لیتے ہوئے بولا "یہ لوگ تمہیں ذلت نہیں دے رہے ہیں۔ ع[زت] اور ذلت دینے والا خدا ہے۔ تم نے توبہ خانم کی ذلت کا ارا[دہ کیا] جس کا ارادہ کیا' وہی ذلت تمہیں مل رہی ہے۔"

"تم میرے نمک خوار ہو کر ایسی باتیں کر رہے ہو؟ می[رے] دوسرے وفادار کہاں ہیں؟"

پارس نے اسے ایک لات مار کر کہا "باتیں نہ کرو۔ [چپ] رہو۔"

وہ کمرے سے نکلتے ہوئے بولا "خیری! ان کی زبان میں ا[نہیں] سمجھاؤ کہ یہ یہاں سے زندہ نہیں جائیں گے۔"

خیری نے اسے پیچھے سے دھکا دیتے ہوئے کہا "جس کے [ہاتھ] میں اسلحہ ہوتا ہے' وہی آقا کہلاتا ہے۔ تم خالی ہاتھ ہو' محکوم [اور] مجبور ہو۔ یہاں کوئی تمہارے حکم کی تعمیل نہیں کرے گا۔"

وہ مجبور ہو کر قیدی کی حیثیت سے چل رہا تھا اور دور کھ[ڑے] ہوئے خاموش نمک خواروں کو ایک تماشائی بنتے دیکھ رہا تھا۔ [غار] سے باہر بھی اس کے محافظوں نے اس کی سلامتی کی خاطر ہ[تھیار] پھینک دیئے۔ ہم پھر نالے کے پانی میں اتر کر اپنی گاڑی میں آ[ئے]۔ زبیر خیری نے نالے کے کنارے ایک چٹان پر کھڑے ہو کر بلند [آواز] میں کہا "معزز مہمانوں کو جانے دو۔ جب تک یہ نظروں سے او[جھل] نہیں ہوں گے تب تک کوئی زمین سے ہتھیار نہ اٹھائے۔"

گاڑی چل پڑی حسّام ربانی ہمارے درمیان قیدی بنا ہوا تھا۔ ہم سے صلح صفائی اور لین دین کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔ [توبہ] خانم نے کہا "یہاں صلح صفائی کی بات نہ کرو۔ آگے جا کر [ت]... صفایا ہو جائے گا۔"

آگے کئی میل جانے کے بعد اس نے کہا "گاڑی روک[و]۔ میں اس کتے کے ساتھ سفر نہیں کروں گی۔"

گاڑی رک گئی۔ وہ باہر نکل کر حسّام سے بولی "اے نیچے آؤ۔"

حسّام نے ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ سمجھنا چاہتا تھا کہ ہم اسے چھوڑ کر آگے چلے جائیں گے یا گولی ماریں گے۔

توبہ خانم گاڑی کے آگے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چلی گئی تھی اس کی مٹھی میں چاقو کا پھل چمک رہا تھا۔ حسّام ربانی اس کی طرف آیا تو وہ بولی "تم میری عزت سے کھیلنا چاہتے تھے۔ آؤ کھیلو' میرے ہاتھ سے چاقو چھین لو۔ مجھے بے بس کر دو۔"

حسّام نے سر گھما کر گاڑی کی سمت دیکھا۔ وہ ہماری طرف ہاتھ اٹھا کر بولی "کوئی گاڑی سے باہر نہ آئے۔ مجھے اغوا کرنے والوں میں ایک طرم خاں مارا گیا۔ دوسرے کو میں قتل نہیں کروں گی تو انتقامی جذبے کو تسکین نہیں ملے گی۔"

میں نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا "حسّام! یہ ہمارا وعدہ ہے۔ ہم میں سے کوئی تمہارا ہاتھ روکنے نہیں آئے گا۔"

گائیڈ جلال نے پوچھا "مسٹر ارسلان! کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دوشیزہ کو ظالم کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔"

میں نے کہا "وہ تمہاری قوم کی بیٹی ہے۔ افغان بچی ہے' تماشا دیکھو۔"

وہ اس کے ہاتھ سے چاقو چھیننے کے لئے پینترے بدل رہا تھا۔ وہ بھی حملہ کرنے کے انداز میں اس کے پینتروں کو دیکھ رہی تھی۔ حسّام نے اچانک ہی اچھل کر اس پر چھلانگ لگائی' خانم جھک گئی پھر اس نے پسلی میں چاقو مارتے ہوئے اسے اپنے سر کے اوپر سے گزار دیا۔ وہ اس کے پیچھے پانی میں جا کر چھپاک سے گرا۔ پانی کے چھینٹے دور تک اچھلتے ہوئے گئے۔ پھر وہ سنبھل کر اٹھنے لگا۔ اس کی قمیص اور آس پاس کا پانی لہو سے سرخ ہو رہا تھا۔

جب روسی جارحیت کے باعث جنگ شروع ہوئی تھی۔ تب توبہ خانم چھ برس کی بچی تھی۔ اس کے بچپن کی معصومیت کو جنگ کی تباہ کاریوں نے کھا لیا۔ اس نے چودہ برس تک کوئی لوری یا موسیقی نہیں سنی۔ راکٹ لانچروں اور توپوں کی گھن گرج سنتی رہی۔ اس نے پریوں اور شہزادے کے خواب نہیں دیکھے۔ ظالموں اور درندوں کے خوفناک چہرے دیکھے۔ کبھی کابل' کبھی جلال آباد' کبھی خوست اور کبھی پکتیا کے علاقوں میں جان بچانے' دشمنوں کو فریب دے کر نکل جانے کے عملی تجربات سے گزرتی رہی۔ وہ چھ برس کی بچی جو طویل جنگ کے دوران بارود کی فضا میں سانس لیتی ہوئی جوان ہوئی' بھلا اسے ایک عیاش کیسے زیر کر سکتا تھا؟

میں نے اس کے خیالات سے اس کی ہسٹری پڑھنے کے بعد ہی اسے حسّام کے مقابلے میں تنہا چھوڑا تھا۔ پہلے اس نے مردانہ شہ زوری کے غرور میں حملہ کیا تھا۔ توبہ خانم کے ایک ہی وار نے سمجھا دیا کہ مردانگی نہیں چلے گی۔ وہ زخمی پسلی کو تھام کر حملہ کرنے سے زیادہ بچنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کی نظریں چاقو پر تھیں۔

اگر چاقو کسی طرح پانی میں گر جاتا تو وہ ایک مرد کا مقابلہ ہاتھ پاؤں سے نہیں کر سکتی تھی۔

وہ دونوں پینترے بدل رہے تھے۔ موقع کی تاک میں تھے۔ حسّام نے اچانک ہی جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی کو اس کی طرف اچھالا۔ پانی اس کے چہرے اور آنکھوں میں آیا۔ اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے ذرا سا منہ گھمایا۔ حسّام نے ہاتھ پر لات ماری' چاقو ہاتھ سے نکل کر اچھلتا ہوا ایک جگہ پانی میں چلا گیا۔

وہ دوڑتا ہوا ادھر آیا۔ پانی میں جھک کر دونوں ہاتھوں سے ٹٹولنے لگا۔ چاقو ڈھونڈنے لگا۔ توبہ خانم نے پیچھے سے لات ماری تو وہ پانی میں اوندھا ہو کر قلابازی کھاتا ہوا ذرا دور گیا۔ سانس رکنے لگی تو پانی سے بڑبڑا کر ابھرا۔ وہ اتنی دیر میں ایک بڑا پتھر دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر تیار کھڑی تھی۔ اس کے ابھرتے ہی پتھر سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے چیخ نکلی جیسے آسمان سے زندگی کی بھیک مانگ رہا ہو۔ پھر وہ آسمان کی طرف سر اٹھائے آہستہ آہستہ پانی میں چاروں شانے چت گر پڑا۔ ڈوبنے کے بعد دم گھٹنے لگا تو توانائی نہ رہنے کے باوجود سانس لینے کے لئے سر اٹھایا۔ توبہ خانم نے اپنا ایک پیر اس کے منہ پر رکھا۔ وہ پھر ڈوب گیا۔ اس میں اتنی سکت نہیں رہی تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں کو حرکت دے کر اپنے منہ پر سے ایک عورت کا پیر ہٹاتا۔ جسے وہ اپنے پیروں میں لانا چاہتا تھا اسی کے پیر تلے زندگی ہار گیا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی طرح پاؤں رکھے کھڑی رہی۔ سنسناتی ہوئی ہوائیں پہاڑیوں کے درمیان گونج رہی تھیں۔ سر بہ فلک پہاڑوں کی چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ انسان کیا چیز ہے؟ کس عورت کے قدموں تلے ہونے والی موت سے دوسرے شہ زوروں کو بھی عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ دراصل شہ زور کو کمزور عورت نہیں مارتی' غرور مارتا ہے۔

وہ پاؤں ہٹا کر پیچھے ہٹ گئی۔ گاڑی کی طرف آتے ہوئے جھک جھک کر دونوں ہاتھوں سے پانی لیتے ہوئے اپنے لباس سے لہو کے دھبے دھوتی رہی۔ پارس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔ دروازہ بند کر لیا۔ پھر گاڑی آگے بڑھ گئی۔

ہم نے زبیر خیری اور دوسرے حواریوں کو کئی میل پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہاں سے چلتے وقت میں نے خیری کے دماغ پر قبضہ جمائے رکھا تھا تاکہ وہ تعاقب میں نہ آئیں۔ پھر توبہ خانم اور حسّام کی جنگ شروع ہونے سے پہلے خیری کو آزاد چھوڑا تو وہ چونک کر خود کو اور ساتھیوں کو دیکھنے لگا۔ حیرانی سے بولا "کیا میں خواب دیکھ رہا تھا یا یہ حقیقت ہے؟ میں نے دیکھا یہاں آنے والے پاکستانی ہمارے آقا کو پکڑ کر لے گئے ہیں اور میں آقا کو ان کے حوالے کر رہا ہوں۔"

ایک نے کہا "یہ سچ ہے۔ تم نے ایسا کیا ہے' وہ لوگ ہمارے

آقا کو لے گئے ہیں اور تم اس کے ذمے دار ہو۔"

پھر سب ہی کہنے لگے "تم ذمے دار ہو' تم ذمے دار ہو۔ تم آقا کے دشمن ہو۔ اسے دشمنوں کے حوالے کرکے یہاں اس کی جگہ لینا چاہتے ہو۔"

وہ گھوم گھوم کر ایک ایک کو دیکھ رہا تھا۔ سب اسے لعن طعن کررہے تھے۔ حشام کے کئی وفاداروں نے اسے نشانے پر رکھا۔ وہ ہاتھ اٹھا کر بولا "ٹھہرو' میری بات سن لو۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں میں نے آقا سے غداری نہیں کی ہے۔ وہ دونوں پاکستانی جادوگر ہیں انہوں نے مجھے....."

ٹھائیں سے گولی چلی اور اس کے شانے کی ہڈی کو توڑتی ہوئی گزر گئی۔ وہ لڑکھڑا کر گرتے گرتے سنبھلتے ہوئے بولا "میں... میں آقا کو واپس لاؤں گا۔ مجھے مہلت دو۔"

دوسری گولی اس کے سینے میں لگی۔ وہ اچھل کر زمین پر گر پڑا۔ گولی مارنے والے نے کہا "خنزیر کے بچے نے ہماری آنکھوں کے سامنے آقا سے دشمنی کی اور ہمارے ہی منہ پر غداری سے انکار کررہا تھا۔"

میں اس کے بعد کچھ نہ سن سکا۔ اسی لمحہ میں خیری نے دم توڑ دیا تھا چلتے وقت ایک غلطی ہوئی کہ ہم نے حشام کا موبائل فون نہیں لیا۔ اب اس کے حواری دوسرے علاقوں کے ساتھیوں کو ہماری مہم جوئی کی رپورٹ پہنچا رہے ہوں گے۔

میں یہ باتیں پارس وغیرہ سے نہ کہہ سکا کیونکہ اس وقت توبہ خانم نے حشام کو مقابلے کے لئے چیلنج کیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ گولے بارود اور آگ اور خون کی فضاؤں میں پرورش پانے والی لڑکی بہت دلیر اور سخت جان ہے لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ دشمنوں پر کس طرح غالب آتی ہے۔ اس لئے میں اس کے دماغ میں موجود رہا۔ تاکہ حشام غالب آئے تو میں توبہ خانم کی مدد کروں۔ لیکن ایسی نوبت نہیں آئی۔ اس لڑکی نے بڑے اعتماد سے جنگ جیت کر میرا دل خوش کردیا۔

جب وہ پارس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور گاڑی آگے بڑھنے لگی تو میں نے گائیڈ سے کہا "جلال شاہ! ہم سے ایک بھول ہوگئی۔ ہمیں حشام کا موبائل فون وہاں چھوڑ کر نہیں آنا چاہئے تھا۔ آگے کی منزلوں میں توبہ خانم کے دشمنوں کو خبریں پہنچ رہی ہوں گی۔"

وہ بولا "مسٹر ارسلان! کیا فرق پڑتا ہے۔ ہم طرم خاں کا موبائل فون لے آئے تھے۔ پھر بھی حشام کو اطلاع مل گئی تھی۔ یہاں ہر گروہ اور ہر قبیلے میں ایک دوسرے کے جاسوس گھسے ہوئے ہیں۔ ویسے ایک بات مجھے الجھا رہی ہے۔"

"کون سی بات؟"

"یہی کہ دشمنوں کے جو دستِ راست اور معتمد خاص ہوتے ہیں وہ اچانک ہمارے حمایتی کیسے بن جاتے ہیں۔ طرم خاں کا وفادار گل احمد کسی وجہ کے بغیر ہمارا دوست اور اپنے آقا کا دشمن بن گیا تھا۔"

میں نے کہا "اس میں حیرانی کی کیا بات ہے' اس کا ضمیر بیدار ہوگیا تھا۔"

"کیا زبیر خیری کا بھی ضمیر بیدار ہوگیا تھا۔ اس نے اچانک حشام کی مخالفت کی اور ہمیں وہاں سے فرار ہونے کا موقع دیا بلکہ اپنے آقا کو بھی مارنے کے لئے ہمارے حوالے کردیا۔"

میں نے کہا "صاف ظاہر ہے' وہ حشام ربانی کی جگہ سردار بننا چاہتا تھا۔"

"مسٹر ارسلان! میں یقین سے کہتا ہوں کہ حشام کے وفاداروں نے اسے قتل کردیا ہوگا۔ حشام کے قبیلے میں خیری جیسے ملازموں کو کبھی سردار تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔"

توبہ خانم نے کہا "اب مجھے یاد آرہا ہے کہ خیری نے اپنے آقا کے خلاف ہمارا ساتھ دیا تھا۔ اور وہ گل احمد بھی میرا دشمن تھا۔ اسی نے طرم خاں کی حویلی کے ایک کمرے میں مجھے بند کیا تھا۔ واقعی سوچو تو سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر مقام پر میری عزت کے دشمن کیسے مہربان ہوتے گئے؟"

پارس نے ان کے تجسس کو مذاق میں اڑانے کے لئے کہا "جس طرح وہ دشمن دوست ہوگئے اسی طرح جی چاہتا ہے دوست سے دشمن ہو جاؤں۔"

وہ بولی "اس سے کیا حاصل ہوگا؟"

"مجھے کچھ حاصل نہیں کرنا ہے۔ میں سچ کہہ رہا ہوں' میرے اندر کچھ ہو رہا ہے۔ شدید تحریک پیدا ہو رہی ہے کہ میں دشمن بن کر جھپٹ پڑوں۔"

جلال شاہ نے گاڑی روک کر پیچھے دیکھتے ہوئے کہا "کیا کہہ رہے ہو؟ ایسی تحریک پیدا ہو رہی ہے؟"

"ہاں' پتا نہیں یہاں کی فضا میں ایسی کیا بات ہے کہ دشمن دوست اور دوست دشمن ہو جاتے ہیں۔ توبہ خانم! توبہ توبہ کرتے ہوئے التجا کرتا ہوں' اگر تم پر جھپٹ پڑوں تو مجھے دشمن نہ سمجھنا۔"

وہ مسکراتی ہوئی بولی "میں کبھی تمہیں دشمن نہیں سمجھوں گی۔ تم نے جس انداز میں حشام کی پٹائی کی اور مجھے عزت و آبرو سے لے آئے میں یہ بات کبھی نہیں بھولوں گی۔"

پارس فرانسیسی زبان میں بڑبڑایا "پاپا! یہ پھسل رہی ہے۔"

وہ بولی "کیا تم کچھ کہہ رہے ہو؟"

"میں اپنی زبان میں شکر ادا کر رہا ہوں کہ تمہارے کام آنے کا موقع ملا۔"

میں نے خیال خوانی کے ذریعے کہا "بیٹے! یہ لڑکی عشق و محبت نہیں جانتی ہے۔ بچپن سے اب تک اس کے اندر ٹینک' طیارہ شکن راکٹ لانچر اور اسٹنگر میزائل کے فولادی ٹکڑے بھرتے رہے ہیں۔ اس کا دل' اس کا دماغ اور اس کا مزاج سب فولاد کے ہیں

"یہ سن کر افسوس ہو رہا ہے پاپا! یہ سپر طاقتیں دوسرے ملکوں میں جنگیں چھیڑ کر کتنا ظلم کرتی ہیں۔ کیا کسی امن و امان والے ملک کے لوگ یہ سوچ سکتے ہیں کہ افغانستان کی ایک لڑکی نے کبھی کھلتے ہوئے پھول نہیں دیکھے' صرف گولے اور بارود دیکھتی رہی ہے۔"

پھر پارس نے اس سے پوچھا "تمہاری تعلیم کتنی ہے؟"

وہ بولی "تعلیم ہے اے ون گن شوٹنگ۔ ہر طرح کے ہتھیار استعمال کرسکتی ہوں۔ گوریلا جنگ لڑسکتی ہوں۔ تاریکی میں راستے پہچان سکتی ہوں۔ آہٹ سن کر بتا سکتی ہوں کہ دشمن کتنے فاصلے پر ہیں اور کس سمت سے آرہے ہیں۔"

"میں اسکول اور کالج کی تعلیم کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔"

وہ ہنسنے لگی' پھر بولی "چودہ برس سے کسی اسکول کا دروازہ نہیں کھلا۔ موجودہ نسل کے کسی افغانی جوان کو تعلیم نصیب نہیں ہوئی۔"

"تم انگریزی اتنی روانی سے کیسے بولتی ہو۔"

"میں چھ برس تک ریڈ کراس سوسائٹی میں رہی۔ آدھی ڈاکٹر بن گئی ہوں۔ گولی جسم کے کتنے ہی گہرے حصے میں گھس جائے آپریشن کرکے نکال دیتی ہوں۔ میں نے وہاں انگریزی سیکھی۔ ایک برس روسیوں کی قید میں رہی۔ روسی زبان اور ازبک زبان سیکھ لی۔ مجھے ازبکستان کی ایک جیل میں رکھا گیا تھا۔"

"تمہاری جیسی دلیر لڑکی سے ہمدردی نہیں کرنا چاہئے' تم پر فخر کرنا چاہئے۔"

جلال شاہ نے رات کے دو بجے اس نالے سے گاڑی نکالی ہم نے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور تک کچھ جلے ہوئے درخت اور مرجھائی ہوئی ہریالی دیکھی۔ جنگ نے قدرتی مناظر کے حسن کو بھی مار ڈالا تھا۔ اب پہاڑیاں بہت دور نظر آرہی تھیں۔ چاند بھی نکل رہا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "یہاں سے پندرہ میل کے فاصلے پر کوچی قبیلہ آباد ہے۔ منان کوچی کی مجاہدانہ عظمت کے پیشِ نظر اب کوئی کوچی باشندوں کو ڈاکو اور رہزن نہیں کہتا ہے۔ انہوں نے اپنی طرزِ زندگی بدل ڈالی ہے۔ مجھے یقین ہے وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گے۔"

میں نے پوچھا "کیا اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے؟"

"دوسرا راستہ بہت لمبا اور پیچیدہ ہے ہم جلال آباد ہو کر پل چرخی سے گزرتے ہوئے کابل پہنچیں گے۔ پتا نہیں راستے میں کن قبیلوں اور گروپوں سے سابقہ پڑے گا۔ میں ادھر کا نہیں ادھر کا راستہ بہتر جانتا ہوں۔"

"تو پھر ادھر چلو۔ جو ہوگا' خدا کی مرضی سے ہوگا۔"

جلال شاہ نے مجھے ٹنکی میں پٹرول ڈالنے کے لئے کہا۔ پھر موبائل فون لے کر رابطہ کرنے لگا۔ میں پٹرول ڈالتے وقت اس کے خیالات پڑھ رہا تھا۔ وہ رابطہ ہونے کے بعد مقامی زبان میں کہہ رہا تھا "ہیلو' میں جلال شاہ بول رہا ہوں۔ کمانڈر مسعود بیگ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

دوسری طرف سے آواز آئی "ہیلو جلال شاہ' میں مسعود بیگ بول رہا ہوں' کہو خیریت سے ہو؟"

"خدا کا شکر ہے۔ میں میران شاہ سے آرہا ہوں۔ میرے ساتھ دو پاکستانی صحافی اور حاتم شہریار کی بہن توبہ خانم ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مجھے پتا ہے۔ یہاں ایک گھنٹہ پہلے اطلاع پہنچ گئی تھی کہ تم لوگوں نے طرم خاں اور حشام ربانی کو ٹریپ کیا تھا۔ حشام نے طرم خاں کو گولی ماردی۔ یہ بتاؤ حشام کا کیا بنا؟"

"وہ خانم کی عزت کا دشمن بن گیا تھا۔ خانم نے اسے اپنے ہاتھوں سے ہلاک کردیا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ تو لطیفہ سنا رہے ہو' پہاڑ جیسے حشام کو ایک چیونٹی نے کاٹ کر گرادیا؟"

"یہ سننے میں لطیفہ لگتا ہے۔ یہ غضب ناک لڑکی ہے۔ زبردست جنگ باز ہے۔ حشام کو ہماری آنکھوں کے سامنے صرف دس منٹ میں ہلاک کردیا تھا۔"

"چلو مان لیتا ہوں۔ آگے بولو۔ کیا اس کے بھائی حاتم شہریار کے پاس جارہے ہو؟"

"ہاں' ابھی تمہارے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ وہاں دو تین گھنٹے آرام کریں گے۔ پھر صبح ہوتے ہی آگے چل پڑیں گے۔"

کمانڈر مسعود بیگ نے کہا "یار جلال شاہ! تم میرے علاقے سے نہ گزرو۔"

"کیوں؟ بات کیا ہے؟"

"توبہ خانم کے بھائی سے ہماری کشیدگی ہے۔ کابل میں اقتدار کی جو سرد جنگ جاری ہے اس میں حاتم شہریار ہمارا حریف ہے۔"

"اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"تعلق ہے۔ توبہ خانم یہاں آئے گی' ہم اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں گے' اسے عزت دیں گے۔ لیکن ہماری نادانستگی یا بے خبری میں کسی نے اسے نقصان پہنچایا تو حاتم شہریار اسے سیاسی دشمنی کا نام دے گا۔"

وہ قائل ہو کر بولا "ایسا ہو سکتا ہے۔ جب سے توبہ خانم ہماری پناہ میں آئی ہے۔ ہم یہی دیکھ رہے ہیں کہ کوئی جنسی ہوس اور کوئی اقتدار کی ہوس پوری کرنے کے لئے اس لڑکی کو ٹارگٹ بنا رہا ہے۔"

"اسی لئے کہتا ہوں یہاں سے کابل تک جس مال کی چھین جھپٹ ہو رہی ہو اسے ادھر نہ لاؤ۔"

"میرے دوست کمانڈر! جلال آباد والا راستہ بہت لمبا ہے۔"

"تم ادھر نہ جاؤ۔ ہمارے علاقے سے دس میل مغرب کی سمت گھوم کر حمزہ کے پختہ راستے پر آجاؤ۔ یہ مسافت زیادہ نہیں ہوگی۔ تم مہمانوں کے ساتھ صبح آٹھ بجے تک کابل پہنچ جاؤ گے۔"

میں اس انتظار میں تھا کہ وہ اپنی زبان بولنے کے دوران شاید

انگریزی میں بولیں گے' جیسا کہ لوگوں کی عادت ہوتی ہے لیکن وہ اپنی ہی زبان پر ڈٹے ہوئے تھے۔ میں جلال شاہ کے ذریعے کمانڈر مسعود بیگ کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ مگر اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔

اس سے دلچسپی اس لئے پیدا ہوگئی تھی کہ وہ توبہ خانم کے بھائی کا سیاسی مخالف تھا اور انسانیت اور شرافت کے مطابق سیاسی معاملہ میں توبہ خانم کی طرف سے کوئی الزام اپنے سر نہیں لینا چاہتا تھا۔

میں نے جلال شاہ کو بے اختیار انگریزی بولنے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "تم نے اچھا مشورہ دیا ہے۔ میں تمہارے علاقے سے کترا کر نکل جاؤں گا۔"

جب ایک انگریزی بولتا ہے تو دوسرا بھی وہی زبان بولنے لگتا ہے۔ کمانڈر بیگ نے کہا "توبہ خانم سے کہہ دینا۔ میں اس کے بھائی کا مخالف ہوں مگر عورت کی عزت کرتا ہوں اور اس کی سلامتی کا خواہاں ہوں۔"

رابطہ ختم ہوگیا۔ میں کمانڈر مسعود بیگ کے دماغ میں آگیا۔ اس کے کمرے میں دو مسلح ماتحت کھڑے ہوئے تھے اس کا ایک خاص ماتحت میز پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔ کمانڈر بیگ نے اسے مخاطب کیا "ہاشم!"

"یس سر!" وہ اٹھ کر ادب سے کھڑا ہوگیا۔

کمانڈر نے کہا "اب اونٹ پہاڑ کے نیچے آئے گا۔ وہ لعنتی شہریار خود کو بہت بڑا سیاست داں سمجھتا ہے۔ میں اس کی سیاست کی دھجیاں اڑادوں گا۔ چلو اپنے پندرہ مسلح جوانوں کو تیار کرو۔ میں انہیں سمجھاؤں گا کہ حملہ کہاں کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے؟ اور توبہ خانم کو کہاں سے کہاں پہنچانا ہے؟"

وہ ابھی اپنے جوانوں کو حملے کی پوری تفصیل سمجھانے والا تھا لیکن میں اس کے چور خیالات سے پہلے ہی سمجھ چکا تھا خیال خوانی کے دوران دور ایک پہاڑی کی طرف تک رہا تھا۔ جلال شاہ نے آکر پوچھا "برادر! کیا سوچ رہے ہو؟"

میں نے چونک کر کہا "کچھ نہیں' بس یونہی' یہ بتاؤ بات ہوگئی؟"

"ہاں کمانڈر مسعود بیگ نے مشورہ دیا ہے کہ ہم توبہ خانم کو اس کے علاقے میں نہ لائیں کیونکہ اس کے بھائی سے سیاسی دشمنی ہے۔ اس نے ہمیں ایک اور راستہ بتایا ہے۔ اس راستے سے جانا مناسب ہوگا۔"

میں نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ خانم اور حماد کہاں ہیں؟"

"میں بھی یہی پوچھنے والا تھا۔ انہیں تنہا کہیں دور نہیں جانا چاہئے۔"

میں نے خانم کے پاس آکر دیکھا۔ وہ دونوں ٹہلتے ہوئے ایک چھوٹی سی پہاڑی کے دوسری طرف چلے گئے تھے۔ اس لئے جا... میں نظر نہیں آرہے تھے۔ خانم نالے کے شفاف پانی میں پاؤ... ڈالے ایک پتھر پر بیٹھی ہوئی تھی' چاندنی میں پانی کی ابھرتی ہو... لہریں چاندی کی طرح چمک رہی تھیں۔ وہ خوش ہو کر کبھی چاندنی... کبھی لہروں کی چاندی کو دیکھ رہی تھی۔

پارس نے پوچھا "کیا یہاں اچھا لگ رہا ہے؟"

وہ لہروں پر دونوں پاؤں مارتے ہوئے بولی "بہت اچھا لگ... ہے۔ پہلے بارود کے دھوئیں میں یہ چاند' یہ چاندنی اور یہ چمکتی... لہریں میلی میلی دکھائی دیتی تھیں۔ آج ہر چیز صاف ہے۔ ایسا... ہے۔ پہلے جنگ نے آنکھیں چھین لی تھیں۔ آج آنکھیں ملی ہی... آج نظر بھی ہے' نظارے بھی ہیں۔"

پارس نے کہا "کئی ماہ سے جنگ جاری نہیں ہے' بارو... دھواں بھی نہیں ہے۔ پھر آج یہ چاندنی دل کو کیوں چھو رہی ہے؟"

"آں؟" اس نے چونک کر پارس کو دیکھا۔ پھر چاند کو دیکھ... پھر پارس کو دیکھا پھر لہروں کی بہتی ہوئی چاندی کو دیکھا۔ لہروں... ہواؤں کی سنگت سے رس بھرا ترنم ابھر رہا تھا۔ ایسا ابھی ابھی... تھا۔ آنکھوں سے نظاروں کے حسن کی پہچان ہو رہی تھی۔ کا... میں سُر سنگیت کا رس ٹپک رہا تھا۔ سانسوں میں ہوا معطر ہو رہی... اور دل میں لہروں کی چاندی بج رہی تھی۔

پارس نے کہا "کسی کی شخصیت سے ماحول بدل جاتا... ابھی کوئی دشمن تمہارے سامنے ہوتا تو نظاروں کا یہ حسن م... نظارہ موجود ہوتا مگر تمہیں صرف دشمن کی کمینگی دکھائی دیتی۔"

وہ بولی "تم نے بہت اچھی بات کہہ دی۔ تمہارے... دوست کی موجودگی میں یہ دنیا میرے لئے خوب صورت... ہے۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جلال شاہ کہہ رہا تھا "چ... انہیں تلاش کریں۔"

میں نہیں چاہتا تھا کہ ہم ان کی تنہائی میں مخل ہوں۔ مید... مخالف سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "میں نے دونوں کو اُدھر... دیکھا تھا۔"

"تو پھر اُدھر ہی چلتے ہیں۔ ذرا چہل قدمی ہو جائے گی... گھنٹوں گاڑی میں بیٹھے رہے ہیں۔"

میں نے اسے دور لے جانے کے لئے باتوں میں الجھا... ہوئے پوچھا "یہ کمانڈر مسعود بیگ کیسا آدمی ہے؟"

"بہت زبردست مجاہد ہے۔ مگر سیاست میں پڑگیا ہے۔"

پھر سیاسی گفتگو چھڑ گئی۔ میں اسے سیاست کی دلدل میں... لے گیا۔ مجھے پتا نہیں دوسری طرف کیا ہو رہا تھا۔ یہ بعد میں... ہوا وہاں ان کی تنہائی میں مداخلت شروع ہوگئی تھی۔

ایک گاڑی نالے کے پانی کے چھینٹے اڑاتی آرہی تھی۔ اور پارس ایک بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپنے کے لئے دوڑتے... لیکن آنے والوں نے انہیں دیکھ لیا تھا۔ وہ گاڑی کو نالے سے نکال کر خشکی پر لا رہے تھے۔

پارس نے کہا "ہو سکتا ہے انہوں نے ہمیں دیکھا ہو۔ یہ جگہ بدل دو۔ تم زمین پر رینگتی ہوئی ادھر جاؤ۔"

"اور تم؟"

"میں آنے والوں کے پیچھے پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

وہ دونوں زمین پر لیٹ گئے اور دو مخالف سمتوں میں رینگتے ہوئے جانے لگے۔ پارس کچھ دور جانے کے بعد اٹھ گیا۔ پھر جھکتا ہوا پھلانگتا ہوا ایک پتھر سے دوسرے پتھر ایک ٹیلے سے دوسرے کی طرف جانے لگا۔ اس کی نظر آنے والوں پر تھی۔ وہ گاڑی کو خشکی پر لے آئے تھے اور اب اس میں سے نکل کر دور تک نظر دو... رہے تھے۔

وہ تعداد میں پانچ تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے' اپنی اپنی گنوں کو چیک کر رہے تھے۔ ایک شخص انہیں ہاتھ کے اشارے سے مختلف سمت جانے کے لئے کہہ رہا تھا۔ گویا وہ چاروں طرف سے گھیرنا چاہتے تھے۔ ایک مسلح شخص دوڑتا ہوا اس ٹیلے کے پاس آیا جس کے پیچھے پارس موجود تھا۔ وہاں پہنچتے ہی وہ ٹھٹک گیا۔ پھر اسے صرف ٹھٹکنے کی مہلت ملی۔ پارس نے کلاشنکوف کا دستہ اس کے سر پر دے مارا۔ اس کے حلق سے کراہ بھی نہ نکل سکی ایسے میں وہ زمین پر گرتا تو دھپ سے آواز ہوتی۔ اس نے گرتے ہوئے کو تھام لیا۔ گرتے ہوئے کو تھامنا نیکی ہے۔ اس نے چپ چاپ اسے نیکی سے زمین پر لٹا دیا۔

اسے قریب سے دیکھنے کے بعد معلوم ہوا۔ وہ حشام کے وفاداروں میں سے تھا۔ اسے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اس نے ایک طرف دیکھا۔ ایک شخص دوڑتا ہوا ایک چٹان کی طرف جا رہا تھا۔ پارس نے نشانہ لے کر اسے اڑا دیا۔ وہ فضا میں اچھل کر جیسے اڑتا ہوا چٹان سے جا ٹکرایا پھر زمین پر گر کر ساکت ہوگیا۔

اس فائرنگ نے سب کو چوکنا کر دیا۔ وہ آواز رات کے سناٹے میں ہم تک پہنچی۔ جلال شاہ نے چونک کر کہا "شاید دشمن آگئے۔ ہمیں یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا نہیں چاہئے تھا۔"

ہم واپس جانا چاہتے تھے کہ ایک گاڑی کی آواز نے متوجہ کیا۔ وہ گاڑی نالے سے باہر نکلنے اور خشکی میں آنے کی کوشش میں آوازیں پیدا کر رہی تھی۔ میں نے پارس سے پوچھا "میں یہاں فائرنگ سن رہا ہوں۔ خیریت ہے؟"

"جی ہاں' یہ حشام کے حواری ہیں۔ پانچ تھے۔ میں نے دو کو گرایا تیسرے کو توبہ خانم نے گولی ماری ہے۔"

میں نے پارس کے ذریعے دیکھا۔ باقی دو بچنے والے اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگا رہے تھے۔ ایک ٹیلے پر سے پارس دوسرے ٹیلے پر سے خانم نے ان کا نشانہ لیا پھر گولیوں کی بوچھار کر دی۔ انہوں نے بچنے کی کوشش کی مگر کتنی گولیوں سے بچ سکتے تھے۔ چیخیں مارتے ہوئے زندگی سے خالی ہو کر پتھریلی زمین پر گر پڑے۔

میں نے پارس سے مختصر الفاظ میں کہا "یہاں بھی دشمن آرہے ہیں۔ حالات کا تقاضا ہے کہ تم توبہ خانم کو دشمنوں کی اس چھوڑی ہوئی گاڑی میں لے جاؤ۔ جو سڑک "لوگر" کی طرف جا رہی ہے اسی پر کابل کی سمت جاؤ۔ کسی دوسرے راستے پر نہ جانا۔ میں تھوڑی دیر بعد تمہیں صحیح حالات بتاؤں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کر دیا۔ توبہ خانم ٹیلے پر کھڑی دونوں ہاتھ فاتحانہ انداز میں اٹھا کر کہہ رہی تھی "حماد! وی ہیو وَن۔"

پھر وہ دوڑتی ہوئی ٹیلے سے اترنے لگی۔ پارس بھی ٹیلے سے اتر آیا پھر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "...اس گاڑی میں اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے۔"

"اور وہ ارسلان اور جلال شاہ؟"

"وہ اپنی گاڑی میں آجائیں گے۔"

"کیا تم انہیں چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ یہی سمجھ لو۔"

"اوہ نو حماد! یہ دوستی تو نہ ہوئی۔"

"دوستی کی بات نہیں ہے۔ مجھے ارسلان نے کہا تھا کہ ہم آگے جا کر بچھڑ جائیں گے۔ پھر کچھ فاصلے پر جا کر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔ دیکھو مسٹر ارسلان کی پیش گوئی کتنی درست ہوتی ہے۔ ہمیں علیحدہ سفر کرنے کے لئے یہ گاڑی مل گئی ہے۔"

اسی وقت فائرنگ کی آوازیں پھر گونجنے لگیں۔ میں نے اور جلال شاہ نے اس طرف آنے والے دشمنوں سے نمٹنا شروع کر دیا تھا۔ ہمارے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہو رہا تھا۔

پارس نے کہا "دیر نہ کرو' گاڑی میں بیٹھو۔"

وہ اسٹیئرنگ سیٹ پر آگیا۔ توبہ بولی "اپنے ساتھیوں کو دشمنوں میں چھوڑ کر جانا بزدلی ہے۔"

"جب ساتھی نے ہی وقت سے پہلے کہہ دیا تھا کہ ہمیں مختلف راستے اختیار کرنے چاہئیں تو پھر اسے بزدلی کیوں کہتی ہو۔"

"تم مجھے کہاں لے جانا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس سوال سے صاف ظاہر ہے کہ تمہیں مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔ سمجھتی ہو میں کہیں بھگا کر لے جا رہا ہوں۔ ٹھیک ہے جہاں اعتماد نہ ہو' وہاں دوستی نہیں ہوتی۔"

اس نے ناراضگی سے منہ پھیر کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ انجن آواز کے ساتھ بیدار ہوا۔ اس نے گیئر بدل کر گاڑی آگے بڑھائی وہ گاڑی کے ساتھ چلتی ہوئی بولی "تمہیں شرم نہیں آتی۔ مجھے یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

وہ بولا "مسٹر ارسلان نے تمہاری بھلائی کے لئے پیش گوئی کی تھی لیکن تمہیں نہ ان پر بھروسا ہے نہ مجھ پر ہے۔ میں تو ایک اجنبی پاکستانی ہوں' قابلِ اعتماد نہیں ہوں۔"

وہ جلدی سے دروازہ کھول کر چلتی گاڑی میں بیٹھتی ہوئی بولی۔ "فضول باتیں نہ کرو۔ میں نے پاکستان کا نام سنا تھا۔ دیکھا نہیں تھا۔ آج تمہاری صورت میں پاک نام دیکھ رہی ہوں۔ تمہاری نظروں میں اور تمہارے عمل میں میرے لئے پاکیزگی اور محافظت ہے لیکن تم بہت خراب ہو۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"اور کیا' کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھ سے اپنی بات منوا سکے۔ تم بہت تھرڈ کلاس ہو۔ اپنی بات منوا کرلے جارہے ہو۔"

پارس نے گاڑی کی رفتار تیز کردی۔

ہمارے مقابلے پر سات مسلح افراد تھے۔ ان کے پاس اسلحہ اور کارتوس کی کمی نہیں تھی۔ ہم گاڑی کو پہاڑی کے پیچھے چھوڑ کر ٹہلتے ہوئے آئے تھے۔ دوسرے لفظوں میں مَیں جلال شاہ کو باتوں میں الجھا کر اتنی دور لے آیا تھا۔ تمام اسلحہ اور کارتوس گاڑی میں رہ گئے تھے۔ ہم دونوں کے پاس ایک ایک ٹی ٹی اور چند کارتوس تھے۔ اگر ہم ضروریات کے مطابق پوری طرح لیس ہوتے تو میں چند منٹوں میں ان کا تختہ کردیتا۔

اب تو بہت محتاط رہ کر بچ نکلنے کا مسئلہ تھا۔ دشمن اس انداز میں گھیر رہے تھے کہ ان میں سے اب تک کوئی نشانے پر نہیں آیا تھا۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "جب تک پورا یقین نہ ہو کہ نشانہ خالی نہیں جائے گا اس وقت تک گولی نہ چلانا۔"

"اگر انہوں نے چاروں طرف سے گھیر لیا تو؟"

"تو تم لوگوں نے برسوں جنگ لڑی ہے۔ بتاؤ کیا سیکھا ہے؟ نہ بتا سکے تو میں بتاؤں گا۔"

"ہم نے یہ سیکھا ہے کہ میدانِ جنگ میں مارنا ہے یا مرجانا ہے۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے کہا "تیسرا راستہ خود کو موت سے بچانے کا ہے۔ جب اسلحہ نہ ہو یا کم ہو تو ہر ممکن کوشش سے دشمنوں کے اسلحہ خانے تک پہنچنا چاہئے' وہ دیکھو وہ اپنی گاڑی چھوڑ کر ہمیں گھیرنے کے ارادے سے دور نکل آئے ہیں۔ ہمیں اُن کی اس غلطی سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

"ہم گاڑی تک کیسے جائیں گے؟ اور کیا ضروری کہ اس گاڑی میں ہمارے لئے ہتھیار رکھے ہوں۔"

"فائرنگ شروع ہو تو تم صرف پندرہ منٹ تک انہیں الجھائے رکھنا' وہاں ہتھیار نہ ہوئے تو میں گاڑی اور اس کے پیٹرول کو ہتھیار بنالوں گا۔"

میری بات سمجھ میں آئی تو وہ متاثر ہو کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں وہاں سے کھسک گیا۔ ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ایک جگہ آکر رک گیا۔ وہاں چھوٹے بڑے پتھر رکھے ہوئے تھے۔ میں نے چاند کو دیکھا پھر سوچا چاندنی رات میں نظریں دور سے دھوکا کھاتی ہیں۔ مجھے فریبِ نظر سے کام لینا چاہئے۔

میں نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر اسے اپنی دونوں ٹانگوں [illegible] لیا۔ پھر دوسرا پتھر اپنی رانوں پر' تیسرا پتھر لیٹنے کے بعد پیٹ پر رکھ [illegible] چوتھا اپنے سینے پر رکھ لیا۔ یوں چاروں شانے چت ہو کر پشت [illegible] بل دونوں کہنیوں سے زمین پر رینگنے لگا۔

میں کھلی جگہ پر لیٹا ہوا تھا۔ دور سے یوں لگ رہا تھا کہ زمین [illegible] پتھر پڑے ہوئے ہیں اور ایسے ہی پتھر جگہ جگہ پڑے ہوئے تھے [illegible] اتنی آہستگی سے کھسک رہا تھا کہ دور سے پتھروں کے متحرک ہو [illegible] پتا ہی نہیں چلتا ہوگا۔

میں نے جلال شاہ کے اندر پہنچ کر دیکھا۔ وہ ایک چٹان کی [illegible] میں چھپا ہوا دور تک نظریں دوڑا رہا تھا۔ اس کی نظریں میری طر[ف] بھی آئیں لیکن وہ مجھے دیکھ نہ سکا۔ مجھ پر رکھے ہوئے پتھر اسے [illegible] آئے۔ اس طرح اطمینان ہوا کہ دشمن بھی دھوکا کھا رہے ہوں [گے]۔

مجھ پر رکھے ہوئے چار عدد پتھر کوئی گوبھی کے پھول نہیں [illegible] سائز میں بڑے تھے' وزن میں ایک ایک پتھر پچیس کیلو سے [illegible] ہوگا۔ ایک آدھ اور زیادہ وزنی ہوگا۔ پھر یہ بھی خیال تھا کہ [illegible] پیروں پر رکھے ہوئے پتھر گرنے نہ پائیں۔ ورنہ ان کے لڑھکنے میں دشمنوں کی توجہ کا مرکز بن جاتا۔ ایسی حالت میں کہنیوں [اور] پشت کے بل کتنی صبر آزما تکلیفوں سے کھسک رہا تھا۔ یہ میرا [دل] ہی بہتر جانتا ہے۔

ادھر فائرنگ شروع ہوگئی تھی۔ جلال شاہ میری ہدایت پر [عمل] کررہا تھا۔ اپنی طرف سے فائرنگ نہیں کررہا تھا۔ بچنے کی کو[شش] کررہا تھا۔ جب دشمنوں نے دیکھا کہ جوابی فائرنگ نہیں ہورہی تو کچھ نے سوچا کہ شکار چٹان کے پیچھے سے کھسک کر دوسری [جگہ] چلا گیا ہے۔ وہ دوسری جگہ تلاش کرنے لگے۔ کچھ نے ارادہ [کیا کہ] اسی چٹان کو محاذ بنایا جائے۔ وہ دبے قدموں چلتے ہوئے آئے۔ جلال شاہ کے دماغ میں محتاط رہ کر اُن کے قریب آنے کا انتظار تھا۔ جب یقین ہوا کہ اب گولیاں ضائع نہیں ہوں گی تو میں [نے] اس کے ذریعے تڑاتڑ گولیاں چلائیں۔ ایک ضائع ہوئی۔ [illegible] آگئیں۔ دو آدمی چیخ مار کر گرے۔ ایک وہاں کی ڈھلان سے [لڑھکتا] ہوا کھلی جگہ آتے آتے مجھ سے ٹکرا کر رک گیا۔

وہ بھی زمین پر پڑا تھا۔ میں بھی پتھروں کے نیچے چاروں شا[نے چت] لیٹا ہوا تھا۔ گولی کام دکھا چکی تھی۔ دم نکلتے وقت وہ آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس نے منوں پتھروں کے نیچے اپنی زندگی میں کسی زندہ انسان کو نہیں دیکھا ہوگا۔ مرتے مرتے یہ تماشا [دیکھ] رہا تھا۔

میں نے آہستگی سے پوچھا "ہیلو! جارہے ہو۔"

اس کی گردن ڈھلک گئی۔ مرنے کے بعد بھی اس کی کھلی آنکھیں مجھ پر لگی ہوئی تھیں۔ میں نے موقع سے فائدہ اٹھا[کر] اپنے اوپر سے پتھر گرادئے۔ دشمن یہی سمجھیں گے کہ ان

ساتھی کے ٹکرانے سے پتھر اِدھر اُدھر ہوگئے ہیں۔ پھر میں نے بڑی پھرتی سے اس کی لاش کو کھینچ کر اپنے اوپر رکھ لیا۔ اس حرکت سے یہ سمجھ میں آئے گا کہ گولی لگنے والا ساتھی ابھی زندہ ہے اور اوندھا ہو کر رینگتا ہوا گاڑی کی طرف جارہا ہے جبکہ لاش کے نیچے میں کھسک رہا تھا۔

میں نے یہ جان لیوا تدبیر اس لئے بھی آزمائی کہ اگر دشمنوں کو وہاں میری چالاکی کا پتا چل جاتا اور وہ گولیاں برساتے تو میں اس لاش کی وجہ سے تقریباً بلٹ پروف ہوچکا تھا۔ اگر کچھ اونچ نیچ ہوتی تو پھر حکمتِ عملی سے کچھ کر گزرتا۔

ہاتھی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مرے بھی تو سوا لاکھ کا۔ میرے لئے تو وہ دشمن مرنے کے بعد سوا لاکھ کا ہوگیا تھا۔ خدا اسے غریقِ رحمت کرے۔ اس نے مجھے گاڑی تک پہنچادیا۔

میں نے گاڑی کی آڑ میں پہنچ کر لاش کو ایک طرف ڈھلکادیا۔ پھر زمین سے اٹھ کر ادھر کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ کے نیچے چھوٹے راکٹ ایک لانچر کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ میں نے راکٹ کو لانچر میں ایڈجسٹ کرنے کے بعد پہاڑی کی طرف دیکھا۔ کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔

جب سے جلال شاہ نے فائرنگ کی تھی۔ تب سے وہ لوگ محتاط ہو کر چھپ گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد چار افراد پہاڑی کے اوپر نظر آئے۔ وہ لوگ اس بلندی سے ایک بڑے اور بھاری پتھر کو نیچے لڑھکانے کی کوشش کررہے تھے۔ ان کا ارادہ سمجھ میں آگیا۔ جس چٹان کے پیچھے جلال شاہ چھپا ہوا تھا وہیں وہ بھاری پتھر آکر اس پر گر سکتا تھا۔

میں نے لانچر کو شانے پر رکھ کر دشمنوں کا نشانہ لیا پھر اسی لمحے میں جلال شاہ کے اندر پہنچ کر اسے وہاں سے بھگایا۔ جیسے ہی وہ چٹان سے ذرا دور گیا' میں نے راکٹ چلادیا۔ دوسرے ہی لمحے میں پہاڑی کی بلندی پر جیسے قیامت آگئی۔ زبردست دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مرنے والوں کی چیخیں گم ہوگئیں۔ کتنے ہی انسانی جسموں کے ٹکڑے بلندی سے گرتے ہوئے بھاری پتھر کے ساتھ وہاں پہنچے جہاں پہلے جلال شاہ تھا۔

جلال شاہ دور جاکر یہ ہولناک منظر دیکھ رہا تھا اور اپنے کان پکڑ کر کہہ رہا تھا "خدایا! میں بے اختیار وہاں سے بھاگ کر نہ آتا تو میری ایسی موت ہوتی کہ لاش پہچانی نہ جاتی۔"

میں نے اس کے ذریعے کسی کی آہٹ سنی۔ اسے فوراً ہی زمین پر اوندھے منہ گرادیا۔ کئی گولیاں تڑاتڑ کی آواز کے ساتھ اس کے اوپر سے گزر گئیں۔ اس نے ایک دم سے چت ہو کر ٹی ٹی سے فائرنگ کی۔ وہ گولیاں چلانے والا چیخ مار کر گر پڑا۔ سات میں سے چھ ختم ہوگئے۔ ساتواں خود کو تنہا پاکر گاڑی کی طرف دوڑنے لگا۔ تاکہ جان بچا کر گاڑی میں فرار ہوجائے لیکن قریب پہنچتے ہی ٹھٹک گیا۔ گھبرا کر منہ سے چیخ نکل گئی۔ میں گاڑی کے پیچھے سے اچانک روبرو آگیا تھا۔

وہ پلٹ کر بھاگنے لگا۔ دوسری طرف سے جلال شاہ اس کا نشانہ لیتا ہوا آرہا تھا۔ اس نے ایک گولی چلائی پھر دوسری گولی میں اسے گرادیا۔ تھوڑی دیر تک گولیوں کی آواز پہاڑیوں سے ٹکراتی رہی اور ہمارے پاس واپس آتی رہی۔ اس کے بعد سناٹا چھا گیا۔ جلال شاہ مجھے سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے گاڑی کے اندر اسلحہ کا ذخیرہ دیکھنے کے بہانے اس کے خیالات پڑھے' اب وہ مجھ پر شبہ کررہا تھا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "میں اچانک چٹان کے پیچھے سے کیوں بھاگ نکلا تھا؟ میں نہیں جانتا تھا کہ اوپر سے بھاری پتھر اور دشمن مجھ پر گرنے والے تھے۔ یہ ارسلان جانتا تھا کہ ایسا ہونے والا ہے کیونکہ اس نے بلندی سے دشمنوں اور پتھر کو میری جگہ گرایا تھا۔ میرا دل کہتا ہے یہ اللہ کا ولی ہے' اس کا برگزیدہ بندہ ہے۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ کوئی ولی نہیں ہے۔ میری چھٹی حس نے مجھے ہوشیار کیا تھا اور میں چٹان کے پیچھے سے ہٹ گیا تھا۔"

"کیا اس وقت بھی چھٹی حس نے ہوشیار کیا تھا جب پیچھے سے دشمن نے مجھ پر فائرنگ کی تھی اور میں دشمن کو دیکھے بغیر فوراً ہی زمین پر گر پڑا تھا۔ پھر تیزی سے زمین پر چت ہو کر اسے گولی ماردی تھی۔ یہ سب کچھ میرے کسی ارادے کے بغیر ہوا تھا۔"

اس نے سوچتے ہوئے پھر مجھے دیکھا "نہیں' یہ خدا کا نیک بندہ ایسے خطرات کے وقت جان بچاتا ہے جب ایک عام آدمی کبھی ان حالات میں بچ نہیں سکتا۔ طرم خاں اور حسام ربانی کے دونوں دستِ راست نے اچانک ہمارے حمایتی بن کر ہمارے آگے جانے کے لئے راستے ہموار کئے تھے ورنہ کم از کم توبہ خانم کی عزت و آبرو کبھی سلامت نہ رہتی۔"

میں نے کہا "جلال شاہ! اتنی دیر سے فائرنگ ہوتی رہی۔ کیا توبہ خانم اور حماد نے آوازیں نہیں سنی ہوں گی؟ انہیں آنا چاہئے تھا۔"

"شاید انہوں نے چھپنا مناسب سمجھا ہوگا۔ آؤ آگے چل کر انہیں دیکھیں گے۔"

ہم اس گاڑی میں بیٹھ گئے۔ جلال شاہ نے ڈرائیو کرتے ہوئے کہا "اس ملک میں قدم قدم پر موت ہے لیکن میں آپ کے سائے میں ایسے محفوظ ہوں اور رہوں گا جیسے بچہ ماں کی گود میں رہتا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا "اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت کرتا ہے۔"

"وہ تو کرتا ہی ہے لیکن اس معبود حافظ و ناصر نے آپ کو خاص طور پر ہم گناہ گاروں کی سلامتی کے لئے بھیجا ہے۔"

"بے شک خدا تمام بندوں کو ایک دوسرے کی حفاظت کا

وسیلہ بناتا ہے۔"
"جناب! آپ وہ نہیں ہیں جو نظر آتے ہیں اور جو نظر نہیں آتے اسے آپ ظاہر نہیں کریں گے۔ خدا کے پُراسرار بندے ایسے ہی ہوتے ہیں۔"
"برادر! کیا تم مجھے پُراسرار سمجھ رہے ہو؟"
"آپ میرے سمجھنے کی بات نہ کریں۔ عقل کا اندھا بھی یہ کہے گا کہ طرم خاں کی حویلی سے یہاں تک مجھے اور توبہ خانم کو غیبی مدد ملتی رہی ہے۔"
"غیبی مدد بندوں سے نہیں خدا سے ملتی ہے۔"
وہ چپ ہوگیا۔ مگر قائل نہیں ہوا۔ ہم اپنی پہلی گاڑی جہاں چھوڑ آئے تھے وہاں پہنچ گئے۔ جلال شاہ نے کہا "وہ دونوں یہاں بھی نہیں ہیں۔"
"ان کی فکر نہ کرو۔ وہ ہم سے کہیں راستے میں ملیں گے۔ ہمیں آگے بڑھنا چاہئے۔"
ہم دشمنوں کی گاڑی سے چند خاص ہتھیار اور پٹرول سے بھرے ہوئے کین اٹھا کر اپنی گاڑی میں رکھنے لگے۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "آپ نے پیش گوئی کی ہے تو وہ دونوں آگے ضرور ملیں گے۔ میں آپ کے پُراسرار علم کو صدقِ دل سے مانتا ہوں۔"
وہ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا۔ اسے اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا "پہلے ہم توبہ خانم کی وجہ سے راستہ بدل رہے تھے۔ اب وہ نہیں ہے، ہم کمانڈر مسعود بیگ کے علاقے سے چلیں گے۔"
میں نے کہا "کمانڈر نے جس راستے سے جانے کا مشورہ دیا ہے اسی راستے پر جانا چاہئے۔"
"میں چاہتا تھا کمانڈر کے علاقے سے گزرتے ہوئے اس سے ملاقات کرتے چلیں۔"
"اسی دوسرے راستے پر کمانڈر سے ملاقات ہوگی۔"
اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔ پھر گاڑی کو آگے بڑھاتے ہوئے بولا "خدائے بزرگ و برتر کی قسم! آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ وہ کمانڈر اس راستے پر ضرور ملے گا۔"
ہماری گاڑی کمانڈر کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے لگی۔ میں نے پارس کے پاس جاکر دیکھا۔ وہ ڈرائیو کر رہا تھا اور توبہ خانم اس کے پاس اگلی سیٹ پر ایک گن لئے بیٹھی ہوئی تھی، اس نے کہا "پاپا! ابھی تک ہم خیریت سے سفر کر رہے ہیں۔"
میں نے کہا "خانم کے بھائی حاتم شہریار اور کمانڈر مسعود بیگ ایک دوسرے سے سیاسی دشمنی رکھتے ہیں۔"
"پھر آپ نے ہمیں کمانڈر کے علاقے سے گزرنے کو کیوں کہا ہے؟"
"اس لئے کہ وہاں ابھی کمانڈر نہیں ہے۔ وہ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔ قصہ یہ ہے کہ جلال شاہ نے کمانڈر کو بتایا تھا کہ ہم خانم کے ساتھ اس کے علاقے سے گزرنے والے ہیں۔ اس نے کہا خانم کی وہ عزت کرتا ہے لیکن دشمنوں سے اس لڑکی کو نقصان پہنچے گا تو خواہ مخواہ کمانڈر مسعود بیگ پر الزام آئے گا۔ لہٰذا خانم کو ہم دوسرے راستے سے لے جائیں۔"
"اچھا سمجھ گیا۔ ایک طرف کمانڈر مسعود بیگ نے خانم کو اپنے علاقے سے دور رکھا تاکہ اس پر الزام نہ آئے اور دوسری طرف اسے اغوا کرنے دوسرے راستے پر گیا ہے۔"
"بالکل یہی بات ہے۔ کمانڈر کی سوچ نے بتایا ہے کہ وہ اپنے خاص ماتحت ہاشم کو اپنے علاقے میں چھوڑ کر پندرہ وفاداروں کے ساتھ خانم کو اغوا کرنے دوسرے راستے پر آیا ہوا ہے۔"
پارس نے پوچھا "میں خانم کے ساتھ ادھر سے گزروں گا تو ہاشم سے سامنا ہوگا؟"
"ہاں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہاشم دس مسلح افراد کے ساتھ ہے، نیچے سڑک سے تمہاری گاڑی گزرے گی تو وہ گاڑی کو دیکھیں گے اور تمہیں رکنے کا سگنل دیں گے۔ تم رکے بغیر آگے جاؤ گے تو ایک بارودی سرنگ پھٹ پڑے گی۔ میں ابھی اس سرنگ کو ناکارہ بنا کر آتا ہوں۔"
میں نے ہاشم کے پاس پہنچ کر اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ ایک کاٹیج سے باہر جاتے ہوئے اپنے مسلح افراد سے بولا "تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ میں ابھی بارودی سرنگ چیک کرکے آرہا ہوں۔"
وہ باہر آکر پہاڑی سے اترتا ہوا سڑک پر آیا۔ وہاں سے آدھ نصف میل کے فاصلے پر وہ بارودی سرنگ تھی۔ ادھر پہنچ کر وہ میری مرضی کے مطابق اسے ناکارہ بنانے لگا۔ اسی وقت جلال شاہ نے میری آنکھیں بند دیکھ کر کہا "آپ سو جائیں، کوئی پرابلم ہوگا تو آپ کو جگا دوں گا۔"
"میں سو نہیں رہا ہوں، ذرا آرام کر رہا ہوں۔"
میں اسے جواب دے کر پھر ہاشم کے پاس آیا۔ وہ حیران ہو کر سوچ رہا تھا "میں نے اس بارودی سرنگ کو بیکار کیوں بنا دیا ہے؟"
اس سے پہلے کہ وہ اسے دوبارہ کار آمد بناتا، میں نے پھر اس پر قبضہ جمالیا۔ وہ پھر نصف میل واپس چلتا ہوا آیا اور کاٹیج تک جانے کے لئے پہاڑی پر چڑھنے لگا۔ میں نے اس کے ذریعے دور ایک گاڑی کو آتے دیکھا۔ ایک مسلح سپاہی اونچے پتھر پر کھڑا ہوا لالٹین ہلا رہا تھا اور گاڑی کو رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔
میں ہاشم کو چھوڑ کر خانم کے پاس آیا۔ اس کے ذریعے دیکھا وہی شخص لالٹین کے ذریعے گاڑی روکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔ خانم کہہ رہی تھی "ادھر خطرہ ہے۔ اوپر پہاڑی پر مسلح افراد نظر آرہے ہیں۔"
میں نے پارس سے کہا "گاڑی نہ روکو بڑھتے چلے جاؤ۔"
ادھر ہاشم پھر آزاد ہو کر بڑبڑا رہا تھا "ارے یہ مجھے کیا ہو گیا ہے۔ میں بارودی سرنگ کے پاس سے یہاں کیسے آگیا؟" اسے اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا۔ میں نے اس کے ذریعے اسے اٹھا کر چیختے ہوئے کہا "لالٹین رکھ دو۔ گاڑی نہ روکو اسے جانے دو۔"
اس شخص نے لالٹین کو پتھر پر رکھ دیا۔ پہاڑی پر کھڑے ہوئے لوگوں نے اپنی گنیں نیچی کرلیں۔ پارس تیز رفتاری سے ڈرائیو کرتا ہوا ان کے سامنے سے گزر گیا۔ آگے بارودی سرنگ سے بھی پار چلا گیا۔
خانم کھڑکی سے باہر پیچھے دیکھ کر بولی "حیرت ہے۔ وہ ہمیں رکنے کے لئے کہہ رہے تھے۔ پھر خود ہی ہمیں جانے دیا ہے۔ کوئی تعاقب بھی نہیں کر رہا ہے۔"
پارس نے تائید کی "ہاں حیرانی کی بات ہے۔ وہ پیچھے نہیں آرہے ہیں۔ لیکن آگے رکاوٹیں ہو سکتی ہیں۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔"
ہاشم کہہ رہا تھا "یہ..... یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ جو گاڑی آرہی تھی کہاں چلی گئی۔"
ایک حواری نے کہا "برادر ہاشم! تم نے گاڑی کو جانے کی اجازت دی ہے۔ ہم تو اسے روکنا چاہتے تھے۔"
وہ سڑک پر کھڑی ہوئی تین گاڑیوں کی طرف دوڑتے ہوئے بولا "فوراً آؤ۔ ابھی وہ کمبخت دور نہیں گئے ہیں، ہم انہیں پکڑ لیں گے۔"
دس حواری اس کے پیچھے دوڑتے آرہے تھے۔ ہاشم گاڑیوں کے پاس پہنچتے ہی اپنی گن سے نشانہ لے کر ان کے پہیوں کو گولی مار تا گیا۔ پہیئے زوردار آوازوں سے پھٹتے رہے۔ حواری چیختے ہوئے آرہے تھے "برادر! یہ کیا کر رہے ہو؟"
مگر وہ کر چکا تھا۔ تمام گاڑیاں بے کار ہو چکی تھیں۔ صرف دوڑنے والے پاؤں رہ گئے تھے۔ اور وہ دوڑ کر جانے والوں کے پیچھے نہیں جا سکتے تھے۔ میں نے کسی خون خرابے کے بغیر توبہ خانم کو دشمن کے علاقے سے پار کرا دیا تھا۔
خانم نے کہا "حماد! یہ سب کچھ جادوئی تماشا لگ رہا ہے۔"
پارس نے کہا "میں دعا مانگ رہا تھا کہ ہم دشمنوں کے علاقوں سے صحیح سلامت نکل جائیں۔ دعا قبول ہو گئی ہے تو تمہیں جادوئی تماشا لگ رہی ہے۔"
"پلیز سنجیدگی سے سوچو۔"
"کیا دعا غیر سنجیدہ ہوا کرتی ہے؟"
"میں دعا کی قبولیت کو مانتی ہوں لیکن ہر مرحلے پر دعا قبول نہیں ہوتی۔ ہر مرحلے پر دشمن دوست نہیں بنتے، ہر قدم پر عزت کے لٹیرے نیکی کے فرشتے نہیں بن جاتے۔ ایسے معجزے ہونے لگیں تو انسان کوشش کرنا اور جدوجہد کرنا چھوڑ دے۔ ایسا ہوتا تو یہاں مجاہدین نظر نہ آتے، ہم دعا مانگ کر روس کو بھگا دیتے۔"
"اتنی لمبی تقریر کیوں کر رہی ہو؟"
"میں سمجھنا چاہتی ہوں، کیا ہو رہا ہے؟ جب سے تم میرے ساتھ ہو کچھ معجزوں جیسی باتیں ہو رہی ہیں۔"
"تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم دونوں نے ذہانت اور دلیری سے دشمنوں کا مقابلہ نہیں کیا ہے۔ دشمن جادو سے مرتے گئے ہیں۔"
"یہ بات نہیں ہے۔ ہم نے بھرپور ذہانت اور دلیری سے کام لیا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی کچھ عجیب سے واقعات ہو رہے ہیں ابھی ہمارا راستہ روکا جا رہا تھا پھر دوسرے ہی منٹ میں کچھ کہے سنے بغیر جانے کی اجازت دے دی گئی۔"
"کہو تو واپس چل کر پوچھتے ہیں انہوں نے ایسا کیوں کیا؟"
"کیا تمہیں حیرانی نہیں ہو رہی؟"
"کوئی خاص حیرانی کی بات نہیں ہے۔ روکنے والوں نے دیکھ لیا ہوگا کہ حاتم شہریار کی ہمشیرہ جا رہی ہے اس لئے روکتے روکتے جانے کی اجازت دے دی۔"
"اگر انہوں نے پہچان کر میری عزت کی ہے تو ذرا دیر کو گاڑی روک کر ایک گلاس پانی یا قہوے کے لئے پوچھ سکتے تھے۔"
"آگے کہیں قہوہ پلا دوں گا۔ جو منزل گزر گئی اس کے بارے میں سوچ کر وقت ضائع نہ کرو۔ یہ بتاؤ آگے کیسے لوگوں سے سابقہ پڑ سکتا ہے؟"
اس نے توبہ خانم کو باتوں میں الجھا دیا۔ وہ اگلی منزلوں کے متعلق بتانے لگی۔ ہمارے راستے میں وہ منزل آگئی جہاں کمانڈر بیگ ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے اور اس کے وفاداروں نے اپنی اپنی پگڑیوں کے ایک حصے سے چہرے چھپا لئے تھے تاکہ توبہ خانم کو اغوا کرنے کا الزام کمانڈر بیگ اور اس کے ساتھیوں پر نہ آئے۔
ان پندرہ افراد کی چار گاڑیوں نے ہمارا راستہ روک لیا۔ جلال شاہ نے گاڑی سے اتر کر کہا "میں تمام مجاہدین کی رابطہ کونسل کا نمائندہ جلال شاہ ہوں۔ تم لوگ اپنا تعارف کراؤ۔"
ایک نے کہا "اپنا تعارف کراتا ہوتا تو ہم چہرہ نہ چھپاتے۔"
میں کمانڈر بیگ کے اندر پہنچا ہوا تھا۔ اس نے آواز بدل کر بولنا چاہا لیکن میری مرضی سے اپنی آواز میں بولا "تمہاری گاڑی میں ایک حسین بلا ہے جسے توبہ خانم کہتے ہیں۔ اگر سلامتی سے آگے جانا چاہتے ہو تو اس دوشیزہ کو ہمارے حوالے کردو۔"
جلال شاہ نے حیرانی سے پوچھا "کمانڈر بیگ! یہ تم ہو؟ جب اصل آواز میں بول رہے ہو تو پھر چہرہ کیوں چھپا رہے ہو؟"
کمانڈر بیگ نے پریشان ہو کر سوچا "یہ کیا حماقت ہو گئی، میں آواز بدل کر بولنا چاہتا تھا پھر اپنی آواز میں کیسے بول گیا؟"
جلال شاہ نے کہا "میرے کمانڈر دوست! میرے ساتھ ایک پاکستانی صحافی ہے۔ نام ارسلان ہے۔ غضب کا نجومی ہے۔ اس کی کوئی پیش گوئی غلط نہیں ہوتی۔ اس نے کہا تھا، اس راستے پر تم سے ملاقات ہوگی۔ اب تم لاکھ چہرہ چھپاؤ۔ اس خدا کے بندے کی پیش گوئی غلط نہیں ہوگی۔ سامنے آؤ، دوستوں سے بھلا کیا پردہ؟"
وہ اپنے چہرے پر سے کپڑا ہٹاتے ہوئے مسکرا کر بولا "میں

یہاں اچانک تمہارے سامنے آکر سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ مگر تمہارے نجومی نے پہلے ہی یہ سسپنس ختم کردیا تھا۔ بہرحال تم ذرا یہاں آؤ' میں تم سے تنہائی میں ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں۔"

میں جانتا تھا وہ کیا کہے گا۔ میں نے جلال شاہ کے اندر رہ کر اسے یہ بولنے نہیں دیا کہ ہماری گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے۔ جلال شاہ تیزی سے چلتا ہوا ان چار گاڑیوں کی طرف جارہا تھا۔ کمانڈر بیگ اپنی گاڑی سے اتر کر مصافحہ کرتے ہوئے بولا "ذرا ادھر چلو۔"

وہ دونوں سڑک کے کنارے کچے پر گئے۔ پھر کمانڈر بیگ نے کہا "جلال شاہ! تم میرے بہترین دوست ہو۔ چونکہ رابطہ کونسل سے تمہارا تعلق ہے اس لئے تم کسی پارٹی کے طرف دار نہیں ہو۔ مگر ایک معاملے میں میری طرف داری کرو۔"

"کون سا معاملہ؟"

"تمہاری گاڑی میں توبہ خانم ہے اسے میری گاڑی میں بٹھادو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟ تم نے ایسے الزام سے بچنے کے لئے مجھے اس راستے سے گزرنے کا مشورہ دیا تھا۔"

"اسی لئے مشورہ دیا تھا کہ یہ میرا علاقہ نہیں ہے یہاں سے وہ حسینہ غائب ہوگی تو مجھ پر الزام نہیں آئے گا۔"

"مجھ پر تو الزام آئے گا۔ کابل میں میرا محاسبہ کیا جائے گا۔"

"تم کہہ دینا وہ دونوں پاکستانی توبہ خانم کو لے کر سرحد پار چلے گئے۔ ابھی ان دونوں کو یہاں قتل کرکے لاش چھپادی جائے گی۔"

"تم کتنی لمبی لمبی پلاننگ کررہے ہو۔ پہلے یہ تو جاکر دیکھو گاڑی میں خانم ہے بھی یا نہیں؟"

اس نے چونک کر پوچھا "کیا! وہ نہیں ہے؟"

"نہیں۔ وہ ہم سے راستے میں بچھڑ گئی ہے۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا ہماری گاڑی کے پاس آیا۔ اندر جھانک کر دیکھنے لگا۔ میں نے گاڑی سے باہر آکر کہا "ادھر نالہ پار کرتے ہی دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے جنگ کرنے اور وہاں سے فرار ہونے کے وقت ہمارے راستے الگ ہوگئے۔ وہ میرے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

وہ جھنجلا کر میری باتیں سن رہا تھا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا تم وہی نجومی ہو؟"

"جی ہاں' میرا نام ارسلان ہے۔"

ایک وفادار گاڑی سے اتر کر موبائل فون لاتے ہوئے بولا۔ "سر! برادر ہاشم کا فون ہے۔"

کمانڈر بیگ نے فون کو کان سے لگاتے ہوئے پوچھا "کیا بات ہے؟"

"سر! یہاں عجیب جادوئی تماشا ہوگیا ہے۔ میں بیان کروں گا تو آپ یقین نہیں کریں گے۔"

"بکواس مت کرو۔ جو بات ہے فوراً بولو۔"

"سر! یہاں سے ایک گاڑی گزر گئی۔ میں نے اپنے آدمیوں کو چیک کرنے نہیں دیا۔ اس گاڑی کو جانے کی اجازت دے دی۔"

"وہ کس کی گاڑی تھی؟ تم نے ایسا کیوں کیا؟ کیا وہ گاڑی بارودی سرنگ پر سے بھی گزر گئی؟"

"جی ہاں۔ اسی لئے تو اسے جادوئی تماشا کہہ رہا ہوں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نے میرے دماغ کو جکڑ لیا تھا۔ میں نے آپ ہی آپ بارودی سرنگ کو ناکارہ بنادیا۔ ہمارے وفادار سامنے سے نکل کر اس گاڑی کا تعاقب کرنا چاہتے تھے میں نے تیزی سے ان کی گاڑیوں کے پہیوں کو گولیاں مار کے بیکار کردیا۔"

"پاگل کے بچے! یہ کیا بکواس ہے؟"

دوسری طرف سے آواز آئی "سر! میں کرامت اللہ بول رہا ہوں۔ یہاں ہم سب گواہ ہیں کہ برادر ہاشم غدار نہیں ہے۔ لیکن وہ گاڑی کے جانے تک پاگلوں جیسی حرکتیں کرتا رہا۔ مگر اب نارمل ہے۔"

"کیا واقعی ایسا ہوا ہے۔ کیا تم سب ہاشم کی بے گناہی کے گواہ ہو؟"

اسے فون پر بہت سی آوازیں سنائی دینے لگیں' ادھر سے سب کہہ رہے تھے "سر! ہم گواہ ہیں۔ ہم نے جادو کے متعلق بہت کچھ سنا تھا۔ آج آنکھوں سے اپنے ہی اوپر گزرنے والا جادو دیکھا ہے۔"

"اس گاڑی میں کون تھا؟"

"گاڑی کے اندر اندھیرا تھا۔ لیکن کھڑکی کے پاس بیٹھی ہوئی توبہ خانم کو میں نے پہچان لیا تھا۔"

"اوہ گاڈ! یہ میں کیا سن رہا ہوں۔ توبہ خانم میرے علاقے سے گزر گئی اور ایک بھی گولی نہیں چلی؟ میرا انتظار کرو' میں آرہا ہوں۔"

اس نے فون بند کرکے جلال شاہ کو گھورتے ہوئے پوچھا "کیا خانم کے ساتھ کوئی جادوگر ہے؟"

"میں نہیں جانتا۔ تم سے کہہ چکا ہوں' خانم کا راستہ الگ ہوگیا تھا اور وہ مسٹر ارسلان کے ایک ساتھی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"

"وہ میرے علاقے سے میرے آدمیوں کو جادو میں جکڑ کر آرام سے گزر گئی ہے۔"

پھر اس نے مجھے گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیا تم لوگ جادوگر ہو؟"

میں نے کہا "ہم مسلمان ہے۔ اسلام میں جادو سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی ممانعت ہے۔"

"پھر وہ کیسے بارودی سرنگ پر سے بخیریت گزر گئی؟"

میں نے کہا "آپ ایسے ڈانٹ کر پوچھ رہے ہیں جیسے میں نے اسے وہاں سے پار کرایا ہے جبکہ اس سے کئی میل دور آپ کے سامنے ہوں۔"

وہ ذرا نرم پڑ کر بولا "ہاں۔ تم تو یہاں ہو۔ مگر جلال شاہ کا دعویٰ ہے کہ تم زبردست نجومی ہو۔ اپنے علم سے کچھ تو بتاؤ۔ یہ کیا ہوگیا ہے؟"

"میرا علم کہتا ہے کہ توبہ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس کے دوست بن کر رہنے والوں کے لئے بھی عروج اور ترقیاں ہیں اور اس سے دشمنی کرنے والوں کے مقدر میں تباہی' بربادی' ذلت اور موت ہے۔"

"بکواس کرتے ہو تم۔ ایک گولی ماروں گا تو ستاروں کا حساب کرنے آسمان پر پہنچ جاؤ گے۔ وہ کوئی پیر یا ولی کی بیٹی نہیں ہے کہ اسے اغوا کرنے سے ہم پر قہر نازل ہوگا۔"

جلال شاہ نے کہا "یار م! خدا کا خوف کرو۔ مسٹر ارسلان خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ ان سے اونچی آواز میں بات نہ کرو۔"

"تو پھر اس بندے سے کہو' توبہ خانم کے متعلق بتائے۔ وہ ابھی کہاں ہے اور میں اسے کیسے حاصل کرسکتا ہوں۔"

میں نے کہا "وہ "لوگر" پہنچ رہی ہے۔ تم جانتے ہو' وہاں سے کابل کتنا قریب ہے۔ تم اس کے تعاقب میں جاؤ گے تو تمہارے لوگر پہنچنے تک وہ کابل پہنچ جائے گی۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ ٹہلنے کے انداز میں ذرا دور ہوگیا پھر پلٹ کر بولا "خانم اور حماد کے پاس فون یا ٹرانسیٹر ہوگا۔ تم ان سے رابطہ کرکے انہیں "لوگر" میں رکنے اور تمہارا انتظار کرنے کو کہہ سکتے ہو۔"

"ان کے پاس فون یا رابطے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ اگر رابطے کا ذریعہ نہیں ہے تو تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ "لوگر" پہنچ رہی ہے۔"

"میں اپنے علم سے معلوم کرتا ہوں۔"

"تو پھر اپنے علم سے اسے روکو۔"

"میں کسی کے بھی متعلق معلوم کرسکتا ہوں لیکن اس کے معاملے میں مداخلت نہیں کرسکتا۔ تم مجھ سے پندرہ فٹ کے فاصلے پر ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ادھر آتے وقت تم لڑکھڑا کر گرو گے۔ لیکن جاننے کے باوجود تمہیں گرنے سے نہیں روک سکتا۔"

"کیا بچگانہ بات کہہ رہے ہو۔ یہ چند قدم چل کر آؤں گا تو گر پڑوں گا؟ کیا تم مجھے آنکھوں والا اندھا سمجھتے ہو۔ یہ لو۔"

وہ تیز چلتا ہوا میری طرف آنے لگا۔ اگرچہ وہ محتاط تھا۔ اس کے باوجود میں نے اسے ایک ساعت کے لئے غائب دماغ بنا کر اس کی دونوں ٹانگوں کو آپس میں الجھادیا۔ وہ لڑکھڑا کر اوندھے منہ گر پڑا۔

یہ درست پیش گوئی دیکھتے ہی جلال شاہ میرے قدموں میں بیٹھ گیا "حضور! اب تو میں ایمان لے آیا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خاص اور پُراسرار بندے ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

کمانڈر بیگ گرنے کے بعد تھوڑی دیر زمین پر بیٹھا رہا۔ وہیں سے سر اٹھا کر مجھے حیرانی سے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ اب وہ متاثر ہورہا تھا۔ سوچ رہا تھا "واقعی یہ زبردست عالم اور باکمال بندہ ہے۔ مجھے اس کے قدموں میں رہ کر اس کی خوشنودی حاصل کرکے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

وہ زمین پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھ پاؤں سے رینگتے ہوئے میرے قدموں سے آکر لپٹ گیا۔ گڑگڑا کر کہنے لگا "مجھے معاف کردیں۔ میں نے آپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔ میں بھی اپنے دوست جلال شاہ کی طرح آپ کے قدموں میں رہوں گا۔"

میں نے جھک کر دونوں کو قدموں سے اٹھاتے ہوئے کہا "یہ کیا کرتے ہو اٹھو! مجھے گناہ گار نہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عاجز بندہ ہوں۔"

کمانڈر بیگ نے کہا "آپ کے عجز میں کمال ہے۔ آپ برائے کرم میرے علاقے میں چلیں' مجھے میزبانی کا شرف بخشیں۔"

میں نے کہا "تم خود اپنے علاقے میں نہیں جاسکو گے پھر مجھے وہاں کیسے مہمان بناسکو گے؟"

وہ حیرانی سے بولا "کیا یہ آپ کا علم کہتا ہے کہ میں واپس نہیں جاسکوں گا؟ میرے راستے میں کیسی رکاوٹیں ہیں؟"

"بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن حالات تقاضا کررہے ہیں کہ کل صبح تک تمہیں کابل میں ہونا چاہئے۔ وہاں کا حکمران گروہ تمہارے ایک خاص آدمی عدنان باری کو خرید رہا ہے۔ اگر وہ ان کے ہاتھوں بک جائے گا تو کابل میں تمہاری پوزیشن کمزور ہوجائے گی۔"

وہ میرے دونوں ہاتھ تھام کر بولا "خدا کی قسم' آپ خدا کے سچے بندے ہیں۔ بارہ گھنٹے پہلے میرے مخبر نے بتایا تھا کہ میرا معتبر خاص عدنان باری ایک دشمن حکمران سے ملاقات کرنے والا ہے۔ میں نے اس پر شبہ نہیں کیا۔ مگر آپ کی دی ہوئی خبر سے' آپ کی معلومات سے میں انکار نہیں کروں گا۔ میں کابل ضرور جاؤں گا... اور آپ کے سائے میں رہ کر جاؤں گا۔"

"میرے ساتھ ضرور چلو۔ لیکن میں مستقل تمہارا مہمان نہیں رہوں گا۔ جب چاہوں گا' جہاں چاہوں گا چلا جاؤں گا۔"

اس نے اپنے وفاداروں کو حکم دیا کہ ہمارے پیچھے آئیں' ہم کابل جارہے ہیں۔ اس کے بعد ہمارا قافلہ چل پڑا۔ اس نے راستے میں کہا "آپ مجھ پر نظرِ کرم رکھیں گے تو میں موجودہ عبوری حکومت میں ایک بڑا عہدہ حاصل کرلوں گا۔"

وہ عبوری حکومت میں ایک مشیر کی حیثیت سے تھا اور صدر کا عہدہ حاصل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پوزیشن اتنی مضبوط ہے کہ تم دو پارٹیوں کی حمایت حاصل کرکے اپنا مقصد پورا

کرسکتے ہو۔"
"خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ درست فرمارہے ہیں لیکن کسی پارٹی سے گٹھ جوڑ نہیں ہو رہا ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میری مشکل آسان ہو سکتی ہے۔"
"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ اپنے علم سے معلومات فراہم کرسکتا ہوں لیکن کسی معاملے میں عملی حصہ نہیں لے سکتا۔"
"آپ مجھے ایسا راستہ دکھائیں جو مجھے کامیابی کی طرف لے جائے۔"
"تم سب سے پہلے اپنے معتمدِ خاص عدنان باری کو دوسری پارٹی میں جانے سے روکو۔ ورنہ وہ دوسری پارٹی مضبوط ہو جائے گی۔"
"میں اسے ہر حال میں روک لوں گا۔"
"توبہ خانم کا بھائی حاتم شہریار زبردست سیاسی مداری ہے۔ امریکا اور فرانس کا خفیہ نمائندہ ہے۔ اس کی کوشش یہی رہتی ہے کہ یہاں خانہ جنگی رہے کوئی مضبوط حکومت قائم نہ ہو اور جب بھی کوئی حکومت قائم ہو تو اس کے زرخرید سیاست داں ضرور اس میں اعلیٰ عہدے دار رہا کریں۔"
"حضور! آپ تو اندر کی وہ باتیں جانتے ہیں جو کوئی جان نہیں سکتا۔ میں اسی لئے خانم کو یرغمال بنانا چاہتا تھا۔ اس سے شادی کرلیتا' اس سے ازدواجی رشتہ قائم کرلیتا' حاتم کا بہنوئی بن جاتا تو وہ مجھے اقتدار کی اونچی کرسی تک پہنچا دیتا۔"
"کمانڈر بیگ! تمہاری قسمت اچھی ہے کہ تم نے توبہ خانم کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔ اسی لئے اب تک تم پر تباہی نہیں آئی ہے۔ میرا مشورہ ہے اس سے دور رہو اور کوشش کرو کہ اس کی صورت ہی نہ دیکھو۔ اس میں تمہاری بہتری ہے۔"
"میں آپ کی ہدایت پر عمل کروں گا۔ کیا حاتم شہریار سے کسی طرح دوستی ہو سکتی ہے؟ اس نے میرے بھائی کو قتل کرایا تھا۔ میں خون معاف کرسکتا ہوں۔ اس سے دوستی کرنے کے لئے کچھ بھی کرسکتا ہوں۔"
"بھائی کا خون معاف کرو گے تو دوستی ہو سکتی ہے۔"
کچھ عرصہ پہلے کمانڈر بیگ کو اپنا بھائی عزیز تھا۔ اس وقت اسے حاتم شہریار کی طاقت کا صحیح اندازہ نہیں ہوا تھا۔ اب یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ حاتم شہریار کی پشت پر کتنے بڑے ممالک ہیں۔ ان کے ذریعے وہ افغانستان میں بادشاہ ساز یا شاہ گر بن گیا ہے' جسے چاہتا ہے بدلتی ہوئی حکومتوں میں بڑے عہدے پر پہنچا دیتا ہے۔ ان حقائق کے پیشِ نظر اب خون کا بدلہ خون نہیں رہا۔ وہ بھائی کے قاتل سے دوستی کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔
ہماری گاڑی کے آگے پیچھے کمانڈر بیگ کے وفاداروں کی گاڑیاں تھیں۔ ہم ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر رواں دواں تھے۔ انہوں نے ایک طویل جنگ لڑ کر اسی انداز سے سفر کرنا سیکھا تھا۔ اپنے آقا کو درمیان میں رکھ کر آگے پیچھے چلتے تھے۔ قافلے کے اس دستور نے ہمیں بچا لیا۔ اچانک آگے جانے والی گاڑی ایک دھماکے سے اڑی۔ وفاداروں کی چیخیں گونجنے لگیں۔ یہ پچھلی گاڑی کے وفادار چیخ رہے تھے۔ ورنہ اگلی کے تو چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ ہم بھی دروازے کھولتے ہوئے باہر چھلانگیں لگاتے ہوئے سڑک کے دو طرف ڈھلانوں میں لڑھکتے چلے گئے تھے۔
وہ شامت کی ماری اگلی گاڑی بارودی سرنگ پر سے گزرتے ہوئے سواروں سمیت فنا ہوئی تھی۔ اس کے ساتھ ہی پتا نہیں کہاں کہاں سے فائرنگ ہونے لگی تھی۔ میں اور کمانڈر بیگ نشیب میں پہنچ کر زمین پر اوندھے پڑے رہے۔ ذرا سی حرکت سے کوئی گولی ہمیں لگ سکتی تھی۔ ایک اندازے کے مطابق جہاں ہم پڑے ہوئے تھے وہ نسبتاً محفوظ جگہ تھی۔
پیچھے والی گاڑی میں بھی گرینیڈ کا دھماکا ہوا' وہاں سے بھی شعلے اٹھنے لگے۔ اس میں بیٹھے ہوئے وفادار کچھ مرے' کچھ زخمی ہوئے۔ حملہ کرنے والے بڑی سوچی سمجھی پلاننگ کے مطابق ہمارے آگے پیچھے کے حفاظتی دستوں کو ختم کر رہے تھے یا انہیں فرار ہونے پر مجبور کر رہے تھے۔ کمانڈر بیگ بڑبڑایا "یہ کمبخت کون ہو سکتے ہیں؟"
میں نے کہا "تمہارے دشمن ہو سکتے ہیں۔ میرا تو یہاں کوئی دشمن نہیں ہے۔"
دور ایک درخت کے موٹے تنے کے پیچھے سے کسی نے مقامی زبان میں کہا "جلال شاہ! ہم تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ توبہ خانم اور پاکستانی صحافیوں کے ساتھ کھلی سڑک پر آکر کھڑے ہو جاؤ اور کمانڈر مسعود بیگ! تمہارے جتنے بدمعاش زندہ رہ گئے ہیں ان کے ساتھ تم بھی سڑک پر آجاؤ۔ جس کے پاس اسلحہ نظر آئے گا اسے گولی ماردی جائے گی۔"
اس کی باتوں سے اندازہ ہوا کہ وہ حملہ کرنے والے بھی توبہ خانم کے بیمار عاشقوں میں سے ہیں۔ اس نے درخت کے پیچھے سے حکم دیا "فائر۔"
اس حکم کے ساتھ ہی فائرنگ ہونے لگی۔ کئی سمتوں سے گولیاں چل رہی تھیں۔ پھر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ اس شخص نے کہا "چوہوں کے بلوں سے نکل کر سڑک پر آجاؤ۔ آخری بار کہا جا رہا ہے۔"
ہم زمین پر سے اٹھ گئے۔ دوسرے بھی اٹھ رہے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھائے سڑک پر جا رہے تھے۔ سڑک کے دوسری طرف کی ڈھلان سے جلال شاہ بھی آگیا۔ ہمیں بھی ہاتھ اٹھا کر ان لوگوں میں شامل ہونا پڑا۔ ہمیں خالی ہاتھ دیکھ کر حملہ کرنے والے درختوں کے پیچھے سے اور گڑھوں کے اندر سے ابھر کر سامنے آنے لگے۔ ان کے سردار نے پوچھا "توبہ خانم کہاں ہے؟"
جلال شاہ نے کہا "تمہیں غلط فہمی ہے۔ ہمارے ساتھ کوئی خاتون نہیں ہے۔"
وہ بولا "جلال شاہ! جب ہم تمہیں جانتے ہیں اور یہ معلومات رکھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ دو پاکستانی صحافی بھی ہیں اور توبہ خانم کو حاصل کرنے کے لئے کمانڈر بیگ نے بھی تمہیں راستے میں گھیرا تھا تو پھر یہ غلط کیسے ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھ گاڑی میں توبہ خانم نہیں ہے؟"
"پہلے گاڑی میں دیکھ کر تسلی کرلو۔"
ان کا سردار ہماری گاڑی کی طرف گیا۔ وہ سب مقامی زبان بول رہے تھے۔ میں نے جلال شاہ سے کہا "تم لوگوں کی باتیں سمجھ میں نہیں آرہی ہیں۔ ان سے کہو انگریزی بولیں۔"
"حضور! یہ بہت ہی پسماندہ افغانی ہیں۔ صرف اپنی زبان بولتے ہیں۔ دوسری کوئی زبان نہیں جانتے ہیں۔"
مجھے مایوسی ہوئی۔ میں کسی حملہ آور کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ صرف جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کے ذریعے ان کی گفتگو سمجھ سکتا تھا۔
وہ سردار گاڑی میں توبہ خانم کو نہ پا کر غصے سے گرج رہا تھا "تم لوگ زندہ رہنا چاہتے ہو تو سچ سچ بتاؤ خانم کہاں ہے؟"
جلال شاہ نے کہا "تم دیکھ رہے ہو کہ ہمارے ساتھ دوسرا پاکستانی صحافی بھی نہیں ہے۔ پہاڑی نالے کے پاس دشمنوں نے حملہ کیا تھا۔ ان سے بچ کر فرار ہوتے وقت ان کے راستے ہم سے الگ ہو گئے۔ خانم اس دوسرے پاکستانی حماد کے ساتھ گئی ہے۔"
سردار نے پلٹ کر کمانڈر بیگ سے پوچھا "تم کیا کہتے ہو؟"
وہ بولا "یہ سچ ہے۔ میں نے بھی توبہ خانم کو حاصل کرنا چاہا تھا' پتا چلا وہ دوسرے راستے سے کابل گئی ہے۔"
وہ گرج کر بولا "میں کیسے یقین کروں۔ یہ تم سب کی ملی بھگت ہوگی۔ اسے کہیں چھپا دیا ہے اور حاتم شہریار سے سودا کرنے کابل جا رہے ہو۔"
"کسی کے گھر کی عزت کو اغوا کرنے والے بہ نفسِ نفیس سودا کرنے نہیں جاتے۔ وہ ہمارے پاس ہوتی تو ہم اپنے دلالوں کے ذریعے حاتم شہریار کو بلیک میل کرتے۔"
وہ قائل ہو کر بولا "یہ بات سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب تک خانم نہیں ملے گی تم سب ہمارے قیدی بن کر رہو گے۔ اور تم کمانڈر! اپنے آدمیوں سے کہو' یہاں سے خالی ہاتھ دوڑتے ہوئے واپس جائیں۔ جو نہیں دوڑے گا اور پیچھے مڑ کر دیکھے گا' اسے گولی ماردی جائے گی۔"
کمانڈر بیگ کا حکم سنتے ہی اس کے وفادار دونوں ہاتھ اٹھا کر دوڑتے ہوئے جانے لگے۔ انہوں نے نظروں سے اوجھل ہونے تک پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ پھر مجھے' جلال شاہ اور کمانڈر بیگ کو تین مختلف گاڑیوں میں مسلح افراد کے درمیان بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ اس کے بعد وہ نیا قافلہ نئی منزل کی طرف چل پڑا۔
جب سے ہم اس ملک کی سرحد میں داخل ہوئے تھے تب سے نئے نئے قافلے اور قبیلے مل رہے تھے۔ مجاہدین کے ہر گروہ اور ہر قبیلے کی سیاست اپنے ملک میں اپنی برتری قائم رکھنے کے لئے تھی۔ وہ پوری افغان قوم کی برتری کی خاطر متحد نہیں ہو رہے تھے۔
ہمارا سفر بڑا لمبا ہو گیا تھا۔ میں جن مسلح افراد کے درمیان بیٹھا ہوا تھا وہ میری بات نہیں سمجھ رہے تھے اور میں ان کی زبان سے واقف نہیں تھا۔ میں نے جلال شاہ کی سوچ میں یہ سوال پیدا کیا "آخر یہ ہمیں قیدی بنانے والے کون ہیں؟"
ان کا سردار' جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سردار سے پوچھا "کم از کم یہ تو بتا دو کہ تم کون ہو؟ کس قبیلے یا سیاسی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو؟"
وہ غرا کر بولا "قیدیوں کو سوال کرنے کا حق نہیں دیا جاتا۔ خاموش بیٹھے رہو۔"
اس نے ایک ہی بات کہہ کر زبان بند کر دی۔ میں نے کمانڈر بیگ کے دماغ میں پہنچ کر دیکھا۔ وہ بھی مسلح افراد کے درمیان مجبور بیٹھا ہوا تھا اور ایک ایک سے کہہ رہا تھا "تم لوگ گونگے کیوں بنے ہوئے ہو۔ چلو یہ نہ بتاؤ کہ کون ہو؟ صرف اتنا بتا دو کہاں لے جا رہے ہو؟"
وہ سب ایسے خاموش تھے جیسے سچ مچ گونگے بہرے ہوں۔ ان کی خاموشی کی وجہ بعد میں معلوم ہوئی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں معلوم ہو کہ ہمیں پُل چرخی جیل میں لے جایا جا رہا ہے۔ اگر معلوم ہوتا تو جلال شاہ اپنے ساتھ مجھے بھی جان پر کھیل جانے کو کہتا مگر جیل کے احاطے میں قدم نہ رکھتا۔
جب جیل کے بڑے آہنی دروازے کے سامنے گاڑیاں رکیں تو کمانڈر بیگ نے چیخ کر پوچھا "یہ ہمیں کہاں لے آئے ہو؟ کون ہو تم لوگ؟ تمہارے کیا ارادے ہیں؟"
جلال شاہ کے ساتھ بیٹھا ہوا سردار قہقہے لگا رہا تھا۔ تینوں گاڑیوں کے علاوہ جیل کے سامنے بھی مسلح افراد تھے۔ وہاں سے فرار کی کوئی صورت ممکن نہیں تھی۔ ہم گاڑیوں سے باہر نکلے جلال شاہ کہہ رہا تھا "... میں رابطہ کونسل کا عہدے دار ہوں مجھے اور پاکستانی صحافی کو یہاں قید کر کے تم بہت بڑی غلطی کرو گے۔ مجھے فون پر مصالحتی کونسل کے ممبران سے گفتگو کرنے دو۔"
وہ احتجاج کر رہا تھا لیکن کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ ہمیں تین الگ الگ کوٹھریوں میں آہنی سلاخوں والے دروازے کے پیچھے بند کر دیا گیا۔ میری ایک عمر گزر گئی' آج تک کوئی میرے ہاتھ میں ہتھکڑی نہ پہنا سکا۔ کوئی مجھے جیل کے اندر نہ لا سکا۔ اور اب جہاں لایا گیا تھا وہ جیل بھی کوئی معمولی نہیں تھی۔ یہاں ہمیشہ غیر معمولی قیدی آتے رہے ہیں۔
پُل چرخی جیل کو دنیا کی بدترین جیل کہا جاتا ہے۔ شاید ہی کوئی خوش قسمت قیدی ہو گا جو یہاں سے زندہ واپس گیا ہو گا۔ کابل کی

موجودہ عبوری حکومت کے صدر پروفیسر صبغت اللہ مجددی کے خاندان کے سربراہ سید ابراہیم مجددی کو ان کے چوبیس عزیز رشتے داروں کے ساتھ گرفتار کیا گیا تھا اور اس جیل میں رکھا گیا تھا۔ روس کو پسپا کرنے کے بعد اس خاندان کا ایک فرد بھی وہاں نہیں ملا۔ یہ سوچا گیا کہ شاید اسیری کے دَور میں انہیں روسی علاقوں تاشقند یا سمرقند وغیرہ کی جیلوں میں منتقل کیا گیا ہوگا لیکن تفتیش اور تلاش کے باوجود آج تک اتنے عظیم اور معزز خاندان کے ایک فرد کا بھی سراغ نہ مل سکا۔

یہ وہ جیل ہے جہاں ایک ہی وقت میں ایک ہزار قیدیوں کو فائرنگ اسکواڈ کے سامنے کھڑا کرکے گولیاں ماردی گئیں۔ یہاں کے عقوبت خانے میں بجلی کے جھٹکے پہنچائے جاتے ہیں، شکنجوں میں جسم کی ہڈیاں چٹخادی جاتی ہیں اور انگلیوں سے ناخن کھینچ کر نکال لئے جاتے ہیں۔ یہ اتنی ذلیل اتنی ظالم اور ایسی غیر انسانی جیل ہے کہ بعض قیدیوں کو پیشاب پیخانے میں ڈال کر رکھا جاتا ہے۔ جہاں کی بدبو سے قیدی اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں بڑے عجیب و غریب واقعات پڑھنے میں آتے ہیں۔ افغانستان میں جیلوں کی تاریخ نہایت دلچسپ اور عجیب ہے۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے بتاتا چلوں۔ یہاں مزل جیل، صدارت جیل، قلعہ کرنیل، خواجہ نعیم جیل اور پُل چرخی جیلیں ہیں۔ ان میں سے ہر جیل کی تعمیر کرنے والا شخص اپنی ہی بنائی ہوئی جیل میں قیدی بن کر آتا رہا۔ یہ تاریخ پڑھو تو یقین نہیں آتا کہ جس نے جو جیل بنائی وہ اس جیل کا پہلا قیدی بن کر وہاں گیا۔

۱۹۷۳ء میں سردار داؤد خان نے ظاہر شاہ کا تختہ الٹنے کے بعد پل چرخی جیل کا منصوبہ بنایا۔ یہ جیل بھارت، جرمنی اور جاپان کے تعاون سے مکمل ہوئی تو ۱۹۷۸ء میں سردار داؤد کا تختہ الٹ گیا۔ اور اسے اس کے پورے گھرانے اور خواتین کے ساتھ اسی جیل میں قید کردیا گیا۔

موجودہ زمانے میں اس سے زیادہ خوف ناک اور جان لیوا جیل دنیا کے کسی ملک میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے بدنام زمانہ مجرم اس جیل کے نام سے کانپ جاتے ہیں۔ لیکن میرے لئے جیل اور قلعے کی پتھریلی چٹانی دیواریں کیا معنی رکھتی تھیں۔ میں وہاں قدم رکھتے ہی رہائی کا راستہ نکال لیتا۔ لیکن میں نے صبر کیا۔ جبراً یہاں قید کیا جاتا تو میری توہین ہوتی۔ مجھے قید کرنے والے یہ نہیں جانتے تھے کہ میں اپنی مرضی سے اسیری قبول کررہا ہوں۔

کوٹھری کا دروازہ بند ہوگیا۔ اس پر تالا لگادیا گیا۔ میں نے ایک جگہ بیٹھ کر پارس کو مخاطب کیا اور اپنے حالات بتائے۔ اس وقت دن کے دس بج رہے تھے، وہ کابل پہنچ گیا تھا۔ خانم کی آبائی حویلی میں قیام پذیر تھا اس نے کہا "پاپا! میں ابھی پل چرخی جیل کی طرف آتا ہوں۔"

"نہیں بیٹے! ہم دونوں پچھلی رات سے جاگ رہے ہیں۔ تم نیند پوری کرو۔ میں بھی سو رہا ہوں۔"

"کیا جیل میں سوئیں گے؟"

"ہاں۔ ایسی جگہ ہزاروں لاکھوں انسان سوتے ہیں میں بھی انسان ہوں، سو سکتا ہوں۔"

"لیکن پاپا! آپ پُل چرخی جیل کی ظلم و ستم سے بھرپور ... پڑھ چکے ہوں گے۔"

"ہاں مگر جیل والوں نے میری ہسٹری نہیں پڑھی ہے ... ابھی حکومتِ پاکستان اور فرانس کو اپنی اسیری کی اطلاع دوں ... یہاں کی عبوری حکومت متزلزل ہوجائے گی۔ میں جیل سے ... آجاؤں گا۔ ایک اہم سیاسی شخصیت تسلیم کیا جاؤں گا اور میں ... یہ نہیں چاہتا۔ ہم یہاں صرف بڑے لوگوں میں نہیں عوام میں ... رہیں گے۔"

"آل رائٹ پاپا! نیند سے بیدار ہونے کے بعد رابطہ کر... سوفار۔"

میں نے دماغی طور پر حاضر ہوکر نیم تاریک کوٹھری کو ... مسکرایا پھر آنکھیں بند کرلیں۔ دماغ کو ضروری ہدایات دیں ... کے بعد گویا کانٹوں کے بستر پر سوگیا۔

مجھے نیند آگئی لیکن جلال شاہ اور کمانڈر بیگ غصے اور پر... سے جاگتے اور تلملاتے رہے۔ یہ ابھی تک واضح نہیں ہوا تھا ... کس نے وہاں قید کرایا ہے۔ جیل چونکہ حکومت کی تحویل میں ... اس لئے عبوری حکومت کی ایسی کسی پارٹی نے یہ حرکت کی تھی ... کمانڈر بیگ اور جلال شاہ سے عداوت ہوگی۔ جلال شاہ جانتا ... کسی پارٹی کے لیڈر کو اس سے بغض و عناد نہیں ہے۔ ایک ... کونسل کے عہدے دار کی حیثیت سے سب اس کی عزت کر... تھے۔ کوئی الزام عائد کرنے کے بعد ہی اس کی ایسی بے عز... جاسکتی تھی۔

جہاں تک الزام عائد کرنے کا تعلق ہے، اسے اس با... مجرم سمجھا جارہا ہوگا کہ اس نے کمانڈر بیگ کے ساتھ مل کر ... خانم کو اغوا کرنے کی سازش کی ہے۔ دونوں میں گٹھ جوڑ ہے ... لئے ایک ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ اس حوالے سے معلوم ہو... کہ حاتم شہریار نے انہیں قید کرایا ہے۔

اگر ایسا ہے تو توبہ خانم نے اپنے بھائی حاتم شہریار کو اب ... بتادیا ہوگا کہ جلال شاہ اور ارسلان بے قصور ہیں بلکہ دوست ... محسن ہیں۔ میں پانچ گھنٹوں تک گہری نیند سونے کے بعد بیدار ہو... پارس سے معلوم ہوا کہ توبہ خانم کو اب تک وضاحت کا موقع نہ ... ملا ہے۔ بھائی سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

پارس نے کہا "خانم! میں نے خواب دیکھا ہے کہ جلال ... اور ارسلان کسی قید خانے میں صعوبتیں اٹھا رہے ہیں۔ میر... خواب جھوٹے نہیں ہوتے، اپنے بھائی سے کہو، وہ دونوں کابل ... کرلا پتا ہوگئے ہیں۔ ان کے پاس موبائل فون تھا۔ فون ... رابطہ نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ مصیبت میں ہیں۔ فوراً ان کی خبرلو۔"

وہ بولی "میں سونے سے پہلے اور اب بیدار ہونے کے بعد کئی بار فون پر بھائی سے رابطہ کرنے کی کوشش کرچکی ہوں۔ لیکن وہ بے حد معروف ہیں۔ چھوٹے بڑے ممالک کے نمائندے اور پریس رپورٹرز وغیرہ کا تانتا بندھا رہتا ہے۔ وہ سیاسی داؤ پیچ میں اس قدر معروف رہتے ہیں کہ ہم سے فون پر باتیں کرنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔"

"تو پھر ہم اپنے ساتھیوں کو تلاش کرنے چلیں؟"

"بڑی مشکل ہے، بھائی حاتم کو صبح معلوم ہوا کہ میں گھر پہنچ گئی ہوں تو انہوں نے حکم صادر کیا کہ مجھے حویلی سے باہر نہ جانے دیا جائے۔ ہماری تہذیب، ہمارے ماحول میں لڑکیاں آزادی سے نوجوانوں کے ساتھ سرِعام نظر نہیں آتیں۔ میری بھابی اور رشتے دار تمہارے پاس مہمان خانے میں بھی آنے سے منع کرتے ہیں مگر میں ضد کرکے چلی آتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے تم مجبور ہو۔ میں تو نہیں ہوں۔ ابھی غسل کرکے لباس تبدیل کروں گا پھر تمہاری حویلی سے چلا جاؤں گا۔"

وہ ایک دم سے اداس ہوگئی "چلے جاؤ گے؟"

"جن ساتھیوں نے برے وقتوں میں ساتھ دیا انہیں تلاش کرنے نہ جاؤں؟"

"یہاں امن و امان نہیں ہے۔ تم یہاں کے راستے گلیاں نہیں جانتے ہو۔ ہر شخص اسلحہ لئے پھرتا ہے ان میں سے کتنے ہی بدمعاش ہوتے ہیں گولی مار کر جیب سے رقم لے جاتے ہیں۔ تم تنہا باہر جاتے ہی نئی نئی مصیبتوں میں گرفتار ہوتے رہو گے۔"

"کیا مصائب کے خوف سے چار دیواری میں چھپا رہوں!"

"میں یہ نہیں کہتی۔"

"پھر کیا کہتی ہو؟"

"وہ۔ بات یہ ہے کہ..... کہ تمہیں تنہا جانے نہیں دوں گی۔ میں بھی ساتھ چلنے کی تدبیر سوچ رہی ہوں۔ تم بھی کچھ سوچو کوئی راستہ نکالو۔"

"اچھی بات ہے، تم بھی سوچو۔ میں بھی سوچتا ہوں۔ ایک گھنٹا بعد ملاقات ہوگی۔ میں غسل کرنے جارہا ہوں۔"

وہ مہمان خانے سے باہر آئی۔ وہ مہمان خانہ ایک انیکسی کی طرح حویلی کے احاطے میں چند قدم کے فاصلے پر تھا۔ وہ وہاں سے حویلی میں آئی تو اس کے باپ نے غصے سے کہا "تمہیں وہاں جانے سے منع کیا گیا تھا؟"

"وہ میرا محسن ہے؟"

"اس لئے مہمان بناکر عزت دی ہے۔ اگر تم چاہتی ہو کہ اس کی عزت رہے اور ہم اسے دھکے دے کر نہ نکالیں تو صرف ہمیں میزبانی کرنے دو۔"

"آخر مجھ پر پابندی کیوں ہے؟ میں کوئی پردے میں رہنے والی لڑکی نہیں ہوں۔ برسوں سے شہر شہر بھٹکتی رہی ہوں، آج پردہ کیوں ہے؟"

"تمہاری سلامتی اور ہماری عزت کے لئے ہے۔ تم سیاسی معاملات میں میرے بیٹے، اپنے بھائی کے لئے مسئلہ بن گئی ہو۔"

"آخر مسئلہ کیا ہے؟ کچھ مجھے بھی بتایا جائے؟"

"ایک بہت بڑے ملک کا بہت بڑا آدمی تمہیں پسند کرتا ہے۔ کہتا ہے تمہیں اس کے حوالے نہ کیا گیا تو تمہارے بھائی حاتم کی سیاست کو یہاں ناکام بناتا رہے گا۔ پتا نہیں وہ کیسے ذرائع کا مالک ہے، اس نے حاتم کی کئی چالیں ناکام بنادی ہیں۔ کہتا ہے ایک بار تمہارا اس سے سامنا کرایا جائے یا تم سے فون پر گفتگو کرائی جائے۔"

"وہ کون ہے؟ مجھے کیسے جانتا ہے؟"

"تمہارے بھائی کو اتنی فرصت ہی نہیں ملتی کہ وہ اس کے متعلق وضاحت سے بتائے۔ اتنا معلوم ہوا ہے کہ ایک ہفتہ پہلے اس نے تمہیں علاقہ مزار شریف میں دیکھا تھا۔ وہ تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا لیکن تم پشتو میں اس کچھ کہہ کر چلی گئیں۔ وہ کچھ سمجھ نہ سکا۔ اس نے تمہارا تعاقب کیا۔ لیکن تم نظروں سے اوجھل ہونے کے بعد پھر دکھائی نہیں دیں۔ اس نے کسی طرح معلوم کرلیا کہ تم حاتم شہریار کی بہن ہو۔"

"وہ بھائی حاتم سے کیا کہتا ہے؟"

"ایک ہی بات کہتا ہے کہ ایک بار تم سے ملاقات کرے گا پھر تم خود ہی اس پر مرمٹو گی۔"

"میں تھوکتی ہوں اس پر۔"

"تھوکنے سے شیطان نہیں بھاگتا۔ جب تمہیں اغوا کیا گیا تو ہم نے یہی سمجھا کہ یہ اسی کی شرارت ہے لیکن وہ قسم کھاکر کہہ رہا تھا کہ ایک بار تمہاری تصویر دکھادی جائے پھر وہ تمہیں دشمنوں کے تہ خانے سے بھی نکال لائے گا۔"

میں خانم کے پاس تھا یہ باتیں سن رہا تھا۔ خانم جن حالات سے گزرتی رہی تھی ان حالات میں کس کو تصویریں اتروانے کی فرصت نہیں ملتی۔ اس لئے اُس کی کوئی تصویر نہیں تھی۔ چنانچہ اس اجنبی کے ہاتھ نہیں لگی تھی۔

ویسے میں کھٹک گیا تھا۔ وہ اجنبی یہ کیوں کہتا تھا کہ ایک بار خانم سے ملاقات ہوگی تو وہ اس پر مرمٹے گی۔ یہ کیوں چاہتا تھا کہ ایک بار اس سے فون پر ہی بات ہوجائے؟ کیا فون پر بات کرتے ہی اس کا دل جیت لے گا؟ ایسا تو میں کرتا ہوں۔ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں۔

یوں تجزیہ کرنے سے یقین کی حد تک شبہ ہو رہا تھا کہ وہ کوئی خیال خوانی کرنے والا ہے اور خانم پر عاشق ہوگیا ہے یا محض ہوس پرست ہے۔ توبہ خانم کو خدا نے چونکا دینے والا حسن اور شخصیت

دی تھی۔ اس پر اُس کی تنی ہوئی بھویں' شیرنی جیسی نگاہیں اور غضب ناک تیور ایسے تھے کہ ضدی مردوں کے لئے وہ چیلنج بن جاتی تھی۔

وہ اپنے باپ سے بولی "کیا اس کے ڈر سے مجھے چھپایا جارہا ہے؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ تم ایک سیاسی مسئلہ بن گئی ہو۔"

"یہی تو پوچھ رہی ہوں' میرا سیاست سے کیا تعلق ہے؟"

"ہم اجنبی کو الزام دیتے تھے کہ اس نے تمہیں اغوا کیا ہے۔ اجنبی ہمیں الزام دیتا تھا کہ ہم تمہیں اس سے چھپا رہے ہیں۔ اس نے کہہ دیا ہے جب تک تم اس کے پاس نہیں جاؤ گی وہ تمہارے بھائی کے حق میں پچاس کروڑ کا قرضہ منظور نہیں ہونے دے گا۔ کئی سیاست دانوں کو خریدنے کے لئے تمہارے بھائی کو اس رقم کی ضرورت ہے اور بھی کئی مسائل ہیں جن میں وہ اجنبی حاتم شہریار کے قدم یہاں مضبوطی سے جمائے رکھ سکتا ہے۔"

میں نے خانم کے ذریعے سوال کیا "وہ اجنبی کہاں ہے؟"

باپ نے کہا "وہ کل تک یہاں تھا۔ پھر اہم کام کے سلسلے میں مزار شریف گیا ہے' شاید شام تک آئے گا تو تم سے ضرور ملاقات کرے گا۔"

"اس سے ملاقات کرانے کے لئے ہی مجھے اس چار دیواری میں رکھا جارہا ہے۔ بھائی حاتم مجھ سے فون پر بھی باتیں نہیں کر رہا ہے۔ شاید اسے شرم آرہی ہے کہ میرے سامنے آکر پچاس کروڑ کی سیاست کیسے کرے گا؟"

"بکواس مت کرو۔"

اس نے طمانچہ مارنا چاہا۔ بیٹی نے ہاتھ پکڑ لیا پھر کہا "بھائی حاتم سے کہنا' باپ کا ہاتھ تھا اس لئے چھوڑ دیا۔ اس ہاتھ میں اجنبی کا ہاتھ آیا تو توڑ کر پھینک دوں گی۔"

وہ باپ کا ہاتھ جھٹک کر چلی گئی۔ میں نے پارس سے کہا۔ "یہاں کسی خیال خوانی کرنے والے کا سراغ مل رہا ہے۔ توبہ خانم پر اُس کی نیت خراب ہے شاید باپ اور بھائی بھی اسے سیاست کی بھٹی میں جھونک دیں گے۔"

"یعنی توبہ خانم حالات کا رخ بدلنے والی ہے۔"

"ہاں۔ اس سے پہلے اسے خیال خوانی کرنے والے اجنبی سے محفوظ رکھنا ہے۔ میں اس کے دماغ کو لاک کرنے جارہا ہوں۔"

میں اس کے پاس آیا۔ وہ اپنے کمرے میں تھی۔ غصے میں ٹہل رہی تھی۔ غصے کی بات ہی تھی۔ سب اسے چھینا جھپٹنا چاہتے تھے۔ سیاست کی بساط پر بھی اسے مہرہ بنایا جارہا تھا۔ اتنی بڑی جنگ و جدل اور بے عدل دنیا میں اسے ایک پارس ایسا نظر آرہا تھا جو اس کے حسن و شباب کو نہیں مانگ رہا تھا۔ بلکہ مانگنے اور چھیننے والوں سے بچاتا آرہا تھا۔

وہ سوچ رہی تھی۔ باپ کے بیان کے مطابق وہ اجنبی شام تک آئے گا' اس سے پہلے پھر گھر سے بے گھر ہونا چاہئے وہ تنہا تھی' اب پارس کے ساتھ بے گھر اور دربدر ہو کر بھی مطمئن رہے گی۔

وہ وہاں سے بھاگ نکلنے کی پلاننگ سوچ رہی تھی۔ میں دماغ پر قبضہ جما کر اسے بستر پر پہنچایا پھر اسے سلا دیا۔ اس پر تنویمی عمل کر کے دماغ کو حساس بنایا' یہ بات نقش کردی کہ وہ صرف سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گی باقی تمام پرائی سوچ کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیا کرے گی اور کتنے ہی غیر یقینی حالات ہوں وہ پارس پر بھروسا کرتی رہے گی۔

اس کے بعد اسے دو گھنٹے کے لئے سلا دیا۔ پارس کے پاس آکر کہا "توبہ خانم حالات سے پریشان ہو کر تمہارے ساتھ بھاگنے کا ارادہ کر رہی ہے۔"

"ہم اسے ساتھ رکھ کر ساری رات پریشان ہوتے رہے اب کیا ساری زندگی پریشان کرنا چاہتی ہے۔"

"تم اسے سمجھاؤ۔ فی الحال حویلی سے بھاگنا دانشمندی نہیں ہے۔ حالات نے بہت زیادہ مجبور کیا تو پھر فرار کا راستہ نکالا جائے گا۔"

"کیا وہ میری سن لے گی؟"

"ہاں میں نے اس کے دماغ کو لاک کردیا ہے اور یہ نقش کیا ہے کہ وہ تم پر ہر حال میں اعتماد کرے گی۔"

"خدا آپ جیسا باپ سب کو دے۔ راستہ صاف کردیا۔"

میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ جیلر کی آواز نے مجھے چونکایا وہ کہہ رہا تھا "اے کھڑے ہو جاؤ۔"

میں نے فرش پر سے اٹھتے ہوئے دیکھا۔ جیلر اور دو مسلح افراد کے ساتھ ایک قد آور شخص تھا۔ وہ میری طرف اشارہ کرتے ہوئے جیلر سے پوچھ رہا تھا "کیا یہی پاکستانی صحافی ارسلان ہے؟"

میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ حاتم شہریار تھا۔ اس نے سب کو یہاں قید کرایا تھا۔ جیلر کہہ رہا تھا "جی ہاں! یہی ارسلان ہے اور وہ ساتھ والی کوٹھری میں کمانڈر بیگ ہے۔"

اس نے حکم دیا "فائرنگ اسکواڈ کو بلاؤ۔"

جیلر نے ماتحت کو حکم دیا۔ فائرنگ اسکواڈ کو بلانے کا مطلب یہی تھا کہ جو قیدی لائے گئے ہیں انہیں ایک قطار میں کھڑا کر کے گولیوں سے چھلنی کردیا جائے۔ اس نے حکم دیا "کمانڈر کو ٹارگٹ پر لے جاؤ۔"

حکم کی تعمیل ہوئی۔ چار سپاہی دوسری کوٹھری سے اسے لائے۔ سامنے وسیع و عریض کھلی چار دیواری تھی۔ کمانڈر کو لے جا کر ٹارگٹ سے باندھ دیا گیا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا "شہریار! میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ تم نے مجھ کو گرفتار کرایا ہے۔ قسم کھا کر کہتا ہوں' اب میں تمہارا مخالف نہیں ہوں۔ یہ ار

بہت بڑا نجومی ہے۔ اس سے پوچھ لو اس نے مجھے سمجھایا ہے کہ جو بھی شخص توبہ خانم کو ہاتھ لگائے گا' وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ خانم کے ستارے عروج پر ہیں۔ اس سے ٹکرانے والے نابود ہو جائیں گے۔ تب سے میں نے توبہ کرلی۔ تمہاری بہن کو اپنی بہن سمجھتا ہوں۔"

میں نے حاتم شہریار کی نظروں میں پہلی بار اپنے لئے نرمی دیکھی۔ وہ اس بات سے خوش تھا کہ میں دوسروں کو اس کی بہن کی عزت پر مائل کرتا ہوں۔

فائرنگ اسکواڈ کے چار سپاہی ایک قطار میں لیفٹ رائٹ کرتے ہوئے آئے اور کمانڈر بیگ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حاتم شہریار نے کہا "میں نہیں جانتا کہ نجومی نے برے ارادے بدل دئے یا موت کو سامنے دیکھ کر بدل رہے ہو؟ بات کچھ ہو' نتیجہ ایک ہی نکلا ہے کہ تم نے میری بہن کو بری نظر سے دیکھا۔ کیوں دیکھا؟ کیا اپنی بہن کو اسی طرح دیکھتے ہو اور کسی نجومی کے پاس جا کر توبہ کرتے ہو؟"

"میں شرمندہ ہوں۔ ایک بار میری جان بخش دو۔"

"جان بخشنا ہوتا تو اپنے آدمیوں سے یہ نہ کہتا کہ گونگے بہرے بن جائیں۔ تمہیں اور تمہارے آدمیوں کو یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ میں نے تمہیں بلایا ہے۔ یہ پُل چرخی جیل ہے۔ یہاں کسی مرنے والے قیدی کی لاش کبھی باہر نہیں بھیجی جاتی۔ تمہارے قبیلے کے لوگوں کو کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تمہیں یہاں لا کر کتے کی موت مار دیا گیا تھا۔ فائر۔"

اس کی زبان سے فائر کا لفظ نکلتے ہی چار گنیں سیدھی ہوئیں پھر فائرنگ کی چار آوازوں کے بعد خاموشی چھا گئی۔ گولی مارنے والے سپاہی رائٹ ٹرن ہو گئے۔ پھر اس طرح ایک قطار میں چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

حاتم شہریار پہاڑ جیسے ڈیل ڈول اور گونجتی ہوئی آواز کا مالک تھا اسے دیکھتے ہی اس کی شخصیت کا رعب طاری ہو جاتا تھا۔ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہمیں کوٹھریوں سے نکالا گیا۔ پھر ہم اس کے پیچھے چلتے ہوئے جیل کے ایک دفتری کمرے میں آگئے۔ میں اس کے خیالات پڑھتا جارہا تھا۔ پہلے میں نے غلط سمجھا تھا کہ وہ پچاس کروڑ کا قرضہ حاصل کرنے کے لئے بہن کو سیاست میں ایک مہرہ بنائے گا۔

وہ بہت غیرت مند تھا۔ یہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی اس کی بہن کو ہاتھ لگائے۔ اس نے کمانڈر بیگ کو اسی لئے گولیوں سے اڑا دیا تھا کہ اس نے توبہ خانم کے لئے بری نیت کی تھی۔ لیکن اب دو باتیں اسے پریشان کر رہی تھیں۔

ایک تو یہ کہ چودہ برس کی جنگ نے توبہ خانم کو اپنے گھر سے اور اپنے خاندان والوں سے دور رکھا تھا۔ کسی کو اس کی خبر نہیں ملتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ بھی ہے یا مر چکی ہے؟! ان حالات نے بہن کو آزاد' ضدی اور خود سر بنا دیا تھا۔ اسے جبراً گھر کی چار دیواری میں قید کر کے نہیں رکھا جا سکتا تھا۔

دوسری بات یہ تھی کہ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیوں اجنبی کے سامنے مجبور ہو جاتا ہے۔ توبہ خانم کے معاملے میں انکار کرنا چاہتا ہے مگر اقرار کرلیتا ہے۔ اس نے اجنبی سے وعدہ کیا ہے کہ بہن واپس آئے گی تو وہ اس سے ملاقات کرائے گا پھر وعدہ کرنے کے بعد سوچ رہا تھا کہ اس نے ایسی بے غیرتی کیوں کی ہے؟ وہ مجبور کیسے ہو جاتا ہے؟

دفتر کے ایک کمرے میں بیٹھنے کے بعد اس نے کہا "برادر جلال شاہ! مجھے افسوس ہے کہ آپ کو چند گھنٹوں کے لئے قیدی بن کر رہنا پڑا۔ میرے ساتھ ایسے حالات پیش آرہے ہیں کہ میں ایسا کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔"

جلال شاہ نے کہا "کوئی بات نہیں۔ میں آپ کو بہت پریشان دیکھ رہا ہوں۔ میری درخواست ہے کہ حضور ارسلان صاحب کے سامنے پریشانی بیان کریں یہ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ یہ......"

میں نے بات کاٹ کر کہا "جلال شاہ! خدا کے لئے ایسی تعریف نہ کرو۔ اتنا ہی تعارف کافی ہے کہ میں نجومی' دست شناس اور قیافہ شناس ہوں' کسی کی پریشانی دور نہیں کر سکتا۔ لیکن پریشانیوں کا حل بتا سکتا ہوں۔"

حاتم شہریار نے میری طرف ہاتھ بڑھا کر کہا "میرا ہاتھ دیکھو۔ اگر پریشانیوں کا حل بتا سکو تو یہی بہت ہو گا۔"

اس کا ہاتھ شیر کے پنجے کی طرح پھیلا ہوا اور بھاری بھرکم تھا پتا نہیں اس ہاتھ سے اُس نے کتنی گنیں' راکٹ لانچر اور کتنی توپیں چلائی ہوں گی۔ کتنے انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہو گا اور یہ بھولتا رہا ہو گا کہ ایک دن اسے بھی موت کے گھاٹ اترنا ہے۔ یہ اٹل حقیقت ہے۔ کسی کو عزت سے اور کسی کو ذلت سے مرنا ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا "پہلے تمہاری پریشانیاں بیان کروں یا زندگی کے حالات سننا چاہو گے؟"

"میرے حالات مجھے معلوم ہیں۔ میری پریشانیاں اور ان کا حل بیان کرو۔"

"سیاسی محاذ پر تمہیں کوئی مات نہیں دے سکتا تھا لیکن ایک غیر ملکی ایجنٹ ایک غلط راستے سے تم پر حاوی ہو رہا ہے۔"

"یہ درست ہے۔"

"وہ تمہارے گھر کے راستے تمہاری سیاست کو نقصان بھی پہنچا سکتا ہے اور فائدہ بھی۔"

وہ چونک کر بولا "گھر کے راستے سے؟ ہاں ہاں' تم بڑی حد تک اصل معاملے کو سمجھ رہے ہو۔"

"تمہیں یہ پریشانی ہے کہ اس کی بات نہیں مانو گے تو وہ مغربی

ممالک کی مالی امداد تمہارے مخالف لیڈر کو پہنچادے گا۔"

"بالکل یہی بات ہے۔"

"اگر بات مان لوگے تو تم پر سے یہ الزام مٹادیا جائے گا کہ پہلے تم روسی ایجنٹ تھے۔ تمہیں امریکا کی سرپرستی کے ساتھ بہت بھاری رقم بھی ملے گی۔ لیکن تمہارا ضمیر گوارا نہیں کررہا ہے۔"

"تم واقعی ماہردست شناس ہو' آگے بولو۔"

"تم ملک اور قوم کو امریکی پالیسیوں کے زیر اثر لانا چاہتے ہو لیکن گھر کی عزت کو سیاست کی سیج پر لانا نہیں چاہتے۔"

وہ غصے سے سرخ ہو کر بولا "اے پاکستانی! غصہ مت دلاؤ۔ بات کو پردے میں رکھ کر بولو۔"

"ہم بہت سی باتیں اسی لئے چھپا لیتے ہیں کہ سننے والے کو اپنی توہین محسوس ہوتی ہے اور وہ حقیقت سے انکار کرتے ہوئے ہمارے علم کو جھوٹا کہتے ہیں۔"

"تم اس کا حل پیش کرو۔"

"کیسے کروں؟ جبکہ ہاتھ کی لکیریں صرف یہ بتاتی ہیں کہ پریشان ہو مگر یہ نہیں بتاتیں کہ پریشانی کے پیچھے اصل بات کیا ہے۔ وہ بات معلوم نہیں ہوگی' اپنا مسئلہ نہیں بتاؤ گے تو حل کیسے پیش کروں گا!"

اس نے ہچکچاتے ہوئے کہا "جلال شاہ! پلیز تھوڑی دیر کے لئے ذرا باہر چلے جاؤ۔"

وہ چلا گیا' اس نے کہا "وہ اجنبی امریکی ایجنٹ میری بہن توبہ خانم کو مانگتا ہے۔"

"تم نے کیا جواب دیا ہے؟"

"میں اسے گولی مار دینا چاہتا ہوں۔ اس کی بات سے انکار کرنا چاہتا ہوں۔ مگر نہ جانے کیسے بات مان لیتا ہوں۔ یہی پریشانی ہے کہ اس پر میرا زور نہیں چل رہا ہے۔ مجھے وہ کوئی جادوگر لگتا ہے۔ کسی غیبی قوت سے اپنے حق میں فیصلہ کراتا ہے اور میں اس کے حق میں بول پڑتا ہوں۔"

"ان حالات میں تم چاہتے ہو کہ غیرت بھی برقرار رہے اور ملک میں سیاسی برتری بھی قائم رہے۔"

"بالکل یہی چاہتا ہوں۔"

"پہلے تو یہ یقین کرلو کہ جو بھی توبہ خانم کو جبراً حاصل کرنا چاہے گا وہ تباہ و برباد ہوگا اور فنا ہو جائے گا۔"

"یہی بات تم نے کمانڈر بیگ سے کہی تھی۔ کیا واقعی یہ سچ ہے؟"

"تم نے خود ہی کمانڈر کو جہنم میں بھیج دیا۔ کیا وہ توبہ خانم پر بری نظر رکھنے والا فنا نہیں ہوا؟"

"ہاں ہاں' وہ فنا ہوگیا مگر اس شیطان کا کیا ہوگا جو میرے پیچھے پڑگیا ہے؟"

"وہ بھی برباد ہوگا۔"

"وہ برباد ہوگا تو میرا بھلا نہیں ہوگا۔"

"کیا بہن کی بربادی چاہتے ہو؟"

"نہیں' ہرگز نہیں۔"

"مسٹر شہریار! پچھلی رات تمہاری بہن میری ہم سفر تھی۔ [illegible] نے اس کے مقدر کا حال معلوم کیا ہے۔ اس کے ساتھ جو نوجوان حماد ہے اس کے اور خانم کے ستارے خوب ملتے ہیں۔ جب تک ساتھ رہیں گے کوئی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔"

وہ جھنجلا کر بولا "تم میرے بگڑنے اور بننے کی بات کرو۔"

"جس طرح بہن کا سودا نہیں کرنا چاہتے اسی طرح ملک قوم کا سودا نہ کرو۔ اس طرح عزت سے جی سکو گے۔"

"میں سیاست کی مسند پر عزت کمانا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر خانم کی ملاقات اس سے کراؤ۔ اگر وہ خانم کو [illegible] طرف مائل کرنے میں کامیاب ہوگیا تو تمہارے ضمیر پر بوجھ [illegible] رہے گا۔"

"تمہاری یہ بات کچھ سمجھ میں آرہی ہے۔"

"تم اجنبی سے کہو کہ اپنی بہن پر جبر نہیں کرو گے۔ اس [illegible] تمہاری غیرت قائم رہے گی کیونکہ تم یہ معاملہ خانم پر چھوڑ [illegible] ہو۔ وہ راضی ہو کر اجنبی کے ساتھ جائے گی تو سمجھ لینا ایک [illegible] اسے میکے سے رخصت ہونا تھا۔ سو وہ اپنی مرضی سے چلی گئی [illegible] اجنبی سے تمہاری سیاسی دوستی بھی قائم رہی۔"

"واقعی اس طرح میرے ضمیر پر بوجھ نہیں پڑے گا۔ [illegible] بڑی ذہانت سے مشورہ دیا ہے۔"

وہ خوش ہوتے ہوتے پھر سوچ میں پڑ گیا۔ میں نے پوچھا [illegible] ہوا؟"

وہ مایوس سا ہو کر بولا "اگر وہ راضی نہ ہوئی۔ اجنبی کو [illegible] کیا تو کیا ہوگا؟"

"اگر میں خانم کے قریب رہوں گا تو وہ اجنبی کو [illegible] کرے گی۔"

"اگر ایسا ہو سکتا ہے تو میرے ساتھ گھر چلو اور وہیں قیام [illegible] مجھے میزبانی کا شرف حاصل ہوگا۔"

ہم وہاں سے اٹھ گئے۔ اس نے باہر آکر جلال شاہ سے [illegible] رابطہ کونسل میں جاکر اپنی اور مسٹر ارسلان کی آمد کی رپورٹ [illegible] ان کے مہمان خانے میں قیام کرو۔ مسٹر ارسلان میرے [illegible] رہیں گے۔"

میں نے جلال شاہ سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "شاہ! [illegible] طور پر جدا ہو رہے ہیں۔ میں جلد ہی تمہارے پاس آجاؤں گا۔"

وہ بڑی عقیدت کا اظہار کرتا رہا۔ میں حاتم شہریار کے [illegible] اس کی قیمتی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کار کے آگے پیچھے مسلح جوان [illegible] گاڑیاں تھیں۔ جب وہ قافلہ وہاں سے چلنے لگا تو اچانک ہی [illegible] سانس روک لی۔ کوئی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔

میں نے لیلیٰ اور سلطان وغیرہ کے پاس جاکر پوچھا۔ کیا [illegible]

میرے دماغ میں آنا چاہتے تھے؟ معلوم ہوا ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں آیا تھا۔ بات صاف ہو گئی۔ وہی اجنبی خیال خوانی کرنے والا بڑی دیر سے حاتم شہریار کے دماغ میں چھپ کر ہماری باتیں سن رہا ہوگا اور اب میرے خیالات پڑھنے کی ناکام کوشش کے بعد واپس گیا ہوگا؟

حاتم شہریار نے پوچھا "کیا سوچ رہے ہو؟"

یہ دراصل وہی اجنبی اس کے ذریعے پوچھ کر میرے دماغ میں آنے کا ردعمل معلوم کرنا چاہتا ہوگا۔ میں نے جواب دیا "میں پاکستان سے آرہا ہوں۔ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد علی تیمور کا بڑا چرچا ہے۔ میں نے سنا ہے مجھ جیسے باڈی بلڈر اور سانسوں پر قابو رکھنے والے کے دماغ میں وہ نہیں آسکتا۔ میں حیران ہوں کہ وہ افغانستان پہنچا ہوا ہے بھی میرے اندر آنا چاہتا تھا۔"

اس نے پوچھا "کیا اس سے پہلے فرہاد کبھی تمہارے دماغ میں آیا تھا؟"

"ہاں' ایک بار میں لاہور کے آئی جی سے باتیں کررہا تھا۔ وہ آئی جی کے دماغ میں تھا۔ میرے پاس آیا تو میں نے سانس روک لی۔ اس نے آئی جی سے کہا' میں مسٹر ارسلان کے دماغ میں جاکر معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ سچی پیش گوئی کیسے کرتے ہیں؟ میں نے کہا' مجھے افسوس ہے میں اپنے علم کا راز کسی کو نہیں بتا سکتا۔ میں فرہاد صاحب سے ان کی ٹیلی پیتھی کا راز نہیں پوچھتا ہوں' وہ بھی نہ پوچھیں۔"

حاتم شہریار نے پوچھا "پھر کیا ہوا؟"

حاتم شہریار کو ٹیلی پیتھی کے متعلق معلومات تھیں نہ دلچسپی۔ یہ سوالات اس کے اندر اجنبی کررہا تھا۔ میں نے جواب دیا "فرہاد نے آئی جی کے ذریعے مجھ سے پوچھا کہ میں اس کے مستقبل کی باتیں بتاؤں۔ میں نے کہا فرہاد صاحب' بہت لمبی عمر ہے تمہاری۔ لیکن کبھی افغانستان نہ جانا' وہاں تمہاری موت ہے۔ اس نے پوچھا' موت کیسے ہوگی؟ میں نے کہا' تمہارا کوئی پرانا دشمن اس لئے تم پر غالب آجائے گا کہ وہاں خوش قسمتی کا ستارہ تمہارا ساتھ نہیں دے گا۔"

میں اتنا کہہ کر چند لمحوں کے لئے خاموش ہوا پھر حاتم شہریار کو دیکھ کر بولا "معلوم ہوتا ہے فرہاد کو میری پیش گوئی کا یقین نہیں آیا تھا اس لئے وہ یہاں آگیا ہے۔ اس دن کی طرح آج بھی میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا۔ برادر شہریار! وہ یہاں آگیا ہے۔ ٹھہرئے ذرا سوچنے دیجئے۔"

میں نے یونہی سوچنے کا بہانہ کیا پھر چونک کر پوچھا "برادر شہریار! آپ نے کہا تھا کہ آپ اس اجنبی کے سامنے بے بس ہوجاتے ہیں؟"

"ہاں میں بے بس ہوجاتا ہوں۔"

"آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ آپ اس کی بات ماننے سے انکار کرتے ہیں مگر بے اختیار بات مان لیتے ہیں!"

"ہاں ایسا ہوتا ہے۔ لیکن...."

"لیکن کو بھول جائیے۔ فرہاد کو یاد رکھئے۔ وہ آپ کے دماغ میں آتا ہے اور آپ کے انکار کو اقرار میں بدلتا ہے۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"برادر! وہ جو امریکی ایجنٹ بن کر آپ سے ملتا ہے اور آپ کی ہمشیرہ پر بری نظر رکھتا ہے وہ کوئی عیسائی یا غیر مسلم نہیں ہے۔ مسلمان ہے' فرہاد ہے۔ حسین عورتوں کے معاملے میں بہت بدنام ہے۔ اس لئے وہ آپ کی عزت پر بھی کیچڑ اچھالنا چاہتا ہے۔ میں پورے یقین سے کہتا ہوں کہ وہ فرہاد ہے اور ابھی آپ کے دماغ میں موجود ہے۔"

"نہیں میرے دماغ میں کوئی نہیں ہے۔"

"آپ سانس روکنا نہیں جانتے ہیں اس لئے آپ کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنے اندر محسوس نہیں کرتے ہیں۔ میری بات کا یقین کریں' وہ آپ کے دماغ سے ابھی میرے دماغ میں آیا تھا۔ میرے سانس روکتے ہی واپس چلا گیا ہے۔"

"کہاں چلا گیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ شاید نہ گیا ہو' اب بھی آپ کے اندر موجود ہو۔"

"تم ایسی باتیں کررہے ہو جسے کوئی بھی صاحب عقل تسلیم نہیں کرے گا۔"

"آپ تسلیم نہ کریں۔ جب میری پیش گوئی کے مطابق فرہاد کی موت اس ملک میں ہوگی تو آپ کو یقین آجائے گا کہ وہ آپ کو پریشان کررہا تھا۔"

پھر میں نے زبردستی حاتم شہریار کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مبارک ہو۔ آپ کی پریشانیاں خود ہی ختم ہو جائیں گی۔ یہاں وہ ضرور مرے گا۔"

"اگرچہ میں ٹیلی پیتھی وغیرہ کو بکواس سمجھتا ہوں لیکن تمہاری اس پیش گوئی سے خوش ہوں کہ جو بھی میرے لئے مصیبت بنا ہے' وہ مرجائے گا۔"

پھر وہ خاموش ہو کر سوچنے لگا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا وہ خیال خوانی کرنے والا شہریار کے دماغ میں رہ کر نہیں بولتا تھا۔ شہریار کی سوچ میں بول کر اس سے اپنی مرضی کے مطابق عمل کراتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "کیا توبہ خانم اس اجنبی کو پسند کرلے گی؟ اگر اس نجومی ارسلان کی پیش گوئی کے مطابق وہ پسند کرلے گی تو میں اسے سچا نجومی مان لوں گا اور اسے ہمیشہ کے لئے اپنا مشیر بنالوں گا۔"

اس اجنبی کو یقین ہوگا کہ وہ توبہ خانم کے دماغ میں جاکر اس پر قبضہ جما کر اسے اپنی طرف مائل کرلے گا۔ میں نے پارس سے کہا "بیٹے! میں نے درست اندازہ لگایا تھا۔ حاتم شہریار کے پیتھی کا چکر چل رہا ہے۔ اب ہمیں بھی ایک چکر چلانا پڑے گا۔"

"ضرور چلائیں گے۔ کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"میں حاتم شہریار کا مہمان بن کر تمہارے پاس آرہا ہوں۔"

"پھر تو کمال ہو رہا ہے۔"

"توبہ خانم کو اپنے اعتماد میں لو۔ اسے سمجھاؤ کہ شام کو جو مہمان اس سے ملنے آئے گا' اس سے وہ نفرت نہ کرے۔ اس کے ساتھ جانے کے لئے راضی ہوجائے۔"

"وہ بڑی زہریلی ہے۔ ایسی بات پسند نہیں کرے گی۔ پھر بھی میں اسے سمجھاؤں گا۔"

اس نے انٹرکام کے ذریعے توبہ خانم کو مخاطب کیا "ہیلو توبہ! مہمان خانے میں آسکتی ہو؟"

"یہ مجھے یاد کیوں کیا جارہا ہے؟"

"ایک اہم مسئلے پر بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"اچھا ابھی آئی۔"

وہ ریسیور رکھ کر سوچنے لگی۔ اس کی سوچتی ہوئی آنکھوں میں چھپی چھپی سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے فولاد جیسے دل نے کبھی نازک جذبوں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ کچھ محسوس کرنے لگی تھی۔ اور جو محسوس ہوتا تھا اسے واضح طور پر سمجھ نہیں پاتی تھی۔

وہ مہمان خانے میں کھنچی چلی آئی لیکن عادت کے مطابق سنجیدہ رہی۔ دروازے پر رک کر بولی "وہ اہم مسئلہ کیا ہے؟"

"دروازے پر یوں رک گئی ہو جیسے مسئلے نے ڈنک مارنا چاہا تو فوراً بھاگ جاؤ گی۔"

"تو اندر آگئی' اب بولو۔"

"میں یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ تم نے کہا تھا مجھے تنہا جانے نہیں دو گی۔"

"ہاں کہا تھا۔ اب بھی کہہ رہی ہوں۔"

"تمہارے بزرگ یہاں سے تمہیں نکلنے دیں گے؟"

"وہ تو شاید مجھے کسی کے حوالے کرکے اپنی سیاسی برتری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔"

"وہ کون ہے جس کے حوالے تمہیں کیا جاسکتا ہے؟"

"کوئی بھی ہو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"اس میں دلچسپی لو۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"کچھ سوچ سمجھ کر ہی کہہ رہا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ گھر چھوڑ کر جاؤ گی تو تمہارا بھائی میرے خلاف سیاسی قوت استعمال کرے گا۔ اگر بھائی کی مرضی سے اس اجنبی کے ساتھ جاؤ گی تو میں اجنبی کے گھر سے تمہیں لے جاؤں گا۔ ایسے وقت تمہارے بھائی کا تم پر کوئی حق نہیں ہوگا۔ کیونکہ سوداگر فروخت کئے ہوئے مال کی واپسی کا تقاضا نہیں کرتا۔"

"بہت زبردست آئیڈیا ہے۔ میں تمہاری پلاننگ پر عمل کروں گی۔"

"وہ اجنبی آئے تو تم اسے پسند کرو گی پھر وہ جہاں لے جائے وہاں جاؤ گی۔"

"تم کہاں رہو گے؟"

"میں ابھی یہاں سے جارہا ہوں۔ جب تم اجنبی کی رہائش گاہ میں پہنچو گی تو میں وہاں موجود رہوں گا۔"

"تم پھر اکیلے جانا چاہتے ہو۔"

"میں بچہ نہیں ہوں۔ کہیں کھو نہیں جاؤں گا۔ کھو گیا تو اپنے آپ کو ڈھونڈ لوں گا۔"

اسی وقت ہماری گاڑیاں حویلی کے احاطے میں داخل ہوئیں۔ توبہ خانم اور پارس مہمان خانے سے باہر آئے۔ میں شہریار کے ساتھ کار سے اترا۔ توبہ خانم نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "برادر! میں صبح سے کئی بار فون کرچکی ہوں' کیا آپ کو بہن سے ملاقات کرنے کی فرصت نہیں ملتی؟"

حاتم شہریار نے پارس کو ناگواری سے دیکھ کر پوچھا۔ "تم

مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اس سوال کو نظر انداز کرتے ہوئے، مجھے دیکھتے ہوئے خوش ہو کر بولی "آہا! مسٹر ارسلان! آپ کو اچانک یہاں دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے میں بیان نہیں کر سکتی۔"

حاتم شہریار نے بہن کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے پوچھا "تم سب کے سامنے میرے سوال کو نظر انداز کر رہی ہو؟ بتاؤ مہمان خانے میں کیوں گئی تھیں؟"

وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بولی "اس سوال سے پہلے یہ پوچھیں کہ اغوا ہونے کے بعد دو دن کس کس کے مہمان خانوں میں رہ کر آئی ہوں؟ پھر اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ ریڈ کراس شفاخانے میں کتنے جوانوں کے ساتھ رہتی آئی ہوں اور اس سے بھی پہلے پوچھیں کہ روسیوں نے مجھے تاشقند کے جیل خانہ میں پہنچا کر میرے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔ غیرت مند بھائی بننا ہے تو بہن کا تمام ریکارڈ سامنے رکھ کر غیرت کا مظاہرہ کریں۔ اپنے ہی گھر کے مہمان خانے میں دو گھڑی گزارنے کی رپورٹ حاصل کر کے ضمیر کا کون سا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں؟"

وہ کوئی جواب نہ دے سکا۔ آہستگی سے بولا "تم بہت منہ زور ہو گئی ہو۔" پھر وہ مجھ سے بولا "مسٹر ارسلان! آپ مہمان خانے میں اس نوجوان کے ساتھ کچھ وقت گزاریں، میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ حویلی کی طرف جانے لگا تو بہ خانم نے آواز دی "برادر! رک جائیں۔"

وہ رک گیا پلٹ کر بولا "کوئی مجھے پیچھے سے آواز دینے کی جرات نہیں کرتا ہے۔ بولو کس لئے آواز دی ہے۔"

"حماد نے جان پر کھیل کر مجھے دشمنوں سے بچایا ہے، آپ پہلے اس جوان کا شکریہ ادا کریں تب حویلی میں جائیں۔"

"تم مجھے حکم دے رہی ہو؟"

"نہیں اخلاق اور تہذیب یاد دلا رہی ہوں۔"

"نوشٹ اپ! برسوں سے سیکڑوں ہزاروں مجاہدین ہماری حفاظت کے لئے جان پر کھیلتے رہے ہیں۔ وفاداروں اور نمک خواروں کا شکریہ ادا نہیں کیا جاتا، انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ میں اس جوان کو بھی کوئی انعام دے دوں گا۔"

"میں اس انعام پر تھوک دوں گی۔ یہ آپ کا نمک خوار نہیں میرا یار ہے۔"

"کیا؟" وہ گرجتا ہوا بولا "تم نے کیا کہا؟ کیا تم یار کا مطلب سمجھتی ہو؟"

"سمجھتی ہوں، یار کے معنی ہیں دوست، جان کا محافظ۔ یار ایک ایسا لفظ ہے جس کا مطلب ہر شخص اپنی نیت کے مطابق سمجھتا ہے۔ آپ کیا سمجھ رہے ہیں برادر؟"

"تم میرا وقت برباد کر رہی ہو۔ حویلی میں چلو۔"

وہ بھائی کی طرف بڑھتی ہوئی بولی "اگر آپ نے حویلی میں جانے سے پہلے حماد کا شکریہ ادا نہ کیا تو میں اس اجنبی کی بے عزتی کروں گی جو یہاں آنے والا ہے۔"

حاتم شہریار خوب اکڑ رہا تھا۔ اچانک غبارے سے ہوا نکل گئی۔ اسے یاد آیا کہ تو بہ خانم نے اجنبی کو پسند نہ کیا اور اس کی انسلٹ کی تو وہ سیاست، عزت اور وقار کی بازیاں ہار جائے گا۔

وہ مسکراتا ہوا پارس کے پاس آکر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "یہ میری بہن انگارے چباتی ہے اور غصہ دکھاتی ہے، اتنا بھی نہیں سوچتی کہ میرے سر پر کام کا بوجھ رہتا ہے۔ ہزار طرح کی مصروفیات میں گھرا رہتا ہوں۔ ایسے میں شکریہ ادا کرنے کا موقع نہ ملے تو مجھے غلط نہیں سمجھنا چاہئے۔ بہر حال میں دل کی گہرائیوں سے تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔" پھر وہ پلٹ کر بہن سے بولا "غصہ تھوک دو۔ میں نے تمہاری بات مان لی ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم بھی میری باتیں مانتی رہو گی۔"

ایک مسلح گارڈ نے آکر اطلاع دی "آقا کا اقبال بلند ہو۔ مسٹر فریزر تشریف لائے ہیں۔"

حاتم شہریار نے جلدی سے تو بہ خانم کا ہاتھ تھام کر کہا "وہ آگیا ہے۔ تم میری اچھی بہن ہو۔ پلیز اس کے ساتھ بدتمیزی نہ کرنا۔"

تمام مسلح افراد احاطے کے گیٹ کے اندر دو قطاروں میں مستعد کھڑے ہو گئے تھے۔ ایک قیمتی مرسڈیز گیٹ کے اندر داخل ہو رہی تھی۔ تمام گارڈز ایڑیاں بجا کر سلیوٹ کر رہے تھے۔ مرسڈیز کار کی کھڑکی کے شیشے کلرڈ تھے۔ اندر بیٹھنے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ کار ایک جگہ آکر رک گئی۔ حاتم شہریار استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ ایک مسلح گارڈ نے پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ہم سب نے تجسس بھری نظروں سے ادھر دیکھا۔ ادھر جیسے لاٹری نکل رہی تھی۔

پھر میں ایک دم سے چونک گیا۔ پچھلی سیٹ سے نکلنے والا فرہاد علی تیمور تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے میں نظر آ رہا تھا۔

پھر اس کار کا دوسری طرف والا پچھلا دروازہ کھلا، اب بھلا چونکا دینے والی بات کیا رہ گئی تھی؟ مگر رہ گئی تھی۔ دوسرے دروازے سے پارس باہر آیا۔

میرے بیٹے پارس نے چونک کر آنے والے پارس کو دیکھا۔ پھر ہم باپ بیٹے نے ایک بار خود کو اور ایک بار آنے والے باپ بیٹے کو دیکھا۔

غضب کا تماشا ہو گیا۔ باپ بیٹے دو دونی چار ہو گئے۔

❦

ہماری زندگی میں ایسے بے شمار عجیب تماشے ہو چکے ہیں۔ ہم بھی کئی بار اپنے چہروں پر دشمنوں کے چہرے بناتے رہے ہیں اور انہیں فریب دیتے رہے تھے اور یہی طریقۂ کار دشمن بھی اختیار کرتے ہیں۔ ہمارا چہرہ اور ہمارا نام اپنا کر ہمارے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ وہ ایسا کئی بار کر چکے ہیں۔ ابھی حال ہی کی بات ہے، جان لیوڈا کے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت بی جی تھریال نے میرا نام استعمال کیا تھا اور فرہاد علی تیمور بن کر بے چاری فرمونا کو پریشان کرتا رہا تھا۔

لیکن یہ موجودہ معاملہ ذرا مختلف تھا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا تھا کہ ہم باپ بیٹے کے سامنے دشمن بیک وقت ہم باپ بیٹے کے مثل بن کر آئیں۔ یعنی فرہاد کے سامنے نقلی فرہاد اور پارس کے سامنے نقلی پارس نمودار ہوئے تھے۔

یہ اچھا ہوا کہ ہم باپ بیٹے اصلی روپ میں نہیں تھے ورنہ ہم چاروں مثل وہاں موجود افراد کے سامنے تماشا بن جاتے۔ پارس حماد بنا ہوا تھا۔ اور میں ارسلان کے نام اور چہرے سے پہچانا جا رہا تھا۔ وہ نقلی فرہاد اور نقلی پارس ہمیں اصلی روپ میں دیکھ لیتے تو وہیں ان کے بارہ بج جاتے۔ پھر ان لمحات میں امن و سکون نہ رہتا۔ ایک دوسرے کے سامنے بھید کھلتے ہی ہم اپنی اپنی بقا کے لئے جنگ شروع کر دیتے۔

ان نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا انگریز تھا۔ اس نے حاتم شہریار سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "ویل مسٹر حاتم! کیا تم اس بین الاقوامی شہرت کے مالک فرہاد علی تیمور کو جانتے ہو؟"

حاتم نے چونک کر نقلی فرہاد کو دیکھا۔ میں نے تھوڑی دیر پہلے حاتم شہریار سے کہا تھا کہ میں فرہاد کو جانتا ہوں اور یہ بھی بتایا تھا کہ لاہور میں آئی جی کے ذریعے فرہاد میرے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے اپنے اندر آنے نہیں دیا اور ایک نجومی کی حیثیت سے پیش گوئی کی کہ فرہاد کبھی افغانستان نہ جائے۔ اگر جائے گا تو اس کی زندگی مختصر ہو جائے گی۔ وہ وہاں سے زندہ واپس نہیں آئے گا۔

حاتم نے بناسپتی فرہاد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی۔ اگرچہ میں ٹیلی پیتھی کے علم پر زیادہ یقین نہیں رکھتا۔ تاہم مسٹر ارسلان سے مل کر کچھ یقین کرنے لگا ہوں۔ ان سے ملئے، یہ میرے مہمان مسٹر ارسلان ہیں۔"

وہ مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "اچھا آپ ہیں مسٹر ارسلان؟ میں نے لاہور کے آئی جی کے ذریعے تمہاری گفتگو سنی تھی۔ تم نے میری موت کی پیش گوئی کی تھی کہ میں افغانستان آؤں گا تو مر جاؤں گا۔ دیکھو میں زندہ ہوں۔"

میں نے کہا "ہر زندہ شخص یہی کہتا ہے کہ ابھی میں مرنے والا نہیں ہوں اور موت مسکراتی ہے کہ تم جینے والے نہیں ہو۔"

اس نے پوچھا "مسٹر ارسلان! تم نے کبھی موت کا ارادہ بدلتے دیکھا ہے؟"

میں نے کہا "موت اٹل ہوتی ہے۔"

"ہوتی ہو گی لیکن میرے سامنے اپنے ارادے بدل دیتی ہے۔ تم اپنے علم سے تقدیر کا حال بتاتے ہو اور میں تدبیر سے حال چال بدل کر رکھ دیتا ہوں۔"

اس کے دعوے پر ہنسی آئی۔ کیونکہ میں کوئی نجومی نہیں تھا۔ میں نے کوئی پیش گوئی نہیں کی تھی۔ بس حاتم سے یونہی جھوٹ کہہ دیا تھا لیکن حالات بتا رہے تھے کہ جھوٹ سچ ہونے والا ہے۔ میری ناکردہ پیش گوئی کے مطابق وہ نقلی فرہاد افغانستان میں مرنے کے لئے آگیا تھا۔

وہ جس انگریز کے ساتھ آیا تھا اس کا نام جیک چارلٹن تھا۔ جیک چارلٹن نے نقلی پارس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ان سے ملیں، یہ مسٹر فرہاد کے صاحب زادے پارس ہیں۔"

میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔ "حماد! ادھر آؤ اور مسٹر پارس سے ملاقات کا شرف حاصل کرو۔"

پارس نے قریب آکر اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں نے سنا ہے آپ لوگ مسٹر حاتم کی ہمشیرہ تو بہ خانم کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ باپ بیٹے کو دیکھ کر سوال پیدا ہوتا ہے، باپ شادی کرنا چاہتا ہے یا بیٹا؟"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد ابھی تک جوان نظر آتے ہیں۔ اس لئے تم یہ سوال کر رہے ہو لیکن پارس بھی اپنے باپ کی طرح عاشق مزاج ہے۔ تو بہ خانم سے عشق کرتا ہے۔"

نقلی فرہاد نے کہا "بائی دی وے، یہ ہملرا اور حاتم شہریار کا معاملہ ہے۔ تم لوگ اس معاملے میں مت بولو۔"

نقلی پارس نے اپنے نقلی باپ سے کہا "پاپا! میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ جس حسینہ کو میں حاصل کرنے آیا ہوں اس کے ساتھ ابھی یہ حماد کیوں کھڑا ہوا تھا۔ ان کا آپس میں کیا ریلیشن ہے؟"

تو بہ خانم نے آگے بڑھ کر کہا "میں بتاؤں کہ حماد سے میرا رشتہ کیا ہے؟"

حاتم نے جلدی سے بہن کا ہاتھ پکڑ کر کہا "پلیز، تم کچھ نہ بولو۔ اندر چلو۔"

اس لمحہ تو بہ خانم نے یکبارگی سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے ایک ہاتھ سے سر کو تھام کر کہا "پتا نہیں اچانک میری سانس کیوں رک گئی تھی؟"

یہ بات پارس نے سمجھ لی۔ میں نے تنویمی عمل کے ذریعے تو بہ خانم کے دماغ کو پرائی سوچ کی لہروں کے خلاف لاک کر دیا تھا اور ابھی نقلی فرہاد نے اس کے دماغ میں جانے کی ناکام کوشش کی ہو گی۔

اتنے میں پارس نے اچانک سانس روک لی۔ پھر سانس لیتے ہوئے بناسپتی فرہاد سے کہا "جو پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو۔ میں سامنے کھڑا ہوا ہوں۔ میرے دماغ میں کیوں آنا چاہتے ہو؟"

تو بہ خانم نے کہا "حماد! ابھی میں نے دیکھا ہے تم نے سانس روک لی تھی۔ ابھی میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔"

پارس نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ کوئی بھی ٹیلی پیتھی جاننے

والا میرے دماغ میں آئے تو میں فوراً سانس روک لیتا ہوں۔ اس طرح وہ آنے والا ہمارے اندر رہ کر ہمارے خیالات نہیں پڑھ پاتا۔"

توبہ نے پوچھا "ابھی میں نے جو سانس روکی تھی تو کیا میرے دماغ میں بھی کوئی آیا تھا؟"

میں نے کہا "ہاں' یہ مسٹر فرہاد تمہارے خیالات پڑھنے آئے تھے لیکن تمہارے سانس روکنے کے باعث واپس چلے گئے۔"

توبہ نے ناگواری سے حاتم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "برادر! یہ کون ہوتا ہے میرے خیالات پڑھنے والا۔ میں یہ برداشت نہیں کروں گی۔"

میں نے کہا "خانم! تمہارے ساتھ خدا ہے۔ اس لئے تمہارے دماغ میں کوئی نہیں آئے گا۔ غصہ تھوک دو۔"

نقلی فرہاد نے پوچھا "مسٹر حاتم! کیا تمہاری بہن یوگا جانتی ہے۔"

حاتم نے کہا "میں اپنی بہن کے متعلق بہت کم جانتا ہوں۔ اس نے حالات سے مجبور ہو کر ہمیشہ ہی گھر سے دور رہ کر زندگی گزاری ہے۔ یہ ہمیشہ بارود سے اور ہتھیاروں سے کھیلتی رہی ہے۔"

نقلی فرہاد نے مطمئن ہو کر کہا "اسی لئے سانسوں کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔"

میں پارس کے ساتھ مہمان خانے میں آگیا۔ وہ لوگ حویلی کے اندر آگئے اور ایک بڑے سے بیٹھک ہال میں جا کر صوفوں پر بیٹھ گئے۔ میں حاتم کے دماغ میں رہ کر ان کی باتیں سن رہا تھا۔ نقلی پارس کہہ رہا تھا "مجھے حماد اور ارسلان کھٹک رہے ہیں۔"

جیک چارلٹن نے پوچھا "کیوں کھٹک رہے ہیں؟"

"پتا نہیں۔ میری چھٹی حس کہتی ہے' یہ زبردست لوگ ہیں۔ ان کا تعلق ہمارے دشمنوں سے ہوگا۔"

حاتم نے ہنستے ہوئے کہا "یہ پاکستانی ہیں' میں نے کاغذات دیکھے ہیں یہ ایک ہفتے کے دورے پر یہاں آئے ہیں۔"

نقلی فرہاد نے بھی ہنستے ہوئے کہا "دراصل ہمارے پارس کو یہ اندیشہ ہے کہ حماد کہیں توبہ کو بھگا کر نہ لے جائے۔"

حاتم نے کہا "پلیز مسٹر فرہاد! آپ اس انداز میں میری بہن کے بھاگنے کی بات نہ کریں۔ ایسی باتوں سے ہماری غیرت جوش مارتی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ایک سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا "مسٹر حاتم درست کہتے ہیں۔ تم لوگ مس خانم کی فکر نہ کرو۔ یہ ہمارے ساتھ جائے گی۔ تم ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس لڑکی کا برین واش کرو گے تو یہ تیز طرار لڑکی ہمارے بہت کام آئے گی۔"

میں نے حاتم کے ذریعے جیک چارلٹن کو سگریٹ کا کش لگاتے

دیکھا تو یقین ہو گیا کہ وہ یوگا نہیں جانتا ہے۔ سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرے گا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ یہ تو معلوم ہی تھا کہ وہ امریکا کا سیاسی دلال ہے۔ کابل میں امریکی مفادات کے مطابق عبوری حکومت میں تبدیلیاں کرتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے حاتم شہریار جیسے مردوں کو استعمال کیا کرتا ہے۔

میں نے نقلی فرہاد اور نقلی پارس کے متعلق معلوم کیا۔ اس کے خیالات نے بتایا کہ ان دونوں کو سپر ماسٹر نے وہاں بھیجا ہے۔ وہ کون ہیں؟ یہ جیک چارلٹن نہیں جانتا تھا۔ اتنا جانتا تھا کہ وہ دونوں خیال خوانی کرتے ہیں۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا فریزر تھا۔ جان لبوڈا نے پلاسٹک سرجری کے ذریعے فریزر کو میرا ہمشکل بنایا تھا۔ اسے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا تھا۔

یہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے' لبوڈا اسے میرا ہم شکل بنا کر کسی خاص موقع پر میرے خلاف استعمال کرنا چاہتا تھا لیکن ایسا کوئی موقع نہیں ملا تھا۔ اس لئے فی الحال اسے افغانستان بھیج دیا گیا تھا۔ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی' سپر ماسٹر نے سوچا ہوگا کہ فرہاد پاکستان میں ہے۔ نئے اسلامی ممالک افغانستان اور ازبکستان کی طرف آسکتا ہے۔ اس لئے فریزر کو پہلے سے فرہاد بنا کر بھیج دیا گیا تھا تاکہ اسلامی ممالک کے سربراہ اور عوام مجھے اسلام دشمن تخریب کار سمجھ لیں۔

وہ دوسرا خیال خوانی کرنے والا جو پارس بن کر آیا تھا' وہ جان لبوڈا کا خاص ماتحت پاسکو روٹ تھا۔ پچھلے دنوں سلمان نے امریکا میں پاسکو روٹ کو ٹریپ کیا تھا۔ اسے اپنا معمول بنایا تھا۔ میں نے بھی اس کی آواز اور لہجے کو سنا تھا۔ مجھے یاد آگیا کہ یہ نقلی پارس وہی ہے کیونکہ وہ یہاں بھی اپنے اصل لہجے میں بول رہا تھا۔

اب پاسکو روٹ ہمارا تابعدار اور معمول نہیں رہا تھا۔ سونیا ثانی اسے ہمارے شکنجے سے نکال کر لے گئی تھی۔ میں نے پارس کو ان دونوں نقلی باپ بیٹے کے متعلق بتایا۔ اس نے کہا "وہ دونوں مجھے پُراسرار اور خطرناک سمجھ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے خلاف کوئی قدم اٹھائیں۔ مجھے یہاں سے چلے جانا چاہئے۔"

میں نے تائید کی "یہی مناسب ہے۔ ان سے دور رہ کر ان کا تعاقب کرو۔ اور وہاں پہنچو' جہاں یہ توبہ خانم کو لے جانے والے ہیں۔"

وہ پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ اپنا بیگ اٹھا کر مہمان خانے سے باہر گیا۔ باہر جگہ جگہ سیکیورٹی گارڈز تھے۔ احاطے کے مین گیٹ پر سیکیورٹی افسر نے پوچھا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

پارس نے پوچھا "کیا اپنی مرضی سے باہر جانا منع ہے؟"

"مرضی کی بات نہیں ہے۔ آپ کے سلامتی کے لئے روکا جا رہا ہے۔"

"میری سلامتی کو کیا خطرہ ہے؟"

"آپ جانتے ہیں یہاں خانہ جنگی جاری ہے۔ حویلی کے باہر کون کس کا دشمن ہے' کس کی گولی کہاں سے آکر لگے گی یہ آپ جیسے اجنبی مہمان کو خبر نہیں ہوگی اور خبر ہونے سے پہلے موت آجائے گی۔"

پارس نے کہا "مسٹر حاتم سے میری بات کراؤ۔"

افسر نے کیبن میں آکر انٹر کام سے رابطہ کیا' پھر کہا "آقا! یہ مسٹر حماد حویلی سے باہر جانا چاہتے ہیں اور آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

حاتم نے کہا "بات کراؤ۔"

افسر نے ریسیور بڑھایا۔ پارس نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔ "مسٹر حاتم! میں آپ کی خواہش پوری کر رہا ہوں۔ میرے یہاں سے جانے میں آپ کا فائدہ ہے۔"

میں حاتم کے اندر تھا وہ میری مرضی کے مطابق بولا "ہاں ہاں ٹھیک ہے تم جا سکتے ہو۔ سیکیورٹی افسر کو ریسیور دو۔"

افسر نے پھر ریسیور لیا۔ وہاں سے حکم سنا پھر کہا "آپ جا سکتے ہیں۔"

پارس گیٹ سے باہر چلا گیا۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ اسی شہر میں تھا۔ وہ مصالحتی کونسل کا ایک عہدے دار بھی تھا۔ پارس کے پاس جا رہا تھا اگر حاتم یا نقلی فرہاد کوئی نقصان پہنچانا چاہتے تو جلال شاہ ہتھیاروں اور اپنے جانبازوں کے ساتھ اس کے لئے ڈھال بن سکتا تھا۔

حاتم شہریار نقلی پارس سے کہہ رہا تھا "مسٹر پارس! آپ کو حماد کی موجودگی پر اعتراض تھا۔ ابھی سیکیورٹی افسر نے بتایا ہے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ہے۔"

فریزر عرف نقلی فرہاد سیدھا ہو کر بیٹھ گیا' پھر بولا "وہ اچانک کیوں چلا گیا؟ اس کی موجودگی بھی کھٹک رہی تھی' اس کا جانا بھی کھٹک رہا ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے آپ لوگوں کے آنے سے پہلے اسے وارننگ دی تھی کہ یہاں سے چلا جائے ورنہ نقصان اٹھائے گا۔ اسی لئے وہ چلا گیا ہے۔ آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے لیکن یہ ارسلان کیوں رہ گیا ہے؟"

حاتم نے جیک چارلٹن سے کہا "مسٹر جیک! آپ انہیں سمجھائیں' ارسلان میرا مہمان ہے۔ میں اسے یہاں لایا ہوں۔ خواہ مخواہ کے اعتراضات میں وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر فرہاد! اگر آپ کو شبہ ہے تو ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے آدمیوں کو حماد کے تعاقب میں لگا دیں۔ یہاں ارسلان کی نگرانی کے لئے سیکیورٹی گارڈز کافی ہیں۔"

فریزر آنکھیں بند کر کے خاموش رہا۔ میں نے پارس کے پاس آکر کہا "فریزر کے آدمی تمہاری تلاش میں ہیں پھر تمہاری کڑی نگرانی ہوگی۔"

"انہیں آنے دیں پاپا! میں نمٹ لوں گا۔"

میں پھر دشمنوں کی محفل میں آیا۔ نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کہہ رہا تھا "بہتر ہے ہم اپنی باتیں کریں۔ مس توبہ نظر نہیں آ رہی ہیں۔"

"آپ شرما رہی ہیں۔ اگرچہ جنگجو مزاج ہے۔ پھر بھی اس میں مشرقی شرم و حیا ہے۔"

"ہمیں اس کا یہی جنگجو مزاج پسند ہے۔ ہماری ٹریننگ کے بعد وہ ہماری سیاسی بساط پر بہت کام آئے گی۔"

پاسکو روٹ نے کہا "مسٹر حاتم! آپ کا خاندان ماڈرن ہے پھر توبہ گھر کی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی نہیں ہے۔ پلیز' ہمیں ایک دوسرے سے تنہائی میں ملنے اور گفتگو کرنے کا موقع دیں۔"

حاتم یہ نہیں چاہتا تھا لیکن میں چاہتا تھا۔ اس نے ملازمہ کو بلا کر کہا "خانم بی بی سے کہو کہ مسٹر پارس سٹنگ روم میں آ رہے ہیں۔ لہٰذا ان کی خاطر تواضع کی جائے۔"

ملازمہ چلی گئی۔ پھر واپس آکر پاسکو روٹ سے بولی "تشریف لائیے۔"

میں نے توبہ خانم کے پاس آکر خیالات پڑھے۔ وہ سوچ رہی تھی "گدھے کا بچہ مجھ سے عشق کرنے آیا ہے۔ آج کے بعد میں اسے کسی سے عشق کے قابل ہی نہیں رہنے دوں گی۔"

پہلے میں نے سوچا تھا توبہ کے ذریعے اسے اعصابی کمزوری کی دوا کھلا دیں تاکہ اس کے دماغ میں جگہ مل سکے لیکن اس سلسلے میں توبہ کو مائل نہیں کرنا پڑا۔ اس نے خود ہی طے کیا تھا کہ اس پارس کے بچے سے ایسا سلوک کرے گی جس کے بعد وہ کسی بھی توبہ کے پاس جانے سے پہلے توبہ توبہ کرے گا۔

میں حاتم شہریار کے پاس آگیا تاکہ فریزر کی باتیں سن سکوں اور فریزر اور جیک چارلٹن کو وہیں مصروف رکھوں۔ ایک اندیشہ تھا کہ فریزر خیال خوانی کے ذریعے کسی وقت بھی پاسکو روٹ سے رابطہ

کرے گا تو توبہ کی کسی حرکت سے چوکنا ہو جائے گا۔

وہ تینوں کابل کی موجودہ سیاست پر گفتگو کر رہے تھے۔ مجھے خشک اور پیچیدہ سیاست سے دلچسپی نہیں ہے اور نہ ہی میں اپنے قارئین کو بور کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسی سیاسی چالبازیاں جن کا تعلق میرے داستان سے ہو گا انہیں ضرور بیان کروں گا۔

ان تینوں کے لئے وہ مجاہدین دردِ سر بنے ہوئے تھے جو سچے افغانی اور محبِ وطن تھے۔ ایک آزاد مملکت قائم کرنے کے لئے چودہ برس سے طویل جنگ لڑتے آ رہے تھے۔ انہوں نے روس جیسی سُپر طاقت کو اپنے ملک سے بھگا دیا تھا۔ جسمانی طور پر لڑنے والی جنگ میں وہ بڑے بڑے دشمن ممالک کو شکست دے سکتے تھے لیکن سامراجی سیاسی چالبازیوں کو نہیں سمجھ پاتے تھے۔

یہ سبھی جانتے تھے کہ حاتم شہریار اور جیک چارلٹن سیاسی دلال ہیں لیکن کوئی انہیں اپنے ملک سے نہیں نکال سکتا تھا کیونکہ وہ اس امریکا کے زیرِ سایہ تھے جس نے روس کو بھگانے میں ان کی مدد کی تھی۔

اب جیک چارلٹن کہہ رہا تھا "مسٹر حاتم! تم موجودہ عبوری حکومت میں ہو' یہ حکم منظور کراؤ کہ کابل شہر کے اندر کسی شخص یا گروہ کے پاس اسلحہ نہیں رہے گا۔ جن کے پاس اسلحہ ہے وہ اسلحہ جمع کرا دیں یا شہر سے باہر چلے جائیں۔"

فریزر نے کہا "اس طرح مجاہدین بھی اپنے اسلحے کے ساتھ شہر میں نہیں رہ سکیں گے۔ وہ نہتے ہوں گے تو ہمارے دباؤ میں رہیں گے۔"

جیک نے کہا "یہاں صرف سرکاری فوج مسلح رہے گی اور اس فوج پر ہمارا پورا کنٹرول رہے گا۔"

حاتم نے کہا "اس حکم پر عمل کرانا بہت مشکل ہو گا۔ مجاہدین چودہ برس سے چھوٹے بڑے اسلحے کو لباس کی طرح اپنے بدن پر پہنتے رہے ہیں۔ وہ اسے اتار پھینکنے پر کبھی آمادہ نہیں ہوں گے۔"

"ضرور آمادہ ہوں گے۔ مجاہدین کے تمام گروہوں نے حلف اٹھایا ہے کہ عبوری حکومت کے احکامات پر عمل کریں گے۔ وہ امن و امان کی خاطر اسلحہ لے کر شہر سے دور جا سکتے ہیں یا اسلحہ سرکاری فوج کے حوالے کر سکتے ہیں۔"

جیک نے کہا "ابتدا میں قانون پر عمل کرانے میں دشواری ہوتی ہے پھر رفتہ رفتہ عمل ہونے لگتا ہے۔"

یہ مجاہدین کو کابل شہر میں مجبور اور بے بس بنا کر رکھنے کا منصوبہ تھا۔ میں نے موبائل فون کے ذریعے جلال شاہ سے رابطہ کیا۔ اس نے خوش ہو کر کہا "حضور! آپ نے مجھے یاد کیا ہے۔ یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

جلال شاہ مجھے سچی پیش گوئی کرنے والا نجومی سمجھتا تھا اور میرا بڑا معتقد تھا۔ میں نے پوچھا "کیا حماد' تمہارے پاس پہنچ گیا ہے؟"

"جی ہاں۔ یہ خیریت سے ہے۔ آپ کب آ رہے ہیں؟"

"جلد ہی آؤں گا۔ جانباز مجاہدین کو یہ بتا دیں کہ اس وقت حاتم شہریار کی حویلی میں ان کے خلاف منصوبے بنائے جا رہے ہیں۔"

"حضور! کیا آپ منصوبے کے متعلق کچھ بتا سکیں گے؟"

"بے شک۔ یہاں سے احکامات صادر کئے جائیں گے جن کی تعمیل کرنے کے بعد مجاہدین کابل شہر میں نہتے ہو جائیں گے اور ایسا ضرور ہو گا' میری پیش گوئی ہے۔"

"آپ کی پیش گوئی پر میرا ایمان ہے۔ میں اس سلسلے میں مجاہدین کے مختلف گروہوں سے ابھی ملنے جا رہا ہوں۔"

میں جلال شاہ سے رابطہ ختم کر کے توبہ خانم کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک صوفے پر نقلی پارس یعنی پاسکو روٹ کے ساتھ بیٹھی ہوئی.... اسے قہوہ پیش کر رہی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میں اکثر معاملات میں اپنے باپ پر بھی بھروسا نہیں کرتا اور تم سے تو پہلی ملاقات ہے۔ میں بھلا تم پر کیسے بھروسا کر سکتا ہوں؟"

توبہ نے اسے رجھانے کے لئے مسکرا کر پوچھا "تم ہی بتاؤ کیسے بھروسا کرو گے؟"

"تمہاری صورت اور تمہاری چالاک مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ مجھے دشمن سمجھتی ہو۔ مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لئے قہوے میں زہر یا ضرر رساں دوا ملا سکتی ہو۔"

"تو تمہیں یہ قہوہ پینے سے انکار ہے؟"

"پہلی بار اپنے خوب صورت ہاتھوں سے پیش کر رہی ہو اس لئے انکار نہیں کروں گا۔ یوں کرو اس پیالے سے آدھا تم پی لو آدھا میں نوش کروں گا۔ اس طرح تمہارے لبوں کی مٹھاس بھی مل جائے گی۔"

توبہ نے اسے گہری سوچتی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ پھر پیالے کو اپنے لبوں سے لگا کر ایک گھونٹ پینے کے بعد کہا "تم اناڑی ہو۔ مجھ میں جو غصہ اور سختی ہے وہ جنگ کی پیداوار ہے ورنہ تم اتنے زبردست دکھائی دیتے ہو کہ تمہیں دیکھتے ہی گلے لگنے کو جی چاہتا ہے۔ میں اس خواہش کو لگام دیتی ہوں۔"

"کیوں لگام دے کر خود پر اور مجھ پر ظلم کر رہی ہو۔"

اس نے توبہ کے ہاتھوں سے پیالہ لے کر اسے سینٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ پھر دونوں بازو پھیلا کر کہا "میری دھڑکنیں بے چین ہو رہی ہیں۔ انہیں قرار دو۔"

وہ قریب ہو کر گلے لگ گئی۔ اس نے آستین میں ایک چھوٹی سی سرنج چھپائی ہوئی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں حمائل کر کے آستین سے وہ سرنج نکالی۔ پھر ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی سوئی گردن میں پیوست کر دی۔ پاسکو روٹ کے حلق سے ایک آہ نکل کر رہ گئی لیکن وہ ایک عاشق کی آہ نہیں تھی۔

میں توبہ کے پاس تھا۔ اسی لمحے میں نے محسوس کیا' ایک سوئی توبہ کی بھی گردن میں پیوست ہوئی ہے۔ اس کے حلق سے ایک کراہ

وہ یکبارگی کمزوری محسوس کرنے لگی تھی۔ میں کبھی پارس کے کبھی حاتم وغیرہ کے پاس آتا جاتا رہا تھا۔ اس لئے یہ یاد نہ پاسکو روٹ بھی توبہ کے دماغ میں جگہ بنانے کے لئے اسی کوئی چال چل سکتا ہے۔ بہرحال دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو کمزور بنا دیا تھا۔

وہ کمزوری کے باعث صوفے پر گر پڑی تھی۔ اسی صوفے کے دوسرے سرے پر پاسکو روٹ بیٹھا اپنی گردن سہلا رہا تھا اور گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ اُس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے اس کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ اس نے مجھے محسوس نہیں کیا پھر سب سے پہلے یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ پاسکو روٹ ہی ہے۔

اس کے خیالات نے بتایا کہ وہ اور فریزر بہت بڑے مشن پر آئے تھے۔ مغربی ممالک کے سینوں میں یہ بات چبھ رہی تھی کہ افغانستان کے ساتھ ساتھ ازبکستان کے مسلمان بھی آزاد ہو گئے ہیں۔ اگر آزادی کی ابتدا ہی میں ان مسلمانوں پر مغربی کلچر مغربی بے حیائی اور مغربی سیاست مسلط نہ کی گئی تو یہ اسلامی کلچر' سیاسی ...ت اور اتحاد سے سپرپاور کے مقابلے میں آ سکتے ہیں۔

ایسے اندیشوں کے پیشِ نظر سپر ماسٹر نے فریزر اور پاسکو روٹ کو اپنے ایک ایجنٹ جیک چارلٹن کے پاس بھیجا تھا اور یہ تاکید کی تھی کہ وہ موجودہ مشن کے لئے ایسی جگہ ہیڈ کوارٹر بنائیں جہاں سے بھی بہ آسانی افغانستان سے ازبکستان جا سکیں اور فوری ضرورت کے وقت پھر افغانستان واپس آ سکیں۔

اس مقصد کے لئے انہوں نے بلخ شہر کو اپنی مصروفیات کا مرکز بنایا تھا۔ وہ اس مقام سے کبھی ہیلی کاپٹر کے ذریعے کابل آتے تھے' کبھی تاشقند اور سمرقند وغیرہ پہنچ جاتے تھے۔ ازبکستان ایک نو آزاد ملک ہے۔ اس لئے اس کی سرحدیں ابھی زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ غیر ملکی ایجنٹوں نے اس ملک میں داخل ہونے اور آتے جاتے رہنے کے لئے کتنے ہی چور دروازے بنائے ہیں اور بناتے رہتے ہیں۔

وہ باپ بیٹے اس لئے یہاں آئے تھے اور یہاں سے اس لئے ازبکستان جانے والے تھے کہ اسلامی ممالک میں چور دروازے بنانے والوں کو چور دروازوں سے دوسری دنیا کے لئے روانہ کریں۔ میں پاسکو روٹ کے چور خیالات سے ان کے منصوبوں کو سمجھ رہا تھا۔ ان کے اہم افراد کے نام پتے اور دونوں ملکوں میں ان کے اہم ذرائع اور وسائل کی تفصیلی معلومات حاصل کر رہا تھا۔

وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھ کر توبہ خانم کو دیکھتے ہوئے بولا "تم بہت خطرناک ہو۔ مجھے تمہارے تیور دیکھ کر ہی چوکنا رہنا چاہئے تھا۔"

وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔ کمزوری کو برداشت کر رہا تھا پھر بولا "سچ سچ بتاؤ کون سی دوا انجکٹ کی ہے۔ مجھ سے خیال خوانی کی پرواز نہیں ہو رہی ہے۔"

وہ نقاہت سے بولی "خنزیر کی اولاد! تو نے بھی میرے ساتھ یہی حرکت کی ہے۔ مجھ میں ذرا سی توانائی آنے دے پھر میں تجھے زندہ نہیں جانے دوں گی۔"

اسی وقت فریزر نے پاسکو روٹ کے دماغ میں آ کر پوچھا "کیا بات ہے پاسکو! میرے آنے پر تم نے سانس نہیں روکی؟ مجھ سے کوڈ ورڈز نہیں پوچھا؟ او گاڈ! تم تو کمزوری محسوس کر رہے ہو۔"

"ہاں' میں توبہ کے دماغ کو کمزور بنا چکا ہوں لیکن اس نے یہی داؤ مجھ پر استعمال کیا ہے۔"

اب ان کے ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہو رہا تھا کہ توبہ نے پاسکو کے دماغ کو کمزور کیوں بنا دیا ہے؟ ایسا تو ٹیلی پیتھی جاننے والے کرتے ہیں تاکہ دشمن کے چور خیالات پڑھ سکیں۔ کیا توبہ کے ذریعے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا پاسکو کے اندر آ چکا ہے؟

میں توبہ کے دماغ میں آیا تاکہ فریزر کی بے چینی معلوم کر سکوں۔ اس وقت توبہ کی سوچ کہہ رہی تھی "میں نے ایک مخصوص انجکشن کے ذریعے اس کمبخت کو مردانہ صفات سے محروم کر دیا ہے۔"

اس کی سوچ میں ایک سوال پیدا ہوا "یہ حماد میری زندگی میں کیا رول ادا کر رہا ہے؟"

میں سمجھ گیا فریزر یہ سوال اس کی سوچ میں پیدا کر رہا تھا۔ توبہ کی سوچ نے کہا "وہ میری زندگی میں ایسے ایسے رول ادا کر رہا ہے جن کے نقوش میرے دل و دماغ سے کبھی نہیں مٹیں گے۔"

فریزر نے پھر اس کی سوچ میں پوچھا "وہ ایسا کیا کر رہا ہے؟"

"یہی کیا کم ہے کہ وہ پچھلی تمام رات دشمنوں سے میری جان اور آبرو بچاتا رہا۔ میں اس کے ساتھ تنہا ویرانوں سے گزری وہ چاہتا تو مجھے برباد کر سکتا تھا۔ میں حیران ہوں کہ درندوں کی اس دنیا میں خدا نے یہ فرشتہ میرے لئے بھیجا ہے۔ پتا نہیں اللہ تعالیٰ میری کون سی نیکی سے خوش ہو کر یہ انعام دے رہا ہے۔"

"کیا یہ حماد ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"میں آج صبح سے کئی بار ٹیلی پیتھی کا ذکر سن چکی ہوں اور اب پھر یہی ٹیلی پیتھی کی بات ذہن میں آ رہی ہے۔ آخر یہ کیا بلا ہے؟"

فریزر کو مایوسی ہو رہی ہو گی۔ توبہ کے ذریعے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا سراغ نہیں لگا سکتا تھا۔ وہ اس علم کے متعلق کچھ جانتی ہی نہیں تھی۔ فریزر نے اس کی سوچ میں پوچھا "یہ میرا دماغ لاک کیسے ہو گیا تھا؟"

توبہ کی سوچ نے کہا "یا خدا! میں کمزوری کے باعث کیسی بے تکی باتیں سوچ رہی ہوں۔ بھلا یہ دماغ کیسے لاک ہوتا ہے؟"

فریزر جھنجلا گیا۔ اس بار اپنی سوچ میں بولا "جب میں نے پہلی بار تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تو تم نے سانس روک لی تھی۔ مجھے بتاؤ یوگا کیسے جانتی ہو؟"

اس بار میں نے توبہ کی سوچ میں کہا "میں نے باقاعدہ یوگا کی

مشقیں نہیں کی ہیں۔ میں جنگ کے دوران افغانستان اور ازبکستان کے کتنے ہی علاقوں میں دشمنوں سے اور اپنے بدترین حالات سے لڑتی رہی۔ پہاڑی علاقوں میں چڑھتی اترتی رہی۔ میری طرح شاید ہی کوئی لڑکی اس قدر سانسوں کو قابو میں رکھتی ہوگی۔

پھر میں نے توبہ کے ذریعے ایک آہ بھر کر کہا "آہ! میں کئی منٹ تک سانس روک سکتی تھی۔ مگر اب کمزور ہوگئی ہوں۔ اس ذلیل دشمن نے مجھے دوا کے ذریعے کمزور بنا دیا ہے۔"

وہ کمزوری کے باعث نڈھال سی ہو کر اپنی آنکھیں بند کر رہی تھی شاید فریزر اس کے دماغ سے چلا گیا تھا۔ میں نے حاتم کے پاس آ کر دیکھا۔ فریزر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا اور جیک چارلٹن سے کہہ رہا تھا "مسٹر چارلٹن! حویلی کے اندر میرے بیٹے پارس کے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ توبہ خانم نے اسے ایک انجکشن کے ذریعے کمزور بنا دیا ہے۔"

حاتم نے اٹھ کر پوچھا "آپ بیٹھے بیٹھے اچانک اٹھ کر میری بہن کو الزام کیوں دے رہے ہیں۔ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حویلی کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ کیا یہ بھی کوئی ٹیلی پیتھی ہے؟"

جیک نے کہا "ہاں۔ مسٹر فرہاد بیٹھے بیٹھے دنیا کی خبر لے آتے ہیں۔ تم ہمارے ساتھ اندر چلو اور اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

وہ تینوں سٹنگ روم میں آئے۔ ایک بڑے صوفے پر ایک طرف توبہ خانم اور دوسرے سرے پر پاسکو نظر آئے۔ دونوں کمزور اور نڈھال سے دکھائی دے رہے تھے۔ فریزر نے کہا "مسٹر حاتم! اپنی آنکھوں سے دیکھو تمہاری بہن نے میرے بیٹے سے دشمنی کی ہے۔ اسی وقت فیصلہ کرو، کابل کی عبوری حکومت میں اپنا اقتدار قائم رکھنا چاہتے ہو یا نہیں؟"

حاتم نے خوشامدانہ انداز میں کہا "میں تو جیک چارلٹن صاحب کا دوست اور تمہارے ملک کا وفادار ہوں۔ یہاں اقتدار میں رہنا چاہتا ہوں۔"

"تو پھر میں تمہاری بہن کو لے جا رہا ہوں۔"

"یہ بہت کمزور اور بیمار سی لگ رہی ہے۔ اسے کیوں لے جانا چاہتے ہو؟"

"مجھے شبہ ہے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا دشمن اسے آلۂ کار بنا کر ہم پر حملے کر رہا ہے۔ اس نے میرے بیٹے کو خیال خوانی کے قابل نہیں چھوڑا، میں توبہ کے ذریعے اس منہ چھپانے والے تک ضرور پہنچوں گا۔"

حاتم تذبذب میں تھا۔ فریزر توبہ کا بازو پکڑ کر اسے صوفے پر سے اٹھا رہا تھا۔ وہ کمزوری کے باوجود اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حاتم نے ہچکچاتے ہوئے کہا "ذرا ایک منٹ۔ مسٹر فرہاد! آپ مسلمان ہیں۔ ایک مسلمان گھرانے کی عزت کو اس طرح نہ لے جائیں۔"

وہ بولا "اس طرح لے جانا ایک سیاست ہے، تم پریس والوں اور دنیا والوں کے سامنے واویلا کر سکتے ہو کہ ایک مغربی ملک کے دلال فرہاد علی تیمور نے مسلمان ہو کر مسلمان گھرانے کی آبرو نہیں رکھی۔ نکاح کے بغیر اپنے بیٹے کے لئے لے گیا ہے۔ دونوں باپ بیٹے بے غیرت بھی ہیں اور نئی مسلم ریاستوں کی آزادی کے دشمن بھی ہیں۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "مسٹر فرہاد! یہ کیسی سیاست ہے آپ خود کو اور بیٹے کو بدنام کر رہے ہیں۔"

یہی بات توبہ سوچ رہی تھی۔ یہ فرہاد نہیں ہے۔ بین الاقوامی شہرت حاصل کرنے والا یوں خود کو بدنام نہیں کرے گا۔

حاتم نے پوچھا "میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، آپ مسلم ریاستوں میں بیٹے کے ساتھ بدنام کیوں ہونا چاہتے ہیں؟"

"یہ سیاست تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بس اتنا سمجھ لو کہ شیطان جتنا بدنام ہوتا ہے اتنا ہی دنیا میں اس کا نام ہوتا ہے۔ ہمارے جانے کے بعد غور کرنا۔"

وہ توبہ کو کھینچ کر لے جانے لگا۔ حاتم نے راستہ روک کر عاجزی سے کہا "پلیز، یہ تو سوچو، توبہ کو اس طرح لے جاؤ گے تو باہر کھڑے ہوئے سیکیورٹی گارڈز مجھے بے غیرت سمجھیں گے۔"

فریزر نے کہا "میں توبہ کے دماغ میں رہوں گا۔ یہ میری مرضی کے مطابق ہنستی بولتی جائے گی تو دیکھنے والے یہ سمجھ نہیں پائیں گے کہ تم نے بہن کو دے کر اقتدار حاصل کیا ہے۔"

حاتم نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ اپنی مرضی کے خلاف ہنسنے بولنے لگے گی؟"

فریزر نے توبہ کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے ہنسنے بولنے پر مجبور کیا۔ وہ ہنستی ہوئی اپنے بھائی سے بولی "برادر! تم مجھے سہارا دے کر ان کی گاڑی میں لے جا کر بٹھاؤ۔ میں تمہارے ساتھ مسکراتی ہوئی جاؤں گی۔"

وہ فریزر کی مرضی کے مطابق اپنے بھائی کے پاس آگئی، پھر بولی "اب تمہاری بدنامی نہیں ہوگی۔ چلو اور مجھے بیچ کر اقتدار کی گارنٹی پکی کر لو۔"

وہ حاتم کا بازو تھامے ہوئے تھی۔ پاسکو روٹ نے جیک چارلٹن کا سہارا لیا تھا۔ فریزر یہ قافلہ لے کر باہر جانے کے لئے پلٹا پھر ٹھٹک گیا۔ میں دروازے پر کھڑا ہوا تھا۔ حاتم شہریار نے پریشان ہو کر پوچھا "تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"یہ دیکھنے آیا ہوں کہ لوگ اقتدار حاصل کرنے کے لئے کتنا گر جاتے ہیں؟"

جیک چارلٹن نے ریوالور نکال لیا۔ مجھے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اس ملک میں انسان کیڑوں مکوڑوں کی طرح مر رہے ہیں۔ تم بھی مر جاؤ گے تو پتا نہیں چلے گا کہ ایک مٹی کا کیڑا کب اور کیسے مٹی میں مل گیا۔"

میں جانتا تھا جیک چارلٹن کے اوور کوٹ کی جیب میں ایک سائلنسر رکھا ہوا ہے۔ اس نے ایسے ہی خاص موقعے کے لئے سائلنسر رکھا تھا۔ وہاں مجھے گولی مارتا تو باہر سیکیورٹی گارڈز تک فائرنگ کی آواز جاتی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "مجھے ریوالور میں سائلنسر لگانا چاہئے۔"

اسی وقت فریزر نے کہا "مسٹر چارلٹن! سائلنسر کے بغیر فائر نہ کرنا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "ہاں بھئی، میری موت کی پبلسٹی نہیں ہونی چاہئے، مجھے خاموشی سے قتل کر دو۔"

وہ کوٹ کی جیب سے سائلنسر نکال کر ریوالور کے ساتھ ایڈجسٹ کرنے لگا۔ فریزر نے مجھے گھور کر دیکھا، پھر کہا "یہ شخص بہت گہرا ہے، اپنے ہی قتل کا مشورہ دے رہا ہے۔"

میں نے کہا "قتل کا مشورہ اس لئے دے رہا ہوں کہ یہ مجھے زخمی کر کے تمہیں میرے دماغ میں نہ پہنچائے۔"

فریزر نے چونک کر کہا "اوہ، میری عقل کو کیا ہو گیا ہے توبہ کو یہاں سے لے جانے کی دھن میں یہ بھول گیا کہ مجھے اس نجومی کی اصلیت معلوم کرنی چاہئے۔ مسٹر چارلٹن! اسے قتل نہ کرو۔ اس کی ایک ٹانگ پر گولی مارو۔"

اس نے میری ٹانگ کا نشانہ لیا۔ میں نے اس کی کھوپڑی فریزر کی طرف گھما دی۔ اس نے ادھر گولی چلا دی۔ وہ کراہتے ہوئے فرش پر گرا اور بولا "یو نان سنس، تم نے مجھے زخمی کر کے میری ٹیلی پیتھی کی قوت چھین لی ہے۔"

جیک چارلٹن نے ریوالور میری طرف اچھالا۔ میں نے اسے کیچ کرتے ہوئے کہا "گولی گولی پر مرنے والے کا نام ہوتا ہے۔ تم لوگوں کے پاس میرے نام کی کوئی گولی نہیں ہے کیونکہ تم میں سے کوئی میرا نام نہیں جانتا ہے۔"

میں نے ریوالور کا رخ حاتم کی طرف کرتے ہوئے کہا "توبہ کو صوفے پر بٹھا دو۔"

اس نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ توبہ نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا "مسٹر ارسلان، تم نے اور حماد نے میرے لئے بہت کیا کچھ ہے، ایک احسان اور کرو۔"

میں نے پوچھا "کیا چاہتی ہو؟"

"یہ ریوالور مجھے دو۔ میں بے غیرت بھائی کو اپنے ہاتھوں سے گولی مارنا چاہتی ہوں۔"

"پہلے تم اپنی کمزوری پر قابو پا لو پھر تمہاری یہ خواہش پوری ہو جائے گی۔"

حاتم نے گھبرا کر کہا "خبردار! مجھے ہلاک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ میرے جسم پر ہلکی سی خراش بھی آئے گی تو میرے مسلح محافظ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

جیک چارلٹن نے کہا "مسٹر ارسلان! ہم میں سے کسی کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو یہاں سے صحیح سلامت نہیں جا سکو گے۔"

میں نے کہا "یہ آنے والا وقت بتائے گا کہ ہم میں سے کسے سلامتی ملنے والی ہے۔ میں حاتم سے کہتا ہوں، اپنا یہ قافلہ اپنے بیڈ روم میں لے چلو۔"

وہ چونک کر بولا "میرے بیڈ روم میں کیوں؟"

"بھئی سمجھوتا ہوگا۔ کیوں فریزر، سمجھوتا کرو گے؟"

فریزر نے گولی کے زخم سے کراہتے ہوئے مجھے پریشانی سے دیکھا۔ پھر پوچھا "کون ہو تم؟ میرا نام کیسے جانتے ہو؟"

میں نے کہا "تمہاری ٹانگ سے خون بہہ رہا ہے۔ تمہیں طبی امداد کی ضرورت ہے اور یہ امداد بیڈ روم میں ملے گی۔"

وہ زخمی ٹانگ کو پکڑ کر بڑی تکلیف سے بولا "ہاں فوری طبی امداد کی ضرورت ہے۔ مسٹر حاتم! ڈاکٹر کو فون کرو۔"

میں نے کہا "کوئی فون کو ہاتھ نہیں لگائے گا۔ اگر تم لوگوں نے بیڈ روم میں جانے کے لئے اب دیر کی تو حاتم اور جیک چارلٹن کو بھی فریزر کی طرح اپاہج بنا دوں گا۔"

میں ان پر عذاب کی طرح نازل ہو گیا تھا۔ وہ میرے احکامات کی تعمیل پر مجبور تھے۔ میں نے توبہ کو سہارا دیا پھر سب کے سب حاتم کی خواب گاہ میں آ گئے۔ حاتم نے کہا "لو یہاں آ گئے۔ اب بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

میں نے کہا "چور دروازہ کھولو۔"

وہ ایک دم سے اچھل پڑا۔ شدید حیرانی سے بولا "تم کیسے جانتے ہو؟"

"یہ صرف میں نہیں، فریزر اور پاسکو بھی جانتے ہیں۔ ہم سب تمہاری کھوپڑی میں آتے جاتے رہتے ہیں۔"

توبہ نقاہت سے بستر پر لیٹ گئی تھی۔ اس نے بھی حیرانی اور بے یقینی سے پوچھا "کیا یہاں چور دروازہ ہے؟"

"ہاں اور اس چور دروازے کے پیچھے ایک تہ خانہ ہے۔"

پاسکو نے کہا "اب یقین ہو گیا ہے کہ تم بھی ہمارے طرح ٹیلی پیتھی جانتے ہو۔ پلیز، ہم سے دوستی کر لو، ہم تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے متحد ہو کر ایک بہت بڑی طاقت بن جائیں گے۔"

"ہم تہ خانے میں جا کر متحد ہوں گے۔"

میں نے حاتم کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اس نے ایک چور دروازے کو کھولا۔ میں نے توبہ سے کہا "ڈاکٹر کو فون کرو اور اسے اپنی حالت بتاؤ تاکہ وہ تمہیں اعصابی کمزوری سے نجات دلا سکے۔"

وہ فون کرنے لگی۔ حاتم نے انٹرکام کے ذریعے سیکیورٹی افسر سے کہا "ایک ڈاکٹر ابھی آئے گا۔ اسے حویلی کے اندر پہنچا دینا۔"

پھر میں نے فریزر کو اپنی مرضی کے مطابق بیان دینے پر مجبور کیا۔ اس نے کہا "مس توبہ! میں تہ خانے میں جانے سے پہلے کچھ حقائق بیان کر رہا ہوں۔ میں فرہاد علی تیمور نہیں ہوں اور یہ میرا بیٹا پارس نہیں ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ دونوں باپ بیٹے مسلم ممالک

میں ہمارے سیاسی عزائم کے سامنے دیوار نہ بنیں۔ یہ اتنے بدنام ہوجائیں کہ کوئی اسلامی ملک ان کی نیک نیتی پر بھروسا نہ کرے۔"

پاسکو نے کہا "میرا نام پاسکو روٹ ہے اور یہ فرہاد نہیں فریزر ہے۔ ہم دونوں ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ ہماری موجودہ شکست سے صاف ظاہر ہے کہ ہم پر حاوی ہونے والا فرہاد ہے۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری جان اور آبرو کو سلامت رکھنے والا فرہاد یعنی ارسلان ہے۔"

سب ہی نے چونک کر مجھے دیکھا۔ توبہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے کہا "آرام سے لیٹی رہو۔ میں ابھی تہ خانے سے واپس آکر باتیں کروں گا۔"

پھر میں نے دشمنوں سے کہا "تہ خانے میں چلو۔"

جیک چارلٹن سہما ہوا تھا۔ اس نے پوچھا "تم ہمیں تہ خانے میں کیوں لے جارہے ہو؟"

"میں سیاسی سمجھوتا کرنا چاہتا ہوں۔"

"سمجھوتا یہاں بھی ہوسکتا ہے۔"

"بحث نہ کرو۔ تہ خانے میں چلو۔"

"نہیں۔ تم ہمیں مار ڈالو گے میں نہیں جاؤں گا۔"

میں نے جیک چارلٹن کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کردیا۔اس کے دانت پر دانت جمادیئے تاکہ اس کے چیخنے کی آواز باہر نہ جائے' وہ دماغی تکلیف کے باعث اچھل کر فرش پر گر پڑا تھا اور مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ توبہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں نے اس کی سوچ میں کہا "یہ شاید ٹیلی پیتھی کا ہتھیار ہے جو اسے اذیت پہنچا رہا ہے۔"

میں نے حاتم' فریزر اور پاسکو سے پوچھا "تم بھی یہی سزا چاہتے ہو یا شرافت سے تہ خانے میں چلو گے۔"

وہ تینوں چور دروازے سے داخل ہوئے۔ میں نے جیک چارلٹن کو گردن سے پکڑ کر اٹھایا پھر دھکا دے کر ان کے پیچھے لے گیا۔ چور دروازے کے پیچھے ایک تنگ سی راہداری تھی۔ وہ سب میرے آگے ایک زینے سے اترتے ہوئے تہ خانے کے فرش پر پہنچ گئے۔

وہاں بلب کی مدھم روشنی میں کئی انسانی ڈھانچے فرش پر پڑے ہوئے تھے۔ عجیب سی بدبو پھیلی ہوئی تھی۔ میں نے کہا "یہ انسانی ڈھانچے اس بات کا ثبوت ہیں کہ اس حویلی میں مرنے والوں کا سراغ نہیں ملتا۔ کیوں حاتم! کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

جیک چارلٹن کا دماغ ابھی تک دکھ رہا تھا۔ وہ کمزور لرزتی ہوئی آواز میں بولا "تم ہمیں قتل کرکے اپنے لئے مصیبتیں مول لوگے۔ حاتم کے خاندان پر بھی ایسی مصیبت آئے گی کہ اس خاندان کا اور حویلی کا نام ونشان نہیں رہے گا۔"

میں نے کہا "تمہارے دماغوں سے چور خیالات پڑھ چکا ہوں۔ تم فریزر اور پاسکو کے ساتھ ایک گاڑی میں یہاں آئے ہو۔ تمہارے کسی بھی متعلقہ فرد کو تمہاری یہاں آمد کا علم نہیں ہے۔ تم تینوں کے بعد حویلی کے احاطے میں کھڑی ہوئی گاڑی غائب کردی جائے گی تو کوئی تمہارا سراغ بھی نہیں لگا پائے گا۔"

جیک چارلٹن بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھ کر زینے کی طرف بھاگنے لگا' میں نے اسے گولی ماردی۔ پھر دونوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں سے کہا "کیسی مجبوری اور بے بسی ہے۔ تم لوگ خیال خوانی کے ذریعے جان لمبوڑا اور سپر ماسٹر کو پکار بھی نہیں سکتے۔"

میں نے پاسکو روٹ کو گولی ماردی۔ فریزر نے لنگڑاتے ہوئے بھاگنے کی کوشش کی۔ میں نے اس کی دوسری ٹانگ کو زخمی کردیا۔ وہ فرش پر گر کر تڑپتے ہوئے بولا "مجھے نہ مارو۔ میں تمہارا غلام بن کر رہوں گا۔"

"کیوں؟ لمبوڑا کی غلامی بھول گئے؟ اگر وہ تمہاری مدد کے لئے آتا اور مجھ پر غالب آجاتا تو تم مجھے اپنا غلام بنالیتے۔ اس دنیا میں وہی جیتا ہے جو سیر پر سوا سیر بن کر رہنا جانتا ہے۔"

میں نے حاتم سے کہا "میں نے تمہیں بتایا تھا کہ پیش گوئی کے مطابق اگر فرہاد افغانستان آئے گا تو موت کا فرشتہ اسے زندہ واپس نہیں جانے دے گا۔"

حاتم نے تائید میں سرہلا کر کہا "ہاں تم نے یہ کہا تھا لیکن اصل فرہاد تو شاید تم ہو؟"

"ہاں۔ میں ہوں اور میری پیش گوئی اس نقلی فرہاد کے لئے تھی پھر نہ کہنا کہ میں کچی پیش گوئی کرنے والا نجومی نہیں ہوں۔"

میں نے نشانہ لیا۔ پھر ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی پیش گوئی درست کردی۔ حاتم شہریار تھوک نگل کر رحم طلب نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کہا "ابھی تمہارے مقدر میں شاید موت نہیں ہے۔ اوپر چلو اور یہ تہ خانہ بند کردو۔"

ہم سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر خواب گاہ میں آگئے۔ توبہ خانم نے کہا "میں سمجھ گئی۔ تم نے ان تینوں کی چھٹی کردی ہے۔ اس بے غیرت بھائی کو میری خاطر چھوڑدیا ہے۔"

وہ گڑگڑا کر بولا "نہیں توبہ! ایسی باتیں نہ کرو۔ بے شک میں اقتدار کے لالچ میں بہن کے رشتے کی توہین کررہا تھا لیکن ٹھوکریں کھاکر عقل آگئی ہے۔ میں معافی مانگتا ہوں۔ ہم دونوں ایک باپ ایک ماں کی اولاد ہیں۔ مجھے معاف کردو۔"

توبہ نے مجھ سے کہا "تم دماغ میں پہنچ کر نیک یا بدنیت لوگوں کو پہچان لیتے ہو۔ کیا یہ واقعی راہِ راست پر آگیا ہے۔ میں بھروسا کروں؟"

"یہ ابھی معلوم ہوجائے گا۔ فی الحال حاتم! تم باہر جاؤ۔ ڈاکٹر آئے تو یہاں بھیج دو۔ جیک چارلٹن جس گاڑی میں یہاں آیا تھا اسے حویلی سے دور بھیج دو۔ اپنے بھروسے کے آدمی کو کہو گاڑی میں بم رکھ کر بلاسٹ کردے۔ ان تینوں کا نام ونشان مٹانے کے لئے گاڑی کو نابود کرنا ضروری ہے۔"

وہ جانے لگا' میں نے پوچھا "کیا تمہارے تمام سیکیوریٹی گارڈز رملازم ان تینوں کے سلسلے میں اپنی زبانیں بند رکھیں گے؟"

"بے شک' وہ قابلِ اعتماد وفادار ہیں۔ ہمارے لئے ہر موقعے پر جان ہارتے ہیں' زبان کبھی نہیں ہارتے۔"

"تم بھی حویلی کے باہر جاکر اپنی عقل نہ ہارنا۔ ہمارے خلاف کوئی قدم نہ اٹھانا۔"

"میں ایسی غلطی نہیں کروں گا۔"

وہ فوراً ہی بیڈ روم کے باہر چلا گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ اپنے مسلح گارڈز کے درمیان پہنچتے ہی محفوظ ہوجائے گا۔ کیونکہ وہ ٹیلی پیتھی کے متعلق زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اس لئے خود کو چالاک سمجھ کر ایسا سوچ رہا تھا۔

توبہ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم واقعی فرہاد علی تیمور ہو؟ وہ دشمن تہ خانے میں جانے سے پہلے تمہیں فرہاد کہہ رہا تھا۔"

"میں فرہاد ہوں مگر تھوڑی دیر خاموش رہو۔ تم سے باتیں کروں گا تو تمہارے دوغلے بھائی کو یہاں سے کنٹرول نہیں کرسکوں گا۔"

میں پھر حاتم کے پاس پہنچا۔ وہ سیکیوریٹی افسر کے پاس جاکر کہنا چاہتا تھا کہ وہ ایک درجن مسلح گارڈز کے ساتھ فوراً بیڈ روم میں جائے اور نجومی ارسلان کو گولی مار کر توبہ خانم کو حراست میں لے کر ایک کمرے میں قید کردے۔

وہ اسی ارادے سے افسر کے پاس آیا' پھر بولا "ایک ڈاکٹر آرہا ہے اسے میرے بیڈ روم میں توبہ خانم کے پاس پہنچا دینا۔"

افسر نے الرٹ ہوکر کہا "یس سر!"

حاتم نے پریشان ہوکر سوچا "میں کیا کہنے آیا تھا اور کیا کہہ رہا ہوں۔"

اس نے پھر ہمارے خلاف کہنے کے لئے زبان کھولی۔ افسر سے کہا "تم سب میرے وفادار ہو۔ کیا میں تم میں سے ہر گارڈ کو رازدار بنا سکتا ہوں۔"

"یس سر! آپ نے پہلے بھی ہمیں آزمایا ہے۔ ہم رازداری کی خاطر جان بھی دے سکتے ہیں۔"

"اس گاڑی میں جیک چارلٹن اپنے دو مہمانوں کے ساتھ آیا تھا۔ اسے حویلی سے دور لے جاکر بم سے اڑادو۔ اگر انکوائری ہو تو کبھی یہ نہ کہنا کہ جیک چارلٹن اپنے مہمانوں کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا۔"

"سر! یہ راز ہمارے سینوں میں دفن رہے گا۔"

افسر نے اپنے دو ماتحتوں کے ذریعے اس گاڑی کو وہاں سے روانہ کردیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر آگیا۔ اسے خانم کے پاس پہنچا دیا گیا۔ حاتم ایک طرف کھڑا سوچ رہا تھا "مجھے کیا ہوگیا ہے؟ میں کہنا کچھ چاہتا ہوں' کچھ اور کہہ دیتا ہوں۔ کیا نگاہوں سے اوجھل ہونے کے بعد ٹیلی پیتھی جاننے والا دماغ کو کنٹرول کرسکتا ہے؟"

اقتدار کا لالچ ایسا تھا کہ وہ دوغلے پن سے باز نہیں آسکتا تھا لیکن مجھ سے بری طرح خوف زدہ تھا۔ میں نے ایسے تین نمبر غیر ملکی ایجنٹوں کو اس کے سامنے موت کے گھاٹ اتارا تھا جن کے ذریعے وہ اقتدار میں رہتا تھا۔ وہ ایسے زبردست لوگ تھے جنہیں اس ملک کے چھوٹے بڑے سب ہی سجدہ کرنے کے انداز میں جھک کر سلام کرتے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا "میرے بیڈ روم میں بیٹھا ہوا شخص فرہاد علی تیمور ہے' اسے میرے اندر کی چھپی ہوئی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ میں کیا کروں؟ صدیوں سے ہمارے خاندان کے بزرگ کسی نہ کسی صورت میں یہاں حکمرانی کرتے رہے ہیں اور اپنے دشمنوں کو حویلی کے تہ خانے میں زندہ درگور کرتے رہے ہیں۔ آج میں ذرا بھی کمزور پڑوں گا تو فرہاد مجھے اسی تہ خانے میں مار ڈالے گا۔"

وہ دوبارہ حویلی کے اندر آتے ہوئے سوچ رہا تھا "یا خدا! میں اقتدار سے الگ ہونا نہیں چاہتا۔ فرہاد کے شکنجے سے بھی نکلنا چاہتا ہوں۔ سپر ماسٹر کو کیسے اطلاع دوں کہ یہاں ہماری سیاست کی بساط الٹ چکی ہے؟"

وہ قابلِ اعتماد نہیں تھا۔ ہمیں کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا تھا لیکن اسے ابھی زندہ رکھنا اور اس سے کچھ کام لینا ضروری تھا۔ اس لئے وہ ابھی تک سانس لے رہا تھا۔

ڈاکٹر نے توبہ کو زود اثر انجکشن لگایا تھا۔ کھانے کے لئے دوائیں دی تھیں۔ اس نے آدھے گھنٹے بعد کہا "میں پہلے سے اب بہتر محسوس کررہی ہوں۔ انشاء اللہ ایک آدھ گھنٹے میں چلنے پھرنے بلکہ دوڑنے کے قابل ہوجاؤں گی' کیا اب تمہیں باتیں کرنے کی فرصت ہے؟"

"ہاں' تمہارا بھائی مصیبت بنا ہوا ہے۔ اس کے دماغ میں یہ بات گھسی ہوئی ہے کہ اسے ہر صورت میں اقتدار میں رہنا ہے وہ سپر ماسٹر کو میرے خلاف رپورٹ دینا چاہتا ہے۔"

"جو بہن کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ بائی دی وے مجھ میں اتنی توانائی آگئی ہے کہ میں اسے گولی مار سکتی ہوں۔"

"اسے قتل کرنے کے بعد سیکیوریٹی گارڈز ہمیں جانے نہیں دیں گے۔ کابل کی انتظامیہ ہمارے خلاف حرکت میں آجائے گی۔ اس آگ اور بارود کے شہر میں دشمنوں کی تعداد بڑھانا دانش مندی نہیں ہے۔"

وہ بولی "دشمنوں کو دوست بنائے رکھنے کا ایک راستہ ہے۔"

"مجھے وہ ایک راستہ بتاؤ۔ میں کئی راستے نکال لوں گا۔"

"ہمارا خاندان تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں ہر آنے والی حکومت میں ہمیں حکمرانی کا تھوڑا حصہ ضرور ملتا ہے۔ اگر آج برادر حاتم نہ ہوتا تو میں اس کی جگہ عبوری حکومت میں ہوتی۔"

"سمجھ گیا۔ اب بھی حاتم نہ ہو تو اس کا عہدہ تم سنبھال لوگی۔"

"ہاں۔ مگر برادر کے معاملے میں عبوری حکومت کو کسی طرح کا شبہ نہ ہو۔"

"فکر نہ کرو۔ میں ایک نئی بازی شروع کرتا ہوں۔"

میں نے حاتم کو بیڈ روم میں بلا کر کہا "کاغذ قلم لو اور عبوری حکومت کے صدر' سرکاری فوج کے کمانڈر اور ہیئت مصالحہ (مصالحتی کونسل) کو الگ الگ مختصر سے خط لکھو۔"

اس نے پوچھا "کیا لکھوں؟"

"لکھو کہ تم مخالف گروہ سے بہت زیادہ خطرہ محسوس کر رہے ہو اور کچھ دنوں کے لئے روپوش ہو رہے ہو۔"

"لیکن میں روپوش ہونا نہیں چاہتا۔"

"ہم چاہتے ہیں۔ فضول بحث نہ کرو اور یہ لکھو کہ روپوشی کے دوران تمہاری بہن توبہ خانم تمہاری سیاسی ذمے داریاں سنبھالے گی۔ لہٰذا تمہاری واپسی تک توبہ خانم کو تمہارے عہدے پر کام کرنے کا موقع دیا جائے۔"

اس نے پریشان ہو کر پوچھا "لیکن میرا کیا ہوگا؟ پہلے میری سلامتی کی ضمانت دو۔ پھر لکھوں گا۔"

میں نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ اداروں اور عہدے داروں کے نام خطوط لکھ دیئے۔ ان پر دستخط کر کے اسکی خاص مہر بھی لگا دی پھر سیکیورٹی افسر کو بلا کر کہا "میں ایک اہم مقصد کے لئے کچھ عرصہ تک روپوش رہوں گا۔ میری عدم موجودگی میں تم سب توبہ خانم کے وفادار رہوگے اور اس کے تمام احکامات کی تعمیل کرتے رہوگے۔"

اس نے "یس سر" کہا۔ پھر سیلوٹ کر کے چلا گیا۔ حاتم نے بڑی بے بسی سے کہا "میں جو نہیں چاہتا ہوں' وہ کرتا جا رہا ہوں۔"

میں نے کہا "اور جو چاہتے ہو' وہ کر نہیں سکتے۔ تم نے دوسرے کمرے میں جا کر امریکن ایجنسی کو فون کرنا چاہا تھا۔ انہیں اطلاع دینا چاہتے تھے کہ فرہاد نے ان کے تین اہم افراد کو قتل کیا ہے اور تمہاری جان بھی جا سکتی ہے۔"

وہ سہم کر بولا "ہاں۔ مگر میں نے فون نہیں کیا۔ تمہارے اعتماد کو دھوکا نہیں دیا۔"

"اس لئے کہ میں نے تمہیں ایسا کرنے نہیں دیا۔ تم نے کئی بار ریسیور اٹھا کر ڈائل کرنے کی کوششیں کیں لیکن ڈائل نہ کر سکے۔ تمہیں اب تک سمجھ لینا چاہئے کہ ٹیلی پیتھی کیا بلا ہے۔"

"میں سمجھ گیا ہوں۔ اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ اتنی بڑی دنیا میں کوئی ایسی پناہ گاہ نہیں ہے کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جہاں میں تم سے چھپ کر رہ سکوں۔ میں تمہارے ہی قدموں میں سلامت رہوں گا۔ مجھے اپنی وفاداری ثابت کرنے کا ایک اور موقع دو۔ اگر میں......"

توبہ اچھل کر بستر سے فرش پر آ کھڑی ہوئی۔ غصے سے بولی۔ "ہرگز نہیں' ایسا بھائی' بھائی نہیں کتا ہوتا ہے اور تم تو ہمارے وطن پرست مجاہدین پر بھونکنے والے کتے ہو۔ مسٹر فرہاد! مجھے ریوالور دو۔"

میں نے ریوالور اس کی طرف اچھالا۔ اس نے کیچ کر لیا۔ حاتم شہریار خوف سے کانپتے ہوئے دیوار سے لگ گیا "نہیں' میں اس موت مرنا نہیں چاہتا۔ بچاؤ' مجھے بچاؤ۔"

اس کا خیال تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سیکیورٹی گارڈز کو بلا رہا ہے۔ پھر خیال آیا کہ وہ منہ نہیں کھول رہا ہے اور جب منہ نہیں کھول رہا ہے تو آواز کیسے نکلے گی؟ اور جب آواز نہیں نکلے گی تو کوئی مدد کیسے آئے گا؟

اس نے کئی بار بولنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی سوچ نے کہا "یہ جادو کر رہا ہے میں زبان نہیں ہلا سکوں گا۔ مجھے زندگی کی بھیک مانگنے کے لئے اس کے قدموں پر گرنا چاہئے۔"

وہ میرے قدموں پر سر رکھنے کے لئے آگے آیا۔ میں نے اسے پلٹا دیا' وہ بے اختیار دوڑتا ہوا چور دروازے کی طرف گیا۔ پھر وہاں سے گزر کر تہ خانے میں جانے لگا۔ میں اس کے اندر تھا اور توبہ اس کے پیچھے تھی۔ تہ خانے میں آ کر بولی "میں نے چودہ برسوں کی جنگ میں غیرت مند بھائیوں کو دیکھا ہے' انہیں بہنوں کی خاطر جان پر کھیلتے دیکھا ہے۔ تمہیں دیکھ کر اتنی شرم آ رہی ہے کہ تم نہیں مروگے تو میں شرم سے مر جاؤں گی۔ لہٰذا تم جہنم میں جاؤ۔"

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے ہی بہن نے اسے گولی مار دی۔ یہ سب کچھ طاقت کی فراوانی پر ہے۔ یہ فراوانی پہلے حاتم شہریار کو نصیب تھی۔ اگر وہ بدستور طاقتور رہتا تو بادشاہ ساز ایجنٹوں کے عیش کدے میں بہن کو پہنچا دیتا۔ یہی طاقت بہن کو نصیب ہو گئی تو اس نے بھائی کو حرام موت دے دی۔

وہ سر جھکا کر تہ خانے سے باہر آئی۔ چور دروازے کو بند کیا۔ پھر تھکے ہوئے انداز میں بستر پر لیٹ گئی۔ میں نے کہا "تھوڑی دیر آرام کر لو۔ اس کے بعد ہم یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

وہ مجھے عزت اور عقیدت سے دیکھتے ہوئے بولی "تم اور حماد پچھلی رات سے میرے حواس پر چھائے جا رہے ہو۔ تم ارسلان بن کر رہے اور فرہاد علی تیمور ثابت ہوئے۔ اب یہ بھی بتا دو کہ حماد کی اصلیت کیا ہے؟"

"وہ میرا بیٹا ہے۔"

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی' پھر بولی "نقلی فرہاد کے بیٹے کا نام پارس تھا۔ تمہارے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

"یہی ہے۔ میری اور پارس کی صورتیں ہو بہو ویسی ہی ہیں جیسی تم نے نقلی باپ بیٹے کی دیکھی تھیں۔ ابھی ہمارے چہروں پر عارضی چہرے ہیں۔"

وہ خلا میں تکنے لگی۔ جس نقلی پارس کو دیکھا تھا۔ وہی چہرہ حماد کے چہرے پر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "پارس کا چہرہ بھی پُرکشش ہے۔ مگر مجھے غصہ آ رہا ہے۔ بہروپیا بن کر رہنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا مجھے اصلی چہرہ نہیں دکھا سکتا تھا۔"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "میں اس کے حالات نہیں جانتی۔ پتا نہیں وہ کتنے خطرناک دشمنوں سے چھپنے کے لئے اپنا چہرہ چھپاتا رہتا ہے۔"

وہ قائل ہو کر بولی "ٹھیک ہے' اسے محتاط رہنا چاہئے لیکن مجھ پر تو بھروسا کر سکتا تھا۔"

"کس رشتے سے بھروسا کرتا؟ ایک دوسرے کے لئے جان دینے والا رشتہ ہو تب بھروسا کیا جاتا ہے۔"

اس نے تائید میں سر ہلا کر سوچا "درست ہے' کل رات سے اب تک وہی میرے لئے جان پر کھیلتا آیا ہے۔ مجھے اس کے لئے کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں ملا ہے۔ جب تک میں اس کے لئے کچھ نہیں کروں گی وہ مجھ پر اعتماد کیسے کرے گا؟"

اس نے پوچھا "کیا پارس بھی ٹیلی پیتھی جانتا ہے؟"

"نہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی کے بغیر ہی اپنے باپ کا باپ ہے۔"

"کیا تم یہاں رہ کر اُس کے دماغ میں جا سکتے ہو؟"

"میں یہاں بیٹھے بیٹھے دنیا کے آخری سرے تک جا کر چشم زدن میں واپس آ سکتا ہوں۔"

"مجھے بتاؤ۔ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

"وہ گائیڈ جلال شاہ کے پاس ہے اور ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"

وہ فوراً ہی بستر سے اتر کر کھڑی ہو گئی میں نے کہا "آرام کرو۔ تم کمزور ہو۔"

"میں کبھی چند گھنٹوں سے زیادہ بیمار اور کمزور نہیں رہتی۔ تمہیں پہلے بتانا چاہئے تھا کہ حماد میرا انتظار کر رہا ہے۔ اوہ بھول گئی' پارس میرا انتظار کر رہا ہے۔"

پھر وہ پلنگ کے سرے پر بیٹھ گئی۔ دو انگلیوں سے اپنی پیشانی کو سہلاتی ہوئی بولی "پارس کوئی اجنبی سا لگتا ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا مسئلہ ہے؟"

"یہ حماد کا نام پہلی ملاقات سے متاثر کر رہا ہے۔ تم اس کے باپ ہو۔ بالکل غیر جانب داری سے بتاؤ' مجھے پارس سے متاثر ہونا چاہئے یا حماد سے؟"

میں نے مسکرا کر کہا "باپ کی زبان سے بولوں گا۔ تب بھی حماد میرا پارس اور پارس میرا حماد ہے۔"

"لیکن مجھے حماد کا نام کیوں اچھا لگتا ہے؟"

"اس لئے کہ فرسٹ امپریشن از دی لاسٹ امپریشن یعنی پہلا تاثر پائیدار ہوتا ہے۔"

"ہاں' اسی لئے حماد بھاری بھرکم لگتا ہے۔"

میں نے کہا "اس کے علاوہ بھی ایک راز کی بات ہے۔"

"وہ کیا ہے؟"

"یہی کہ ایک شریف اور عزت دار لڑکی صرف ایک جوان سے محبت کرتی ہے۔"

"ہاں' یہ درست ہے۔"

"چونکہ حماد سے محبت ہے اس لئے پارس کو دل نہیں دینا چاہتی ہو۔"

وہ چٹکی بجا کر بولی "بالکل یہی بات ہے۔ حماد اپنے نام اور شخصیت سے میرے روئیں روئیں میں بسا ہوا ہے۔ میں اس سے....."

وہ کہتے کہتے چونک گئی۔ پھر مجھے گھور کر بولی "میں نے کب کہا ہے کہ حماد سے محبت کرتی ہوں؟ وہ تو بس ایک دوست ہے۔"

میں مسکرا کر اُس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ وہ نظریں چرانے لگی۔ اسے یاد آ گیا کہ میں دل کے بھید پڑھ لیتا ہوں اور حماد کے لئے اس کے احساسات اور جذبات کو خوب سمجھ رہا ہوں۔

وہ اپنا سر کھجاتے ہوئے بولی "یہ اچھی بات نہیں ہے' تم دل میں چھپے ہوئے چور کو دیکھ لیتے ہو۔"

"بھئی میں کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ ساری باتیں تم ہی سوچ رہی ہو' تم ہی کہہ رہی ہو۔"

میں ایک صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے پاس آئی پھر فرش پر گھٹنے ٹیک کر میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر بولی "وعدہ کرو۔ میرے دل کی بات اپنے بیٹے کو نہیں بتاؤ گے۔"

"وعدہ کرتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟ تم باپ ہو۔ اپنے بیٹے کی طرف داری کروگے۔"

میں نے اس کے چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "وہ صرف بیٹا ہے۔ تم بیٹی بھی ہو اور میرے بیٹے کی محبت بھی۔ اب بتاؤ اس کی طرف داری کروں گا یا تمہاری؟"

"میری" اس نے میرے ہاتھوں کو تھام کر چوم لیا۔ پھر فرش سے اٹھ کر بولی "میں لباس بدل کر اپنا سفری بیگ لے کر آتی ہوں۔ وہ ہمارا انتظار کر رہا ہوگا۔"

وہ جانے لگی میں نے پوچھا "وہ کون؟ حماد یا پارس؟"

وہ ایک سمت دیکھتے ہوئے ٹہلتے ہوئے سوچنے لگی۔ اس کے تصور میں حماد موجود تھا اور اس کے چہرے پر پارس کا چہرہ گڈمڈ ہو رہا تھا۔ وہ ہنسنے لگی۔

میں نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ دروازے کے پاس جا کر رک گئی۔ ہنستی ہوئی بولی "میں نہ حماد کے پاس جا رہی ہوں' نہ پارس کے پاس۔"

"پھر؟" میں نے پوچھا۔

"میں جا رہی ہوں دونوں کی کھچڑی کے پاس یعنی حمارس سے ملنے۔"

وہ ہنستی کھلکھلاتی چلی گئی۔ میں اسے پچھلی رات سے دیکھ رہا تھا۔ وہ آگ اور خون کے دریا سے گزرنے والی' بارود کے دھوئیں میں سانسیں لینے والی ایسا فولاد دکھائی دیتی تھی جس میں کبھی

نرمی اور لچک پیدا نہیں ہوتی لیکن محبت نے چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر اسے پھول کی طرح کھلا دیا تھا اور خوشبو کی طرح دور تک پرواز کرنا سکھا دیا تھا۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے۔ سپاہی کے ایک ہاتھ میں بندوق ہو تو اس کے دوسرے ہاتھ میں پھول پکڑا دیتی ہے۔

○☆○

سونیا ثانی ذہنی الجھنوں میں گرفتار تھی۔ جس دن سے الپا کے بھیس میں تل ابیب پہنچی تھی اسی دن سے علی اس کے دل میں گھنٹیاں سی بجا رہا تھا اور ذہن کو یوں متاثر کر رہا تھا جیسے صدیوں سے جان پہچان رہی ہو۔

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ سنگدل ہونے کے باوجود دل میں علی کے لئے نرم گوشہ کیوں ہے؟ پہلے دن ثانی کو پتا چلا کہ وہ بھی بہروپیا ہے۔ ثانی الپا بن کر آئی تھی اور وہ الپا کے ایک خاص ملازم پال ہیریسن کے روپ میں پہلے سے موجود تھا۔

ثانی اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکی۔ علی نے محبت سے سمجھا دیا تھا کہ وہ بھی اس کا بھید کھول دے گا۔ وہ دونوں وہاں گولڈن برینز کے خلاف اپنے اپنے مشن پر آئے ہیں۔ انہیں صرف اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے۔ اگر وہ ایک دوسرے سے دشمنی کریں گے تو دونوں کا نقصان ہوگا۔

بعد میں ثانی کو علی کے ساتھ وقت گزارتے ہوئے پچھلی زندگی کی کچھ باتیں یاد آئیں۔ ان باتوں نے ثانی کو علی کی محبت میں گرفتار کر لیا۔ علی نے سمجھایا "اگر ہم شادی کر لیں تو پھر ایک دوسرے کے دشمن نہیں رہیں گے' ازدواجی زندگی گزارتے رہنے سے پچھلی زندگی کی بہت سی باتیں یاد آتی رہیں گی۔"

ثانی نے راضی ہو کر کہا "تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ میں الپا نہیں سلوانہ ہوں اور مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ تم پال نہیں ہو۔ پھر کون ہو؟"

علی نے کہا "ہمارے درمیان بڑی حد تک اعتماد قائم ہو گیا ہے۔ کیا میں امید کروں کہ میں بتاؤں کہ میں کون ہوں تو تم برداشت کر لو گی؟"

"تم میرا تجسس بڑھا رہے ہو۔ جلدی بتاؤ کون ہو؟"

"وہی ہوں جسے تم قتل کرنے آئی ہو۔"

"کیا مطلب صاف صاف کہو۔"

"میرا نام کارمن ہیرالڈ ہے۔"

یہ سنتے ہی ثانی کے دماغ کو جھٹکا سا لگا۔ وہ لبوڈا کے لئے گولڈن برینز کے درمیان جگہ بنانا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے لازمی تھا کہ وہ کارمن کو ہمیشہ کے لئے راستے سے ہٹا دیتی لیکن جس کارمن کو قتل کرنے آئی تھی اسی کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھی۔ اس پر اعتماد کرنے لگی تھی۔ حتیٰ کہ اس سے شادی کرنے کے لئے راضی ہو گئی تھی۔

وہ شدید حیرانی سے علی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ کارمن ہے اور وہ یوں آسانی سے دھوکا کھاتی رہی۔ اس نے کہا "دیکھو پال! مذاق نہ کرو۔ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

"تمہیں سچ بہت کڑوا لگ رہا ہے۔ اس لئے برداشت نہیں کر پا رہیں۔"

"کیا اس دشمن کا نام برداشت کروں جس نے جان لبوڈا کو دودھ کی مکھی کی طرح گولڈن برینز کے درمیان سے نکال پھینکا اور جو ہماری ہر چال کو ناکام بناتا رہتا ہے۔"

"بھئی وہ ملکی اور سیاسی معاملات ہیں۔ کارمن سیاست کے معاملے میں دشمن ہے لیکن محبت کے معاملے میں جاں نثار رہا ہے۔"

"پتا نہیں کیوں مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں کیا تم کارمن ہو؟"

"اتنے غصے سے پوچھ رہی ہو۔ کیا میری شامت آئی ہے کہ خود کو کارمن کہوں گا!"

"یعنی کارمن نہیں ہو؟"

"جو نام تمہیں پسند نہیں ہے میں اس نام سے دست بردار ہوتا ہوں۔ تم میرا اچھا سا کوئی نام رکھ دو۔"

"میں تمہارا سر توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اپنی اصلیت چھپا رہے ہو۔"

"میں محبت میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ دھوکا نہیں دے رہا ہوں اور تم میری اصلیت سے انکار کر کے مجھے جھوٹ بولنے پر مجبور کر رہی ہو۔ کیا میں اپنا نام ایکس وائی یا زیڈ بتا دوں تو تم فریب کھا کر مطمئن ہو جاؤ گی؟"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ پھر سخت لہجے میں بولی "اس کا مطلب ہے تم واقعی کارمن ہیرالڈ ہو۔"

"ہاں تمہارے پیار میں سچ کہہ چکا ہوں۔"

وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر بولی "مکار! فریبی! تم کارمن ہو اور پال بن کر یہ راز معلوم کر رہے تھے کہ میں تمہیں قتل کرنے آئی ہوں۔"

"وہ تو میں قتل ہو چکا ہوں۔ اپنے دماغ سے گرمی نکالو اور سوچو۔ تمہارے خطرناک ارادوں کو سمجھتے ہوئے بھی میں نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ میں تمہارا ہونے والا مقتول ہوں۔"

"تم کوئی زبردست چال چل رہے ہو۔ تم نے میرے اطراف ایسا زبردست نادیدہ پہرا لگایا ہو گا کہ میں تمہاری اصلیت معلوم ہونے کے بعد بھی یہاں سے فرار نہیں ہو سکوں گی۔"

اس نے ہنستے ہوئے کہا "مجھے پہرا لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ اگر تم مجھے عزیز نہیں ہو تو میں چشم زدن میں تمہیں گولی مار سکتا ہوں۔ میں ایک گولڈن برین کی حیثیت سے اشارہ کروں تو تمہیں ٹارچر سیل میں پہنچا دیا جائے گا۔ اگر مجھے محبت نہ ہوتی تو میں تمہیں زنجیروں سے باندھ کر تمہارے حسن و شباب سے کھیل کر تمہارا

تیا پانچا کر دیتا۔ جان لبوڈا اور سپر ماسٹر کو تمہارا نام و نشان بھی نہ ملتا۔"

وہ بولی "ایسا اس لئے نہیں کر رہے ہو کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ تم مجھے برباد کرو گے یا مار ڈالو گے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ محبت سے اپنی طرف مائل کرتے رہو گے تو میرے ساتھ میری ٹیلی پیتھی بھی تمہارے کام آتی رہے گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہی ہو۔"

"اس لئے کہ کارمن ہیرالڈ کٹر یہودی ہے۔ وہ ہر پہلو سے اپنا فائدہ دیکھتا ہے۔ نقصان ہو تو دشمن کو زندہ نہیں چھوڑتا۔ مجھ سے فائدے ہی فائدے ہیں اس لئے تمہارے اندر چھپا ہوا کٹر یہودی مجھ سے محبت کر رہا ہے۔"

اس نے مسکرا کر کہا "جہاں تک محبت کا تعلق ہے اس کی سچائی کا گواہ خود تمہارا دل ہے۔ جب سے ہم ملے ہیں تب سے ہمارے دماغوں میں پچھلی زندگی کی کوئی نہ کوئی بات ابھرتی رہتی ہے... جس طرح تم الپا نہیں ہو' سلوانہ بھی نہیں ہو... کوئی گم شدہ لڑکی ہو۔ اسی طرح میں پال نہیں ہوں' کارمن بھی نہیں ہوں... کوئی گم شدہ بدنصیب ہوں پھر میں کارمن کی حیثیت سے تمہیں نقصان پہنچانے کی حماقت کیوں کروں جبکہ تم میرے لئے کوئی بہت ہی اہم بھولی ہوئی ہستی ہو۔"

وہ دونوں کچن میں تھے۔ ثانی کھانا گرم کر رہی تھی۔ پھر وہ کھانے کی میز پر آگئے۔ وہ خاموش تھی۔ کھانے کے دوران سنجیدگی سے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی۔ علی نے کہا "خوب سوچو اور ذہانت سے سمجھو' پھر بھی سمجھنے کے لئے ہمارے ماضی کی بہت سی باتیں رہ جائیں گی۔"

وہ بولی "خاموش رہو۔ مجھے تم پر غصہ بھی آرہا ہے اور......"

"اور پیار بھی۔"

"شٹ اپ۔ ان حالات میں پیار و پیار کی باتیں اچھی نہیں لگتیں۔ چپ چاپ کھاؤ اور یہاں سے جاؤ۔"

وہ کھانا چھوڑ کر اٹھ گیا۔ ثانی نے کہا "ارے کھانا تو کھاؤ۔"

"جب چپ چاپ کھانا ہے' چپ چاپ رہنا ہے تو میرے جاتے وقت بھی چپ رہو۔"

وہ پلٹ کر جانے لگا۔ کرسی الٹ کر گر پڑی۔ ثانی نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پیچھے آتے ہوئے کہا "رک جاؤ۔"

وہ برآمدے میں آکر بولا "جب تک میری طرف سے تمہارا دل اور دماغ صاف نہ ہو تب تک خاموشی بہتر ہے۔ نو مور ٹاک۔ ناٹ اے سنگل ورڈ۔ گڈ نائٹ اینڈ سو فار۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا بنگلے کے احاطے سے باہر آگیا۔ گلی پار کر کے اپنے بنگلے کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ ثانی اپنے برآمدے کی تاریکی میں کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ اطمینان کرنا چاہتی تھی کہ وہ اپنے ہی بنگلے کے اندر جا رہا ہے۔ جب وہ اندر چلا گیا تو اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کوڈ ورڈز ادا کر کے بولی "رپورٹ دو۔ پال کے بنگلے میں اور کون ہے؟"

"میڈم! بنگلے کے اندر صرف ایک ملازم ہے اور ابھی مسٹر پال اندر گئے ہیں۔"

"پال پر نظر رکھو۔ جیسے ہی وہ باہر نکلے۔ مجھے موبائل پر اطلاع دو۔"

"آل رائٹ میڈم۔"

ثانی نے اس سے رابطہ ختم کیا۔ پھر ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ماتحت کے دماغ میں پہنچی۔ ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے حال ہی میں دو آدمیوں کو ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا تھا۔ ان میں سے ایک کا نام مونارو اور دوسرے کا نام ٹالبوٹ تھا۔ وہ دونوں ثانی کے ماتحت تھے اور بڑی رازداری سے تل ابیب پہنچے ہوئے تھے۔ ثانی نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ٹالبوٹ! میں آدھے گھنٹے بعد بنگلے سے نکلنے والی ہوں۔ یہاں سے پیدل مین روڈ تک جاؤں گی۔ تم دور سے جائزہ لیتے رہو۔ کسی تعاقب کرنے والے کو تاڑنے کی کوشش کرتے رہو۔ کسی پر ذرا بھی شبہ ہو تو مجھے بتا دینا۔"

پھر اس نے مونارو سے رابطہ کیا۔ اس سے کہا "میں آدھے گھنٹے بعد یہ بنگلا چھوڑ رہی ہوں۔ مین روڈ کے راؤنڈ اباؤٹ کے پاس گاڑی لے آؤ۔"

ایسی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس نے لباس تبدیل کیا۔ ایک بیگ میں ضروری سامان رکھ لیا۔ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ کارمن پر اس وقت تک اعتماد نہیں کرے گی جب تک یہ انکشاف اور یقین نہ ہو جائے کہ ماضی میں اس سے اہم اور گہرے تعلقات رہے ہیں اور وہ اصل میں کارمن نہیں ہے' ایک گم شدہ شخص ہے۔

دراصل کارمن نے جان لبوڈا کو بری طرح شکست دی تھی' اسے گولڈن برینز کی ٹیم میں گھستے ہی اکھاڑ پھینکا تھا۔ آج اس نے میجر یارڈلے کو قتل کر دیا تھا۔ لبوڈا کے کسی شخص کو معاف نہیں کرتا تھا۔ ثانی کا خیال تھا ایسے طوفانی مزاج کا آدمی اچانک ہی اسے بھی قتل کر سکتا ہے یا بے نقاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا وہ علی پر مکمل اعتماد ہونے تک اس سے دور جا رہی تھی۔

موبائل فون پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے فون کو آپریٹ کرتے ہوئے کہا "ہیلو! الپا ہیر۔"

دوسری طرف سے ماتحت نے کوڈ ورڈز ادا کر کے کہا "میڈم! پال کا ملازم گھر جا رہا ہے۔ پال بنگلے میں تنہا ہے۔"

"ملازم کو جانے دو۔ پال پر نظر رکھو۔ وہ باہر نکلے تو اطلاع دو۔"

اس نے ٹیلی فون بند کر دیا۔ وہ جانتی تھی کہ ملازم رات کو

گھر جاتا ہے اس لئے اس کے جانے کی پروا نہیں کی۔ اگر بنگلے سے نکل کر دیکھتی تو شاید پہچان لیتی کہ علی جا رہا ہے۔ اس کی نگرانی کرنے والا ماتحت دھوکا کھا گیا تھا۔ علی نے کوئی میک اپ نہیں کیا تھا۔ صرف ملازم کا لباس پہنا تھا۔ اس کا پرانا ہیٹ سر پر رکھا تھا۔ پھر ملازم کو اپنے بستر پر سونے کے لئے چھوڑ گیا تھا۔ اسٹریٹ کی نیم تاریکی نے بھی اسے کافی حد تک چھپا لیا تھا۔ وہ مین روڈ پر آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر انٹیلی جنس کے دفتر پہنچ گیا۔

اس نے دفتر سے اپنے گولڈن برین سسر راجر موس کو فون کیا۔ "ہیلو انکل!"

اس نے کہا "ہیلو مائی سن! تم نے اتنی رات کو نیند سے جگایا ہے۔ ضرور کوئی اہم معاملہ ہوگا۔"

"جی ہاں۔ مجھے انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کا ایک کتا چاہئے۔"

"کسی مجرم کا تعاقب کر رہے ہو؟"

"یہی سمجھ لیں۔ میں صبح تفصیلی رپورٹ دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں ابھی کتوں کے انچارج اور ٹرینر کو فون کرتا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ پچھلی شام ثانی کی لاعلمی میں اس کے بنگلے کے اندر گیا تھا۔ اس کے سامان کو چیک کیا تھا اور احتیاطاً اس کے اتارے ہوئے لباس کا ایک مختصر سا حصہ چھپا کر لے آیا تھا۔ یہ ارادہ تھا کہ ثانی کبھی دھوکا دے کر رُوپوش ہوگی تو وہ سراغ رساں کتے کے ذریعے اسے ڈھونڈ نکالے گا۔

وہ آدھے گھنٹے بعد کتوں کے انچارج اور ٹرینر کے پاس گیا۔ اس سے ایک کتا لے کر بولا "مجھے اس کے منہ پر باندھنے والا بیلٹ چاہئے۔ تاکہ یہ اتنی رات کو ہر علاقے سے بھونکتا ہوا نہ گزرے۔"

پھر اس نے ثانی کی اترن جیب سے نکال کر اسے دیتے ہوئے کہا "میں اس لباس والی کا سراغ لگانا چاہتا ہوں۔"

ٹرینر وہ اترن لے کر کتے کی ناک کے سامنے ہولے ہولے لہرانے لگا۔ کتا ہر لہر کے ساتھ ناک اِدھر اُدھر کرتا ہوا ثانی کی مخصوص بو کو پہچاننے لگا۔

پھر اچانک ٹرینر نے ثانی کی اترن کو ایک پلاسٹک کی تھیلی میں ڈال کر مجھے دیا۔ میں نے اسے جیب میں رکھ لیا۔ پلاسٹک کی تھیلی میں بند ہونے کے باعث اترن کی مخصوص بو چھپ گئی تھی۔ اس کتے کے لئے ختم ہوگئی تھی لیکن وہ منہ اٹھا کر فضا میں اس بو کو تلاش کرنے لگا۔ ہر سُو سونگھتے ہوئے ایک سمت زور زور سے بھونکنے لگا۔

ٹرینر نے اسی سمت انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "مسٹر پال! آپ کا شکار اُدھر ہے۔ میرا ٹائیگر آپ کو ٹھیک اس کی پناہ گاہ کے اندر پہنچا دے گا۔"

اس نے کتے کے منہ پر بیلٹ باندھتے ہوئے کہا "اب یہ نہیں بھونکے گا۔ جس سمت مُنہ اٹھاتا جائے آپ اسی سمت جائیں' وہ کسی تہ خانے میں بھی ہوگی تو یہ ادھر لے جائے گا۔"

علی انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ کی ایک کھلی جیپ میں کتے کو سیٹ پر لے کر بیٹھ گیا۔ ٹرینر نے اسے اس طرح زنجیر سے باندھ وہ شکار کے قریب پہنچ کر بے قابو ہو کر جیپ سے باہر نہ بھاگ علی جیپ اسٹارٹ کرکے ادھر چل پڑا جدھر کتا اشارہ کر رہا تھا۔

وہ ثانی کے ساتھ ..... تقریباً دو برس رہ چکا تھا۔ اس ساتھ تبت تک ایک لمبا سفر کرچکا تھا۔ اس کے مزاج کو خوب تھا۔ اکثر اس کا موڈ یکلخت بدل جاتا تھا۔ وہ ہنستے ہنستے خطرناک بن جاتی تھی۔ اگرچہ وہ ماضی کو بھول چکی تھی۔ پھر بھی کی یادداشت میں ماضی کی باتیں کبھی کبھی بجلی کی طرح چمک کر رہتی تھیں اور کچھ یاد رہنے کے باوجود وہ اپنی فطرت کے مطا تیور بدلنے لگتی تھی۔ علی نے اس کے تیوروں کو سمجھ کر پورے سے سوچا تھا کہ وہ کسی وقت بھی دھوکا دے کر روپوش ہو سکتی پھر یہ بھی سوچا کہ دھوکا نہ دے تب بھی کیا فرق پڑتا ہے۔ وہ کتے ساتھ گھوم پھر کر اپنے بنگلے میں واپس آجائے گا۔"

وہ جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ کتا ثانی کے بنگلے کی سمت بو نہ سونگھ رہا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ثانی بنگلے میں نہیں بلکہ ادھر ہے جدھر وہ بے زبان بو سونگھتا ہوا لے جا رہا ہے۔

علی ڈرائیو کرتا ہوا مرچنٹ کالونی میں پہنچ گیا۔ اس کالونی کروڑپتی اور ارب پتی بزنس مینوں کی بڑی بڑی شاندار کوٹھیا تھیں۔ جیپ ایک اسٹریٹ سے گزر رہی تھی۔ ایسے ہی وقت ایک کوٹھی کی طرف مُنہ اٹھا کر اچھلنے لگا۔ ادھر جانے کے لئے لگا لیکن زنجیریں اجازت نہیں دے رہی تھیں۔

علی نے اسے تھپکتے ہوئے کہا "ایزی ٹائیگر ایزی! میں سمجھ محترمہ اسی کوٹھی میں پہنچی ہیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بڑی پہنچی ہیں۔"

وہ انٹیلی جنس ڈیپارٹمنٹ میں واپس آگیا۔ ٹرینر کو شکریے ساتھ کتا واپس کرکے کمپیوٹر سیکشن میں آیا۔ وہاں ایک لڑکی ڈیوٹی تھی۔ اسے دیکھ کر ادب سے کھڑی ہوگئی۔ اس نے کہا "مرچنٹ کالونی کی کوٹھی نمبر دو سو دو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

لڑکی نے ایک الماری کے خانے سے ایک پیکٹ نکالا۔ اس پیکٹ سے ایک ڈسک نکالا پھر اسے کمپیوٹر میں ایڈجسٹ کیا۔ اسکرین پر تحریر نظر آئی۔ کمپیوٹر نے بتایا کہ یہ مرچنٹ کالونی ویسٹ کی کوٹھی نمبر ایک سو ایک سے تین سو تک کی معلومات ہیں۔

لڑکی نے کئی بٹن دبائے اسکرین پر تحریر بدل گئی۔ وہاں لکھا ہوا تھا۔

کوٹھی نمبر:202

مالک کا نام: بنجامن کروسو۔

بزنس: ایک امریکن کمپنی کے اشتراک سے اسپورٹس کار یا اسمبل کرتا ہے۔

فیملی: ایک بیوی ایک بیٹا اور ایک بیٹی۔

تفصیل: لبنان کی حالیہ خانہ جنگی میں بیوی اور بیٹا مارے گئے۔ ایک جوان بیٹی لارا کروسو ہے۔

کمپیوٹر ہینڈل کرنے والی لڑکی نے پوچھا "مسٹر پال! آپ زائد۔ اور کس نوعیت کی معلومات چاہتے ہیں؟"

علی نے آنکھیں بند کرکے سوچا۔ موجودہ فیملی پوزیشن بتا رہی تھی کہ اس کوٹھی میں بنجامن کروسو اور لارا کروسو یعنی باپ بیٹی رہتے ہیں۔ وہاں ثانی کو یہ تشویش ہوگی کہ انٹیلی جنس والے اس فیملی میں تیسرے ممبر کے اضافہ کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے کہ وہ انجانی لڑکی کون ہے؟ اور کہاں سے آئی ہے؟ ان سوالوں سے بچنے اور شکوک شبہات سے بالاتر رہنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہو سکتا تھا۔ اصل لارا کروسو کو چھپا کر اس کی جگہ ثانی لارا بن سکتی تھی اور اسی صورت میں ممکن تھا کہ سپر ماسٹر نے دونوں باپ بیٹی کو خرید لیا ہو یا پھر لمبوڑا نے ان باپ بیٹی کو تنویمی عمل کے ذریعے معمول اور تابعدار بنا رکھا ہو۔

علی نے ان تمام پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد لڑکی سے کہا "لارا کی جسمانی اور ذہنی میڈیکل رپورٹ اور اس کی عام وخاص مصروفیات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ کمپیوٹر کو آپریٹ کرنے لگی۔ اسکرین پر تحریر نظر آنے لگی۔

لارا کروسو: قد پانچ فٹ چھ انچ۔

مینٹل رپورٹ: نارمل

فزیکل رپورٹ: ایک حادثہ میں بائیں ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ علاج کامیاب رہا تھا۔ وہ زیادہ آسانی سے بائیں ہاتھ کو حرکت نہیں دے سکتی ہے۔ بائیں پسلی پر زخم کا نشان ہے۔

تعلیم: سینئر کیمبرج۔

میریٹل رپورٹ: شادی نہیں ہوئی۔ کرنل تھامسن کے بیٹے موسس سے منگنی ہو چکی ہے۔ لارا اور موسس میں لو افیئر ہے۔ کرنل تھامسن اور موسس کی کمپیوٹر رپورٹ ڈسک نمبر آر سی صفر کا میں ہے۔

علی نے کچھ دیر سوچا۔ پھر کہا "تھینکس اے لاٹ۔ تم نے بڑی معلومات فراہم کی ہیں۔ کیا نام ہے تمہارا؟"

وہ ہنستے ہوئی بولی "اتفاق سے میرا نام بھی لارا ہے۔"

علی اپنے سسر راجر موس کے بنگلے میں آگیا۔ صبح ہو چکی تھی۔ راجر موس اپنے باغیچے میں جوگنگ کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر بولا "کم ان مائی سن! تمہارا حلیہ بتا رہا ہے کہ رات بھر مصروف رہے ہو۔"

"جی ہاں۔ اب آپ مصروف رہیں گے اور میں نیند پوری کروں گا۔"

"ضرور بیٹے! اندر چلو اور بتاؤ معاملہ کیا ہے؟"

وہ دونوں ایک کمرے میں آئے۔ علی نے اپنے چہرے سے پال کا میک اپ اتارتے ہوئے کہا "آپ سے یہ درخواست ہے کہ جو کچھ میں کہنے جا رہا ہوں اسے آپ اپنی ذات تک محدود رکھیں گے اور ابھی اس معاملے کو گولڈن برین کی سطح پر نہ لائیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک مناسب سمجھا جائے گا اس معاملے کو راز رکھا جائے گا۔"

"میں پال کا میک اپ اس لئے اتار رہا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں جس الپا کی نگرانی کر رہا تھا' وہ غائب ہوگئی ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر سیدھا بیٹھ گیا "کیا دشمنوں نے اسے اغوا کیا ہے؟"

"میں ابھی یقین سے نہیں کہہ سکتا۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ وہ مصلحتاً رُوپوش ہوگئی ہے۔ آج کسی وقت سرکاری طور پر اپنی روپوشی کی رپورٹ دے سکتی ہے۔"

"اگر رپورٹ نہ دے تو؟"

"آپ مناسب سمجھیں تو ابھی جے مورگن کو کال کریں۔ وہ الپا کے دماغ میں جا کر اُس کی خیریت معلوم کرے گا۔"

راجر موس نے فون کے ذریعے جے مورگن سے رابطہ کیا۔ مخصوص کوڈ ورڈز ادا کئے پھر کہا "میں راجر موس ہوں۔ تم گولڈن برین کارمن ہیرالڈ سے بات کرو۔"

علی نے ریسیور لے کر کان سے لگاتے ہوئے کہا "ہیلو مورگن! الپا رات کے ساڑھے تین بجے بنگلے سے باہر پیدل گئی تھی۔ جبکہ اپنی کار میں بھی جا سکتی تھی۔ شبہ ہے کہ وہ ٹریپ نہ کی گئی ہو۔ اس سے رابطہ کرکے شبہ دور کرو۔"

"ٹھیک ہے سر! میں ابھی حقیقت معلوم کرکے آپ کو رپورٹ دوں گا۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ علی نے راجر موس سے کہا "میں کرنل تھامسن کے بیٹے موسس تھامسن اور اس کی منگیتر لارا کروسو کے متعلق معلومات چاہتا ہوں۔"

"کیا وہ دونوں کسی اہم معاملے میں ملوث ہیں؟"

"ایسی بات نہیں ہے۔ میں نے پال کا میک اپ اتار دیا ہے' فی الحال کارمن کی حیثیت سے نہیں رہوں گا۔ لہٰذا کچھ روز کرنل کے بیٹے موسس کے روپ میں رہوں گا۔"

"میں ابھی کرنل تھامسن سے بات کرتا ہوں۔"

"اس کے بیٹے موسس کو نہ معلوم ہو کہ اسے ملک سے باہر کیوں بھیجا جا رہا ہے۔"

"کیا اسے ملک سے باہر بھیجنا ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔ وہ اسی ملک کے کسی شہر میں رہے گا تو اپنی منگیتر سے چھپ کر ملاقات کرنے آئے گا۔ موسس کو اچانک یہاں سے بھیجا جائے تاکہ وہ لارا کو اپنی روانگی کے متعلق کچھ نہ بتا سکے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ موسس آج ہی یہاں سے چلا جائے۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر کہا "ہیلو میں کالد من بول رہا ہوں۔"

"سر! میں مور گن ہوں۔ ابھی میں نے خیال خوانی کے ذریعے الپا سے گفتگو کی ہے۔"

"کیا تم اس کے دماغ میں گئے تھے؟"

"جی ہاں۔ وہ کہہ رہی تھی ہمارے مخبر کو مغالطہ ہوا ہے۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "مجھے مغالطہ ہوا ہے؟"

"جی۔ میں نے آپ کا ذکر نہیں کیا۔ صرف مخبر کہا ہے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ وہ اور کیا کہتی ہے؟"

"کہتی ہے... رات ساڑھے تین بجے کہیں نہیں گئی تھی۔ صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"چلو یہ تو اطمینان ہو گیا کہ وہ اغوا نہیں کی گئی ہے۔ ویسے یہ بات راز میں رکھو۔ وہ رات کو باہر گئی تھی۔"

"سر! وہ اس بات سے انکار کیوں کر رہی ہے؟"

"وہ ہم سے کچھ چھپا رہی ہے۔ جے مور گن! تم جانتے ہو میں دھوکا اور وطن دشمنی برداشت نہیں کرتا ہوں۔"

"لیس سر! آپ حکم دیں۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟"

"تم خاموشی سے اس کی نگرانی کرو۔ اس کی ذاتی مصروفیات کے متعلق چھان بین کرتے رہو۔"

"آل رائٹ سر! میں اس پر نظر رکھوں گا۔"

"اور سنو۔ دوپہر تک تمہارے پاس دو نوجوانوں کی تصویریں پہنچائی جائیں گی۔ ان میں سے ایک کا نام موسس اور دوسری کا نام لارا ہے۔ تم تصویروں کی آنکھوں میں جھانک کر ان کی ذاتی اور پرائیویٹ مصروفیات کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرو۔ پھر شام پانچ بجے تک مجھ سے رابطہ کرو۔"

اس نے احکامات کی تعمیل کا وعدہ کیا۔ علی نے ریسیور رکھ کر راجر موس سے کہا "انکل، آپ لارا اور موسس کی تصویریں اس طرح حاصل کریں کہ انہیں شبہ نہ ہو۔ یہ تصویریں آپ جے مور گن کے پاس بھیج دیں۔ میں سونے جا رہا ہوں۔"

"ایک منٹ بیٹے! کیا الپا مشکوک ہے؟"

"انکل! وہ امریکا سے گھوم کر آئی ہے۔ اس کے ساتھ جانے والا میجر یارڈلے قتل ہو چکا ہے۔ الپا بھی قتل کی جا سکتی ہے۔ یا ہم سے چھینی جا سکتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ لبوڈا اسے ہم سے چھین چکا ہو۔"

"تم یہ خدشات بیان کر رہے ہو اور آرام سے ہو؟"

"آرام سے ہوتا تو رات بھر جاگتا نہ رہتا۔"

"بھئی سیدھی سی بات ہے۔ الپا کو حراست میں لیا جائے۔ اس پر تنویمی عمل کرایا جائے اور چور خیالات سے معلوم کیا جائے کہ لبوڈا اسے ٹریپ کر رہا ہے یا نہیں؟"

"انکل! یہ بات اتنی سیدھی نہیں ہے۔ لبوڈا کو ذرا بھی شبہ ہوگا تو وہ الپا کو ہلاک کر دے گا تاکہ ہمیں کوئی راز معلوم ہو سکے۔ لبوڈا کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا ہم سے ہمیشہ کے لئے چھن جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ جلد بازی میں نقصان ہو سکتا ہے۔ ار میں تو بھول گیا کہ تم رات بھر کے جاگے ہوئے اور تھکے ہوئے ہو۔ جاؤ سو جاؤ۔"

علی دوسرے کمرے میں آ کر بستر پر لیٹ گیا۔ وہ بستر کبھی ار اور پامیلا کا تھا۔ وہاں اس نے جی جان سے چاہنے والی پامیلا ساتھ بہت سے یادگار دن رات گزارے تھے۔ وہ لیٹ کر سو لگا۔ اس بنگلے میں اصلی الپا لوٹ آئی ہے۔ اس کا اصلی ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جے مور گن الپا کی آواز اور لہجے کو گرفت لے کر ڈمی الپا یعنی ثانی کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتا تھا۔ خیال خوانی کی لہریں اسی مخصوص لہجے والی الپا کے پاس لے گئی تھیں۔

علی نے راجر موس وغیرہ کو ثانی کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔ ثانی نے بھی لبوڈا وغیرہ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ پال کے پیچھے کار ہیر اللہ چھپا ہوا ہے۔ اس نے سوچا "اگر کارمن بھی پچھلی زندگی بھول چکا ہے، اگر اس سے میرا گہرا تعلق رہا ہے تو پھر وہ کارمن نہیں کوئی اور ہے، صرف میرا محبوب ہے۔ میں لبوڈا کو کارمن کے پیچھے نہیں لگاؤں گی اور روپوش رہ کر آزماؤں گی کارمن مجھ سے دوستی برقرار رکھے گا یا گولڈن برینز کی حفاظت خاطر مجھ سے دشمنی کرے گا۔"

ثانی نے جان لبوڈا سے یہ بات بنائی تھی کہ وہ الپا کا رول کرتے ہوئے خطرہ محسوس کر رہی ہے۔ لہٰذا عارضی طور پر الپا کو اس کی جگہ بھیج دیا جائے۔

لبوڈا نے پوچھا تھا۔ "تم کس طرح کا خطرہ محسوس کر رہی ہو؟"

ثانی نے جواب دیا تھا "مجھے بنگلے میں کسی عورت نے فون تھا کہ وہ میری اصلیت جانتی ہے اور میں وہ نہیں ہوں جو نظر آتی ہوں۔"

"کیا تم فون کرنے والی کے دماغ میں گئی تھیں؟"

"گئی تھی۔ اس نے سانس روک لی تھی۔ اسی لئے بنگلا چھوڑ کر الپا کے پاس جا رہی ہوں۔ آپ الپا سے کہہ دیں، میرے میک اپ کا سامان تیار رکھے۔ میں اسے دیکھ کر لارا کا میک اپ کروں گی۔ پھر وہ اپنا لارا والا میک اپ اتار کر یہاں بنگلے میں آ جائے گی۔"

الپا اتنے دنوں سے لارا کے بہروپ میں تھی اور لبوڈا کے اشاروں پر یہودیوں کے خلاف کام کر رہی تھی۔

لارا کا باپ بنجامن کروسو سپر ماسٹر کا زر خرید غلام تھا۔ اس غلامی کے عوض وہ اسپورٹس کاریں بنانے والی کمپنی کا مالک بن گیا تھا۔

اس کی بیٹی لارا بھی سپر ماسٹر کی وفادار تھی۔ اس لئے اسرائیل چھوڑ کر امریکا چلی گئی تھی۔ اس کی جگہ الپا بزنس مین بنجامن کروسو کی بیٹی بنی ہوئی تھی اور اب ثانی اس کی جگہ پہنچ گئی تھی۔

ثانی نے کروسو کی کوٹھی میں پہنچ کر لارا کا میک اپ کیا تھا اور الپا سے لارا کے منگیتر موسس کے متعلق پوچھتی رہی تھی۔

الپا نے کہا "اپنا بایاں ہاتھ زیادہ حرکت میں نہ لانا کیونکہ لارا کے اس ہاتھ میں نقص تھا اور اپنی بائیں پسلیوں پر زخم کا نشان بنا لو۔"

ثانی نے کہا "وہ نشان تو میرے لباس میں چھپا رہے گا۔ اسے بنانا ضروری نہیں ہے۔"

"ضروری ہیں۔ لارا کا منگیتر بڑا زبردست ہے محبت کرنے پر آتا ہے تو نشان تک پہنچ جاتا ہے۔"

وہ بولی "میرا نام سلوانہ ہے۔ کسی کی مجال نہیں ہے کہ مجھے ہاتھ لگائے۔ اگر وہ شرافت سے نہ رہا تو اسے اپاہج بنا کر چھوڑ دوں گی۔"

الپا نے ہنستے ہوئے کہا "جب ایسا وقت آتا ہے تو مرد کے سامنے ایک نہیں چلتی۔"

ثانی نے بھی ہنستے ہوئے کہا "ایسے کئی مرد آ چکے ہیں جن کی میرے سامنے ایک نہیں چلی۔"

"سلوانہ! تم خلافِ فطرت باتیں کرتی ہو آخر تمہارے بھی فطری تقاضے ہوں گے۔"

"بے شک ہیں اور وہ صرف اپنے مرد کے لئے ہیں۔"

"کون ہے وہ خوش نصیب؟"

"وہ!" ثانی سوچ میں پڑ گئی۔ "وہ...وہ..."

کوئی اپنا نہیں تھا مگر شاید تھا۔

وہ خلا میں تکنے لگی۔ نگاہوں کے سامنے کبھی پال اور کبھی کارمن جھلک رہا تھا۔ وہ ایک ہی شخص تھا لیکن دو اشخاص کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور جو چھپا ہوا تھا، وہی اس کے جسم و جان کا مالک تھا۔

الپا نے پوچھا "کس سوچ میں پڑ گئی ہو کیا اس کا نام نہیں بتاؤ گی؟"

وہ خیالات سے چونک کر بولی "کیا بتاؤں؟ اس کا وجود ہے مگر نظر نہیں آتا۔"

"کیا پہیلی بجھوا رہی ہو؟"

"تم اسے پہیلی سمجھو گی، میری باتوں کا یقین نہیں کرو گی۔ میرا محبوب ایسا ہی ہے۔ میں اس سے باتیں کرتی ہوں مگر وہ نظر نہیں آتا۔"

"یوں کہو، وہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے، خیال خوانی کے ذریعے باتیں کرتا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا۔"

"میرا وہ بڑا وہ ہے۔ ٹیلی پیتھی نہیں جانتا ہے۔"

"تعجب ہے کہ وجود ہے اور نظر نہیں آتا ہے۔ خیال خوانی بھی نہیں جانتا ہے۔ بھئی اس کا نام اور پتا ضرور ہو گا۔"

"ہائے نام ہوتا تو اسے پکارتی۔ پتا ہوتا تو برات لے کر پہنچ جاتی۔"

"مجھے تو معاف کرو۔ میرے پاس اتنا دماغ نہیں ہے کہ تمہارے یار اور پیار کو سمجھ سکوں۔"

"بہتر ہے نہ ہی سمجھو اور کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے کہ جان لبوڈا پھر ایک بار کامیاب ہو گیا تھا اور میجر یارڈلے کے ذریعے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنے لگا تھا۔ مگر وہ اچانک قتل کر دیا گیا۔ لبوڈا پھر گولڈن برینز کی ٹیم سے باہر آ گیا ہے۔"

ثانی نے کہا "یہ اب تک معلوم نہیں ہو سکا کہ قاتل کون ہے؟"

"میں یقین سے کہتی ہوں، قاتل کارمن ہے۔ لبوڈا بھی یہی کہتا ہے۔ کارمن نے روپوش ہو کر ہمارے لئے خطرات پیدا کر دیئے ہیں۔"

"گولڈن برین میجر یارڈلے اپنی حماقت سے مارا گیا ہے۔"

"سوال پیدا ہوتا ہے کہ کارمن کو اس پر شبہ کیسے ہوا؟ وہ کمبخت جب تک چھپا رہے گا، ہمارے تمہارے لئے بھی خطرہ بنا رہے گا۔"

ثانی کا خیال تھا کہ کارمن ابھی تک پال کے روپ میں ہے۔ وہ جلد سے جلد اس کی دوستی یا محبوبیت کو آزمانا چاہتی تھی۔ آزمائش کے بعد ہی وہ اس سے دشمنی کر سکتی تھی یا ہمیشہ کے لئے اسے اپنا سکتی تھی۔

ثانی نے کہا "تم کچھ زیادہ ہی کارمن سے خوفزدہ ہو۔"

"خوفزدہ نہیں محتاط ہوں۔ اگر تم اسے کچھ نہیں سمجھتی ہو تو اس کے خلاف کوئی قدم اٹھاؤ۔ کم از کم یہ تو معلوم کرو کہ وہ کہاں چھپا ہوا ہے؟"

"اسے چوہے کی بل سے باہر لانے کا ایک راستہ ہے۔"

"اور وہ راستہ بہت پیچیدہ ہو گا۔"

"پیچیدہ راستوں سے گزرنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔"

"وہ راستہ کیا ہے؟"

"میں انکل لبوڈا کے لئے گولڈن برین راجر موس کو ٹریپ کروں گی۔"

"سلوانہ! تم نہیں جانتیں۔ راجر موس کے بنگلے کے چاروں طرف سخت پہرا رہتا ہے۔ شاید وہاں کارمن بھی چھپ کر رہتا ہو، ادھر کوئی جانے کی جرأت نہیں کرتا ہے۔"

"پھر تو میں جاؤں گی۔"

"کیا کہہ رہی ہو؟" الپا نے حیرانی سے کہا "یہ تو بارود کے ڈھیر پر بیٹھ کر سگریٹ سلگانے والی حماقت ہو گی۔"

"میں بارود کو آگ لگانے ہی امریکا سے آئی ہوں۔ مجھے راجر موس کا پتا بتاؤ؟"

الپا اسے بتا رہا تھا کہ اس بنگلے میں آگئی جسے تین گھنٹے پہلے ثانی نے چھوڑا تھا۔ لبوڈا نے الپا سے کہا "میں تمہارے پاس تھا اور سلوانہ کی باتیں سن رہا تھا مجھے یقین ہے وہ گولڈن برین راجر موس کو ضرور ٹریپ کرے گی۔"

"آپ کو یقین کیسے ہے؟"

"وہ نفسیاتی حملہ کرنے والی ہے۔ جو شخص جتنا مطمئن اور بے فکر رہتا ہے اتنی ہی جلدی دھوکا کھاتا ہے۔ راجر موس کو کارمن کی موجودگی اور مسلح فوجی جوانوں کے پہرے کے باعث اطمینان ہوگا۔ اس کا یہی اطمینان سلوانہ کی کامیابی کا ضامن ہوگا۔"

وہ کیسی چالیں چلے گی' یہ علی نہیں جانتا تھا۔

اور علی کیسی چالیں چلے گا' ثانی نہیں جانتی تھی۔

وہ موسس کے روپ میں رہ کر ثانی کے قریب رہنے کے انتظامات کر رہا تھا۔ وہ اور ثانی پچھلی رات کے جاگے ہوئے تھے۔ دوپہر تک سوتے رہے۔ انہوں نے بیدار ہونے کے بعد اپنی اپنی پناہ گاہ میں غسل کیا۔ لباس تبدیل کیا۔ پھر علی نے لنچ کرنے کے دوران جے مورگن کا فون اٹینڈ کیا۔ وہ کہہ رہا تھا "سر! مجھے لارا اور موسس کی تصویریں مل گئی ہیں۔ میں ان کے چور خیالات پڑھ رہا ہوں۔"

علی نے پوچھا "وہ دونوں کہاں ہیں؟"

"لارا نیویارک میں ہے اور موسس کو ابھی پندرہ منٹ پہلے ایک خاص فلائٹ سے ملک کے باہر بھیج دیا گیا ہے۔

وہ علی کو ان دونوں کے متعلق بتا رہا تھا۔ دوسری طرف ثانی نے خیال خوانی کے ذریعے لبوڈا سے پوچھا "انکل! مجھے پامیلا کی تصویر مل سکتی ہے؟"

"کون پامیلا؟ کیا کارمن کی مقتول بیوی؟"

"جی ہاں اور ایک ایسی لڑکی بھی چاہئے جو قد اور جسامت میں پامیلا جیسی ہو اور وہ ایسی تربیت یافتہ ہو کہ پامیلا کا رول بخوبی ادا کر سکے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں تم کیا کرنا چاہتی ہو۔ راجر موس اپنی مقتول بیٹی کو زندہ دیکھ کر چونکے گا لیکن وقتی طور پر اسے حیران کر کے کوئی خاص فائدہ حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"آپ کا خیال ہے وہ ہماری چال کو سمجھ لیں گے؟"

"بے شک۔ راجر موس اور کارمن نے پامیلا کی لاش دیکھی ہے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دفن کیا ہے۔ وہ کسی ڈمی سے دھوکا نہیں کھائیں گے۔"

"انکل! انہوں نے جس کی لاش دیکھی وہ پامیلا نہیں تھی جسے انہوں نے دفن کیا' وہ پامیلا نہیں تھی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' پامیلا کے جسم پر ایسا مخصوص نشان نہیں ہے جس سے وہ پہچانی جا سکے۔"

"یعنی وہ ہماری ڈمی پامیلا کو دیکھ کر سوچنے پر مجبور ہو جائیں گے یہ یونی نقلی پامیلا! قتل کی گئی تھی۔ وہ ہماری ڈمی پر بھی شبہ کریں گے لیکن کشمکش میں رہیں گے۔ ایک پامیلا کے وجود سے انکار نہ کریں گے۔"

"جی ہاں۔ آپ ڈمی پامیلا پر تنویمی عمل کریں گے تاکہ یہودی خیال خوانی کرنے والے اس کے چور خیالات پڑھیں تو پتا چلے کہ وہ اپنی پچھلی زندگی بھول گئی ہے۔"

"اچھی بات ہے' ہم یہ تدبیر بھی آزمائیں گے۔ میں پامیلا کی ڈمی تیار کرتا ہوں۔"

فون کی گھنٹی سن کر ثانی نے خیال خوانی ختم کی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

"میں الپا بول رہی ہوں۔"

"ہاں بولو' خیریت ہے؟"

"جے مورگن نے مجھ سے رابطہ کیا تھا۔ اسرائیلی سراغرساں بہت چالاک ہوتے ہیں' انہوں نے اطلاع دی تھی کہ الپا ساڑھے تین بجے رات کو بنگلے سے باہر گئی تھی۔"

"کیا جے مورگن پوچھ رہا تھا؟"

"ہاں میں نے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا کسی نے غلط مخبری کی ہے۔ میں صبح پانچ بجے تک اپنے بنگلے میں سوتی رہی تھی۔"

"تمہیں اقرار کرنا چاہئے تھا کہ رات کو کسی کام سے گئی تھیں۔ تم نے چشم دید حقیقت سے انکار کر کے کسی جاسوس کی رپورٹ کو جھٹلایا ہے۔"

"جب میں موجود تھی اور بنگلے کے فون پر جے مورگن سے باتیں کر رہی تھی تو میری بات سچ مانی جائے گی۔ تم فکر نہ کرو۔ میں یہاں کا معاملہ سنبھال لوں گی۔"

"ایک بات یاد رکھو' تم نے جس جاسوس کو جھٹلایا ہے وہ تمہارے پیچھے پڑ جائے گا۔"

"میں بھی اس کے پیچھے پڑ جاؤں گی۔ ویسے یہ پال مجھ سے عشق کرنے لگا ہے' کیا تم سے کوئی چکر چل گیا تھا؟"

ثانی کو تصور میں پال (علی) دکھائی دیا۔ وہ ایک گہری سانس لے کر بولی۔ "ہاں' بہت سی معلومات حاصل کرنے کے لئے میں نے اسے ذرا فری ہونے کا موقع دیا تھا۔ کیونکہ اس کے دماغ میں جا کر چور خیالات نہیں پڑھ سکتی تھی۔"

"تم نے اسے ذرا نہیں بلکہ زیادہ فری کیا ہے' وہ مجھ سے شادی کے لئے پوچھ رہا تھا۔"

"اس بیچارے کو پتا نہیں ہے کہ وہاں میری جگہ تم آگئی ہو۔ اب اسے ٹال دو یا ایک مشغلہ بنائے رکھو۔"

الپا نے ہنستے ہوئے رابطہ ختم کر دیا۔ ثانی نے ریسیور کو کریڈل پر رکھ کر وہاں سے اٹھنا چاہا۔ فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ وہ اٹھتے اٹھتے بیٹھ گئی۔ پھر ریسیور اٹھا کر بولی۔ "ہیلو کون ہے؟"

دوسری طرف سے علی نے موسس کی آواز اور لہجے میں کہا

"میں کتنی دیر سے رنگ کر رہا ہوں۔ فون انگیج مل رہا تھا۔ اتنی لمبی باتیں کس سے ہو رہی تھیں؟"

"تم کون ہوتے ہو پوچھنے والے؟"

"تمہارا منگیتر' تمہارا یار' دلدار۔ کیا ہو گیا ہے تمہیں' میری آواز نہیں پہچان رہی ہو؟"

وہ سنبھل کر بولی "اوہ موسس! یہ تم ہو؟ دراصل میں فون پر ڈیڈی سے نئی اسپورٹس کار کے لئے جھگڑا کر رہی تھی۔ دماغ پر بوجھ تھا اس لئے فوراً ہی تمہیں فون پر نہ پہچان سکی۔"

"کوئی بات نہیں' میں پہچان بڑھانے کے لئے آ رہا ہوں۔ میرا انتظار کرو۔"

وہ پیچھا چھڑانے کے لئے بولی "میں ابھی باہر جا رہی ہوں' ابھی نہ آنا۔"

"ابھی کہاں جا رہی ہو؟"

"تمہیں بتانا ضروری نہیں ہے۔"

"تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ میرے بغیر کہیں جاتی نہیں ہو اور آج تیور بدل کر جا رہی ہو۔ سچ بتاؤ کیا تم میری لارا ہو؟"

وہ جلدی سے بولی "لارا ہوں۔ لارا نہیں تو اور کون ہوں۔ یہ میری کوٹھی ہے۔ میری کوٹھی میں کوئی دوسری تم سے باتیں کرنے کیسے آئے گی۔"

"اگر تم ہی میری لارا ہو تو انتظار کرو۔ کوٹھی میں تمہارے ڈیڈی نہیں ہیں۔ ہم دونوں تنہائی میں ہاہاہا۔ ہوہوہو یعنی سمجھ گئیں نا؟"

وہ ناگواری سے بولی "فضول باتیں نہ کرو۔"

"یہ فضول باتیں ہیں؟ پرسوں رات مجھ پر قربان ہو رہی تھیں۔ میں جانا چاہتا تھا۔ تم جانے نہیں دیتی تھیں۔ صبح تک اپنے حسن و شباب کا اسیر بنا کر رکھا تھا۔"

ثانی غصے سے دانت پیس رہی تھی۔ وہ میلی نظر سے دیکھنے والے کو جہنم میں پہنچا دیتی تھی۔ آج تک کسی نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کجا یہ کہ وہ اسے لارا سمجھ کر اس کی پارسائی کا پوسٹ مارٹم کر رہا تھا۔

اس نے غصے سے ریسیور رکھ دیا۔ اگر نہ رکھتی تو منہ میں جو گالیاں آتیں وہ دیتی چلی جاتی۔ اگر وہ سامنے ہوتا تو اس کی ہڈیاں پسلیاں توڑ ڈالتی۔ ویسے سامنا تو ہونا ہی تھا جب لیلیٰ بنی ہوئی تھی تو مجنوں کو دیوانہ وار آنا ہی تھا۔ وہ آدھے گھنٹے بعد آگیا۔

کوٹھی کے اندر آتے ہی ثانی کو محبت پاش نظروں سے گھورا اور دونوں بازو پھیلا کر بولا "ہائے میری جان لارا! ہم مل کر بچھڑتے ہیں اور بچھڑ کر ملتے ہیں۔ دیکھو پھر مل رہے ہیں۔ آؤ گلے لگ جاؤ۔"

وہ تیزی سے گلے لگنے آیا۔ ثانی اچھل کر ایک طرف ہٹ گئی۔ وہ گھوم کر ادھر آیا۔ وہ پھر کترا کر بولی "خبردار! مجھے ہاتھ نہ لگانا۔ دور سے بات کرو۔"

وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں کیا ہو گیا ہے لارا؟ میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ کئی بار ایسی ہی تنہائی میں......"

وہ تنبیہہ کے انداز میں انگلی اٹھا کر بولی "شٹ اپ آگے کچھ نہ کہنا۔ تمہیں ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہئے۔ اگر تم کہتے ہو کہ ہم نے پہلے غلطیاں کی ہیں تو تم نے کی ہوں گی' مجھ پر کیچڑ اچھالو گے تو منہ توڑ دوں گی۔"

علی نے حیرانی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا "کیا کہہ رہی ہو کہ صرف میں نے ہی غلطیاں کی ہیں اور تم نے نہیں کی ہیں۔ کیا تالی کبھی ایک ہاتھ سے بجتی ہے؟ میری جان! وہ رنگین راتیں یاد کرو۔ جب......"

"اے خبردار! آگے نہ بولنا ورنہ میں......"

اس نے ایک ہاتھ مارا۔ علی بچ سکتا تھا لیکن جان بوجھ کر مار کھاتے ہوئے صوفے پر گر پڑا پھر بولا "تعجب ہے۔ تم میرے ساتھ ایسا سلوک کر رہی ہو' جیسے میری لارا نہیں ہو۔"

"ہاں میں لارا نہیں ہوں۔" پھر وہ سنبھل کر بولی "میں پہلے جیسی لارا نہیں رہی۔ میں نے عہد کیا ہے کہ شادی سے پہلے تمہیں اپنے بدن کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گی۔"

وہ صوفے سے اٹھتے ہوئے بولا "تو ایسے بولو نا کہ شادی تک میرے ہی لئے ریزرو رہو گی۔ یہ بات میرے ہی حق میں ہے۔ اس کے لئے انگارے چبانے اور آندھی بننے کی کیا ضرورت ہے۔ آؤ دوستی کر لو۔"

علی نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ وہ پیچھے ہٹ کر بولی "شادی سے پہلے ہمارے ہاتھ بھی نہیں ملیں گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "چلو ہاتھ بھی نہیں ملیں گے' تم جیسے خوش رہو گی' میں ویسے ہی تمہیں راضی رکھوں گا لیکن پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔"

ثانی نے دل میں کہا "کمبخت واقعی پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ میں اس کے دماغ میں بھی نہیں جا سکتی۔ یہ اسپورٹس مین ہے۔ چار سو میٹر کی دوڑ لگانے والا کھلاڑی ہے۔ الپا بتا رہی تھی کہ حساس دماغ کا مالک ہے۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے سانس روک لیتا ہے۔"

علی نے کہا "آؤ سمندر کنارے چلیں۔"

وہ مسکرانے لگی۔ علی نے کہا "مجھے معلوم ہوتا سمندر کے ذکر پر مسکراتی ہو تو میں یہاں آتے ہی سمندر سمندر کہتا رہتا۔"

وہ مسکرا کر بولی "مجھے سمندر کا نظارہ اچھا لگتا ہے۔ میں ضرور چلوں گی۔ پہلے ہم چائے پی لیں۔ میں ابھی لے کر آتی ہوں۔"

وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی کچن کی طرف چلی گئی۔ علی نے دل میں کہا۔ "عورت کی گھٹی میں شرم اور شرافت ہو تو وہ یادداشت کھو کر بھی گمراہ نہیں ہوتی۔"

وہ نادان نہیں تھا۔ یہ سمجھ رہا تھا کہ ثانی اسے اپنا محکوم بنا کر رکھنے کے لئے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنے کے ہتھکنڈے استعمال کرے گی۔ اسی لئے چائے پلانے سے پہلے محبوبانہ انداز میں مسکرانے لگی تھی۔

وہ مسکراتی ہوئی چائے کی دو پیالیاں لے کر آئی۔ ایک پیالی اس کے سامنے سینٹر ٹیبل پر رکھ۔ دوسری اپنے سامنے رکھی لی۔ علی نے کہا "تمہیں زحمت تو ہوگی۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ ذرا پانی پلا دو۔"

وہ پانی لانے کے لئے فریج کی طرف گئی۔ اسے لارا کا منگیتر موسس سمجھ رہی تھی اس لئے یہ شبہ نہیں کرسکتی تھی کہ موسس اس پر کسی قسم کا شبہ کرے گا اور کوئی چالاکی دکھائے گا۔ وہ ایک گلاس میں پانی لے کر آئی۔ اس نے گلاس لے کر چند گھونٹ حلق سے اتارے۔ پھر کہا "تم نے ٹھنڈا پانی پلا کر کلیجا ٹھنڈا کر دیا ہے۔ اب کیا گرم چائے پلا کر گرمیِ محبت پیدا کرو گی؟"

وہ پیالی اٹھا کر اُس کے ہاتھ میں دیتے ہوئے بولی "باتیں نہ بناؤ۔ ہمیں باہر جانا ہے۔ جلدی پیو اور چلو۔"

علی نے وہ پیالی لے لی۔ ثانی دوسری پیالی اٹھا کر اپنے ہونٹوں سے لگانے لگی۔ علی نے آہستگی سے کہا "میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

"کیا؟" اس نے چونک کر پوچھا۔

وہ بولا "اس میں چونکنے کی کیا بات ہے۔ میں نے پیالی بدل دی ہے۔"

ثانی نے اتنی تیزی سے پیالی کو ایک طرف پھینکا جیسے بچھو ہاتھ میں آگیا ہو۔ پھر گھور کر بولی "تم نے پیالیاں کیوں بدلیں؟"

علی نے پوچھا "تمہیں اعتراض کیوں ہے؟"

"اعتراض اس لئے ہے کہ تم نے چائے میں کچھ ملا کر پیالیاں تبدیل کی ہیں۔"

"اگر میں کچھ ملاتا تو تمہیں پینے سے پہلے آگاہ نہ کرتا۔"

اس نے سوچتی ہوئی نظروں سے علی کو دیکھا۔ وہ بولا "سوچو کہ تمہیں اپنے فراڈ کا اعتراف کرنا چاہئے یا نہیں؟"

"میں نے کوئی فراڈ نہیں کیا ہے۔"

"تم نے چائے قالین پر گرادی ہے۔ اب میں قالین کو کسی لیبارٹری میں لے جاکر ثابت نہیں کرسکوں گا کہ چائے میں کچھ ملایا گیا تھا۔"

"تم اتنی بکواس کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لئے کہ جس چائے میں تم نے کچھ ملایا تھا وہ چائے نہیں پھینکی گئی ہے۔ یہ چائے میرے پاس ہی ہے۔ میں نے پیالی نہیں بدلی تھی۔"

اس نے چونک کر علی کے پاس رکھی ہوئی پیالی کو دیکھا۔

وہ بولا "مجھے یقین ہے، میری فرمائش کے باوجود تم اس پیالی کو منہ نہیں لگاؤ گی اور نہ ہی میں تمہیں منہ لگانے دوں گا۔"

وہ گم صم سی ہو کر اسے دیکھ رہی تھی۔ اس نے کہا "میں نہیں چاہتا کہ کسی ضرر رساں دوا کے اثر سے تمہارا دماغ کمزور ہو اور دشمن خیال خوانی کرنے والے تمہیں سلوانہ کی حیثیت سے پہچان لیں۔"

وہ فوراً ہی اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ پھر غراتی ہوئی بولی۔ "کون ہو تم؟"

"میں وہ ہوں جس نے تمہیں یہ چائے دھوکے سے نہیں پلائی۔ تمہیں دشمنوں کی معمولہ اور تابعدار بننے والی کمزوری سے بچایا۔ مجھ سے نہ پوچھو میں کون ہوں۔ اپنے دل سے پوچھو وہ کہے گا میں تیرا دیوانہ ہوں۔ کبھی بھونرا کبھی عاشق، کبھی پروانہ ہوں۔ تم میری گم شدہ زندگی کی کتاب سے نکلی ہو میں تمہاری زندگی کے گم شدہ اوراق سے نکل کر آیا ہوں۔"

اس کی غراہٹ، اس کا غصہ یکلخت ختم ہوگیا۔ وہ خوش ہو کر بولی "تم ...تم پال ہو؟ نہیں کارمن ہو؟ تم نے مجھے اتنی جلدی ڈھونڈ نکالا۔ خدا کی قسم اب میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تم ازل سے میرے اور ابد تک میرے ہی رہو گے۔ میں تمہاری ہوں صرف تمہاری....."

وہ شاخِ گل کی طرح ذرا خم کھا کر آگے بڑھی۔ پھر اس کے گلے کا ہار بن کر ہار گئی۔

○☆○

روسی سیاست زوال پذیر تھی۔ اس کے زیر اثر اور محکوم رہنے والے کتنے ہی ممالک آزاد ہوتے جا رہے تھے۔ بظاہر یوں دکھائی دے رہا ہے کہ روس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں اور اتنے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو رہے ہیں کہ اس کا وجود مٹتا جا رہا ہے۔ کوئی وقت آتا ہے کہ روس تاریخ کا ایک گم شدہ باب بن کر رہ جائے گا۔

ویسے یہ حقیقت نہیں ہے۔ یہ فطری امر ہے کہ فنا ہونے والا اپنی بقا کی جنگ لڑتا رہتا ہے۔ دنیا کے نقشے میں سب سے زیادہ رقبہ پر پھیلا ہوا ملک آسانی سے نابود نہیں کیا جاسکتا۔ ماسک مین کی بھی یہی کوشش تھی کہ تمام نو آزاد ممالک معاشی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے اس کے زیرِ اثر رہیں اور کسی نہ کسی پہلو سے ان ممالک کو کمزور بنا کر رکھا جائے۔

اس نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ایوان راسکا کو دنیا والوں سے اور خصوصاً ہم سے چھپا رکھا تھا کیونکہ ہم ماضی میں اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں یا تو قتل کر چکے تھے یا اغوا کر کے لے آئے تھے۔ اس بار اس نے ایوان راسکا کو گوشۂ گمنامی میں رکھا تھا۔ ہمیں اس کی کوئی خبر نہیں تھی اور نہ ہی ادھر سے ہمیں کوئی شکایت پیدا ہو رہی تھی۔ اس لئے ہم نے ایوان راسکا، ماسک مین اور اس کے ملک کو نظر انداز کیا ہوا تھا۔

اب اس کے پر نکل رہے تھے۔ اس کے پاس ٹیلی پیتھی کا ہی ایک ہتھیار ایسا رہ گیا تھا جس کے ذریعے وہ چھوٹے بڑے ممالک کے خفیہ معاملات کو سمجھ سکتا تھا اور ان معلومات کے ذریعے وہ ان ممالک میں اپنا اثر قائم رکھ سکتا تھا۔

اس نے ایوان راسکا کے متعلق یہی فیصلہ کیا تھا کہ اسے منظر عام پر آنے نہیں دے گا۔ پہلے کی طرح گمنام رکھ کر اس سے کام لیتا رہے گا۔ ایوان راسکا ایک شاندار محل میں رہتا تھا۔ اسے ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا۔ ماسک مین اس کی ہر خواہش پوری کرتا تھا۔ صرف عورت اور شراب کو ہاتھ لگانے نہیں دیتا تھا۔ محل کے اندر اور باہر کسی سے ملنے کی اجازت نہیں تھی۔ اتنا سخت پہرا رہتا تھا کہ کوئی پرندہ اڑتا ہوا آئے تو اسے اس لئے گولی ماری جاتی تھی کہ وہ کبوتر کی طرح پیامبر نہ ہو۔

محل کے چاروں طرف خونخوار کتوں کے پنجرے بنے ہوئے تھے۔ وہ تمام کتے ایوان راسکا کی بو پہچانتے تھے۔ وہ محل کے باہر قدم رکھتا تو سب ہی جنون میں بھونکتے جیسے آہنی سلاخیں.... توڑ کر اس پر جھپٹنا اور اس کی بوٹی بوٹی کر دینا چاہتے تھے۔ وہ اس قدر دہشت زدہ رہتا تھا کہ محل سے باہر قدم نہیں رکھتا تھا۔

فصیل کی دیواروں پر مسلح فوجی جوان ہمہ وقت چوکس رہتے تھے۔ رات کو کوئی چھپ کر اس فصیل کے قریب نہیں آسکتا تھا۔ سرچ لائٹس کی گردش کرتی ہوئی روشنیاں اسے اجاگر کر دیتی تھیں۔ محل میں داخل ہونے والے راستوں میں ایسا خفیہ بجلی کا نظام تھا کہ وہاں قدم رکھنے والا بجلی کے جھٹکے کھا کر فنا ہو جاتا تھا۔ ایوان راسکا کو کھلی فضا میں سانس لینے کے لئے صرف چھت پر جانے کی اجازت تھی۔

وہ ان حالات میں خدمات انجام دے رہا تھا۔ اس نے ایک بار بغاوت کی تھی اور کہا تھا "مجھے حبسِ بیجا میں رکھا جائے گا تو میں خیال خوانی نہیں کروں گا۔"

ماسک مین نے اسے کال کوٹھڑی میں پھنکوا دیا اور کہا "محل میں پھر بھی تازہ ہوا ملتی تھی۔ یہاں تاریکی اور آلودگی میں اپنی زندگی کے دن پورے کرو۔"

وہاں کال کوٹھڑی میں ناقابلِ برداشت بدبو تھی۔ تعفن سے دماغ پھٹنے لگا۔ خیال خوانی کے ذریعے کسی کو مدد کے لئے نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کال کوٹھڑی کہاں ہے؟ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر لایا گیا تھا۔ یہ بھی سمجھ رہا تھا وہاں مزید چند گھنٹے رہے گا تو خیال خوانی کے قابل نہیں رہے گا بلکہ دماغی توازن سے محروم ہو جائے گا۔ اس نے خیال خوانی کے ذریعے ماسک مین سے معافی مانگی تو پھر اسے محل میں واپس پہنچا دیا گیا۔

یہ بات اس کی کھوپڑی میں نقش کردی گئی کہ تمہاری ٹیلی پیتھی مملکتِ روس کے کام نہیں آئے گی تو پھر تم کسی کام کے نہیں رہو گے کوئی دوسرا ملک تم سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔

پھر جسے مدد کے لئے بلاؤ گے وہ اس علاقے میں ہی داخل نہیں ہو سکے گا جہاں وہ محل ہے اور وہاں کے جان لیوا انتظامات سے ظاہر تھا کہ اس محل میں کوئی زندہ داخل نہیں ہو سکے گا۔

ایوان راسکا ٹی وی اسکرین پر ایشیا، یورپ اور امریکا کے سربراہان کی چلتی پھرتی تصویریں دیکھتا تھا۔ ان کے بیانات اور انٹرویو سنتا تھا پھر ان کے دماغوں میں پہنچ کر ان کے اندر کا تمام خفیہ کچا چٹھا ماسک مین کو سنا دیتا تھا۔

وہ اس محل میں بیٹھا بیٹھا ہر ملک کے فوجی افسران تک پہنچ جاتا تھا۔ عالمی مالیاتی اداروں، فوجی رازوں اور عالمی سراغرساں ایجنسیوں کا ایک ایک راز لے آتا تھا۔ ماسک مین اسے روپوش رکھ کر کام کرا رہا تھا اور خوش تھا لیکن مطمئن نہیں تھا کیونکہ بڑی سے بڑی سیاسی بازی کھیلنے کے لئے اسے بڑے ملکوں کے بڑے اہم راز اور ان کی کمزوریاں معلوم ہو رہی تھیں لیکن ان ملکوں کو اپنے دباؤ میں لانے کے لئے اور اپنے طور پر نت نئی چالیں چلنے کے لئے کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا ماتحت نہیں تھا۔

وہ ایوان راسکا کو عملی میدان میں لانا نہیں چاہتا تھا۔ اسے ہمیشہ آہنی پردوں میں چھپا کر رکھنے کا ارادہ تھا لہٰذا اب اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ کچھ ایسے ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحت چاہئیں جو دوسرے ممالک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقابلے میں منظرِ عام پر آکر اپنے کارناموں سے مطلوبہ ممالک میں ہلچل پیدا کرسکیں اور وہاں سے روسی مفادات حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔

اس مقصد کے لئے ماسک مین نے کہا "راسکا! تم اس دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے ریکارڈ پڑھ چکے ہو۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ان میں سے کون زندہ ہے اور کون مر چکا ہے۔ ان میں ایسے بھی ہیں جو اپنے ہی ملکوں میں قیدی بنا کر رکھے گئے ہیں۔"

وہ بولا "جیسا کہ میں یہاں نظر بند رکھا گیا ہوں۔"

"ہاں۔ شکر کرو۔ اسی لئے اب تک زندہ ہو۔ ورنہ منظرِ عام پر آنے والوں میں صرف ایک فرہاد ہے جو لمبی عمر گزار رہا ہے۔ تم اس محل سے باہر جاؤ گے تو ہر ملک، ہر شہر، ہر راستے، ہر گلی میں موت تمہارے ساتھ ساتھ چلے گی۔"

"موت تو اس محل میں بھی ایک دن آئے گی۔"

"لیکن وہ طبعی موت ہوگی۔ کوئی دشمن یہاں تمہیں قتل نہیں کرے گا۔ ویسے باہر کی دنیا میں جانے کے لئے بے چین ہو تو آزادی کا ایک راستہ ہے۔"

"کون سا راستہ؟"

"دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ٹریپ کر کے ماسکو لے آؤ۔ اس کے انعام میں تمہیں ملک سے باہر جانے کی آزادی دی جائے گی۔"

"کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ٹریپ کرنا اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ وہ یوگا کا بھی ماہر ہوتا ہے۔ وہ مجھے دماغ میں آنے نہیں دے

گا۔ جب دماغی رابطہ نہیں ہوگا تو کام کی بات بھی نہیں ہو سکے گی۔"

"انسانی ذہانت کے آگے کوئی کام ناممکن نہیں رہتا۔ تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ریکارڈ فائل میں ان کی تصویریں دیکھو۔ باری باری ہر تصویر کی آنکھوں میں جھانک کر اس کے دماغ میں جاؤ۔ وہ سانس روکے تو واپس آجاؤ۔ کوڈورڈز پوچھے تو جواب نہ دو۔ یہ کبھی معلوم نہ ہونے دو کہ تم ایوان راسکا ہو اور تمہارا تعلق ماسک مین سے ہے۔"

"اس طرح خیال خوانی کرنے کا فائدہ کیا ہوگا؟"

"ہوگا۔ کبھی کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا بیمار ہو جاتا ہے یا حادثہ میں زخمی ہو جاتا ہے۔ ایسے افراد کے دماغوں میں تم بے روک ٹوک پہنچو گے اور ایسے کسی فرد کو ٹریپ کرنا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنانا نہایت آسان ہوتا ہے۔"

اس نے ماسک مین کے حکم کی تعمیل کی۔ پہلے ایک تصویر کی آنکھوں میں دیکھا۔ خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر واپس آگیا۔ ماسک مین نے پوچھا "کیا ہوا؟"

وہ بولا "میں سپرماسٹر اور جان لبوڈا کی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والی رائمہ جان کے پاس جانا چاہتا تھا۔ وہ مرچکی ہے۔"

اس نے پھر خیال خوانی کی اور ہر خیال خوانی کی پرواز کے بعد کہنے لگا۔ لبوڈا نے سانس روک لی ہے۔ فریزر اور پاسکوروٹ بھی مرچکے ہیں۔ اس ملک کی سب سے خطرناک خیال خوانی کرنے والی مرینا ڈی فونزا نے سانس روک لی تھی۔ اس کے سانس روکنے تک اتنا معلوم ہوگیا کہ پارس کی وہ محبوبہ تبت کے ایک لامہ مندر میں ہے۔

ماسک مین نے کہا "کاش مرینا مجھے مل جاتی۔ وہ بہت ذہین اور تیز طرار ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ تبت کے کسی بدھ مندر میں کیا کر رہی ہے؟"

اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کئے پھر رابطہ ہونے پر کہا۔ "ذہین اور تجربہ کار سراغرسانوں اور یوگا جاننے والے دلیر جوانوں کی ایک ٹیم بناؤ۔ بارہ افراد پر مشتمل یہ ٹیم ایک اہم لڑکی کو تلاش کرنے تبت جائے گی۔ آج شام پانچ بجے کے اجلاس میں اس لڑکی کے متعلق اہم گفتگو ہوگی۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ایوان راسکا سے پوچھا "کیا امریکی ٹیلی پیتھی جاننے والے اتنے ہی ہیں؟ اور وہ سب پال ہوپ کن، ٹیوسنتانا، جوراجوری اور جوڈی نارمن کہاں ہیں؟ ایک شلپا نامی عورت بھی تھی؟"

"یہ سب فنا کی آغوش میں ہیں یا ہو سکتا ہے ان میں سے کچھ لوگوں کے برین واش کئے گئے ہوں۔ کافی طویل عرصہ گزر چکا ہے، ہم نے کبھی ان کے متعلق معلومات نہیں رکھیں۔ اس عرصے میں کافی تبدیلیاں آگئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "بے شک ان کے پاس ٹرانسفارمر مشین ہے۔ ہو سکتا ہے، انہوں نے کچھ نئے خیال خوانی کرنے والے پیدا کئے ہوں۔"

ایوان راسکا پھر خیال خوانی کرنے لگا اور رپورٹ سنانے لگا۔ اس بار وہ اسرائیلی خیال خوانی کرنے والوں کے پاس گیا تھا۔ الپا، جے مورگن اور ہیری ہوگن نے سانسیں روک لی تھیں۔ اس نے پوچھا تھا کہ وہ کون ہے؟ لیکن اس نے اپنی آواز نہیں سنائی تھی۔ چپ چاپ واپس آگیا تھا۔

پھر اس نے ماسک مین سے کہا "آپ کی یہ تدبیر کامیاب ہو رہی ہے۔ مجھے ایک یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن کے دماغ میں جگہ مل گئی ہے۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر کہا "دیکھو اتنی مایوسیوں کے بعد ایک کامیابی حاصل ہو رہی ہے۔ ابھی اسی لمحے جاکر اسے اپنا معمول اور تابعدار بناؤ، میں جب تک جنرل پارکن کا ریکارڈ پڑھتا رہوں گا۔"

وہ جنرل پارکن کی فائل کھول کر پڑھنے لگا۔ یہ وہی جنرل پارکن تھا، جو چند ماہ پہلے اسرائیلی حکام سے باغی ہوگیا تھا اور علی نے اس کی بغاوت کا انکشاف کرکے اسے گرفتار کرایا تھا۔

گولڈن برینز کے فیصلے کے مطابق جنرل پارکن کو پہلے ایک فوجی قلعے میں نظر بند رکھا گیا۔ پھر تنویمی عمل کے ذریعے اس کا برین واش کیا گیا۔ چونکہ وہ کافی عرصے تک بیمار رہا تھا اس لئے برین واش کئی ماہ بعد ہوا۔ اب ایوان راسکا اس کے دماغ میں آیا تو وہ ایک فوجی ہسپتال کے بیڈ پر پڑا ہوا تھا اور اسے خبر نہیں تھی کہ اس کے چور خیالات پڑھنے والا کوئی آیا ہوا ہے۔

اس کے خیالات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ گولڈن برینز اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو ایک دوسرے سے دور رکھتے ہیں۔ کوئی اہم ضرورت ہو تو جے مورگن پر اعتماد کرتے ہیں اور اسے اپنے دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے دماغوں میں جانے کی اجازت دیتے ہیں۔

دوسری بات یہ کہ اس اصول کے مطابق اب تک کوئی یہودی خیال خوانی کرنے والا جنرل پارکن کے دماغ میں نہیں آیا تھا۔ ایک ہپناٹزم کے ماہر نے پارکن پر تنویمی عمل کرکے اس کا برین واش کیا تھا۔ گویا اسے سب سے چھپا کر رکھنے کے فیصلے پر عمل کیا جا رہا تھا۔

جب اس پر تنویمی عمل ہوا تب اس نے مکاری سے کام لیا۔ ایک ننھی سی کیل اپنی پشت کے نیچے چھپالی تاکہ وہ چبھتی رہے اور وہ عامل کے ٹرانس میں نہ آئے۔ پھر یہی ہوا۔ وہ ہپناٹائز کرنے والا بہت ہی ماہر اور تجربہ کار عامل تھا۔ بڑی مہارت سے کسی کو بھی اپنا مطیع و فرمانبردار بنالیتا تھا اور اس کے ذہن سے پچھلی تمام باتیں بھلادیتا تھا لیکن وہ جنرل پارکن سے دھوکا کھاگیا، یہی سمجھتا رہا کہ پارکن سحرزدہ ہوگیا ہے اور اس کا معمول بن کر سوالوں کے جوابات دے رہا ہے اور عمل کے احکامات کے مطابق اپنی زندگی کی پچھلی باتیں بھولتا جا رہا ہے۔

اگر اس ہپناٹائز کرنے والے کی جگہ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن یا الپا اس پر عمل کرتی تو عمل کے دوران اس کے دماغ میں رہنے سے یہ انکشاف ہو جاتا.... کہ اس کی پشت کے نیچے بستر پر رکھی ہوئی کیل چبھ رہی ہے۔ وہ معمول نہیں بن رہا ہے۔ فریب دے رہا ہے۔

دوسری صبح عامل نے اور دو گولڈن برینز نے اس سے سوالات کئے۔ ایک نے پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"میں اسرائیلی فوج کا ایک جنرل ہوں۔"

"اپنے متعلق کچھ بتاؤ؟"

"میں لبنان کی جنگ میں زخمی ہوگیا تھا۔ میری یادداشت گم ہوگئی ہے۔ بس اتنا یاد ہے کہ میں یہودی اور محب وطن ہوں اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے اپنے ملک اسرائیل کے کام آتا رہتا ہوں۔"

دونوں گولڈن برینز مطمئن ہوگئے انہوں نے باقی گولڈن برینز سے رابطہ کرکے کہا "جنرل پارکن کے دماغ سے بغاوت ختم کردی گئی ہے۔ یہ تنویمی عمل کس حد تک کامیاب رہا ہے یا اس میں کیا خامیاں رہ گئی ہیں یہ چیکنگ جے مورگن سے اس وقت کرائی جائے گی جب پارکن کو پھر سے عملی میدان میں لایا جائے گا۔"

اسے بسترِ علالت پر صحت یاب ہونے تک چھوڑ دیا گیا تھا۔ اب جبکہ وہ صحت یاب ہو رہا تھا تو ایسے میں ایوان راسکا اس کے اندر پہنچ گیا تھا۔ اس نے اسی رات جنرل پارکن کے خوابیدہ دماغ پر عمل کیا۔ اس بار وہ کوئی مکاری نہ دکھا سکا کیونکہ اسے خبر نہیں تھی کہ راسکا اس کے دماغ میں آنے لگا ہے۔ پھر خوابیدہ دماغ تو غفلت میں ہی گرفتار ہوتا ہے۔

وہ انجانے میں راسکا کا معمول بن گیا۔ راسکا نے اسے ہر پہلو سے گرفت میں لے کر یہ باتیں نقش کردیں کہ وہ گولڈن برینز کے عامل کے مطابق خود کو جیوش محب وطن ظاہر کرے گا۔ کوئی بھی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے گا تو وہ سانس روک لے گا۔ گولڈن برینز کے حکم سے کوئی خیال خوانی کرنے والا دماغ میں آئے تو تمام چور خیالات لاک ہو جائیں گے۔ اس کا ذہن یہی کہے گا کہ وہ یہودی اور محب وطن ہے۔ اگر اس پر دوبارہ تنویمی عمل کیا جائے گا تو وہ صرف بارہ گھنٹوں کے لئے اس عامل کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ اس کے بعد اس عمل کا اثر زائل ہو جائے گا۔ پھر وہ بدستور ایوان راسکا کا معمول اور تابعدار بن کر رہے گا۔

پھر راسکا نے اس کے ذہن میں یہ نقش کیا کہ وہ موقع کی تاک میں رہے گا۔ جیسے ہی حالات موافق ہوں گے، وہ اسرائیل سے نکل کر روس چلا جائے گا۔ اسے پوری طرح اپنا وفادار بنانے کے بعد راسکا نے ماسک مین کو یہ خوشخبری سنائی۔ وہ خوش ہو کر بولا "ہمیں آج تمہاری ٹیلی پیتھی کا سب سے بڑا فائدہ حاصل ہوا ہے۔ ہمیں ایک نیا خیال خوانی کرنے والا مل رہا ہے۔"

"مل نہیں رہا ہے بلکہ مل چکا ہے۔ میں اسے حکومتِ روس کا وفادار بنا چکا ہوں۔"

"تم نے بہت بڑا کمال کیا ہے۔"

"آپ اپنے وعدے پر قائم رہیں گے۔ جب میں کسی دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو بھی ٹریپ کرکے یہاں لے آؤں گا تو آپ مجھے روس کی حد سے باہر جانے دیں گے۔"

"میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گا۔ تمہیں بھرپور آزادی ملے گی۔ یہ فائل دیکھو نیچے دبی ہوئی تھی۔ تمہاری نظروں میں نہیں آئی۔"

"یہ کس کی فائل ہے؟"

"اس میں ان طلبا اور طالبات کی معلومات ہیں جو امریکا کی ایک فوجی چھاؤنی میں تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ شاید ان کی تربیت مکمل ہو چکی ہے اور انہیں ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے ٹیلی پیتھی کا علم دیا گیا ہے۔"

راسکا نے فائل کھول کر دیکھا۔ سب سے پہلے جان لبوڈا کی بیٹی کانووانا کی تصویر اور اس کی رپورٹ تھی۔

دوسرے صفحہ پر سلوانہ (ثانی) کی تصویر اور رپورٹ تھی۔ راسکا نے تصویر دیکھ کر کہا "بے حد حسین اور پُرکشش ہے۔ اس کی آنکھوں سے پتا چلتا ہے کہ انتہائی ذہین اور انتہائی خطرناک ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتا اور خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا ثانی کے دماغ میں پہنچا۔ اس نے سانس روک لی وہ واپس آکر بولا۔ "یہاں دال نہیں گلے گی۔"

ماسک مین نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی جوان لڑکیاں نہ ہوں تو بہتر ہوگا۔ ہم ایک بار جوجو کو اور دوسری بار الپا کو یہاں لے کر آئے دونوں لڑکیاں ہمیں دھوکا دے کر چلی گئیں۔ تم کسی جوان مرد کو ٹریپ کرو۔"

اس فائل کے تیسرے اور چوتھے صفحات پر موتارو اور تالبوٹ کی تصویریں تھیں۔ راسکا کو ان کے دماغوں میں بھی جگہ نہیں ملی۔

اس نے کہا "یہ جان لبوڈا کی بیٹی رہ گئی ہے۔ آپ ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکی نہیں چاہتے۔ اس لئے یہ فائل واپس رکھیں۔"

ماسک مین نے کہا "ٹھیک ہے کہ میں لڑکیوں سے بیزار ہوں لیکن یہ لبوڈا کی بیٹی ہے۔ اس کی ایک الگ اہمیت ہے۔"

راسکا نے فائل لے کر مس کانووانا لبوڈا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے آسانی سے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی سوچ نے بتایا کہ وہ دو سال تک ٹریننگ حاصل کرتے رہنے کے باوجود امتحانات میں ناکام رہی ہے اور ٹرانسفارمر مشین سے گزرنے کے سلسلے میں نااہل قرار دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ٹریننگ حاصل کرنے والی سلوانہ (ثانی) موتارو اور تالبوٹ کامیاب

ہو کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کر چکے ہیں۔

کانووانا کسی کام کی نہیں تھی لیکن اس کے خیالات کے ذریعے انکشاف ہوا کہ بی جی تھرہال نامی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا شخص ہے جس سے ابھی ایک دن پہلے کانووانا کی شادی ہوئی ہے۔ جان لبوڈا نے تھرہال کو ٹیلی پیتھی کا علم دے کر بڑی رازداری سے چھپا رکھا تھا لیکن وہ ایک بار فرہاد کی گرفت میں آکر بچ نکلا تھا۔

لبوڈا نے تھرہال کو تاکید کی تھی کہ وہ کبھی ٹیلی پیتھی کا مظاہرہ کہیں نہیں کرے گا اور اس کی بیٹی کے ساتھ گمنام رہ کر ازدواجی گھریلو زندگی گزارتا رہے گا۔ وہ بڑی سعادت مندی سے اپنے سسر لبوڈا کے حکم کی تعمیل کر رہا تھا۔

راسکا نے ماسک مین سے کہا "مبارک ہو۔ ایک اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہاتھ لگ رہا ہے۔"

"کیا واقعی؟"

"جی ہاں۔ جان لبوڈا نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے داماد کو بڑے راز میں رکھا تھا۔ اسی لئے وہ کبھی ہماری نظروں میں بھی نہیں آیا۔ اس کی بیٹی کے دماغ میں جاتے ہی یہ زبردست انکشاف ہوا ہے۔"

"تم اسے کیسے ٹریپ کرو گے؟"

"یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ میں کانووانا کے ذریعے نہایت سہولت اور آرام سے تھرہال کو کمزوری میں مبتلا کروں گا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔"

ماسک مین نے خوش ہو کر کہا "آج سے ہماری خوش بختی شروع ہو رہی ہے۔ راسکا! تم صحیح معنوں میں ٹیلی پیتھی کو استعمال کر رہے ہو۔"

"سر! آپ امریکا اور اسرائیل میں اپنے سراغرسانوں کو الرٹ کردیں۔ وہ تھرہال اور پارکن کو یہاں آنے کے سلسلے میں مدد بہم پہنچائیں گے۔"

"سارے انتظامات ہوجائیں گے۔ تم بے فکر رہو۔ میں جارہا ہوں۔ تم تھرہال کو ہمارا تابعدار بناتے ہی مجھے خوشخبری سناؤ۔"

وہ ایوان راسکا کے محل سے نکل کر ایک بلٹ پروف کار میں بیٹھا اور اپنی سرکاری رہائش گاہ کی طرف جانے لگا۔ شام کے پانچ بجنے والے تھے۔ اس کی رہائش گاہ میں فوج کے چند اعلیٰ افسران اور بارہ ایسے افراد حاضر ہو گئے تھے جو ایک ٹیم کی صورت میں تبت جانے والے تھے۔

جب وہ میٹنگ روم میں پہنچا تو سب اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اس نے سب ہی سے مصافحہ کیا۔ فوجی افسران اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ باقی بارہ افراد کھڑے رہے۔ ایک فوجی افسر نے اس سے کہا۔ "سر! ہم تمام افسران نے متفقہ انتخابات کے ذریعے ان بارہ افراد کو موجودہ مشن کا اہل قرار دیا ہے۔"

ماسک مین نے ان بارہ افراد کو دیکھا۔ ان میں سے آٹھ عدد کڑیل جوان تھے۔ باقی چار ادھیڑ عمر کے سراغرساں تھے۔ ایک افسر نے کہا "سر! اگرچہ یہ چار عمر میں کچھ زیادہ ہیں لیکن صحت... ہیں۔ بلا کے ذہین اور شکار کی بو سونگھنے والے جاسوس ہیں۔ یہ ... بار تبت کے مختلف مشن پر جا چکے ہیں۔"

ایک افسر نے کہا "یہ آٹھ نوجوان یوگا کے ماہر ہیں تبت ... مقامی زبان سمجھتے اور بولتے ہیں۔ بے حد خطرناک فائٹرز ہیں ... ایک بار جنگ شروع ہو جائے تو مخالفین کو ہلاک بنائے یا اپاہج ... بغیر لڑائی ختم نہیں کرتے۔"

ماسک مین نے اپنی کرسی کی طرف آتے ہوئے کہا "مجھے بھی ... بارہ افراد پسند آ رہے ہیں۔ لیکن......"

وہ اپنی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ پھر بولا "لیکن پہلے یہ سن لو کہ ... کیا ہے۔ میں نے فون پر اتنا ہی کہا تھا کہ تبت میں ایک اہم لڑکی ... تلاش کرنا ہے۔ اب بتا رہا ہوں کہ اس لڑکی کا نام مرینا ڈی فونزا ... اور وہ ٹیلی پیتھی جانتی ہے۔"

ایک افسر نے کہا "ٹیلی پیتھی جاننے والی لڑکیاں ہمارے ملک ... کے لئے بدبختی کی علامت بن گئی ہیں۔"

ماسک مین نے کہا "میں بدبختی کو نہیں مانتا لیکن یہ آزمائی ... ہوئی حقیقت ہے۔ ہم ٹیلی پیتھی جاننے والی جوجو اور الپا ... دھوکے کھا چکے ہیں۔ میں خود لڑکیوں کو ناپسند کرتا ہوں لیکن ... کے معاملے میں اپنی رائے بدل رہا ہوں۔"

"سر! کوئی خاص بات ہے؟"

"آپ لوگ مرینا کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔ میں ... ہوں۔ وہ غیر معمولی ذہانت کی حامل ہے۔ ایسی چالاک اور تیز ... ہے کہ اس نے ایک طرف سپر ماسٹر کو اور دوسری طرف فرہاد کو ... کچھ عرصہ تک نچا کر رکھ دیا تھا۔"

وہ مرینا کے متعلق بتا رہا تھا لیکن وہ بھی اس لڑکی کے ... حالات نہیں جانتا تھا۔ اسے اتنا ہی معلوم تھا کہ مرینا اپنی ذہانت ... اور حاضر دماغی سے تمام امریکی خیال خوانی کرنے والوں پر حاوی ... ہو گئی تھی۔ دوسری طرف پارس کی محبوبہ بن گئی تھی۔

میں نے مرینا کو بیٹی کہا تھا۔ اسے اپنی بہو بنانا چاہتا تھا۔ ... ماسٹر سے جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے چھین لئے تھے وہ سب ... لوٹا دیئے تھا تاکہ وہ ہم پر بھرپور اعتماد کرے اور ہماری ٹیم میں ...

اس نے قسمیں کھا کر اپنی محبت اور وفاداری کا یقین دلایا ... اور اس میں شبہ نہیں کہ وہ پارس کو دل و جان سے چاہتی تھی ... اس کے اندر بے اعتمادی تھی۔ اسے بھی ہم نے برداشت کیا ... پھر ایک ایسی بات ہوئی جس نے ہمیں اس سے بدظن کردیا۔

بات یہ تھی کہ ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا وارنر ہیگ ... پوٹویا میں رہتا تھا اور ایک مسلمان لڑکی حمائلہ سے محبت کرتا ... اس نے حمائلہ سے شادی کرنے کے لئے اسلام قبول کرلیا۔ یہ ... مرینا کو بری لگ گئی۔ اس نے پارس سے کہا "تم بھی مجھ سے شادی کرنے کے لئے عیسائیت قبول کرلو۔"

پارس نے سمجھایا کہ یہ اپنے اپنے دل اور مزاج کی بات ہے۔ ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب قبول کرلینے سے آدمی عیسائی یا مسلمان نہیں ہوجاتا۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے کے لئے دل میں عقیدے کا مستحکم رہنا لازمی ہے۔ پارس نے کہا "جب میرے دل میں اسلام مستحکم ہے تو اپنی ضد سے عیسائی بننے کو نہ کہو۔ مذہب جبر سے نہیں دل کی رضا سے قائم رہتا ہے۔"

مرینا نے ادھر سے ناکام ہو کر اس مسلمان لڑکی حمائلہ کو ...ادی۔ اس کے اور وارنر ہیگ کے دماغوں میں زلزلہ پیدا کیا۔ ...تاکہ وارنر اسلام سے پھر کر پھر عیسائیت کی طرف آئے اور حمائلہ وارنر کو چھوڑ کر آئندہ کسی کو مسلمان بنانے سے توبہ کرلے۔

اس بات نے مجھے مجبور کیا کہ میں مرینا کو سزا دوں۔ پہلے تو میں نے وارنر ہیگ اور حمائلہ کو اس کے انتقام سے بچا کر دونوں کو اس کی خیال خوانی کے ظلم سے بہت دور بھیج دیا۔ پھر میں نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے اپنی معمولہ بنالیا۔ تب اس کا غرور ٹوٹ گیا۔ تب اس نے تسلیم کیا کہ وہ طاقت کے غرور میں گمراہ ہو گئی تھی۔ اب وہ مجھے اپنے دماغ سے نہیں نکال سکے گی۔ اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ زندہ رہے لیکن دنیا والوں سے منہ موڑ لے۔ دوستی اور دشمنی کے تمام راستے چھوڑ کر خدا کی خوشنودی کا راستہ اختیار کرے۔

میں بعد میں وقتاً فوقتاً اس کے دماغ میں جاتا تھا اور معلوم کرتا تھا کہ وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کون سا راستہ اختیار کر رہی ہے؟ اس نے ایک لمبا سفر شروع کیا تھا۔ مختلف ملکوں میں بھٹکتی ہوئی تبت کے شہر لاسہ پہنچ گئی تھی۔ وہاں ایک بوڑھے بدھ بھکشو سے من کی شانتی اور آتما کی شکتی کا درس لینے لگی اور اس کے لئے مختلف عملی مشقوں سے گزرنے لگی۔

یہ ایسا بور کرنے والا عمل تھا کہ میں بیزار ہو گیا۔ مرینا کے دماغ میں جانا چھوڑ دیا۔ دوسرے معاملات میں مصروفیات اتنی بڑھ گئیں کہ پھر کبھی مرینا کے پاس جانے کا خیال نہ آیا....

ماسک مین اتنی تفصیل سے مرینا کے حالات نہیں جانتا تھا، وہ اپنی معلومات کے مطابق فوجی افسران اور بارہ افراد کو بتا رہا تھا کہ جو لڑکی امریکا کو اور فرہاد کو چکر دے سکتی ہے، وہ ہمارے قابو میں آجائے تو ہم اس کا برین واش کر کے اس بار اسے جوجو اور الپا کی طرح آزاد نہیں چھوڑیں گے۔ اسے ایوان راسکا کی طرح قیدی بنا کر رکھیں گے۔

ایک جاسوس نے کہا "سر! میں کچھ پوچھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔"

"اجازت ہے۔ ضرور پوچھو۔"

"سر! تبت جا کر مرینا کو کسی بدھ مندر میں تلاش کرنا ہے۔ مانا کہ وہ غیر معمولی صلاحیتیں رکھنے والی لڑکی ہے۔ پھر بھی کس قدر غیر معمولی ہے؟ کیا ہم دو چار مرد اسے گرفتار نہیں کر سکیں گے۔ کیا ہم اس کے ٹیلی پیتھی والے دماغ کو کمزور بنا کر یہاں نہیں لاسکیں گے۔"

ایک اور جاسوس نے سوال کیا "کیا مرینا تنہا نہیں ہے؟ اس کے ساتھ باڈی گارڈز رہتے ہیں؟"

ماسک مین نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ وہ شاید وہاں تنہا ہے۔ اسے دھوکے سے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو گے تو ہمارا ایوان راسکا اس کے دماغ پر قبضہ جما کر آسانی سے اسے یہاں بلائے گا لیکن دو باتیں کھٹک رہی ہیں۔"

سب ہی ماسک مین کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ وہ بولا۔ "ہم نے پہلے جوجو کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی بیوی تھی۔ پھر الپا کو اغوا کیا۔ وہ پارس کی محبوبہ تھی۔ اب جس مرینا کو لانے جا رہے ہو وہ بھی پارس کی دیوانی ہے۔ پارس کی کوئی چیز ہماری مٹھی میں نہیں رہ سکی۔ یہ تیسری جو ہاتھ آنے والی ہے اس کے پیچھے جو مصیبتیں آئیں گی اس پر ہمیں پہلے سے غور کرنا چاہئے۔"

ایک افسر نے پوچھا "دوسری کون سی بات کھٹک رہی ہے۔"

ماسک مین نے جواب دیا۔ "تبت ہم سے دور ہے لیکن پارس کے نزدیک ہے۔ موجودہ اطلاعات کے مطابق وہ دونوں باپ بیٹے پاکستان میں ہیں۔ اگر وہ افغانستان اور ازبکستان کی طرف آئیں گے تو تبت اور قریب ہو جائے گا۔"

"کیا پارس کو معلوم ہے کہ مرینا تبت میں ہے؟"

"یہ ابھی معلوم نہیں ہوا لیکن مرینا کی طویل روپوشی سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے بچھڑ گئے ہیں۔"

"یہ اچھی بات ہے کہ پارس تبت میں مرینا کی موجودگی سے بے خبر ہے۔ اگر کسی وجہ سے وہاں پہنچ بھی جائے گا تو ضروری نہیں ہے کہ اسے ڈھونڈ نکالے۔ تب تک ہم اسے لے آئیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن ایک اور اہم بات ہے جو پارس کے ریکارڈ میں درج ہونے والی ہے اور وہ اہم بات یہ ہے کہ وہ آدھا انسان اور آدھا سانپ ہے۔"

سب نے یوں چونک کر دیکھا جیسے ماسک مین بے تکی ہانک رہا ہو۔

اس نے کہا "شاید آپ یقین نہ کریں لیکن یہ ٹیم جو وہاں جا رہی ہے اس کے ہر فرد کو یاد رکھنا چاہئے کہ پارس میں زہریلے سانپ کی خاصیتیں ہیں۔ وہ جسے ایک بار گلے لگا لیتا ہے اس کے جسم کی بو کے ذریعے اسے دوبارہ تلاش کر لیتا ہے۔ اگر وہ تبت پہنچے گا اور مرینا لاکھ بھیس میں چھپی رہے گی اور اس کے قریب سے گزرے گی تو وہ اسے جانے نہیں دے گا اور اسے لے جانے والوں کے لئے مصیبت بن جائے گا۔ کیا آپ لوگوں کو میری عقل پر بھروسا ہے کہ میں نارمل رہ کر یہ حقائق بیان کر رہا ہوں؟"

سب کے سب ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پوچھ رہی تھیں ماسک مین کی باتوں پر کہاں تک اعتماد کیا جائے؟

لیکن وہ ماسک مین تھا۔ کسی چوپال میں بیٹھ کر قصہ خوانی کرنے والا شخص نہیں تھا۔ ایک بہت بڑے ملک کے سربراہان میں سے ایک تھا۔ اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر فقرہ پتھر کی لکیر ہوتا تھا۔ سربراہانِ ملک کے احکامات جائز ہوں یا ناجائز' ان کی تعمیل کرنی پڑتی ہے۔ بیانات صحیح ہوں یا غلط' ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

یوں بھی دنیا میں بڑے بڑے عجوبے ہیں۔ پارس کو بھی ایک عجوبہ تسلیم کرلینے میں کوئی مضائقہ نہیں تھا۔ بارہ افراد کی ٹیم نے یہ بات گرہ میں باندھ لی کہ اس عجوبے سے سامنا ہوگا تو اسے ذرا آزمائیں گے۔ اس سے ذرا ٹکرائیں گے۔ سانپ ہوا تو سانپ کی طرح سر کچل دیں گے۔ آدمی ہوا تو گولی ماردیں گے۔

○☆○

کوئی ایک برس پہلے سونیا ثانی اور علی تیمور ایک ساحرِ اعظم کو جہنم میں پہنچانے تبت آئے تھے۔ میں نے ان واقعات کو قلمبند کرتے ہوئے تبت کے متعلق بہت کچھ لکھا تھا۔ اب میری داستان کا ایک حصہ پھر اس علاقے میں گردش کرنے آیا ہے۔ پہلے جادوگر باباڈوکن کا ذکر ہوا تھا۔ اب تبت کے لامہ کا ذکر کروں گا۔ یہ ذکر معلوماتی بھی ہوگا اور دلچسپ بھی۔

ساری دنیا میں تبت کے لامہ بہت پُراسرار سمجھے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق طرح طرح کی قیاس آرائی کی جاتی ہے۔ زمانۂ قدیم کے سیاحوں نے لامہ کو جادوگر کہا ہے۔ مذہبی تواریخ میں یہ پُراسرار پجاری کہے گئے ہیں۔ یہ بدھ مت کے بھکشو کہلاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زمانۂ قدیم سے دورِ جدید تک یہ روحانی پیشوا رہے ہیں۔ بڑی عبادت اور سخت ریاضت سے روحانیت کی گہرائیوں میں ڈوبتے ہیں۔ لامہ کے معنی ہیں ٹیچر یعنی تعلیم دینے والا۔ یہ لامہ روحانیت کا درس دیتے ہیں۔ مرینا یہی درس حاصل کرنے تبت کے شہر لاسہ میں آئی تھی۔

لاسہ میں ایک جوکھانگ مندر ہے جس کی چھت سونے کی ہے۔ مندر میں یوں تو سب ہی عبادت کے لئے آتے ہیں لیکن اس کی وسیع و عریض چھت پر ایک کھلی درس گاہ ہے۔ جہاں صرف روحانیت کی تعلیم حاصل کرنے والے آتے ہیں۔ مرینا نے اس درس گاہ میں آکر وہاں کے انچارج سے کہا "میں یہاں تعلیم حاصل کرنے اور یہاں کے ہاسٹل میں قیام کرنے آئی ہوں۔"

انچارج اسے ایک ٹک دیکھ رہا تھا۔ وہ امریکن حسینہ دودھ کی طرح سفید اور انگارے کی طرح سرخ تھی۔ تیور بتا رہے تھے کہ مزاج میں بھی دودھ کی شیرینی اور انگارے کی تپش ہے۔

وہ اعتراض کرنا چاہتا تھا کیونکہ وہ جس ملک سے آئی تھی اس کے سفارت خانے کی اجازت کے بغیر وہاں قیام کرنے اور تعلیم حاصل کرنے کی مجاز نہیں تھی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اعتراض کرتا' مرینا نے اس کے اندر پہنچ کر اس کی سوچ میں کہا "یہ اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہ اپنے ملک سے پاسپورٹ' ویزا اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ لے کر آئی ہوگی۔"

اس نے کہا "تم پاسپورٹ اور یہاں قیام کرنے کا اجازت نامہ پیش کرو' تمہیں داخلہ مل جائے گا۔"

وہ بڑے گمبھیر لہجے میں بولی "مسٹر فانگ لو! میں زندہ دکھائی دے رہی ہوں۔ مگر بھٹکی ہوئی آتما ہوں۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جانے کے لئے ایک روح کو پاسپورٹ کی ضرورت نہیں پڑتی۔"

وہ حیرانی سے بولا "میں آج پہلے دن یہاں ڈیوٹی پر آیا ہوں کوئی میرا نام نہیں جانتا۔ پھر تمہیں میرا نام کیسے معلوم ہوا؟"

پھر اسے یاد آیا کہ وہاں کے معلم نے سمجھایا تھا۔ یہ روحانی علوم کی درس گاہ ہے۔ یہاں عجیب و غریب ہستیوں سے سامنا ہوتا رہتا ہے۔ پھر روحانیت کے طالب علم معزز اور مقدس سمجھے جاتے ہیں۔ ایسی ہستیوں سے بحث نہیں کرنا چاہئے۔

اس نے سوچا "یہ خود کو بھٹکی ہوئی آتما کہہ رہی ہے۔ شاید سچ ہے۔ یہ آتما ہے۔ تبھی میرے اندر گھس کر میرا نام معلوم کر لیا ہے۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولا "میں نے زندگی میں کبھی کسی روح سے ملاقات نہیں کی۔ اگر آپ سچ مچ روح ہیں تو میں ابھی جاکر مہالامہ کو آپ کی آمد کی اطلاع دوں گا اور اگر روح نہیں ہیں اور یہ آپ کے بولنے کا فلسفیانہ انداز ہے تو پلیز پاسپورٹ پیش کریں۔"

مرینا نے بڑی بڑی غزالی آنکھوں سے گھور کر دیکھا۔ پھر اس کی سوچ میں کہا "جاؤ! مہالامہ کے پاس جاؤ!"

وہ فوراً ہی اٹھ کر یوں کھڑا ہوگیا جیسے مرینا نے آنکھیں دکھائی ہوں بلکہ اس کے دماغ کو چابک رسید کیا ہو۔ وہ چابک کھانے والے گھوڑے کی طرح دوڑا اور سیڑھیاں چڑھتا ہوا درس گاہ میں آیا۔ پھر ایک حجرے میں پہنچا۔ وہاں ایک صحت مند بوڑھا یوگا کے آسن میں تھا۔ اور اسی آسن میں رہ کر عبادت میں غرق دکھائی دیتا تھا۔

انچارج نے سامنے آکر ڈنڈوت کیا یعنی فرش پر اوندھا لیٹ کر سجدہ کیا۔ پھر اٹھا اور دونوں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے کہا "مہالامہ کنچن دیو! وہ آئی ہے۔ کہتی ہے بھٹکی ہوئی آتما ہے۔ وہ میرا نام جانتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں دیکھو تو نگاہوں سے پگھلا دیتی ہے۔"

مہالامہ کنچن دیو نے بھاری بھرکم آواز میں کہا "پہلے آتما پرماتما! اس سے پوچھو وہ کیا چاہتی ہے۔"

"گرودیو! وہ آتما گیان اور آتما شکتی کے لئے آئی ہے۔ ہاسٹل میں قیام کرنا چاہتی ہے۔"

"...سے آنے دو۔"

انچارج سر جھکائے اٹھ گیا۔ الٹے پاؤں چلتا ہوا نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ اسی لمحے میں مہالامہ کنچن دیو نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا۔ پھر کہا۔ "چھپ کر نہ آؤ۔ سامنے چلی آؤ۔" یہ کہہ کر کنچن دیو نے سانس روک لی۔ یوگا کا آسن چھوڑ کر پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ تبت سے لے کر چین اور ہندوستان تک کنچن دیو کی آتما شکتی کا چرچا تھا۔ وہ روحانیت کے ذریعے کئی بیماریوں کا علاج کرتا تھا۔ اس کے وجود میں اتنی کشش تھی کہ لوگ پہلی ہی نظر میں اس کی طرف کھنچنے لگتے تھے۔ وہ کہتا تھا یہ وجود' یہ شریر (جسم) عارضی ہے۔ روح کی چاردیواری ہے۔ روح جتنی پاکیزہ ہوگی' جسم اتنا ہی خوبصورت ہو جائے گا۔ مکان کی اہمیت کم' مکین کی اہمیت زیادہ ہوتی ہے۔ مکین جتنے صاف ستھرے ذہن کا مالک ہوگا' مکان کو اتنا ہی خوبصورت بنا کر رکھے گا۔ اسی طرح جسم کے مکان میں رہنے والی آتما کی اہمیت ہے۔ آتما کو سمجھو۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ جب تک آتما کو نہیں سمجھوگے۔ پرماتما (خدا) کو نہیں پہچانوگے۔

مرینا اس کے حجرے میں آئی۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک کر دوزانو ہوگئی۔ پھر سر جھکا کر بولی "ابھی میں آپ کے دماغ میں آئی تھی۔ آپ نے میری سوچ کی لہروں کو روک دیا۔ آپ جان گئے ہیں کہ میں ٹیلی پیتھی جانتی ہوں۔ میں اس علم کے ذریعے دنیا جہان کی دولت اور خوشیاں حاصل کرتی ہوں مگر من کی شانتی اور روحانی سکون حاصل کرنے میں ناکام رہتی ہوں۔"

وہ بھاری بھرکم آواز میں بہت آہستگی سے بولا "روح کا سکون؟ اسی لئے کہا جاتا ہے۔ پہلے آتما پھر پرماتما۔ تمہیں آتما کا گیان ہوگا تو سارا جہان تمہارا ہوگا۔"

"میں گیان حاصل کرنے آئی ہوں۔ آپ مہاگرو ہیں' مجھے روحانیت کے ایسے راستے پر لے جائیں جہاں میں ساری دنیا کو بھول جاؤں۔"

"دنیا میں رہ کر دنیا کو بھولنے کا مطلب ہے مرجانا۔ موت کے بغیر دنیا کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ تم اپنے دل کی بات زبان پر لاؤ۔ آخر کسے بھلانا چاہتی ہو؟"

مرینا نے سر جھکالیا۔ مہالامہ کنچن دیو نے پوچھا "کوئی پریمی ہے؟"

نگاہوں کے سامنے پارس کی صورت آگئی۔ دل میں اس کا نام دھڑکنے لگا۔ وہ سحر زدہ سی ہو کر بولی "میں اسے ہمیشہ یاد رکھوں گی۔ وہی میرا اول ہے' وہی میرا آخر ہے۔"

"تو پھر اس کا ذکر کرو جسے بھلانا چاہتی ہو؟"

"اس کا نام فرہاد علی تیمور ہے۔ اس نے مجھ پر ایسا تنویمی عمل کیا ہے جس سے میں کبھی آزاد نہیں ہوسکوں گی۔ یہ سوچ سوچ کر میں کڑھتی ہوں کہ وہ میرے دماغ میں جب چاہے چلا آتا ہے۔"

"وہ تمہارے اندر آکر کیا کہتا ہے؟"

"کچھ نہیں کہتا۔"

"کیا کرتا ہے؟"

"کچھ نہیں کرتا۔"

"پھر تمہیں شکایت اور پریشانی کیا ہے؟"

"کیا یہ پریشانی کم ہے کہ عورت اپنے دل کا بھید کسی کو نہیں

بتاتی اور وہ چھپ کر معلوم کرتا رہتا ہوگا۔"
"یعنی شبہ ہے کہ بھید معلوم کرتا ہوگا۔ یقین نہیں ہے؟"
"یقین ہے' اس نے اسی مقصد کے لئے مجھ پر تنویمی عمل کیا تھا۔ میرے دماغ کو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے بے حس بنا چکا ہے۔ میں کبھی اسے اپنے اندر سے بھگا نہیں سکوں گی۔"
"جو پریشان نہ کرے' نقصان نہ پہنچائے وہ دوست ہوتا ہے اور دوست کو بھگایا نہیں جاتا۔"
"لیکن بغیر اجازت ایک لڑکی کے دماغ میں نہیں آنا چاہئے۔"
"کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"
"نن... نہیں' وہ تو مجھے بیٹی کہتا تھا۔"
"کیا اب نہیں کہتا؟"
"کہتا ہے۔ ہمیشہ کہے گا کیونکہ میں اس کے بیٹے کی محبوبہ ہوں۔"
مہالامہ نے اسے گھور کر دیکھا۔ اس نے نظریں جھکالیں۔ وہ بولا۔ "تعجب ہے۔ تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کی تنہائی میں آتا ہے۔"
"اگر نہیں آتا ہے تو اپنی سوچ کی لہروں کے لئے میرے دماغ کو کس لئے بے حس بنایا ہے۔"
"شاید یہ تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے۔ اگر تم مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا ہے۔ تمہارے دماغ میں شک آتا ہے' شبہ آتا ہے' غصہ آتا ہے۔"
"میرے دماغ میں میری اجازت کے بغیر جو بھی آتا ہے' میں اسے نکال دینا چاہتی ہوں۔"
"محنت کروگی' یوگا کے مراحل سے گزرتی رہوگی اور روحانیت کی مشقیں کرتی رہوگی تو کوئی تمہاری اجازت کے بغیر نہیں آئے گا۔"
"میں آپ کی تمام ہدایات پر عمل کروں گی۔"
"یہاں تمہارا داخلہ ہوجائے گا۔ یہ بتاؤ گرود کشنا کیا دوگی؟"
اس درس گاہ میں تعلیم شروع کرنے سے پہلے استاد پوچھتا تھا کہ استاد کو نذرانہ کیا دیا جائے گا۔ وہ مال و دولت نہیں مانگتا تھا' زمین جائداد نہیں چاہتا تھا۔ اپنے ہونے والے شاگرد سے ایسی چیز مانگتا تھا جسے شاگرد گرود کشنا کے طور پر دے کر علم کی دولت سے مالا مال ہوجاتا تھا۔
مرینا نے پوچھا "آپ گرودیو ہیں۔ آپ بتائیں گرود کشنا میں کیا چاہتے ہیں؟"
"جو مانگوں گا دوگی؟"
"ہاں دوں گی۔"
"اور دینے کے بعد کبھی واپس نہیں لوگی؟"
"وعدہ کرتی ہوں' کبھی واپس نہیں مانگوں گی۔"
"تو پھر اپنا غصہ مجھے دے دو۔"
وہ حیرانی سے بولی "یہ کیا بات ہوئی؟"
"غصہ مجھے دے دوگی تو یہ تمہارے پاس نہیں رہے گا۔ کیونکہ یہ جہاں ہوتا ہے وہاں دوست نہیں آتے' وہاں سے محبت اور مسرتوں کا گزر نہیں ہوتا۔ آج سے تم ہر لمحہ اپنے اندر سے غصہ نکالنے کی مشق جاری رکھوگی۔ جب کامیاب ہوجاؤگی تو مجھے گرود کشنا مل جائے گی اور تمہاری باقاعدہ تعلیم شروع ہوجائے گی۔"
گرو نے اپنے ایک چیلے کو بلایا اور کہا "یہ لڑکی یہاں کے طور طریقے نہیں جانتی ہے' تم اس کی راہنمائی کرو۔ جاؤ۔"
مرینا دونوں ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر چند قدم الٹے پاؤں گئی پھر حجرے سے باہر آگئی۔ تبت میں سال کے آٹھ دس مہینے برف جمی رہتی تھی۔ کرۂ ارض میں یہ علاقہ سب سے بلندی پر ہے۔ اس مناسبت سے اسے دنیا کی چھت کہا جاتا ہے۔ یوں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہاں کیسی غضب کی سردی پڑتی ہوگی۔ موسم جیسا بھی رہے اس درسگاہ کے طلبا اور طالبات صبح چار بجے بیدار ہوتے تھے۔ اس وقت سورج کی ایک کرن بھی نہیں جھلکتی تھی۔ ہر سُو اندھیرا چھایا رہتا تھا۔ ایسے وقت وہ سب درس گاہ سے نکل کر پورے لاسہ شہر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے۔ ان میں سے جو تھک جاتے تھے اور ان کی سانسیں اور پھیپھڑے ہارنے لگتے تھے۔ وہ واپس مندر میں آجاتے تھے۔ ان میں سے چھ ایسے تھے جو تھکنا اور ہارنا نہیں جانتے تھے۔ وہ مہالامہ کنچن دیو کے خاص چیلے تھے ان کے متعلق کہا جاتا تھا کہ وہ روحانیت کی اتنی گہرائیوں میں پہنچ چکے ہیں جہاں ان کی روحیں ان کا جسم چھوڑ کر اپنے مطلوبہ مقام تک جاتی ہیں پھر ان کے جسموں میں واپس آجاتی ہیں۔
مرینا صبح بیدار ہو کر دوڑ لگاتی تھی۔ پھر مندر آکر دوسرے طلبا اور طالبات کے ساتھ بھجن گاتی تھی۔ اس نے دوسرے دن مہالامہ سے کہا "میں عیسائی ہوں۔ تمہارے پرمیشور کی عظمت کے گیت گانا مناسب نہیں سمجھتی۔"
کنچن دیو نے کہا "یہ درس گاہ ہندو دھرم کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ یہاں آکر کوئی ہندو' مسلمان اور عیسائی نہیں رہتا۔ جسے ایشور کہتے ہیں' تم اسے گاڈ اور تمہارا پارس اسے اللہ کہتا ہے۔ ہماری زبان ہندی ہے اس لئے ہم اپنی زبان میں ایشور کہتے ہیں اور ہم نے اپنی زبان اور دستور کے مطابق تعلیم دینے کے اصول اور قاعدے قانون بنائے ہیں۔"
وہ ایک ذرا توقف سے بولا "یوگا میں سانس چھوڑنے اور سانس لینے کا جو طریقہ ہے' وہ ہمارے دستور کے مطابق ہرے کرشنا کے الفاظ پر مشتمل ہے۔ تم "ہرے" کہہ کر سانس چھوڑتی جاؤ اپنے جسم کو اندر سے بالکل خالی کرلو۔ جسم کا یہ خالی مکان ایک گیان کے لئے ہے۔

کہتے ہوئے سانس اندر لیتی جاؤ۔"
مرینا اس کے سامنے یوگا کے ایک آسان سے آسن میں تھی اور گرودیو کی ہدایات پر ہرے کرشنا' کرشنا کے الفاظ کے ساتھ سانس کبھی چھوڑ دیتی تھی اور کبھی اپنے اندر سانس کھینچ رہی تھی۔ علم ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنے کے لئے وہاں کی زبان' وہاں کے ماحول اور وہاں کے دستور کے مطابق عمل کرنا پڑتا ہے۔
پھر اسے اپنے اندر سے غصہ نکالنے کے لئے ہدایت کی گئی کہ جیسے ہی کسی بات پر غصہ آئے۔ وہ سانس روک لے پھر آہستہ آہستہ سانس چھوڑتے ہوئے بولے "بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔"
یعنی جذبات سے کردار اونچا ہوتا ہے۔ غصے کے جذبات میں بہنے سے بہتر ہے صبر کرو۔ اپنی ذات کو نرم اور لچک دار بناؤ۔
اسے آزمائشوں سے گزارنے کے لئے غصہ دلایا جاتا تھا۔ اس کے مزاج کے خلاف کوئی بات کہہ دی جاتی تھی۔ وہ برداشت کرتی تھی' کبھی غصہ آتا تو یوگا کے آسن میں سانسوں کی آمدورفت کے ساتھ کہتی تھی' بھاؤنا سے کرتو اونچا ہے۔
رفتہ رفتہ وہ ہندی زبان' ہندی طرز حیات اور ہندی طرز عبادت سیکھتی جارہی تھی اور ذہنی طور پر متاثر بھی ہوتی جارہی تھی۔ سانس روکنے کے دوران اس کی سوچ میں بھگوان ہوتا تھا۔ اچھی باتوں کو اپنے اندر سمونے اور بری باتوں کو باہر نکالنے کے عمل اور مختلف طریقۂ کار کے دوران اس کی سانسوں میں بھگوان کا نام آتا جاتا تھا اور پھر ذہن میں نقش ہو کر رہ جاتا تھا۔
مہالامہ کنچن دیو کی شخصیت میں اتنی کشش تھی کہ تعلیم حاصل کرنے کے دوران اس کی ایک ایک بات سے اور ایک ایک ادا سے متاثر ہوتی رہتی تھی۔ اس کی طرح پوجا کرتے کرتے بظاہر عیسائیت کو نظر انداز کرتی جارہی تھی۔ یہ وہی مرینا تھی جو دارزہیگ کو اسلام قبول کرنے سے روکتی رہی تھی اور عیسائیت پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی رہی تھی۔ اب وہ بہت ہی غیر محسوس طریقوں سے اور بڑی ہی نادانستگی میں اپنے مذہب کو تقریباً نظر انداز کرچکی تھی۔
دن رات عبادت اور ریاضت جاری رہے تو سیکھنے کے لئے چھ ماہ کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ مرینا کو پہلے ہی یوگا میں مہارت حاصل تھی۔ اس عرصہ میں وہ چالیس منٹ تک سانس روکنے کی عادی ہوگئی تھی۔ ایسے وقت اسے ہاتھ لگاؤ تو وہ مردہ لگتی تھی۔ دل کی دھڑکن اتنی سست ہوجاتی تھی کہ محسوس نہیں ہوتی تھی۔
وہ ایسی تربیت کے دوران مندر کی کھلی ہوئی چھت پر مہالامہ کے سامنے چاروں شانے چت پڑی رہتی تھی۔ وہ ہدایات دیتا تھا "اپنی آتما پر دھیان رکھتے ہوئے سانس روکو اور خود ہی اپنی آتما کو اپنے شریر (جسم) سے باہر نکالو۔ اپنی سوچ کی پوری قوت سے دیکھو تمہیں اپنی روح دکھائی دے گی۔"
اس نے ہدایت پر عمل کیا۔ ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی اور یہ خیال قائم کرتی رہی کہ اب اس کی روح اس کا جسم چھوڑ کر باہر آرہی ہے۔
چند لمحات کے بعد اس نے دیکھا' وہ اپنے جسم سے الگ ہورہی۔ جسم چاروں شانے چت فرش پر پڑا ہوا ہے اور وہ اٹھ کر کھڑی ہوگئی ہے۔ خود کو نور کا مجسمہ پارہی ہے۔ مندر کی چھت پر مہالامہ کنچن دیو اس کے بے جان جسم کے پاس پلتھی مارے دھیان گیان میں بیٹھا ہوا ہے۔
اس کی آتما نے دور تک دیکھا برف باری کا سماں تھا۔ ماحول دھندلایا ہوا تھا۔ اس کے باوجود وہ برفانی چاندنی میں دور تک دیکھ سکتی تھی۔ اس نے پرواز کرنے کے لئے سوچا پھر سوچتے ہی پرواز کرنے لگی۔
وہ اب تک خیال خوانی کی پرواز کرتی رہی تھی۔ یعنی اس کا خیال ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا تھا۔ آج اس کا نورانی بدن پرواز کرتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی پرواز کی ایک ہی منزل تھی اور اس منزل کا نام پارس تھا۔
وہی اس کی دنیا کا مرکز تھا۔ وہی اس کی زندگی کا منشا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھا۔ کسی عمارت کے ایک کمرے میں آرام سے پڑا ہوا تھا۔ مرینا کا نورانی بدن اس کے بستر پر آگیا۔ وہ اسے پیار سے دیکھ رہی تھی۔ اسے چھو رہی تھی لیکن تسلی نہیں ہو رہی تھی۔ کیونکہ وہ آتما کی چھونے والی انگلیوں کو اپنے جسم پر محسوس نہیں کر رہا تھا۔ اگر بیدار ہوتا تو اس آتما کو دیکھ بھی نہ پاتا۔ ظاہر ہے آج تک کسی نے روح کو دیکھا ہے' نہ دیکھ سکتا ہے۔
وہ دیکھ رہی تھی۔ پارس کا چہرہ بدلا ہوا تھا۔ وہ اپنے اصلی روپ میں نہیں تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آتما ٹھیک اس کے پاس پہنچ گئی تھی کیونکہ آنکھوں کی بصارت ہر چیز کو اوپر ہی اوپر دیکھتی ہے لیکن روحانی بصیرت قلب و ذہن کے اندر پہنچ جاتی ہے۔
مرینا نے سوچا وہ چھونے سے بیدار نہیں ہورہا ہے اسے پیار سے آواز دی جائے۔ اس نے پکارا "پارس! آنکھیں کھولو۔ مجھے دیکھو۔ تمہاری مرینا ایک نئے انداز میں آئی ہے۔"
اسے محسوس ہوا کہ وہ بول رہی ہے لیکن منہ سے آواز نہیں نکل رہی ہے۔ یعنی قدرت نے روح کو خاموشی دی ہے۔ یہ قدرتی امر ہے کہ جس کے پاس علم کا خزانہ جتنا زیادہ ہوتا ہے' وہ اتنا ہی خاموش رہتا ہے۔
اس کی آتما اپنے علم سے پارس تک پہنچ گئی تھی لیکن اپنی موجودگی بیان نہیں کرسکتی تھی۔ عجب نامرادی تھی۔ وہ خیال خوانی کے ذریعے آتی تو پارس سانس روک لیتا۔ روبرو آکر بول رہی تھی تو اس کی آواز محبوب کی سماعت تک نہیں پہنچ رہی تھی۔
آج وہ بہت خوش تھی۔ خیال خوانی کی پرواز کے علاوہ آتما کی پرواز بھی سیکھ لی تھی۔ وہ اپنی مسرتوں میں پارس کو شریک کرنا چاہتی تھی۔ اسے بتانا چاہتی تھی کہ اب وہ محض دماغ میں ہی نہیں روبرو

بھی آسکتی ہے جب چاہے اس کے پاس پہنچ سکتی ہے۔

اس نے آس پاس دیکھا۔ ایک میز پر لکھنے پڑھنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ وہ اپنے محبوب کے نام ایک رقعہ لکھ سکتی تھی کہ میں آئی تھی۔ تم سو رہے تھے۔ سوتے وقت اور خوبرو لگتے ہو۔ بڑا پیار آرہا ہے لیکن آتما پیار کرے گی تو تمہیں احساس تک نہ ہوگا۔ بہرحال جارہی ہوں۔ پھر آؤں گی۔ اگرچہ تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے تاہم اسی طرح پھر کاغذ پر لکھ کر اپنی موجودگی کا یقین دلاؤں گی۔

وہ میز کے پاس آئی۔ وہاں کتابیں تھیں۔ فائلوں کے پاس کاغذات کا ایک پیڈ اور قلم رکھا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر قلم کو اٹھانا چاہا تو وہ انگلیوں کی گرفت میں نہیں آیا۔ آتما جب کسی کو چھو نہیں سکتی تو پکڑ کس طرح سکتی ہے۔ یہ ذریعہ بھی موجودگی کا یقین دلانے کے کام نہیں آسکتا تھا۔ اسے تسلیم کرنا پڑا کہ ایسی ہی وجوہات کی بنا پر روحیں نظر نہیں آتی ہیں اور نہ ہی موجودگی کا نشان چھوڑتی ہیں۔

اتنی ناکامیوں کے باوجود یہ بات اطمینان بخش تھی کہ وہ پارس کی لاعلمی میں اسے دیکھ سکتی تھی۔ اس پر نظر رکھ سکتی تھی۔ یہ معلوم کرسکتی تھی کہ وہ کہاں ہے؟ اور کیا کرتا پھر رہا ہے؟

وہ جس ماحول سے گزرتی ہوئی پارس کے پاس آئی تھی وہ ماحول دھواں دار تھا۔ توپوں سے گولے برسائے جارہے تھے۔ جو لوگ فائرنگ کررہے تھے وہ اپنے لباس سے پٹھان نظر آرہے تھے۔ اس سے پتا چل رہا تھا کہ وہ افغانستان کا کوئی علاقہ ہے اور پارس وہاں سے کئی میل دور ایک عمارت میں سو رہا ہے۔

وہ پارس کے کمرے سے چلتی ہوئی ایک دروازے کے پاس آئی۔ دروازہ بند تھا لیکن اس کی آتما آہنی دروازوں کے آرپار پہنچ رہی تھی اس نے دوسرے کمرے میں آکر دیکھا۔ ایک نہایت حسین دوشیزہ بستر پر محوِ خواب تھی۔ اس کے لباس سے پتا چلتا تھا کہ وہ افغانی ہے۔

وہ توبہ خانم تھی۔ مرینا اسے نہیں جانتی تھی اور جاننے کے لئے بے چین ہو رہی تھی۔ پارس اور توبہ کا کمرا ساتھ ساتھ تھا۔ ان کے درمیان صرف ایک دروازہ تھا جو بند تھا لیکن دونوں کے جذبات اس دروازے کو کسی وقت بھی کھول سکتے تھے۔ شاید انہوں نے کھولا ہوگا اور اب بند کرکے تھکے تھکائے سو رہے ہیں۔

وہ پارس کے کمرے میں آکر اسے دیکھتے ہوئے غصہ سے بولی۔

"بدمعاش۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ کھلی ہوئیں آنکھوں نے دیکھا۔ وہ مندر کی چھت پر کھلے آسمان کے نیچے چاروں شانے چت پڑی ہے۔ اور اس کے دائیں طرف مہالامہ کنچن دیو پالتھی مارے چھت کے ننگے فرش پر بیٹھا ہے۔ فرش پر دور تک برف کی دبیز تہ جم رہی تھی۔ ایسی کڑاکے کی سردی میں وہ دونوں جیسے گرمی کے موسم میں پہنچے ہوئے تھے۔ روح میں گرمی اور تازگی ہو تو باہر کا کوئی موسم اثر انداز نہیں ہوتا۔

مہالامہ نے اپنی بھاری بھرکم اور گہری آواز میں کہا "تم نے مقررہ وقت سے پہلے روحانی سفر ختم کیا ہے۔ کیا بات ہے؟"

"گرودیو! میں شرمندہ ہوں۔ غصہ برداشت نہ کرسکی۔ اچانک آتما کا سفر ٹوٹ گیا تو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔"

"میں نے پہلے ہی دن گرودکشنا میں تم سے تمہارا غصہ مانگا تھا۔"

"آپ خود گواہ ہیں۔ چھ ماہ تک مجھے ایک بار بھی غصہ نہیں آیا تھا لیکن اپنے پریمی کے قریب اسے دیکھ کر میں برداشت نہیں کرسکی۔"

گرودیو نے کہا "غصہ ایک پتھر کی طرح آتما کو لگتا ہے۔ دیکھا تم نے؟ تم کس طرح آتما کی بلندی سے پستی میں آگئیں؟"

"شما چاہتی ہوں گرودیو! اب ایسی غلطی نہیں ہوگی۔ میں غصہ برداشت کروں گی۔"

"عورت سر پر آپڑنے والے پہاڑ کو برداشت کرلیتی ہے۔ سوکن کو برداشت نہیں کرپاتی۔ اوپر سے صبر کروگی تب بھی غصہ تمہارے اندر کہیں چھپا رہے گا۔"

"میں کیا کروں؟ مجھے راستہ دکھائیں۔"

"اپنے اندر یہ اعتماد رکھو کہ تم سوکن کو پاؤں کے کانٹے کی طرح نکال پھینکو گی۔ کسی کو راستے سے ہٹانے کے لئے غصہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ مرد جنگ لڑتا ہے، خون بہاتا ہے، تب تاج و تخت حاصل کرتا ہے۔ عورت ایک تبسم سے تاج و تخت جیت لیتی ہے۔ مسکراہٹ ایک بہت بڑی طاقت ہے۔ اپنی سوکن کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھ کر مسکراؤ۔ یونہی مسکراتے مسکراتے ایک دن اسے اپنے پریمی سے جدا کردوگی۔ کسی معاملے میں جلدی نہ کرنا صبر، تحمل اور تبسم سے کام کرتی رہو۔"

"گرودیو! میں ابھی جاکر اپنا صبر آزمانا چاہتی ہوں۔"

"ضرور جاؤ۔ میں یہاں تمہارے جسم کی نگرانی کررہا ہوں۔"

اس نے آنکھیں بند کیں۔ پھر ہرے کرشنا کہتے کہتے سانس روک لی۔ پوری طرح سانس روکنے کے بعد سوچ کے ذریعے "اوم تواشوائے......"

اس کے ساتھ ہی اس نے خود کو اپنے جسم سے الگ ہوتے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ پرواز کرتی ہوئی دوبارہ پارس کے کمرے میں آئی۔ وہاں سے توبہ کے پاس پہنچی۔ اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے سوچنے لگی۔ ہمیشہ کمزور کو غصہ آتا ہے اور میں کمزور نہیں ہوں۔ میں ہر حال میں مسکراتی رہوں گی اور پاؤں کے کانٹے نکالتی رہوں گی۔

اس نے بڑی کامیابی سے غصے کو کچل ڈالا تھا۔ وہ اپنے آپ کو اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ زندگی میں اونچ نیچ، ہار جیت ہوتی رہتی ہے۔ نفع کے بعد نقصان کو بھی ہنستے ہوئے برداشت کرو تو نقصان پورا کرنے کی تدبیر عمل میں آجاتی ہے۔ میں بھی حکمتِ عملی سے دودھ کی مکھی کی طرح اسے نکال پھینکوں گی۔

اس نے توبہ خانم کو نظرانداز کرکے سوچا۔ دیکھنا چاہئے اس عمارت میں اور کون ہے۔ وہ اس کمرے سے چلتی ہوئی تیسرے کمرے میں آئی۔ وہاں جلال شاہ سو رہا تھا۔ وہ جلال شاہ کو نہیں پہچانتی تھی۔ لہٰذا وہاں سے گزرتی ہوئی چوتھے کمرے میں آئی۔ وہاں میں تھا۔

وہ کبھی میرے روبرو نہیں آئی تھی۔ البتہ اس نے میری تصویریں دیکھی تھیں۔ میرا چہرہ پہچانتی تھی۔ اس لئے اپنی آتما شکتی سے ارسلان کے پیچھے فرہاد کو پہچان رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اچھا تو یہ باپ بیٹے ایک ساتھ ہیں۔ ان کے ریکارڈ میں یہ پہلے کہیں درج نہیں ہے کہ فرہاد کی فیملی کے دو چار افراد کہیں ایک جگہ آکر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوں۔

وہ درست سوچ رہی تھی۔ یہ خطرہ ہمیشہ سر پر منڈلاتا رہتا ہے کہ کوئی دشمن میری فیملی کو ایک جگہ دیکھ کر جال بچھائے گا تو سب ہی بیک وقت دشمن کے قابو میں آجائیں گے۔

حالانکہ ہم کئی بار دو دو، چار چار کی تعداد میں ایک دوسرے سے ملتے رہے ہیں لیکن یہ ملاقاتیں ریکارڈ نہیں ہوئیں۔ ہماری احتیاطی تدابیر کی وجہ سے ہم کبھی ایک ساتھ دشمنوں کی نظروں میں نہیں آئے۔ مرینا اپنی آتما شکتی کے باعث ہم باپ بیٹے کو ایک ساتھ دیکھ رہی تھی۔ اور وہ تسلیم کررہی تھی کہ غصہ نہ کرنے کا بہت فائدہ پہنچ رہا ہے۔ بہت سی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ میری آتما فرہاد اور اس کی فیملی کے ہر فرد کے پاس پہنچ کر معلوم کرسکتی ہے کہ کون کس ملک اور کس شہر میں ہے اور وہ سب کیا کرتے پھر رہے ہیں۔

او گاڈ! میں فرہاد کی معمولہ بن کر کتنے عذاب میں مبتلا رہی تھی۔ دن رات یہ فکر مارے ڈالتی تھی کہ وہ میرے اندر چھپ کر رہتا ہے۔ اس آتما شکتی نے اسے میرے دماغ سے نکال دیا ہے۔ میرا برین واش ہوگیا ہے۔ میں آزاد ہوگئی ہوں۔ ہاہاہاہا......

وہ آتما تھی قہقہے نہیں لگا سکتی تھی۔ اس لئے سوچ میں قہقہے لگائے۔ پھر وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں پارس اور توبہ وغیرہ کی طرح محوِ خواب نہیں تھا۔ اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا اور خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے دماغ میں پہنچا ہوا تھا۔ اس وقت پیرس میں فجر کا وقت ہو رہا تھا۔ سونیا نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہر صبح اس کے دماغ میں آکر اسے اذان سناؤں گا۔ وہ اذان اس کے دماغ کے ذریعے ہونے والے بچے تک پہنچتی رہے گی۔

میں ہر صبح اپنا وعدہ پورا کرتا تھا۔ مرینا کی آتما یہ سمجھ نہیں پائی کہ میں کیا کررہا ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھ کانوں پر کیوں رکھے ہوئے ہوں؟ میں سونیا کے دماغ میں رہ کر اپنی جگہ زیرِ لب اذان دے رہا تھا۔ میرے کمرے میں کوئی بھی آنے والا وہ اذان سن سکتا تھا۔ مگر آتما کو اس دنیا کی کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ اسے میرے ہونٹ صرف ہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔

آتما اپنے جسم میں واپس آگئی۔ مرینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر مہالامہ کنچن دیو کے قدموں میں جھک کر بولی "آپ نے مجھے کرودھ (غصہ) سے بچا کر دشمنوں کی قید سے رہائی دلائی ہے۔ میں آپ کا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔"

"یہ احسان نہیں ہے۔ تم نے دن رات کی سخت محنت اور ریاضت کے بعد آتما شکتی حاصل کی ہے۔ میں نے تو صرف تمہیں راستہ دکھایا ہے۔"

"میں چاہتی ہوں، آپ آئندہ بھی مجھے گائیڈ کرتے رہیں۔ میں نے اپنے طریقۂ کار کے مطابق کام کرکے اپنا بہت نقصان کیا ہے۔"

"میری ہدایات پر عمل کرنا چاہتی ہو تو کسی معاملے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرو۔ جلد بازی میں ہمیشہ کوئی ایسی غلطی ہوجاتی ہے جس سے دشمن فائدہ اٹھانے لگتا ہے۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کسی معاملے میں بھی عجلت سے کام نہیں لوں گی۔"

"آج تم نے اپنے پریمی کو دیکھا ہے۔ تم نے سوکن کو بھی دیکھا ہے اور مسکرا کر برداشت کررہی ہو لیکن تمہارے اندر ایک بے چینی ہے، تم اپنے محبوب کو جلد سے جلد حاصل کرنا چاہو گی۔"

"بے شک وہ میرا محبوب ہے مگر اسے محکوم بنا کر صرف اپنے لئے ریزرو رکھنا چاہتی ہوں۔"

"یہی غلطی تمہیں پھر لے ڈوبے گی۔ کیا پہلی غلطی سے سبق حاصل نہیں کروگی؟"

"پہلے میں مجبور ہوگئی تھی۔ فرہاد میرے دماغ پر قبضہ جما چکا تھا۔ اگر میں اس کے بیٹے کو محکوم بنا کر رکھنا چاہتی تو وہ میرے ارادوں کو پڑھ لیتا۔ اب میں فرہاد کے تنویمی عمل سے نجات حاصل کرچکی ہوں۔ آئندہ کبھی اس کی گرفت میں نہیں آؤں گی۔ اس کے بیٹے کو اس سے جدا کردوں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر جو کرو، رفتہ رفتہ کرو۔ اب جاؤ تمہیں آرام کرنا چاہئے۔"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی۔ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس کے جانے کے بعد اس کے چھ چیلے آئے۔ ان چیلوں کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ یہ وہی تھے جو ہر صبح لاسہ شہر کے اطراف دوڑ لگاتے تھے اور تھکتے نہیں تھے۔ ان میں سے کوئی ایک گھنٹے کوئی دو گھنٹے تک سانس روکنے کا ماہر تھا۔ سانسوں پر غیر معمولی کنٹرول رکھنے کے باعث ان کی صحت قابلِ رشک تھی۔ ان کے سینے چٹان کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ وہ تقریباً دو برس سے عبادت اور ریاضت کے اصولوں پر دن رات عمل کرتے آئے تھے اور یوں ان سب نے بھی آتما شکتی حاصل کی تھی۔

وہ چھ کے چھ زبردست اور کسی بھی معاملے میں ناقابلِ شکست تھے۔ ان میں سے ایک کا نام کنچن جوگی تھا۔ مہالامہ کنچن دیو نے کہا "کنچن جوگی! ارادے کی پختگی انسان کو بھی ناکام ہونے نہیں دیتی۔ مرینا زبردست قوتِ ارادی کی مالک ہے۔ اس نے دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھا۔ کم سے کم سوئی اور زیادہ سے زیادہ محنت کرتی رہی۔ تکلیف دہ مشقوں سے گزر کر اس نے صرف چھ ماہ میں آتما شکتی حاصل کی ہے۔"

ایک نے پوچھا "کیا اس کی آتما شکتی کا مظاہرہ کامیاب رہا ہے؟"

"ہاں بہت کامیاب رہا۔ وہ پارس اور فرہاد علی تیمور کے پاس گئی تھی۔ دونوں باپ بیٹے افغانستان میں ہیں۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "گرودیو! یہ اونٹنی کس کروٹ بیٹھے گی؟"

"ہماری ہی کروٹ آئے گی۔ یہ تقریباً ہمارا دھرم اختیار کرچکی ہے اور ایک آدھ مہینے میں اس کا برین پوری طرح واش ہو جائے گا۔ وہ ہندو دھرم قبول کرلے گی۔ اور بھارتی مفادات کے لئے کام کرنے لگے لیکن ایک مشکل ہے۔"

"وہ کیا ہے گرودیو؟"

"پارس اس کی جڑوں میں گھسا ہوا ہے۔ ہم نے اس کے اندر سے عیسائیت کو ختم کر دیا۔ پہلے وہ امریکا کے گن گاتی تھی۔ اب ہمارا بھجن گاتی ہے۔ میری تعلیمات نے رفتہ رفتہ اسے اندر سے بدل دیا ہے۔ مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نوجوان میں ایسا کیا ہے جسے وہ بھلا نہیں پاتی ہے؟"

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم پارس کو بھی برین واش کر کے اسے اس لڑکی کا کھلونا بنا کر رکھیں؟"

"پارس جہاں رہے گا' وہاں فرہاد اور سونیا کا خطرہ منڈلاتا رہے گا۔ وہ ادھر کا رخ کریں گے تو ان سے ہماری حقیقت چھپی نہیں رہے گی۔"

"اور ہم مرینا کو ازبکستان لے جائیں گے تب بھی ہمارے بے نقاب ہونے کا خطرہ ہے۔ افغانستان میں باپ بیٹے کی موجودگی بتا رہی ہے کہ وہ ازبکستان بھی پہنچیں گے۔"

"اسی پہلو سے معاملہ پیچیدہ ہو رہا ہے کہ مرینا ضرور پارس سے رابطہ رکھے گی۔"

"سیدھی سی بات ہے' مرینا کے دل و دماغ سے پارس کا طلسم توڑنا ہوگا۔ اس مقصد کے لئے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ پارس سے منہ موڑ کر کسی دوسرے جوان سے دل لگاتی ہے یا نہیں؟"

"بے شک۔ اگر کسی دوسرے سے دل لگ جائے تو پھر وہ پارس کی دیوانی نہیں رہے گی۔"

اسی شام کنچن جوگی نے مرینا سے تنہائی میں ملاقات کی اور کہا۔ "آج میں دل کی بات کہہ رہا ہوں۔ جب سے تم یہاں آئی ہو' میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہو۔ کیا ہم ایک دوسرے کے جیون ساتھی بن سکتے ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے جوگی! میں بہت پہلے ہی کسی کی ہو گئی ہوں۔"

"کیا جس کی ہو چکی ہو' اس سے میں کمتر ہوں۔ مجھے گرودیو نے بتایا ہے' تم دشمن کے بیٹے پارس سے محبت کرتی ہو۔ یہ دانشمندی نہیں ہے۔ ایک بار ان کے ہاتھوں تباہ ہو چکی ہو۔ دربدر کی ٹھوکریں کھا کر یہاں آئی ہو۔ پھر ایسی غلطی نہ کرو۔"

"میں مانتی ہوں' دوبارہ دھوکا ہو سکتا ہے لیکن وہ ایک نشہ ہے اور نشہ کبھی نہیں چھوٹتا۔"

"مجھے بتاؤ وہ کیسا نشہ ہے۔ میں تمہیں تباہی سے بچانے کے لئے اس کا متبادل بننے کی کوشش کروں گا۔"

"تم متبادل نہیں بن سکو گے' کوئی نہیں بن سکے گا۔"

"میں مانتا ہوں ایک شریف عورت ایک کے بعد دوسرے کو کبھی پسند نہیں کرتی لیکن جان خطرے میں ہو اور وہ شخص ذلت اور تباہی کا بھی سبب بن رہا ہو تو شرافت اور ذہانت اسی میں ہے کہ اس شخص کو چھوڑ دے اور جو تحفظ فراہم کرتا ہے اسے جیون ساتھی بنالے۔"

"تمہیں گرودیو کی سوگند ہے۔ مجھے بتاؤ آخر اس میں ایسی کیا بات ہے؟"

"وہ زہریلا ہے۔"

"کیا؟" وہ چونک کر حیرانی سے بولا "وہ... وہ زہریلا ہے؟"

"ہاں' وہ سامنے آتا ہے تو اس کے وجود سے زہریلی آنچ آتی ہے۔ وہ محبت کرتا ہے تو رگوں میں ایسا نشہ بھر دیتا ہے کہ مجھے اپنا ہوش نہیں رہتا۔ اتنی بڑی دنیا میں گبرو جوان بہت ہیں مگر جادوگر ایک ہی ہے۔"

کنچن جوگی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ بے خودی میں بول رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں نشہ اتر آیا تھا اور جوگی دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ "ٹھیک ہے تمہارا علاج سمجھ میں آگیا ہے۔"

مرینا بہت خوش تھی۔ اس نے ٹیلی پیتھی کے بعد آتما شکتی حاصل کی تھی۔ پھر تیسری صلاحیت یہ تھی کہ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ اس نے اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کیا تھا۔ اس کی مناسبت سے ذہانت میں اور پختگی آئی تھی۔ حاضر دماغی' چالاکی اور تیز طراری اور بڑھ گئی تھی۔ اگر مہالامہ کنچن دیو اور اس کے چھ آتما شکتی حاصل کرنے والے چیلے ٹیلی پیتھی جانتے اور اس کے چور خیالات ضرور پڑھتے تو انہیں یہ عقل آتی کہ جس نے فرہاد علی تیمور کی بیٹی بن کر وفا نہیں کی وہ مہالامہ کی شاگرد بن کر کیا وفا کرے گی؟

وہ بھجن گاتی رہی تھی۔ بھگوان کی پوجا کرتی رہی تھی۔ ہندی الفاظ اور سنسکرت میں منتر پڑھ کر آتما شکتی حاصل کرتی رہی تھی مگر اندر سے کٹر عیسائی رہی۔ اپنے ملک امریکا کی وفاداری میں ذرا فرق

نے نہیں دیا۔ اس حسین بلا نے ایک نیا غیر معمولی علم حاصل کرنے کے لئے ہندو دھرم کا چولا پہن رکھا تھا۔

اس نے ہاسٹل میں آکر باتھ روم میں غسل کیا۔ پھر ہلکا پھلکا سا لباس پہن کر سونے کے لئے بستر پر آگئی۔ دبیز کمبل اوڑھ کر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ پھر اس نے پارس کا تصور کیا۔ اسے دیکھ کر مسکرائی پھر مسکراتے مسکراتے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے پوچھا "کوڈ ورڈز؟"

"میں تمہاری مرینا ہوں۔ کوڈ ورڈز اتنے پرانے ہو چکے ہیں کہ اب یہ دشمنوں کے علم میں آگئے ہوں گے۔"

"درست کہتی ہو لیکن میں یقین کرنا چاہتا ہوں تم مرینا ہو۔"

"میں اپنی اور تمہاری کچھ ایسی باتیں بتا رہی ہوں جو کسی تیسرے کے علم میں نہیں ہیں۔"

پھر وہ شرماتے ہوئے بتانے لگی۔ پارس نے سننے کے بعد کہا۔ "توبہ توبہ' کیسی بے حیا بے شرم ہو۔ ایک مرد سے ایسی باتیں کرتے زمین نہ پھٹ گئی۔ آسمان نہ ٹوٹ پڑا تم پر؟"

وہ ہنستی ہوئی بولی "کیا کروں میرا مرد ہی ایسا ہرجائی اور بے مروت ہے۔ خود بے شرم ہے' مجھے بھی بے شرم بنا دیتا ہے۔"

"اتنے دنوں تک کہاں غائب رہیں؟ میں تو سمجھ رہا تھا بہت اوپر چلی گئی ہو؟"

"تم ٹھیک سمجھ رہے تھے۔ میں اتنی بلندی پر آگئی ہوں کہ اب سر اٹھا کر دیکھنے والوں کی گردنیں ٹیڑھی ہو جایا کریں گی۔"

"مجھے اپنی گردن عزیز ہے۔ میں کبھی سر اٹھا کر نہیں دیکھوں۔ معاف کرو بی بی! کوئی دوسرا گھر دیکھو۔"

"میں پیچھا چھوڑنے والی نہیں ہوں۔ نئے کوڈ ورڈز مقرر کرو۔"

"سوری مرینا! آئندہ میرے پاس نہ آنا۔ ماضی کے تمام تعلقات کو جیسے اب تک بھولی ہوئی تھیں ویسے ہی ہمیشہ کے لئے بھول جاؤ۔"

"یہ تو میری آخری سانس تک ناممکن ہے۔"

"دیکھو مرینا! تم نے کبھی مجھ پر اعتماد نہیں کیا۔ صرف جسمانی خواہش کے لئے پیار جتاتی رہیں۔ تم نے پاپا کی بیٹی بن کر ان کے انکل کو دھوکا دیا۔ ایک مسلمان لڑکی کے دماغ میں اس لئے زلزلے پیدا کئے کہ اس کا محبوب اسلام قبول کرچکا تھا۔ تم بہت کم ظرف ہو۔"

"تم کون سے اعلیٰ ظرف ہو؟ نگر نگر گھومتے ہو اور بھانت بھانت کی لڑکیوں سے عشق کرتے ہو۔"

"اگر میں گناہگار ہوں تو مجھ جیسے دنیا کے ہر مذہب میں ہیں اور گناہگار جو بھی ہو' وہ اپنے مذہب پر آنچ آتے دیکھتا ہے تو پھر مرینا جیسی حسینۂ عالم کو بھی ٹھکرا دیتا ہے۔"

"تمہارے ٹھکرانے کا یہی انداز مجھے پاگل کر دیتا ہے۔ میں تو تمہیں ایک بہت بڑی خوشخبری سنانے آئی ہوں۔"

"تو پھر جلدی سے سناؤ اور جاؤ۔"

"میں تمہارے پاس آکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" پارس نے حیران ہو کر پوچھا۔

وہ بولی "ہاں مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہو گیا ہے۔ میں نے حمائلہ کو اور مسلمان ہونے والے وارنر بیگ کو بہت ستایا ہے۔ اس کی تلافی اسی طرح ممکن ہے کہ میں خود مسلمان ہو جاؤں' پھر تمہارے پاپا بھی مجھے معاف کر دیں گے۔"

"مرینا! مجھے یقین نہیں آرہا ہے۔ اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو پھر ہماری دوستی پھر سے پکی ہو جائے گی۔"

"صرف دوستی ہوگی؟ کیا ایک مسلمان ہونے والی سے شادی نہیں کرو گے؟"

"ضرور کروں گا' تمہیں عزت' مان' مرتبہ سب کچھ دوں گا۔"

"پھر اس کا کیا کرو گے جو تمہارے ساتھ رہتی ہے؟"

"کون رہتی ہے؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

"اسی کا ذکرِ خیر کر رہی ہوں جو پچھلی رات دوسرے کمرے میں تھی اور تمہارے کمروں کا درمیانی دروازہ مقفل نہیں تھا۔"

"کمال ہے۔ تم کیسے جانتی ہو؟"

"تم ہی سوچو۔ تمہارے چور خیالات کا خانہ مقفل رہتا ہے۔ میں نے یہ سب کچھ تمہارے دماغ سے چوری چوری معلوم نہیں کیا ہے اور میں جو کہہ رہی ہوں' چشم دید گواہ کی حیثیت سے کہہ رہی ہوں۔ تم آج کل ایک افغانی دوشیزہ کے ساتھ رہتے ہو۔"

"تم مجھے حیران پریشان کر رہی ہو۔ تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم کل رات یہاں آئی تھیں۔ یا تم نے ہمارے گائیڈ جلال شاہ کو آلۂ کار بنایا ہے اور اس کے دماغ میں چھپ کر ہمیں دیکھتی رہتی ہو۔"

"تم یقین کرو یا نہ کرو' میں کسی جلال شاہ کو نہیں جانتی ہوں اور نہ ہی کسی کو آلۂ کار بنا کر تمہارے قریب آئی ہوں۔"

"کیا تم نے کالا جادو سیکھ لیا ہے؟"

"میں کالے جادو پر تھوکتی ہوں۔"

"گویا تم ایک معما بن رہی ہو؟"

"یہی سمجھ لو۔ فی الحال بہت تھک گئی ہوں۔ سونے جا رہی ہوں۔ آئندہ آؤں گی تو کوڈ ورڈز ادا کروں گی۔ گڈ بائی!"

وہ دماغی طور پر اپنے بستر پر حاضر ہو گئی۔ اس کا چہرہ خوشی سے کھل گیا تھا۔ اس نے ایک معما بن کر پارس کو الجھا دیا تھا۔ آئندہ اوپری دل سے اسلام قبول کر کے نام نہاد مسلمان بن کر مجھے اور پارس کو فریب دینے والی تھی۔ وہ کہیں عیسائی تھی' کہیں ہندو اور کہیں مسلمان' سبھی کو چکر دے رہی تھی اور اس بات پر اسے خوب ہنسی آرہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے دماغ کو ہدایات دے کر سو گئی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پر ایک بند کمرے میں مہالامہ کنچن دیو ایک اونچی

مسند پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سامنے چھ چیلے فرش پر پلتھی مارے بیٹھے تھے۔ ایک قد آور شخص اپنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ کنچن جوگی نے کہا۔

"گرودیو! یہ ایک سپیرا ہے اس کا نام فانگ فوٹیلی ہے۔"

فانگ فوٹیلی نے کہا "گرودیو! میں زہریلا ہوں۔ ایسا زہریلا ہوں کہ عورتیں مجھ پر مرتی ہیں۔ وہ میرے زہر سے مرتی نہیں ہیں مدہوش ہو جاتی ہیں۔ منشیات کے عادی لوگوں کی طرح میری دیوانی ہو جاتی ہیں۔"

کنچن جوگی نے کہا "مرینا کے دماغ سے پارس کے بھوت کو بھگانے کا یہی ایک راستہ ہے۔ وہ ایک بار اس سے ملنے کے بعد پارس کو ہمیشہ کے لئے بھول جائے گی۔"

مہالامہ نے پوچھا "کیا مرینا اسے قبول کرے گی؟"

"قبول کرے یا نہ کرے۔ عام طور پر بھوت کو جبراً نکالا جاتا ہے۔"

"اس پر جبر ہوگا اور اسے ہم پر شبہ ہوگا تو ہماری ساری محنت برباد ہو جائے گی۔ وہ ہم سے بدظن ہو جائے گی۔"

"گرودیو! اسے شبہ نہیں ہوگا۔ ہم ابھی یہاں سے دریائے سنگے زانگبو کے ساحل پر عبادت کے لئے جا رہے ہیں۔ اس کی چیخ و پکار ہمارے کانوں تک نہیں پہنچے گی۔"

وہ سب تھوڑی دیر تک اس مسئلے پر بحث کرتے رہے۔ پھر وہاں سے اٹھ کر عمارت سے باہر آئے اور دریا کی سمت جانے لگے۔ وہ زہریلا شخص فانگ فوٹیلی وہاں رہ گیا۔ اسے اچھی طرح سمجھا دیا گیا تھا کہ مرینا کو کوئی نقصان نہ پہنچے اور اگر بات بگڑ جائے' وہ پکڑا جائے تو درس گاہ کے کسی بڑے شخص کا نام زبان پر نہ لائے۔

وہ ہاسٹل میں آیا۔ دن کے وقت ہاسٹل تقریباً خالی رہتا تھا طلبا اور طالبات درس گاہ میں شام تک رہتے تھے۔ مرینا نے پچھلی رات عبادت اور ریاضت میں اور اپنی آتما شکتی کو آزمانے میں گزاری تھی۔ اس لئے دن کے دس بجے سے سو رہی تھی۔

اس نے سونے سے پہلے دروازے کو لاک کر دیا تھا۔ باہر سے کوئی اندر نہیں آسکتا تھا لیکن مہالامہ نے اسے اس دروازے کی ڈپلیکیٹ چابی دی تھی۔ اس نے دروازے کے پاس آکر راہداری میں دائیں بائیں دیکھا۔ کوئی نہیں تھا۔ دوسرے کمروں کے دروازے بھی بند تھے۔ اس نے جیب سے چابی نکال کر بڑی آہستگی سے دروازے کو کھولا۔ پھر چابی کو جیب میں رکھ لیا۔

اگرچہ اس نے بڑی احتیاط سے اور آہستگی سے دروازہ کھولا تھا۔ اس کے باوجود مرینا کی آنکھ کھل گئی کیونکہ اس نے سونے سے پہلے دماغ جو ہدایات دی تھیں ان میں سے ایک ہدایت یہ تھی کہ کمرے میں کوئی غیر معمولی بات ہو یا کوئی داخل ہو تو فوراً آنکھ کھل جائے۔

اس نے آنکھ کھولتے ہی دروازے پر ایک قد آور پہلوان نما شخص کو دیکھا۔ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی "کون ہو؟ یہ دروازہ تم نے کیسے کھولا ہے؟"

وہ کمرے میں قدم رکھتے ہوئے بولا "میں نے بڑی رازداری سے ایک چابی بنوائی ہے۔ میں تمہارا دیوانہ ہو گیا ہوں۔"

"بکواس مت کرو۔ اپنی خیریت چاہتے ہو تو فوراً چلے جاؤ۔"

وہ بستر سے اتر کر چپل پہننا چاہتی تھی۔ پھر جلدی سے کمبل میں چھپ گئی کیونکہ ہلکا پھلکا سا لباس پہنا ہوا تھا۔ جسے پہننے کے باوجود بدن کا حسن پھٹا پڑتا تھا۔ وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولا "تمہیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ میں زہریلا ہوں۔ ایک بار میری آغوش میں آؤ گی تو بار بار مجھے یاد کرو گی۔"

وہ چیخ کر بولی "میں تھوکتی ہوں تم پر۔ یہاں سے جاؤ۔ ورنہ تم نے مہالامہ کے چھ جوانوں کو دیکھا نہیں ہے۔ وہ فولاد ہیں۔ تمہاری ہڈیاں توڑ کر پھینک دیں گے۔"

وہ بستر پر آکر جھک گیا۔ اس کے سڈول بازوؤں کو پکڑ کر کہا "کیا قیامت کا بدن ہے۔ اگر جان دے کر تمہیں حاصل کیا جا سکتا ہے تو سمجھ لو میں جان پر کھیلنے آیا ہوں۔"

اس نے پہلے پکڑا پھر جکڑا۔ وہ خود کو چھڑانے کے لئے پوری قوت سے جدوجہد کرنے لگی۔ یہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ آنے والے کے جسم سے بھی ویسی ہی زہریلی آنچ آرہی ہے جیسی وہ پارس کی قربت میں محسوس کرتی رہی تھی۔ اگر وہ محض ہوس زادی ہوتی تو فانگ فوٹیلی کی قربت میں ہار جاتی لیکن اس کی انا اور اس کے اندر کی عورت کسی دوسرے مرد کو قبول نہیں کرتی تھی۔

اس نے خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں زلزلہ پیدا کرنا چاہا مگر وہ سانس روک کر بولا "میں جانتا ہوں تم کھوپڑی کے اندر پہنچنے والی جادوگرنی ہو لیکن یہ جادو مجھ پر نہیں چلے گا۔"

وہ غالب آنا چاہتا تھا۔ وہ قابو میں نہیں آرہی تھی لیکن یہ سمجھ رہی تھی کہ یہ جنگ اسی طرح جاری رہی تو ہار جائے گی۔ اپنے حسن و شباب کو صرف اپنے محبوب کے لئے سنبھال کر رکھا ہے۔ آج یہ بدن دو کوڑی کا ہو کر رہ جائے گا۔ خود کو بچانے کا صرف ایک راستہ رہ گیا تھا۔ صرف ایک راستہ۔

اس نے اپنے بدن کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ ہرے کرشنا کہتے ہوئے سانس چھوڑ دی۔ اپنے بدن کو سانسوں سے خالی کرتے ہی اس کی آتما باہر آگئی۔ فانگ فوٹیلی نے چونک کر دیکھا اس کے بازوؤں کی گرفت میں جو بدن تھا وہ ایک دم سے ساکت ہو گیا تھا اور مرینا کے دیدے پھیل کر بے جان سے لگ رہے تھے۔

آتما بستر کے کنارے کھڑی اپنے بدن کو اور زہریلے شکاری کو دیکھ رہی تھی۔ وہ اس کے بدن کو بستر پر ڈال کر کبھی اس کی نبض ٹٹول رہا تھا اور کبھی کان لگا کر دل کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نہ تو نبض مل رہی تھی اور نہ ہی دھڑکن سنائی دے رہی

تھی۔

وہ پریشان ہو کر اس کے بدن کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوڑنے لگا۔ اس کے منہ پر طمانچے مارنے لگا تاکہ کسی طرح سانس واپس آجائے لیکن اس شکاری کو اس کا زندہ شباب نہیں مل رہا تھا۔ ہوس کی عمر صرف سانسوں کے چلنے تک ہے۔ بدن مرتا ہے تو اس کی طرف بڑھنے والی ہوس بھی مر جاتی ہے۔

وہ پیچھے ہٹ کر بستر سے اتر گیا۔ اسے حسرت سے دیکھنے لگا۔ اس پہنچے ہوئے حسن و شباب کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ موت بڑی ظالم ہوتی ہے' دل سے تمام خواہشیں چھڑا دیتی ہے۔

اس نے آخری کوشش کی۔ اس کے پیروں کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر باری باری دونوں پاؤں کے تلوے کو ہتھیلی سے رگڑنے لگا تاکہ گرمی سے جان آجائے۔

جان کیسے آتی؟ خود کو اپنے محبوب کے نام لکھ دینے والی نے اپنی جان آپ ہی اپنے جسم سے کھینچ لی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ گیا۔ پیچھے ہٹ گیا پھر پلٹ کر تیزی سے چلتا ہوا کمرے سے باہر آگیا۔ اس نے دائیں بائیں سر گھما کر دیکھا۔ وہاں کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا۔ مگر آتما دیکھ رہی تھی۔

وہ دوڑ کر ہاسٹل کی سیڑھیاں اترتا ہوا عمارت سے باہر آگیا۔ اس کی رفتار سے زیادہ آتما تیز رفتار تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ وہ دریا کی طرف جا رہا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ دریا کے کنارے جا رہا ہے۔ اب وہ بھی وہاں جا کر رپورٹ پیش کرنا چاہتا تھا کہ جو چاہا تھا وہ نہیں ہوا اور جو نہیں ہونا تھا وہ ہو گیا ہے۔ وہ مر چکی ہے۔ بڑی آن اور عزت والی تھی۔ عزت دینے سے پہلے ہی جان دے دی۔

وہ بے خبر تھا۔ جسے شکار کرنے گیا تھا اس کی آتما اس کے ساتھ جا رہی تھی۔ اس نے دریا کے ساحل پر ایک کھنڈر میں مہالامہ اور اس کے چیلوں کو دیکھا۔ وہ تعجب سے سوچنے لگی۔ "میری عزت پر حملہ کرنے والا گھبرا کر گرودیو کے پاس کیوں آیا ہے؟ کیا اپنے جرم کا اعتراف کرنے آیا ہے؟"

فانگ فوٹیلی نے ان کے قریب پہنچتے ہی ہانپتے ہوئے کہا۔ "غضب ہو گیا ہے۔ وہ مر گئی ہے۔"

مہالامہ نے بے یقینی سے پوچھا "کون مر گئی ہے؟"

"وہی مرینا۔ میں نے اسے راضی کرنا چاہا۔ وہ راضی نہیں ہوئی تب میں نے زبردستی کی۔ وہ بڑی ضدی تھی۔ میرے قابو میں نہیں آئی۔ پتا نہیں کیسے اس نے اپنی جان دے دی۔ میرا خیال ہے اس نے کچھ کھا لیا ہوگا۔"

کنچن جوگی نے پوچھا "کیا کہہ رہے ہو؟ وہ اچانک مر گئی تھی؟"

"ہاں بالکل اچانک جان دے دی۔"

"ابے الو کے پٹھے! وہ مری نہیں زندہ ہے اس نے اپنی آتما شکتی سے خود کو مردہ ظاہر کیا ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "تو الو بن گیا ہے۔ تجھے اس کی عزت کی ایسی کی تیسی کرنا چاہئے تھا۔"

یہ باتیں مرینا کی آتما کے سامنے ہو رہی تھیں لیکن آتما نہ بول سکتی تھی نہ سن سکتی تھی۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ آپس میں کیا بول رہے ہیں؟ چونکہ مہالامہ کے چیلے غصے میں فانگ فوٹیلی سے بول رہے تھے۔ اس لئے وہ سمجھ رہی تھی کہ وہ لوگ ٹیلی کی مجرمانہ حرکت پر برہم ہو رہے ہیں۔

وہ مہالامہ اور اس کے چیلوں پر شبہ نہیں کر رہی تھی۔ البتہ اتنا سمجھنا چاہتی تھی کہ مجرم بھاگتا ہوا ان لوگوں کے پاس کیوں آیا ہے؟"

ادھر فانگ فوٹیلی بھی برہم ہو کر کہہ رہا تھا۔ "اے مجھے بار بار الو مت کہو۔ الو گدھے تو تم لوگ ہو۔ تمہیں بتانا چاہئے تھا کہ آتما شکتی کس بلا کو کہتے ہیں اور وہ کس طرح خود کو مردہ بنا لیتی ہے۔ یہ بھی بتانا چاہئے تھا کہ وہ مردہ بن جائے تو ایسے وقت مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟"

مرینا کی آتما نے مہالامہ کے قریب ہو کر کہا "گرودیو! اسے معاف نہ کریں۔ یہ میری عزت کا دشمن بن کر آیا تھا۔ اسے سخت سزا دی جائے۔"

اس کی آواز کوئی سن نہیں سکتا تھا۔ گرودیو نے کہا "اچھا بنتا ہوا کام بگڑ گیا ہے۔ اب اس پر بحث کرنے اور غصہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ ہوشیار ہو گئی ہے۔ آئندہ کوئی دوسری تدبیر سوچی جائے گی۔ لاؤ اس کمرے کی چابی دو۔"

فانگ فوٹیلی نے اپنی جیب سے چابی نکال کر مہالامہ کی طرف بڑھائی تب مرینا نے حیرانی سے سوچا۔ میرے کمرے کی ڈپلیکیٹ چابی اس زہریلے شکاری نے گرودیو سے لی تھی۔ اس کا مطلب ہے یہ ان سب کی ملی بھگت ہے۔

بات صاف ہو رہی تھی۔ مہالامہ کنچن دیو یعنی ان کا گرودیو وہ چابی لے کر چابیوں کے گچھے میں رکھ رہا تھا۔ اور زہریلا شکاری دونوں ہاتھ جوڑ کر گرودیو کو پرنام کر کے واپس جا رہا تھا گویا اس نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ اس لئے جانے کی اجازت دے دی گئی تھی۔

ساری بات سمجھ میں آگئی۔ کنچن جوگی نے مرینا کے پاس تنہائی میں آکر پوچھا تھا کہ وہ پارس کو کیوں نہیں چھوڑنا چاہتی ہے اور مرینا نے بتایا تھا کہ پارس اس کا زہریلا محبوب ہے اور اس محبوب کا متبادل کوئی نہیں ہو سکتا اور اب یہ واضح ہو گیا تھا کہ کنچن جوگی نے گرودیو کی رضامندی سے پارس کا طلسم توڑنے کے لئے اس زہریلے فانگ فوٹیلی کو اس کے کمرے میں بھیجا تھا اور اس معاملے میں ناکام ہوئے تھے۔

مہالامہ اپنے چیلے کنچن جوگی سے کچھ کہہ رہا تھا۔ مرینا کی آتما سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اب وہ اس کے خلاف کیا سازشیں

کر رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد کنچن جوگی کھنڈر کے ایک شکستہ فرش پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ مرینا سمجھ گئی کہ کنچن جوگی اپنی آتما شکتی سے کچھ معلومات حاصل کرنے والا ہے۔ اس کی آتما اس کے جسم سے نکل کر کہیں جائے گی اور جب وہ اپنے جسم سے نکلے گی تو وہاں مرینا کی آتما کو دیکھ لے گی۔

وہ پلک جھپکتے ہی اپنے کمرے میں اپنے خالی جسم کے پاس آگئی۔ پھر اس جسم میں داخل ہو گئی۔ وہ جسم سانس لینے لگا۔ وہ لیٹے ہی لیٹے دیدے گھما کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی۔ اسے یقین تھا کہ کنچن جوگی کی آتما اسے یہاں دیکھنے آئی ہوگی یا آچکی ہوگی۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ بستر اور کمبل سے نکل کر الماری کے پاس آئی۔ وہاں سے ایک لباس نکالا۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کوئی اسے لباس بدلتے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ مگر ایک غیر مرد کی آتما دیکھ رہی ہوگی۔ وہ باتھ روم میں چلی گئی۔ خیال تھا کہ آتما میں تھوڑی شرافت ہوگی۔ وہ اسے دیکھنے باتھ روم میں نہیں آئے گی۔

ایک خیال یہ بھی تھا کہ وہاں بھی آجائے گی تو وہ اس کا کیا بگاڑ لے گی۔ اعتراض بھی نہیں کر سکے گی۔ کیونکہ وہ آتما کی طرف سے انجان بنی ہوئی تھی۔ پھر کسی چھپ کر کام کرنے والے کو کوئی نظر نہ آئے تو وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے اور اگر کوئی نادیدہ پردوں میں چھپ کر دیکھ رہا ہو تو یوں دیکھے جانے والی بات مشکوک ہوتی ہے' یقینی نہیں ہوتی۔

وہ لباس بدل کر باتھ روم سے کمرے میں آئی۔ پھر دروازہ کھول کر راہداری میں پہنچی۔ ہاسٹل ویران سا تھا۔ وہاں قیام کرنے والی کوئی طالبہ نظر نہیں آئی۔ یہ احساس تھا کہ نظر نہ آنے کے باوجود آتما اس کے قریب ہے اور اس کا تعاقب کر رہی ہے۔ اس نے درس گاہ کے دفتر میں آکر انچارج سے پوچھا۔ "گرودیو کہاں ہیں؟"

"وہ تھوڑی دیر پہلے کہیں گئے ہیں۔ شاید جلد ہی لوٹ آئیں گے۔"

وہ وہاں بیٹھ کر انتظار کرنے لگی۔ مہالامہ اور اس کے چیلوں کو واپس آنا ہی تھا۔ کنچن جوگی نے دریا کنارے جاکر یہ بتایا ہوگا کہ مرینا اپنے کمرے سے نکل کر درس گاہ کے دفتر میں آئی ہے اور ان کا انتظار کر رہی ہے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد مہالامہ اپنے چھ چیلوں کے ساتھ واپس آیا۔ اسے دیکھ کر بولا "میں سمجھ رہا تھا تم سو رہی ہو۔ یہاں دفتر میں کیا کر رہی ہو؟"

وہ بولی "میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

"میرے حجرے میں آؤ۔"

وہ سب آگے پیچھے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گرودیو کے حجرے میں آئے۔ وہاں گرو اپنے مخصوص انداز میں ایک مسند پر پلتھی مار کر بیٹھ گیا۔ مرینا اور اس کے تمام چیلے اس کے سامنے ادب سے دوزانو ہو گئے۔ پھر مرینا نے سر جھکا کر کہا "گرودیو! آپ کا ہاسٹل جوان لڑکیوں کے لئے محفوظ نہیں رہا ہے۔"

مہالامہ نے حیرانی کا اظہار کیا۔ "یہ کیا کہہ رہی ہو؟"

مرینا نے صاف محسوس کیا کہ گرو بناوٹی حیرانی ظاہر کر رہا ہے۔ اس نے اپنے کمرے میں ہونے والی واردات کا ذکر کیا۔ وہ لوگ سن رہے تھے اور کھوکھلی حیرانی کا اظہار کر رہے تھے۔ کنچن جوگی مٹھیاں بھینچ کر کہا "مرینا ہماری درس گاہ کی طالبہ ہے۔ ہماری درس گاہ کی عزت ہے' کس ذلیل نے ہاسٹل میں داخل ہونے کی جرأت کی ہے؟ کیا تم اسے پہچانتی ہو؟ وہ کون ہے؟ اس کی طرف اشارہ کرو' ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

مہالامہ نے ہاتھ اٹھا کر کہا "شانتی' صبر' صبر کرو۔ غصہ آ... کی عقل کو کھا جاتا ہے۔ مجرم جو بھی ہے۔ اس کا محاسبہ کیا جا... گا۔ ہمیں بھگوان کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ مرینا کی عزت و... سلامت رہی ہے۔"

"میں شکر ادا کر رہی ہوں اور سوچ رہی ہوں' وہ شیطان... دروازہ کھول کر کیسے آیا تھا۔ ایک چابی میرے پاس رہتی ہے... کے پاس دوسری چابی کہاں سے آگئی؟"

مہالامہ نے اپنے چیلوں کی طرف دیکھا۔ ایک چیلے نے... "اس قسم کی واردات کرنے والوں کے لئے مقفل دروازے کو... لینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔"

دوسرے چیلے نے کہا "کسی نے موم کی شیٹ پر تمہار... دروازے کی کی ہول کا سانچہ اتار لیا ہوگا۔ اس کے بعد چابی بنا... آسان ہوتا ہے۔"

"اس درس گاہ اور ہاسٹل میں آج تک ایسی واردات... ہوئی۔ یہ شرم کی اور تشویش کی بات ہے۔"

"ہمیں جلد سے جلد اس شیطان کا سراغ لگانا چاہئے۔"

مرینا نے دریا کے کنارے اپنی آنکھوں سے دیکھا... انہوں نے اس شیطان کو سامنے آنے پر بھی چھوڑ دیا تھا۔ اس کمرے کی چابی لے کر یوں جانے دیا تھا جیسے اس نے کوئی خطا... ہو اور اب دعوے کر رہے تھے کہ اس کا سراغ لگائیں گے۔

وہ بولی "گرودیو! میں یہاں آپ کے سائے میں رہتی ہو... مجھے یقین ہے کوئی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔"

گرودیو نے خوش ہو کر کہا "اپنے گرو پر بھروسا مضبوط ہے... لئے تم ہر بلا سے محفوظ رہو گی۔"

وہ بولی "میری ایک عرض ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا... میرا معاملہ رہنے دیں۔ وہ میرا مجرم ہے۔ میں آج رات آتما... کے ذریعے اس کے پاس جاؤں گی۔ میری آنکھوں میں اس کی ت... ہے۔ وہ پاتال میں بھی چھپے گا تو میری آتما وہاں پہنچ جائے گی۔"

مہالامہ نے کہا "ٹھیک ہے۔ تمہیں حق پہنچتا ہے کہ اپنے... کو آپ سزا دو۔ اس سلسلے میں ہم ہمیشہ تعاون کے لئے تیار ر... گے۔"

میں کوشش کروں گی کہ میرے معاملے میں کسی کو زحمت نہ...

اس نے گرودیو کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑے اور سر جھکا کر... گئی۔ اس کے جانے کے بعد ایک چیلا حجرے کے باہر کھڑا... گیا تاکہ مرینا کسی وجہ سے واپس آئے تو وہ اندر آکر انہیں... اطلاع دے۔

حجرے کے اندر گرودیو نے کہا "کنچن جوگی! معاملہ بگڑنے والا ہے۔ وہ پہلے آتما شکتی سے اس کی رہائش گاہ تک پہنچے گی۔ پھر روحانی طور پر وہاں جاکر کسی طرح اس کے دماغ میں گھس کر ہم... کا کچا چٹھا معلوم کر لے گی۔"

کنچن جوگی نے کہا "آپ فکر نہ کریں۔ آج رات سے پہلے ہی ہمارا ایک ساتھی فانگ فوٹیلی کو ہمیشہ کے لئے خاموش کر دے گا۔"

مرینا اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ اس نے دروازے کو اندر سے لاک کر کے دوپہر تک نیند پوری کی۔ پھر منہ ہاتھ دھو کر لباس تبدیل کیا۔ دوپہر کے کھانے سے فارغ ہو گئی۔ پھر درس گاہ میں جانا چاہتی تھی... ایک ملازم نے اطلاع دی کہ چند غیر ملکی اس سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔

وہ دفتر میں آئی۔ وہاں بارہ عدد غیر ملکی بیٹھے ہوئے تھے۔ انچارج نے کہا "مس مرینا! یہ مسٹر کریمر ہیں۔ اپنے ان ساتھیوں کے ساتھ ماسکو سے آئے ہیں اور مسٹر کریمر! یہی مس مرینا ہیں۔"

کریمر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "تم سے مل کر خوشی ہوئی۔ میں نے تمہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔"

وہ مصافحہ کرتے ہوئے بولی "تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"دنیا کے ہر بڑے ملک میں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی تصویریں ان کی پوری ہسٹری کے ساتھ موجود رہتی ہیں۔"

"اچھا سمجھ گئی۔ اب یہ بھی سمجھا دو یہاں میری موجودگی کا سراغ کیسے ملا؟"

"ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا تین دن پہلے تمہارے دماغ میں آنا چاہتا تھا لیکن تم نے سانس روک لی۔ اسے صرف چند سیکنڈ تمہارے دماغ میں رہنے کا موقع ملا۔ اتنی سی دیر میں اس نے ایک مندر میں تمہارے ساتھ کسی لامہ کو دیکھا۔ اس سے اندازہ ہوا کہ تم تبت کے کسی مندر میں ہو۔"

"اچھا تو میں اس مندر میں مل گئی۔ مجھ سے ملاقات بھی ہو گئی۔ اب کچھ چھپائے بغیر مقصد بھی بتا دو۔"

"کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم کہیں تنہائی میں دو باتیں کریں۔"

"مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن یہ تو معلوم ہو کہ مجھے تلاش کرنے اور مجھ سے ملاقات کرنے بارہ افراد کی فوج کیوں آئی ہے۔ کیا تم تنہا کافی نہ ہوتے؟"

کریمر نے دل میں کہا "کمبخت اگلوانا چاہتی ہے کہ میں اسے اغوا کرنے کے لئے یہ چھوٹی سی فوج لایا ہوں۔"

وہ بات بناتے ہوئے بولا "تم جانتی ہو روس اور جمہوریہ چین ایک دوسرے کے مخالف ہیں اور یہ دونوں ملکوں کا درمیانی علاقہ ہے۔ یہاں دشمنوں سے دوستی کی توقع نہیں تھی اس لئے یہ میرے ساتھ آئے ہیں۔"

کریمر کے ایک ساتھی جاسوس نے کہا "تمہارا اعتماد حاصل کرنے کے لئے ہم سب یرغمال کے طور پر بیٹھے رہیں گے۔ تم کریمر کے ساتھ تنہا چلی جاؤ۔"

"اس کے باوجود میں درس گاہ اور مندر سے باہر نہیں جاؤں گی۔ تم دوسرے کمرے میں چل کر مجھ سے باتیں کر سکتے ہو۔"

وہ دونوں درس گاہ کے ایک خالی کمرے میں آئے۔ کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ کریمر نے کہا "ہمیں حال ہی میں معلوم ہوا کہ تم سپر ماسٹر سے بدظن ہو گئی ہو۔ تم نے اپنا ملک چھوڑ دیا ہے اور ایک طویل عرصے سے بھٹک رہی ہو' تنہا زندگی گزار رہی ہو۔"

"یہ درست ہے۔ آگے بولو۔"

"ایک حسین اور نوجوان لڑکی تنہا رہے تو اس کی آبرو کے بے شمار دشمن پیدا ہو جاتے ہیں۔"

"میں مانتی ہوں۔ میرے ساتھ پچھلی رات ایسا ہو چکا ہے۔ میرے لئے کوئی دروازہ کوئی دیوار مضبوط نہیں ہے۔"

"پھر تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تمہارے اس علم سے فائدہ اٹھانے کے لئے تمہارے خلاف سازشیں ہو سکتی ہیں۔"

مرینا نے دل میں کہا "سازشیں ہو رہی ہیں۔ پارس کو مجھ سے دور کرنے کے لئے اس جیسا ایک زہریلا شخص بھیجا گیا تھا۔ میرا اندازہ ہے کہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلے بھارتی حکومت کے لئے کام کر رہے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ میں ان کا دھرم قبول کر چکی ہوں۔ اور اب کی سیاست کو بھی قبول کر کے ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں فائدہ پہنچاؤں گی۔"

کریمر نے پوچھا۔ "کیا سوچ رہی ہو؟"

"تمہاری باتوں پر غور کر رہی ہوں۔ تم بہت صحیح وقت پر آئے ہو۔ ایک مدت سے تنہا رہ کر اور دربدر ہو کر طرح طرح کی مصیبتیں اٹھا کر اس نتیجے پر پہنچ رہی ہوں کہ اگر کسی بڑے ملک کی سرپرستی حاصل نہیں کروں گی تو کوئی میری آبرو کا سرمایہ لوٹ کر مجھے اغوا کر کے کسی سپر پاور کی قید میں پہنچا دے گا۔"

وہ خوش ہو کر بولا "بالکل یہی باتیں تمہیں سمجھانے آیا ہوں لیکن جیسے تمہاری ذہانت کے چرچے سنے تھے' تم اس سے بھی زیادہ ذہین اور معاملہ فہم ہو۔ میرے سمجھانے سے پہلے ہی دانشمندانہ فیصلے کر رہی ہو۔"

وہ مسکرا کر بولی "میری زیادہ تعریفیں نہ کرو۔ میں کچھ تو حالات سے مجبور ہو کر اور کچھ دل کی بات مان کر یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔"

"یہ دل کی بات کیا ہے؟"

وہ ذرا شرماتے مسکراتے ہوئے بولی "دفتر میں تمہیں دیکھتے ہی

دل نے کہا، مجھے یہاں سے نکلنے کے لئے تمہارے ہی جیسا ساتھی چاہئے۔ تمہاری شخصیت میں بلا کی کشش ہے۔"

کریمر کی کھوپڑی عشق کی طرف گھوم گئی۔ ایک حسین اور جوان دوشیزہ جو ٹیلی پیتھی بھی جانتی ہو اگر وہ کسی پر عاشق ہو جائے یا اس کی معشوق بن جائے تو اس کی خوش قسمتی کا تو کوئی ٹھکانا نہیں ہوگا۔ کریمر نے چشم زدن میں خود کو ساری دنیا کا بادشاہ بنتے دیکھا۔ خوشی سے کانپتے ہوئے بولا "مرینا! کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟ مجھے اپنا دوست بناؤ گی؟"

"پہلے آزماؤں گی۔"

"میں تمہاری ہر آزمائش پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا تمہارا ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ہماری دوستی اور محبت کو برداشت کرے گا؟ کیا وہ تمہارے دماغ میں آتا ہے؟"

"میری مرضی کے بغیر نہیں آسکتا۔ ایوان راسکا اور ماسک مین وغیرہ ہماری دوستی اور محبت پر اعتراض نہیں کریں گے بلکہ خوش ہوں گے۔"

"تمہارے ملک سے دو شرائط پر دوستی کروں گی۔ ان شرائط میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"وہ دو شرائط کیا ہیں؟"

"ایک تو یہ کہ میں روس میں نہیں رہوں گی۔ دنیا کے کسی اور ملک میں رہ کر تمہارے ماسک مین کے کام آتی رہوں گی۔"

"میں تمہاری یہ شرط ماسک مین تک پہنچا دوں گا۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ یہاں میرے سات دشمن ہیں۔ میں انہیں جہنم میں پہنچا کر یہاں سے جاؤں گی۔"

"ان کے نام اور پتے بتاؤ۔ ہم انہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔"

"نہیں۔ تم اور تمہارے ساتھی ان ساتوں کو زخمی کریں گے پھر میں ان کے دماغوں میں جا کر انہیں سزا دوں گی۔"

"جیسا چاہو گی، ویسا ہی ہوگا۔ ان کے نام بتاؤ۔"

"اس درس گاہ کا مہالامہ اور اس کے چھ چیلے میرے مجرم ہیں۔"

"ان کے متعلق کچھ بتاؤ۔"

"یہ گرو اور چیلے آتما شکتی کے مالک ہیں۔"

"آتما شکتی سے کیا مراد ہے؟"

"میں آتما شکتی کی حیرت انگیز باتیں بیان کروں گی تو تمہیں یقین نہیں آئے گا۔ فی الحال اتنا ہی سمجھ لو۔ ان میں سے کوئی آدھا گھنٹا کوئی گھنٹا اور کوئی دو گھنٹے سانس روک لیتا ہے۔ جنگ شروع ہو جائے تو ان میں سے کوئی تھکتا یا گرتا نہیں جانتا۔ اپنے مقابل کو ہانپنے کانپنے مرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان پر غالب آنا بچوں کا کھیل نہیں ہے۔"

"ہم بڑوں کا کھیل کھیلیں گے۔ ذہانت سے کام لیں گے۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں۔"

"میں یہاں سے اٹھ کر مہالامہ وغیرہ سے ملاقات کروں تاکہ تمہارے دشمنوں کے چہرے پہچان سکوں۔"

"ان سے ملاقات نہ کرو۔ مہالامہ اور اس کے چیلے پورے تبت میں مشہور ہیں۔ یہاں سے باہر جا کر کہیں بھی انہیں پہچان لوگے۔ ابھی تو میں تمہیں غصہ دکھاؤں گی اور الزام دوں گی کہ مجھے یہاں سے جبراً لے جانے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"یعنی تم یہ نہیں چاہتیں کہ مہالامہ کو ہماری دوستی کا علم ہو اور وہ شبہ نہ کرے کہ انہیں نقصان پہنچانے میں تمہارا ہاتھ ہے۔"

"بالکل یہی بات ہے۔ اب چلو یہاں سے۔"

وہ دونوں کمرے سے باہر آئے۔ مرینا ناگواری سے منہ بنائے ہوئے تھی جیسے کریمر اس کے لئے ناپسندیدہ شخص ہو۔ انچارج کے دفتر میں کریمر کے گیارہ ساتھی انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مہالامہ اپنے خاص چیلے کنچن جوگی کے ساتھ وہاں آگیا تھا اور ان غیر ملکیوں کی آمد کی وجہ دریافت کر رہا تھا۔

مرینا نے وہاں آکر کہا "گرودیو! یہ لوگ یہاں سیاسی مکاریاں دکھانے آئے ہیں۔ یہ کریمر چاہتا ہے میں آپ کی تعلیم و تربیت چھوڑ کر اس کے ساتھ ماسک مین کی غلامی کرنے جاؤں۔"

کنچن جوگی نے گھور کر کریمر کو دیکھا۔ پھر کہا "اپنی سلامتی چاہتے ہو تو کل صبح تک یہ شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ ورنہ تم میں سے کوئی ایک کے بعد دوسری سانس نہیں لے سکے گا۔"

کریمر نے اپنے ساتھیوں سے کہا "چلو یہاں سے۔ ہم دیکھیں گے کہ یہاں سانس لینے کے لئے کون باقی رہے گا۔"

وہ سب وہاں سے اٹھ کر چلے گئے۔ مہالامہ نے مرینا سے پوچھا "انچارج کہہ رہا ہے، وہ تم سے بہت دیر تک تنہائی میں باتیں کرتا رہا تھا۔"

"ہاں میں خود اسے باتوں میں الجھاتی رہی۔"

"کوئی خاص بات؟"

"جی ہاں ایک تو میں چاہتی تھی کہ آپ اس کی موجودگی میں آجائیں۔ پھر ان کے متعلق بہت کچھ معلوم کر رہی تھی۔ پتا چلا بارہ افراد یوگا کے ماہر ہیں۔ میں ان کے چور خیالات نہیں پڑھ سکوں گی۔ وہ میرے لئے خطرہ بن کر آئے ہیں۔"

ایک چیلے نے کہا "ہم ایسے خطروں کو خاک میں ملانا جانتے ہیں۔"

وہ بولی "دشمنوں کو کمزور نہیں سمجھنا چاہئے۔ ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ایوان راسکا ان کے دماغوں میں آتا جاتا رہتا ہے۔ وہ ان کے ذریعے مجھے ٹریپ کر سکتا ہے۔"

مہالامہ نے کہا "ہاں یہ تشویش کی بات ہے۔ کنچن جوگی نے انہیں صبح تک یہاں سے جانے کے لئے کہا ہے اور صبح بہت دور ہے۔ ابھی تو شام کا اندھیرا بھی نہیں پھیلا ہے۔ دشمن آج رات ہی کچھ کر سکتے ہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں گرودیو! رات ہونے دیں یہ رات ان پر بہت بھاری ہوگی۔ میں ابھی ان کا بندوبست کرتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ مہالامہ نے مرینا سے کہا "تم اب جاؤ، تمہارا گیان دھیان کا وقت ہو گیا ہے۔"

وہ گرودیو سے رخصت ہو کر درس گاہ کے ایک بڑے ہال میں آئی۔ اس ہال کے فرش پر کئی طلبا اور طالبات ایک دوسرے سے دور پلتھی مارے دھیان گیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بھی ایک جگہ آکر فرش پر بیٹھ گئی۔ یوں ظاہر کرنے لگی جیسے وہ بھی گیان دھیان میں ڈوب گئی ہو۔

وہ اب دوسرے دھیان میں تھی۔ اپنی حکمتِ عملی سے دو پارٹیوں کو ایک دوسرے سے لڑا رہی تھی۔ اگر مہالامہ کی پارٹی کریمر وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے دماغوں میں پہنچ جاتی اور کریمر کی پارٹی مہالامہ وغیرہ کو زخمی کرتی تو وہ ان کے اندر پہنچ کر انتقام لیتی۔

اس حکمتِ عملی سے وہ محفوظ رہتی۔ خود کسی کے روبرو جا کر اسے زخمی کرنے اور کوئی خطرہ مول لینے کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ ان میں سے ہر ایک کے سامنے دوستی کا نقاب پہنے ہوئے تھی۔

یوں دونوں پارٹیوں کو ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر کے اس نے فانگ فوٹیلی کا تصور کیا اس کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لیا۔ اگرچہ وہ سانس روک لیا کرتا تھا۔ پھر بھی اس کے پاس بار بار جا کر اسے پریشان کرنے کے لئے اس کے اندر پہنچی تو وہاں جگہ مل گئی۔

بعض اوقات اتفاقاً کامیابی حاصل ہو جاتی ہے اور یہ کامیابی یوں حاصل ہوئی کہ فانگ فوٹیلی زخمی ہو گیا تھا اس کے پاس مہالامہ کا ایک چیلا یانگ لی کھڑا ہوا تھا۔ اس کی گرفت میں ایک خون آلود چاقو تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "ٹیلی! تم نے بہت برا کیا، جو مرینا کے کمرے سے ناکام واپس آئے۔ تمہاری ناکامی ہمارے لئے مصیبت بننے والی ہے۔ وہ آج رات آتما شکتی کے ذریعے حقیقت معلوم کر لے گی۔ اس سے پہلے میں تمہیں ٹھکانے لگا دوں گا۔"

ٹیلی نے کہا "میں اس کی آتما شکتی سے دھوکا کھا گیا تھا۔ مجھے ہلاک نہ کرو۔ ایک موقع اور دو۔ اس بار میں اسے......"

"بکواس مت کرو۔ ابھی تم نہ مرے تو ہمارے منصوبوں کو بہت آنچ آجائے گی۔ اسے معلوم ہو جائے گا کہ تم سے سرزد ہونے والے جرم میں ہم بھی برابر کے شریک رہے ہیں۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی ہمارے گرودیو کی اصلیت کو ننگا کر دے گی۔"

مرینا ٹیلی کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پتا چلا ٹیلی نے زخمی ہونے سے پہلے اس چیلے یانگ لی سے زبردست مقابلہ کیا تھا اور اس پر غالب آنے والا تھا۔ ایسے ہی وقت یانگ لی نے چاقو نکال کر اس پر حملہ کیا تھا۔ وہ حملہ بھی ناکام رہا کیونکہ وہ صرف زخمی ہوا تھا۔ اور اب اسے باتوں میں الجھا کر جوابی حملہ کرنے والا تھا۔

فانگ فوٹیلی ایک سپیرا تھا۔ وہ زخمی ہونے کے بعد جہاں آکر ہانپ رہا تھا وہاں سانپوں کے کئی پٹارے رکھے ہوئے تھے۔ اس نے اچانک ایک پٹارہ کھولتے ہوئے ایک سانپ کو اس کی طرف اچھال دیا۔ وہ چاقو اٹھائے تیزی سے حملہ کرنے آرہا تھا۔ اپنے اوپر ایک سانپ کو آتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔ فضا میں چاقو لہراتے ہوئے سانپ کو ہلاک کرنا چاہا۔ ٹیلی نے اس پر دوسرا پھر تیسرا سانپ بھی پھینکا۔ لوگ تو ایک ہی سانپ سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ اتنے سانپوں کے حملوں سے وہ چیخنے لگا۔ وہاں سے بھاگنے کے لئے دروازے کی طرف گیا لیکن بدحواسی میں دیوار سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑا۔

چاقو بہت پہلے ہی ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ دہشت زدہ ذہن نارمل نہیں رہتا اس لئے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا۔

مرینا اس کے اندر پہنچی تو اس نے محسوس نہیں کیا۔ اس کے دماغ کو کمزور بنانے کے لئے اس نے ایک زلزلہ پیدا کیا۔ وہ چیلا حلق پھاڑ کر چیختے ہوئے فرش پر تڑپنے لگا۔

فانگ فوٹیلی نے پہلے تعجب سے اسے تڑپتے ہوئے دیکھا۔ پھر حقارت سے بولا "گدھے کے بچے! میں نے ان سانپوں کا زہر نکال دیا تھا۔ ان میں سے کسی نے تجھے نہیں ڈسا پھر ایسے کیوں تڑپ رہا ہے؟"

اس نے فرش پر پڑے ہوئے چاقو کو اٹھا کر کہا "چل اٹھ اور مجھ پر حملہ کر۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے دماغی تکلیف سے کراہتے ہوئے بولا۔ "میں تجھ پر حملہ نہیں کر سکوں گا اور نہ ہی تو مجھ پر کر سکے گا۔ ہم دونوں بری طرح پھنس گئے ہیں۔ کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا میرے دماغ میں زلزلہ پیدا کر رہا ہے۔ وہ تمہارے بھی دماغ میں ہوگا یا ہوگی۔"

مرینا نے ٹیلی کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "ہاں میں آگئی ہوں۔ تم لوگوں کی کمینگی میں بہت پہلے سمجھ گئی تھی۔ تم دونوں بڑے جیالے تھے۔ سانس روک کر میرا رستہ روک لیتے تھے اور ٹیلی! تم مردانگی دکھانے میرے کمرے میں آئے تھے۔ اب دکھاؤ مردانگی۔ میں تمہارے دماغ میں ہوں۔"

فانگ فوٹیلی نے انکار میں سر ہلا کر کہا "میں تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ یہ مہالامہ کے چیلوں نے مجھے بہکایا تھا۔ مجھے معلوم ہوتا کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو اور میرے لئے لوہے کا چنا ثابت ہوگی تو تمہیں چبانے کی ناکام کوشش نہ کرتا۔"

"لوہے کا چنا۔" مرینا نے کہا "یہ تم نے خوب کہا تمہیں لوہے کے چنے چبانے چاہئے۔ تمہاری سوچ بتا رہی ہے کہ دوسرے کمرے میں ہر سائز کی کیلیں رکھی ہوئی ہیں۔ تم کھڑکیوں اور دروازوں کی مرمت کے لئے یہ چیزیں لائے ہو۔ چلو دوسرے کمرے میں جاؤ اور وہ کیلیں اٹھاؤ۔"

وہ ہدایت پر عمل کرتا ہوا دوسرے کمرے میں آیا۔ پھر ایک جگہ رکھی ہوئی کیلوں کو ایک مٹھی میں لے لیا۔ مرینا نے کہا "یہ لوہے کی ہیں انہیں چنے سمجھ کر چبانا شروع کردو۔"

کوئی ہوش مند لوہے کی کیلیں چبانے پر راضی نہیں ہوتا لیکن اس کا دماغ اپنے قابو میں نہیں تھا۔ اس نے اپنے منہ میں کیلیں بھرلیں۔ انہیں چبانے لگا۔ تکلیف سے بلبلانے اور تڑپنے لگا۔ مرینا نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ تکلیف کا احساس کر سکتا تھا۔

اس کے دانت، مسوڑھے، زبان اور حلق سب ہی لہولہان ہو رہے تھے۔ وہ منہ سے کیلیں تھوکنا چاہتا تھا۔ مرینا تھوکنے نہیں دیتی تھی۔ اندر سے لہو ابل کر باہر آتا جا رہا تھا۔

وہ بولی "سوچ ٹیلی! سوچ جب ایک لڑکی کی آبرو جبراً لی جاتی ہے تو اس کی روح کو کیسے زخم پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی جیسے لوہے کے چنے چباتے وقت ملتے ہیں۔"

وہ سوچ کے ذریعے چبانے سے انکار کر رہا تھا لیکن بے اختیار چباتا جا رہا تھا۔ پھر کیلیں اس کے منہ سے نکل نکل کر گرنے لگیں کیونکہ چبانے والے دانت بھی اپنی جڑیں چھوڑ کر کیلوں کے ساتھ باہر آرہے تھے۔

وہ تکلیف کی شدت اور کمزوری سے نڈھال ہو رہا تھا۔ گرنے سے سنبھل رہا تھا۔ آخر وہ ڈگمگاتے اور خون تھوکتے ہوئے اس کمرے میں واپس آیا جہاں گرودیو کا چیلا یانگ لی فرش پر پڑا ہوا تھا۔

اس کی دماغی تکلیف کسی حد تک کم ہوگئی تھی لیکن کمزوری تھی وہ سوچ رہا تھا وہاں سے اٹھ کر بھاگ جائے اور جا کر مہالامہ کو خبر کرے کہ مرینا ان سب کے لئے موت بن گئی ہے۔ اسے ہاسٹل سے نکلنے نہ دو۔ وہیں دفن کردو۔"

مرینا نے سوچ کے ذریعے کہا "اچھا گرودیو کے پاس جانا چاہتے ہو؟"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں نہیں۔ میں کسی کے پاس جا کر تمہاری شکایت نہیں کروں گا۔ مجھے معاف کردو۔ یہاں سے جانے دو۔"

"تم جاؤ گے تو تمہارے پیچھے یہ فانگ فوٹیلی میری شکایت کرنے کے لئے زندہ رہے گا۔ یہ مہالامہ کو بتادے گا کہ میں ان سب کی دشمن بن گئی ہوں۔ لہٰذا جانے سے پہلے اسے ختم کردو۔"

وہ اپنی جگہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر چاروں ہاتھ پاؤں فرش پر ٹیک کر ایک چوپائے کی طرح چلتا ہوا فانگ فوٹیلی کے پاس آیا۔ چاقو اس کے پاس پڑا ہوا تھا۔ اس نے چاقو اٹھالیا۔

ٹیلی کا منہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ وہ گڑگڑا کر زندگی کی بھیک مانگتا۔ جسم میں اتنی توانائی نہیں رہی تھی کہ اپنی زندگی بچانے کے لئے قاتل سے لڑتا۔ اس کے حلق سے عجیب عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں۔ چیلے یانگ لی نے وہاں سے ... فوراً ہی چاقو کا پھل اس کے سینے میں اتار دیا۔ اس میں جان ہی کیا رہ گئی تھی۔ وہ ذرا سا تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مرینا نے کہا "اب یہ چاقو تم اسی طرح پکڑے رہو اور سوچو طاقت کتنی ہرجائی ہوتی ہے۔ کل میں کمزور نظر آرہی تھی اور تم سب شہ زور تھے اب میں شہ زور ہوں۔ کیا تمہارا گرودیو اور تمہارے فولادی قوت رکھنے والے ساتھی یہاں تمہیں بچانے آسکتے ہیں۔"

وہ گڑگڑانے لگا "مجھے صرف تم ہی زندگی دے سکتی ہو۔ بس ایک آخری بار مجھے معاف کردو۔"

"تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے۔ سانس روکو اور اپنی آتما کو باہر نکالو تاکہ میں تمہارے مردہ جسم کو چھوڑ کر چلی جاؤں۔"

"تم نے میری سانس لینے کی توانائی چھین لی ہے۔ میری التجا پر غور کرو۔ مجھے زندہ رکھ کر اپنا دوست یا غلام بنا سکو گی۔ مجھے مار کر کچھ حاصل نہیں کر سکو گی۔"

"حاصل کروں گی۔ رازداری حاصل رہے گی۔ تمہاری موت کے بعد مہالامہ اور تمہارے ساتھیوں کو میری دشمنی کا پتا نہیں چلے گا۔"

مرینا نے اسے وہاں سے اٹھایا۔ وہ چلتا ہوا ایک دیوار کے پاس آیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں چاقو پکڑ کر اس کی نوک دوسرے ہاتھ پر رکھی پھر اسے چبھو کر ایک لانبی خون کی گہری لکیر بنائی۔ اس زخم سے خون ابلنے لگا۔ اس نے اپنی ایک انگلی خون میں ڈبوئی اور دیوار پر کریمر کا نام لکھنے لگا۔

نام لکھنے کے بعد اس نے چاقو کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے یوں پکڑا کہ اس کی نوک اپنی طرف ہوگئی۔ مرینا نے کہا "اپنی زندگی کی آخری بات بولو۔"

اس نے کہا "موت اٹل ہے لیکن آدمی کو بداعمالی سے ... موت نہیں مرنا چاہئے۔"

اس نے نوک اپنے سینے پر رکھی پھر دستے تک اس کے پھل کو اپنے جسم میں پیوست کرلیا۔ مرینا اس کے تڑپنے تک رہی پھر اس کے مردہ دماغ نے اسے باہر نکال دیا۔

وہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ درس گاہ کے بڑے ہال میں گہری خاموشی تھی۔ وہ دوسرے طلبا و طالبات کی طرح بدستور فرش پر پالتھی مارے بیٹھی ہوئی تھی اور دھیان گیان میں غرق دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے ایک منٹ کے بعد پھر خیال خوانی کی پرواز کی۔ کریمر کے دماغ میں آئی۔ وہ سانس روکنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا "میں مرینا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کروں؟"

"ہمیں کوڈ ورڈز مقرر کرنے چاہئیں تھے۔ فی الحال پہچان کے لئے یہی کہہ سکتی ہوں کہ ہم پہلی ملاقات میں دوست بن گئے ہیں۔ یہ دوستی عشق میں بدل رہی ہے۔ اب یقین آیا؟"

"ہاں محبت کی زبان سے یقین آجاتا ہے۔ آئندہ یہی کوڈ ورڈز رہیں گے کہ دوستی محبت بیگم سے ہوتی ہے۔ نفرت بیگم نے آج تک کوئی دوست نہیں بنایا۔"

"تم کوئی جادوگر ہو۔ تم نے پہلی ملاقات سے ہی مجھے محبت بیگم بنالیا ہے۔"

وہ خوش ہو کر بولا "تم ایسی باتیں کرتی ہو تو میں خود کو دنیا کا خوش نصیب انسان سمجھتا ہوں۔"

"میں یہ بتانے آئی ہوں کہ میں نے ایک سپیرے فانگ فوٹیلی اور مہالامہ کے چیلے یانگ لی کو ہلاک کردیا ہے۔"

"تم بڑی خطرناک ہو۔ اتنی جلدی دو دشمنوں کو کیسے بھگتا لیا؟"

اس نے تفصیل سے بتایا۔ پھر آخر میں کہا "میں نے اس چیلے کو ہلاک کرنے سے پہلے اس کے خون سے دیوار پر تمہارا نام لکھ دیا ہے۔"

"یعنی مجھے پھنسادیا ہے۔ وہ تم پر شبہ نہیں کریں گے۔ مجھے قاتل سمجھیں گے۔"

"کیا تمہیں اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ تم نے انہیں قتل کیا ہے۔ مجھے بھی کردو تو اف نہیں کروں گا۔"

"یہی بات میں کہتی ہوں۔ دنیا کا کوئی شہ زور مجھے زیر نہیں کرسکے گا لیکن تمہارے بازوؤں میں راضی خوشی مر جاؤں گی۔"

اس کی کھوپڑی ہوا میں اڑنے لگی۔ وہ بولا۔ "تم مجھے محبت کی ساتویں بلندیوں میں اڑا رہی ہو۔ بولو میں تمہارے لئے کیا کروں؟"

"وہی جو وعدہ کیا ہے۔ پہلے سات دشمن تھے اب چھ رہ گئے ہیں۔"

"میرے ساتھی ایکشن میں آچکے ہیں۔ جلد ہی تمہارے دشمنوں کے زخمی ہونے کی خبر سناؤں گا۔"

"خبر سننے کے لئے ضروری ہے کہ میں تمہارے پاس آتی جاتی رہوں۔"

"یوں تمہارے آتے جاتے رہنے سے بہار آتی رہے گی۔"

وہ اپنی ... اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہو کر یہی ظاہر کرتی رہی کہ دھیان ... میں مصروف ہے۔

ادھر درس گاہ کے باہر یانگ لی کی لاش لائی گئی تھی۔ پولیس والے وہ لاش لائے تھے۔ ایک افسر مہالامہ سے کہہ رہا تھا۔ "آپ کے چیلے کی لاش ایک سپیرے فانگ فوٹیلی کے مکان میں پائی گئی ہے۔ وہیں ایک دیوار پر خون سے لفظ "کریمر" لکھا ہوا ہے۔ کیا یہ کسی دشمن کا نام ہے؟"

انچارج نے کہا "جی ہاں ماسکو سے بارہ افراد کی ایک ٹیم آئی ہے ان کے لیڈر کا نام کریمر ہے۔"

مہالامہ کنجن دیو نے کہا "وہ ہماری درس گاہ کی ایک طالبہ مرینا کو یہاں سے اغوا کر کے لے جانا چاہتے ہیں۔ ہم پر دباؤ ڈالنے اور ہمیں دہشت زدہ کرنے کے لئے انہوں نے میرے اس ذہین طالب علم کو قتل کیا ہے۔"

کنجن جوگی نے پوچھا "افسر! کیا آپ اسے گرفتار کر رہے ہیں؟"

افسر نے کہا "میں اس مقصد کے لئے جا رہا ہوں لیکن وہ ایک بہت بڑے ملک کا شہری ہے، پتا نہیں کیسے مضبوط ذرائع کا مالک ہے۔ دیوار پر صرف کریمر لکھ دینے سے وہ قاتل ثابت نہیں ہوگا جبکہ ایک ہی نام کے کئی لوگ ہوتے ہیں۔ پھر بھی ہم اس کا محاسبہ کریں گے۔"

افسر سپاہیوں کے ساتھ سیاحوں کے کاٹیج میں آیا تو وہاں دو لاشیں ملیں۔

کریمر نے کہا "مہالامہ کنجن دیو کے چیلوں نے انہیں قتل کیا ہے۔ ان دو مقتولوں نے دم توڑنے سے پہلے کنجن جوگی اور رگھوناتھ کا نام بتایا تھا۔"

افسر نے کہا "آپ نے بھی ان کا ایک بندہ مارا ہے۔"

"ایک مارا ہے۔ ایک اور مارا جائے گا تو حساب پورا ہوگا۔"

"میں آپ کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں۔ آپ فوراً یہ شہر چھوڑ دیں۔ اپنے ملک واپس چلے جائیں۔ مہالامہ اور اس کے چیلے آتما شکتی کے ذریعے آپ میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ان کے سامنے یہاں کی سرکار اور یہاں کی پولیس بے بس تماشائی بن کر رہتی ہے۔"

کریمر نے کہا "ان کے پاس آتما شکتی ہے۔ ہمارے پاس ٹیلی پیتھی ہے۔ میں بھی تمہیں اور تمہاری سرکار کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ دور سے تماشا دیکھے۔ ابھی دو چار گھنٹوں میں ہمارے دو کی جگہ ان کے دس مارے جائیں گے۔"

یہ معاملہ ایک افسر نمٹا نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے بڑوں کو رپورٹ دینے چلا گیا۔ مرینا نے کریمر کے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کرنے چاہے۔ پتا چلا کریمر نے اسے محسوس نہیں کیا ہے کیونکہ اس کے دماغ میں ایوان راسکا بول رہا تھا۔ کریمر کو حکم دے رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد مہالامہ کے چیلوں کو زخمی کر کے مرینا کے حوالے کرے تاکہ مرینا اپنے تمام دشمنوں کو ختم کر کے ماسک مین پر اعتماد کرسکے اور دوستی قائم رکھے۔

مرینا نے کہا۔ "ہیلو ایوان راسکا! میں مرینا بول رہی ہوں۔"

"خوش آمدید مرینا! تمہاری دوستی ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔"

"کیا میری پہلی شرط ماسک مین کو منظور ہے؟"

"بالکل منظور ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے جب تک تمہیں

ہماری بے لوث دوستی کا یقین نہ ہوجائے' تم روس نہ آنا۔ اپنے وعدے کے مطابق کسی بھی ملک میں رہ کر تم دوستی کے حقوق ادا کرسکتی ہو۔"

اسی وقت موبائیل فون کا بزر بول اٹھا۔ کریمر نے فون اٹینڈ کیا۔ اس کے ایک ماتحت کی آواز آئی۔ "ہم نے مہالامہ کے دو چیلوں رگھوناتھ اور سنگ نوران کو زخمی کردیا ہے۔"

کریمر نے کہا "شاباش! یہی رفتار رکھو۔ صبح سے پہلے سب کو ٹھکانے لگانا ہے۔ یہ کام ہوتے ہی ہم واپس جائیں گے۔"

اس نے فون کا رابطہ ختم کیا۔ مرینا نے کہا "میں ابھی ان دو زخمیوں کے پاس جارہی ہوں۔ ایوان راسکا! کیا تم میرے دماغ میں آؤگے؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہے۔ میں ابھی آرہا ہوں۔"

وہ آگیا۔ مرینا نے کہا "میں تمہیں ان زخمیوں کے دماغوں میں پہنچارہی ہوں۔ تم وہاں خاموش رہنا۔ میں ضرورت پڑنے پر تم سے تعاون حاصل کروں گی۔ ان سے نمٹنے کے بعد تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

"میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔"

مرینا رگھوناتھ کے پاس آئی۔ وہ ایک بستر پر زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا۔ مہالامہ کا ایک اور چیلا سادھن رائے اس کی مرہم پٹی کرچکا تھا۔ اس سے کہہ رہا تھا "میں مہالامہ کو تمہارے بارے میں بتانے جارہا ہوں۔ تم اس مکان سے باہر نہ نکلنا۔ دشمن ہماری تاک میں ہیں۔"

رگھوناتھ نے کہا "پھر تو تمہارے لئے بھی باہر خطرہ ہے۔"

سادھن رائے نے جیب سے پستول نکال کر کہا "ہم سب اس وقت تک مسلح رہیں گے جب تک ایک دشمن بھی زندہ رہے گا۔"

وہ بولا "ذرا یہ پستول میرے ہاتھ میں دو۔ بہت عرصہ گزر چکا ہے' میں نے اسے ہاتھ نہیں لگایا۔"

سادھن رائے نے اسے پستول دیا۔ اس نے اس کے چیمبر کی گولیاں چیک کیں۔ پھر اچانک ہی سادھن رائے کا نشانہ لیتے ہوئے بولا "میں مرینا بول رہی ہوں۔ تم سب لاماؤں سے تمہاری کمینگی کا حساب چکارہی ہوں۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "رگھوناتھ! یہ کیا کہہ رہے ہو دیکھو۔ گولی چل جائے گی۔"

گولی چل گئی۔ مرینا نے ایوان راسکا سے کہا۔ "تم اس زخمی کو سزائے موت دو۔ میں دوسرے زخمی کے پاس جارہی ہوں۔"

وہ زخمی چیلے سنگ نوران کے پاس آئی۔ وہ ایک ایزی چیئر پر بیٹھا ہوا تھا۔ کنچن جوگی نے اس کے زخم کی مرہم پٹی کردی تھی۔ اس سے پوچھ رہا تھا "کیا چلنے پھرنے کے قابل ہو؟"

"بیشک میں ان روسیوں سے انتقام لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھوں گا۔"

وہ اپنی گن اور میگزین کو چیک کرتے ہوئے بولا "چلو۔"

سنگ نوران نے ایزی چیئر پر سے اٹھ کر میز پر رکھی ہوئی دوسری گن اٹھائی۔ اسے چیک کیا۔ کنچن جوگی دروازے کی طرف جارہا تھا۔ سنگ نے اس کا نشانہ لیا پھر گولی چلادی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ کنچن جوگی اچھل کر فرش پر گرا۔ اس کے ہاتھ سے گن چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے زخمی ٹانگ کو پکڑ کر کراہتے ہوئے حیرانی اور بے یقینی سے سنگ کو دیکھا۔ مرینا نے اس کی زبان سے کہا "حیرانی سے نہ دیکھو اپنے گریبان کے اندر جھانکو۔ وہاں مرینا کے ساتھ ہونے والی مکاری اور تمہارا کمینہ پن نظر آئے گا۔ میں تمہارے دماغ میں آرہی ہوں۔"

مرینا اس کے اندر آکر بولی "میں آگئی ہوں۔ مجھے سانس روک کر بھگا نہیں سکوگے۔ البتہ یہ دیکھو' یہ تمہارا ساتھی سنگ نوران بھاگ رہا ہے' اسے اپنے ہاتھوں سے گولی ماردو۔"

"نہیں' میں اپنے ساتھی کو گولی نہیں ماروں گا۔ نہیں ہرگز نہیں۔"

وہ نہیں نہیں چیختے ہوئے سنگ کا نشانہ لے رہا تھا۔ سنگ نے بچنے کے لئے دیوار سے باہر چھلانگ لگائی۔ مرینا نے اسے الٹی چھلانگ پر مجبور کرکے واپس کمرے میں پہنچایا پھر کنچن جوگی کے اندر آئی۔ جوگی نے اسی لمحے میں اپنے ساتھی کو گولی مار کر موت کی گود میں پہنچادیا۔

تھوڑی دیر کے لئے اس پر سکتہ طاری رہا۔ مرینا نے پوچھا "کنچن جوگی! چوکڑی بھول گئے؟ کیا میری آبرو کا کچرا نہیں کروگے تمہارے پاس یوگا کی مہارت ہے۔ جسمانی قوت ہے۔ آتما شکتی اور ہاتھ میں گن ہے۔ اتنی قوتیں رکھ کر کیا اس کمزور لڑکی کو نہیں مار سکتے جسے بے آبرو کرنا بچوں کا کھیل سمجھ رہے تھے۔"

وہ بڑے اعتماد سے بولا "جب تک شہ زور رہا سر اٹھا کر رہا۔ آج ایک عورت کے سامنے سر نہیں جھکاؤں گا۔ اس سے پہلے کہ تم مجھے مرنے پر مجبور کرو' میں سر اٹھا کر جان دے رہا ہوں۔"

مرینا نے اسے نہیں روکا۔ وہ مردانہ شان سے مرنا چاہتا تو وہ بولی "یہ عورت کی شان ہے کہ تمہاری آخری خواہش پوری کررہی ہے۔ مرجاؤ۔"

اس نے خود کو گولی ماری۔ ایوان راسکا نے کہا "میں نے رگھوناتھ کو تڑپا تڑپا کر مار ڈالا ہے۔ تم مجھ سے اہم گفتگو کرنے والی ہو؟"

"میں نے تمہیں اپنے پاس آنے دیا تم مجھے اپنے پاس آنے دو۔"

"ہاں دوستی کا یہی تقاضا ہے۔ اگرچہ ماسک مین نے سختی سے منع کیا ہے کہ میں کسی کو اپنے دماغ میں آکر باتیں کرنے کا موقع دوں۔ پھر بھی تمہیں خوش آمدید۔"

وہ راسکا کے پاس آکر بولی۔ "شکریہ۔ ہم اسی طرح ایک دوسرے کا اعتماد حاصل کرسکتے ہیں۔"

"کوئی مہمان گھر میں آتا ہے تو اس کی خوب خاطر مدارات کی جاتی ہے۔ تم دماغ میں آئی ہو۔ تمہاری کیا خاطر کروں؟"

"سچ بولنا انسانیت کی سب سے بڑی خاطر داری ہے۔ کیا سچ بولوگے؟"

"تم کوئی بھی بات پوچھ کر آزمالو۔"

"یہ جانتی ہوں کہ تم روسی نہیں امریکی ہو۔ ماسکو میں تمہیں دھوکے سے پہنچایا گیا ہے۔ کیا دھوکا کھانے کے بعد بھی روس کے وفادار ہو؟"

"تم یہ بات دماغ میں آکر پوچھ رہی ہو کوئی اور سننے والا نہیں ہے۔ اس لئے سچ بول رہا ہوں۔ یہاں میری حیثیت ایک قیدی کی ہے۔ میں آزادی چاہتا تھا۔ میں نے بغاوت کی کہ دوسرے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرح مجھے بھی آزاد چھوڑا جائے ورنہ میں خیال خوانی کے ذریعے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں نے مجھے بغاوت کی بہت بڑی سزا دی۔ ایسی غلاظتوں میں لے جاکر پھینک دیا جہاں بدبو سے دماغ پھٹنے لگتا تھا۔ انہوں نے ایسی ایسی اذیتیں پہنچائی تھیں کہ میں لفظوں میں بیان نہیں کرسکتا۔ آخر سوچ کر ان کا وفادار بن گیا کہ حرام موت نہیں مرنا چاہئے۔ زندہ رہ کر رہائی کی صورت نکالنا چاہئے۔ آج تم سے ملاقات کرکے میں اپنے اندر ایک نیا حوصلہ پارہا ہوں۔"

"تم مجھے اس ملک کا وفادار بنانے کے لئے کوئی چال نہیں چل رہے ہو۔ سچ بول رہے ہو۔ اس سچائی کے عوض میں تمہیں یہاں سے رہائی دلانے کی ہر ممکن کوشش کروں گی۔"

"ایک سچ اور کہہ دوں۔ میں نے امریکا سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والے بی جی تھرمال کو اور اسرائیل سے جنرل پارکن کو ٹریپ کیا ہے۔ دونوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے۔ ماسک مین نے کہا ہے اگر میں دو خیال خوانی کرنے والوں کو ماسکو پہنچاؤں گا تو وہ مجھے ملک سے باہر آزاد رہ کر کام کرنے کی اجازت دے گا۔"

"اگر وہ اجازت نہیں دے گا' تمہارے دونوں تابعداروں کو بھی تمہاری طرح غلام بنا کر رکھے گا تو اس کا کیا بگاڑلوگے؟"

"یہ بات میری سمجھ میں آرہی ہے۔ اسی لئے میں تھرمال اور جنرل پارکن کو اپنا معمول بنانے کے بعد بھی ماسک مین کو ٹال رہا ہوں۔"

"اسے ٹالتے رہو۔ تھرمال اور جنرل پارکن ہمارے کام آئیں گے۔ میں تبت سے نکلنے کے بعد تمہیں روس سے باہر لانے کی کوشش کروں گی۔"

"مرینا! بڑا سخت پہرا ہے۔ میرے سامنے اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ مجھے یہاں سے زندہ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی ہے۔"

"تم قیدی کی حیثیت سے سوچ رہے ہو۔ اور میں آزاد پنچھی کی اڑان سے تمہیں دیکھ رہی ہوں۔ ذرا صبر کرو۔ آزادی کو تمہارا مقدر بنادوں گی۔ آؤ! ذرا مہالامہ سے نمٹ لیں۔ تم میرے دماغ میں آجاؤ۔"

مرینا دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ درسگاہ کے ایک ہال کے فرش پر وہ کئی گھنٹوں سے بیٹھی ہوئی تھی اور وہیں بیٹھے بیٹھے میدان مارتی جارہی تھی' اٹھتے ہوئے بولی "راسکا' میں ہاسٹل کے کمرے میں جارہی ہوں۔ تم کریمر وغیرہ کی خیریت معلوم کرکے آؤ۔"

وہ درس گاہ کے ہال سے نکل کر حجرے میں آئی۔ وہاں مہالامہ نہیں تھا۔ اب اس کے دشمنوں میں وہی ایک مہالامہ اور اس کا ایک چیلا آتما رام رہ گئے تھے۔ اس نے انچارج سے پوچھا "گرودیو کہاں ہیں؟"

"پتا نہیں۔ پندرہ منٹ پہلے کہیں گئے ہیں۔"

"آتما رام کہاں ہے؟"

"وہ بھی ان کے ساتھ کہیں گیا ہے۔ آپ کو باہر نہیں جانا چاہئے۔ حالات بہت خراب ہیں۔ گرودیو کے پانچ چیلے مارے جاچکے ہیں۔"

"گرودیو پوچھیں تو بتادینا۔ میں ہاسٹل میں ہوں۔"

وہ دفتر سے نکل کر ہاسٹل کی عمارت میں آئی۔ پھر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی۔ ایوان راسکا نے آکر کہا۔ "غضب ہوگیا۔ کریمر کی ٹیم کے تمام افراد موت کی نیند سو گئے ہیں۔ کریمر بھی دم توڑ رہا ہے۔"

مرینا دروازہ کھول کر کمرے میں آئی پھر دروازہ بند کرکے ایک کرسی پر بیٹھ کر کریمر کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں۔ مرینا نے پوچھا "یہ کیسے ہوا؟"

اس کی سوچ نے کہا "دشمنوں نے ہمارے کھانے میں زہر ملادیا تھا۔ دو ساتھیوں کے قتل ہونے کے بعد ہم دس رہ گئے تھے۔ انہوں نے ایسے محاذ سے حملہ کیا جس کے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ ہم نے ایک ساتھ بیٹھ کر رات کا کھانا کھایا اور ایک ساتھ موت... موت...."

کہتے کہتے اس کی سوچ ڈوب گئی۔ پھر اس کا ذہن اندھیروں میں ڈوب گیا۔ مرینا اپنے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ راسکا نے کہا "ایک ہی وقت میں پوری ٹیم کا صفایا ہوگیا۔ یہ بہت بڑی ٹریجڈی ہے۔"

مرینا نے پوچھا "کیا تمہیں دکھ ہو رہا ہے؟"

"کیا دکھ نہیں ہونا چاہئے؟"

"میرا خیال ہے نہیں ہونا چاہئے۔"

"تم پتھر ہو۔"

"نہیں انسان ہوں۔ ایک لڑکی ہوں۔ اچھے لوگ دنیا سے اٹھیں تو دل کو صدمہ پہنچتا ہے۔ یہ مرنے والے تو وہ ہیں جو مجھے بھی تمہاری طرح غلامی کی زنجیریں پہنانا چاہتے تھے۔ کیا زنجیریں پہنانے والوں کا ماتم کروگے؟"

"نہیں، میں تھوڑی دیر کے لئے دشمنوں کے اعمال بھول گیا تھا۔ واقعی وہ بارہ افراد روسی تھے۔ ماسک مین کے وفادار تھے۔"

وہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی "میں نے کریمر سے عشق کیا تھا۔"

"ہاں، میں نے اس کے چور خیالات سے معلوم کیا تھا کہ تم دونوں میں محبت کا سلسلہ شروع ہوگیا ہے۔ اب سمجھ رہا ہوں کہ تم اسے الو بنا رہی تھیں۔"

"بیشک میں نے اسے فریب دیا لیکن آخری وقت میں نیکی کی۔ میں نے اسے مرتے وقت بھی محبت کی مسرتوں سے مالا مال رکھا۔"

"درست ہے، بعض اوقات انسان جان بوجھ کر نیکی نہیں کرتا۔ وہ نیکی خود بخود ہو جاتی ہے۔"

"ایسا نہ کہو۔ میں اس کی آخری سانسوں میں اسے دشمن کہہ کر اُس کا دل توڑ سکتی تھی لیکن میں نے نفرت ظاہر نہیں کی اسے محبت سے رخصت کیا ہے۔"

"تمہارے دو دشمن رہ گئے ہیں۔"

"میں نے تھوڑی دیر پہلے معلوم کیا تھا، انچارج نے بتایا ہے کہ مہالامہ اپنے چیلے آتمارام کے ساتھ کہیں گیا ہے۔"

"کیا وہ روپوش ہوگیا ہے؟"

"ہو سکتا ہے، اس کے پانچ آتما شکتی والے چیلے مارے گئے ہیں۔ اس نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا ہوگا۔ اس لئے آخری چیلے کے ساتھ روپوش ہوگیا ہوگا۔"

"اگر ایسا ہے تو اسے واپس آنا چاہئے۔ وہ جن بارہ افراد کو جانی دشمن سمجھتا تھا، وہ سب مر چکے ہیں۔ اسے تم پر شبہ نہ ہے۔"

"ہاں، میں اس کے لئے اہم ہوں۔ اسے میری سلامتی کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ضرور آنا چاہئے۔"

راسکا نے کہا "میں یہاں ایک فون اٹینڈ کر رہا ہوں۔ تم یہاں پاس آؤ۔"

مرینا نے آکر دیکھا۔ وہ ریسیور کان سے لگا کر کہہ رہا تھا "سر! میں حاضر ہوں۔"

دوسری طرف سے ماسک مین کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ "تم نے ابھی تک کریمر کی رپورٹ نہیں دی۔"

"میں ابھی رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ بہت تکلیف دہ رپورٹ ہے۔ تبت جانے والے بارہ افراد میں سے کوئی زندہ نہیں ہے۔"

"کیا بکتے ہو؟ اتنا بڑا نقصان ہوگیا تم کیا کر رہے تھے؟"

"میں کریمر کی ٹیم سے ہر ممکن تعاون کر رہا تھا لیکن دشمنوں نے ایسی چال چلی تھی جس کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔ انہوں نے کھانے میں زہر ملا دیا تھا۔ سب کے سب ایک ہی ساتھ کھانا کھا کر فنا ہوگئے۔"

"تم اور کریمر دعوے کر رہے تھے کہ مرینا دوست بن گئی کیا اس کی دوستی کام نہیں آرہی ہے؟"

"میں اس کے پاس گیا تھا وہ سانس روک لیتی ہے۔"

"یعنی وہ دھوکا دے رہی ہے؟"

"نو سر! وہ ناراض ہے۔ مجھ سے کہہ رہی تھی کہ میں اپنے دماغ میں آنے دوں۔ میں نے صاف کہہ دیا ماسک مین کی اجازت نہیں ہے۔ تب وہ بولی میری عقل بھی اجازت نہیں دیتی کہ کسی کو اپنے دماغ میں آنے دوں۔"

"اس لڑکی کو کسی طرح راضی کرو۔"

"کیسے کروں؟ کیا اسے اپنے دماغ میں آنے دوں؟"

"ہرگز نہیں، تم ہمارے اکلوتے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہو۔ تمہارے دماغ میں پہنچتے ہی کوئی مکاری دکھا سکتی ہے۔ تمہیں بھی سمجھا چکا ہوں اس بات کو دماغ میں نقش کرلو کہ کبھی کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو ایک ساعت کے لئے بھی اپنے اندر نہ آنے دینا۔"

"میں نے اب تک اسے آنے نہیں دیا ہے۔ آپ کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں۔"

"تم تبت میں کوئی آلۂ کار پیدا کرو۔ اس کے ذریعے مرینا سے بدلہ کرو۔"

"مرینا جس درس گاہ میں رہتی ہے وہاں سب ہی یوگا جانتے ہیں۔ وہاں ہمارے بارہ آدمی آلۂ کار تھے وہ نہیں رہے۔ یہاں سے کچھ لوگوں کو بھیجنا پڑے گا۔"

"ہمارے بہت سے کام کے آدمی مارے گئے ہیں، اب اور لوگوں سے نہیں جائیں گے۔ تم نے جنرل پارکن اور تھربال کو ٹریپ کیا ہے۔ ان کے ذریعے ہمارے ملک کے باہر ایک ٹیم بناؤ۔ اس کو مرینا کے پاس روانہ کرو۔"

راسکا نے مرینا کی ہدایت کے مطابق جھوٹ بولا "سر! ابھی اس نے سانس روکی ہے۔ وہ آنا چاہتی تھی۔"

"خبردار! اسے نہ آنے دینا۔"

"سر! میں نے پھر سانس روکی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کوئی ضروری بات کہنا چاہتی ہے۔"

"ہمارے لئے تم سے ضروری کوئی نہیں ہے۔ اسے نہ آنے دو، خود اس کے پاس جاکر پوچھو۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ ہولڈ کریں۔ میں ابھی بات کرتا ہوں۔"

پھر اس نے مرینا سے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کہنا چاہئے؟"

"وہ لمبی باتیں کر رہا ہے اور ہم دونوں کو اسی کمرے میں حاضر رہنا چاہئے۔ ماسک مین سے پیچھا چھڑاؤ۔"

وہ فون پر بولا "سر! میں اس کے پاس گیا تھا اس نے سانس روک لی۔ وہ بڑی ضدی ہے۔"

"ہم بھی ضدی ہیں۔"

"آپ مجھے سوچنے کا موقع دیں وہ ایسے دوست نہیں بنے گی۔ اسے کسی داؤ پیچ سے پھانسنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ ہر پہلو سے سوچو۔ میں بعد میں فون کروں گا۔"

ادھر سے فون بند ہوگیا۔ راسکا ریسیور رکھ کر مرینا کے پاس آیا۔ وہ بولی۔ "بڑی دیر ہوگئی ہے۔ مہالامہ کی خبر لینا چاہئے۔"

"ہمیں انچارج کے اندر جانا چاہئے۔"

انہوں نے انچارج کی سوچ پڑھی۔ پتا چلا ابھی ابھی آتمارام آیا تھا اور اس سے باتیں کرکے اوپر حجرے کی طرف گیا ہے۔ مرینا نے انچارج کی سوچ میں پوچھا۔ "آتمارام گرودیو کے ساتھ گیا تھا۔ وہ اکیلا کیوں آیا ہے؟ گرودیو کہاں رہ گئے ہیں؟"

انچارج کی سوچ نے کہا "میں نے پوچھا تھا لیکن اس نے بتایا نہیں کہ وہ کہاں ہیں۔ صرف اتنا کہہ دیا کہ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں۔ کہیں کسی ضرورت سے گئے ہیں۔ جب ضرورت سمجھیں گے آجائیں گے۔"

ایوان راسکا نے کہا "مرینا گڑبڑ ہے۔ تمہارا گرودیو بہت گہرا ہے۔ اس کے روپوش ہونے کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔"

"میں بھی وہی سوچ رہی ہوں۔ ہمیں آتمارام کے چور خیالات سے حقیقت معلوم ہوگی۔"

"تو پھر اسے زخمی کرنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں انچارج کو آلۂ کار بنا رہی ہوں لیکن تم اعتراف کروگے کہ یہ سارا خیال خوانی کا کھیل تم کھیل رہے ہو۔"

وہ دونوں انچارج کے دماغ میں آئے پھر اس پر قبضہ جمایا۔

اس نے میز کی دراز میں سے پستول نکالا اور اسے لباس میں چھپا کر سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اوپر آیا۔ حجرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے آہستگی سے اسے کھولا۔ اندر گہری تاریکی تھی۔ اس تاریکی میں آتمارام کی دھیمی دھیمی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ زیر لب کہہ رہا تھا۔ "ہرے رام ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

انچارج حجرے کے اندر آیا۔ پھر بولا "آتمارام! تم اندھیرے میں عبادت کر رہے ہو؟ میں لائٹ آن کرتا ہوں۔"

وہ اندھیرے میں ٹٹولتا ہوا سوئچ بورڈ کی طرف گیا۔

ایک بٹن کو دبایا تو حجرہ روشن ہوگیا۔ اس کے ساتھ حجرے کا دروازہ باہر سے بند کردیا گیا۔

مرینا اور راسکا نے انچارج کے ذریعے چونک کر دیکھا۔ جس مسند پر مہالامہ بیٹھا کرتا تھا وہاں ایک ٹیپ ریکارڈر رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے آتمارام کی دھیمی دھیمی آواز ابھر رہی تھی۔ "ہرے راما ہرے کرشنا۔ کرشنا کرشنا ہرے ہرے۔"

راسکا کی مرضی کے مطابق انچارج نے حجرے کے دروازے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا "یہ کس نے بند کیا ہے اسے کھولو۔"

باہر سے آتمارام کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا "مرینا! اس درس گاہ میں یہی ایک انچارج ایسا ہے۔ جو سانس روکنے کا ہنر نہیں جانتا ہے اور تم اس کے دماغ میں آتی جاتی رہتی ہو۔"

انچارج نے دروازہ پیٹ کر کہا "آتمارام! تم غلطی کر رہے ہو۔ میں مرینا نہیں یہاں کا انچارج کیشوراج ہوں۔"

"اس وقت تم صرف انچارج نہیں ہو۔ مرینا بھی ہو۔ صرف ہمارے وفادار ہوتے تو پستول لے کر حجرے میں نہ جاتے۔"

اندر سے انچارج کی آواز آئی "تم درست کہتے ہو، میں صرف کیشوراج نہیں ہوں۔ ایوان راسکا بھی ہوں۔ میں انچارج کیشوراج کو آلۂ کار بنا کر تمہارے لئے یہاں نہیں آیا ہوں۔"

"پھر یہاں کس لئے آئے ہو؟"

"میں مرینا کو تلاش کر رہا ہوں۔ اسے یہاں سے ماسکو لے جاؤں گا۔"

آتمارام نے پوچھا "کیا سچ کہہ رہے ہو کہ تم ایوان راسکا ہو اور مرینا کو تلاش کرنے آئے ہو؟"

"ہاں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔"

"پھر تو تمہارا جھوٹ کھل گیا مرینا! تم یہ بھول گئیں کہ انچارج

سے کہہ کر گئی تھیں کہ تم ہاسٹل کے کمرے میں جارہی ہو۔ اگر ایوان راسکا انچارج کے دماغ میں آتا تو اسے معلوم ہو جاتا کہ تم حجرے میں نہیں ہاسٹل کے کمرے میں ہو۔"

واقعی جھوٹ پکڑا گیا۔ مرینا نے راسکا سے کہا "تم نے یہ کیوں کہہ دیا کہ مجھے ڈھونڈنے حجرے میں گئے تھے؟"

"مجھے یاد نہیں رہا کہ تم انچارج کو بتا کر ہاسٹل میں آئی ہو۔ بڑی زبردست غلطی ہوئی ہے۔"

"میں مصیبت میں گھر گئی ہوں۔ یہ راز کھل گیا ہے کہ مہالامہ کے چیلوں کو ختم کرنے یا کرانے میں میرا ہاتھ ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم ہے کہ میں اس کمرے میں ہوں۔"

"تو پھر سوچتی کیا ہو؟ یہاں سے نکلو۔ اس چار دیواری میں رہو گی تو فرار کا راستہ نہیں ملے گا۔"

وہ اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ عقل یہی سمجھا رہی تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو' درس گاہ کی حدود سے باہر چلی جائے۔ کھلی جگہ ہو تو بچاؤ کے کئی راستے نکل آتے ہیں۔

وہ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے قریب آئی۔ اسے کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا اسی لمحے میں مہالامہ کنچن دیو کی بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

"باہر جانے کی زحمت نہ کرو واپس ہو جاؤ۔"

گرودیو کی آواز سن کر دہشت سے وہ چیخ پڑی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ پلنگ کے نیچے موجود تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ریوالور تھا۔ وہ کھسکتا ہوا پلنگ کے نیچے سے نکل رہا تھا۔ وہ خوف پر قابو پاتے ہوئے بولی۔

"گرودیو! آپ' میرے کمرے میں؟"

"کس کا گرودیو! اور کہاں کا گرودیو؟ تم نے مجھ سے آتما شکتی حاصل کی اور میری ہی آتما کو میرے جسم سے چھین لینے کی کوشش کی۔"

"آ۔۔ آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں۔"

"یہ کیوں بھول رہی ہو کہ میں آتما شکتی میں گرو مانا جاتا ہوں۔ میں یونہی تمہارے بستر کے نیچے نہیں تھا۔ وہاں نیچے میرا خالی جسم تھا اور میری آتما حجرے کے اندر اور باہر دیکھ رہی تھی کہ میرے چیلے آتما رام نے کس طرح انچارج کو حجرے میں قید کیا اور ایک آلۂ کار کے بغیر تمہیں بے دست و پا بنا دیا۔"

مرینا ریوالور کو اپنی طرف دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی۔ اس کمبخت گرو سے کیسے پیچھا چھڑایا جائے؟ لیکن وہ ایسا برا وقت تھا جو ٹل نہیں سکتا تھا اور کوئی مدد کو آ نہیں سکتا تھا۔۔۔ وہاں کوئی اس کا اپنا نہیں تھا۔ پیچھے دروازہ مقفل تھا اور آگے ریوالور کی نال اس پر اٹھی ہوئی تھی۔

مہالامہ فرش پر سے اٹھ کر بولا "مرینا! آج تم نے مجھے جیسی چوٹ دی ہے ایسی چوٹ کبھی نہیں کھائی۔ تم نے کنچن ... رگھوناتھ' یانگ لی' سنگ نوران اور سادھن رائے جیسے پانچ ... ہیرے خاک میں ملا دیئے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے گولی چلائی۔ وہ دہشت زدہ ہو کر چیخ ... اچھل کر ایک طرف گئی۔ گولی سے بچ گئی لیکن توازن قائم نہ ... سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس نے دوسرا فائر کیا۔ وہ بھی خالی گیا ... کی قسمت ساتھ دے رہی تھی۔

تیسرے فائر میں قسمت نے ذرا سی بے وفائی کی۔ گولی اس ... ٹانگ کو چھوتی ہوئی گئی۔ وہ موت کے خوف سے چیخ پڑی۔ اس ... مہالامہ نے دونوں ہاتھوں سے ریوالور کو اچھی طرح پکڑ کر کہا ... اس میں تین گولیاں ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک ضرور تیرا کام ... کرے گی۔"

وہ چیخنے لگی۔ "بچاؤ۔ بچاؤ کوئی خدا کے لئے بچاؤ....."

وہ صحیح نشانہ لے رہا تھا لیکن گولی چلانے سے پہلے ہی باہر ... فائرنگ ہوئی۔ دروازے کا لاک ٹوٹ گیا۔ پھر وہ دروازہ ٹوٹنے ... انداز میں ایک دھڑاکے سے کھل گیا۔ کوئی اچھل کر اندر آیا ... مہالامہ نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر آنے والے پر تڑا تڑ گولیاں ... چلا دیں۔ اس کا سر اور چہرہ ماسک میں چھپا ہوا تھا۔ وہ گولیاں کھا کر ... تڑپتا ہوا فرش پر گر کر ٹھنڈا پڑ گیا۔

مہالامہ ریوالور کو اسی طرح دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہو ... تھا۔ اس نے حقارت سے کہا "دیکھ مرینا! تیرے لئے آسمان ... ایک مدد آئی تھی' یہ بھی خاک ہو گئی۔ یہ تیرے پاس پڑا ہے ... کے چہرے سے نقاب ہٹا۔ میں دشمن کا چہرہ دیکھوں گا۔"

مرینا نے ہاتھ بڑھا کر لاش کے چہرے پر سے ماسک ہٹا ... مہالامہ کے دماغ کو جھٹکا سا پہنچا۔ اس کے سامنے اپنے ہی چیلے ... رام کی لاش پڑی تھی اور اس کے منہ سے ایک ٹیپ چپکا ہوا ... جس کے باعث وہ گرودیو کو گولی چلانے سے روک نہیں پایا تھا ... گرودیو نے بھی اندھا دھند اس پر گولیاں چلا دی تھیں۔

وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہو ... بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

روشنی کمرے میں تھی۔ راہداری میں تاریکی تھی۔ اس تار ... سے ایک قد آور سایہ چلتا ہوا دروازے پر آیا۔ پھر بولا ... گھنٹال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کر دیں ... میرے ہاتھوں تم خرچ ہونے کے لئے رہ گئے ہو....."

مرینا آنے والے کی آواز سنتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی ... "پاپا۔ پاپا۔ پاپا......" وہ مارے خوشی کے ہکلاتی چلی گئی۔

میں توبہ خانم کے ساتھ حاتم شہریار کی حویلی سے باہر آیا ... احاطے میں مسلح سیکورٹی گارڈز کھڑے ہوئے تھے۔ احاطے کا بڑا آہنی گیٹ بند تھا اور وہ حاتم شہریار کے حکم کے بغیر نہیں کھل سکتا تھا۔ سیکورٹی افسر نے قریب آ کر توبہ خانم کے سامنے الرٹ ہو کر پوچھا "کیا آپ باہر جارہی ہیں؟"

توبہ نے اپنے مزاج کے مطابق شاہانہ انداز میں کہا "ہاں گیٹ کھولو۔"

"لیکن خانم! شہر میں گولیاں چل رہی ہیں۔"

"چلنے دو۔ تم حکم کی تعمیل کرو۔"

وہ گیٹ کی طرف جانے لگا پھر رک گیا۔ کچھ سوچتے ہوئے ہماری طرف گھوم کر بولا "آقا حاتم نے فرمایا تھا' وہ کچھ عرصہ تک روپوش رہیں گے میں ان کی عدم موجودگی میں آپ کے احکامات کی تعمیل کرتا رہوں گا لیکن میں ان سے انٹرکام پر باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

توبہ خانم اپنے بھائی حاتم شہریار کو گولی مار چکی تھی۔ حویلی کے اندر انٹرکام پر باتیں کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ بولی "برادر حاتم روپوش ہیں وہ کسی سے گفتگو بھی نہیں کریں گے۔ جو حکم دے رہی ہوں اس کی تعمیل کرو۔"

وہ پلٹ کر گیا۔ اندر سے مطمئن نہیں تھا۔ اپنے ماتحتوں کو حکم دینا چاہتا تھا کہ گیٹ کو بند رکھیں اور ہمیں گھیر لیں۔ اس وقت تک ہمیں باہر نہ جانے دیں جب تک آقا حاتم شہریار کی خیریت معلوم نہ ہو۔

یوں بات بگڑ سکتی تھی۔ میں نے اس کے دماغ کو اپنے قابو میں کیا۔ اس نے فوراً ہی گارڈز کو گیٹ کھولنے کا حکم دے دیا۔ میں نے توبہ سے کہا "تم ڈرائیو کرو۔ میں اس کے دماغ کو کنٹرول کروں گا۔"

میں نے جتنی دیر توبہ سے یہ بات کی۔ اتنی دیر تک سیکورٹی افسر میری گرفت سے آزاد رہا۔ اس نے گرج کر ماتحتوں سے کہا "گیٹ بند کرو۔"

وہ گیٹ کھول رہے تھے۔ پھر بند کرنے لگے۔ توبہ نے اسٹیرنگ سیٹ سنبھال لی تھی۔ میں اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بولی "وہ کمبخت گیٹ بند کرا رہا ہے۔"

"پروا مت کرو' گاڑی آگے بڑھاؤ۔"

میں نے پھر افسر پر قبضہ جمایا۔ وہ پھر ایک بار گیٹ بند کرنے والوں سے گرج کر بولا "تم سب کیسے گدھے ہو۔ کیا میرا حکم مان کر مالکہ کو جانے سے روکو گے؟ گستاخی کی سزا جانتے ہو؟ اسے فوراً کھولو۔"

وہ اپنے افسر کی حرکتوں سے کچھ حیران اور کچھ پریشان ہو رہے تھے' انہوں نے گیٹ کھول دیا۔ ہماری کار حویلی کے احاطے سے باہر ... یہ سیکورٹی افسر چپ چاپ کھڑا ہوا تھا۔ پریشانی سے سوچ رہا تھا یہ مجھے کیا ہو رہا ہے' میں انہیں روکنا چاہتا ہوں لیکن جانے کی اجازت دے چکا ہوں۔ یہ باہر جا چکے ہیں۔ میں فائر کر کے کار کا پہیہ بیکار کر سکتا ہوں۔"

میں نے اس کے دماغ کو اس حد تک ڈھیل دی تھی کہ وہ اپنے طور پر سوچ سکتا تھا۔ اس نے دور جانے والی کار کے پہیے پر گولی چلانے کے لیے اپنی گن سیدھی کی۔ میں نے اس کے ذہن سے بھلا دیا کہ اس نے گن کیوں سنبھالی ہے؟ وہ یاد کرنے لگا۔ اسے یاد نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ایک ماتحت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں؟"

وہ بولا "ضرور جناب! کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟"

پھر وہ پوچھنا بھی بھول گیا۔ اپنے ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجانے لگا۔ چند ماتحتوں نے اسے دیکھا تو اس نے آنکھ ماری۔ تمام ماتحت چونک گئے اور ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔ افسر نے اشارہ کرنے کے انداز میں منہ سے آواز نکالی "شش شش۔"

تمام گارڈز اس کی حرکتوں سے ذہنی طور پر الجھ گئے تھے۔ سوچ رہے تھے اسے صحیح الدماغ سمجھا جائے یا نہیں؟ ویسے اس نے کوئی قابلِ اعتراض حرکت نہیں کی تھی۔ وہ حیران ہو سکتے تھے' اعتراض نہیں کر سکتے تھے۔

اس نے "شش' شش" کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے اشارے سے انہیں قریب بلایا۔ وہ سب رک رک کر سوچ سوچ کر قریب آنے لگے۔ ایک نے جھجکتے ہوئے پوچھا "سر! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟"

"ہش!" اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ سبھی نے خاموش رہنے کے لیے سختی سے ہونٹوں کو بھینچ لیا۔

دراصل میں افسر کو ایسی ہی حماقتوں میں مبتلا رکھ کر توبہ کے ساتھ دور نکل جانا چاہتا تھا۔ افسر نے پھر ہونٹ سکوڑ کر سیٹی بجاتے ہوئے ماتحتوں کو سمجھایا کہ اس کی طرح وہ بھی سیٹی بجائیں۔

سیکورٹی گارڈز کو اپنے افسر کا ہر جائز اور ناجائز حکم ماننا پڑتا ہے۔ وہ تمام گارڈز الجھن میں پڑ گئے تھے کہ یہ کیسا حکم ہے؟ آخر کیوں احمقوں کی طرح سیٹی بجائی جائے؟

افسر نے انہیں گھور کر دیکھا پھر ڈانٹ کر کہا "کیری آن مائی آرڈر!"

وہ سپاہی تھے' اپنے کمانڈر کے حکم پر مجبوراً سیٹی بجانے لگے جب وہ ایک حکم پر انسانوں کو گولیاں مار سکتے تھے تو سیٹی بجانے میں کیا مضائقہ تھا؟

اس وقت وہ مضحکہ خیز تماشا بن گئے تھے۔ اگر شہر میں امن و امان ہوتا تو وہاں تماشا دیکھنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی۔ توبہ گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اس نے اچانک بریک لگائے۔ میں غافل تھا ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔ وہ بولی "سوری' مجھے اچانک راستہ بدلنے کے لیے بریک لگانا پڑا۔"

میں نے پوچھا "راستہ کیوں بدل رہی ہو؟"
اس نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا "اُدھر آگ ہی آگ دھواں ہی دھواں نظر آرہا ہے۔ زبردست جنگ چھڑی ہوئی ہے۔ ہم اِدھر سے جائیں گے۔"
"مجبوری ہے تو پھر اِدھر ہی چلو یہ کون سا راستہ ہے؟"
"یہ راستہ ہمیں شہر سے باہر لے جائے گا۔"
"توبہ! ہمیں یہ شہر چھوڑنا ہوگا۔ میں نے سیکورٹی افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ متعلقہ حکام کو ہمارے خلاف رپورٹ پیش کر رہا ہوگا۔ حاتم شہریار کو تلاش کر رہا ہوگا۔ اسے حویلی میں آقا نظر نہیں آئے گا تو حالات ہمارے خلاف ہو جائیں گے۔"
"کیا اس کے دماغ کو مزید قابو میں نہیں رکھ سکو گے؟"
"آخر کب تک قابو میں رکھوں گا۔ مجھے دماغی طور پر حاضر رہنا پڑتا ہے۔"
"کمبخت کو گولی مار دینا چاہیے تھا۔"
"اب بھی اسے ہلاک کر سکتا ہوں لیکن دوسرے گارڈز ہمارے خلاف بولیں گے۔ آخر کتنوں کو قتل کرکے زبانیں بند کی جا سکتی ہیں؟"
"درست ہے لیکن پارس شہر میں ہے۔ کیا ہم اسے چھوڑ کر جائیں گے؟"
"میں اسے خیال خوانی کے ذریعے کہتا ہوں کہ وہ ہم سے شہر کے باہر ملاقات کرے۔ یہاں سے دور کسی جگہ کا نام بتاؤ؟"
"اس سے کہو۔ وہ پروان کے راستے پر پہلی چوکی میں آکر ملاقات کرے۔"
میں نے پارس کو مخاطب کیا پھر اپنے حالات بتائے۔ اس نے کہا "آپ نے درست فیصلہ کیا ہے۔ ہمارا گائیڈ جلال شاہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔ یہ شہر آفت زدہ ہے۔ موت پُرامن شہریوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔"
پارس نے جلال شاہ سے کہا "ہم ابھی پروان کے راستے پر جائیں گے۔"
وہ بولا "نہیں برادر! اس راستے پر کیمونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمارے ملک سے روس تو چلا گیا۔ مگر کیمونسٹوں کو چھوڑ گیا ہے۔"
"پھر ہمیں کس سمت جانا چاہیے۔"
"ہم واردک کے راستے پر جائیں گے۔"
"وہاں کدھر قیام کریں گے؟"
"وہاں حشمت آباد نامی ایک چھوٹی سی بستی ہے۔ اس بستی میں حزبِ مومن کے مجاہدین ہیں۔ وہاں ہم پوری طرح محفوظ رہیں گے۔"
میں پارس کے ذریعے سن رہا تھا۔ جلال شاہ نے کہا "حضور ارسلان صاحب کو بھی ہمارے ساتھ ہونا چاہیے۔" وہ میرا عقیدت مند تھا۔ مجھے حضور کہتا تھا۔ پارس نے کہا "حضور بہت پہنچے ہوئے ہیں وہ حشمت آباد پہنچ جائیں گے۔"
میں نے توبہ سے کہا "جلال شاہ کی معلومات کے مطابق پروان کے راستے میں کیمونسٹ ملیشیا ہے۔ ہمیں واردک کے راستے پر جانا چاہیے۔ پارس تمہیں حشمت آباد میں ملے گا۔"
وہ گاڑی کو ایک چھوٹے سے کچے راستے پر موڑتے ہوئے بولی "ہمیں کابل شہر کے باہر ہی باہر دس کلو میٹر کا چکر کاٹ کر جانا ہوگا لمبی ڈرائیو ہے۔"
"فکر نہ کرو۔ ایندھن کا کانٹا بتا رہا ہے کہ ٹنکی فل ہے۔ ڈکی میں ایکسٹرا پٹرول کے کین ضرور ہوں گے۔"
"بات صرف پٹرول کی نہیں ہے۔ صبح سے اس کی خیریت معلوم نہیں ہوئی ہے۔"
میں نے انجان بن کر پوچھا "کس کی خیریت؟"
وہ کن انکھیوں سے دیکھ کر بولی "سمجھ رہے ہو اور انجان بن رہے ہو۔"
"اس کا نام کیوں نہیں لیتیں؟"
"کون سا نام لوں؟ حماد یا پارس؟"
"تم نے دونوں ناموں کی کھچڑی پکائی تھی؟"
وہ ہنستی ہوئی بولی "یعنی حماد سے حما اور پارس سے رس تو نام ہوا حمارس۔"
ہم دونوں ہنسنے لگے۔ پھر وہ بولی "کسی کام میں جلدی کرو تو بھول چُوک ہو جاتی ہے۔"
"اب کیا ہوا؟"
"جلدی میں موبائل فون لانا بھول گئی۔ فون ہوتا تو ابھی حمارس سے خوب باتیں کرتی۔"
سفر طویل تھا۔ میں نے اس کا دل بہلانے کے لیے کہا "میں فون کئے بغیر بھی پارس سے تمہاری گفتگو کرا سکتا ہوں۔"
"سچ؟" وہ خوشی سے چیخ پڑی۔ پھر گاڑی روک کر بولی "بات کراؤ۔"
"گاڑی چلاؤ اور کسی بستی سے گزرو۔ ہم نے صبح سے ناشتا نہیں کیا ہے۔ اگر پارس سے تمہاری بات کراؤں گا تو دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر جائے گا۔"
"کھانا مل جائے گا۔ پچھلی سیٹ پر بند ڈبوں میں موجود ہے۔ پلیز پارس سے بات کراؤ۔ مجھے یقین نہیں آرہا ہے کہ میں تمہاری ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس سے کس طرح گفتگو کروں گی؟"
"کیا تم مذاق سمجھ رہی ہو؟"
"مذاق نہیں ہے تو خواہ مخواہ وقت کیوں ضائع کر رہے ہو۔"
"پہلے ٹیلی پیتھی کی تکنیک سمجھ لو۔ میں پارس کے دماغ میں جاؤں گا۔ اس کی سوچ کی لہروں کو خیال خوانی کے ذریعے اپنے دماغ میں کھینچوں گا۔ پھر اسے تمہارے دماغ میں پہنچاؤں گا۔"
"تو پھر کھینچنے میں اور اسے میرے دماغ میں لانے میں کافی وقت

لگے گا؟"
"ہرگز نہیں۔ یہ چشم زدن میں ہوگا۔"
"یہ تکنیک میرے پلے نہیں پڑ رہی ہے۔ پھر بھی چلو باتیں کراؤ۔"
"میں اسے تمہارے پاس لا رہا ہوں لیکن تم ڈرائیونگ پر دھیان رکھنا۔ ورنہ ہم دونوں غائب دماغ رہیں گے تو یہ گاڑی ہمیں کسی گڑھے یا کھائی میں پہنچا دے گی۔"
"میں وعدہ کرتی ہوں محتاط ڈرائیونگ جاری رہے گی۔"
میں خیال خوانی کے ذریعے اس کے دماغ میں آیا۔ تھوڑی دیر تک اسے بے چینی سے انتظار کرنے دیا پھر پارس کے لہجے اور اسٹائل میں بولا "ہیلو توبہ! کیا تم مجھے سن رہی ہو؟"
وہ خوش ہو کر بولی "ہاں' سن رہی ہوں۔ تم پارس ہی ہو نا؟ ذرا ٹھہرو ابھی بات کرتی ہوں۔"
اس نے کن انکھیوں سے مجھے اپنے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میری نظریں ونڈ اسکرین کے پار ساکت تھیں۔ اس کی سمجھ میں آرہا تھا کہ میں خیال خوانی میں مصروف ہوں۔ میں نے اس کے اندر سوچ کے ذریعے پوچھا "تم میری طرف کیا دیکھ رہی ہو؟ پارس سے باتیں کرو۔"
اس نے پوچھا "کیا تم بھی موجود رہو گے؟"
"میں تمہارے دماغ میں رہوں گا۔ تب ہی پارس کی سوچ کی لہروں کو پہنچاتا رہوں گا۔"
پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "توبہ! پاپا کی موجودگی لازمی ہے ورنہ میری باتیں تمہارے پاس نہیں پہنچیں گی۔"
وہ بولی "پارس! یہ تو کمال ہو گیا۔ ہم فون کے بغیر باتیں کر رہے ہیں۔"
"فی الحال پاپا کو ٹیلی فون سمجھ لو۔ ہم ان کے ذریعے بول رہے ہیں۔"
"ہاں' بس یہی ذرا گڑبڑ ہو رہی ہے۔"
میں نے اپنے لہجے میں کہا "کہو تو چلا جاتا ہوں۔"
پھر فوراً ہی پارس کے لہجے میں بولا "نہیں پاپا! آپ کے جانے سے ہمارا رابطہ ٹوٹ جائے گا۔"
"لیکن توبہ مجھے کباب میں ہڈی سمجھ رہی ہے۔"
وہ بولی "نن..... نہیں بالکل نہیں۔ تم ہمارے بزرگ ہو' ہمیں بزرگوں کے سائے میں رہنا چاہیے۔"
"شاباش! بڑی سعادت مند بچی ہو۔"
پھر پارس کے اسٹائل میں بولا "پاپا! اب آپ خاموش رہیں۔ ہمیں کچھ باتیں کرنے دیں۔"
"ضرور باتیں کرو' کیا میں منع کر رہا ہوں۔"
"آپ بولتے رہیں گے تو کیا ہم خاک بولیں گے؟"
"لیکن میں بول کہاں رہا ہوں۔"
"بزرگوں کی یہی بری عادت ہے۔ بولتے بھی جاتے ہیں اور خاموش رہنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔"
"دیکھو پارس! تم اپنے باپ سے گستاخی کر رہے ہو۔"
وہ پریشان ہو کر بولی "ٹھہرو ٹھہرو۔ میری بات سنو۔ آپس میں جھگڑا نہ کرو۔"
میں نے پوچھا "جھگڑا میں کر رہا ہوں؟ تم بھی پارس کی حمایت میں بول رہی ہو۔"
"نہیں۔ میں دونوں سے کہہ رہی ہوں۔"
میں نے پارس کے لہجے میں پوچھا "توبہ! دونوں کا مطلب یہ ہوا کہ تم مجھے بھی جھگڑالو کہہ رہی ہو۔ میں پوری ایک رات تمہارے ساتھ رہا تھا۔ کیا تم نے مجھے بدمزاج اور جھگڑالو پایا تھا؟"
"بالکل نہیں' تم تو بہت سلجھے ہوئے شریف نوجوان ہو۔"
میں نے اپنے لہجے میں کہا "اچھا تو وہ سلجھا ہوا ہے۔ شریف ہے اور میں بدمعاش ہوں۔ جھگڑا کرتا ہوں۔"
"نہیں' میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ خدا کے لیے یہ بحث ختم کرو۔"
"بحث ختم ہو جائے گی۔ پارس سے کہو' مجھ سے معافی مانگے۔"
پھر میں نے پارس کے لہجے میں کہا "ارے واہ پاپا! میں کس بات کی معافی مانگوں؟"
"تم نے باپ کی شان میں گستاخی کی ہے۔"
"ہرگز نہیں۔ توبہ کے بیان کے مطابق میں سلجھا ہوا شریف نوجوان ہوں۔"
وہ بولی "بیشک تم نے گستاخی نہیں کی لیکن یہ تمہارے باپ ہیں' معافی مانگ لو۔"
میں نے اچانک ہی خیال خوانی ختم کرتے ہوئے کہا "ارے گاڑی سنبھالو۔"
اس نے فوراً ہی اسٹیئرنگ کو قابو میں کیا۔ ورنہ گاڑی سڑک کے کنارے ایک بڑے ٹیلے سے ٹکرانے والی تھی۔ وہ گاڑی روک کر بولی "میرا نام توبہ ہے مگر تم باپ بیٹے نے مجھے توبہ کروا دی ہے۔ تم کیسے باپ ہو۔ اتنی عمر ہو گئی جوان بیٹا پیدا کر دیا مگر یہ عقل نہیں آئی کہ بیٹے اور اس کی گرل فرینڈ کے درمیان نہیں بولنا چاہیے۔"
میں نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم نوجوانوں کو زیب دیتا ہے کہ اپنی باتوں میں بزرگوں کا ادب لحاظ بالکل ہی بھول جاؤ؟"
"ایسی کوئی بات نہیں ہے! تمہارا بیٹا جوان لڑکیوں کا دیوانہ نہیں ہے۔ میں نے ایک رات میں اسے پہچان لیا ہے۔ غلطی تمہاری تھی' تم کچھ زیادہ ہی بزرگ بن رہے تھے۔"
"ہاں ہاں' میں خبطی بوڑھا ہوں۔ گاڑی چلاؤ۔"
"چلاؤں گی' پہلے وعدہ کرو۔"
"کیسا وعدہ؟"

"اس سے بات کراؤ گے۔"

اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ میں نے کہا "میں تمہیں کنوئیں میں دھکیلنا نہیں چاہتا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ جو باپ کا نہ ہوا' وہ تمہارا کیا ہوگا؟ آج اس نے تمہارے لیے مجھ سے بدتمیزی کی' کل کسی اور کے لیے تمہیں ٹھکرا دے گا۔ اس سے پہلے تم اسے ٹھکرا دو۔ میں نے تمہیں بیٹی کہا ہے۔ تمہارے لیے کوئی دوسرا داماد پسند کروں گا۔"

"تم سٹھیا گئے ہو۔ جو باپ سگے بیٹے کا نہ ہوا' وہ منہ بولی بیٹی کا کیا ہوگا؟"

"اے تم میری بات الٹا کر مجھے بول رہی ہو۔"

"کیا تم ٹھنڈے دماغ سے باتیں نہیں کرسکتے؟"

"نئی نسل گستاخیاں کرتی ہے اور بزرگوں سے کہتی ہے' دماغ ٹھنڈا رکھو۔"

"مجھے معاف کردو۔ میں تم سے بحث نہیں کرسکتی۔"

"میں کب کہتا ہوں بحث کرو۔ بحث کرنے سے اختلافات بڑھتے ہیں۔"

"اتنی دانشمندی سے باتیں کرتے ہو اور بچوں کی غلطیاں معاف نہیں کرتے۔"

"اس نے معافی مانگنے سے انکار کیا ہے۔ تیموری آن کو للکارا ہے۔ میں اسے..... جانے دو۔"

وہ خوش ہو کر بولی "یعنی کہ تم نے معاف کردیا ہے؟"

"تمہاری خوشی کے لیے کیا ہے۔"

"تم بہت گریٹ ہو' پلیز اس سے بات کراؤ۔"

"اچھی بات ہے لیکن اسے سمجھا دینا' آئندہ میرا ادب کرے۔"

"سمجھا دوں گی۔ تم سے بھی التجا ہے' ہمارے درمیان نہ بولنا۔"

میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر اس کے دماغ میں پہنچ کر پارس کے لہجے میں بولا "ہیلو توبہ! میں نے پاپا سے معافی مانگ لی ہے۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ بتاؤ کیسے ہو؟"

"اچھا ہوں' کیا تم مجھے یاد کرتی ہو؟"

"ہاں۔ قسم سے دن رات یاد کرتی ہوں۔"

میں نے باپ بن کر کہا "توبہ! قسم کھا کر جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ کوئی کسی کو دن رات یاد نہیں کرسکتا۔ دن رات میں کتنے ہی کام ہوتے ہیں' خاص طور پر رات کو سوتے وقت کوئی کسی کو یاد نہیں کرسکتا۔"

وہ بولی "اوہ پاپا! تم پھر مداخلت کررہے ہو۔"

"میں غلطی کی نشاندہی کررہا ہوں۔ انسان تو خدا کو بھی دن رات یاد نہیں کرتا۔ قسم کھا کر جھوٹی بات کا یقین دلانا گویا محبت میں دھوکا دینا ہے۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں نے محبت میں شدت پیدا کرنے کے لیے ایسا کہا تھا۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ انتظار میں وہ رات بھر تارے گنتا رہا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ واقعی تارے گن رہا تھا۔ تم بوڑھے ہو' ہم نوجوانوں کی محبت تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ پلیز ہمیں بات کرنے دو۔"

پھر وہ پارس کو مخاطب کرتے ہوئے بولی "ہاں پارس! میں کہہ رہی تھی کہ تین گھنٹوں کے اندر حشمت آباد پہنچوں گی' تم کب پہنچ رہے ہو؟"

"میرا تو دل کہتا ہے۔ میں ابھی اُڑ کر تمہارے پاس آجاؤں۔"

میں نے لہجہ بدل کر کہا "نہیں بیٹے! دل کبھی نہیں کہتا۔ دل انسان کے جسم میں خون پمپ کرنے کا ایک آلہ ہے۔ دراصل تمہارا ذہن سوچتا ہے اور تم دل کو الزام دیتے ہو کہ وہ بے چارہ کہتا ہے۔"

"پاپا! محبت میں ایسا ہی کہتے ہیں۔"

"بیٹے! محبت میں غلط کہنے سے آگے جاکر محبت غلط ہو جاتی ہے۔"

وہ بے زار ہو کر بولی "اوہ پارس! اس طرح تو میں کبھی تم سے باتیں نہیں کرسکوں گی۔"

میں نے کہا "بیٹی! بزرگوں کے سائے میں رہ کر باتیں کرو گی تو بولنے کا سلیقہ آئے گا۔"

وہ بولی "تمہارے جیسے بزرگوں کے سائے میں باتیں کرنا تو سانس لینا بھی دشوار ہے۔ میں آخری بار پوچھتی ہوں' مجھے پارس سے باتیں کرنے دو گے یا نہیں؟"

"بھئی خوب باتیں کرو' لیکن زبان و بیان کی غلطیوں سے پرہیز کرو۔"

"اچھی بات ہے۔ اب خاموش رہو۔ ہاں پارس! بولو۔"

میں نے پارس کے لہجے میں کہا "کیا بولوں؟ میں نے اب سے پہلے کسی بزرگ کے سائے میں رومانس نہیں کیا۔"

"میری بھی پہلی بار شامت آئی ہے۔"

"برداشت کرو توبہ! زندگی میں بہت کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔"

"درست کہتے ہو۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی رہی ہوں۔"

میں نے کہا "میں سب سن رہا ہوں۔ تم دونوں مجھے مجبوراً برداشت کررہے ہو۔ خون کے گھونٹ پی رہے ہو۔ ایک تو بچھڑے ہوئے دلوں کو ملا رہا ہوں' اوپر سے بدنام ہو رہا ہوں۔ بہتر ہے میں تمہارے درمیان سے چلا جاؤں۔"

میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ وہ آوازیں دینے لگی "پارس! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ پارس! بولو' کیا رابطہ ختم ہو گیا ہے؟"

اس نے گاڑی کی رفتار دھیمی کردی۔ مجھے گھور کر دیکھتے ہوئے پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم نے پارس کو مجھ سے دور کردیا ہے؟"

"میں تمہارے دماغ سے نکل آیا ہوں۔ رابطہ تو لازمی ختم ہوگا۔"

"میں نے اپنے دماغ سے تمہیں جانے کے لیے نہیں کہا تھا۔"

"میں مصیبت ہوں' اس لیے خود ہی چلا آیا۔"

"تمہیں ٹیلی پیتھی کیا آگئی ہے' مزاج ہی نہیں ملتا۔ چلو بلاؤ اپنے بیٹے کو۔"

میں پارس کو کبھی اس سے ملاتا رہا کبھی اس سے دور کرتا رہا۔ پھر اسی طرح اسے بہلاتا ہوا حشمت آباد پہنچ گیا۔ پارس اور جلال شاہ ہم سے پہلے پہنچے ہوئے تھے۔ توبہ اسے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی۔ اس کا جی چاہتا تھا' بڑے پیار سے ملے اور پیار ظاہر بھی نہ ہو۔ اس کا خیال تھا کہ اس نے پارس کے سامنے ابھی محبت کا اظہار نہیں کیا ہے۔ جبکہ وہ تھوڑی دیر پہلے بے اختیار اظہار کرچکی تھی۔ پارس بھی کوئی اناڑی نہیں تھا کہ اسے کچھ بتانے کی ضرورت پیش آتی۔ وہ بولی "پہلی ملاقات میں تم حماد تھے۔ دوسری ملاقات میں پارس ہو۔ کیا آئندہ بھی غیر متوقع انکشاف ہوگا؟"

میں نے کہا "اگلی بار انکشاف ہوگا کہ میں اس کا باپ نہیں ہوں' یہ میرا باپ ہے۔"

وہ ناگواری سے بولی "تم نہ ہی بولو تو اچھا ہے۔ تم نے بہت ستایا اور جلایا ہے۔"

پارس نے پوچھا "تمہیں پاپا سے شکایت ہے؟"

"تم مجھ سے پوچھ رہے ہو! میں تم سے پوچھتی ہوں' ایسے باپ کے ساتھ زندگی کیسے گزارتے ہو؟"

"آخر بات کیا ہے؟ میرے پاپا تو بہت گریٹ ہیں۔"

"گریٹ ہیں؟ یہ تم کہہ رہے ہو؟ گھنٹے بھر پہلے کی باتیں اتنی جلدی بھول گئے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "گھنٹے بھر پہلے کیا ہوا تھا؟"

"ارے تم موجود تھے اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں وہاں سے کھسک کر جلال شاہ کے پاس آگیا' توبہ پارس سے کہہ رہی تھی "ابھی سفر کے دوران میں نے کئی بار تم سے رابطہ کیا لیکن جب بھی باتیں کرتی تھی یہ حضرت بیچ میں بولنے لگتے تھے۔ تم سے بری طرح جھگڑا کیا تھا۔"

اس نے تشویش سے پوچھا "توبہ! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ کیسی بہکی بہکی باتیں کررہی ہو؟"

وہ بولی "تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے؟ ایک گھنٹے پہلے کی باتیں بھول رہے ہو۔"

"توبہ! باتیں کیسے ہوسکتی تھیں؟ میں نے موبائل فون کے ذریعے کئی بار تم سے رابطہ....."

وہ بات کاٹ کر بولی "میں موبائل فون حویلی میں چھوڑ آئی ہوں۔ پاپا نے خیال خوانی کے ذریعے ہمارا رابطہ کرایا تھا۔ تمہیں میرے دماغ میں لے کر آئے تھے' تم نے مجھ سے باتیں کی تھیں۔"

وہ قہقہہ لگانے لگا۔ توبہ نے پوچھا "کیوں ہنس رہے ہو؟"

وہ بولا "ہمارے درمیان بہت دیر تک رابطہ رہا ہے نا؟"

"ہاں بالکل۔ اتنی لمبی مسافت کیسے طے ہوگئی۔ کچھ پتا ہی نہ چلا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "یہ پاپا کا نفسیاتی طریقۂ کار ہے۔ انہوں نے سفر کے دوران تمہیں بور ہونے نہیں دیا۔ مجھے تمہارے پاس پہنچاتے رہے اور تم مجھ سے باتیں کرتی رہیں۔"

"اچھی طرح باتیں نہیں ہوسکیں۔ وہ ہمارے درمیان بول پڑتے تھے۔ بار بار اپنی بزرگی جتانے لگتے تھے۔ جب تم سے جھگڑا کررہے تھے تو مجھے بہت برا لگ رہا تھا لیکن تم سے باتیں کرتے رہنے کے لیے انہیں مجبوراً برداشت کرتی رہی۔"

"مختصر یہ کہ تم نے بہت اچھا وقت گزارا۔ تمہیں میری کمی محسوس نہیں ہوئی۔"

"بالکل نہیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے تم میرے پاس ہو۔"

"اسی لیے میں پاپا کو گریٹ کہتا ہوں۔"

"میں سمجھی نہیں۔"

"میں موجود نہیں تھا لیکن انہوں نے تمہارے اندر میرے وجود کا چراغ جلائے رکھا۔"

"اس لحاظ سے وہ گریٹ ہے لیکن....."

"لیکن یہ کہ میں تمہارے دماغ میں نہیں آیا تھا اور نہ ہی تم سے کوئی بات کی تھی۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا کہہ رہے ہو؟"

"سچ کہہ رہا ہوں۔ ٹیلی پیتھی کے علم میں ایسا کوئی طریقۂ کار نہیں ہے کہ پاپا مجھے تمہارے اندر اور تمہیں میرے اندر پہنچا کر ایک دوسرے سے باتیں کرواتے رہیں۔"

"لیکن میں نے صاف طور سے تمہاری آوازیں' تمہاری باتیں سنی ہیں۔"

"وہ کبھی اپنے اور کبھی میرے لہجے میں بولتے رہے ہوں گے۔"

"یعنی فراڈ کررہے تھے؟ مجھے اُلّو بنا رہے تھے؟"

"بچے کو چاند سے اور محبوب کو خیالِ یار سے بہلانا فراڈ نہیں ہے۔"

وہ مسکرانے لگی پھر ہنسنے لگی۔ دور سے مجھے گھونسا دکھانے لگی۔ میں نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔ پھر جلال شاہ کو حاتم شہریار کی حویلی میں ہونے والے تمام واقعات سنائے۔ اسے اپنی اصلیت بھی بتادی۔ اس نے میرے گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر کہا "آپ فرہاد

صاحب ہیں اور اب تک نجومی ارسلان بن کر رہے۔ آپ دونوں ہی حیثیت سے میرے لیے معزز اور محترم ہیں۔ کیا اب بھی آپ باپ بیٹے ارسلان اور حماد بن کر رہیں گے؟"

"ہمارے پاسپورٹ اور دیگر اہم کاغذات انہی ناموں سے ہیں۔ ہمیں اسی بھیس میں رہنا ہوگا۔"

"آپ کی آمد کا مقصد کیا ہے؟"

"موجودہ کاغذات کی رو سے ہم صحافی ہیں لیکن حقیقت میں موجودہ عالمی سیاست کے آئینہ دار ہیں۔ میں آئینہ دکھا رہا ہوں کہ پسماندہ ممالک میں اور خاص طور پر نئے اسلامی ممالک میں کیسی سیاسی چالبازیاں ہو رہی ہیں اور مسلمانوں کو آپس میں کس طرح لڑایا جا رہا ہے۔"

وہ بولا "بے شک' ہمارے افغانستان میں پختون مجاہدین' ایرانی شیعہ مجاہدین' ازبک ملیشیا وغیرہ کتنے ہی گروہ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ جبکہ یہ سب ہی مسلمان ہیں۔"

"یہی ساری دنیا کے مسلمانوں کا المیہ ہے۔ برے وقت میں یہ سب ایک دوسرے پر الزام تراشی کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو تباہ و برباد اور نابود کرنے کی حد تک لڑتے ہیں۔"

"جی ہاں' لبنان میں سنّی اور شیعہ مسلمان لڑتے رہے۔ پھر عراق اور ایران نے دل کھول کر جنگ کی۔ پھر سعودی عرب کی زمین پر کویت کی آزادی کے بہانے مسلمان ممالک کے ہزاروں لاکھوں سپاہی خاک اور خون میں مل گئے۔ عراق کے چالیس فیصد مسلمان مارے گئے۔ اب افغانستان میں بھی یہی ہو رہا ہے۔"

میں نے کہا "مسلمانوں کو سب کچھ ملتا ہے' صرف عقل نہیں ملتی۔"

جلال شاہ نے پوچھا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ان سب کے دماغوں کو درست نہیں کر سکتے؟"

"ان سب کو درست اور متحد رکھنے والی ایک ہی کتاب قرآن مجید ہے۔ اس کتاب کی روشنی پھیلانے والے ہمارے ایک رسولِ اکرم محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ یہ تمام مسلمان سرورِ کائنات کی ہدایات ایک دوسرے کو بڑی عقیدت سے سناتے ہیں۔ پھر بڑی طاقت اور تکبّر سے اپنے ہی مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں۔ بڑی قرأت سے کلام پاک پڑھتے ہیں اور اس میں پڑھے ہوئے اسلامی دستور کو بھلا کر بڑے ممالک کے چمچے بن جاتے ہیں۔ مسجدوں میں ایک ہی خدا کو سجدہ کرتے ہیں اور مسجدوں سے باہر آ کر سجدہ کرنے والی گردنیں کاٹتے ہیں۔"

خدا جب کسی قوم سے ناراض ہوتا ہے تو اسے اسی طرح عقل کا اندھا بنا دیتا ہے۔ جلال شاہ اپنے ملک کے حالات سے مایوس تھا۔ سر جھکائے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے کہا "ٹیلی پیتھی کے ذریعے دو چار یا دس کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پوری قوم کا قبلہ درست نہیں کیا جا سکتا۔"

ہم نے ماضی میں وقتاً فوقتاً کئی افراد کو گمراہی سے بچایا۔ وہ راہِ راست پر آئے لیکن پھر کسی لالچ یا ہوس میں پڑ کر گمراہ ہو گئے۔ ٹیلی پیتھی کی تلوار ہمیشہ سر پر نہیں لٹکتی۔ اس لیے توبہ کرنے والے پھر توبہ توڑ دیتے ہیں۔

اس نے پوچھا "آپ کی ٹیلی پیتھی سے ہمارے ملک کو کس حد تک مدد مل سکتی ہے؟"

میں نے کہا "اس ملک میں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن فریزر اور پاسکو روٹ آئے تھے۔ اس سے پہلے کہ وہ مجاہدین کے دماغوں کو شیطانی ٹیلی پیتھی سے جکڑ لیتے' میں نے انہیں جہنم میں پہنچا دیا۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "تم نے پوچھا ہے' میں کس حد تک مدد کر سکتا ہوں' تو میری طرف سے یہی امداد ہے کہ میں یہاں دشمنوں کو ٹیلی پیتھی کے حربے آزمانے نہیں دوں گا۔"

میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا "ہم ٹیلی پیتھی جاننے والے نو آزاد اسلامی ممالک میں جمہوریت قائم نہیں کر سکتے۔ جمہوریت کسی بھی ملک کے عوام قائم کرتے ہیں۔ ہم تو صرف دشمنوں کی چالوں کا توڑ کرتے رہتے ہیں۔"

اس نے پوچھا "آگے کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"ہم یہاں سے بلخ جائیں گے۔ سپرپاورز نے وہاں اپنے دفاتر اور خفیہ اڈّے بنا رکھے ہیں۔"

"ٹھیک ہے' صبح روانہ ہوں گے۔ آج رات اسی عمارت میں گزاریں گے۔ یہاں حزبِ مومن کے مجاہدین ہمارے دوست ہیں۔ اگر حاتم شہریار کے حمایتی توبہ خانم کی تلاش میں آئیں گے تو یہاں سے ان کی لاشیں جائیں گی۔"

ہم نے رات وہاں گزاری۔ کھانے کے بعد عمارت کے سامنے ایک بڑے باغ میں کھیل تماشے اور گیت سنگیت کی محفل منعقد ہوئی۔ وہاں تفریح کا یہی ایک ذریعہ رہ گیا تھا۔ بڑے بڑے شہروں میں سینما ہال اور تفریح گاہیں بند ہو چکی تھیں۔ گولے بارود کے دھماکے سنتے رہنے والے کبھی کبھی موسیقی کی مترنّم آوازیں سنتے تھے اور ایک دوسرے کو لطیفے سنا کر خوب ہنستے تھے کیونکہ اگلا کوئی بھی لمحہ ماتم کا ہو سکتا تھا۔

وہاں ہمارے لیے چار کمرے مخصوص تھے۔ ہم رات کے گیارہ بجے سونے کے لیے اپنے اپنے کمرے میں آ گئے۔ توبہ اور پارس کے کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا۔ وہ رات گئے تک کھلا رہا۔ وہ دیر تک اس کے کمرے میں بیٹھی رہی اور باتیں کرتی رہی۔ اس کا جی نہیں چاہتا تھا کہ اپنے کمرے میں جائے۔ وہ چاہتی تھی کہ پارس پھول کھلنے اور دل دھڑکنے کی باتیں کرے اور پارس اس موضوع سے کترا رہا تھا۔

ایسی بات نہیں تھی کہ وہ فرشتہ بن گیا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسا ہو جو حسین اور جوان عورت کے ساتھ رات کی تنہائی میں فرشتہ بنا رہتا ہو۔ دل تو مچلتا ہے' شیطان تو بہکاتا ہے لیکن وہ اس پہلو سے گزر رہا تھا کہ جس کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا اس کے ساتھ رات نہیں گزارنا چاہیے' جس کے ساتھ وفا نہ ہو سکے اس کے ساتھ محبت کا کھیل نہیں کھیلنا چاہیے' جہاں تک ممکن ہو دامن بچا کر نکلنا چاہیے۔

ایسی بات بھی نہیں تھی کہ توبہ خانم میں کشش نہ ہو۔ اس کے حسن میں' سراپے میں اور شخصیت میں توبہ توڑنے والی کشش تھی لیکن دنیا میں لاکھوں حسینائیں ہیں جو پہلی نظر میں دیوانہ بنا دیتی ہیں۔ آدمی کہاں کہاں دیوانہ بنے۔ پارس نگر نگر جاتا تھا اور ڈگر ڈگر پر حسین بلائیں ملتی تھیں۔ اگر وہ ہر ایک کو گلے کا ہار بناتا جاتا تو کسی دن ہار کے بوجھ سے گردن ہی ٹوٹ جاتی۔

رات کے ایک بجے وہ بولی "یہ تمہاری نیند اور آرام کا وقت ہے اور میں تمہیں جگا رہی ہوں۔"

وہ بولا "صرف جگا نہیں رہی ہو' میرے لیے جاگ بھی رہی ہو۔"

"ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا مگر تم نے مجھے بہت زیادہ متاثر کیا ہے۔"

"یہ تاثر دوستی تک قائم رہے تو اچھا ہے۔ بات عشق و محبت تک بڑھے گی تو ہم مسائل میں گرفتار ہو جائیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیسے مسائل؟"

"یہی کہ میں ایک مسافر ہوں۔ آج ہوں' کل چلا جاؤں گا اور کہاں جاؤں گا یہ خود نہیں جانتا۔"

"کبھی کوئی منزل کوئی گھر تو بناؤ گے؟ آج میرے وطن میں آگ اور خون کی بارش ہو رہی ہے' کل خدا نے چاہا تو امن و امان ہوگا ہم یہاں اپنا گھر بسا سکتے ہیں۔"

"جس دن میں کسی ایک مقام پر ٹھہر جاؤں گا' وہ دشمنوں کے لیے عید کا دن ہوگا۔ ہم بھیس بدل کر اور جگہ بدل بدل کر انہیں دھوکا دیتے ہیں اس لیے زندہ رہتے ہیں۔"

"آخر تم لوگوں نے سپرپاورز سے دشمنی کیوں مول لی ہے؟"

"اس لیے کہ سپرپاورز دوست نہیں بناتے' غلام بناتے ہیں اور ہمیں غلامی منظور نہیں ہے۔"

توبہ نے اسے نظر بھر کے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے نشہ چھلک رہا تھا۔ وہ بولی "کیا تم پتھر ہو؟ میری ذات میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتے ہو؟"

"تم بہت پُرکشش ہو' میرے دل میں تمہارے لیے خوب صورت جذبے ہیں۔ میں تم سے کوئی رشتہ جوڑ کر پھر تم سے دور ہو کر خوب صورت جذبوں کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا۔"

"تم جب سے ملے ہو۔ میرے دل میں گھر کرتے جا رہے ہو۔ میں سوچتی رہتی ہوں' تم سے جدائی ہوگی تو کیسے برداشت کروں گی؟ میں الجھ کر رہ گئی ہوں۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں اپنی زمین پر چودہ برس سے جنگ لڑتی آ رہی ہوں۔ مجھے یہاں کی مٹی سے اتنی محبت ہے کہ میں اس سے الگ نہیں ہو سکتی۔ میں فولاد ہوں۔ بڑے زخم کھا چکی ہوں۔ دیکھوں گی کہ تمہاری جدائی کا زخم کتنا گہرا ہوگا۔"

پارس نے کہا "ابھی کچھ روز ہمارا ساتھ رہے گا۔ پاپا چاہتے ہیں تم محبِّ وطن مجاہدین کے گروہ میں شامل ہو جاؤ۔ یا اپنی الگ تنظیم بنانا چاہو تو تمہیں اسلحہ' ڈالرز اور پونڈز کی کمی نہیں ہوگی۔"

"یہ سب کچھ مجھے کہاں سے حاصل ہوگا؟"

"پاپا ایک اشارہ کریں گے' حکومت فرانس تمہارے لیے خزانے کا منہ کھول دے گی۔"

وہ بولی "حزبِ مومن کے مجاہدین سچے اور محبِّ وطن ہیں۔ ہمارے ہاں عورتوں کو بے پردگی کی اجازت نہیں ہے۔ اگر میری طرف سے انہیں اسلحہ اور مالی امداد حاصل ہوگی تو میں ان کے درمیان خود مختار رہ سکوں گی۔ کوئی میرے کہیں آنے جانے اور کسی سے ملنے جلنے پر اعتراض نہیں کرے گا۔"

"اچھی بات ہے' کل یہ معاملات طے ہو جائیں گے۔ اب جا کر آرام کرو۔"

وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے جھکی جھکی نظروں سے مگر بھرپور نظروں سے دیکھا۔ پھر بے دلی سے اٹھ گئی۔ پارس بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ چلتا ہوا درمیانی دروازے تک آیا۔ وہ دروازہ ایک سرحد کی لائن کی طرح تھا۔ اِدھر پارس کی مملکت میں شب خوابی تھی اُدھر توبہ کی نگری میں شبِ بیداری تھی' اِدھر سلانے والا تھا' اِدھر جگانے والی نامرادیاں تھیں۔ وہ اس پار جاتی دروازہ بند ہو جاتا تو صبح سے پہلے نہ کھلتا اور محبت کا جو دروازہ دوبارہ نہ کھلے اسے بند نہیں ہونا چاہیے۔

پارس نے الوداعی مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ توبہ نے اسے تھام لیا' جیسے ہاتھ تھام کر بھاگتے ہوئے وقت کو گرفتار کر لینے کا موقع مل گیا ہو۔ کبھی کبھی کوئی لمحہ تھم جاتا ہے مصافحے کی دہلیز پر جم جاتا ہے۔ خاموش جذبے پوچھتے ہیں اب کیا ہوگا؟ وہی ہوگا جو فطرت کا تقاضا ہے اور قدرت کا اصول ہے اور اصول یہ ہے کہ کھال اپنے گوشت سے الگ نہیں ہوتی اور گوشت اپنی کھال سے جدا نہیں ہوتا۔

جی ہاں۔ بعض حالات میں خدا حافظ کہنے والے بچھڑ نہیں پاتے' ان کا خدا ہی حافظ ہوتا ہے۔

○☆○

میں اپنے کمرے میں تھا اور بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ یہ وہی عمارت تھی' جس کے ایک کمرے میں پارس' دوسرے میں توبہ اور تیسرے کمرے میں جلال شاہ سو رہا تھا اور یہ وہی جگہ تھی جہاں مریتا آتما شکتی کے ذریعے آئی تھی۔

میں نے آج تک جتنے خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کیا

ہے' انہیں سلمان' سلطانہ اور لیلیٰ کے حوالے کرتا رہا ہوں تاکہ وہ انہیں اپنا معمول بنا کر اپنی نگرانی میں رکھیں۔ ایک وقت ایسا آیا تھا جب سپر ماسٹر کے درجنوں خیال خوانی کرنے والے مثلاً پال ہوپ کن' ٹیٹو سنتانا' جورا جوری' جوڈی نارمن' وارنر ہیگ' جان گاڈوی' جے مورگن اور ایسے ہی کتنے ہمارے قابو میں آگئے تھے۔ میں نے مریتا کو بیٹی بنا کر اس کا دل جیتنے کے لیے اکثر خیال خوانی کرنے والوں کو اس کے حوالے کردیا تھا۔ وہ ہم پر اعتماد کرسکتی تھی ہماری بیٹی بن کر رہ سکتی تھی' لیکن اس نے زبردست دھوکا دیا تھا۔

ان حالات کے پیش نظر میں نے مریتا پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی معمولہ بنالیا تھا اور یہ طے کیا تھا کہ سلمان وغیرہ کو اس کی نگرانی پر مامور نہیں کروں گا۔ خود اس پر نظر رکھوں گا اور اسے پھر کبھی فراڈ کرنے کا موقع نہیں دوں گا۔

میں بڑی پابندی سے ہفتے میں دو ایک بار اس کے دماغ میں جاتا رہا تھا۔ اس کا حساس دماغ میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کرتا تھا۔ وہ پریشان سی رہتی تھی۔ یہ اندیشہ ستاتا تھا کہ میں اس کے دماغ میں چھپ کر آتا ہوں۔ وہ یوگا میں مزید مہارت حاصل کرکے اس اندیشے کو دور کرنا چاہتی تھی لیکن کسی بھی طریقہ' کار سے اپنے اندر کے شکوک و شبہات مٹانے میں ناکام رہتی تھی۔

کئی ماہ گزر گئے اور میں نے خیال خوانی کے ذریعے اسے کبھی مخاطب نہیں کیا اور نہ ہی اس نے مجھے محسوس کیا تو اسے کچھ اطمینان سا ہونے لگا کہ میں بھول گیا ہوں اور ہمیشہ کے لیے اسے نظرانداز کرچکا ہوں اور پہلا تنویمی عمل جو میں نے اس پر کیا تھا' اس عمل کی مقررہ مدت ختم ہوچکی ہے۔

میں اس چالاک لومڑی کے معاملے میں محتاط رہتا تھا تنویمی عمل کی پہلی مدت ختم ہونے سے پہلے ہی پھر اس کے خوابیدہ دماغ پر عمل کرتا تھا اور تاکید کرتا تھا کہ وہ صبح اٹھ کر تنویمی عمل کو بھول جائے اور یہی ہوتا تھا۔ وہ بھول جاتی تھی اور خوش فہمی میں رہتی تھی کہ میری گرفت سے رہائی حاصل کرچکی ہے۔

لیکن جیسا کہ اس کا مزاج تھا بے اعتمادی اور بے اطمینانی اس کی گھٹی میں پڑی تھی۔ وہ کسی ایسے علم کے لیے بھٹکتی رہی جو اسے ٹیلی پیتھی کی دشمن طاقتوں سے تحفظ دے سکے۔ آخر ایک ہندوستانی جوگی نے اسے بتایا کہ جو آتما شکتی حاصل کرلے' وہ صرف پرماتما کے قبضے میں رہتا ہے' باقی کوئی انسان اس پر غالب نہیں آسکتا۔

جوگی نے کہا "تبت کے ایک شہر لاسہ میں ایک مہالامہ گنچن دیو رہتا ہے۔ وہی اسے آتما شکتی کے مراحل سے گزار سکتا ہے اور اس کی منوکامنا (دل کی مراد) پوری کرسکتا ہے۔"

مختصر یہ کہ وہ مہالامہ کی درس گاہ میں پہنچ گئی تھی اور پہلی ہی ملاقات میں گرودیو سے کہا تھا "میرا ایک دشمن فرہاد علی تیمور میرے اعصاب پر سوار ہے۔ شاید میں اس کے تنویمی عمل کے زیرِ اثر ہوں۔ اس اندیشے سے کڑھتی رہتی ہوں کہ وہ جب چاہتا ہوگا میرے اندر چلا آتا ہوگا۔"

ایسے وقت جب وہ میرے خلاف مہالامہ سے بول رہی تھی' میں اس کے اندر موجود تھا۔ گرودیو مہالامہ نے اس سے پوچھا "کیا وہ تمہارا عاشق ہے؟"

"نہیں وہ مجھے بیٹی کہتا ہے۔"

وہ گھور کر بولا "تعجب ہے' تم باپ پر شبہ کرتی ہو کہ وہ بیٹی کے دماغ میں آتا ہے۔"

"اگر نہیں آتا ہے تو میں اس کے آنے جانے کے اندیشوں میں کیوں مبتلا رہتی ہوں؟"

"شاید تمہیں کسی غلطی کی سزا مل رہی ہے اگر مجھے گرو مان کر آئی ہو تو مان لو کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آتا' محض تمہارے اندر شک آتا ہے' شبہ آتا ہے اور غصہ آتا ہے۔"

اسے گرودیو کی باتوں سے اطمینان ہوا کہ واقعی وہ شک اور شبہ میں کڑھتی رہتی ہے۔ اگر فرہاد آتا بھی ہے تو آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد وہ تنویمی عمل کے اثر سے نکل آئے گی۔

پھر وہ بڑی لگن سے نئے جذبوں کے ساتھ نیا غیر معمولی علم سیکھنے لگی۔ دن رات مصروف رہنے لگی' ایک تو وہ بلا کی ذہین تھی پھر بے حد محنتی تھی۔ اس لیے چھ ماہ میں اس نے آتما شکتی حاصل کرلی۔ اس رات وہ درس گاہ کی چھت پر چاروں شانے چت لیٹ گئی تھی مہالامہ اس کے پاس پالتھی مار کر بیٹھ گیا تھا۔ اس نے کہا "یوگا شکتی سے کام لو' جو کئی گھنٹوں تک سانس روک کے رکھنے پر قادر ہوجاتے ہیں ان کی سانسوں کی طرح ان کی روحیں بھی ان کے قابو میں رہتی ہیں۔ آج سے تم جب چاہو گی' روح تمہارا جسم چھوڑ دیا کرے گی اور جب چاہو گی وہ جسم میں واپس آجایا کرے گی۔"

میں مریتا کے دماغ میں رہ کر ایک غیر معمولی اور حیرت انگیز علم کا طریقہ' کار دیکھ رہا تھا۔ مریتا ہرے کرشنا کرشنا کہتے کہتے سانس چھوڑ رہی تھی لیکن یہ میرے لیے اچھا نہیں ہوا۔ اس کی سانسوں کے ساتھ میں بھی باہر نکل گیا۔ سانس نہیں تو روح نہیں' سانس آئے تو روح آتی ہے اور سانس نہ رہے تو خیال خوانی کی لہریں بھی اندر نہیں رہتیں۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اس کے اندر رہ کر یہ دیکھنے کا موقع ملے گا کہ اس کے نیم مردہ دماغ میں زندگی کب اور کیسے آتی ہے لیکن میں باہر آگیا تھا۔ دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا تھا۔ اگر وہ سانس نہ چھوڑتی تب بھی دماغی رابطہ ختم کرنا پڑتا کیونکہ پیرس میں فجر کی نماز کا وقت ہو رہا تھا۔ میں اپنے وعدے کے مطابق سونیا کے دماغ میں جاکر اسے فجر کی اذان سنانے لگا۔

وہ بابا فرید واسطی مرحوم کی کٹیا میں تنہا رہتی تھی کسی سے ملاقات نہیں کرتی تھی۔ اس کٹیا میں صرف چھ گھنٹے سوتی تھی باقی اٹھارہ گھنٹے عبادت میں اور روزمرہ کی مصروفیات میں گزارتی تھی۔

اوارے کے اس حصے میں گھنے درخت تھے‘ وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی پھر اس کی لکڑیوں سے کھانا پکاتی تھی۔

سونیا کے ایک حکم سے دنیا جہان کی دولت اس کے قدموں میں آسکتی تھی۔ انواع و اقسام کے لذیذ کھانے اس کے دسترخوان پر پہنچ سکتے تھے لیکن وہ کلہاڑی سے درخت کاٹتی تھی تاکہ حمل کے دوران محنت و مشقت کی حرارت بچے تک پہنچتی رہے۔

وہ تمام کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھی‘ کھانا پکاتی تھی‘ برتن اور کپڑے دھوتی تھی‘ کٹیا کو صاف ستھرا رکھتی تھی‘ تاکہ ایک گھڑی کے لیے بھی ستانے یا سونے کی خواہش پیدا نہ ہو۔ میں اس کے دماغ میں اذان سنا کر آجاتا تھا پھر نماز کے بعد اس کے پاس جاتا تھا۔ وہ کلام پاک کی تفسیر پڑھتی تھی‘ میں اس کے تحت الشعور میں پہنچ کر ہونے والی اولاد تک وہ تفسیر پہنچاتا تھا۔

مانا کہ سونیا کی کوکھ میں ابھی وہ محض گوشت کا لوتھڑا ہوگا ابھی جسم بننے کا عمل جاری ہوگا‘ اس کے ابھی کان نہیں ہوں گے لیکن کلام پاک سننے والی روح موجود ہوگی۔ جب مریتا اور مہالامہ اپنے دھرم کے طریقۂ کار کے مطابق آتما شکتی حاصل کرسکتے ہیں تو پھر ہماری ہونے والی اولاد کی روح تک کلام پاک کی تفسیر کیوں نہیں پہنچے گی؟ ضرور پہنچے گی۔ یہ ہمارا اپنا ایمان ہے اور ہم اپنے ایمان کے مطابق عمل کرتے رہتے تھے۔

میں دو گھنٹے بعد مریتا کے پاس آیا۔ پہلے اس کے اندر سے تمام سانسیں نکل گئی تھیں اس لیے میں بھی نکل گیا تھا۔ اب واپس آیا تو وہ سانس لے رہی تھی۔ میرے لیے یہ بات قابلِ اطمینان تھی کہ اس نے میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا تھا۔ یعنی اس کی آتما شکتی نے میرے تنویمی عمل کو نہیں مٹایا تھا۔ یہ آتما شکتی صرف اس وقت میری سوچ کی لہروں کو کاٹ دیتی تھی‘ جب روح اس کے جسم سے باہر رہا کرتی تھی۔ اس وقت وہ سو رہی تھی‘ میں نے اپنے تنویمی عمل کو مزید پختہ کرنے کے لیے پھر اس کے خوابیدہ دماغ کو ہپناٹائز کیا پھر عمل کے دوران پوچھا "کیا واقعی تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے؟؟"

اس کی سحرزدہ سوچ نے کہا "ہاں‘ حاصل کی ہے۔"

"کیا تمہاری روح تمہارا جسم چھوڑ کر الگ ہوجاتی ہے؟؟"

"ہاں‘ جسم سے الگ ہوجاتی ہے۔"

"پھر تمہارا جسم زندہ کیسے رہتا ہے؟؟"

"یہی آتما شکتی کا گیان ہے۔ جسم سے روح جدا ہونے کے بعد بھی دونوں کے درمیان ایک ناقابلِ فہم قدرتی تعلق ہوتا ہے۔"

اس کی یہ بات قابلِ غور تھی۔ ہماری دنیا میں ایسا ہوتا ہے ایسے کئی واقعات دیکھنے میں آئے ہیں کہ ایک شخص مرجاتا ہے‘ جسم بے جان ہوجاتا ہے۔ ڈاکٹر موت کی تصدیق کردیتا ہے‘ اس کے باوجود ایک آدھ منٹ یا ایک آدھ گھنٹے میں روح واپس آجاتی ہے اور وہ زندہ ہوجاتا ہے۔ ہماری دنیا میں ایسے کئی مرنے والوں کے اور دوبارہ جی اٹھنے والوں کے ریکارڈ موجود ہیں۔ ان ریکارڈ سے ثابت ہوتا ہے کہ روح جسم کو چھوڑ کر الگ ہوتی ہے لیکن جسم میں واپس بھی آجاتی ہے۔

اسے قدرتی کرامات کہنا چاہیے اور علوم کی دنیا میں جتنے قدرتی مظاہر ہیں وہ انسانی کی دسترس ..... سے دور نہیں ہیں انسان اپنی محنت‘ لگن اور ذہانت سے ایسے علوم حاصل کرلیتا ہے۔ یہ ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ روح واپس آجاتی ہے یا پھر وہ قیامت تک کے لیے ٹوٹ جاتا ہے۔

میں نے اپنی معمولہ مریتا سے کہا "تمہارے گرودیو نے کہا کہ تمہاری آتما جسم سے الگ ہوکر دنیا کے کسی بھی حصے میں جا سکتی ہے تمہاری آتما کہاں گئی تھی؟؟"

اس نے جواب دیا "پارس کے پاس گئی تھی۔"

مجھے یقین نہیں آیا کہ اس کی آتما تبت سے افغانستان گئی تھی جہاں ہم نے قیام کیا ہے لیکن یقین کرنا پڑا کیونکہ تنویمی عمل کے ذریعے معمول بننے والا کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پھر یہ کہ سوچ کی لہریں دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پلک جھپکتے ہی پہنچ جاتی ہیں تو آتما کیوں نہیں جاسکتی؟

میں نے پوچھا "کیا واقعی پارس کے پاس گئی تھیں‘ سچ بولو؟؟"

"میں اپنے عامل سے سچ کہہ رہی ہوں۔"

"یہ بتاؤ تم نے پارس کو کہاں دیکھا؟ وہ کیا کررہا تھا؟؟"

"وہ ایک عمارت کے کمرے میں سو رہا تھا۔"

"اپنی آتما کے سفر کو تفصیل سے بیان کرو۔"

وہ کہنے لگی "میں نے اسے بستر پر سوتے دیکھا‘ اس پر پیار آرہا تھا۔ میں نے اسے چھونا چاہا لیکن میری انگلیاں‘ میرا وجود ٹھوس نہیں تھا اس لیے اسے چھو نہ سکی۔ میں صرف دیکھ سکتی تھی سن نہیں سکتی تھی اور نہ ہی بول سکتی تھی۔"

وہ ٹھہر ٹھہر کر بول رہی تھی "میں معلوم کرنا چاہتی تھی کہ پارس کس مکان میں اور کس علاقے میں ہے؟ میں دوسرے کمرے میں گئی وہاں ایک حسین دوشیزہ سو رہی تھی۔ تیسرے کمرے میں ایک پٹھان محوِ خواب تھا۔ اس حسینہ اور پٹھان کے لباس سے معلوم ہوا کہ پارس افغانستان میں ہے۔"

میں نے پوچھا "کیا تم میرے کمرے میں آئی تھیں؟"

"آئی تھی۔ تم بستر پر بیٹھے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پر رکھے لب کچھ پڑھ رہے تھے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ میرے اذان دینے کے وقت آئی تھی۔ یہ بات تشویشناک تھی کہ ہم دنیا کے کسی بھی حصے میں کسی بھی بہروپ میں چھپے رہتے وہ وہاں پہنچ کر ہمیں پہچان لیتی۔ اس کی آتما نے ارسلان کے بھیس میں اور پارس کو حماد کے روپ میں پہچان لیا تھا۔

اسی طرح خیال آیا کہ سونیا‘ رسونتی‘ علی تیمور‘ سونیا کی...

جوجو‘ سلمان‘ سلطانہ اور لیلیٰ وغیرہ جہاں بھی روپوش ہوتے‘ مریتا اپنی آتما کے ذریعے وہاں کی تمام معلومات حاصل کرلیتی۔ آئندہ میں اور میری فیملی کے تمام افراد مریتا سے نہ چھپ کر رہ سکتے تھے اور نہ ہی اپنی کوئی بات چھپا سکتے تھے۔ اس کمبخت نے بڑی عجیب اور ناقابلِ یقین روحانی قوت حاصل کی تھی۔

میں نے کہا "میں حکم دیتا ہوں کہ تم آتما شکتی سے ہمارے متعلق جو بھی معلومات حاصل کروگی‘ اسے جسم میں آنے کے بعد بھول جایا کروگی۔"

میں نے اپنے تمام فیملی ممبرز اور بابا صاحب کے ادارے کے تمام افراد کے متعلق یہ اس کے ذہن میں نقش کردیا کہ وہ ان کے خلاف اپنی آتما کے ذریعے جاسوسی نہیں کرے گی۔ اس نے میرے احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا۔ میں نے پوچھا "دو غیر معمولی علوم حاصل کرنے کے بعد تمہاری نظروں میں پارس کی کیا اہمیت رہی ہے؟؟"

وہ بولی "اپنے مرد کی مردانگی کے سامنے دنیا کے تمام علوم دماغ سے گم ہوجاتے ہیں۔ علوم کی کیا بات ہے‘ اس کے سامنے میں چھوٹی پڑجاتی ہوں۔ اسے اپنی مٹھی میں رکھنے کی کوشش کرتی رہتی ہوں میں چاہتی ہوں وہ صرف میرا اسیر رہ کر مجھے اسیر کرتا رہے۔"

"تم اسے شدت سے چاہتی ہو پھر اس سے دور کیوں ہو؟؟"

"اس کے باپ سے بچ کر رہنے کے لیے اس سے دور رہتی ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے‘ میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا ہوں؟؟"

"نہیں آتے ہو۔ ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے۔ تم نے کبھی دماغ میں آکر مجھے مخاطب نہیں کیا۔ تمہارے چوری سے آنے کا بھی علم نہ ہوسکا۔ پھر گرودیو نے یقین دلایا ہے کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد کوئی شخص دل و دماغ کو تسخیر نہیں کرسکتا۔"

میں نے سوال کیا "دل کو بیٹے نے اور دماغ کو باپ نے تسخیر کیا ہے‘ اس سلسلے میں کیا کہتی ہو؟؟"

"ابھی میں تنویمی عمل کے دوران سمجھ رہی ہوں کہ میرے دماغ پر تمہارا قبضہ ہے۔ تنویمی نیند سے بیدار ہونے کے بعد تمہارا قبضہ بھول جاؤں گی۔ صرف دل پر پارس کی حکمرانی یاد رہ جاتی ہے۔"

"آج بھی نیند سے بیدار ہوکر میرے تنویمی عمل کو بھول جاؤ گی۔"

اس نے وعدہ کیا۔ میں نے مزید ضروری ہدایات دیں پھر اسے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔

○☆○

ہم ایک رات حشمت آباد میں گزار چکے تھے دوسرے دن وہاں سے بلخ کی سمت روانہ ہونے والے تھے‘ پارس نے کہا "ہم جب تک اس ملک میں ہیں توبہ ہمارے ساتھ رہے گی۔ اس کے بعد تنہا رہ جائے گی۔ اس کی تنہائی مجاہدین کے گروہ میں مدد کر دور ہوسکتی ہے۔"

میں نے پوچھا "وہ کس گروہ میں رہنا پسند کرے گی؟؟"

"ہم کل رات سے یہاں حزبِ مومن کی پناہ میں ہیں۔ توبہ اسی گروہ کو ترجیح دے رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں اس گروہ میں توبہ کا ایک اونچا مقام ہو‘ وہ اپنے مزاج کے مطابق کسی کی پابند نہ رہے۔ اگر توبہ کی پشت پر حکومت فرانس ہو تو؟ آپ تو جانتے ہیں جس کی پشت پر بڑا ملک ہو وہ اہم ہوجاتا ہے۔"

میں نے گائیڈ جلال شاہ کو ساتھ لے کر حزبِ مومن کے لیڈر اور مجاہدین کے کمانڈر وغیرہ سے بات کی۔ ان سے کہا "اگر آپ لوگ اپنی جماعت میں توبہ خانم کو آزاد اور خود مختار رہنے کی اجازت دیں گے تو ملک فرانس سے آپ لوگوں کو چوبیس گھنٹے کے اندر بہت بڑی امداد ملے گی۔"

لیڈر نے پوچھا "کچھ معلوم تو ہو کتنی بڑی امداد ملے گی؟؟"

میں نے کہا "پہلی امداد کے طور پر منہ مانگا جدید اسلحہ اور پچاس لاکھ ڈالر۔ اس کے بعد بھی توبہ خانم جب ضرورت سمجھے گی‘ فرانس سے مزید امداد حاصل کرتی رہے گی۔"

حزبِ مومن کے اکابرین اپنی مقامی زبان میں ایک دوسرے سے مشورے کرنے لگے پھر کمانڈر نے کہا "یہ درست ہے کہ مجاہدین کسی بڑے ملک سے امداد حاصل کیے بغیر جنگ جاری نہیں رکھ سکتے لیکن ایک قباحت ہے۔"

جلال شاہ نے پوچھا "وہ کیا؟؟"

"وہ یہ کہ جس ملک سے امداد حاصل کی جاتی ہے اس کے مفادات ہمارے ملک سے وابستہ ہوجاتے ہیں۔"

اکابرین میں سے ایک نے کہا "فرانس بھی دل کھول کر ہماری مدد کرے گا لیکن اپنی پالیسیوں کے مطابق ہمیں ضرور اپنے دباؤ میں رکھے گا۔"

میں نے کہا "جب بھی کوئی بڑا ملک اناج‘ رقم اور اسلحہ وغیرہ امداد کے طور پر دیتا ہے تو وہ متعلقہ چھوٹے ملک سے تحریری معاہدہ کرتا ہے تاکہ اسے دباؤ میں رکھے۔ میں یقین دلاتا ہوں‘ فرانس کی طرف سے کوئی تحریری یا زبانی معاہدہ نہیں ہوگا۔ آپ لوگوں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالا جائے گا۔"

ایک نے کہا "یہ عقل نہیں مانتی۔ بڑے ممالک جتنی امداد دیتے ہیں‘ اس سے زیادہ خون چوس لیتے ہیں۔ مطلب کے بغیر کوئی کسی کے کام نہیں آتا۔"

میں نے کہا "بیشک حکومت فرانس کو تمہاری مدد کرنے سے پہلے ہی میری ذات سے بے شمار فائدے حاصل ہوتے رہے ہیں اور وہ آئندہ بھی فوائد حاصل کرتے رہیں گے۔"

لیڈر نے پوچھا "آپ سے اس ملک کو کیا فائدے حاصل ہوتے ہیں؟؟"

"آپ یہ نہ پوچھیں۔ یہ میرا اور حکومت فرانس کا معاہدہ ہے۔ آپ صرف اپنا فائدہ اور سہولت دیکھیں۔ آپ سے کوئی معاہدہ نہیں کیا جائے گا۔ کسی دستاویزی ثبوت کے بغیر بھاری اسلحہ اور مالی امداد پہنچتی رہے گی۔"

بات معقول تھی۔ سب قائل ہو رہے تھے۔ میں نے کہا "آپ کو یہ منظور ہے تو توبہ خانم کو اپنے گروہ میں کوئی ایسا عہدہ دیں جو خانم کے شایان شان ہو۔"

کمانڈر نے پوچھا "خانم کیا چاہتی ہیں؟"

توبہ کو بلایا گیا۔ وہ اس اجلاس میں آئی اس نے آتے ہوئے جھکی جھکی نظروں سے پارس کو یوں دیکھا جیسے صرف اسی کے لیے آئی ہو۔ حزبِ مومن کے لیڈر نے کہا "ہماری جماعت میں کوئی عورت نہیں ہے لیکن تمہاری چودہ سالہ جدوجہد کو نصف افغانستان جانتا ہے۔ تم مردوں کے مقابلے میں مردانگی دکھاتی رہی ہو لہٰذا ہمیں تمہاری شمولیت پر اعتراض نہیں ہے۔"

کمانڈر نے کہا "خانم! ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ آپ فرمائیں ہماری جماعت میں اپنا کیا مقام چاہتی ہیں؟"

توبہ نے پھر ایک بار پارس کو بھرپور نظروں سے دیکھا اس کے بعد کہا "فی الحال کوئی عہدہ نہیں چاہتی' جب میں آٹھ برس کی تھی تب سے ہتھیاروں کے ساتھ کھیل رہی ہوں۔ میں نے چودہ برس میں کسی گروہ کا سہارا نہیں لیا جو سچا مجاہد نظر آیا اس کے شانہ بشانہ لڑتی رہی۔ آج بھی ایک مجاہد کے شانہ بشانہ ہوں۔"

اس نے آخری فقرے کی مناسبت سے پارس کو دیکھا پھر کہا "میں آزاد تھی' آزاد رہوں گی۔ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک جہاں چاہوں گی' جاتی رہوں گی۔ اپنے کسی معاملے میں میں کسی کی پابندی برداشت نہیں کروں گی یہاں کوئی عہدہ قبول کرنے سے مجھے جماعت کے قوانین کا پابند ہونا پڑے گا لہٰذا میں صرف آپ کے مددگار کی حیثیت سے تعلق رکھوں گی۔ جیسا کہ مسٹر ارسلان نے فرمایا ہے' چوبیس گھنٹوں میں پہلی امداد آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔"

سب نے اس کی باتوں کو تسلیم کیا۔ حزبِ مومن کے اکابرین نے وعدہ کیا کہ وہ بھی توبہ خانم کی ضرورت کے وقت اس کی ہر طرح کی مدد کرتے رہیں گے۔ انہوں نے مطلوبہ اسلحے کی ایک فہرست لکھ کر مجھے دی۔ میں نے حکومت فرانس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے مجاہدین کے سامنے ان کا فون استعمال کیا۔ الٹے سیدھے نمبر ڈائل کیے۔ جس کے نتیجے میں کسی سے رابطہ نہیں ہوا لیکن میں فرانس کے ایک حاکم کے پاس پہنچ گیا۔ اسے صورت حال سے آگاہ کیا اور کہا کہ چوبیس گھنٹوں کے اندر اپنے ایک نمائندے کے ذریعے رقم اور اسلحہ افغانستان پہنچا دے۔

میں نے مجاہدین کو دکھانے کے لیے ریسیور کان سے لگائے اونچی آواز میں بول رہا تھا اور اسلحے کی فہرست پڑھ کر سنا رہا تھا۔ پھر میں نے ریسیور رکھ کر لیڈر سے کہا۔ "کل اسی وقت تک پہلی امد[اد] پہنچ جائے گی۔"

"ان سے ان معاملات میں نمٹ کر میں پارس کے ساتھ ا[پنے] کمرے میں آیا۔ وہ بولا۔ "پاپا! آج بہت عرصہ بعد مرینا میرے پاس آئی تھی۔"

"ہوں۔ ابھی میں اس کی خیریت معلوم کرنے جاؤں گا۔ [وہ کیا] کہہ رہی تھی؟"

"وہ کچھ پُراسرار سی ہو گئی ہے۔ پچھلی رات میرے کمرے [میں] آنے کا دعویٰ کر رہی تھی۔"

"اچھا میں سمجھ گیا۔ اس نے بتایا ہو گا کہ تمہارے قریب [...] افغانی دوشیزہ کو بھی دیکھا ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ جانتی ہے کہ میں افغانستان میں ہوں۔ مجاہد[انہ] روپ میں ہونے کے باوجود اس نے مجھے پہچان لیا ہے۔"

میں نے مسکرا کر کہا۔ "گویا اس نے خود کو مُعمّا بنا کر پیش [کیا] ہے۔"

"لفظ مُعمّا پر یاد آیا' اس نے میرے پاس آئندہ آنے کے [لیے] اسی قسم کے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں۔"

"وہ کوڈ ورڈز کیا ہیں؟"

"یہ ہیں کہ میں دشمنوں کی اماں ہوں اور تمہارے لیے [...] ہوں۔"

"درست کہتی ہے اگر میں اسے مستقل طور سے معمول بنا[کر] نہ رکھتا تو ہم سب کے لیے مُعمّا بن جاتی۔"

میں نے بیٹے کو آتما شکتی کے متعلق تفصیل سے بتایا۔ وہ [...] سے سنتا رہا پھر بولا۔ "پاپا! اس میں کتنی صداقت ہے؟"

"بیٹے! سو فیصد صداقت ہے۔ کل رات وہ اپنی آتما [کے] ذریعے ہم سب کو اس عمارت میں دیکھ کر گئی ہے۔" "[یعنی] جہاں بھی چھپ کر رہیں گے' اس کی آتما پہنچ جایا کرے گی؟"

"میں نے اس کے دماغ میں ایسی گرہ لگائی ہے کہ اس کی [...] ہمیں دیکھا کرے گی لیکن دماغ بھول جایا کرے گا۔"

"بائی دی وے' وہ دشمن بن کر میرے پاس نہیں آئی تھی۔"

"وہ تو تمہارے پاس دوست بن کر ہی آتی رہے گی۔"

"وہ خوشخبری سنانے آئی تھی۔ کہہ رہی تھی اس نے آپ [کا] دل دُکھایا ہے۔ اس کی تلافی کرے گی اور جلد ہی میرے پاس [...] اسلام قبول کرے گی۔"

"وہ پیدائشی عیسائی ہے۔ مہالامہ کے پاس پہنچ کر ہندو بن [گئی] ہے' تمہارے پاس آ کر مسلمان بن جائے گی۔ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں' وہ موقع محل دیکھ کر ایک کو قبول کرتی رہے گی' دوسرے [کو] چھوڑتی رہے گی۔ جو عقل کا دامن نہیں چھوڑے گا' وہی ا[س] چالاک لومڑی سے بچ پائے گا۔"

"وہ آخر کیا کرتی پھر رہی ہے؟"

"جس تھالی میں چھ ماہ تک کھاتی رہی ہے اسی میں چھید کرنے والی ہے۔ اپنے گرودیو اور اس کے چھ چیلوں کی چھٹی کرنے والی ہے۔ تم اسے دور تک جانتے ہو اس کے باوجود جاننے کے لیے ابھی بہت کچھ رہ گیا ہے۔ وہ بہت گہری ہے۔"

"میں جانتا ہوں۔ اس لیے کبھی میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اس پر بھروسا نہیں کیا۔"

اسی دن میں نے مرینا کے چور خیالات پھر پڑھے۔ پتا چلا کہ [م]اسک مین کی ایک ٹیم مرینا کو حاصل کرنے وہاں پہنچی ہوئی ہے۔ [اگ]ر وہ آسانی سے حاصل نہ ہوتی تو ٹیم کے افراد کو اسے اغوا کرنے کا حکم تھا۔

وہ اپنی جگہ ایک مکّار تھی۔ اس نے ٹیم کے لیڈر سے دوستی کی۔ اسے یقین دلایا کہ وہ مہالامہ اور اس کے چھ چیلوں کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھ تبت جائے گی۔

پھر اس نے مہالامہ کو ماسک مین کی ٹیم کے خلاف بھڑکایا۔ [نت]یجہ یہ ہوا کہ دونوں پارٹیاں اسے حاصل کرنے کے لیے آپس میں [لڑ]تی رہیں اور ایک دوسرے کو زخمی کرتی رہیں۔ مرینا ان زخمیوں کے اندر پہنچ کر انہیں موت کے گھاٹ اتارتی رہی۔

جیسا کہ قارئین جانتے ہیں۔ آخر میں صرف مہالامہ کنچن دیو [کا] ایک چیلے آتما رام کے ساتھ زندہ بچ گیا تھا۔

جس وقت مرینا نے دونوں پارٹیوں کو لڑانے کا سلسلہ شروع کیا [تھ]ا' اس وقت ایک ہیلی کاپٹر حشمت آباد کے قریب آ کر اترا تھا۔ [کاب]ل کی سرکاری فوج کا ایک افسر چار مسلّح سپاہیوں کے ساتھ آیا [تھا]۔ ہم تھوڑی دیر کے لیے ایک کمرے میں چھپ گئے۔ میں نے [جل]ال شاہ کو سمجھا دیا کہ وہ آنے والوں سے انگریزی یا روسی زبان [میں] گفتگو کرے۔

جلال شاہ نے حزبِ مومن کے لیڈر اور کمانڈر کے ساتھ [س]رکاری فوج کے افسر کا استقبال کیا۔ پھر انگریزی زبان میں کہا۔ "ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ فرمائیے سرکاری فوج کو ہماری یاد [کس] لیے آ گئی؟"

افسر نے کہا۔ "ہمیں توبہ خانم اور دو پاکستانی صحافیوں کی تلاش ہے۔"

لیڈر نے پوچھا۔ "آپ انہیں کیوں تلاش کر رہے ہیں؟"

"وہ کابل کی عبوری حکومت کے مجرم ہیں۔ انہوں نے حاتم [شہ]ریار اور تین غیر ملکیوں کو کہیں غائب کر دیا ہے۔"

لیڈر نے کہا۔ "حاتم شہریار غیر ملکی دلال تھا۔ اسے قتل کرنا یا [ا]نہیں اغوا کر کے لے جانا نیکی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے' وہ تینوں مجرم تمہاری پناہ میں ہیں؟"

"انہیں مجرم نہیں مجاہد کہو۔"

"ہم یہاں جنگ کرنے نہیں آئے ہیں۔ اگر ان تینوں کو [ہم]ارے حوالے نہیں کرو گے تو ہم کابل حکومت کو رپورٹ کریں گے۔"

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ان کے سامنے آ گیا۔ انہیں مخاطب کرتے ہوئے بولا "ہم بھی جنگ نہیں چاہتے۔ نظریات کا فرق پیدا ہو تو جنگ چھڑ جاتی ہے۔ تمہاری نظروں میں ہم مجرم ہیں کیونکہ ہم نے غیر ملکیوں کو اور دلالوں کو سزا دی ہے اور تم ہماری نظروں میں مجرم ہو کیونکہ تم نے بڑے ممالک کو اس ملک میں مداخلت کرنے کی سہولتیں فراہم کی ہیں۔"

"ہم بحث کرنے نہیں آئے ہیں۔ حاتم شہریار اور تینوں غیر ملکیوں کو ہمارے حوالے کر دو۔"

میں نے کہا۔ "تم اپنا یہ ہیلی کاپٹر میرے حوالے کر دو۔ اپنے جوانوں کو حکم دو کہ یہ اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال دیں اور بالکل نہتّے ہو جائیں۔"

یہ کہتے ہی میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ مسلّح سپاہیوں سے بولا۔ "اپنے تمام ہتھیار ہیلی کاپٹر کے اندر ڈال کر آؤ اور میری یہ گن اور کارتوس بھی لے جاؤ۔"

سپاہیوں نے حیران ہو کر اپنے افسر کو دیکھا۔ پھر ایک نے کہا "لیکن سر؟"

وہ ڈانٹ کر بولا۔ "شٹ اپ۔ کوئی لیکن ویکن نہیں۔ فوراً حکم کی تعمیل کرو۔"

ہیلی کاپٹر وہاں سے سو گز کے فاصلے پر تھا۔ وہ سپاہی وہاں گئے اور تمام ہتھیار وہاں ڈال کر چلے آئے۔ تمام مجاہدین حیرانی سے یہ تماشا دیکھ رہے تھے۔ لیڈر مجھ سے اس سلسلے میں کچھ پوچھنا چاہتا تھا لیکن جلال شاہ نے اسے باتوں میں الجھا لیا۔

میں پارس اور توبہ کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گیا۔ پارس نے پائلٹ کی سیٹ سنبھال لی۔ میں نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ ایک سپاہی اس سے کہہ رہا تھا۔ "سر! ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی ہے لیکن یہ کیا ہو رہا ہے؟"

دوسرے سپاہی نے کہا۔ "وہ ہمارا ہیلی کاپٹر لے جا رہے ہیں۔"

افسر نے کہا۔ "لے جانے دو۔"

ہیلی کاپٹر کا پنکھا تیزی سے گردش کر رہا تھا۔ وہ فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ سرکاری فوج کا افسر حزبِ مومن کے لیڈر اور کمانڈر سے کہہ رہا تھا۔ "وہ تینوں تمہارے شریف مہمان تھے۔ ہم نے بھی شرافت سے ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کر دیا ہے۔ اس ملک میں امن و امان بحال کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ سرکاری فوج آپ جیسے مجاہدین کو اپنے ہیلی کاپٹرز اور اسلحہ دے دیا کرے۔"

میں نے پارس سے کہہ دیا تھا کہ ہم بلخ جائیں گے۔ وہ اسی سمت جا رہا تھا۔ میں نے بیس منٹ بعد افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا۔ اس نے چونک کر اپنے سپاہیوں اور حزبِ مومن کے مجاہدین کو دیکھا پھر پوچھا۔ "ہمارا اسلحہ کہاں ہے؟"

ایک سپاہی نے کہا۔ "سر! ابھی آپ نے اسلحہ اور ہیلی کاپٹر انہیں دیا ہے جنہیں گرفتار کرنے آئے تھے' وہ جا چکے ہیں۔"

"کیا؟" وہ بے یقینی سے سب لوگوں کو دیکھنے لگا۔ اسے کچھ کہنے کے لیے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ اس کی سمجھ میں کچھ آتا تو وہ بولتا۔ وہ چکرا کر ایک چارپائی پر بیٹھ گیا۔

ایک مجاہد نے پوچھا۔ "کیا تمہارا دماغی توازن ٹھیک ہے؟"

اس نے مجاہدین کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ ان کے کمانڈر نے کہا۔ "جی ہاں! آپ کچھ ایب نارمل ہیں۔ آپ نے اپنے سپاہیوں کو خود ہی حکم دیا تھا کہ اسلحہ اور ہیلی کاپٹر ان کے حوالے کردیا جائے۔"

"نان سنس۔ کیا میں پاگل ہوں کہ ایسا حکم دوں گا؟"

لیڈر نے کہا۔ "آفیسر! آپ نے ابھی ہم سے کہا ہے کہ امن و امان بحال کرنے کے لیے سرکاری فوج کو اپنا اسلحہ اور ہیلی کاپٹر وغیرہ مجاہدین کے حوالے کردینا چاہیے۔"

وہ دہاڑتے ہوئے بولا۔ "ہرگز نہیں۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔"

"آپ کے اپنے سپاہی گواہ ہیں۔"

چاروں سپاہیوں نے گواہی دی۔ افسر بیٹھا ہوا تھا۔ اچھل کر کھڑا ہوگیا پھر میری مرضی کے مطابق ڈانس کرنے لگا اسے ٹھمکے لگاتے دیکھ کر مجاہدین قہقہے لگانے لگا۔ چاروں سپاہی اس کی منت کر رہے تھے۔ "سر! یہ آپ کیا کررہے ہیں؟ پلیز ڈانس نہ کریں ہماری انسلٹ ہورہی ہے۔"

میں نے اس کے دماغ کو ذرا سی ڈھیل دی۔ وہ ناچتے ہوئے کہنے لگا۔ "میں ڈانس نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن بے اختیار کررہا ہوں۔ حاتم شہریار کا سیکیورٹی افسر بھی ایسی بے تکی حرکتیں کرچکا ہے۔ اس کا بیان سن کر ہمیں یقین نہیں آیا تھا۔ میں یہاں سے جا کر بیان دوں گا تو مجھ پر بھی عبوری حکومت کے عہدیدار اور فوج کے افسران یقین نہیں کریں گے۔"

اس نے ایک سپاہی سے کہا۔ "میرا ناچ کیا دیکھ رہے ہو۔ فوراً ہیڈ کوارٹر سے رابطہ کرو۔"

"سر! کیسے کریں۔ ہمارا موبائل فون ہیلی کاپٹر میں رہ گیا ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا۔ "میں مجاہدین کے لیڈر سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنا فون یا ٹرانسیٹر ہمیں استعمال کرنے دے۔"

لیڈر نے کہا۔ "توبہ خانم ہماری مجاہدہ ہے اور دونوں صحافی ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے خلاف ہیڈ کوارٹر میں رپورٹ کرنا چاہو گے تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کریں گے۔"

توبہ نے میری ہدایت کے مطابق موبائل ٹیلی فون کے ذریعے لیڈر کو مخاطب کیا پھر کہا۔ "میں خانم بول رہی ہوں۔ کل تک واپس آنے کی کوشش کروں گی اور کل تک اسلحے کے ساتھ مالی امداد بھی پہنچے گی۔ سرکاری فوج کے افسر کو فون اور ٹرانسیٹر استعمال کرنے دو لیکن یہ چیزیں ان کے لیے خود ہینڈل نہ کرو۔"

اس نے رابطہ ختم کیا۔ لیڈر نے افسر سے کہا۔ "ناچنا بند کرو اور یہ فون لے کر اپنے لوگوں سے رابطہ کرو۔"

اس نے ڈانس کرتے ہوئے موبائل فون کو آپریٹ کیا لیکن ہیڈ کوارٹر کا نمبر نہ ملا سکا۔ جب بھی وہ نمبر ملاتا تھا' میں غلط کرتا تھا۔ وہ جھنجلا کر بولا۔ "تمہارا فون خراب ہے۔"

"تمہارا دماغ خراب ہے۔"

وہ ناچتے ہوئے بولا "میں تھک گیا ہوں۔ آخر کب تک ناچتا رہوں گا۔ پلیز سب مل کر مجھے پکڑو اور کہیں باندھ دو۔"

سپاہیوں نے اسے پکڑ کر ایک کھاٹ پر لٹا دیا۔ پھر اسے رسیوں سے اس طرح باندھ دیا کہ وہ ہلنے کے قابل نہیں رہا۔ میں اس کے دماغ سے نکل آیا۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کو یہاں سے پانچ کلومیٹر دور اتارا تھا تاکہ ہم کسی کی نظروں میں نہ آئیں۔ میں نے پارس اور توبہ سے کہا۔ "تم دونوں شہر میں کہیں قیام کرو۔ میں ہیلی کاپٹر لے کر تبت کے شہرلاسہ جارہا ہوں۔"

میں نے پہلے ہی پارس کو مرینا کے حالات بتا دیے تھے کہ وہ بڑی مکاری سے ماسک مین کی پوری ٹیم کو مہالامہ کے ذریعے ہلاک کرا چکی ہے اور اس ٹیم کے ذریعے مہالامہ کے پانچ آتما شکتی جاننے والوں کو موت کے گھاٹ اتار چکی ہے اب وہاں صرف مہالامہ اور اس کا ایک خاص چیلا آتما رام رہ گیا ہے۔

وہ دونوں گرو چیلے اب مرینا پر شبہ کررہے تھے۔ اس لیے روپوش ہوگئے تھے اور کسی وقت بھی اس پر قاتلانہ حملے کرسکتے تھے۔ میں نے مرینا کے ذریعے درس گاہ کے انچارج کے دماغ میں بھی جگہ بنائی تھی۔ وہاں دوسرے طلبا اور طالبات یوگا کی مشقیں کرتے رہتے تھے اس لیے میں مرینا کے علاوہ صرف انچارج کے دماغ میں ہی جا سکتا تھا۔

میں نے شہرلاسہ کے مندر اور درس گاہ کے قریب ہیلی کاپٹر کو اتارا۔ اس وقت انچارج گرو دیو کے حجرے میں قید ہوگیا تھا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کرکے کہہ رہا تھا کہ اس وقت انچارج کے اندر مرینا گھسی ہوئی ہے۔ اس لیے اسے قید کیا جارہا ہے تاکہ مرینا باہر نکل کر اسے اور اس کے گرو دیو کو نقصان نہ پہنچائے۔

میں درسگاہ کی سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر آیا۔ آتما رام حجرے کے دروازے کو باہر سے بند کرکے پہریدار کے طور پر بیٹھا ہوا تھا تاکہ مرینا انچارج کو آلہ کار نہ بنا سکے۔ وہ مجھے دیکھتے ہی بولا۔ "کون ہو تم؟"

میں نے کہا۔ "تم نے مجھے حجرے میں بند کیا تھا۔ میں باہر آگیا ہوں۔"

"یہ جھوٹ ہے۔" اس نے تعجب سے بند دروازے کو دیکھا۔ پھر دستک دے کر انچارج کو آواز دی۔ "کیشو راج! کیا تم اندر موجود ہو؟"

میں نے انچارج کو بولنے نہیں دیا۔ اس نے کئی بار دستک دے کر پوچھا۔ اندر خاموشی رہی۔ میں نے اس کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "مرینا نے میرا بھیس اور حلیہ بدل دیا ہے۔ اس لیے تم اپنی درسگاہ کے انچارج کو نہیں پہچان رہے ہو۔ میں باہر ہوں۔ اندر کوئی نہیں ہے۔"

اس نے اندر دیکھنے کے لیے جلدی سے دروازے کو کھولا۔ میں نے اسے ایک لات ماری وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر گیا۔ میں نے حجرے کے اندر آکر دروازے کو بند کردیا اس نے پلٹ کر حملہ کیا' میں نے حملہ روک کر ایک الٹا ہاتھ جماتے ہوئے کہا "تم آتما شکتی کے ماہر ہو مگر فائٹر نہیں ہو۔"

پھر بھی اس نے پلٹ کر حملہ کیا اور پھر مار کھا کر پیچھے گیا اچھا قد اور اور مضبوط جسم اور مضبوط حوصلوں کا مالک تھا۔ میں نے کہا "تمہاری پٹائی کرتے کرتے تمہیں زخمی کرنے میں بڑا وقت ضائع ہوگا۔ تم ایک گھنٹے تک سانس روکنے والی توانائی رکھتے ہو' بہتر ہے پیار محبت سے بتادو مہالامہ کنچن دیو کہاں روپوش ہے؟"

لیکن وہ پٹائی کو ترجیح دے رہا تھا۔ بار بار حملے کررہا تھا۔ جب میرا ہاتھ اس کے جسم پر پڑتا تھا تو وہ سانس روک لیتا تھا۔ سانس جسم میں بھرتے ہی وہ فولاد کی طرح سخت ہوجاتا تھا۔ میرا ہاتھ جیسے کھال منڈھے ہوئے لوہے پر پڑتا تھا۔ کئی بار اپنے ہاتھ اور اپنی لاتیں آزمانے کے بعد یقین ہوگیا کہ نہ وہ زخمی ہوگا نہ مجھے اس کے دماغ سے مہالامہ کا سراغ ملے گا۔

اسی وقت اس نے چاقو نکال لیا' میں نے کہا "واہ بھئی! یہ تم نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ لاؤ چاقو مجھے دے دو۔"

اس نے حملہ کرنے کے انداز میں چاقو پکڑ کر پینترا بدلتے ہوئے کہا "زندہ رہنا چاہتا ہے تو دروازے سے ہٹ جا۔"

انچارج میرے پیچھے سہما کھڑا ہوا تھا۔ وہ دروازہ کھول کر بھاگنے لگا۔ آتما رام نے بھی چاقو لے کر میری طرف دوڑ لگائی میں پینترا بدل کر ایک طرف ہوا' وہ چوکھٹ سے ٹکرایا۔ میں نے اسے آرم لاک لگا کر چاقو چھین لیا۔ پھر اس چاقو سے اس کے جسم پر ایک ہلکا سا زخم لگایا۔ اس کے منہ سے ایک ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے اس کے دماغ میں پہنچ کر چشم زدن میں معلوم کیا کہ مہالامہ اسی ہاسٹل میں مرینا کے کمرے میں چھپا ہوا ہے۔

میں اس چیلے کو مارتا اور رگیدتا ہوا درس گاہ کے دفتر میں لایا۔ اس کے ہاتھوں کو پشت پر باندھا منہ پر ٹیپ لگایا پھر کانوں اور گردن تک پہنے والی اونی ٹوپی سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد اسے دھکا دیتے ہوئے ہاسٹل میں لے کر آیا۔ اچانک انچارج نے ایک راہداری میں آکر ریوالور سے نشانہ لے کر بولا "آتما رام کو چھوڑ دو۔"

میں نے اس کی کھوپڑی پر خیال خوانی کی چپت لگائی اس نے ریوالور کو میری طرف اچھال دیا۔ میں نے اسے کیچ کرکے کہا "ادھر آؤ۔"

وہ قریب آیا' میں نے ریوالور کے دستے سے اس کے سر پر ضرب لگائی۔ وہ چکرا کر فرش پر گرا پھر بے ہوش ہوگیا۔ میں اس کے دماغ سے یہ معلوم کرچکا تھا کہ مرینا ہاسٹل کے کمرا نمبر بارہ میں رہتی ہے۔ میں نے راہداری سے گزرتے ہوئے آتما رام کو دھکے دے کر آگے چلاتے ہوئے مرینا کی سوچ پڑھی۔

مہالامہ اس کے کمرے میں پلنگ کے نیچے چھپا ہوا تھا۔ وہاں سے نکل کر مرینا پر گولی چلا رہا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف ہوگئی۔ گولی سے تو بچ گئی لیکن توازن قائم نہ رکھ سکی' فرش پر گر پڑی۔ اس کا دوسرا فائر بھی خالی گیا۔ تیسری گولی مرینا کی ٹانگ کو چھو کر گزری۔ وہ موت کے خوف سے چیخنے لگی۔

خوف لازمی تھا۔ جبکہ وہ کبھی خوف زدہ نہیں ہوتی تھی۔ شاید اس لیے کہ ہر خطرناک موڑ سے اپنی ذہانت اور ٹیلی پیتھی کے ذریعے بچ نکلتی تھی۔ اس بند کمرے سے بچ نکلنا ناممکن تھا لہٰذا اُسے موت کا یقین ہوگیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ خدا مہربان ہو تو آسمان سے مدد پہنچتی ہے۔

میں نے مرینا کی چیخ سنتے ہی دروازے کے لاک پر گولی ماری اس کے ساتھ آتما رام کو دھکا دیا۔ وہ دروازے سے ٹکراتا ہوا اندر گیا۔ مہالامہ نے اپنی حفاظت کے لیے اندر آنے والے پر گولیوں کی بوچھار کردی' اپنے ہی چیلے کو ہلاک کردیا۔

جب اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹایا تب مہالامہ کو اپنی غلطی کا علم ہوا۔ وہ ریوالور کا رخ کھلے ہوئے دروازے کی طرف کرتے ہوئے بولا "باہر کون ہے؟ کس نے میرے چیلے کو یہاں دھکا دیا تھا؟"

کمرے میں روشنی تھی اور راہداری میں جہاں میں کھڑا ہوا تھا' وہاں تاریکی تھی۔ میں تاریکی سے روشنی کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ "گرو گھنٹال! تم نے آخری تین گولیاں اپنے چیلے پر خرچ کردیں اب تم میرے ہاتھوں خرچ ہونے کے لیے رہ گئے ہو۔"

مرینا نے پہلے میری آواز سنی' پھر میرے روشنی میں آتے ہی خوشی سے چیخ کر بولی "پاپا۔ پاپا۔ پا۔ پا۔ پا......"

اسے موت کا پورا یقین ہونے کے بعد زندگی مل رہی تھی۔ وہ مارے خوشی کے پاپا کی گردان کرتی چلی گئی۔ موت کی دہشت اور حیاتِ نو کی مسرتوں نے اسے کچھ بولنے نہیں دیا۔ وہ فرش پر پڑی ہوئی تھی سر اٹھا کر مجھے دیکھنے کے بعد بڑے اعتماد سے بے ہوش ہوگئی۔ اس کا سر فرش سے ٹک گیا۔ اعتماد یہ تھا کہ اب کوئی دشمن اسے نہیں مار سکے گا۔

مہالامہ کنچن دیو گولیوں کا حساب بھول گیا تھا اُسے میری بات کا یقین نہیں آیا کہ ریوالور خالی ہوگیا ہے۔ اس نے دوبارہ میرا نشانہ

لگا کر ٹریگر کو دبایا۔ کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ خاموشی چھا گئی میں اسے نظرانداز کرنے لگا جیسے اس کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ میں کمرے میں داخل ہو کر اطمینان سے چلتے ہوئے ایک میز پر آیا۔ وہاں سے پانی کا جگ اٹھانے لگا۔ وہ مجھے غافل سمجھ کر دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں نے کہا "ایک گولی چلے گی اور لنگڑے ہو جاؤ گے اور تم نے تو دیکھا ہی ہے کہ مرینا زخمی ہونے والوں کے دماغوں میں گھس آتی ہے۔"

وہ دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا لیکن میرا ریوالور اس کی طرف اٹھا ہوا تھا۔ شاید سوچ رہا تھا کہ وہ ایک ہی چھلانگ میں دروازہ پار کرتے ہوئے راہداری کے اندھیرے میں گم ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس کے لیے اس نے مجھے باتوں میں الجھایا۔ مجھ سے پوچھا "تم کون ہو؟"

"تم پر برا وقت بن کر آیا ہوں' لہٰذا دوست نہیں ہو سکتا۔"

میں نے میز پر سے جگ اٹھالیا تھا۔ مرینا پر پانی چھڑک کر اسے ہوش میں لانا چاہتا تھا۔ میں نے اس مقصد کے لیے مرینا کی طرف رخ کیا اسی لمحے میں اس نے دروازے کی سمت چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کے معنی ہیں فضا میں اُڑ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا لیکن ابھی وہ فضا میں ہی تھا کہ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ وہ چیختا ہوا یوں دروازے کی چوکھٹ پر گرا کہ آدھا باہر آدھا اندر رہ گیا۔

مہالامہ کنچن دیو پہلوان تھا۔ پتا نہیں کتنے گھنٹوں تک سانس روک لیتا تھا۔ آئندہ دماغ میں جاکر معلوم ہو سکتا تھا۔ ویسے مہالامہ جیسے اہم اور غیر معمولی کردار جب دو کوڑی کے ہو جاتے ہیں تو پھر ان کے متعلق کچھ معلوم کرنا ضروری نہیں رہ جاتا۔ بہرحال وہ فولادی جسم کا مالک تھا۔ چوکھٹ پر گرنے کے باعث کوئی خاص چوٹ نہیں آئی لیکن میرے ریوالور کی گولی اس کی ران میں پیوست ہو گئی تھی وہ اس کے اندر انگارے کی طرح جل رہی تھی اور اس کے دماغ میں میری خیال خوانی کا شعلہ بھڑک چکا تھا۔

وہ کراہتے ہوئے سوچ رہا تھا "آہ! پتا نہیں یہ کون بلائے ناگہانی کی طرح آگیا ہے۔۔۔۔ پربھو! کیا میرا انت اس سے آگیا ہے؟"

میں اپنا ریوالور اس کی طرف پھینک کر مرینا پر جھکا اور اس کے چہرے پر پانی چھڑکنے لگا۔ اس نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ ابھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ کہاں ہے اور کس حال میں؟ ادھر مہالامہ نے میرے پھینکے ہوئے ریوالور کو اٹھا کر دیکھا۔ اس کے چیمبر میں گولیاں تھیں اس نے پہلے تو مجھے حیرانی سے دیکھا۔ پھر سمجھ گیا۔ میری طرف ریوالور پھینکتے ہوئے بولا "میں نادان نہیں ہوں تم میرے اندر رہو' مجھے گولیاں چلانے نہیں دو گے۔"

مرینا اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میری گردن میں بانہیں ڈال کر بولی "پاپا! آپ نے باپ ہونے کا حق ادا کر دیا' ہزاروں میل دور سے اپنی بیٹی کو نئی زندگی دینے آگئے۔"

"میں نے ایک عرصہ پہلے جب تمہیں بیٹی کہا تھا' مسلسل تمہیں ایک باپ کی محبت اور توجہ دے رہا ہوں لیکن تم نے کبھی بیٹی ہونے کا حق ادا نہیں کیا۔"

"پاپا! مجھے شرمندہ نہ کریں۔ مجھے ایک موقع اور دیں اس بار میں سچ مچ بیٹی بن کر دکھاؤں گی۔"

"تم ایک موقع مانگ رہی ہو۔ میں پہلے دن سے مواقع دیتا آرہا ہوں' آئندہ بھی دیتا رہوں گا۔"

اس نے مہالامہ کو دیکھتے ہوئے فرش پر سے ریوالور کو اٹھالیا۔ میں نے پوچھا "گولی مارو گی؟"

"ہاں۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"کیا بہت غصے میں ہو؟"

"او پاپا! کیا مجھے غصہ نہیں آنا چاہیے؟"

"بالکل نہیں آنا چاہیے۔ تم اپنا غصہ گرو دکشنا میں دے چکی ہو۔"

وہ حیرانی سے بولی "آپ کیسے جانتے ہیں؟"

"میں نے ابھی گرو دیو کے خیالات پڑھے ہیں۔ میں تمہاری حفاظت کے لیے ان کا دشمن بن کر آیا تھا لیکن خیالات پڑھ کر قائل ہو گیا ہوں کہ یہ بہت بڑے گیانی ہیں۔"

"پاپا! آپ دشمن کی تعریف کر رہے ہیں؟"

"تم نے جس زبان سے گرو دیو کہا ہے اسی زبان سے دشمن نہ کہو۔ آخر یہ انسان ہیں ان سے ایک چھوٹی سی غلطی ہو گئی غلطیاں ہم سے تم سے بھی ہوتی ہیں۔"

"کیا آپ چاہتے ہیں اسے زندہ چھوڑ دوں؟"

"تم اپنا غصہ گرو دیو کو دے چکی ہو' دی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاتی۔ پھر یہ تم نے گرو سے حاصل کی ہوئی تعلیمات کے صلے میں دیا ہے۔ کیا انکار کر سکتی ہو کہ تم نے ان سے آتما شکتی کا غیر معمولی علم حاصل نہیں کیا ہے؟"

"میں تسلیم کرتی ہوں۔ اس معاملے میں یہ ایک عظیم معلم ہیں۔"

"تو پھر اپنا دیا ہوا غصہ واپس نہ لو۔ دماغ کو اس لعنت سے بالکل خالی کر کے فیصلہ کرو' کیا طیش اور جنون میں آئے بغیر کوئی کسی کو قتل کر سکتا ہے؟"

اس کا سر جھک گیا' ریوالور کی نال بھی جھک گئی۔ میں نے کہا "گرو دیو کو دیکھو' یہ فرش پر بے حس و حرکت پڑے ہوئے ہیں۔ کسی کے جسم میں بلٹ گھس جائے تو وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں مارتا ہے اور بے ہوش ہو جاتا ہے لیکن یہ ایک آدھ بار کراہنے کے بعد خاموش ہیں اور ہوش و حواس میں ہیں' جانتی ہو یہ کیا ہے؟"

"شاید آتما شکتی کا کمال ہے۔"

"ہاں۔ آؤ ان کے اندر چلیں۔"

ہم دونوں ان کے اندر آگئے۔ اندر وہ گولی جلتا ہوا انگارہ بنا ہوئی تھی۔ اس لیے وہ پوری طرح سانس نہیں روک سکتے تھے لیکن سانس کھینچ کھینچ کر درد کے احساس کو زائل کر رہے تھے۔ بلٹ آدھے سے زیادہ ران میں پیوست ہوا تھا۔ انہوں نے دو انگلیوں سے اس بلٹ کو پکڑ کر باہر کھینچ لیا ادھر کا گوشت ذرا پھٹ گیا تھا۔ انہوں نے خون کا بہاؤ روکنے کے لیے اس پر ہتھیلی رکھ لی اور سنسکرت زبان میں زیرِ لب کوئی منتر پڑھنے لگے۔

میں نے مرینا سے کہا "جاؤ مرہم پٹی کا سامان لے آؤ۔"

وہ فوراً ہی اٹھ کر درس گاہ کی ڈسپنسری کی طرف چلی گئی۔ میں خیال خوانی کے ذریعے حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مہالامہ بڑے سکون سے لیٹے ہوئے تھے۔ ان کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے۔ بی اے تک تعلیم حاصل کی تھی۔ بچپن سے ہی ایک غیر معمولی آدمی بننے کی لگن تھی۔ وہ یاترا اور بھگتی کے لیے بنارس اور متھرا گئے۔ خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مزار کے احاطے میں تقریباً ایک برس تک چلہ کشی کی پھر گیان حاصل ہوا کہ انہیں آتما شکتی کے لیے تبت کے شہر لاسہ جانا چاہیے۔

یہاں آکر انہوں نے کئی برس تک سخت محنت' عبادت اور ریاضت کی' اب تین گھنٹوں تک سانس روک کر مردہ ہو جاتے ہیں اور آتما شکتی سے پھر اپنے مردہ جسم میں واپس آجاتے ہیں۔ وہ کہتے تھے جسم بیمار ہوتا ہے روح کبھی بیمار یا کمزور نہیں ہوتی' جسم پر لگنے والا بلٹ روح کو نہیں لگتا۔ ایسے وقت یوگا شکتی کے ذریعے سانسوں کو زیادہ سے زیادہ قابو میں رکھا جائے اور تکلیف کو مٹانے کی کوشش کی جائے تو یوگا اور آتما شکتی کے ذریعے تمام تکالیف معدوم ہو جاتی ہیں۔

یہی وجہ تھی کہ وہ گہرے زخم کے باوجود سکون اور آرام سے لیٹے ہوئے تھے۔ مرینا درس گاہ کے وید مہاراج کو لے آئی کیونکہ مہالامہ کنچن دیو انگریزی ادویات استعمال نہیں کرتے تھے۔ وید اپنے ایک معاون کی مدد سے ان کے علاج میں مصروف ہو گیا۔ میں مرینا کے ساتھ درس گاہ سے جانے لگا۔ وہاں طلبا و طالبات کی بھیڑ لگ رہی تھی وہ ہم دونوں کو مجرم سمجھ رہے تھے۔ ہمیں شکایت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ انہیں ہم پر غصہ آنا چاہیے تھا لیکن گرو دیو تعلیم شروع کرنے سے پہلے ہر طالب علم کا غصہ گرو دکشنا میں مانگ لیتے تھے۔ پھر اس لیے بھی غصہ نہیں تھا کہ ہم نے صرف زخمی کیا تھا اور خود وید کو بلا کر علاج بھی کرا رہے تھے۔

ہم درس گاہ کے دفتر میں آکر بیٹھ گئے۔ پھر خیال خوانی کے ذریعے مہالامہ کو مخاطب کیا۔ پہلے مرینا نے کہا "گرو دیو! میرے پاپا نے سمجھایا' غلطی انسان سے ہی ہوتی ہے' میں یہ بات سمجھ گئی۔ ہمارے درمیان جو کچھ ہوا اسے آپ بھول جائیں' میں بھی بھول جاتی ہوں۔ آپ کو یہ بتانے آئی ہوں کہ پاپا کے ساتھ جا رہی ہوں۔"

"جاؤ اور جہاں جاؤ دوسروں کو خوشیاں دو اور خوش رہو۔ میں تمہارے پاپا کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

میں نے کہا "میں موجود ہوں اور آپ کے مہاگیانی ہونے کا اعتراف کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ عالم خواہ کسی مذہب کا ہو' اسے اپنی طبعی عمر تک جینا چاہیے تاکہ اس کی ذات سے دنیا کو علم حاصل ہوتا رہے۔"

"تم مجھے قتل کر سکتے تھے مگر طبعی عمر تک جینے دے رہے ہو بہت عظیم انسان ہو۔"

"انسانیت کی راہوں پر عظمت حاصل ہوتی ہے۔ میں پاکستانی سیاست اور حکومت کے معاملات میں نہیں پڑتا البتہ وہاں رہ کر میں نے تخریب کاروں اور غیر ملکی ایجنٹوں کا محاسبہ کیا ہے۔ اس میں آپ کے بھارتی سراغرساں بھی تھے۔ میرے بیٹے پارس نے ہندوستان جاکر را تنظیم میں رہ کر تمہاری حکومت کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ ایک بہت بڑے سیاستدان اور دو ہزار ہندوستانیوں کو زہر خورانی سے بچایا۔ آپ سے بھی درخواست ہے کہ ذات اور مذہب سے بالاتر ہو کر انسانیت کی بھلائی کے لیے آتما شکتی کو کام میں لائیں۔ آپ نے مرینا کو ہندو بنانے اور صرف ہندوستانی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کر کے ایک غلطی کی۔ آپ بہت ذہین ہیں' دوبارہ ایسی غلطی نہیں کریں گے۔"

میں نے ایک ذرا توقف سے کہا "آپ کے چھ چیلے جو آتما شکتی حاصل کر چکے تھے' وہ فنا ہو گئے۔ آپ نے انہیں را تنظیم کے لیے ٹیلی پیتھی کے مقابلے میں تیار کیا تھا۔ ابھی آپ کے چور خیالات بتا رہے ہیں کہ آپ کو غلطی کا احساس ہو گیا ہے اور آپ یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ اپنے غیر معمولی علم کو انسانیت کی بھلائی کے لیے استعمال کریں گے۔ میں پھر کبھی آپ سے رابطہ کروں گا۔ اگر آپ انسانیت کی راہ پر رواں دواں رہے تو میں آپ کا جاں نثار دوست بن کر رہوں گا۔ تب تک کے لیے خدا حافظ۔"

میں اور مرینا اس کے دماغ سے چلے آئے۔

○☆○

محبت میں صداقت ہو تو وہ مٹائی نہیں جاتی اور بار بار برین واش کرنے کے باوجود بھلائی نہیں جاتی۔ ثانی برین واشنگ کے مطابق پچھلی زندگی بھول چکی تھی لیکن کبھی کبھی گم شدہ یادوں سے علی کی خوشبو آتی تھی۔

پہلے وہ الپا کے بھیس میں چھپی ہوئی تھی۔ دنیا والوں سے چھپنے میں کامیاب ہونے کے باوجود علی پر ظاہر ہو گئی تھی اور علی کو پہچانتے پہچانتے بھول جاتی تھی۔

پھر وہ انجانے خطرناک محبوب سے چھپنے کے لیے الپا کے خول سے نکل آئی۔ اس نے ایک لڑکی لارا کا بھیس بدل لیا لیکن علی وہاں لارا کا منگیتر موسس بن کر پہنچ گیا۔ اس نے ثانی کو یقین دلایا کہ وہ کہیں محفوظ نہیں ہے۔ اگر وہ چاہتا تو موسس کے روپ میں اسے اعصابی کمزوری کی دوا پلا کر جے مورگن کو اس کے دماغ پر مسلط کر دیتا اور اس میں شبہے کی کوئی گنجائش بھی نہ ہوتی۔ علی کے ہاتھ میں

وہ چائے کی پیالی تھی جسے وہ پینے والی تھی اور جس میں اعصابی کمزوری کی دوا حل کی گئی تھی۔ تب وہ مان گئی کہ علی اس کا سچا دوست ہے اور جب تک یادداشت کی بندھی ہوئی گرہ نہیں کھلے گی، وہ اپنے محبوب پر اندھا اعتماد کرتی رہے گی۔

علی نے کہا "میں اکثر سوچتا ہوں، کسی دشمن نے میرا اور تمہارا برین واش کیا ہے۔ ہمارے دماغوں سے پچھلی زندگی بھلا کر ہمیں اپنا معمول اور تابعدار بنا کر ہماری مرضی کے خلاف ہمیں استعمال کر رہا ہے۔"

"جب سے تم ملے ہو، میں بھی اسی پہلو سے سوچ رہی ہوں۔ اگر میں سلوانہ نہیں ہوں تو کسی نے مجھے سلوانہ بنا کر میری اصلی شناخت گم کر دی ہے اور جس نے بھی ایسا کیا ہے، وہ کوئی کھیل تماشا نہیں کر رہا ہوگا۔ مجھے سلوانہ بنا کر نامعلوم فوائد حاصل کر رہا ہوگا۔"

"صاف ظاہر ہے، سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا تمہاری ٹیلی پیتھی اور ذہانت سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

"ہاں، میں یہ بھی سوچتی ہوں، لیکن انہوں نے ٹرانسفارمر مشین کے ذریعے مجھے ایک غیر معمولی علم دے کر احسان کیا ہے۔"

"کیا تمہارے ماں باپ کو اور تمہارے محبوب کو چھین کر تم پر احسان کیا گیا ہے؟ کیا ایسا علم قابلِ قبول ہوتا ہے، جو خون کے اور محبت کے رشتوں کو بھلا دیتا ہے؟"

"تم مل گئے ہو تو بچھڑے ہوئے والدین بھی مل جائیں گے۔"

"والدین مل جائیں گے لیکن یادداشت واپس آنے پر پتا چلے کہ تمہارا محبوب یا شوہر کوئی اور ہے اور وہ میں نہیں ہوں تو تمہارا دل کس طرح دُکھے گا۔"

"اوہ گاڈ! میں نے اس پہلو سے سوچا ہی نہیں تھا۔ شاید اس لیے کہ میں روح کی گہرائیوں سے تمہیں اپنا مانتی ہوں۔ یہ سوچنا ہی نہیں چاہتی کہ کوئی دوسرا شخص مجھے چھو بھی سکتا ہے۔"

"خدا نے تمہیں ذہانت دی ہے، تمہیں یہ سمجھنا چاہیے اور اپنی پچھلی زندگی کو یاد کرنے کی معقول تدبیر کرنا چاہیے۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی تدبیر ہے؟"

"ایک ہی راستہ ہے کہ ہم کسی ہپناٹائز کرنے والے پر بھروسا کریں۔ وہ ہمیں ٹرانس میں لا کر پچھلی زندگی کے متعلق سوالات کرے اور ہم اسے جو جوابات دیں، انہیں کیسٹ میں ریکارڈ کرتا جائے۔"

"ہاں۔ اس طرح ماضی آئینے کی طرح صاف ہو جائے گا لیکن کسی عامل پر بھروسا نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ کوئی دشمن نکلا تو پھر ہمیں تنویمی عمل میں جکڑ لے گا۔"

"اگر تم تنہا ہوتیں یا میں تنہا ہوتا تو یہ اندیشہ بجا ہوتا لیکن جب تم پر عمل ہوگا تو میں تمہارے پاس موجود رہوں گا اور عامل کو غلط عمل کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اسی طرح مجھ پر عمل کیا جائے گا تو تم میرے پاس موجود رہو گی اور عامل کو کسی دشمنی یا مکاری کا موقع نہیں دو گی۔"

"بے شک یہ نہایت ہی محفوظ رکھنے والا اور مطمئن کرنے والا طریقۂ کار ہے۔"

علی نے کہا "ہمیں ہر کام خدا کا نام لے کر کرنا چاہیے۔ ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ہم یہودی ہیں عیسائی ہیں یا مسلمان ہیں اور ہمیں خدا کو کو کیا کہنا چاہیے۔"

"ہاں۔ ہمیں یقین سے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری مذہبی شناخت کیا ہے۔"

"اتنی بڑی دنیا میں صرف ایک ہی جگہ ایسی ہے جہاں یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ تینوں کی عبادت کا مشترکہ مقام ہے اور وہ ہے بیت المقدس۔"

"درست ہے۔"

"ہمیں پچھلی زندگی کو یاد کرنے کے لیے اپنی تدبیر پر عمل بھی کرنا چاہیے اور خدا سے کامیابی کی دعا بھی مانگنی چاہیے ہم بیت المقدس جا کر خدا سے پوچھیں گے، اے ہمارے معبود! ہماری مذہبی شناخت کیا ہے....؟ ہمیں اپنی دعاؤں کا جواب ضرور ملے گا۔"

"میں ضرور چلوں گی۔ تم جاؤ اور پاک صاف ہو کر مختصر سا سفری سامان لے آؤ۔"

"میں ہمیشہ پاک صاف رہتا ہوں اور مجھے کبھی سفری سامان کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میری کار میں کافی رقم ہے اور کریڈٹ کارڈ بھی ہے۔ ہم جہاں رہیں گے وہاں ضرورت کا سامان خرید لیں گے۔"

وہ ڈرائنگ روم سے اٹھ کر بیڈ روم میں گئی۔ لڑکیاں کہیں جانے کے لیے گھنٹوں میک اپ کرتی اور زلفیں سنوارتی ہیں پھر لباس کے انتخاب میں بھی وقت ضائع ہوتا ہے۔ وہ دس منٹ میں واپس آگئی پھر وہ دونوں کار میں آکر بیٹھ گئے۔ علی نے کار اسٹارٹ کرکے آگے بڑھائی۔ ثانی نے کہا "جان لمبوڈا کسی وقت بھی مجھ سے رابطہ کر سکتا ہے۔ میں اس سے کہہ دوں گی کہ لارا کی حیثیت سے اپنے منگیتر موسس کے ساتھ یروشلم جا رہی ہوں۔"

"اس بات کو لمبوڈا کے مزاج کے مطابق اور معقول بنا سکتی ہو۔ اس سے کہہ سکتی ہو کہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرہا یروشلم میں رہتا ہے۔ تم اسے ٹریپ کرنے جا رہی ہو۔"

"واقعی یہ بہانہ معقول رہے گا۔ کچھ عرصہ پہلے تم پامیلا کے ساتھ واسکوڈی تھرہا کی رہائش گاہ میں مقیم تھے اور وہیں تم نے ایک گولڈن برین کے دماغ سے لمبوڈا کو نکالا تھا۔"

وہ ساحلی راستے سے اشکیلان کی سمت جا رہے تھے۔ وہاں سے ایلات پہنچ کر پھر بیت المقدس کا رخ کرنے والے تھے۔ اسی وقت لیلیٰ نے رابطہ کیا، کوڈ ورڈز ادا کرتے ہوئے پوچھا "ہیلو بیٹے! کیسے ہو؟ میں پچھلی رات سے تمہارے پاس نہ آسکی، بہت مصروف تھی۔"

"ممی! آپ کی دعاؤں سے بخیریت ہوں۔ ثانی میرے پاس لارا کے روپ میں بیٹھی ہوئی ہے۔ آپ بتائیں مصروفیت کیا تھی؟ کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے؟"

"تشویش تھی، وہ دور ہو گئی۔ تمہاری آنٹی یعنی ہونے والی ساس سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ کچھ کمزور ہو گئی ہے، میں کل سے اس کی تیمارداری میں لگی ہوئی تھی۔"

"کب تک خوشخبری ملے گی؟"

"کوئی آٹھ مہینے بعد۔ پہلے سسٹر (سونیا) کی زچگی ہوگی پھر سلطانہ ماں بنے گی، اپنے موجودہ حالات بتاؤ۔"

علی نے ثانی سے کہا "سلوانہ! ابھی میرے پاس جے مورگن آیا تھا۔ میں نے اس سے بیس سیکنڈ بعد آنے کے لیے کہا ہے۔ وہ آتا ہی ہوگا۔ تم اس وقت تک مجھے مخاطب نہ کرنا جب تک میں تمہیں مخاطب نہ کرلوں۔"

اس نے "اوکے" کہا۔ علی خاموشی سے ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگا۔ یہ تاثر دینے لگا کہ جے مورگن محوِ گفتگو ہے۔ اس نے لیلیٰ کو پچھلی رات سے اب تک کے واقعات سنائے کہ ثانی کس طرح الپا سے لارا بن گئی ہے اور وہ خود لارا کے منگیتر موسس کے بھیس میں ہے پھر اس نے کہا "امی! ثانی کو اب اپنی پچھلی زندگی یاد آجانا چاہیے۔"

"یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ تنویمی عمل کے ذریعے یہ پھر ہماری ہو جائے گی۔"

"لیکن یہ کسی کو اپنے دماغ میں نہیں آنے دے گی۔"

"بیٹے! ہم اس کی بھلائی کے لیے اسے دماغی کمزوری میں مبتلا کر سکتے ہیں۔"

"ابھی تقریباً دو گھنٹے پہلے مجھے موقع ملا تھا۔ میں اسے کمزوری میں مبتلا کر سکتا تھا لیکن میں اپنے پیار کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتا۔"

"یہ تم جذباتی اور احمقانہ بات کہہ رہے ہو۔ اسے دماغی کمزوری نقصان نہیں پہنچائے گی بلکہ ہم سب ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مضبوط قلعے میں پہنچائے گی۔"

"آپ درست کہہ رہی ہیں لیکن یہ اس طریقۂ کار پر آمادہ ہے کہ کوئی ہپناٹائز کرنے والا اس پر عمل کرکے ماضی یاد دلائے اور اس عمل کے دوران میں موجود رہوں تاکہ کوئی عامل شرارت یا دشمنی سے اسے اپنی معمولہ نہ بنائے۔"

"کیا تمہاری نظروں میں ایسا کوئی عامل ہے جو ثانی کی اصلیت معلوم ہونے کے بعد رازدار رہے گا؟"

"جی ہاں، بابا صاحب کے ادارے سے تعلق رکھنے والا ایسا ایک عامل یروشلم میں رہتا ہے۔ آپ ادارے سے اس کا موجودہ نام و پتا معلوم کرکے مجھے بتا سکتی ہیں۔"

"ٹھیک ہے، میں ابھی پانچ منٹ میں آتی ہوں۔"

وہ چلی گئی۔ علی انتظار کرنے لگا۔ وہ اپنی خاموشی سے ثانی پر ظاہر کر رہا تھا کہ ابھی تک جے مورگن سے گفتگو جاری ہے۔ لیلیٰ نے واپس آکر کہا "بیٹے! اس عامل کو ادارے میں واپس بلایا گیا تھا اور اب اسے کسی دوسرے مشن پر بھیجا گیا ہے۔"

"پھر تو یہ مسئلہ ہو گیا۔"

"ثانی کو دماغی طور پر کمزور کر دو یا اسے راضی کرو کہ وہ ہم میں سے کسی کو اپنے دماغ میں آنے دے۔"

"وہ پوچھے گی کون دماغ میں آئے گا؟ میں کیا جواب دوں گا؟ مجھے تو جے مورگن کا نام بتانا ہوگا اور وہ کسی یہودی کو آنے نہیں دے گی۔ وہ لمبوڈا کے حوالے سے پاپا کو اور ہمارے خاندان کو اپنا دشمن سمجھتی ہے۔"

"سیدھی سی بات ہے، اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کرو۔"

"میں ثانی کے ساتھ بیت المقدس جا رہا ہوں۔ اس نیت سے جا رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا قبول کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نیت کی ہے تو مجھے ثانی کو کمزوری میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ اب اس کی واپسی کے لیے جو راستہ نکلے گا، اللہ کی طرف سے نکلے گا۔"

"خدا تمہارے ایمان کو اور مستحکم کرے۔ میں جا رہی ہوں، گھنٹے دو گھنٹے بعد آؤں گی۔"

اس کے جانے کے بعد علی نے ایک گہری سانس لے کر ثانی سے کہا "مورگن چلا گیا ہے۔"

"وہ کیا کہہ رہا تھا؟"

"سرکاری معاملات پر بول رہا تھا۔"

"وہ جو بول رہا تھا، وہ مجھے نہیں بتاؤ گے؟"

"تم لمبوڈا اور سپر ماسٹر کی باتیں مجھے نہیں بتاتی ہو پھر گولڈن برینز کی باتیں مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"

"پہلے نہیں بتاتی تھی۔ آج تو تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں، مجھ سے جو پوچھو گے وہ بتاؤں گی۔ جب تک میں خود کو نہیں پہچانوں گی تب تک غیر جانبدار رہوں گی۔"

"میں بھی غیر جانبدار رہوں گا اور لمبوڈا سے تعلق رکھنے والے تمہارے معاملات میں مداخلت نہیں کروں گا۔"

"یہ موضوع ختم کرو، ہم اپنی باتیں کریں گے۔"

"ہاں اور اپنی بات یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم کافی پئیں گے کیونکہ اعصابی کمزوری پیدا کرنے والی چائے تمہارے ڈرائنگ روم میں چھوڑ آئے ہیں۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی "وہ چائے تمہیں پلانے والی تھی۔ بعض اوقات ہم سے انجانے میں بڑی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔"

"بھئی، غلطیوں میں مجھے شامل نہ کرو، میں غلطیاں نہیں کرتا۔"

"اونہہ، بڑے فرشتے آئے ہو۔ جناب سے کبھی غلطی ہی نہیں ہوتی۔"

"تمہارے معاملے میں نہیں ہوتی۔ جب بھی تم نے غلط راستے پر مجھے ڈالنا چاہا' میں نے صحیح راستے پر آکر تمہیں پکڑ لیا۔"

ثانی نے دل میں تسلیم کیا جب سے تل ابیب کے ایئرپورٹ پر سامنا ہوا تھا' تب سے وہ اسے ہر بھیس میں پہچانتا اور اسے متاثر کرتا آرہا تھا۔ انہوں نے اشکیلان پہنچ کر سینڈوچز کھائے پھر کافی پینے لگے اس بار جے مورگن نے رابطہ کیا۔ کوڈ ورڈز ادا کیے۔ ان ہی لمحات میں لبوڈا نے ثانی سے رابطہ کیا۔ ثانی اُدھر اور علی اِدھر مصروف ہوگیا۔

جے مورگن نے علی سے کہا "سر! یہ الپا واقعی مشکوک ہوتی جارہی ہے۔"

"ہوں۔ وضاحت کرو۔"

"وہ ہمارے ایک گولڈن برین جان نوبل سے فری ہورہی ہے۔ اس نے آج رات اسے ڈنر کی دعوت دی ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو کسی گولڈن برین سے ذاتی تعلقات قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے اور وہ درپردہ تعلق قائم کرکے خلافِ ضابطہ حرکتیں کررہی ہے۔"

"جی ہاں۔ وہ گولڈن برین جان نوبل کے دماغ میں آتی ہے۔"

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ابھی آدھا گھنٹا پہلے میں نے جان نوبل سے فون پر رابطہ کرنا چاہا' پتا چلا فون خراب ہے لہٰذا میں نے خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا چاہا' وہاں پہنچتے ہی الپا کا لہجہ سنائی دیا وہ کہہ رہی تھی "مسٹر جان! میں ابھی فون پر رابطہ کررہی تھی۔ پتا چلا تمہارا فون خراب ہے اس لیے مجبور ہوکر تمہارے دماغ میں آئی ہوں۔"

گولڈن برین جان نوبل نے کہا "کوئی بات نہیں۔ بولو کیا کام ہے؟"

"میں یہ کہنے آئی ہوں کہ تمام گولڈن برینز خود کو راز میں رکھنے کے لیے بہت محتاط رہتے ہیں۔ خود کو کبھی کسی پر ظاہر نہیں کرتے لیکن میں نے نیو ایئرس نائٹ کی پارٹی میں تمہیں پہچان لیا ہے۔"

وہ پریشان ہوکر بولا "کیا کہہ رہی ہو؟ تم نے کیسے پہچان لیا؟"

"تمہاری آواز اور لہجے سے۔ تم نے یہ نہیں سوچا کہ اس پارٹی میں عملی ٹیلی پیتھی جاننے والے آسکتے ہیں۔ میں اور جے مورگن تمہاری آواز اور لہجے کو پہچانتے ہیں۔ تمہیں وہاں لہجہ بدل کر بولنا چاہئے تھا جب تم میجر کی جوان بیٹی سے گفتگو کررہے تھے تب میں تمہارے قریب ہی تھی۔"

"اوہ گاڈ! مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ میں اپنے لہجے میں بول رہا ہوں۔"

"کیسے خیال رہتا' میجر کی بیٹی حسین بھی ہے اور جوان بھی۔ تمہیں فری ہونے کا موقع بھی دے رہی تھی۔"

"یہ..... یہ بات نہیں ہے' تم مجھے غلط سمجھ رہی ہو۔"

"میں اتنی دیر سے تمہارے دماغ میں ہوں۔ ذرا اندازہ کرو میں نے تمہیں باتوں میں لگا کر کتنے چور خیالات پڑھے ہیں۔"

"یہ دیکھو' یہ غلط بات ہے' میں چور خیالات نہیں پڑھنے دوں گا۔ سانس روک رہا ہوں۔"

"اگر سانس روکو گے تو میں تمہاری بے پروائی کی رپورٹ تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کروں گی۔ وہ اس اندیشے کے تحت تم سے یہ عہدہ چھین لیں گے کہ میری طرح کوئی دوسرا خیال خوانی کرنے والا دشمن بھی تمہارے لہجے کو سن چکا ہے اور تمہیں چہرے سے پہچان چکا ہے۔ میں وہ چور خیالات بھی پیش کروں گی' جو اب تک پڑھ چکی ہوں۔"

اس نے پریشان ہوکر پوچھا "کیا پڑھ چکی ہو؟"

"یہی کہ تم نے اٹھائیس دسمبر کی رات ریٹا نامی ایک لڑکی کے مکان میں گزاری ہے اور یہ انتہائی غیرذمے داری کا ثبوت ہے۔ میں نے ریٹا کا فون نمبر اور پتا بھی تمہارے خیالات سے معلوم کیا ہے۔"

وہ سمجھ گیا کہ بری طرح پھنس چکا ہے۔ اس نے عاجزی سے کہا "الپا! پلیز میرے خلاف رپورٹ پیش نہ کرو۔"

"پیش کرنا ہوتا تو تمہارے پاس نہ آتی۔ تمہیں نوجوان لڑکیاں پسند ہیں اور مجھے تمہارے جیسے بوڑھے مرد۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا' یہ تو میری خوش قسمتی ہے' کیا ہم مل سکتے ہیں؟"

"نہیں ملیں گے تو بڑھاپے اور جوانی کا ملاپ کیسے ہوگا؟"

"تو آج رات میری طرف سے ڈنر کی دعوت ہے۔"

"کسی ہوٹل میں دعوت دو گے تو تنہائی نصیب نہیں ہوگی پھر ہم دونوں ایک ساتھ دیکھ لیے جائیں گے۔ ہماری ملٹری انٹیلی جنس کے جاسوس بڑے تیز ہیں۔"

"ٹھیک کہتی ہو' اپنے بنگلے کا پتا بتاؤ۔ میں رات کے آٹھ بجے حاضر ہوجاؤں گا۔"

جے مورگن الپا کی یہ روداد علی کو سنا رہا تھا۔ علی نے کن انکھیوں سے پاس بیٹھی ہوئی ثانی کو دیکھا' وہ خاموش تھی۔ اپنے دماغ میں لبوڈا کی باتیں سن رہی تھی' دونوں اپنی اپنی جگہ گفتگو میں مصروف تھے۔ علی نے جے مورگن سے کہا "میں نے پہلے ہی الپا پر شک ظاہر کیا تھا اب یہ شک یقین میں بدل رہا ہے۔ وہ ہمارے ساتھ جو ناٹک کھیل رہی ہے' آج اس کا ڈراپ سین ہونا چاہئے۔"

"ضرور ہوگا سر! آپ حکم دیں۔"

"گولڈن برین راجر موس سے کہو۔ میں لارا کے ساتھ ہوں اس لیے فون پر ایسی خفیہ اہم باتیں نہیں کرسکوں گا۔ میں چاہتا ہوں ہمارے ذہین سراغرساں اور فوج کے جوان اس وقت الپا کے بنگلے کو گھیر لیں جب جان نوبل اس سے ملاقات کے لیے آئے۔ ہمارا ایک جوان بنگلے میں داخل ہوتے ہی الپا کو بے ہوشی کا

انجکشن لگائے گا تاکہ لبوڈا وغیرہ ناکامی کی صورت میں الپا کو ہلاک نہ کرسکیں۔"

"سمجھ گیا سر! میں ابھی آپریشن کی تیاری کرتا ہوں۔"

"اور سنو۔ الپا کا برین جلد سے جلد واش ہونا چاہئے۔ دشمنوں کو ذرا بھی مداخلت کا موقع نہ دینا۔"

"ایسا ہی ہوگا سر!"

جے مورگن چلا گیا۔ اُدھر ثانی کے دماغ میں لبوڈا بھی اسی موضوع پر باتیں کررہا تھا اور فخر سے کہہ رہا تھا کہ الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو پھانس لیا ہے۔ ابھی تین گھنٹے بعد وہ الپا کے بنگلے میں ڈنر کے لیے آئے گا تو اس کا دماغ کمزور ہوگا پھر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا جائے گا۔"

ثانی نے تمام باتیں سننے کے بعد کہا "میں اس وقت لارا کے منگیتر موسس کے ساتھ ہوں اور یروشلم جارہی ہوں۔"

"اوہ نوسلوانہ! ہم ایک اہم گولڈن برین کو ٹریپ کررہے ہیں ایسے وقت تمہیں الپا کے قریب رہنا چاہئے۔"

"نہیں انکل! پہلے آپ یہ تو پوچھیں کہ میں یروشلم کیوں جارہی ہوں۔"

"ہاں' یہ تو میں نے پوچھا ہی نہیں۔"

"آپ جانتے ہیں ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرا یروشلم میں رہتا ہے۔ لارا کے منگیتر موسس سے اس کی رشتہ داری ہے۔ میں اس کے گھر جارہی ہوں۔"

وہ خوش ہوکر بولا "یہ تو کمال ہوگیا۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم اس گولڈن برین کو ضرور ٹریپ کروگی۔"

"جی ہاں۔ جب بھی کامیابی ہوگی' میں آپ کو اور سپر ماسٹر کو خوشخبری سنانے آؤں گی۔"

لبوڈا چلا گیا' ثانی نے ایک گہری سانس لے کر کہا "تمہیں بتانے کا موقع نہیں ملا۔ اچانک جان لبوڈا آگیا تھا اور ایک معاملے پر گفتگو کررہا تھا۔"

علی نے کہا "یہی میرے ساتھ ہورہا تھا۔ جے مورگن مجھ سے باتیں کررہا تھا۔"

وہ ثانی کے ساتھ کافی ہاؤس سے باہر آیا پھر دونوں کار میں بیٹھ کر یروشلم کی طرف جانے لگے۔ وہ شام کے سات بجے وہاں پہنچے۔ یروشلم کے مغربی حصے میں یہودیوں کی نئی آبادی ہے۔ اس حصے میں کسی عرب اور دروز قبیلے کے لوگوں کو رہائش کی اجازت نہیں دی جاتی ہے۔ وہیں ایک بنگلے میں گولڈن برین واسکوڈی تھرا رہتا تھا۔ علی نے کہا "پہلے ہم مسجدِ اقصیٰ میں حاضری دیں گے پھر واپس آکر انکل تھرا سے ملاقات کریں گے۔"

اس نے کار اُدھر موڑ لی جدھر دنیا کا سب سے قدیم مذہبی تاریخی فصیل بند شہر تھا۔ اس شہر کو بیت المقدس کہتے ہیں۔ دنیا کے کونے کونے سے تین مذاہب کے ماننے والے یہاں ہر ماہ ہر موسم میں زیارت کے لیے اور ایمان تازہ کرنے کے لیے آتے ہیں۔

وہ فصیل کے ایک دروازے سے بیت المقدس میں داخل ہوئے پھر حرم شریف میں آئے۔ ثانی نے پوچھا "تم پہلے مسلمانوں کے حرم شریف میں کیوں آئے ہو۔ سنا ہے اس سے ملحقہ ایک حصے میں وہ احاطہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ کی خالی قبر ہے۔ قبر اس لیے خالی ہے کہ وہ آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے اور یہ ایمان ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور ایک دن دنیا میں واپس آئیں گے۔"

علی نے کہا "ہم عیسائیوں کے اس کلیسا میں بھی جائیں گے جو ان کی سب سے مقدس زیارت گاہ ہے۔ یہ دیکھو یہ مسجدِ اقصیٰ ہے۔ اس احاطے کی پشت پر یہودیوں کی دیوارِ گریہ ہے۔"

"یہ دیوارِ گریہ کیا چیز ہے؟"

"یہودیوں کے عقیدے کے مطابق یہاں حضرت سلیمان علیہ السلام کی عبادت گاہ تھی۔ جسے رومنوں نے دو ہزار سال قبل مسمار کردیا تھا۔ یہودی اس سانحے کے غم میں آج بھی اس دیوار سے لگ کر روتے ہیں۔ یہ آہ وزاری ان کی عبادت کا ایک حصہ ہے۔"

وہ دونوں مسجدِ اقصیٰ کا نظارہ کررہے تھے۔ علی دل ہی دل میں دعائیں مانگ رہا تھا "یا اللہ! میری ثانی مجھے واپس دے دے۔ میں اس کی دماغی توانائی کو کمزور نہیں کروں گا یہاں جو ہوگا تیری رضا سے ہوگا۔"

مسجدِ اقصیٰ کو اکثر مسلمان مسجدِ عمر بھی کہتے ہیں۔ حضرت عمر نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد اس مسجد کے اس حصے میں نماز ادا کی تھی جہاں سے آنحضرت معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ علی اور ثانی وہاں سے نکل کر صخریٰ کی عمارت میں آئے۔ صخریٰ کے اندر ایک کٹہرے میں وہ چٹان ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے قربانی کا وعدہ کیا تھا۔ اس چٹان کے قریب اس وقت دوسرے زائرین بھی تھے۔ ان میں عیسائی اور یہودی بھی تھے۔ ایک یہودی نے ثانی کے قریب آکر کہا "ہیلو لارا! تم تو ایسے غائب ہوتی ہو کہ مہینوں صورت نظر نہیں آتی۔"

ثانی نے ناگواری سے کہا "میں لارا نہیں ہوں۔"

وہ اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "روبن! سنو یہ کیا کہتی ہے؟ یہ لارا نہیں ہے۔"

دراصل لارا فلرٹ کرنے والی لڑکی تھی۔ پتا نہیں تل ابیب سے نیویارک تک کتنے شہروں میں کتنے عاشق بنا رکھے تھے۔ یروشلم آنے والے عاشق ثانی کو لارا سمجھ رہے تھے۔ دوسرے عاشق نے سامنے آکر کہا "واہ میری جان! مذاق کررہی ہو یا سچ پہچاننے سے انکار کررہی ہو۔"

علی نے فوراً ہی ثانی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتے ہوئے کہا "حرم شریف سے باہر چلو' ورنہ یہاں بات بڑھے گی تو اس مقدس مقام کا احترام مجروح ہوگا۔"

وہ دونوں تیزی سے باہر آرہے تھے۔ تین نوجوان پیچھے پڑ گئے تھے۔ ایک کہتا آرہا تھا "یار! بات سمجھا کرو' ایک نئے عاشق کے ساتھ ہے اس لیے ہم سے انجان بن رہی ہے۔"

دوسرے نے کہا "لیکن یہ تو ہماری انسلٹ ہے۔ اس کے ساتھ رات گزارنے کے لیے ہمیں ٹھکرا رہی ہے۔"

علی نے حرم شریف کے باہر قدم رکھتے ہی اس کے منہ پر ایک الٹا ہاتھ رسید کیا ہاتھ کیا تھا لوہے کی سلاخ تھی۔ وہ چیخیں مارتا ہوا دور جا کر گر پڑا۔ وہ عیاشی کرنے والے جوان دبلے پتلے نازک سے تھے۔ لڑنا نہیں جانتے تھے۔ انہوں نے ذرا دور بھاگ کر پتھر اٹھا کر مارنا شروع کیا۔ علی نے ثانی کو پتھروں سے بچانے کے لیے ڈھال بننے کی کوشش کی' زخمی بھی ہوا لیکن تین اطراف سے پتھر آرہے تھے۔ وہ ثانی کے ساتھ دوڑتا ہوا حرم شریف میں واپس آیا۔ اپنی جانِ حیات کو دیکھا تو وہ بھی زخمی ہو چکی تھی۔ پیشانی سے لہو بہہ رہا تھا اور وہ ان بھگوڑوں کو گھور رہی تھی جو بہت دور جا کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ایک پولیس افسر اور کئی سپاہی آگئے تھے۔ علی نے اپنا کارڈ دکھایا تو سب نے الرٹ ہو کر سیلوٹ کیا۔ وہ بولا "تینوں رئیس زادے اِدھر کھڑے ہوئے ہیں۔ انہیں پہچانو اور گرفتار کرو۔ یہ گرفتار نہ ہوئے تو تم سب کی وردیاں اتار لی جائیں گی۔"

وہ تینوں بھاگنے لگے۔ سپاہیوں نے ان کے پیچھے دوڑ لگائی۔ ثانی کے سر پر سخت چوٹ آئی تھی۔ علی اپنی چوٹیں بھول گیا۔ اسے سہارا دے کر کار میں لے آیا۔ وہ دونوں فولاد تھے۔ ایسی چوٹیں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں لیکن ایمان اور عقیدے سے دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ نے علی کی دعا قبول کرلی تھی۔ ثانی کو کمزوری میں مبتلا کر دیا تھا۔

جب لیلیٰ آئی تو علی اور ثانی گولڈن برین واسکو ڈی تھرما کے بنگلے میں آگئے تھے۔ تھرما نے ڈاکٹر کو کال کیا تو لیلیٰ نے کہا "علی! تمہارا ایمان اور تمہارا جذبہ صادق ہے۔ خدا نے تمہاری سن لی۔ ثانی کو اعصابی کمزوری میں مبتلا کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس کی واپسی کا اہتمام قدرت نے کیا ہے۔"

جب ڈاکٹر مرہم پٹی کر کے چلا گیا تو لیلیٰ چپکے سے ثانی کے دماغ میں آگئی۔ اسے تھپک تھپک کر سلایا پھر اس پر عمل کرنے لگی۔

○☆○

خدا جب کسی شخص یا کسی قوم کو دولت اور قوت دیتا ہے تو کبھی برسوں تک اور کبھی صدیوں تک اس کا ظرف آزماتا ہے۔ روس نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک سپر پاور رہا مگر اس کی کم ظرفی نے اسے توڑ دیا۔ امریکا اور اسرائیل کا بھی جلد یا بدیر کچھ ایسا ہی انجام ہونے والا ہے۔

دانشمندی تو یہ ہے کہ ہم اپنے ہی اسلامی ممالک کا جائزہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرقِ وسطیٰ کی تمام مسلمان ریاستوں کو تیل کی اتنی بڑی دولت دی جس کی مثال دنیا کے کسی اور ملک میں نہیں ملتی لیکن اس دولت سے کوئی ایسی فوج تیار نہیں ہوئی جو اسرائیل کے مقابلے میں ایک دن کی بھی جنگ لڑنے کے قابل ہو۔ اس دولت سے جدید اسلحہ کی کوئی فیکٹری نہیں بنائی گئی' ان ریاستوں میں سے کسی نے اس دولت سے کسی مسلمان کو ریاضی داں اور سائنس داں نہیں بنایا بلکہ اپنی پوری قوم کو امریکا کا دوست اور وفادار بنا دیا۔ امریکا ان کی دوستی اور وفاداری کی قدر اسرائیل کے بعد کرتا ہے۔

افغانستان جیسے اسلامی ملکوں کو خانہ جنگی میں مبتلا کر کے اس قدر کھوکھلا کر دیا جاتا ہے کہ وہ کسی بڑے ملک کے سہارے کے بغیر اپنا وجود قائم نہیں رکھ سکتے۔ اب میری داستان جس نو آزاد اسلامی ملک سے گزرنے والی ہے اس کا نام ازبکستان ہے۔

اس اسلامی ملک پر ساری دنیا کے عیسائیوں اور یہودیوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ یہاں یہودی اپنی مذہبی شناخت سے نہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹی کے لیڈرز اور ورکر کی حیثیت سے غلبہ پانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

میں جانتا ہوں' میرے قارئین بڑی معلومات کے حامل ہوتے ہیں اس کے باوجود یہ داستان کا تقاضا ہے۔ میں یہ بتاتا چلوں کہ مغربی ممالک ازبکستان پر اثر انداز کیوں ہونا چاہتے ہیں؟

سب سے پہلی اور ناقابلِ انکار حقیقت یہ ہے کہ مغربی ممالک کبھی اسلامی ممالک کو متحد ہونے نہیں دیں گے اور اپنے انجام سے بے خبر مسلمان خود کبھی متحد نہیں ہوں گے۔

پھر یہ کہ خدا نے جس طرح مشرقِ وسطیٰ کے مسلم ممالک کو تیل کی دولت دی ہے اسی طرح ازبکستان کو سونے کا ذخیرہ دیا ہے۔ یہاں سونے کی کانوں سے تقریباً چالیس ٹن سونا سالانہ نکالا جاتا ہے۔ قدرتی گیس' کوئلے اور دیگر دھاتوں کے وسیع ذخائر پائے جاتے ہیں اور اسّی فیصد اعلیٰ درجے کی کپاس یہیں پیدا ہوتی ہے۔ یہاں ایسے سائنسی ادارے ہیں جہاں چالیس لاکھ افراد کام کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ فن میں اس قدر آگے ہیں کہ زلزلہ پروف عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ ایسی عمارتیں اب تک بیس زلزلوں کے شدید جھٹکے برداشت کر چکی ہیں۔

ایسے ذہین' جی دار اور قدرتی دولت سے مالا مال مسلمان مغربی ممالک کی نظروں میں یقیناً کھٹکتے رہیں گے۔ انہیں شیشے میں اتارنے کے لیے بین الاقوامی سیاست کی بساط پر جو چالیں چلی جارہی ہیں اس کی کچھ جھلکیاں اس داستان میں ملتی رہیں گی۔

میں نے مریتا کے چور خیالات پڑھے تھے۔ وہ ازبکستان جانا چاہتی تھی۔ اس کی وجوہات یہ تھیں کہ وہ روس کے قریب رہ کر ایوان راسکا کے ذریعے اپنی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانا چاہتی تھی۔ اب تک دو ٹیلی پیتھی جاننے والے جنرل پارکن اور بلی جی تھرمال اس کی مٹھی میں آچکے تھے۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ وہ مجھ سے دور رہنا چاہتی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں تبت سے واپس افغانستان پارس کے پاس جاؤں گا تب اس نے کہا تھا "پاپا! آپ مجھے ازبکستان کے کسی سرحدی شہر میں ڈراپ کر دیں۔ مجھے وہاں کچھ ضروری کام ہے۔"

میں اس ہیلی کاپٹر میں اسے لے گیا جو میں افغانستان سے لے کر آیا تھا۔ ابھی نو آزاد ملکوں کی سرحدیں مضبوط نہیں تھیں۔ ایسے ممالک میں داخل ہوتے وقت کوئی خاص پریشانی نہیں ہوتی ہے۔ اگر ہوتی تو ہم ٹیلی پیتھی کے ذریعے بگڑی بنا سکتے تھے۔ میں نے ایک مشرقی شہر فرغانہ کے قریب اسے ہیلی کاپٹر سے اتار دیا اور تھوڑی دیر کے لیے انجن بند کر دیا۔ وہ بولی "آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں پارس سے ملنے آپ کے ساتھ کیوں نہیں جارہی ہوں؟"

میں نے جواب دیا "یہ تمہارا اور پارس کا معاملہ ہے۔ مجھے کوئی سوال نہیں کرنا چاہیے۔"

"آپ ایک سوال کا صحیح جواب دیں گے؟"

"میں تو صحیح جواب دوں گا لیکن تمہیں میری سچائی کا یقین نہیں آئے گا۔ تم نے کبھی کسی پر بھروسا کرنا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"چلیں یہی سہی' آپ کو پتہ کیسے معلوم ہوا کہ میں تبت میں ہوں اور خطرات میں گھری ہوئی ہوں۔"

"تبت میں میرے کئی آلۂ کار ہیں' ان میں سے ایک نے مجھے درسگاہ کے انچارج کے دماغ میں پہنچایا تھا۔"

"آپ اپنے بیٹے پارس کی قسم کھا کر کہیں گے کہ مجھ پر تنویمی عمل نہیں کیا ہے اور میرے دماغ میں نہیں آتے ہیں؟"

"تم نے میرا پورا ریکارڈ پڑھا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میں کبھی قسم نہیں کھاتا اور اس فکر میں دبلا نہیں ہوتا کہ قسم کے بغیر اگلا مجھ پر یقین کر رہا ہے یا نہیں؟"

"تو پھر قسم کے بغیر ہی میرے سوال کا جواب دیں۔"

"میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا۔ جب سے تم نے آتما شکتی حاصل کی ہے' تب سے تمہارا دماغ میری گرفت سے نکل چکا ہے۔ میں نے ایک بار چپ چاپ تمہارے پاس آنے کی کوشش کی تھی تم نے سانس روک لی تھی۔"

وہ مطمئن اور خوش ہو گئی۔ میں نے کہا "پارس نے مجھے بتایا تھا کہ تم نے اس سے رابطہ کیا تھا اور وعدہ کیا تھا کہ اسلام قبول کرو گی۔"

"بے شک۔ میں نے آپ کا دل دکھایا تھا۔ میں اسی طرح تلافی کر سکتی ہوں۔ آپ کا دل جیت سکتی ہوں اور میری جان بچا کر تو آپ نے مجھے خرید لیا ہے۔ میں آپ لوگوں کی ہوں۔"

"پارس کو کوئی پیغام دو گی؟"

"آپ اس سے کہہ دیں کہ اسی کی موجودگی میں اس کا مذہب قبول کروں گی۔ شرط یہ ہے کہ وہ اس افغانی دوشیزہ کو چھوڑ کر میرے پاس آئے۔"

میں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ وہ الوداعی مصافحہ کر کے جانے لگی۔ جب وہ دور نکل گئی تو میں نے انجن اسٹارٹ کیا۔ گردش کرنے والے پنکھے کی طوفانی ہوائیں دور مریتا تک پہنچ رہی تھیں۔ اس کی زلفیں اور لباس ہوا کی زد میں لہرا رہے تھے۔ میرا ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہوتا ہوا اس سے دور ہوتا چلا گیا۔

مریتا کو پورا یقین ہو گیا کہ مجھ سے پیچھا چھوٹ گیا تھا۔ وہ موجودہ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والیوں میں سب سے ذہین اور مکار تھی (ابھی ثانی سے اس کا پالا نہیں پڑا تھا) یہ بڑی سپر طاقتوں کو چکر دیتی آرہی تھی۔ کبھی کسی کے قابو میں نہیں آتی تھی۔ اس بار مہالامہ کے ہاتھوں ماری جاتی۔ میں نے اس لیے عین وقت پر بچایا تھا کہ میں ابتدا سے اس کے حواس پر چھایا ہوا تھا۔ اس بار کام آکر مزید اس کے دماغ میں نقش ہو گیا تھا۔ وہ میرا نام ہی سن کر احساسِ کمتری میں مبتلا ہو جاتی تھی۔ اس لیے جب اسے معلوم ہوا کہ میں افغانستان جا رہا ہوں تو اس نے ازبکستان کو اپنی منزل بنا لیا۔

میں نے اسے فرغانہ تک پہنچا دیا تھا لیکن مجھے ازبکستان میں کسی بھی دشمنِ اسلام کی موجودگی گوارا نہیں تھی۔ اس کی اہم وجہ بیان کرتا ہوں۔ یہاں کے مسلمانوں کو ایک دو برس سے نہیں ستّر برس سے غلام بنا کر رکھا گیا تھا۔ ان کی دینی زندگی پر قانونی پابندیاں عائد کی گئی تھیں۔ بے شمار علما کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا تھا۔ نماز اور قرآن مجید پڑھنے والوں کو ستایا جاتا تھا۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں آہنی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیا جاتا تھا دین کا پرچار کرنے والوں کو شدید مصائب میں مبتلا رکھنے کے لیے سائبیریا بھیج دیا جاتا تھا۔

وہاں کے مسلمان اپنی زبان عربی رسم الخط میں لکھا کرتے تھے۔ اسے روسی رسم الخط میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ کمیونسٹ حکمرانوں نے دین اسلام کے خلاف لاکھوں کتابیں شائع کیں اور انہیں گھر گھر تقسیم کرتے رہے۔ ایسے آزمائشی حالات میں ستر برسوں تک یہاں کے لوگ کفر کے نرغے میں رہے پھر بھی ان کی اکثریت مسلمان ہی رہی۔ یہ اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ خدا اپنے دین کی خود حفاظت کرتا ہے۔

آزاد ہونے کے بعد دشمنانِ اسلام کو ان کی ہر چال کا جواب دیا جا رہا تھا۔ اب وہ دوبارہ عربی رسم الخط شروع کر چکے ہیں۔ قرآن مجید کی تعلیم عام کی جارہی ہے۔ ہر مدرسے' اسکول اور کالج میں اسلامی تعلیمات لازمی قرار دی گئی ہے۔ شہروں یا دیہی علاقوں میں کوئی خلافِ اسلام حرکت ہو تو اسلامی پاسبانوں کے دستے اس کی روک تھام کرتے ہیں۔

گویا ازبکستان میں ابھی کفر اور اسلام کی جنگ جاری تھی۔ ایسے میں مریتا وہاں پہنچی تھی۔ وہ دوسرے تمام مذاہب کو مذاق سمجھتی تھی۔ کوئی سا بھی مذہب قبول کر کے اسے چھوڑ دینا اس کے لیے محض ایک کھیل تھا۔ اسے مسلمانوں سے خدا واسطے کا بیر تھا۔ اس نے ٹیلی پیتھی جاننے والے وارنر بیگ کو اسلام قبول کرنے کی

سزا دی تھی۔ آئندہ پارس کو دھوکا دینے کے لیے نمائشی طور پر اسلام قبول کرنا چاہتی تھی۔ ایسی مکّار لڑکی اس ملک میں دشمنانِ اسلام کے لیے بہت بڑی طاقت بن سکتی تھی۔

میں نے افغانستان واپس جانے کا ارادہ ترک کردیا۔ پارس سے رابطہ قائم کرکے اسے مریتا کے حالات اور خیالات بتائے پھر کہا "مریتا فرغانہ گئی ہے۔ تاشقند وہاں سے سو کلو میٹر کے فاصلے پر ہے۔ میں تاشقند میں قیام کرکے اس کی مصروفیات پر نظر رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے پاپا! آپ واپس نہ آئیں' میں آپ کے پاس جلد آؤں گا۔"

پارس وہاں توبہ خانم کے ساتھ تھا اور بڑے ہی قابلِ ذکر حالات سے گزر رہا تھا۔ میں نے سلمان کو مخاطب کرکے کہا "پارس کے پاس آتے جاتے رہو۔ اسے کسی وقت بھی ہماری ضرورت پڑسکتی ہے۔"

"بھائی جان! آپ فکر نہ کریں۔ میں پارس سے رابطہ رکھوں گا۔"

"فکر تو ہوتی ہے۔ پارس کی نہیں کروں گا تو تمہاری کروں گا۔"

"میری فکر کس لئے؟"

"میاں! سلطانہ ماں بننے والی ہے۔ تمہیں باپ بنارہی ہے۔"

"یہ فکر کی نہیں خوشی کی بات ہے۔"

"ہاں' خوشی کی بات تو ہے لیکن لیلیٰ مجھے بتارہی تھی کہ تمہاری بیگم بڑی فکر مند رہتی ہے۔"

"اس نے مجھے نہیں بتایا اور آپ کو معلوم ہوگیا؟"

"بھئی بہت سی باتیں عورتیں اپنے مرد کو نہیں بتاتیں۔ سلطانہ اپنی بہن (لیلیٰ) سے کہہ رہی تھی کہ وہ ماں بننے والی ہے۔ ایسے دنوں میں مرد آوارہ ہوجاتے ہیں۔ اپنی خالی راتیں دوسری جگہ گزارتے ہیں۔"

"کیا سلطانہ میرے متعلق ایسی رائے رکھتی ہے؟ مجھے آوارہ سمجھتی ہے؟"

پھر وہ چونک کر بولا "ارے بھائی جان! آپ پھر میاں بیوی کو لڑانے والی باتیں کررہے ہیں۔ شیطان کو بھگانے کے لیے لاحول پڑھتے ہیں۔ آپ کے لیے کیا پڑھوں؟"

میں مسکراتا ہوا دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ ہیلی کاپٹر کو پہلے ہی ایک پہاڑی کے دامن میں اتار چکا تھا۔ وہاں سے تین کلو میٹر کے فاصلے پر ایک پختہ سڑک تھی جو تاشقند کو جاتی تھی۔ میں نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ایک کاغذ اور قلم نکالا اس پر جلی حروف میں لکھا۔

"ایک ملک سے دوسرے ملک آنے والا مہمان اپنے میزبانوں کے لیے تحائف ضرور لاتا ہے۔ میں دشمنوں سے چھینا ہوا یہ ہیلی کاپٹر تحفے کے طور پر ازبک مسلمانوں کو پیش کرتا ہوں۔ گر قبولِ افتد زہے عزّ و شرف۔"

میں وہ کاغذ ڈیش بورڈ پر ایک ٹیپ کے ذریعے چپکا کر ہیلی کاپٹر سے اتر گیا۔ پھر وہاں سے پختہ سڑک کی طرف پیدل جانے لگا۔ اب وہاں غیر قانونی رہائش کا مسئلہ تھا۔ میں نے فرانس کے ایک اعلیٰ حاکم سے رابطہ کیا اس نے کہا "فرہاد صاحب! ہم نے افغانستان کی حزبِ مومن کے لیڈر تک اسلحہ اور مالی امداد پہنچادی ہے اور فرمائیں؟"

میں نے کہا "آپ کی امداد کا شکریہ' میں تاشقند شہر میں داخل ہونے والا ہوں۔ میرے پاس یہاں رہنے کے لیے قانونی کاغذات نہیں ہیں' آپ اس سلسلہ میں کیا کرسکتے ہیں؟"

"آپ تو جانتے ہیں' ازبکستان میں ہمارا باقاعدہ سفارت خانہ قائم نہیں ہوا ہے۔ وہاں ہمارا ایک سیاسی نمائندہ اور اس کے دو معاون ہیں۔ ان کے علاوہ فرانس کے چار بڑے اخبارات کے صحافی' شاعر اور ادیب ہیں اور آپ تو درپردہ حقائق کو سمجھتے ہی ہیں۔ یہ سب فرانس کے جاسوس ہیں۔"

"آپ ابھی کسی خاص جاسوس سے فون پر رابطہ کریں۔ اسے بتائیں کہ میں اس کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں اور اب اس سے جو کام لوں' اسے وہ آپ کا حکم سمجھ کر تعمیل کرتا رہے۔"

اس نے فون کے ذریعے تاشقند میں قیام کرنے والے ایک جاسوس سے رابطہ کیا پھر پوچھا "کیا رپورٹ ہے؟"

وہ رپورٹ پیش کرنے لگا۔ میں اس کے اندر پہنچ گیا۔ وہ فرانس کے ایک اخباری رپورٹر کی حیثیت سے وہاں قیام کررہا تھا۔ اس کا نام جیکی ہارپ تھا۔ اس سے کہا گیا کہ میں ان کی گفتگو سن رہا ہوں اور شاید جیکی ہارپ کے دماغ میں پہنچ گیا ہوں۔ میں نے کہا "یس جیکی! میں تمہارے پاس ہوں۔"

وہ مسکرا کر بولا "خوش آمدید مسٹر فرہاد۔"

پھر اس نے اعلیٰ حاکم سے کہا "مسٹر فرہاد مجھ سے رابطہ قائم کرچکے ہیں۔"

اعلیٰ حاکم نے کہا "اپنی ٹیم کے تمام افراد سے کہہ دو کہ جب بھی فرہاد صاحب کوئی حکم دیں اس پر فوراً عمل کریں اور انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہیں۔"

فون کا رابطہ ختم ہوگیا۔ میں نے جیکی ہارپ سے کہا "تم نے میری جسامت اور قد دیکھا ہے۔ یا ریکارڈ میں پڑھا ہے۔ کیا اس کے مطابق تمہاری ٹیم میں کوئی شخص ہے؟"

"جی ایسا شخص ہے۔ میں نے آپ کو وڈیو کیسٹ میں متحرک دیکھا ہے۔ ہمارا آدمی شاید قد میں آپ سے ایک آدھ انچ چھوٹا ہوگا۔ کیا یہ فرق چلے گا؟"

"چلے گا۔ اگر وہ میری جسامت اور مشابہت رکھتا ہے تو ایک اپ کے جملہ سامان کا انتظام کرو۔ میں اس ... اور

کاغذات کے مطابق یہاں رہوں گا۔ اسے پیرس واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"میں اس سلسلے میں انتظامات کررہا ہوں۔ آپ اس وقت کہاں ہیں؟"

میں نے اپنے چاروں طرف دیکھتے ہوئے وہاں کا محلِ وقوع بیان کیا۔ اس نے کہا "آپ پختہ سڑک کے قریب انتظار کریں' ہمارا ایک آدمی آرہا ہے۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک زرد رنگ کا رومال رہے گا۔ آپ اسے مخاطب کریں گے وہ آپ سے کہے گا' آپ نے تشریف لاکر مشکل آسان کردی ہے۔"

میں نے اوکے کہہ کر رابطہ ختم کردیا۔ اس کی سوچ سے پتا چل گیا کہ جو شخص آنے والا ہے اسے میرے پاس پہنچنے میں شاید ایک گھنٹہ لگے گا۔ میں پہاڑی کے دامن میں ایک چشمے کے کنارے بیٹھ گیا۔ دور تک کہیں کہیں برف جمی ہوئی دکھائی دیتی تھی۔ سردی بڑھنے والی تھی۔ برف باری میں اضافہ ہونے والا تھا۔ چشمے کا پانی بھی نیم برفیلا ہورہا تھا۔ وہاں سے دور ایک پختہ سڑک نظر آرہی تھی۔ میں آنے والے اجنبی کو وہاں بیٹھ کر دیکھ سکتا تھا۔

پھر میں بیٹھے بیٹھے مریتا کے پاس آگیا۔ وہ فرغانہ کے ایک مضافاتی علاقہ میں تھی۔ اس علاقے میں ایک چرچ تھا۔ وہ وہاں پہنچ کر اپنے لیے جگہ بنارہی تھی۔ اس نے دو گھنٹے پہلے چرچ کے ایک پادری سے ملاقات کی تھی۔ اس سے کہا تھا کہ وہ وہاں راہبہ بننے کے لیے آئی ہے۔ پادری نے پوچھا "تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"

"فادر! اگر میں اپنے متعلق کچھ نہ بتاؤں تو کیا آپ مجھے اس چرچ کی خدمت کرنے نہیں دیں گے؟"

"تم عیسائی ہو تو یہ جانتی ہوگی کہ کنفیشن باکس میں جاکر اپنی غلطیوں کا اعتراف کرنا پڑتا ہے اور یہ اعتراف چرچ کا پادری سنتا ہے۔ اگر تم اعتراف سے بچنا چاہو گی تو سمجھ لو یہاں اسلامی حکومت ہے۔ اسلامی پاسبانوں کے دستے جگہ جگہ گھومتے اور آوارہ گردی کرتے رہتے ہیں۔ وہ اِدھر آئیں گے تو تمہارا محاسبہ کریں گے۔ پھر تم ان سے اپنی اصلیت نہیں چھپا سکو گی۔"

وہ چرچ کے دروازے پر سر جھکائے کھڑی تھی اور پادری کے خیالات پڑھ رہی تھی۔ پھر سنجیدگی سے بولی "مجھے خداوند یسوع نے تم لوگوں کی مدد کے لیے بھیجا ہے۔ آسمان کی نامعلوم بلندیوں سے وہ نامعلوم باتیں میرے دل میں اترتی ہیں جو دوسروں کو وقت سے پہلے معلوم نہیں ہوتیں۔"

"تمہیں ایسی کون سی بات معلوم ہے جسے ہم نہیں جانتے ہیں؟"

"آپ جانتے ہیں' آج سے نصف صدی پہلے کیمونسٹ حکام نے مسجدوں اور گرجوں کو بند کرادیا تھا۔ اس چرچ میں کوئی عبادت کرنے والا نہیں رہا۔ جب یہاں کے مسلمانوں نے آزادی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور حکومتِ روس کو یقین ہوگیا کہ ازبکستان آزاد ہوکر ہی رہے گا تو اس وقت کے حکّام نے بظاہر مذہبی آزادی دے دی۔ مسجدوں اور گرجوں کو کھولنے کی اجازت دی پھر تمہیں پادری بنا کر دس راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ اس چرچ میں بھیج دیا تاکہ تم اس نو آزاد اسلامی مملکت کے خلاف جاسوسی کرتے رہو۔"

نام نہاد پادری نے اسے چونک کر دیکھا۔ گھبرا کر آس پاس دور تک نظریں دوڑائیں پھر فوراً ہی اپنے لباس سے ایک ریوالور نکال کر سختی سے کہا "اندر چلو۔ کم آن' چلو ورنہ گولی ماردوں گا۔"

وہ اس کے آگے چلتی ہوئی اندر آئی پھر بولی "مسٹر آندریو! تم یہ ریوالور خود ہی میرے ہاتھ میں دو گے۔"

اس نے پلٹ کر آندریو کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ آندریو نے وہ ریوالور اس کے ہاتھ میں دیا پھر جیسے ہی دماغ کو آزادی ملی' وہ گھبرا کر بولا "یہ... یہ کیسے ہوگیا؟ میں نے یہ تمہیں کیسے دے دیا؟"

"تم اس ریوالور کے بدلے اپنی جان دے سکتے تھے۔ یقین نہ ہو تو آزمالو۔"

اس نے ریوالور واپس کیا۔ آندریو نے جھپٹ لیا۔ فوراً ہی اس کی نال اپنی کنپٹی سے لگا کر کہا "خبردار اپنی اصلیت بتاؤ ورنہ گولی ماردوں گا۔"

پھر اسے غلطی کا احساس ہوا۔ وہ اپنی کنپٹی پر ریوالور رکھ کر اسے قتل کرنے کی دھمکی دے رہا تھا۔ اس نے ریوالور کا رخ بدلنا چاہا لیکن مریتا کی سمت نہیں ہورہا تھا۔ اس کی نال کنپٹی پر واپس آجاتی تھی۔

وہ خاموش کھڑی اسے سنجیدگی سے دیکھ رہی تھی۔ پھر بولی "ابھی میں نے کہا تھا تم اپنی جان دو گے اور تم دیکھ رہے ہو کہ کسی بھی لمحے گولی تمہاری کنپٹی کے اندر گھسنے والی ہے۔"

"نن..... نہیں' مجھے معاف کردو۔ خداوند یسوع نے تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ مجھے معاف کردو۔"

وہ سخت لہجے میں بولی "خبردار! اپنی ناپاک زبان سے خدا اور مسیح مصلوب کا ذکر نہ کرنا۔ تم لوگ عیسائیت کو بدنام کرنا چاہتے ہو۔ تم لوگوں نے چرچ کو سراغرسانی کا اڈّا بنایا ہے۔"

"پلیز غصہ تھوک دو' تمہارے جذبات سے سمجھ گیا ہوں کہ تم کٹّر عیسائی ہو' میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ میں بھی عیسائی ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تمہارے مقابلے میں میرا ایمان کمزور ہے۔"

"ایمان کی کمزوری کا بہانہ نہ کرو' یہ تمہارے پاس ہے ہی نہیں۔ چرچ کے پیچھے تم اپنی رہائش گاہ میں چھپ کر شراب پیتے ہو اور جنہیں راہبہ بنایا ہے ان کے ساتھ تم گیارہ جاسوس اپنی راتیں کالی کرتے ہو۔"

چرچ کے ایک حصے سے گونجتی ہوئی سی آواز آئی "حسینہ! تم

بہت خطرناک ہو۔ تمہیں اس چار دیواری سے باہر نہیں جانا چاہیے۔"

مرینا نے سر گھما کر دیکھا۔ بڑی سی صلیب کے نیچے دو افراد راہبوں کے سفید لباس میں تھے اور ان کے ہاتھوں میں سیاہ گنیں تھیں۔ چرچ کے دوسرے دروازے سے مزید تین راہب اسی طرح ہتھیار اٹھائے داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں۔ تعجب ہے بند کمروں میں ہونے والے گناہوں کا علم تمہیں کیسے ہوگیا؟"

چرچ کے اندر بنے ہوئے کنفیشن باکس سے تین راہب اور نکلے۔ ان کی گنوں کا رخ بھی مرینا کی طرف تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا "تمہیں گولی مارنے میں دیر نہیں لگے گی لیکن پہلے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم کون ہو اور ہمارے تمام راز کیسے جانتی ہو؟"

وہ گھوم گھوم کر انہیں دیکھتے ہوئے بولی "تم تعداد میں نو ہو باقی دو کہاں ہیں؟"

ایک نے گالی دے کر کچھ کہنا چاہا۔ مرینا اس کی زبان دانتوں کے درمیان لے آئی۔ وہ تکلیف کی شدت سے بلبلا اٹھا' ایسا لگا جیسے اپنے ہی دانتوں کے درمیان زبان کٹ کر رہ گئی ہے۔ اس نے جھنجلا کر اپنے ساتھی کو گن کے دستے سے مارتے ہوئے کہا "یو سن آف اے بِچ! تمہارے دھکا دینے سے میری زبان دانتوں میں آگئی ہے۔"

مار کھانے والے نے اس کے منہ پر گھونسا رسید کرتے ہوئے کہا "کتے کے بچے! میں نے دھکا نہیں دیا تھا۔"

صلیب کے پاس کھڑے ہوئے شخص نے پوچھا "یہ تم لوگ کیوں خواہ مخواہ جھگڑا کر رہے ہو۔"

اس کے ساتھی نے کہا "جھگڑا کرنے دو' تمہارے باپ کا کیا جاتا ہے؟"

"یو شٹ اپ' تم میرے باپ تک پہنچ رہے ہو؟"

اس نے ایک الٹا ہاتھ رسید کردیا۔ ادھر ان کے درمیان بھی لڑائی ہونے لگی۔ مرینا نے اسی طرح باقی تین افراد کو بھی ایک دوسرے سے لڑنے پر مجبور کیا لیکن وہ دو چار کو آپس میں لڑاتی تو دوسرے دو چار دماغی طور پر آزاد ہو کر سوچتے کہ وہ کیوں خواہ مخواہ ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں۔ میں نے مرینا کی مدد کی۔ ان کے دماغوں میں گھس کر انہیں ایک دوسرے کے ذریعے زخمی کرنے لگا۔

مرینا سمجھ رہی تھی وہ جس کا دماغ چھوڑ کر جاتی ہے وہ دماغی طور پر آزاد ہو کر بھی غصے میں لڑائی جاری رکھتا ہے اسی لیے وہاں تیسری جنگ عظیم جاری ہے جو کسی نتیجے کے بغیر ختم نہیں ہوگی۔ ان کا لیڈر آندریو ان کے درمیان صلح کرانے کے لیے دوڑتا پھر رہا تھا۔ ایک ایک سے کہہ رہا تھا "رک جاؤ' ذرا عقل سے سمجھو۔ یہ لڑکی پُراسرار ہے۔ میں اسے گولی نہ مار سکا تم بھی اپنے ہتھیاروں سے اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے۔"

کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ بلکہ بیچ بچاؤ کے دوران وہ بھی مار کھا رہا تھا۔ آخر تھک ہار کر مرینا کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا۔ اس کے پاؤں پکڑ کر بولا "میری ماں! تو کون ہے؟ میں تیری برتری تسلیم کرتا ہوں۔ اگر یہ ایک دوسرے پر فائرنگ کریں گے تو دور تک آواز جائے گی' ہم قانونی معاملات میں پھنس جائیں گے۔ میں تمہارے پاؤں پکڑ رہا ہوں' انہیں مزید پاگل ہونے سے روکو۔"

وہ تھک ہار کر گرتے رہے۔ آپس کی لڑائی رفتہ رفتہ ختم ہوگئی اس کے بعد کسی میں اتنی سکت نہیں رہی کہ اٹھ کر دوسرے کو طمانچہ مارتا۔

ان کے لیڈر آندریو نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا "دیکھا تم لوگوں نے؟ یہ لڑکی ہے۔ ہم سے جسمانی طور پر کمزور ہے۔ خالی ہاتھ ہے۔ ہم سے لڑنے کے لیے ایک انگلی بھی نہیں اٹھائی۔ اس کے باوجود تم سب زمین چاٹ رہے ہو۔"

ان میں سے جو فرش پر پڑا ہوا تھا وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اٹھ کر بیٹھ گیا جو بیٹھا ہوا تھا وہ کھڑا ہوگیا جو کھڑا ہوا تھا وہ لڑکھڑاتا ڈگمگاتا ہوا مرینا کو حیرانی اور پریشانی سے دیکھنے لگا۔ ایک نے کہا "یہ جادو جانتی ہے۔"

دوسرے نے گن سنبھالتے ہوئے کہا "ایک ہی گولی میں اس کا جادو ہوا ہو جائے گا۔"

آندریو نے کہا "تم احمق ہو۔ اب بھی نہیں سمجھے میرے ہاتھ میں ریوالور ہے' میں نے کئی دفعہ اس پر گولی چلانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔"

"میں ناکام نہیں رہوں گا۔ میرے ہاتھوں میں گن چلانے کی قوت ہے' گن میں کارتوس ہیں' میرا نشانہ کبھی نہیں چوکتا پھر میں ناکام کیسے رہ سکتا ہوں۔"

اس نے یہ کہتے ہی مرینا کا نشانہ لیا۔ اس کے ساتھ ہی گھوم کر اپنے ایک ساتھی کو ٹارگٹ بنالیا۔ وہ ایک جگہ چھپتے ہوئے بولا "یہ کیا کر رہے ہو؟ گن پھینک دو ورنہ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

وہ چھپنے والا اب اس کا نشانہ لے رہا تھا۔ مرینا نے کہا "اپنے حالات پر غور کرو اور سمجھو' جس طرح تم سب ابھی دست بدست لڑائیوں میں مصروف تھے' اِسی طرح ان ہتھیاروں سے ایک دوسرے کو مار کر خود نابود ہو جاؤ گے۔"

وہ سب سوچ میں پڑ گئے۔ وہ بولی "میں نے تم میں سے کسی کو اب تک گولی نہیں چلانے دی۔ فائرنگ کی آواز دور تک جائے گی اور یہاں لاشیں پائی جائیں گی تو یہاں کے مسلمان پولیس اور اسلامی پاسبان کے رضا کار تم سے کتوں جیسا سلوک کریں گے۔"

ان کی بے بسی اور آپس کی لڑائی سمجھا رہی تھی کہ کیا ہونے والا ہے۔ ایک نے کہا "تمہاری بات ہماری سمجھ میں آرہی ہے مگر یہ تو بتاؤ ہم تمہارے سامنے بے بس کیوں ہوگئے ہیں؟"

"مجھے میرے خدا نے غیر معمولی طاقت دی ہے۔ اس پاور کے ذریعے میں تم سب کو اپنا غلام بناؤں گی۔"

ان سب نے گھٹنے ٹیک دیے' ایک نے کہا "ہم تمہاری غائبانہ طاقت کو مانتے ہیں اور تمہارے وفادار رہنے کی قسم کھاتے ہیں۔"

ان کے لیڈر آندریو نے کہا "ہم تمہارے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں گے۔"

وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پرچنگ اسٹیج پر آکر بولی "میرا سب سے پہلا حکم یہ ہے کہ یہاں چرچ میں اور اس کے احاطے میں جہاں جہاں اسلحہ' شراب اور بے حیا عورتیں چھپا کر رکھی گئی ہیں انہیں چند گھنٹے کے اندر یہاں سے دور لے جاؤ۔"

"ہم یہ ذخیرہ کہاں لے جائیں گے؟"

"تم لوگوں کا اور کوئی خفیہ اڈا ہوگا۔"

ایک نے کہا "ہمارے پاس دوسرا کوئی خفیہ اڈا نہیں ہے۔"

مرینا نے اس کے دماغ کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ چیخ مار کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر لڑکھڑایا۔ پھر ایک ساتھی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ وہ بولی "جو مجھ سے جھوٹ بولے گا اور آئندہ دھوکا دینا چاہے گا اس کی یہی حالت ہوا کرے گی۔ تم بولو آندریو! کوئی دوسرا اڈا ہے؟"

وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر بولا "اتنی دیر بعد سمجھ میں آیا ہے کہ تم ٹیلی پیتھی جانتی ہو۔ تم اب تک ہمارے دماغوں پر قبضہ جماتی رہی ہو۔ مجھے ریوالور سے فائر نہیں کرنے دیا اور ان سب کو آپس میں لڑاتی رہیں۔"

"ہاں' میں تمہاری کھوپڑیوں میں گھس کر پیٹ کی آنتیں نکال سکتی ہوں۔ اس وقت ایک ایک کے چھپے ہوئے خیالات پڑھ رہی ہوں کہ کون میرے بارے میں کیا سوچ رہا ہے۔"

وہ ایک شخص کو دیکھ کر بولی "جیکب! تم سوچ رہے ہو کہ کسی وقت بھی مجھے غافل پاکر ہلاک کردو گے۔"

وہ جلدی سے اپنی گن کو ایک طرف پھینکتے ہوئے بولا "مجھے معاف کردو' بیشک میں نے یہی ارادہ کیا تھا' میں کان پکڑ کر کہتا ہوں تمہارے خلاف کبھی کوئی بات دل میں نہیں لاؤں گا۔"

وہ دوسرے سے بولی "اور تم سوچ رہے ہو اپنا دوسرا اڈا مجھے نہیں دکھاؤ گے۔ وہ دس میل کے فاصلے پر ہے' مجھے اُدھر کا رخ نہیں کرنے دو گے۔"

وہ جلدی سے بولا "نن.... نہیں میڈم۔ مم.... میں بتا رہا ہوں وہ اڈا یہ..."

"بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں' وقت ضائع نہ کرو۔ فوراً اپنی لغویات سمیٹ کر یہاں سے لے جاؤ۔ صرف آندریو میرے پاس رہے گا اور میرے احکامات تم لوگوں تک پہنچاتا رہے گا۔"

"لیکن ہم یہاں عیسائیوں کی حیثیت سے تھے۔ چرچ سے جانے کے بعد یہاں کی انٹیلی جنس کو کیا جواب دیں گے۔"

"یہی کہ تم لوگ چرچ کے انتظامات سنبھالنے کے قابل نہیں تھے اس لیے اب محض عیسائی شہری بن کر رہو گے۔ چرچ کا انتظام دوسرے فادر سنبھالیں گے۔"

پھر اس نے آندریو سے کہا "تمہارے چور خیالات نے بتایا ہے کہ فرغانہ میں ایک نہایت ایمان دار فادر رہتے ہیں۔ وہ ایک بار یہاں عبادت کے لیے آئے تھے۔ تم لوگوں کی عبادت کرنے کے طریقوں پر اعتراض کیا تھا' کیونکہ تم سب صحیح طور سے عبادت کرنا جانتے ہی نہیں ہو۔ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لیے تم لوگوں نے اس بے چارے کو یہاں سے بھگا دیا تھا۔"

"میڈم! آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ میں اس فادر سے معافی مانگ لوں گا۔"

"صرف معافی نہیں مانگو گے۔ انہیں عزت کے ساتھ یہاں لاؤ گے۔ میں یہ چرچ ان کے حوالے کروں گی۔"

اس کے احکامات کی تعمیل کے لیے آندریو شہر کی طرف گیا اور اس کے دوسرے ساتھی وہاں سے اپنا بوریا بستر سمیٹنے چلے گئے۔ میں دماغی طور پر حاضر ہوگیا۔ مجھے دور سڑک پر ایک گاڑی رکتی ہوئی دکھائی دی۔ میں چشمہ کے پاس سے اٹھ گیا۔ اس گاڑی سے ایک شخص باہر آیا۔ وہ گرے کلر کے اوور کوٹ اور فیلٹ ہیٹ میں تھا اور اس کے ہاتھ میں زرد رنگ کا ایک رومال تھا۔

جیکی ہارپ نے میرے پاس آنے والے کی یہی نشانیاں بتائی تھیں اور ایک مخصوص کوڈ بھی تھا۔ میں نے تیزی سے چلتے ہوئے اس کے قریب آکر کہا "ہیلو مسٹر؟"

اس نے مسکرا کر کہا "آپ نے تشریف لا کر مشکل آسان کردی ہے۔"

اس نے کوڈ کے طور پر صحیح فقرہ ادا کیا تھا۔ میں نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا "مجھے اطمینان ہوگیا ہے۔"

مجھے صرف پہلی ملاقات میں شناسائی کی ضرورت تھی۔ باقی میں اس کے خیالات پڑھ کر معلوم کرسکتا تھا۔ وہ مجھے گاڑی کے پچھلے حصے میں لایا' وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اس شخص سے تعارف کراتے ہوئے کہا "سر! یہ ببولا اینڈرسن ہے۔ قد اور جسامت میں آپ جیسا ہے' صرف ایک انچ قد میں کم ہے۔"

میں نے اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "اتنا سا فرق چلے گا"

ہم سب پچھلے حصے میں آکر بیٹھ گئے۔ ڈرائیور نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ وہاں میک اپ کا سامان اور بڑا سا آئینہ سب کچھ تھا۔ میں نے تھوڑی دیر تک ببولا اینڈرسن کے چہرے کو ہر زاویے سے دیکھا پھر اپنے چہرے پر میک اپ کرنے لگا۔ اس سے کہا "اپنے متعلق بتاتے رہو۔ یہاں کتنے دنوں سے ہو' کتنے مردوں اور عورتوں سے خاصی جان پہچان ہوئی ہے اور ان سے کس طرح کی باتیں ہوچکی ہیں؟"

وہ اپنے متعلق تمام باتیں تفصیل سے بتانے لگا۔ میں میک اپ کرنے کے دوران سن رہا تھا اور اہم باتیں ذہن نشین کر رہا تھا۔ انسان کو پچھلی تمام باتیں پوری تفصیل سے یاد نہیں رہتیں وہ کچھ بھول بھی جاتا ہے پھر اس کی ذات سے وابستہ کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جنہیں وہ کسی کے سامنے زبان پر نہیں لاتا۔

اس وقت میں میک اپ پر توجہ دے رہا تھا۔ اس لیے اس کے خیالات نہیں پڑھ رہا تھا۔ ڈرائیور سے کہہ دیا گیا تھا کہ وہ ست رفتاری سے ڈرائیو کرے اور تاشقند پہنچنے میں زیادہ دیر لگائے۔ اس نے یہی کیا۔ یوں تو ایک گھنٹے ہی میں میک اپ ہو گیا تھا لیکن فائنل ٹچ کرتے کرتے پونے دو گھنٹے لگ گئے۔ ببولا اینڈرسن اور دوسرے میزبان مجھے حیرانی سے اور تعریفی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا "سر! آپ کمال کے فنکار ہیں۔ ببولا کو پیدا کرنے والی ماں بھی آپ کو دیکھے گی تو دھوکا کھا جائے گی۔"

ببولا نے کہا "مجھے تو ایسا لگ رہا ہے جیسے میں خود کو آئینے میں دیکھ رہا ہوں۔ یہ آپ نہیں ہیں آئینہ ہے اور سامنے میرا عکس ہے۔"

میں نے کہا "اور یہ عکس تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بول رہا ہے۔"

"سر! ہم نے آپ کے متعلق جو کچھ سنا تھا' آپ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ آپ ذرا پھر میرے لہجے میں بولیں۔"

میں نے کہا "اب تو میں جب تک یہاں رہوں گا' تمہاری ہی آواز اور لہجے میں بولتا رہوں گا۔ کیا ہم تاشقند میں داخل ہو گئے ہیں؟"

مجھے کھڑکی کے باہر شہری مناظر دکھائی دے رہے تھے۔ ایک نے کہا "جی ہاں ہم تاشقند پہنچ گئے ہیں۔ یہ فواروں کا شہر کہلاتا ہے۔"

ببولا نے کہا "ازبک زبان میں تاشقند کے معنی ہیں "پتھروں کا شہر" قدیم زمانے میں حملہ آوروں سے محفوظ رہنے کے لیے شہر کے اطراف پتھروں کی فصیل کھڑی کی گئی تھی' تب سے یہ نام پڑ گیا ہے۔"

میں ان کی باتیں سن رہا تھا اور کھڑکی کے باہر اس خوب صورت شہر کو دیکھ رہا تھا۔ ہم ماضی کے لینن اسکوائر سے گزر رہے تھے۔ عوام نے آزادی کے بعد اس کا نام آزادی اسکوائر رکھ دیا تھا۔ جدید عمارتوں کے ساتھ قدیم اسلامی طرز کی عمارتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ عمارت بھی نظروں سے گزری جہاں ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد تاشقند معاہدے پر دستخط کئے گئے تھے اور بھارتی وزیر اعظم لعل بہادر شاستری کی موت واقع ہوئی تھی۔

میں نے ببولا اینڈرسن سے کہا "مجھے ان تمام جگہوں پر لے چلو جہاں سے تم گزرتے رہے ہو۔ اس دوران میں لباس' جوتے اور شیونگ کا سامان وغیرہ خریدتا رہوں گا۔"

ہم مزید تین گھنٹوں تک گاڑی میں بیٹھے شہر میں گھومتے اور میں شاپنگ کرتا رہا۔ انہوں نے اس شہر کے مشہور و مع ہوٹل چہار سو میں قیام کیا تھا۔ اس ہوٹل میں داخل ہونے پہلے میں نے کہا "اور نصف گھنٹا گاڑی میں سیر کرو۔ میں اس دو خاموش رہوں گا۔"

پھر میں ببولا اینڈرسن کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی یادداشت میں چھپی ہوئی باتیں پڑھنے لگا۔ پھر میں نے اس سے کہا "ببولا نے یہ کیوں نہیں بتایا کہ شراب پیتے ہو؟"

وہ بولا "سر! ہمارے ملک اور سوسائٹی میں شراب عام لوگ پانی کی طرح پیتے ہیں اس لیے میں نے شراب نوشی کے ذ اہمیت نہیں دی۔"

"میں نہیں پیتا ہوں اس لیے میرے سامنے ذکر کرنا چا تھا۔"

"غلطی ہو گئی سر!"

"تم نے اپنی یہاں کی تمام مصروفیات بتائیں اور اس لولیتا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔"

وہ حیرانی اور پریشانی سے مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے کہا "تم کہ غلطی ہو گئی۔ آج رات وہ تمہارے کمرے میں آنے والی تم اس کے ساتھ روسی واڈکا پینے والے تھے اور رات گزار والے تھے۔"

"ہاں۔ وہ' بات یہ ہے سر کہ میں...."

"بکواس مت کرو۔ میں تمہارے کمرے میں قیام کرنے ہوں' وہ رات کو آتی اور میں اسے فوراً نہ پہچانتا تو بات بگڑ تھی۔"

"سر! وہ بے ضرر لڑکی ہے۔ اس کا تعلق کسی تنظیم یا پارٹی سے نہیں ہے۔"

"تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جناب! میں قیافہ شناس تو نہیں ہوں پھر بھی چہروں سے حد تک انسان کو پہچان لیتا ہوں۔"

میں نے کہا "تمہارے کوٹ کی اندرونی جیب میں اس تصویریں ہیں' مجھے دکھاؤ۔"

اس نے اندرونی جیب سے دونوں تصویریں نکال کر طرف بڑھا دیں پھر کہا "میں آپ کو تنہائی میں اس کے بتانے والا تھا۔"

"تم صفائی پیش نہ کرو۔ تمہارے چور خیالات مجھے بتا رہے کہ لولیتا نے تمہیں سچی محبت کا یقین دلایا ہے۔ وہ تمہارے پیار خاطر اپنا یہ وطن چھوڑ کر تمہارے ساتھ پیرس جانے کو تیار ہے"

"یس سر! میں آپ سے یہی کہنے والا تھا کہ ابھی مجھے راستے سے سرحد پار کرائی جائے گی میری درخواست ہے کہ لولیتا کو اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔"

"شاباش! کل لولیتا سے تمہاری دوستی ہوئے ابھی چوبیس گھنٹے نہیں گزرے اور اتنی جلدی سچی محبت ہو گئی حتیٰ کہ وہ اپنے باپ دادا کی زمین چھوڑ کر تمہارے ساتھ جانے کے لیے راضی ہو گئی ہے۔"

"سر! ایسی بات ہے' میں کیسے یقین دلاؤں۔"

"یقین نہ دلاؤ' میں ابھی معلوم کر لیتا ہوں۔"

میں نے لولیتا کی تصویر دیکھی پھر اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ وہ ایک سوئمنگ پول کے کنارے مساج بیڈ پر اوندھی لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے بدن پر اتنا مختصر سا کپڑا تھا کہ اس کے بعد وہ اور مختصر نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک عورت اس پر جھکی ہوئی ہولے ہولے مساج کر رہی تھی۔ یہ بے حیائی غلامی کے دور سے تھی۔ چونکہ ابھی کئی شعبوں پر روس کا غلبہ تھا اور مغربی ملکوں سے آنے والی بے حیائی کو چھوٹ دی جا رہی تھی۔ اس لیے اب بھی سر راہ شراب پینے والے اور عورتوں کے ساتھ فری ہونے والے مناظر کہیں نظر آ جاتے تھے۔

یہاں اسلامی تہذیب اور شرافت کو عام ہونے میں کئی برس لگنے۔ غیر ملکیوں کی یہ پوری کوشش تھی کہ اسلامی جمہوریت اپنے مکمل اقتدار کے ساتھ قائم نہ ہو۔ میں تھوڑی دیر تک لولیتا کے خیالات پڑھتا رہا پھر دماغی طور پر حاضر ہو کر ببولا اینڈرسن سے کہا۔ "کل رات تم لولیتا کے ساتھ اوپیرا میں تھے۔ تمہیں احساس نہیں تھا کہ وہ باتوں ہی باتوں میں تمہیں زیادہ پلا رہی ہے۔"

"نو سر! کل میں مدہوش نہیں ہوا تھا۔"

"پھر لولیتا کو کیسے معلوم ہوا کہ تمہارے بریف کیس میں آئل ریفائنری کی ایسی تصویریں ہیں۔ جو فوجی نقطۂ نظر سے بہت اہم ہیں خدانخواستہ آئندہ کبھی جنگ چھڑے گی تو ان تصویروں کے ذریعے دشمنوں کو تیل کے کنوؤں میں گولے برسانے کی مکمل رہنمائی ملے گی۔"

"سر! لولیتا تصویروں کے بارے میں کچھ نہیں جانتی ہے۔"

میں نے ایک زور کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا پھر پوچھا۔ "تم ہوش میں ہو کہ کس کے سامنے بول رہے ہو۔ میں تصویروں کے بارے میں لولیتا کے دماغ سے معلوم کر رہا ہوں اور تم حقیقت سے انکار کر رہے ہو۔"

وہ طمانچہ کھا کر اپنی انسلٹ پر تلملا رہا تھا۔ کہنے لگا "آپ نے منہ پر ہاتھ اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔ میں فرانسیسی انٹیلی جنس کا چیف ہوں۔"

میں نے کہا "چیف تھے۔ میرے طمانچے کے بعد نہیں رہے۔ فرانس کے اعلیٰ حکام بھی تمہارا یہ عہدہ بحال نہیں کر سکیں گے۔"

"مسٹر فرہاد! یہ آنے والا وقت بتائے گا۔"

"کیا ایسا کوئی آنے والا وقت تم دیکھ سکو گے؟"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ تم یہ راز جانتے ہو کہ فرہاد یہاں تمہارے بھیس میں موجود ہے۔ تم لولیتا کی دیوانگی میں آئندہ شراب پی کر اس کے سامنے میری اصلیت اگل دو گے۔ اس لیے تمہاری زبان کو ہمیشہ کے لیے بند ہو جانا چاہیے۔"

وہ سہم کر بولا "کیا آپ ٹیلی پیتھی کے ذریعے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟"

"فی الحال تو میں تمہیں آزاد کر رہا ہوں۔ ڈرائیور گاڑی روکو۔"

گاڑی رک گئی۔ میں نے کہا "باہر جاؤ۔ لولیتا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

وہ فوراً ہی باہر نہ جاتا شاید مجھ سے بحث کرتا لیکن لولیتا کا نام سن کر تیر کی طرح گاڑی سے باہر چلا گیا۔ میں اسے تھوڑی دور چلاتا ہوا لے گیا۔ آگے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا مالک کسی قریبی عمارت میں گیا ہوا تھا۔ ببولا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا' چابی گھما کر کار کو اسٹارٹ کیا پھر اسے آگے بڑھا دیا۔

اس نے سوچ کے ذریعے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا آپ موجود ہیں؟"

میں نے جواب نہیں دیا۔ اس نے کہا "میں آپ سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔"

وہ مجھے بولنے پر اکسا رہا تھا پھر کہنے لگا "مجھے طمانچہ کھانے کے بعد غصہ آ گیا تھا' میں معافی چاہتا ہوں۔ یہ تسلیم کرتا ہوں کہ فرانس کا کوئی حاکم آپ کی اجازت کے بغیر مجھے ڈیپارٹمنٹ میں واپس نہیں آنے دے گا۔ آپ بہت فراخ دل ہیں۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔"

وہ بول رہا تھا مگر اس کے چور خیالات کہہ رہے تھے کہ وہ منافق اور دوغلا ہے۔ وہ پہلے ایسا نہیں تھا۔ آدمی وقت اور حالات کے ساتھ بدلتا ہے اسے لولیتا کے حسن و شباب نے بدل دیا تھا۔ حالانکہ ابھی وہ ہاتھ نہیں آئی تھی دور ہی دور سے ترسا رہی تھی۔ یہ لالچ شدید تھا کہ آج رات وہ مہربان ہو گی۔

وہ مجھ سے دوستی کر کے آج رات یہاں رکنے کی اجازت چاہتا تھا تاکہ صبح تک لولیتا کے ساتھ رہے یا پھر اسے چور راستے سے اپنے ساتھ پیرس لے جائے۔ دو میں سے کوئی ایک بات ممکن ہو جاتی لیکن لولیتا اس مجنوں کی لیلیٰ نہیں تھی۔ اہم تصاویر حاصل کرنے کے لیے اسے الو بنا رہی تھی اور اس حقیقت کو وہ دیوانہ عاشق تسلیم نہیں کر رہا تھا۔

اس نے کئی بار مجھے مخاطب کیا پھر کہا "میں جانتا ہوں فرہاد نے مجھے اس لیے آزاد چھوڑا ہے کہ میں سیدھا اپنی لولیتا سے جا کر ملوں۔ پھر وہ میرے ذریعے میری ڈارلنگ کو نقصان پہنچائے لیکن میں اتنا نادان نہیں ہوں کہ خود پر جان دینے والی کی جان کا دشمن بن کر ابھی اس کے پاس جاؤں۔ میں ایسے وقت جاؤں گا جب وہ ہماری ناک میں نہیں رہے گا۔"

ایسا سوچتے وقت اکثر شکار ہونے والے بھول جاتے ہیں کہ وہ اپنی مرضی سے نہ کچھ سوچ سکتے ہیں نہ کوئی حرکت کرسکتے ہیں وہ بھی بھول رہا تھا۔ اتنا تو یقین ہوگیا تھا کہ وہ بھروسے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس کے ذریعے لولیتا کے پیچھے چھپے ہوئے دشمنوں کو یہاں میری موجودگی کا علم ہوجائے گا۔

وہ ڈرائیو کرتا ہوا شہر سے باہر آیا' ایک جگہ کار روکی پھر دروازہ کھول کر باہر آیا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ میں کیا کررہا ہوں؟ اس ویرانے میں کیوں آیا ہوں؟"

وہ خالی الذہن ہوکر سوچنے لگا کہ ادھر کیوں آیا ہے؟ دراصل اس وقت میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ اچانک دماغی طور پر اپنی گاڑی میں حاضر ہونا پڑا۔ میرے ایک میزبان نے موبائل فون کا ریسیور مجھے دیتے ہوئے کہا "مسٹر ہارپ آپ سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

جیکی ہارپ ان کی ٹیم کا لیڈر تھا۔ اس نے کہا "ہیلو مسٹر فرہاد! چھ گھنٹے گزر چکے ہیں' آپ ابھی تک ہوٹل نہیں پہنچے۔ میں انتظار کررہا ہوں۔"

میں نے کہا "فون رکھ دو میں گفتگو جاری رکھتا ہوں۔"

اس نے فون بند کردیا۔ میں نے اس کے پاس آکر اسے بولا اینڈرسن کی احمقانہ عشقیہ داستان سنائی۔ اس نے کہا "جناب! اس بولا نے تو بڑی حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"جی ہاں' اگر میں نے اسے جہنم میں نہیں پہنچایا تو وہ شراب کے نشے میں لولیتا کو میری اصلیت بتادے گا۔"

"میں ٹیم کے لیڈر کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اسے زندہ نہیں رہنا چاہیے۔"

میں نے کہا "مسٹر ہارپ! آپ فوراً بولا کے کمرے میں جائیں اور اس کے بریف کیس سے آئل ریفائنری کی تمام تصویریں نکال کر اپنے پاس چھپالیں۔ میں ابھی بولا کے پاس سے آتا ہوں۔"

میں بولا کے پاس آتے ہی چونک گیا تھا۔ وہ آگ کے شعلوں میں گھرا ہوا تھا۔ میں نے جلدی جلدی اس کے خیالات پڑھے کیونکہ اس کا دماغ ملک الموت کی ایک پھونک سے بجھنے والا تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ اسے ویرانے میں پہنچا کر مجبور کروں گا کہ وہ اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ لگائے اور اس طرح جل مرے کہ اس کی صورت پہچانی نہ جائے۔ اس طرح میں یہاں بولا بن کر رہ سکتا تھا۔

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس نے خود ہی اپنے اوپر پٹرول چھڑک کر آگ کیوں لگائی؟ اسے کس نے مجبور کیا تھا۔ جبکہ میں اس کے دماغ میں نہیں تھا۔ میں جیکی ہارپ سے باتیں کررہا تھا' یہ سوچا نہیں جاسکتا تھا کہ وہ خود ہی جل کر مرگیا ہوگا۔

وہ موت کو نہیں' محبوبہ کو گلے لگانا چاہتا تھا۔ میری غیر موجودگی میں کس نے اسے مرنے پر مجبور کیا تھا لیکن وہ کون تھا؟ اس ویرانے میں اس کے آس پاس کوئی نہیں تھا۔ شعلے بھڑک[illegible] کچھ لوگوں نے دور سے دیکھا تھا اور اس کی سمت دوڑے چلے[illegible] تھے۔ اس کے خیالات بتا چکے تھے کہ اس نے اپنی مرضی سے[illegible] خود کو آگ لگائی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یہ حرکت ٹیلی پیتھی کے ذری[illegible] گئی ہے۔ میرے علاوہ کوئی اس کے اندر موجود رہا تھا اور[illegible] چاپ میری تمام کارروائیاں دیکھتا رہا تھا۔ اسے معلوم ہوگیا[illegible] اب میں بولا بن کر وہاں رہنے والا ہوں۔ وہ دماغ میں رہ کر[illegible] کرچکا تھا کہ میں بولا کو ویرانے میں لے جاکر قتل کرنے والا[illegible] اسی لیے جب میں تھوڑی دیر کے لیے جیکی ہارپ کے پاس گیا[illegible] اجنبی خیال خوانی کرنے والا یہ معلوم نہ کرسکا کہ میں بولا کے[illegible] موجود ہوں یا نہیں۔ اس نے میرے پروگرام کے مطابق اسے[illegible] مرنے پر مجبور کردیا۔

میں نے جیکی ہارپ کے پاس آکر کہا "ہمارا منصوبہ بری[illegible] ناکام ہورہا ہے۔ کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا پتا نہیں کب[illegible] بولا کے دماغ میں تھا اور تم سب کی مصروفیات کو دیکھتا رہا[illegible] تھا۔ اس نے بولا کو ختم کردیا ہے۔ کیا تم نے اس کے بریف[illegible] سے تصویریں نکال لیں؟"

"افسوس کے ساتھ کہتا ہوں سر! تصویریں غائب ہیں۔[illegible] کرنے والے نے بولا کے دماغ سے بریف کیس کے لاک کا[illegible] نمبر پڑھا ہوگا۔ اس کے مطابق وہ بریف کیس کھول کر[illegible] تصویریں لے گیا ہے۔"

میں نے فوراً ہی لولیتا کے دماغ کی طرف چھلانگ لگائی[illegible] واپس آگیا۔ اس کا دماغ موت کی تاریکی میں ڈوب چکا تھا۔ میں[illegible] جیکی ہارپ سے کہا "بولا کی طرح لولیتا کو بھی ہلاک کردیا گیا۔ بات سمجھ میں آگئی ہے۔ وہ تصویریں حاصل کرلینے کے بعد بولا[illegible] کے کسی کام کا نہ رہا تھا۔"

"اس ٹیلی پیتھی جاننے والے نے لولیتا کو کیوں مار ڈالا؟"

"اس لیے کہ میں اس لڑکی کے ذریعے اجنبی خیال خوانی کر[illegible] والے کے دوسرے آلہ کاروں تک پہنچ سکتا تھا۔"

"جناب! اس معاملے میں ہم بری طرح ناکام رہے ہیں۔"

"ناکامی تو میری ہے کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جاننے والا یہاں[illegible] علی تیمور کو دیکھ رہا ہوگا اور جال پھیلا رہا ہوگا۔ میں کسی کو اتنا[illegible] نہیں دیتا کہ وہ چھپ کر مجھ پر نظر رکھے۔"

میں نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی تمنگان کی طرف لے جاؤ۔"

جیکی ہارپ نے مجھ سے پوچھا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں ایسی جگہ چھپنے جارہا ہوں جہاں دشمن کا گھیرا ٹوٹ جا[illegible] گا۔"

"آپ واقعی عمدہ چالیں چلتے ہیں۔ آپ جہاں بھی جائیں[illegible] اطلاع دیتے رہیں تاکہ میں آپ کے لیے سہولتیں فراہم[illegible]

[illegible]وں۔"

"جب میں کہہ رہا ہوں کہ چھپنے جارہا ہوں تو پھر تمہیں وہاں[illegible] متعلق اطلاع کیوں دیتا رہوں۔ دراصل مسٹر ہارپ! میں اسی[illegible] آلہ کار سے دشمنوں کا سراغ لگاتا ہوں۔ اس وقت وہ خیال خوانی[illegible] کرنے والا تمہارے دماغ میں چھپا ہوا ہے۔"

جیکی ہارپ نے کہا "جناب! یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"میں جو کہہ رہا ہوں سنتے جاؤ۔ وہ تمہارے پاس رہ کر ناکام[illegible] ہوا تو ڈرائیور کے دماغ میں آئے گا۔ وہ تمہاری ٹیم میں اپنے لیے[illegible] بنا چکا ہے۔"

میں نے گاڑی رکوادی۔ اپنے آس پاس بیٹھے ہوئے میزبانوں[illegible] سے کہا "آپ لوگ گاڑی سے اتر جائیں اور کوئی سوال نہ[illegible] کریں۔"

وہ کوئی بحث کیے بغیر اتر گئے۔ گاڑی آگے بڑھ گئی۔ ڈرائیور[illegible] نے مخاطب کیا "ہیلو مسٹر فرہاد! میں ڈرائیور کی زبان سے بول رہا[illegible] ہوں۔"

میں نے ڈرائیور کو دیکھا وہ تیزی سے گاڑی ڈرائیو کرتا ہوا[illegible] رہا تھا اور کہہ رہا تھا "فرہاد علی تیمور! کبھی ایسا ہوا ہے کہ تم کسی[illegible] گاڑی میں رہو اور وہ تمہارے قابو میں نہ رہے۔ اس گاڑی کا[illegible] ڈرائیور...... کشتی کا ملاح جب چاہے تمہیں ڈبو دے۔"

میں نے کہا "ٹرانسفارمر مشین نے دودھ پیتے بچوں کو بھی ٹیلی[illegible] پیتھی سکھادی ہے۔ تم ماں کا دودھ چھوڑتے ہی میرے پاس مرنے[illegible] چلے آئے ہو۔"

"میں وہ بچہ ہوں کہ دشمنوں کو بھی اپنے ساتھ دودھ پلاتا[illegible] ہوں۔ ایک دودھ کی گاڑی تمہارے پیچھے آرہی ہے' ایک گاڑی[illegible] آگے جارہی ہے۔ اس ڈرائیور کا دماغ میرے قبضے میں ہے۔ تمہیں[illegible] ہوشیار رکھنے کی عادت نہیں ہے اس لیے میرے آلۂ کار ڈرائیور کو[illegible] نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔"

"ابے او ٹیلی پیتھی کی ناجائز اولاد! یہ کیوں بھول گیا کہ ابھی[illegible] میں بولا اینڈرسن کا میک اپ کرنے کے لیے قینچی سے داڑھی[illegible] مونچھیں کتر رہا تھا۔ قینچی بھی تو ایک ہتھیار ہے۔"

یہ کہتے ہی میں نے قینچی کی نوک ڈرائیور کی گردن پر ماری تیز[illegible] رفتاری سے چلنے والی گاڑی ذرا ڈگمگائی' رفتار سست ہوئی میں نے[illegible] آگے کی طرف جھکتے ہوئے دروازہ کھولتے ہوئے ڈرائیور کو باہر دھکا[illegible] دیا۔ وہ باہر لڑھکتا گیا گاڑی ایک طرف مڑتے ہوئے رک گئی۔ میں[illegible] نے پھرتی سے اسٹیئرنگ سیٹ سنبھال کر اسے دوبارہ اسٹارٹ کیا۔[illegible] پیچھے آنے والی گاڑی سے فائرنگ ہونے لگی۔ آگے جانے والی[illegible] گاڑی سے کچھ لوگ باہر نکل کر میری طرف فائرنگ کررہے تھے[illegible] لیکن میری گاڑی کو تیزی سے اپنی طرف آتے دیکھ کر بوکھلا گئے[illegible] سڑک کے دونوں کناروں کی طرف دوڑتے جارہے تھے تاکہ[illegible] پتھروں کی آڑ لے کر فائرنگ کرسکیں۔

ان کی گاڑی سڑک پر کھڑی ہوئی تھی۔ میری گاڑی اسے ٹکر مارتی ہوئی آگے نکل گئی۔ میں نے عقب نما آئینے کو ایڈجسٹ کرتے ہوئے دیکھا وہ لوگ فائرنگ کرتے ہوئے دوڑ کر آئے اور سڑک پر ترچھی ہوجانے والی گاڑی میں بیٹھ گئے۔

اس گاڑی کے ترچھی ہوجانے سے پیچھے آنے والے ساتھیوں کی گاڑی رک گئی تھی۔ ان کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھنے اور گاڑی کو سیدھی کرکے آگے بڑھنے میں جو وقت لگا اتنی دیر میں' میں ان سے دور ایک موڑ پر پہنچ گیا۔ میں اکثر وہ تدبیر کرتا ہوں جس کے بارے میں دشمن سوچ بھی نہیں سکتے۔ وہ گاڑی مجھے آگے بھاگنے میں مدد دے سکتی تھی لیکن میں نے اسے روک دیا۔ دروازہ کھول کر باہر آیا اپنے لیے جو نیا لباس خریدا تھا اسے پھاڑ ڈالا۔ میک اپ کے سامان سے ماچس نکالی پھر چابی سے پٹرول ٹنکی کو کھولا پھٹے ہوئے کپڑے کو پٹرول میں بھگویا آدھا کپڑا ٹنکی کے اندر گھسایا' آدھا باہر لٹکایا پھر ایک تیلی سلگا کر کپڑے کو آگ دکھاتے ہی وہاں سے بھاگتا چلا گیا۔ سڑک کے ایک طرف کسی فیکٹری کی تعمیر کے لیے احاطے کی دیوار دور تک نظر آرہی تھی جیسے ہی میں چھلانگ لگا کر دیوار پر چڑھا ایک زوردار دھماکا ہوا' میں دیوار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ وہاں سے سڑک نظر نہیں آرہی تھی لیکن دھماکے سے پھٹنے والی کار کے ٹکڑے فضا میں بلندی تک اڑتے ہوئے دکھائی دیے۔

میں دیوار کے پیچھے چھپتے ہوئے اس سمت دوڑنے لگا جدھر سے دشمن دو گاڑیوں میں آرہے تھے۔ وہ مجھے دیوار کے پیچھے نہیں دیکھ سکتے تھے لیکن دھماکے والے موڑ پر پہنچ کر رک گئے تھے۔ گاڑی کے پچھلے حصے میں وافر پٹرول تھا جو سڑک پر پھیل گیا تھا۔ اس کے ساتھ آگ بھی پھیل گئی تھی۔ کوئی گاڑی وہاں سے نہیں گزر سکتی تھی۔

میں بہت دور جاکر پھر دیوار پر چڑھ کر سڑک کی سمت اتر گیا۔ بہت سے لوگ بھڑکتے ہوئے شعلوں کی طرف جارہے تھے۔ پیچھے آنے والی گاڑیاں سڑک پر رکتی جارہی تھیں۔ دشمنوں کی گاڑیاں سڑک کے کنارے اتر کر گھاس پر چلتی ہوئی آگ سے بچ کر... آگے جارہی تھیں۔ ان کا خیال تھا میں اپنی گاڑی کو آگ لگا کر ان کا راستہ روک کر کہیں آگے بھاگتا چلا گیا ہوں۔

اس سڑک پر گاڑیاں جا بھی رہی تھیں اور آ بھی رہی تھیں میں نے ایک کار والے سے کہا "مسٹر! کیا مجھے تاشقند تک لفٹ ملے گی؟"

وہ شخص بہت ہی زندہ دل تھا' مسکرا کر بولا "اگر لفٹ نہیں دوں گا تو اچانک تم ہتھیار نکال کر مجھے ہلاک کرنے کی دھمکی دو گے۔ میں مجبور ہوجاؤں گا۔ لہٰذا مجبور ہونے سے بہتر ہے میں تمہاری شرافت کی زبان سمجھ لوں۔ آجاؤ' اسے اپنی ہی گاڑی سمجھو۔"

میں دروازہ کھول کر اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میری شادی نہیں ہوئی ہے بیوی

بچے نہیں ہیں۔ اس لئے اطمینان سے کسی کو بھی لفٹ دے دیتا ہوں کہ میرے پیچھے کوئی رونے والا نہیں ہے۔"

میں نے سیٹ کی پشت سے سر ٹیک کر آنکھیں بند کرلیں پھر اس کے خیالات پڑھنے لگا۔ وہ بول رہا تھا "یا مجتبیٰ! تم سو رہے ہو' میں نے باتیں کرنے کے لیے لفٹ دی ہے۔ میرے جذبات کا خیال کرو۔ اے میرے خوابیدہ ہم سفر! میں تم سے بول رہا ہوں۔"

میں اسے سنانے کے لیے خراٹے لینے لگا' اس نے کہا "مجھے حسین عورت کے خراٹے اچھے نہیں لگتے۔ میں تمہارے کیسے سنوں؟ یا اللہ! رحم کر۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے تھوڑی سی روئی نکالی۔ پھر اسے دونوں کانوں میں ٹھونس لی۔ میں نے خراٹے بند کردیے۔ اس کے خیالات نے بتایا وہ ایک کارنیوال کا مالک ہے اس کارنیوال میں سرکس کے تماشے دکھائے جاتے ہیں۔ طرح طرح کے کھیل اور دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ اسٹیج پر ناچ گانے پیش کیے جاتے ہیں۔ اسٹالوں پر رائفل سے نشانہ بازی ہوتی ہے اور فری اسٹائل کشتیاں بھی دکھائی جاتی ہیں۔

کارنیوال کے مالک کا نام یعقوب ہمدانی تھا۔ اس کے تقریباً دو سو ملازم کارنیوال کے مختلف شعبوں میں کھیل تماشے دکھاتے تھے جن میں سے ستر لڑکیاں تھیں۔ ادھر کچھ دنوں سے کچھ لوگ یعقوب ہمدانی کو پریشان کر رہے تھے اسے دھمکیاں دے رہے تھے کہ اگر اس نے اپنے کارنیوال میں چار اجنبی مردوں اور دو عورتوں کو ملازمت نہ دی اور یہاں کی سرکار کو مطمئن نہ کیا کہ وہ چھ بندے اس کے کارنیوال کے پرانے ملازم ہیں تو اس کا نتیجہ برا ہوگا۔

ایسی دھمکی سے صاف ظاہر تھا کہ وہ دو اجنبی عورتیں اور چار مرد غیر قانونی طور پر ازبکستان آئے ہیں اور جعلی شناختی کاغذات کے ذریعے کارنیوال میں پناہ لینا چاہتے ہیں۔ گویا کوئی خفیہ تنظیم تھی جو اپنے چھ بندوں کو وہاں کی شہریت دلانا چاہتی تھی۔

یعقوب ہمدانی کے ساتھ اکثر ایسا ہوتا تھا۔ جب وہ روس کی ایک ریاست سے دوسری ریاست میں اپنا کارنیوال لے جاتا تھا تو حکومت کے باغی کارنیوال میں چھپ کر اور کافی اسلحہ چھپا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ آج کل غیر ملکی جاسوس اس کے پاس چھپنے آیا کرتے تھے۔

میں نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر سیٹ پر سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے حیرانی سے پوچھا "کیا میں سو گیا تھا؟"

وہ چڑ کر بولا "نہیں میں سو رہا تھا اور تم ڈرائیو کر رہے تھے۔"

"سوری۔ دراصل بات یہ ہے کہ جب کوئی زیادہ بولتا ہے تو اس کی بات شروع ہوتے ہی مجھے نیند آجاتی ہے۔"

"میں اُلو نہیں ہوں' تمہیں نیند نہیں آئی تھی تم مجھ سے پیچھا چھڑا رہے تھے۔ یہ بتاؤ تاشقند میں کہاں ڈراپ کروں؟"

"اپنے کارنیوال میں۔"

"کیا؟" وہ چونک کر بولا "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا تعلق کارنیوال سے ہے؟"

"تمہاری پیشانی پر لکھا ہے کہ تمہارا نام یعقوب ہمدانی ہے اور تم کارنیول کے مالک ہو۔"

اس نے کار روک دی' عقب نما آئینے کو اپنی طرف گھما کر اپنی پیشانی کو دیکھا۔ پھر کہا "میری پیشانی پر کچھ لکھا ہوا نظر نہیں آرہا ہے۔"

"پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریریں صرف میں پڑھتا ہوں۔"

"اچھا تو پڑھو اور بتاؤ کیا کیا لکھا ہے؟"

"تم چھ اجنبیوں سے پریشان ہو' وہ آج رات تمہارے کارنیوال میں پناہ لینے آرہے ہیں۔"

"کمال ہے۔ تم پریشان کرنے والوں کی تعداد سے بھی واقف ہو۔ سچ بتاؤ کیا ان کے نمائندے ہو؟"

"بالکل نہیں۔ میں نے کبھی ان میں سے کسی کی صورت بھی نہیں دیکھی۔ تم ایسے لوگوں کو ناراض نہیں کرتے کیونکہ وہ تمہارے کارنیوال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگ دوست بن کر تمہیں مالی فائدہ پہنچاتے ہیں اور کچھ پڑھوں؟"

"ہاں' یہ بتاؤ جب ان سے مالی فائدہ پہنچتا ہے تو میں پریشان کیوں ہوں؟"

"موجودہ حکومت نے تمہیں تاکید کی ہے اگر تمہارے کارنیوال میں کوئی جاسوس چھپا ہوگا یا کارنیوال کی آڑ میں ملک دشمنی کرو گے تو لمبے عرصے کے لیے جیل چلے جاؤ گے۔"

"بھئی' تم تو میری پیشانی کو کتاب کی طرح پڑھ رہے ہو۔"

"ہاں' تمہارے کارنیوال میں پہلے سے چند ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ تم ایسے تمام لوگوں سے نجات حاصل کرنا چاہتے ہو۔ آج تم نے بڑی مدت کے بعد فجر کی نماز پڑھی اور دعا مانگی کہ خدا تمہیں ایسے لوگوں سے نجات دلائے' خدا نے تمہاری سن لی۔ اگر تمہارا ایمان مستحکم ہے تو یقین کرلو اس معبود نے مجھے نجات دہندہ بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔"

وہ مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ انسان کو ایمان مضبوط رکھنا چاہیے۔ قدرت کب اور کس بہانے مدد پہنچاتی ہے' یہ بندہ نہیں سمجھ پاتا۔ اگر سمجھنے کی کوشش کی جائے تو غائبانہ مدد سمجھ میں آجاتی ہے۔ وہ میرا ہاتھ تھام کر بولا "تم میرے ساتھ کارنیوال چلو گے؟"

اس نے کار آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "ہاں' فی الحال تمہارے ساتھ رہوں گا میں بھی اس ملک میں اجنبی ہوں۔"

"میں تم پر کس حد تک بھروسا کر سکتا ہوں؟"

"میں مسلمان ہوں' پاکستانی ہوں۔ مسلمانوں کی نو آزاد اسلامی جمہوریت کی راہ میں جو بھی حائل ہوگا میں اس کے پیروں تلے سے زمین سرکا دوں گا۔ مجھ پر اعتماد کرنے کے لیے صرف آج رات تک میرے ساتھ رہو' میں تمہارے کارنیوال کو تمام ناپسندیدہ عناصر سے خالی کرا دوں گا۔"

اس نے مجھ سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا "میں تم پر بھروسا کروں گا۔ آج تم میری مشکل آسان کرو گے تو کل صبح سے تمہیں اس ملک کا باقاعدہ شہری بنا دوں گا۔ متعلقہ شعبے میں بہت اوپر تک میری پہنچ ہے۔ اعلیٰ افسر کے سامنے نوٹوں کی گڈیاں رکھتے ہی کام بن جاتا ہے کیا اپنا حلیہ تبدیل کرو گے؟"

اس نے گاڑی آگے بڑھائی۔ میں نے کہا "یہ میرا اصلی چہرہ نہیں ہے۔ عارضی میک اپ میں ہوں۔ اپنے لیے کچھ ضروری سامان خریدوں گا۔"

میں نے تاشقند پہنچ کر پھر نیا لباس اور دوسری ضروریات کی چیزیں خریدیں پھر کار میں آگیا۔ وہ ڈرائیو کرنے لگا۔ کارنیوال کے احاطے میں پہنچنے تک میں نے بھولا اینڈرسن کے میک اپ سے نجات حاصل کرلی۔ اپنے چہرے پر مونچھوں کا اور ہلکی سی خوب صورت تراشیدہ داڑھی کا اضافہ کیا تھا۔ آنکھوں میں ہلکے سبز رنگ کے لینسز لگائے تھے۔ چھوٹی چھوٹی تبدیلیوں سے چہرہ بالکل بدل گیا تھا۔

اس نے تعریفی نظروں سے دیکھا پھر پوچھا "تمہارا نام کیا ہے؟"

"مجھے ظہیر الدین بابر کہتے ہیں۔"

وہ بولا "ظہیر الدین بابر تاریخ کا ایک اہم کردار ہے۔ وہ یہاں سے سو میل کے فاصلہ پر فرغانہ میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ہندوستان میں عظیم الشان مغلیہ سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی۔"

میں نے کہا "میرے والدین نے اسی شہنشاہ سے متاثر ہو کر میرا نام ظہیر الدین بابر رکھا ہے۔"

ہم کارنیوال کے احاطے میں پہنچے۔ وہاں شام پانچ بجے سے رات گیارہ بجے تک کھیل تماشے جاری رہتے تھے۔ جب ہم پہنچے تو شام ہونے والی تھی۔ کارنیوال کے تمام اسٹال کھل رہے تھے۔ سرکس اور تھیٹر وغیرہ کے خیموں سے موسیقی کی آواز ابھرنے لگی تھی۔ وہاں کے تمام ملازمین یعقوب ہمدانی کو دیکھ کر سلام کر رہے تھے۔ دو چار نے میرے متعلق اس سے سوال کیا۔ اس نے کہا "یہ میرے نئے پرسنل سیکریٹری مسٹر ظہیر الدین بابر ہیں اب یہ میرے ساتھ رہا کریں گے۔"

جو مجھے تجسس اور تشویش سے دیکھ کر میرے متعلق سوالات کرتا تھا میں ان کے اندر کا حال معلوم کرنے لگتا تھا۔ میں نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تمہارا یہ پہلوان زرک زرتاج اس کارنیوال کا دادا بنا ہوا ہے۔ اس سے سب ہی ڈرتے ہیں یہ تمہیں بھی خاطر میں نہیں لاتا۔"

"ہاں پہلوانوں کی کشتیاں دیکھنے والے شائقین زیادہ ہیں۔ تمام پہلوانوں پر نقد روبل کی شرائط لگائی جاتی ہیں' زرک زرتاج اِن شرائط کی آدھی رقم خود رکھ لیتا ہے۔ یہاں کے بڑے بڑے پہلوان بھی اس سے ڈرتے ہیں۔"

"آج رات میرے ساتھ اس کی کُشتی کا اعلان کردو۔"

وہ حیرانی سے بولا "تم اس سے مقابلہ کرو گے؟ پورے ازبکستان میں اس کے مقابلے کا کوئی پہلوان نہیں ہے۔ جو پہلے تھے وہ اس سے اپنے ہاتھ پاؤں تڑوا چکے ہیں۔ وہ تمہارے مقابلے میں پہاڑ ہے۔"

میں نے کہا "پہاڑ کو آدمی ہی کاٹ کاٹ کر چھوٹا کرتا ہے۔"

"پھر بھی پہلے تم میرے چھوٹے دشمنوں کو کاٹو۔ ورنہ یہ زرک زرتاج تمہیں آج اسپتال بھیج دے گا۔"

"ہمدانی! اگر میں بیکار ثابت ہوا تو پھر تمہیں فکر نہیں کرنی ہوگی کہ میں اسپتال جارہا ہوں یا قبرستان۔ اس لیے کہ میں تمہارے کسی کام کا نہیں رہوں گا اور اگر کار آمد ثابت ہوا تو پھر تمہارے ساتھ یہیں مستقل رہوں گا۔"

اس نے کارنیوال کے منیجر کو بلا کر کہا "ریسلنگ ایرینا میں اعلان کراؤ۔ آج رات ایک نیا پہلوان ظہیر الدین بابر یہاں آیا ہوا ہے اور وہ ناقابلِ شکست پہلوان زرک زرتاج کو مقابلے کے لیے چیلنج کر رہا ہے۔ شرط لگانے والوں کو دو کے چار' دس کے بیس اور پچاس کے سو ملیں گے۔ یہی اعلان پوسٹر کی صورت میں لکھوا کر کارنیوال کے تمام اسٹالوں پر لگوادو۔"

وہ اپنے دفتر میں آیا۔ وہاں ایک میز کے پیچھے ایک حسین و جمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ پہلے ہمدانی نے اسے محبت میں پھانسا تھا۔ اب وہ اسے شادی کے لیے پھانس رہی تھی۔ ہمدانی شادی کا معاملہ زیادہ عرصہ تک ٹال نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ پہلوان زرک زرتاج کی چھوٹی بہن تھی اور زرک زرتاج نے ہمدانی سے صاف صاف کہہ دیا تھا "میری بہن زرینہ زرتاج سے شادی کرو۔ اگر کسی وجہ سے نہیں کرنا چاہتے تو کارنیوال کی آدھی آمدنی اس کے نام لکھ دو۔"

جب زرینہ زرتاج کو معلوم ہوا کہ میں اس کے بھائی سے مقابلہ کرنے والا ہوں تو وہ مجھے حقارت سے دیکھتے ہوئے بولی "ہمدانی! کیا میرے بھائی کے مقابلے کے لیے تمہیں ایسے ہی کیڑے مکوڑے ملتے ہیں۔ میرا بھائی اس پر تھوکے گا تو یہ گر پڑے گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا "یہ تو بتاؤ وہ کیسے تھوکے گا؟ کیا ایسے؟"

میں نے آخ تھو کہتے ہوئے اس پر تھوک دیا۔ مارے غصے کے اس کا دماغ پھٹنے لگا۔ وہ پوری قوت سے چیختی ہوئی کرسی سے اچھل کر کھڑی ہوئی پھر مجھ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھی۔ سامنے ایک کرسی تھی۔ اس نے کرسی کو لات ماری پھر اسے اٹھا کر چیخنے لگی' اس کے دماغ میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے اٹھا کر پٹخ رہی ہے۔

میں نے پھر اس کے اندر یہ خیال پیدا کیا کہ اس پر دوبارہ

تھوک رہا ہوں۔ وہ غصّے کی شدت سے چیخ چیخ کر بھائی کو آوازیں دیتی ہوئی دفتر کے باہر بھاگتی چلی گئی۔ ہمدانی نے اپنے سر کے بالوں کو نوچتے ہوئے کہا "ہائے بابر! یہ تم نے کیا کیا؟ اب تو یہاں تمہاری لاش گرے گی اور میرے ہاتھ پاؤں ٹوٹیں گے۔ تمہیں یہاں لانے کی سزا مجھے بھی ملے گی۔"

میں دفتر سے باہر آیا' وہاں پورے کارکنوں پر بمن بھائی کی وحشت طاری تھی۔ ہمدانی کے تمام ملازمین زرینہ کو جھک جھک کر سلام کرتے تھے۔ آج اسے روتے اور بھاگتے دیکھ کر ہلچل سی مچ گئی۔ جب یہ پتا چلا کہ میں نے میڈم کی بے عزتی کی ہے تو کتنے ہی لوگ ہمدانی کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ میں اسے مہمان بنا کر یہاں لایا ہوں۔ بہرحال وہ تمہارے آقا کا مہمان ہے۔ تم میں سے کوئی اس پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا البتہ وہ زرینہ کا مجرم ہے اس مجرم کو زرک زرتاج سزا دے گا۔ وہ بمن کا انتقام لینے آتا ہی ہوگا۔"

کارنیوال کے وسط میں ایک اونچا سا اسٹیج بنا ہوا تھا۔ میں وہاں جاکر کھڑا ہوگیا۔ پھر زرک زرتاج کے اندر پہنچ گیا۔ زرینہ غصّے سے چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی "اسے مار ڈالو' جان سے مار ڈالو۔ جب وہ آدھا مرجائے تو اسے میرے حوالے کردینا۔ میں اس پر تھوکتی جاؤں گی اور اس کے جسم پر خنجر سے زخم لگاتی جاؤں گی۔"

وہ بمن بھائی جہاں حکمرانی کرتے تھے وہاں کوئی ان پر تھوک دے' یہ تو مرجانے یا مار ڈالنے والی بات تھی۔ زرک شیر کی طرح دہاڑتا ہوا اپنے خیمے سے باہر آیا۔ ہمدانی کے دفتر کی طرف دوڑتے ہوئے مجھے گالیاں دینا چاہتا تھا میں نے اسے اوندھے منہ گرادیا۔ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے گالی دینا چاہا۔ میں نے پھر اسے اوندھے منہ گرادیا۔

وہ جہاں گر رہا تھا وہاں ایک پتھر تھا جس سے چہرہ لہولہان ہو رہا تھا۔ میں نے اس کے اندر ہی خیال پیدا کیا کہ گالیاں دیتا رہے گا تو اوندھے منہ پتھر پر گرتا رہے گا۔ وہ گالیاں چھوڑ کر گرجتا اور للکارتا ہوا اٹھا پھر دوڑتا ہوا آنے لگا۔ لوگ دور ہٹ رہے تھے۔ زرینہ بھی ہاتھ میں خنجر لیے بھائی کے پیچھے چلی آرہی تھی۔

کارنیوال کے تمام لوگ زرک پہلوان کو لہولہان دیکھ کر حیران ہو رہے تھے۔ وہ گرج کر پوچھ رہا تھا "کہاں ہے وہ بدمعاش؟ آج وہ عبرتناک موت مرے گا۔"

لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا۔ وہ اچھل کر اسٹیج پر میرے سامنے آیا پھر گرجتے ہوئے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ سیدھا مجھ پر آیا میں نے ذرا جھک کر اسے دونوں ہاتھوں پر روک لیا۔ اسے اپنے سر سے بلند رکھتے ہوئے سیدھا کھڑا ہوگیا پھر گول گھوم کر اسے اسٹیج سے باہر تماشائیوں کے اوپر پھینکا۔ تماشائی وہاں سے بھاگے۔ وہ زمین پر جاکر گرا پھر تکلیف سے کراہنے لگا۔

زرینہ خنجر اٹھائے دوڑتی ہوئی اسٹیج پر آئی۔ مجھ پر خنجر سے حملہ کیا۔ میں نے اس کی کلائی پکڑی تو وہ تکلیف برداشت نہ کرسکی' خنجر گر پڑا۔ میں نے اسے ایک جھٹکے سے لوگوں کی طرف گھماتے ہوئے کہا "اسے دیکھو۔ غرور نے اس کے دل و دماغ سے انسانیت کا احترام مٹادیا ہے۔ یہ بھائی کی شہ زوری کے بل پر تم سب کو حقارت سے دیکھتی تھی۔ اس نے مجھ پر تھوکنے کی بات کی تو میں نے اس پر تھوک کر دکھادیا۔"

زرک زمین پر سے اٹھ رہا تھا۔ میں نے زرینہ کو اٹھا کر اس پر پھینک دیا۔ کارنیوال میں کام کرنے والے میری باتوں سے قائل ہو رہے تھے کیونکہ وہ زرک سے سہمے رہتے تھے۔ وہاں تماشے دکھانے اور ناچنے گانے والی لڑکیاں بھی اس کے خلاف ہمدانی سے شکایتیں کرتی تھیں اور بے چارہ ہمدانی زرک کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کہتا تھا' پلیز لڑکیوں کو پریشان نہ کرو' وہ بھاگ جائیں گی تو پھر کارنیوال کے لیے ایسی تربیت یافتہ لڑکیاں مشکل ہی سے ملیں گی۔

آج وہ لڑکیاں بمن بھائی کو مار کھاتے دیکھ کر خوش ہو رہی تھیں لیکن ان لڑکیوں کی طرح دوسرے مرد بھی اپنی مسرتوں کو چھپا رہے تھے۔ انہیں ابھی پوری طرح یقین نہیں ہوا تھا کہ میں اس خطرناک پہلوان پر آخر تک غالب رہوں گا۔

زرینہ اور زرتاج کی عزت پر بن آئی تھی۔ ان کے سامنے دو ہی راستے تھے کہ مجھے مار ڈالتے یا پھر آدھا کارنیوال جو ان کے قبضے میں تھا۔ اسے چھوڑ کر بھاگ جاتے اور کوئی اپنی حکومت اور اقتدار کی جگہ چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا۔ اس لیے زرک جی جان لگا کر مجھ سے مقابلہ کرنے لگا لیکن داؤ پیچ جاننے اور جی جان لگانے کے باوجود وہ بری طرح مار کھا رہا تھا کیونکہ میں اس کی سوچ کے ذریعے اس کے حملوں کے انداز کو سمجھ لیتا تھا اور خود حملے کرتے وقت اسے اپنے بچاؤ کا موقع نہیں دیتا تھا۔

زرینہ بھائی کو لہولہان ہوتے دیکھ کر بھاگتی ہوئی گئی تھی اس کی سوچ نے بتادیا تھا کہ وہ اپنے خیمے سے گن اور کارتوس لینے گئی ہے۔ واپس آتے ہوئے اس نے ایک ہوائی فائر کیا۔ جس کے باعث بھیڑ چھٹ گئی۔ وہ مجھے گن پوائنٹ پر رکھتے ہوئے بولی "زرک! اسے خوب مارو۔ یہ تم پر ہاتھ سے حملہ کرے گا تو میں اس کے ہاتھ پر گولی ماروں گی۔ یہ تم پر لات چلائے گا تو میں اس کے پیروں کو زخمی کروں گی۔"

زرک نے مجھے کراٹے کا ایک ہاتھ رسید کرنے کے لیے ہاتھ اٹھایا۔ میں نے سوچ لیا تھا کہ زرینہ کے دماغ میں گھس کر اس کے بھائی کے ہاتھ پر گولی ماروں گا اس سے پہلے ہی تماشائیوں کی آواز کے ساتھ گولی چلی اور زرک اپنا زخمی بازو تھام کر کراہنے لگا۔

سب کی نظریں ایک حسینہ پر جم گئیں۔ وہ ایک ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے زرک کو نشانے پر رکھتے ہوئے بول رہی تھی "زرینہ! بھائی کو زندہ دیکھنا چاہتی ہو تو اپنی گن پھینک دو۔ یہ انصاف نہیں ہے کہ بابر نہتا لڑے اور تم اسے گولی مارنے کی دھمکی دے کر بھائی کی شکست کو فتح میں بدلنے کی بے ایمانی کرو۔"

اس حسینہ کی جرأت نے دوسروں کو حوصلہ دیا' سب کہنے لگے "ہاں' ہاں یہ بے ایمانی ہے۔ زرک مردانگی سے لڑو یا میدان چھوڑ دو۔"

زرینہ اپنی گن پھینک کر بھائی کو بے یارومددگار نہیں بنانا چاہتی تھی۔ اس نے یعقوب ہمدانی سے کہا "تم ایک اجنبی کے بل پر ہماری ذلت کا تماشا دیکھ رہے ہو۔ یاد رکھو' بازی کسی وقت بھی پلٹ سکتی ہے۔ اپنی بھلائی اور سلامتی چاہتے ہو تو اس اجنبی کو ابھی یہاں سے نکال دو۔"

پھر فضائیں سے ایک گولی چلی۔ زرینہ کے ہاتھوں سے گن چھوٹ گئی۔ وہ اپنے زخمی بازو پر ہاتھ رکھ کر کراہنے لگی۔ حسینہ نے کہا "اجنبی کو یہاں سے نکالنے کا حکم نہ دو۔ انصاف کا تقاضا پورا ہونے دو۔ جو میدان ہارے گا وہی یہاں سے جائے گا۔"

میں نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "مجھ اجنبی سے محبت کرنے والے دوستو! میرا مقابل زخمی ہوچکا ہے۔ میں اس پر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔"

یعقوب ہمدانی نے زرینہ کی گری ہوئی گن اٹھا کر کہا "ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سماتیں۔ میرے کارنیوال میں دو شہ زور نہیں رہ سکتے۔ کسی ایک کو رہنا ہے۔"

اس نے زرک کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "ایک بار تم نے سب کے سامنے میرا گریبان پکڑا تھا۔ اس کارنیوال کے مالک کو ذلیل کیا تھا۔ تم بمن بھائی مجھے آقا نہیں ایک مجبور غلام سمجھتے تھے۔"

اس نے زرک کی ایک ٹانگ پر گولی ماری۔ وہ چیخ مار کر گر پڑا۔ ہمدانی نے زرینہ سے کہا "ایک بار تم نے اپنے بھائی کی موجودگی میں مجھے طمانچہ مارا تھا۔ میں نے اسی دن طے کرلیا تھا کہ بھائی کے ذریعے مجھ پر حاوی رہنے والی سے کبھی شادی نہیں کروں گا۔"

اس نے زرینہ کا نشانہ لیا۔ وہ گڑگڑانے لگی "نہیں' مجھے گولی نہ مارو۔"

وہ قریب آکر اس کے منہ پر طمانچہ مارتے ہوئے بولا "اس روز نہ تم نے مجھے طمانچہ مارا تھا نہ آج میں نے تمہیں مارا ہے۔ بلکہ تمہیں طاقت مارتی ہے۔ اس لیے چند روزہ طاقت پر غرور نہیں کرنا چاہیے۔ یہ طاقت بڑی ہرجائی ہے' کبھی تمہارے پاس رہتی ہے کبھی اچانک تم پر تھوکنے کے لیے ہمارے پاس چلی آتی ہے۔"

پھر اس نے کہا "ان بمن بھائی کے تین غنڈے حمایتی ہیں' وہ اسٹیج پر جائیں اور اپنے پہلوان کو اٹھا کر میرے کارنیوال سے دور لے جائیں۔"

وہ تینوں حمایتی اسٹیج پر سے زرک کو اٹھا کر لے جانے لگے۔ ہمدانی نے زرینہ کو دھکا دیتے ہوئے کہا "جاؤ اور کبھی اِدھر نظر نہ آنا۔ اس بار تم بھائی کے ساتھ زندہ جارہی ہو اگلی بار موت تم لوگوں کو لے جائے گی۔"

وہ دونوں اپنے تین غنڈوں کے ساتھ ایک گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ کارنیوال کے تمام ملازمین اب کھل کر خوشی کا اظہار کررہے تھے۔ کوئی مجھ سے مصافحہ کررہا تھا کوئی مجھے گلے لگا رہا تھا۔ وہ حسینہ دور کھڑی مجھے دیکھ رہی تھی اور مسکرا رہی تھی۔ اس کا نام سمورا زویکوف تھا۔ کارنیوال میں رائفل شوٹنگ اسٹال کی انچارج تھی۔ اس کا تعلق کسی تنظیم سے نہیں تھا اور وہ کسی کی آلۂ کار نہیں تھی۔

میں لوگوں سے مصافحہ کرنے کے دوران سمورا کے دماغ میں جھانک آیا۔ ضروری معلومات سے مطمئن ہوکر یعقوب ہمدانی کو دیکھا۔ وہ قریب آکر بولا "تمہیں داد دینے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں' تمہاری یہ بات میرے دل کو لگ گئی ہے کہ میں نے آج فجر کی نماز میں دعا مانگی تھی۔ خداوند کریم نے دعا قبول کرلی' واقعی تمہیں نجات دہندہ بنا کر میرے پاس بھیجا ہے۔ اب میں تمہیں کہیں جانے نہیں دوں گا۔"

میں نے مسکراتے ہوئے کہا "شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے کارنیوال کا دھندا شروع کرو' اپنی باتیں بعد میں ہوں گی۔"

یعقوب ہمدانی نے دو چوکیداروں کو حکم دیا "ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دو' لوگوں کو اندر آنے دو۔"

دونوں چوکیدار چلے گئے۔ مجھے اپنے پیچھے مترنم سی آواز سنائی دی "ہیلو بابر!"

میں نے گھوم کر دیکھا۔ سمورا زویکوف مسکرا رہی تھی۔ اس نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا' میں نے وہ گداز ہاتھ تھام لیا۔ اچھی خاصی اوورکوٹ پہننے والی سردی تھی' اس کے باوجود سمورا کا ہاتھ گرم تھا وہ اٹھائیسویں برس کی گرم عمر سے گزر رہی تھی لیکن اب تک شادی نہیں کی تھی اور نہ ہی کسی مرد سے دوستی کی تھی ایسا کیوں تھا؟ یہ تفصیل سے چور خیالات پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا۔ جس کا موقع ابھی نہیں تھا۔

وہ بولی "تم نے آج مجھ پر احسان کیا ہے۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "احسان تو تم نے کیا ہے' زرک کو گولی مار کر اسے زخمی کرکے فوراً ہی جنگ ختم کرادی۔"

"اگر تم اسے مار مار کر نیم مردہ نہ کرتے تو میں اس پر گولی چلانے کا حوصلہ نہ کرپاتی۔ اس شیطان نے چیلنج کیا تھا کہ آج رات میرے خیمے میں آئے گا۔"

میں نے مسکرا کر پوچھا "اگر آجاتا تو کیا کرتیں؟"

"میں نے ایک پستول اور ایک خنجر تکیے کے نیچے اور پیروں کی طرف چھپا کر رکھ دیا تھا۔ یہ قسم کھائی تھی کہ اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔ ناکام ہوئی تو خودکشی کرلوں گی۔"

میں نے پھر مسکرا کر کہا "خودکشی کی نوبت نہیں آئی' تم کسی خوش نصیب کے لیے بچ گئی ہو۔"

"میری زندگی میں کسی خوش نصیب یا بدنصیب کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"یہ تم فطری تقاضوں کے خلاف بول رہی ہو۔"

اس نے میرے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ کو دیکھا پھر کہا "تم نے یہ ہاتھ بہت دیر رکھ لیا' اب واپس کردو۔"

میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "تم نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھوں میں دیا تھا۔ میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ تم سے بھی ایک نگاہِ کرم کی بھیک نہیں مانگوں گا۔ ویسے جب کبھی سوچنا تو یہ ضرور سوچنا کہ گیا وقت نہیں ہوں کہ بلاؤ تو پھر آنہ سکوں۔"

اسی وقت یعقوب ہمدانی تیزی سے چلتا ہوا آیا پھر بولا "سمورا! تم جاؤ پھر کچھ گڑبڑ ہونے والی ہے۔"

وہ ہمیں سوالیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی چلی گئی۔ ہمدانی نے کہا "دیکھ رہے ہو بابر! ابھی تک کارنیوال کا پھاٹک نہیں کھلا ہے' ٹکٹ کاؤنٹرز بند ہیں۔"

"کیوں بند ہیں؟ باہر سے تماشائی کیوں نہیں آرہے ہیں؟"

"جس شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اس کے چھ بندے اپنے کارنیوال میں ملازم رکھ لوں اس نے یہاں غنڈا گردی شروع کردی ہے۔ کاؤنٹرز پر غنڈے ہیں' وہ کسی کو ٹکٹ خریدنے نہیں دے رہے ہیں۔"

میں نے کہا "یہ محض سینماؤں اور تھیٹروں میں ہونے والی غنڈا گردی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے سیاست اور غیر ملکی ایجنٹوں کی چالیں ہیں۔ کسی بھی غیر ملکی سیاسی تنظیم کو تمہارے کارنیوال سے بہت سے فائدے حاصل ہوں گے اس لیے وہ شخص چاہتا ہے کہ یہاں صرف اس کے چھ بندے نہ رہیں بلکہ پورا کارنیوال اس کے قبضے میں آجائے۔"

ہمدانی نے کہا "ایسی کوئی بات نہیں ہے' اس شخص کا مطالبہ ہے کہ میں تمہیں اس کے حوالے کردوں۔"

میں نے تعجب سے پوچھا "کیا واقعی؟"

"ہاں' وہ کہتا ہے' تمہارا نام ظہیر الدین بابر نہیں بلکہ فرہاد علی تیمور ہے۔"

میں یکبارگی اندر سے الرٹ ہوگیا۔ بینڈ باجے کی آواز سنائی دی کارنیوال کے احاطے کا گیٹ کھلنے لگا۔ بینڈ باجے والے اپنی دُھن بجاتے ہوئے لیفٹ رائٹ کے انداز میں چلتے ہوئے احاطے میں داخل ہورہے تھے۔ ان کے پیچھے دو گاڑیاں تھیں ان میں مسلح افراد تھے ایک گاڑی کی چھت پر ایک شخص گن لیے کھڑا تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر ایک چٹکی بجائی اس کے ساتھ ہی چاروں طرف احاطے کی دیوار پر گن مین چڑھتے ہوئے دکھائی دیے۔

وہ سب چھپے ہوئے تھے اب ظاہر ہورہے تھے۔ گاڑی کی چھت پر کھڑے ہوئے شخص نے دونوں ہاتھوں سے ایک سگنل دیا۔ اس کے ساتھ ہی احاطے کی دیوار پر سے چاروں طرف ہوائی فائرنگ ہوئی پھر خاموشی چھا گئی۔

وہ شخص بلند آواز سے بولا "یہ ہوائی فائرنگ ایک وارننگ ہے۔ اگر کسی نے مقابلہ کرنے کی حماقت کی تو کارنیوال کے ایک ایک فرد کو گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔"

وہ دور سے میری طرف انگلی کرتے ہوئے بولا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونکتے ہوئے بولا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ کے اندر جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

وہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولا "لوگو! میں اسے جان سے نہیں ماروں گا صرف زخمی کروں گا پھر یہ میرا تابعدار بن جائے گا۔ اپنی مرضی سے میرا غلام بن کر یہاں سے جائے گا اس لیے تم لوگوں کو ہمارے معاملہ میں نہ اعتراض کرنا چاہیے' نہ ہمارے مقابلے پر آنے کی حماقت کرنا چاہیے۔"

اس نے گن سیدھی کی پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لیے بہت بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں۔"

میں نے اسے باتوں میں الجھانے کے لیے کہا "مجھے اسیر کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ مجھے اپنی ہسٹری بتادو۔"

"تمہاری کھوپڑی کے اندر آکر سب کچھ بتادوں گا۔ میں تمہیں صرف ایک منٹ دیتا ہوں تم اچھی طرح پچویشن کو سمجھ لو۔ خیال خوانی کے ذریعے اپنی پوری فیملی کو مدد کے لیے بلالو اور یہ وقت دعا کا بھی ہے لیکن ایسا برا وقت ہے کہ خدا بھی دعا قبول نہیں کرے گا۔"

اس میں شبہ نہیں تھا کہ اس نے زبردست محاصرہ کیا تھا۔ تقریباً پچیس تیس مسلح افراد چاروں طرف احاطے کی دیوار پر کھڑے ہوئے تھے۔ میں کارنیوال کے کھلے ہوئے حصے میں ایک اسٹیج پر تھا۔ وہاں سے کسی طرف بھی بھاگتے وقت گولیوں کی بوچھاڑ سے بچنے اور چھپنے کے لیے کوئی آڑ نہیں تھی۔

مجھے یقین ہوگیا کہ ان حالات میں اپنی کوششوں سے بچنا ناممکن ہے پھر بھی میں نے اپنی سی کوشش کی' اس سے کہا "سنو! میں نے فرہاد کی فیملی سے ابھی رابطہ کیا تھا۔ انہیں اپنی حالتِ زار بتائی تھی۔ وہ کہتے ہیں بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ہے۔ مجھے تمہارے ہاتھوں زخمی ہوکر اپنا دماغ تمہارے حوالے کردینا چاہیے۔"

اس شخص نے کہا "تم مجھے یہ سمجھانا چاہتے ہو کہ تمہاری فیملی کو تمہارے اسیر ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے۔ یعنی تم فرہاد نہیں ہو۔ اگر فرہاد ہوتے تو تمہارے لوگ ابھی جان کی بازی لگادیتے۔"

میں نے کہا "میں اپنی زبان سے فرہاد ہونے یا نہ ہونے کا یقین نہیں دلاؤں گا اور نہ ہی تم یقین کروگے میرا خیال ہے ایک منٹ کی وہ مہلت ختم ہوچکی ہے۔"

اس نے اپنی گن سے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں' اگر ذرا بھی ہلوگے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی' میں ایکدم سے اچھل کر ہمدانی پر آ گرا' ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے۔ ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لیے رخصت نہیں کیا' میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہوتا ہے۔"

○☆○

بدی کو کچلنے اور نیکی کا بول بالا رکھنے کے مخصوص ایمان افروز طریقے ہیں۔ اس طرح نیکی برباد کرنے اور بدی کا سربلند رکھنے کے لیے بھی بے شمار ہتھکنڈے آزمائے جاتے ہیں۔ ہم انسانوں کی مذہبی دنیا میں بھی ایسی چالیں چلی جاتی ہیں۔ اگر ایک مذہب بڑھتا اور پھیلتا جارہا ہو تو اس کے مقابلے میں دوسرے مذہب کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور اس دوسرے مذہب میں طرح طرح کی دلچسپیاں پیدا کی جاتی ہیں تاکہ کمزور عقیدے کے لوگ کشاں کشاں آتے رہیں اور اپنے بڑھنے' پھلنے پھولنے والے مذہب کی نفی کرتے رہیں۔

ابھی کچھ زیادہ صدیاں نہیں گزریں۔ ہندوستان میں شہنشاہ اکبر نے ایک نئے مذہب دینِ الٰہی کی داغ بیل ڈالی تھی۔ رانی جودھابائی سے شادی کرکے اس روایت کا آغاز کیا تھا کہ ہندو بھی مسلمان عورتوں سے شادی کرسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں بھارت کے سیکولر پالیسی کے مطابق آج بھی ہندو اور مسلمان کہیں کہیں ایک دوسرے کی عورتوں سے شادیاں کرتے پائے جاتے ہیں۔

ایسی بات نہیں ہے کہ وہاں کے مسلمان راسخ العقیدہ اور مستحکم ایمان نہیں رکھتے ہیں بلکہ ایسے ایمان والے ہیں کہ کفر کے طوفانوں میں اسلام کو سدا بہار بنا کر رکھتے ہیں۔ قباحت یہ ہے کہ دینِ الٰہی کے نام پر سیکولرازم کا بیج بودیا گیا تھا۔ اب ایک کمزور عقیدہ مسلمان کو ہندو مذہب کی حسینہ مل رہی ہو تو وہ انکار کیوں کرے گا یا اپنی بیٹی یا بہن ہندو کو دینے سے اپنی سیاسی پوزیشن مضبوط ہوتی ہو تو وہ اقتدار کی طرف کیوں نہیں جائے گا؟

میں اپنی داستان کی طرف آتا ہوں۔ ازبکستان میں ایسے ہی ایک نئے مذہب کا پرچار کرنے والی جماعت موجود تھی۔ اس جماعت کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ تھا اور اس کے مذہب کا نام دینِ انسان تھا۔ ان کی باتیں بڑی خوب صورت تھیں وہ کہتے تھے۔

"مذہب وہ ہے جو انسان کو تہذیب کے دائرے میں رکھتا ہے اور تہذیب اسی صورت میں قائم رہتی ہے جب تمام انسان ذات برادری اور مذہبی تعصب سے بالاتر ہوں۔ یہ "دینِ انساں" ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام انسانوں کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے۔

دینِ انسان کے ماننے والے اپنے اپنے گھروں اور عبادت گاہوں کی چار دیواریوں میں ہندو' یہودی' عیسائی اور مسلمان ہوتے ہیں لیکن سڑکوں' بازاروں' دفتروں' کلبوں' تفریح گاہوں اور اسمبلیوں میں صرف انسان ہوتے ہیں۔ سرِعام محفلوں اور مجلسوں میں کسی کا کوئی ذاتی مذہب نہیں رہتا' سب کا مشترکہ مذہب "انسانیت" ہوتا ہے۔"

دیکھا جائے تو یہ باتیں حقیقتاً دانشمندانہ ہیں' لیکن یہ حقیقت پسندی اور نام نہاد انسانیت ازبک مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے تھی۔

روسی حکمرانوں کے دور میں ازبکستان کے عوام صرف نام کے مسلمان رہے تھے۔ انہیں مذہبی فرائض ادا کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ وہ شراب پیتے تھے اور سرِعام ناچتے گاتے تھے۔ راستوں اور تفریح گاہوں میں اپنی پسند کی عورتوں سے بغل گیر ہوتے تھے۔ ایسے میں کہیں ایک نئے مذہب دینِ انسان نے یہ تبلیغ کی کہ شراب اور عورت پر پابندیاں صرف گھروں اور مسجدوں تک رہیں۔ باہر وہ مسلمان نہیں دینِ انسان کے نیک بندے ہیں جو دوسرے مذاہب کا احترام کرتے ہیں ان کے ہاں شراب اور پرائی عورت جائز ہے۔ اس لئے مسلمان بھی صرف انسان بن کر ایسی رنگ رلیوں میں مصروف رہ سکتے ہیں۔

شراب اور شباب میں بڑی کشش ہوتی ہے۔ وہ دل سے کی ہوئی توبہ توڑ دیتی ہے۔ ہندوؤں میں شیو پرساد کے نام پر بھنگ پینے اور پوجا کے نام پر عورتوں کو رقص کرنے کی اجازت ہے۔ عیسائیوں نے شراب اور شباب کو تمام مغربی ممالک میں دعوتِ عام کی طرح پھیلا رکھا ہے۔ یہودی بھی ان سے پیچھے نہیں ہیں صرف اسلامی ممالک میں ان خرافات کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ ازبکستان میں ابھی اسلامی قوانین نافذ نہیں ہوئے تھے اس لیے پہلے ہی اس کا توڑ کرنے کے لیے وہاں متحدہ مذہبی فرنٹ نامی جماعت "دینِ انسان" لے کر آگئی تھی۔

اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ہندو' یہودی اور عیسائی کے علاوہ

بکاؤ مسلمان بھی تھے۔ یہ معاملہ صرف یہیں تک ہوتا تو یہ متحدہ مذہبی فرنٹ کامیاب نہ ہوتا۔ کیونکہ ازبکستان کے مسلمان تقریباً ستّر برس تک اسلام سے دور رکھے جانے کے باوجود کٹر مسلمان تھے۔ وہاں کی تمام مسجدوں اور درس گاہوں میں مسلمان نمازیں پڑھتے اور قرآنی تعلیمات حاصل کرتے کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔

وہاں ایمان افروز مناظر دیکھ کر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ متحدہ مذہبی فرنٹ والے انہیں کبھی ایمان کے راستے سے نہیں ہٹا سکیں گے لیکن ایک بڑا خطرہ تھا اور وہ خطرہ ٹیلی پیتھی کا تھا۔ اس متحدہ مذہبی فرنٹ میں ایک نہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔

اس "دینِ انسان" کے تین ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے متعلق مجھے بعد میں معلوم ہوا تھا لیکن اپنی داستان کے تسلسل کے لحاظ سے یہ حقائق پہلے بیان کررہا ہوں۔

اگر قارئین میری داستان کے پچھلے حصے پر نظر دوڑائیں تو انہیں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے یاد آئیں گے ایک کا نام روکی ہڈسن دوسرے کا جیری ہاک اور تیسری باربرا نکسن تھی۔ وہ تینوں کبھی برین ماسٹر کے قبضے میں تھے بعد میں' میں نے ان تینوں کو ٹریپ کرکے ایک تاریک قید خانے میں پہنچایا تھا (ماہ اگست ۱۹۹۱ء کی قسط ملاحظہ فرمائیں۔)

میں نے ان تینوں کو اپنا تابعدار بنا کر بعد میں آزاد چھوڑ دیا تھا یہ اطمینان تھا کہ وہ دنیا کے جس گوشے میں بھی جائیں گے' میرے معمول بن کے رہیں گے اور مجھے اپنی کھوپڑیوں کے اندر آنے سے نہیں روک سکیں گے لیکن وہ میری عدیم الفرصتی یا غفلت کے باعث آزاد ہوگئے۔

مجھے اعتراف ہے کہ میں نے اب تک جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنا معمول اور تابعدار بنایا ہے ان میں سے صرف مرینا پر توجہ دیتا رہا ہوں اور ہمیشہ یہ یاد رکھتا رہا ہوں کہ اس خطرناک لڑکی پر اگلا تنویمی عمل کتنی مدت کے بعد کرنا ہے۔ اس لیے وہ آج بھی میری گرفت میں تھی۔

بہرحال جن تین خیال خوانی کرنے والوں کو میں نے خطرناک نہیں سمجھا تھا اور جن پر زیادہ توجہ نہیں دی تھی وہی عذابِ جان اور دشمنِ ایمان بن کر ایک نئی حکمتِ عملی کے ساتھ وہاں آئے تھے۔ وہ نئے مذہب "دینِ انسان" کا ستون تھے۔ پختہ عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کے دماغوں میں گھس کر انہیں نئے دین کی طرف مائل کرسکتے تھے۔

اس کا سب سے تشویشناک پہلو یہ تھا کہ یہ ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن اس آزاد اسلامی مملکت کے ان علمائے کرام کو ٹریپ کرسکتے تھے جو وہاں کا آئین بنانے والے تھے۔ اگر ان پر تنویمی عمل کیا جاتا تو وہ اسلامی آئین نہ بنا پاتے۔ اس آئین میں نئے مذہب "دینِ انسان" کے پھلنے پھولنے کے لیے سہولتیں پیدا کرتے اور بے چارے علما کو پتا بھی نہ چلتا کہ وہ سحرزدہ ہوکر دینِ اسلام کے خلاف ایسا کررہے ہیں۔

یہ جتنے ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں سب سے پہلے اپنے بچاؤ کی فکر ہوتی ہے۔ یہ پہلے یہی معلوم کرتے ہیں کہ فرہاد اور ٹیلی پیتھی جاننے والی اس کی پوری فیملی کن ممالک میں کیا کرتی پھر رہی ہے۔ ان تینوں نے ازبکستان میں آکر پہلے یہی معلوم کیا تھا کہ میں اس اسلامی ملک سے کوئی دلچسپی لے رہا ہوں یا نہیں؟

یہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے فرانس سے آنے والی ٹیم کے تمام افراد کو اپنی نظروں میں رکھا' کیونکہ میرا اور میری فیملی کا فرانس سے گہرا تعلق رہتا ہے۔ اس ٹیم کا لیڈر جیکی ہارپ تھا۔ ابتدا میں ان تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو ذرا اطمینان ہوگیا کہ فرانس کی ٹیم میں ہمارا کوئی خیال خوانی کرنے والا نہیں ہے۔

لیکن ایک معاملہ ان کے لئے تشویشناک تھا اور وہ یہ کہ وہاں اسلامی حکومت قائم کرنے والے جتنے مسلمان اکابرین تھے وہ سب پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتے تھے۔ یہ ماننے والی بات نہیں تھی کہ وہ سب یوگا کے ماہر ہوں گے البتہ یہ سمجھ میں آنے والی بات تھی کہ فرہاد نے یا اس کے خیال خوانی کرنے والے ساتھیوں نے ان مسلمان اکابرین پر تنویمی عمل کرکے ان کے دماغوں کو لاک کردیا ہے جبکہ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔

ابھی یہ بات میرے علم میں نہیں تھی۔ ورنہ میں یہ ضرور معلوم کرتا کہ اس ملک کے اکابرین نئے مذہب کے شرپسندوں سے کس طرح محفوظ ہیں۔ ایک بار اس سلسلے میں متحدہ مذہبی فرنٹ کے اہم افراد کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں تین ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن' جیری ہاک اور باربرا نکسن کے علاوہ دو عیسائی فادر ایک یہودی ربّی اور ایک ہندو ہپناٹزم کا ماہر تھا۔

ان کی تعداد سات تھی لیکن وہاں پانچ موجود تھے جیری اور باربرا جسمانی طور پر حاضر نہیں تھے اس میٹنگ میں خیال خوانی کے ذریعے شریک تھے۔ ایک فادر نے کہا "ہم سات افراد نے مذہبی فرنٹ قائم کیا تھا۔ آج ہماری اس تنظیم میں ستّر افراد ہیں جو یہاں کے بڑے شہروں تاشقند' سمرقند اور بخارا میں نئے مذہب کی تبلیغ کررہے ہیں۔"

یہودی ربّی نے کہا "امریکا' روس' اسرائیل' بھارت اور دوسرے ملکوں نے ہمیں بڑی بڑی آفر دی ہے۔ یہ اپنی طرز کی ایک ایسی تنظیم ہے جس کی پشت پر کوئی چھوٹا بڑا ملک نہیں ہے۔"

دوسرے نے کہا "جی ہاں۔ ہم نے یہ تنظیم سیاسی جنگ لڑنے کے لئے نہیں صرف مذہبی جنگ جاری رکھنے کی خاطر قائم کی ہے۔"

"دنیا کا نقشہ اٹھا کر دیکھو تو اسلامی ممالک کی تعداد بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے۔ بڑے بڑے مغربی ممالک ان اسلامی ملکوں کو محتاج اور پسماندہ رکھتے ہیں۔ انہیں آپس میں لڑا کر ان کی تعداد کم کرتے ہیں پھر بھی یہ کینسر کی طرح پھیلتے جارہے ہیں۔"

"دینِ اسلام کو اس کی جڑ سے لرانے اور مسلمانوں کو دین سے پھیرنے کا بس یہی طریقہ ہے جو ہم نے اختیار کیا ہے۔"

"بے شک' جس طرح لوہا لوہے کو کاٹتا ہے اسی طرح ایک نیا مذہب چودہ سو سال پرانے مذہب کو کاٹے گا۔"

"یہ ایسی جنگ ہے جس میں کوئی آتشی اسلحہ استعمال نہیں ہوگا۔ ہماری تنظیم میں چالیس حسین اور نوجوان لڑکیاں ہیں مسلمانوں کو اسلامی جمہوریہ کی جنت سے نکالنے کے لئے اور حوّا زادیاں آجائیں گی۔"

"اور یہ بات ہمارے حق میں ہے کہ ابھی اس ملک میں شراب پر پابندیاں عائد نہیں کی گئی ہیں۔ اوپیرا ہاؤس اور نائٹ کلبس وغیرہ ہیں۔ ہم ان کلبوں میں اضافہ کریں گے۔"

ربّی نے کہا "میں نے امریکا اور اسرائیل سے صاف کہہ دیا ہے کہ ہم اپنی تنظیم میں کسی کی مداخلت نہیں چاہتے۔ چونکہ اسلام کو ختم کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ اس لئے وہ ہم سے دور رہ کر نیکی کرسکتے ہیں' ہماری ضرورت کے وقت ہمیں مالی امداد دے سکتے ہیں ورنہ ہماری تنظیم کسی کی محتاج نہیں ہے۔"

ٹیلی پیتھی جاننے والے روکی ہڈسن نے کہا "جب ہم یہاں آئے اور کام شروع کیا تو ہمیں منزل پالینا آسان نظر آیا لیکن اب مشکلات پیدا ہورہی ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہاں کے اکابرین کے دماغ پتھر کیسے ہوگئے ہیں۔ ہماری سوچ کی لہریں ٹکرا کر واپس آجاتی ہیں۔"

"اگر دو ایک ایسے ہوں تو سوچا جاسکتا ہے کہ وہ یوگا کے ماہر ہیں۔"

باربرا نکسن اس اجلاس میں خیال خوانی کے ذریعے موجود تھی وہ ایک فادر کی زبان سے بولی "میں باربرا بول رہی ہوں۔ میں نے بھی کئی اکابرین کے دماغوں میں جانے کی کوششیں کیں مگر ناکام رہی۔ یہ سب کے سب یوگا کے ماہر نہیں ہوسکتے۔ مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے ان کی دماغوں کو لاک کرکے ہمارا راستہ روک دیا ہے۔"

ربّی نے کہا "مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد اور اس کے ساتھی ہی ہوسکتے ہیں ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ ان دشمنوں میں سے کون ازبکستان میں موجود یا مصروف ہے؟"

باربرا نے کہا "جیری ہاک اس سلسلے میں چھان بین کررہا ہے جو بھی مشکوک دکھائی دیتا ہے اس کی دماغ میں جھانک کر دیکھتا ہے۔ میں اور روکی بھی مختلف دماغوں میں جاتے رہتے ہیں' آخر کسی نہ کسی کے دماغ میں اس کا سراغ ضرور ملے گا۔"

اجلاس میں گفتگو ہورہی تھی اسی دوران جیری ہاک نے ہندو ہپناٹزم کرنے والے کے پاس آکر گوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "مہا شکتی راج! ہمارے ساتھیوں سے کہو۔ میں تمہاری زبان سے ایک اہم خبر سنانے آیا ہوں۔"

مہاشکتی راج نے کہا "آپ لوگ ذرا خاموش ہوجائیں اور مجھ پر توجہ دیں' جیری ہاک میری زبان سے ایک اہم خبر سنا رہا ہے۔"

جیری نے کہا "اور یہ ہم سب کے لیے بری خبر ہے۔ فرہاد علی تیمور کوئی آدھے گھنٹے میں تاشقند پہنچنے والا ہے۔"

"کیا یہ پکی خبر ہے؟"

"جی ہاں' میں اس فرانسیسی ٹیم کے لیڈر جیکی ہارپ کے دماغ میں تھا۔ جیکی ہارپ اپنے ایک آدمی سے کہہ رہا تھا۔ فرہاد صاحب اس کے جاسوس ببولا اینڈرسن کے میک اپ میں رہیں گے اور اصل ببولا چور راستے سے سرحد پار کرکے فرانس واپس چلا جائے گا۔"

میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ میں نے قانونی طور پر ازبکستان میں قیام کرنے کے لئے فرانس کی ایک سراغرسانوں کی ٹیم سے رابطہ کیا تھا اور ہمارے درمیان یہ طے پایا تھا کہ میں ایک اہم فرانسیسی جاسوس ببولا اینڈرسن کی صورت میں وہاں رہوں گا۔ میں نے ببولا کا بہروپ اختیار کرلیا تھا پھر مجھے پتا چلا کہ ببولا دشمنوں کی ایک آلۂ کار لولیتا کے عشق میں گرفتار ہے۔

لولیتا کا تعلق اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تھا۔ ٹیلی پیتھی جاننے والے جیری ہاک کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ میں ببولا بن کر لولیتا سے عشق کروں گا اور اس کے خیالات پڑھوں گا تو مجھے معلوم ہوجائے گا کہ لولیتا کا تعلق نئے مذہب دینِ انسان سے ہے اور اس مذہب کے پیچھے تین ٹیلی پیتھی جاننے والے چھپے ہوئے ہیں۔

اس راز کے فاش ہونے سے پہلے ہی جیری نے لولیتا کو قتل کردیا اور ببولا کے دماغ میں بھی گھس کر اسے زندہ جل جانے پر مجبور کردیا۔ اس اجلاس میں جیری کی رپورٹ سننے کے بعد سب نے اتفاقِ رائے سے یہ کہا کہ ایسی صورت میں لولیتا کو مار ڈالنا ہی بہتر تھا ورنہ فرہاد اس تنظیم متحدہ مذہبی فرنٹ کی اصلیت تک پہنچ جاتا۔

جیری نے کہا "فرہاد ابھی ببولا کے روپ میں ہے اور اس گاڑی میں تاشقند سے واپس جارہا ہے۔ اسے گھیر کر قتل کیا جاسکتا ہے۔"

روکی ہڈسن نے کہا "تم مجھے گاڑی کے ڈرائیور کے دماغ میں پہنچاؤ اور اپنے مسلح آلہ کاروں سے کہو وہ اس گاڑی کا تعاقب کریں۔"

وہ مجھے قتل کرنے کے اس منصوبے پر عمل کرنے لگے۔ یہ بھی میں بیان کرچکا ہوں کہ میں نے کیسی حکمتِ عملی سے اپنی جان بچائی تھی۔ پھر مجھے تاشقند واپس جانے کے لیے کارنیول کے مالک یعقوب ہمدانی کی کار میں لفٹ مل گئی تھی۔ ہمدانی نے بتایا کہ ایک نامعلوم شخص اسے مجبور کررہا ہے کہ اس کے چھ آدمیوں کو کارنیول میں ملازمت دی جائے اور ان کے جعلی کاغذات بنوائے جائیں ان کاغذات سے ثابت ہو کہ وہ چھ افراد کئی برسوں سے کارنیول کے ملازم ہیں اور ازبکستان کے پیدائشی باشندے ہیں۔

اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ نامعلوم شخص کسی غیر ملک کا

ایجنٹ ہے یا کسی دشمن تنظیم کا اہم فرد ہے۔ چونکہ مختلف ممالک کے جاسوس اور مختلف دشمن تنظیمیں ازبکستان پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لیے میرے ذہن میں یہ بات نہیں آئی کہ اپنے چھ آدمیوں کو کارنیول میں چھپانے کا ارادہ کرنے والا اسی متحدہ مذہبی فرنٹ سے تعلق رکھتا ہوگا اور وہ ٹیلی پیتھی جاننے والا روکی ہڈسن ہوگا۔

میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ روکی فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی سے گفتگو کرتا ہوگا اور اس کے دماغ میں بھی آتا جاتا ہوگا ایسی ہی آمدورفت کے دوران اسے معلوم ہوگیا کہ میں بھی ہمدانی کے کارنیول میں پناہ لینے آیا ہوں۔

میں نے اس کارنیول میں ہمدانی کے دشمنوں کو مار بھگایا تھا۔ وہ دشمن تو بھاگ گئے لیکن روکی ہڈسن نے بڑی کامیابی سے مجھے گھیر لیا۔ کارنیول کے احاطے کی چار دیواری پر اس کے مسلح آدمی کھڑے ہوگئے تھے۔ میرے لیے کہیں سے فرار کا راستہ نہیں چھوڑا تھا۔

میری پوزیشن یہ تھی کہ میں ایک اونچے اسٹیج پر کھڑا تھا۔ اسٹیج چاروں طرف سے کھلا ہوا تھا۔ یوں چاروں طرف سے مجھ پر گولیاں برسائی جاسکتی تھیں میرے بالکل قریب ہمدانی کھڑا تھا۔ روکی کہہ رہا تھا کہ وہ مجھے جان سے نہیں مارے گا۔ صرف زخمی کرکے میرے دماغ پر قبضہ جمائے گا پھر مجھے ہمیشہ کے لیے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گا۔

وہ کار کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا اور میری طرف انگلی اٹھا کر لوگوں سے کہہ رہا تھا "یہ موجودہ صدی کا سب سے خطرناک شخص فرہاد علی تیمور ہے۔ اس کے سامنے روس اور امریکا ہار جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے پاس آکر موت بھی ہار جاتی ہے۔"

وہ اپنا سینہ ٹھونک کر کہہ رہا تھا "میں پہلا شخص ہوں کہ اس ٹیلی پیتھی جاننے والے کے دماغ میں جاکر اپنی خیال خوانی کی حکومت قائم کرنے والا ہوں۔"

اس نے گن سیدھی کی۔ پھر مجھ سے کہا "فرہاد! تم یہ معلوم کرنے کے لئے بے چین ہوگے کہ میں نیا خیال خوانی کرنے والا کون ہوں اور کس ملک یا کس تنظیم سے تعلق رکھتا ہوں؟"

اس نے میری ایک ٹانگ کا نشانہ لیتے ہوئے کہا "میں صرف زخمی کررہا ہوں اگر ذرا بھی ہلوگے تو جان بھی جاسکتی ہے۔"

میرے پاس کھڑے ہوئے یعقوب ہمدانی نے کہا "تمہارا یہ دشمن سمجھ میں نہیں آیا۔ جب یہ تمہیں جان سے مار سکتا ہے تو پھر زخمی کیوں کررہا ہے؟"

اس سوال کا جواب ملنے ہی والا تھا۔ فائرنگ کی آواز گونجی گولی سنسناتی ہوئی آئی میں ایک دم اچھل کر ہمدانی پر آکر گرا۔ ایک چیخ بلند ہوئی پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے اسٹیج پر گر پڑے۔ یہ درست ہے کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے ہم سب پیدا ہوکر مرنے تک ایکٹنگ کرتے ہیں پھر اس اسٹیج سے ہمیشہ کے لیے چلے جاتے ہیں۔

دشمنِ جاں نے مجھے ہمیشہ کے لئے رخصت نہیں کیا۔ میں نے دماغ میں اس کی سوچ کی لہروں کو سنا۔ وہ قہقہے لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا "میں دنیا کا پہلا خیال خوانی کرنے والا ہوں کہ فرہاد کے دماغ میں فتح کے جھنڈے گاڑ رہا ہوں۔"

وہ پھر ایک بار قہقہہ لگا کر بولا "افسوس فرہاد! آج سے تمہاری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔"

میں نے کراہتے ہوئے پوچھا "آہ! میری ٹانگ سے گولی نکالو۔ بڑی تکلیف ہورہی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "گولی ٹانگ سے نکل جائے گی لیکن میں تمہارے دماغ سے کبھی نہیں نکلوں گا۔"

"تم...... تم کون ہو؟"

وہ بولا "یاد کرو' آج سے بہت عرصہ پہلے تم نے امریکا میں تین خیال خوانی کرنے والوں کو ٹریپ کرکے تاریک کمروں میں قید کیا تھا اور انہیں تنویمی عمل کے ذریعے اپنا معمول اور تابعدار بنایا تھا کیا تمہیں یاد ہے؟"

"ہاں' یاد ہے۔ ان میں سے ایک خیال خوانی کرنے والی کا نام باربرا نکسن' دوسرے کا نام جیری ہاک اور......"

"اور وہ تیسرا میں ہوں روکی ہڈسن' بولو تمہاری یہ بے چینی دور ہوگئی کہ میں کون ہوں اور کچھ بتاؤں؟"

میں نے کہا "اور نہ بتاؤ۔ میں باقی معلومات تمہارے دماغ میں آکر حاصل کروں گا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "لنگڑا گھوڑا کبھی نہیں دوڑتا' زخمی ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد میرے دماغ میں خیال خوانی کی دوڑ نہیں لگا سکے گا۔"

میں اسٹیج کے فرش پر یعقوب ہمدانی کے ساتھ زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور یہی میری چال تھی کہ میں زخمی نہیں تھا۔ زخمی یعقوب ہمدانی تھا۔

ابھی میں نے کہا تھا کہ یہ دنیا ایک اسٹیج ہے' ہم سب اپنی پیدائش سے لے کر موت تک ایکٹنگ کرتے رہتے ہیں ان لمحات میں میں نے بھی ایکٹنگ کی تھی۔ میں نے گولی چلانے والے روکی ہڈسن کی انگلی اور ٹریگر پر نظر رکھی تھی جیسے ہی انگلی نے ٹریگر پر حرکت کی میں ادھر اچھل پڑا میرے پاس کھڑے ہوئے ہمدانی کی ٹانگ میں گولی لگی! اسے گولی کھا کر گرنا ہی تھا اس سے پہلے ہی میں اچھل کر اس پر گرا اس سے لپٹ اسٹیج کے فرش پر گر پڑا۔

یوں میں نے فوری طور پر دو مقاصد حاصل کیے ایک تو روکی کو یہ سمجھنے پر مجبور کیا کہ گولی مجھے لگی ہے اور میں ہمدانی سے ٹکرا کر اس کے ساتھ گر پڑا ہوں۔ دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ میں نے گرتے گرتے ہمدانی کے کوٹ کی اندرونی جیب سے بھرا ہوا ریوالور نکال لیا۔ یہ میں اس کی سوچ سے معلوم کرچکا تھا کہ اس نے اندرونی جیب میں ریوالور چھپا رکھا ہے اور اسے استعمال نہیں کررہا ہے کیونکہ چاروں طرف سے ہم گھرے ہوئے ہیں۔

گولی لگتے ہی ہمدانی چیخ پڑا تھا۔ وہ لحاتی چیخ سن کر روکی یہ سمجھ نہ پایا کہ ہمدانی زخمی ہوکر چیخ پڑا ہے۔ روکی کو تو یہ سب سے بڑا اعزاز حاصل ہونے والا تھا کہ وہ فرہاد کے دماغ کے اندر پہنچ گیا ہے۔

اور میں نے اسے اپنے دماغ میں آنے کی کھلی چھٹی دے دی۔ تکلیف سے کراہتے ہوئے یہ تاثر دینے لگا جیسے گولی لگنے کی اذیت برداشت کرنے کی کوشش کررہا ہوں۔ روکی جیت کے نشے میں سرشار تھا۔ قہقہے لگا رہا تھا اور حقارت سے کہہ رہا تھا کہ آج سے میری غلامی کا دور شروع ہورہا ہے۔

میں نے صرف اتنا معلوم کیا کہ اس کے ساتھ دو اور خیال خوانی کرنے والے ہیں۔ اب وہ کہاں ہیں؟ کیا کرتے پھر رہے ہیں؟ یہ باتیں وہ کبھی نہ بتاتا۔ لہٰذا مزید معلومات کے لیے اس کے دماغ میں پہنچنا ضروری ہوگیا تھا۔ میں اسٹیج کے فرش پر اچانک ہی کروٹ بدل کر روکی کی طرف گھوم گیا وہ گاڑی کی چھت پر گن لیے کھڑا تھا۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ گولی چلتے ہی وہ اچھل کر چھت پر سے نیچے زمین پر آ گرا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کے دماغ پر قبضہ جما کر اسے زمین پر سے اٹھایا۔ اس کے مسلح ماتحت بھی اسے سہارا دینے آئے تھے۔ میں نے اس کی زبان سے بلند آواز میں کہا "خبردار! میرے حکم کے بغیر کوئی گولی نہ چلائے۔"

تمام دشمنوں کی گنیں مجھ پر مرکوز ہوگئی تھیں۔ روکی کے ایک حکم پر مجھے اور ہمدانی کو گولیوں سے چھلنی کردیا جاتا لیکن روکی کی زبان سے خلافِ توقع حکم سن کر وہ ہمیں نشانے پر رکھ کر ساکت ہوگئے تھے جیسے بے جان مجسمے تھے۔ صرف روکی کے اشاروں پر کٹھ پتلیوں کی طرح حرکت کرسکتے تھے۔

روکی کا ایک پیر زخمی ہوا تھا۔ میں نے اسے دوبارہ کار کی چھت پر چڑھا دیا پھر اس کے حلق سے چیخ کر کہا "یہ فرہاد بہت خطرناک ہے۔ میں نے ابھی اس کے دماغ میں جاکر یہ معلوم کیا ہے کہ اس کی ایک چھوٹی سی خفیہ فوج نے کارنیول کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اگر ہم ایک بھی گولی چلائیں گے تو پھر وہ ہمیں یہاں سے زندہ واپس جانے نہیں دیں گے۔ میں حکم دیتا ہوں' یہاں سے فوراً بھاگ چلو۔"

جو مسلح دشمن کارنیول کی دیواروں پر چڑھے ہوئے تھے وہ فوراً ہی دوسری طرف چھلانگیں لگاتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ روکی کی گاڑی دوسری سمت گھوم گئی اور کارنیول کے احاطے سے باہر جانے لگی ذرا سی دیر میں میدان صاف ہوگیا۔ میں نے اسٹیج پر کھڑے ہوکر کہا "دوستو! خطرہ ٹل گیا ہے۔ مسٹر ہمدانی زخمی ہیں انہیں فوراً طبی امداد پہنچاؤ۔"

کتنے ہی لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور ہمدانی کو اٹھا کر لے

گئے۔ سوراز ویسکوف مسکراتی ہوئی آئی پھر میرے ایک بازو کو تھام کر بولی "او مائی گڈنس۔ تم فرہاد علی تیمور ہو؟ تمہیں چھو کر بھی یقین نہیں آرہا ہے۔"

"اسے چھونا نہیں کہتے، تم نے تو سختی سے پکڑا ہوا ہے۔"

وہ ہنسنے لگی میں نے کہا "مائیک کے ذریعے اعلان کرو تاکہ ٹکٹ کاؤنٹرز کھول دیے جائیں اور تماشائی تفریح کے لیے یہاں آئیں۔"

"آؤ دفتر میں چلیں۔"

وہ میرا بازو اسی طرح تھام کر اسٹیج سے نیچے آئی پھر بولی "میں چھ برس تک ماسکو میں رہ چکی ہوں وہاں پہلی بار تمہارا ذکر سنا تھا۔"

"وہاں کس سے ذکر سن لیا؟"

وہ مسکراتے ہوئے بولی "اب تو تمہیں سچ بتانا ہی ہوگا۔ ورنہ کب میرے دماغ میں گھس آؤ گے، مجھے پتا بھی نہیں چلے گا۔"

دفتر میں پہنچنے سے پہلے ہی ہمدانی نے مائیک کے ذریعے اعلان کیا "میرے دوستو! اور وفادارو! میں خیریت سے ہوں، کارنیول کا گیٹ کھول دو اور لوگوں کو اندر آنے دو۔ مسٹر فرہاد! آپ کہاں ہیں؟ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

میں نے اس کے پاس آکر کہا "میں حاضر ہوں۔"

وہ اٹھ کر مصافحہ کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اٹھنے نہیں دیا اس نے پھر اٹھنے کی کوشش کی۔ پھر حیران ہو کر بولا "یہ مجھے کیا ہو گیا ہے؟ میں اٹھنا چاہتا ہوں مگر بیٹھا رہ جاتا ہوں۔"

سمورا ہنس کر بولی "مسٹر فرہاد نے تمہیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے بٹھا رکھا ہے۔ شاید یہ چاہتے ہیں کہ تم زخمی حالت میں نہ اٹھو۔"

میں نے ہمدانی پر جھک کر اس کے شانے کو تھپکتے ہوئے کہا "اٹھنا اور مصافحہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ تم آرام کرو میں تھوڑی دیر بعد تمہارے پاس آؤں گا۔"

"جاؤ لیکن میں سمورا سے زیادہ حسین ہوتا تو اسی کمرے میں رہ جاتے۔"

میں ہنستا ہوا سمورا کے ساتھ دوسرے کمرے میں آیا پھر بولا۔ "اپنے متعلق کچھ بتا۔ نہ۔۔ نہ۔۔ پہلے ایک کپ گرم کافی پلاؤ۔"

"یعنی اتنی دیر میں تم میرے چور خیالات پڑھو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ میں اس دشمن کے پاس جا رہا ہوں جو ابھی یہاں سے گیا ہے، وہ کمبخت پلٹ کر آسکتا ہے۔"

وہ کافی لانے چلی گئی۔ میں روکی بڈسن کے اندر پہنچ گیا۔ وہ کارنیول سے دور جا کر رک گیا تھا۔ ایک حواری نے اس کے زخمی پیر کی مرہم پٹی کی تھی۔ جب سے میں نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑا تھا تب سے وہ پریشان ہو کر سوچ رہا تھا، اب کیا کرے؟ کہاں جا کر چھپے؟ اب وہ دنیا کے کسی گوشہ میں، پاتال میں اور سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی چلا جائے گا تب بھی فرہاد سے چھپ نہیں سکے گا۔

اس کی سوچ کہہ رہی تھی "اوہ گاڈ! اس دنیا میں ہر ذی روح کو موت آتی ہے، فرہاد کو کیوں نہیں آتی۔ بہترین منصوبہ بندی کرو، اس کی شہ رگ پر خنجر رکھو۔ تب بھی زندہ رہ جاتا ہے۔ فرار کے تمام راستے مسدود کردو تب بھی وہ گرفت سے نکل جاتا ہے آخر اس میں کیا بات ہے جو ہم میں پیدا نہیں ہوتی؟"

میں نے اس کی سوچ میں کہا "ہم الو کے پٹھے ہیں خداوند کریم کی عطا کردہ ذہانت سے بروقت کام لینا نہیں جانتے۔"

وہ قائل ہو کر سوچنے لگا "یہ درست ہے، فرہاد کے چاروں طرف موت تھی۔ بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی لیکن وہ ایسے اعصابی تناؤ اور انتہائی مایوسیوں کے لمحات میں بھی پوری ذہنی صلاحیتوں سے سوچنا اور حالات سے نمٹنا جانتا ہے۔ اس کے ذہن نے سوچ لیا تھا کہ وہ یقینی موت کے سامنے صرف میرے ہی دماغ پر قبضہ جما کر زندہ رہ سکتا ہے اور میرے دماغ تک پہنچنے کے لیے اس نے جو چال چلی وہ قابلِ تعریف ہے۔"

روکی جس گاڑی میں بیٹھا سوچ رہا تھا۔ اس میں ہمدانی کو ہپناٹائز کرنے والا مہاشکتی راج بھی تھا۔ وہ روکی کے ساتھ اس لیے کارنیول تک آیا تھا کہ ان سب کو میرے اسیر ہو جانے کا یقین ہو گیا تھا۔ شکتی راج نے روکی سے کہا تھا "جیسے ہی تم اسے زخمی کر کے دماغی کمزوری میں مبتلا کرو گے، میں اسے کارنیول کے کسی خیمے میں لے جا کر اس پر تنویمی عمل کروں گا اور اسے تمہارا تابعدار بنا دوں گا۔"

وہ لوگ مجھے غلام بنانے کے لئے بڑی تیاریوں کے ساتھ آئے تھے اور بڑی ذلت آمیز شکست کھا کر کارنیول سے دور ایک جگہ گاڑی روکے سوچ رہے تھے کہ اب کیا کرنا چاہیے؟

شکتی راج نے کہا "اب سوچنے کے لیے کیا رہ گیا ہے۔ تم نے تمام مسلح کرائے کے آلہ کاروں کو حکم دیا کہ وہ کارنیول سے بھاگ جائیں اور وہ بھاگ گئے۔ اب کیا اکیلے جا کر فرہاد سے پنجہ لڑاؤ گے؟"

روکی نے کہا "شکتی راج! میں نے اپنے لوگوں کو بھاگنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ فرہاد نے انہیں بھگایا ہے۔"

"کیوں جھوٹ بولتے ہو، میں نے اپنی ان دو آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا ہے تم نے چیخ چیخ کر اپنی زبان سے حکم دیا تھا۔"

"بھئی، سمجھا کرو۔ فرہاد میری زبان سے بول رہا تھا۔ یہ ٹیلی پیتھی کا ایک طریقۂ کار ہے۔"

"تم نے تو کہا تھا کہ وہ تمہارے دماغ میں نہیں آسکے گا پھر وہ تمہاری زبان پر کیسے آگیا تھا؟"

"تمہیں ہم سب نے سمجھایا ہے کہ اپنے بدن سے زہریلا خون نکالا کرو۔ زہریلے خون کی گرمی سے تمہارا دماغ زیادہ سوچنے کے قابل نہیں رہتا ہے۔ بھئی جب میں نے فرہاد کو زخمی کر کے اس کے دماغ میں پہنچنے کی کوشش کی تھی تو کیا وہ مجھے زخمی کر کے میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے؟ آسکتا ہے۔ بلکہ آگیا ہے اور شاید اس وقت بھی ہمارے دماغوں میں ہے۔"

"تم اپنی بات کرو، وہ میرے دماغ میں کیوں آئے گا۔ ویسے سچ سچ بتاؤ، کیا وہ میرے اندر بھی آسکتا ہے؟"

"ہاں، اپنے دماغ کا انشورنس کراؤ گے تب بھی وہ آئے گا۔ پلیز یہ سوچو کہ ہمیں اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد سے ملنا چاہیے یا نہیں؟"

"ضرور ملنا چاہیے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ فرہاد ہمارے دماغوں سے ان کے دماغوں میں بھی جائے گا؟"

"ہاں، یہی اندیشہ ہے ویسے میں نہ جانا چاہوں تب بھی وہ مجھے جبراً ہمارے تمام اڈوں میں لے جائے گا۔ میں اسی انتظار میں ہوں دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ پر جبر کرے گا یا مجھے میرے حال پر چھوڑ دے گا۔"

وہ دونوں سوچنے لگے، ان کی باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ مہاشکتی راج ایک زہریلا آدمی ہے۔ یقیناً وہ تنویمی عمل کے دوران کسی بھی معمول پر اپنی زہریلی آنکھوں اور زہریلے لب و لہجے کے ذریعے غالب آتا ہوگا۔ میں چپکے سے اس کے دماغ میں آیا۔ وہ یوگا کا ماہر نہیں تھا لیکن اس کے زہریلے دماغ میں بے چینی سے پیدا ہو گئی تھی۔

پارس کی زہریلی محبوبہ ماریا کے ساتھ بھی یہی ہوتا تھا۔ اسے یوگا میں مہارت حاصل نہیں تھی اس کے باوجود اپنے دماغ میں پیدا ہونے والی بے چینی سے سمجھ لیتی تھی کہ اس کے خیالات پڑھنے کوئی آیا ہے۔ سونیا نے ٹریننگ کے دوران اسے ایسے حالات میں سانس روکنے کی تربیت دی تھی۔ بہرحال شکتی راج اس لیے سانس نہیں روک سکتا تھا کہ وہ نشے کا عادی تھا۔ جب تک کوئی سانپ اسے ڈستا نہیں تھا اس پر نشہ طاری نہیں ہوتا تھا۔

میں اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا اور وہ روکی سے کہہ رہا تھا "میرے اندر کچھ ہو رہا ہے، عجیب بے چینی سی ہو رہی ہے۔"

"شاید وہ تمہارے اندر ہے۔ فرہاد! مسٹر فرہاد! اگر تم موجود ہو تو مجھ سے باتیں کرو۔"

وہ شکتی راج کو پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے مجھے مخاطب کر رہا تھا۔ شکتی راج نے خود کو چھڑاتے ہوئے کہا "اے بھائی روکی! تمہارا دماغ چل گیا ہے؟ مجھے فرہاد کہہ رہے ہو اور پکڑ پکڑ کر ہلاتے جا رہے ہو۔"

"میں تمہیں نہیں تمہارے اندر چھپے ہوئے فرہاد کو پکار رہا ہوں۔ تم بھی اس سے التجا کرو کہ ہم سے سمجھوتا کر لے۔"

"روکی! میں پہلے جیسا اکیلا ہوں میرے اندر کوئی نہیں ہے۔"

"ہے، ابھی تم نے کہا تھا کہ تمہارے اندر بے چینی ہو رہی ہے ذرا غور سے محسوس کرو، یہ بے چینی نہیں فرہاد ہے۔"

"میرا دماغ خراب نہ کرو۔ جب مجھے نشے کی طلب ہونے لگتی ہے تو ایسی ہی بے چینی سی پیدا ہوتی ہے۔ مجھے فوراً میرے کاٹیج میں پہنچاؤ، میرا سانپ بھوکا ہوگا۔ آج اسے دودھ نہیں پلایا ہے۔ میں جاؤں گا اس کے سامنے پیالے میں دودھ رکھوں گا خود کو ڈسواؤں گا پھر اسے دودھ پینے کے لیے چھوڑ دوں گا۔"

روکی نے اپنا سر پیٹ کر کہا "اوہ گاڈ! میں نے تمہیں اپنے ساتھ لا کر حماقت کی ہے۔ کیا تمہیں اس خطرے کا ذرا بھی احساس نہیں ہے کہ ہمارے دماغوں میں ایک انتہائی زہریلا سانپ گھسا ہوا ہے۔"

"دیکھو روکی! اگر وہ ہمارے اندر ہوتا تو ہم اتنی آزادی سے یہاں بیٹھے نہ رہتے وہ ہمیں تگنی کا ناچ نچاتا رہتا۔"

"ہاں، میں بھی خود کو آزاد محسوس کر رہا ہوں لیکن اس نے مجھ سے انتقام کیوں نہیں لیا؟"

"ارے کوئی دشمن تمہیں قتل نہیں کرے گا تو کیا تم اس سے لڑو گے کہ وہ قتل کیوں نہیں کر رہا ہے؟ عجیب احمق ہو۔"

"احمق تم ہو۔ یہاں بات قتل کرنے کی نہیں اپنا تابعدار بنانے کی ہے۔ وہ مجھے تابعدار اور اپنا آلۂ کار کیوں نہیں بنا رہا ہے؟"

"تم اتنے ہی بے چین ہو تو اپنی ٹیلی پیتھی کے ذریعے اس کے پاس جاؤ اور گڑگڑا کر کہو کہ وہ تمہیں اپنا غلام بنا لے یا تمہیں مار ڈالے۔ کسی طرح بھی تمہیں تڑپنے اور بے چین ہوتے رہنے سے بچا لے۔"

روکی نے ایک ماتحت سے کہا "گاڑی چلاؤ، شکتی راج کے کامپج چلو۔"

گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھ گئی۔ روکی سوچ رہا تھا فرہاد کو خیال خوانی کے ذریعے مخاطب کرنا نادانی ہوگی۔ وہ ضرور کسی دوسرے اہم معاملہ میں الجھ گیا ہے اسی لیے مجھے عارضی طور پر چھوٹ مل گئی ہے۔ مجھے اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ فوراً ہی اپنی ٹیم کے تمام اہم افراد کو فرہاد کے بڑھتے ہوئے خطرے سے آگاہ کر دینا چاہیے۔

اس نے آنکھیں بند کر کے خیال خوانی کی پرواز کی لیکن زخمی ہونے کے باعث دماغی کمزوری کا احساس ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ وہ اپنے لوگوں سے رابطہ کرے اس لیے میں نے روکی کے اندر پھر خیال خوانی کی تحریک پیدا کی۔ پھر اس کے دماغ میں توانائی کا اضافہ کیا تو وہ ٹیلی پیتھی جاننے والے ایک ساتھی جیری ہاک کے دماغ میں پہنچ گیا۔

وہ سانس روکنا چاہتا تھا روکی نے مخصوص کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "میں روکی اینڈرسن بول رہا ہوں، بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔"

"صاف اور سیدھی بات کرو۔ تمہید نہ باندھو، کس قسم کی گڑبڑ ہوئی ہے؟"

"فرہاد میری گرفت میں آتے آتے نکل گیا ہے۔ اس کمبخت نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ وہ میرے دماغ میں بھی آیا تھا۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔ وہ دشمن تمہارے دماغ میں آنے لگا ہے اور تم ایسے وقت میرے دماغ میں آئے ہو اسے میرے بھی دماغ میں پہنچا رہے ہو۔ میں سانس روکنے سے پہلے تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے بعد ہماری ٹیم کے اور کسی فرد سے رابطہ نہ کرنا۔"

"ٹھہرو، سانس نہ روکو۔ ابھی فرہاد میرے دماغ میں نہیں ہے۔ تمہارے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"تم کیسے کہہ سکتے ہو کہ ابھی وہ ہمارے درمیان نہیں ہے؟"

"میں یقین سے کہتا ہوں وہ کسی دوسرے معاملے میں بے حد مصروف ہے۔ میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تمہیں صورتِ حال سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

جیری نے سانس روک لی۔ روکی دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔ پھر جیری نے اس کے اندر آ کر کہا "روکی! تم نے میرے پاس آنے کی زبردست حماقت کی تھی اس لیے میں تمہیں اپنے اندر سے نکال کر تمہارے اندر آیا ہوں تاکہ فرہاد موجود ہو تو وہ تمہارے ذریعے میرے دماغ میں چھپ کر نہ رہ سکے۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ پلیز فرہاد کو اپنے دماغ سے دور رکھنے کی کوئی تدبیر بتاؤ۔"

"تدبیر سوچنے پھر اس پر عمل کرنے میں وقت لگتا ہے۔ پتا نہیں فرہاد اب تک تمہارے دماغ سے کیا کچھ معلوم کر چکا ہے۔ وہ تمہیں خاموشی سے مجبور کرتا رہے گا اور تم انجانے میں ہمارے تمام راز اس کے سامنے اگلتے رہو گے۔"

ابھی تھوڑی دیر پہلے جب روکی، جیری کے دماغ میں گیا تھا تب میں بھی جیری کے اندر اس کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ پہلے تو یہ معلوم کیا کہ وہ باربرا نکسن کے دماغ میں کن کوڈ ورڈز کے ذریعے جاتا ہے اور باربرا اس کے پاس آ کر کون سے کوڈ ورڈز ادا کرتی ہے؟ ان دونوں کی رہائش کہاں ہے؟

فی الحال میں زیادہ معلومات حاصل نہ کر سکا کیونکہ جیری سانس روک کر روکی کے پاس آ گیا تھا۔ یوں اس نے انجانے میں مجھے بھی اپنے دماغ سے باہر نکال دیا تھا۔ میں نے سوچا جیری روکی کے اندر ابھی موجود رہے گا اور میں روکی کو اپنی مرضی کے مطابق اپنا آلۂ کار نہیں بنا سکوں گا۔ بعد میں اس سے رابطہ کروں گا۔ یہ سوچ کر میں اپنی جگہ حاضر ہو گیا۔

سمورا میرے سامنے بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ مجھ سے بولی "میں تمہاری فرمائش کے مطابق کافی لے کر آئی تھی۔ تمہیں خیال خوانی میں مصروف دیکھ کر دروازے سے لوٹ گئی اب تھرماس میں کافی لائی ہوں۔ صبح تک خیال خوانی کرتے رہو گے تب بھی یہ ٹھنڈی نہیں ہوگی۔"

اس نے ایک پیالی میں کافی انڈیل کر دی۔ میں نے اسے پیتے ہوئے پوچھا "تم مجھے اپنے متعلق کچھ سچ سچ بتانا چاہتی تھیں۔"

وہ بڑی رازداری سے بولی "میرا تعلق روس کی ملٹری انٹیلیجنس سے ہے۔ جن دنوں سونیا ماسکو میں تھی ان دنوں مجھے اس کی خفیہ نگرانی پر مامور کیا گیا تھا۔ میں نے تمہاری سونیا جیسی باکمال عورت آج تک نہیں دیکھی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے آنکھیں ہی آنکھیں ہیں۔ میں ہمیشہ اس کی نگرانی کرنے میں ناکام رہتی تھی شاید اسے پتا چل جاتا تھا کہ ہم خفیہ جاسوس اسے مختلف ذرائع سے دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں اس۔ جاسوسی کیمروں اور خفیہ آڈیو ریکارڈنگ سسٹم کو بھی ناکارہ بنا دیتی تھا۔"

میں نے کہا "وہ میری بیوی ہے اور تم اس کے متعلق مجھے بتا رہی ہو جبکہ تم نے اپنے بارے میں گفتگو شروع کی تھی۔"

"اوہ سوری۔ دراصل میں سونیا سے بہت متاثر ہوں بلکہ اس سے مرعوب ہوں، جب وہ ماسکو میں تھی اور ایک زہریلی لڑکی ماہ کو......"

"سمورا! تم پھر پٹڑی سے اتر رہی ہو، چلو میں ہی تمہیں پٹڑی پر لاتا ہوں۔ یہ بتاؤ روس کی ملٹری سروس چھوڑ کر کارنیول میں کیا کر رہی ہو؟"

"ظاہر ہے اپنے ملک کے لئے جاسوسی کر رہی ہوں۔ یہ رپورٹ حاصل کرتی رہتی ہوں کہ یہاں کی نئی اسلامی حکومت میں کیسے کیسے سیاستدان ہیں اور کتنے سیاستدان خریدے جا سکتے ہیں اور یہ کہ دوسرے ممالک سے آنے والے جاسوس یہاں کیا رول پلے کر رہے ہیں اور کیسی کیسی غیر معمولی معلومات حاصل کر رہے ہیں۔"

"تم جانتی ہو، میں مسلمان ہوں اور اس اسلامی ملک کے خلاف جاسوسی نہیں ہونے دوں گا۔ ایسے میں تم کیا کرو گی؟"

وہ مسکرا کر بولی "تمہارے سامنے سچ بولنے کا مطلب یہ ہے کہ میں ہتھیار ڈال چکی ہوں۔ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی کام کروں گی تو اس میں ناکامی ہوگی۔ تم میری مخالفانہ چالوں کو میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا کرو گے۔ سیدھی سی بات ہے میں دوست بن کر رہوں گی۔"

"ملٹری انٹیلیجنس کے اعلیٰ افسران تمہیں وفاداری تبدیل کرنے کی سزا دیں گے۔"

"کیا تم ان کے عذاب سے مجھے نہیں بچاؤ گے؟"

"جب تک یہاں موجود ہوں، تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا لیکن یہاں سے جانے کے بعد دوسری مصروفیات میں گم ہو جاؤں گا تو میری عدم موجودگی تمہیں نقصان پہنچائے گی۔"

"تم جہاں جاؤ گے میں خدمت گزاری کے لیے ساتھ رہا کروں گی۔"

"میرے بیوی بچے بھی میرے ساتھ نہیں رہ پاتے۔ ابھی کل تک پارس میرے ساتھ تھا لیکن حالات نے اچانک ہمیں جدا کر دیا۔ میں ایسا مقدر لے کر پیدا ہوا ہوں کہ میرے ساتھ کوئی مستقل نہیں رہ پاتا۔"

"میں رہ کر دکھاؤں گی۔ میں تمہارا مقدر بدل دوں گی، ہمارے درمیان جدائی کا کوئی لمحہ نہیں آ سکے گا۔"

میں نے ہنستے ہوئے کہا "آج تک کوئی میرے معمولات میں تبدیلیاں نہیں لا سکا۔ اگر تم لا سکو تو چلو تمہاری ہی جیت ہوگی ورنہ ساتھ رہنا بہت مہنگا پڑے گا۔ بہت دل دکھے گا، نہ گھر کی رہو گی، نہ گھاٹ کی۔"

"تمہارے نام سے تو پہچانی جاؤں گی۔"

"میں ایک طرح سے تمہارا بچاؤ کرتا ہوں۔ تم اپنے کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرو۔"

"میں افسر سے کیا کہوں گی؟ تمہارا ارادہ کیا ہے؟"

"تمہیں کچھ کہنا نہیں ہوگا۔ میں تمہاری زبان سے بولتا رہوں گا۔"

"میری اصلیت یعقوب ہمدانی کو معلوم نہیں ہے۔ میں اپنے سامان میں ایک ٹرانسیٹر چھپا کر رکھتی ہوں اور وہ سامان میرے خیمے میں رکھا ہے۔"

میں اس کے ساتھ دفتر سے باہر آیا پھر کارنیول کے مختلف حصوں سے گزرتا ہوا اس کے خیمے میں پہنچ گیا۔ باہر بہت رونق تھی لوگ کھیل تماشوں میں حصہ لے رہے تھے۔ خیمے کے اندر خاموشی اور تنہائی تھی اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال کر کہا "شاید میں نے آج تک کسی کو اپنی سانسوں کے قریب اسی لیے آنے نہیں دیا کہ میرے مقدر میں تم لکھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین کرنے دو کہ میں نے تمہیں پا لیا ہے۔"

میں نے تھوڑی دیر اسے یقین کرنے دیا پھر کہا "کام بہت ضروری ہے، اپنے افسر سے رابطہ کرو۔"

وہ اپنی ایک اٹیچی کے پاس گئی۔ میں بستر پر بیٹھ گیا۔ خیمے کے اندر ایک سنگل بیڈ، ایک کرسی اور عام استعمال کی دو چار مختلف چیزیں رکھی تھیں۔ وہ ایک ننھا سا ٹرانسیٹر لے کر آئی پھر بستر پر مجھ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ رابطہ قائم کرنے لگی چند سیکنڈ کے بعد دوسری طرف سے کسی کی آواز آئی۔ سمورا نے کوڈ ورڈز ادا کیے ادھر سے بھی ایک افسر نے اپنے کوڈ ورڈز سنائے پھر کہا "سمورا! رپورٹ سناؤ۔"

وہ بولی "بہت بری رپورٹ ہے۔ یہاں فرہاد علی تیمور ہے۔"

"کیا تاشقند میں ہے؟"

"میرے دماغ میں ہے، مجھے تم سے رابطہ قائم کرنے پر مجبور کر رہا ہے اور اب تمہارے دماغ میں آ رہا ہے۔"

اس نے ٹرانسیٹر کو آف کیا۔ میں نے افسر کے پاس پہنچ کر کہا "ہیلو! میں فرہاد علی تیمور تم سے مخاطب ہوں۔"

وہ اپنی جگہ گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سوچ کہہ رہی تھی "یہ

پہاڑ اچانک ہمارے راستے میں آگیا ہے۔ ہمارے تمام منصوبے خاک میں مل جائیں گے۔ کوئی اور ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوتا تو اس سے دوستی ہوجاتی' بہت سی شرائط پر سمجھوتا ہوجاتا لیکن یہ فرہاد تو ازل سے ہمارا دشمن ہے۔"

وہ میرے خلاف بے اختیار سوچ رہا تھا۔ پھر اس کے دماغ میں یہ بات آئی کہ میں اس کے یہ خیالات پڑھ رہا ہوں گا۔ وہ جلدی سے بولا "مسٹر فرہاد! آپ میرے پاس آئے ہیں' یہ میری خوش قسمتی ہے۔"

میں نے کہا "اور بد نصیبی بھی ہے۔ صبح ہونے تک اپنے پورے عملے کے ساتھ یہ ملک چھوڑ دو۔ صرف سمورا یہاں رہے گی' میں نے اس پر تنویمی عمل کرکے اسے اپنی فرمانبردار کنیز بنایا ہے۔ جب تنویمی عمل کا اثر ختم ہوگا تو وہ تمہارے پاس واپس چلی آئے گی۔"

"پلیز' آپ ہمارے متعلق ایسا دو ٹوک فیصلہ نہ کریں' ہم سے مذاکرات کریں' کوئی سمجھوتا کرلیں۔"

"سمجھوتے مجبوری کی حالت میں کیے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تمہارا محتاج نہیں بنایا ہے۔ صبح چھ بجے یہاں پائے گئے تو تم سب کے ذہنی توازن بگاڑ کر سائبیریا کے پاگل خانے میں پہنچادوں گا۔"

میں نے رابطہ ختم کردیا۔ دماغی طور پر سمورا کے خیمے میں حاضر ہوگیا۔ اس نے پوچھا "کیا ہوا؟"

میں نے کہا "تمہارے افسر سے کہہ دیا ہے کہ میں تم پر تنویمی عمل کرکے اپنی تابعدار بنا چکا ہوں۔ جب اس عمل کا اثر ختم ہوگا اور تم اپنے اختیار میں رہوگی تو ان کے پاس چلی جاؤ گی۔"

"یہ تم نے اچھا کیا۔ اب میں ان کی نظروں میں غدار نہیں رہوں گی۔ وہ مجھے تمہاری معمولہ اور مظلوم سمجھتے رہیں گے۔ اوہ' تمہارا جواب نہیں ہے۔ میں تمہارے ساتھ آزادی سے رہوں گی اور وہ لوگ سمجھیں گے میں تمہاری کنیز بن کر رہ رہی ہوں۔"

وہ بہت خوش تھی اور جی بھر کے خوشی کا اظہار کررہی تھی۔ انسان کو زندگی میں مسرتیں بہت کم ملتی ہیں۔ اس لیے ایک کو دوسرے سے مسرتیں ملتی ہوں تو ان تمام مسرتوں کو فراخ دلی سے دوسرے کی جھولی میں ڈالتے رہنا چاہیے۔ حاتم طائی بھی یہی کرتا تھا لیکن میں نے اس رات حاتم طائی بن کر بڑا نقصان اٹھایا۔ بڑی دیر تک روکی ہڈسن سے غافل رہا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ میری گرفت سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہوگیا۔

دوسری صبح جب میں نے خیال خوانی کی پرواز کی اور روکی کے دماغ میں پہنچنا چاہا تو میری سوچ کی لہروں کو اس کا دماغ نہیں ملا۔ وہ اب اس دنیا میں نہیں رہا تھا۔ طبعی موت مرچکا تھا یا پھر کسی نے اسے قتل کردیا تھا۔

مجھے یقین کی حد تک شبہ تھا کہ جیری ہاک نے اسے قتل کیا ہے۔ میں نے بارہا ایسے تماشے دیکھے ہیں۔ کسی تنظیم میں خواہ کتنا ہی اہم شخص ہو' اس اہم شخص سے اگر تنظیم کو نقصان پہنچنے والا ہوتا ہے تو اس کی اہمیت کو نظر انداز کرکے اسے موت کی نیند سلادیا جاتا ہے۔ روکی' باربرا' کمن کو بھی یہ اندیشہ کھانے لگا ہوگا کہ میں انہیں بھی اپنا معمول اور تابعدار بنالوں گا۔ ایسا وقت آنے سے پہلے ہی روکی کو ختم کردیا گیا تھا۔

جیری اور باربرا ایک بار میرے معمول رہ چکے تھے۔ میں پچھلی شام روکی کے ذریعے جیری کی آواز سن چکا تھا۔ اس کے اور باربرا کے کوڈ ورڈز بھی معلوم کرچکا تھا۔ اب انہیں ٹریپ کرنے کا یہی ایک راستہ رہ گیا تھا کہ میں جیری بن کر باربرا کے پاس جاؤں اور باربرا بن کر جیری کے دماغ میں جاکر اس کی کوئی بڑی کمزوری معلوم کروں۔

میں نے اسی مقصد کے لئے پہلے ہی دونوں کے کوڈ ورڈز معلوم کرلیے تھے۔ میں نے آنکھیں بند کیں باربرا کے لب و لہجے کو ذہن میں دہرایا پھر پرواز کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچ گیا' جیری کے لہجے میں کہا "ہیلو باربرا!"

وہ بولی "پلیز' کوڈ ورڈ؟"

میں نے وہی کوڈ ورڈز ادا کئے جو جیری نے اس کے پاس آنے کے لئے مقرر کئے تھے لیکن اس نے سانس روک لی۔ مجھے شبہ ہوا کہ وہ دھوکا کھانے سے پہلے ہوشیار ہوگئی ہے۔ پھر بھی میں نے دوسری کوشش کی ایک منٹ کے بعد پھر اس کے پاس آکر پوچھا "کیا بات ہے؟ میں جیری ہوں۔"

اس نے پھر سانس روک لی۔ اس بار میں نے باربرا کا لہجہ اختیار کیا اور جیری کے دماغ میں آیا۔ باربرا نے جو کوڈ ورڈز مقرر کیے تھے اسے سنایا۔ جیری نے فوراً ہی سانس روک لی۔ مجھے یقین ہوگیا کہ دونوں نے احتیاطی تدابیر پر عمل کرتے ہوئے اپنے درمیان نئے کوڈ ورڈز مقرر کیے ہیں اور یہ فرض کرلیا ہے کہ ان کے پرانے کوڈ ورڈز کے ذریعے دماغوں میں آنے والا فرہاد ہی ہوگا اور میں نے اپنی حرکتوں سے ثابت کردیا تھا۔

سمورا نے خیمے میں آکر پوچھا "کیا خیال ہے' آؤٹنگ کے لیے چلوگے؟"

"ہاں۔ میں تاشقند شہر اچھی طرح دیکھنا چاہتا ہوں۔"

میں نے ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے چہرے میں ذرا سی تبدیلی کی۔ سمورا نے پوچھا "کیا اس لیے خود کو چھپا رہے ہو کہ روکی تمہیں دیکھ کر گیا ہے؟"

"روکی اب اس دنیا میں نہیں ہے۔ دشمنوں نے اپنی سلامتی کے لیے اسے مار ڈالا ہے۔"

"اوہ گاڈ! انہوں نے اپنے ٹیلی پیتھی جاننے والے کو مار ڈالا ہے۔ کیا اس کے ساتھ ایسا کوئی خاص آدمی تھا جس نے تمہیں کل رات یہاں دیکھا تھا؟"

سمورا کا سوال سن کر مجھے مہا شکتی راج یاد آیا۔ پچھلی بار جب
ں اس کے دماغ میں تھا تو وہ بے چینی محسوس کررہا تھا اور یہ سمجھ
ہا تھا کہ نشے کی طلب کے باعث اس کے اندر بے چینی پیدا ہوگئی
ہے۔ وہ نشہ حاصل کرنے کے لئے خود کو سانپوں سے ڈسواتا تھا۔
ہاں اس نے رہائش اختیار کی تھی وہاں تین پٹاروں میں تین قسم
کے زہریلے سانپ تھے جنہیں وہ دودھ پلاتا تھا۔ ہر روز ان میں سے
یک سانپ اسے ڈس لیا کرتا تھا۔

پچھلی رات روکی اس کے ساتھ اس کی رہائش گاہ میں آیا
ا۔ اس وقت جیری ہاک روکی کے دماغ میں تھا اور یہ یقین کرنا
اہتا تھا کہ اس وقت میں روکی کے اندر موجود ہوں یا نہیں؟

میں وہاں سے چلا آیا تھا۔ اب تقریباً بارہ گھنٹے کے بعد مہا شکتی
اج کے پاس گیا تو وہ پھر اپنے دماغ میں بے چینی محسوس کرنے لگا۔
ں کی سوچ کہہ رہی تھی "کیا پھر میرے دماغ میں جیری آیا ہے؟"

میں نے کہا "ہاں میں جیری بول رہا ہوں۔ یہ بتاؤ کل رات
ی تمہارے ساتھ اس رہائش گاہ میں آیا تھا۔ وہ کہاں ہے؟"

"واہ' بہت خوب۔ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو۔ میرے ہاتھوں
ے اسے ہلاک کرلیا اور مجھ سے پوچھ رہے ہو؟"

میں نے اسے سوچنے پر مجبور کیا تو وہ پچھلی رات کے واقعات
چنے لگا۔ وہ نشے کی طلب سے مجبور ہوکر اپنی رہائش گاہ میں آیا
۔ اس کے ساتھ روکی تھا۔ جب وہ ایک پٹارہ کھول کر ایک
پ نکالنے لگا تو روکی سہم کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اس نے کہا۔
رنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ سانپ میری گرفت میں ہے' یہ
ی مرضی کے مطابق صرف مجھے ڈسے گا۔"

شکتی راج نے ایسا کہتے وقت اپنے اندر جیری ہاک کی آواز
ہ وہ کہہ رہا تھا "نہیں شکتی راج! یہ سانپ میری مرضی کے
ابق تم سے پہلے روکی کو ڈسے گا۔"

شکتی راج انکار کرنا چاہتا تھا لیکن خود کو بے بس محسوس کررہا
۔ وہ روکی سے کہنا چاہتا تھا "بھاگ جاؤ یہاں سے وہ دوسرا ٹیلی
ی جاننے والا تمہاری موت چاہتا ہے۔"

وہ ایسا نہ کرسکا۔ جیری نے کہا "تمہارا دل' دماغ' تمہاری زبان
ر تمہارا تمام جسم میرے قبضے میں ہے۔ دیکھو تم سانپ کو اس کی
ب لے جارہے ہو۔" وہ روکی کو ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن
بے اختیار سانپ کو اس کی طرف لے جارہا تھا روکی اچھل کر کھڑا
ہوگیا۔ سانپ کی ایسی دہشت تھی کہ کرسی سے اچھلتے ہی توازن قائم
نہ رکھ سکا۔ فرش پر گر پڑا۔ پھر اسے اٹھنے کا موقع نہ ملا۔ شکتی راج
نے سانپ کے منہ کو اس کی گردن پر رکھا۔ دوسرے ہی لمحے میں
اس کے حلق سے چیخ نکلی۔ تب جیری نے شکتی راج کے دماغ کو
ہدایت دی۔ وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روکی کو دم
توڑتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جیری نے کہا "شکتی راج! اسے بھول جاؤ اور یاد رکھو تمہیں
نشے کی طلب ہورہی تھی۔"

یہ منظر دیکھ کر وہ اور بھی نشے کا محتاج ہو گیا تھا۔ اس نے اس سانپ کو پٹارے میں رکھ کر بند کر دیا۔ اس کے پالتو سانپ ایک وقت میں ایک ہی بار ڈستے تھے' پھر دودھ مانگتے تھے۔ وہ دوسرا سانپ دوسرے پٹارے سے نکالتے ہوئے بولا "لیکن جیری صاحب! میں تو ابھی مدہوش ہو جاؤں گا۔ اس لاش کا کیا بنے گا؟"

"اس کی فکر نہ کرو۔ یہ غائب کر دی جائے گی۔"

شکتی راج نے اپنا منہ کھول کر زبان نکالی پھر مٹھی میں پکڑے ہوئے سانپ کو بالکل قریب لایا۔ سانپ نے اس کی زبان کو ڈس لیا۔ اس کے حلق سے ایک کراہ نکلی۔ اس نے فوراً ہی اسے پٹارے میں ڈال کر بند کر دیا۔ پھر لڑکھڑاتا ہوا آ کر بستر پر گر پڑا۔ تھوڑی دیر بعد اسے ہوش نہیں رہا۔ وہ کھلی آنکھوں سے کمرے کو دیکھ رہا تھا لیکن نشے کی رنگین وادیوں کی سیر کر رہا تھا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو یاد آیا کہ پچھلی رات وہ کیا کرتا رہا تھا۔ اس نے کرسی کی طرف دیکھا وہاں فرش پر روکی کی لاش نہیں تھی۔ جیری کے آدمی اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔ میں شکتی راج کے یہ خیالات پڑھ رہا تھا۔ جیری کے لہجے میں بولا "ہاں وہ لاش میرے آدمی لے گئے ہیں۔ تم متحدہ مذہبی فرنٹ کے ربی اور پادریوں کو فون کے ذریعے اطلاع دو کہ روکی مارا گیا ہے۔"

"جیری صاحب! میں کیسے اطلاع دوں۔ آپ جانتے ہیں۔ ہم تمام اہم افراد ایک دوسرے کی رہائش گاہ اور فون نمبر نہیں جانتے ہیں' آپ ٹیلی پیتھی جاننے والے ہمیں ایک دوسرے کی خبریں پہنچاتے ہیں اور کسی مقرر کی ہوئی جگہ ہمیں میٹنگ کے لیے بلاتے ہیں۔"

اس کی باتوں سے پتا چلا کہ وہ سب بہت محتاط ہیں کسی بھی ٹیلی پیتھی جاننے والے دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے یہ طریقۂ کار اختیار کیا ہے۔ چونکہ روکی سب کے نام پتے اور فون نمبر وغیرہ جانتا تھا اور ان سے دماغی رابطہ بھی رکھتا تھا۔ اس لیے پہلی فرصت میں اسے مار ڈالا گیا تھا تاکہ اس تنظیم تک پہنچنے کا مجھے کوئی راستہ نہ ملے۔"

میں نے دماغی طور پر واپس آ کر سمورا کو دیکھا' وہ بولی "خیال خوانی سے فرصت مل گئی ہے تو چلو۔"

"فرصت کہاں ملتی ہے؟ ہمارے دشمن سیر سے سوا سیر ہو جاتے ہیں۔ میں کبھی کبھی جیتنے والی بازی ہار جاتا ہوں۔"

"یہ تو میرے لیے دکھ کی بات ہے کہ میرے آتے ہی تمہارا کام بگڑ رہا ہے۔"

"اس میں شبہ نہیں ہے کہ تم میرا چال چلن بگاڑتی رہیں۔ اگر کل رات روکی کے ساتھ لگا رہتا تو اس تنظیم کے تمام اہم افراد کے نام اور پتے معلوم کر لیتا۔"

وہ قریب آ کر بولی "میں بہت بری ہوں کیا مجھے چھوڑ دو گے؟"

"نہیں' تم نے کام بگاڑا ہے' تم ہی اسے سنوارو گی۔ ابھی تاش کا ایک پتا ہاتھ میں ہے۔ میں نے جیری کے دماغ سے صرف کوڈ ورڈز ہی نہیں اس کی اور باربرا کی رہائش گاہوں کے پتے بھی معلوم کیے تھے۔ یقین تو نہیں ہے کہ وہ ان مکانوں میں ہوں گے۔ کوڈ ورڈز کی طرح رہائش بھی بدل دی ہو گی۔ پھر بھی چلو۔ میں پتا بتا رہا ہوں وہاں تک میری رہنمائی کرو۔"

ہم خیمے سے باہر آئے۔ یعقوب ہمدانی سے ملاقات ہو گئی اس نے سمورا سے کہا "تم نے میرے یار کو ایسا دیوانہ بنایا ہے کہ مجھے بھول گیا ہے۔ کہاں ہے وہ؟"

وہ بولی "تم یاری کا دعویٰ کرتے ہو اور یار کو نہیں پہچانتے ہو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا' پھر قریب آ کر اور غور سے دیکھنے لگا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا "ہمدانی! میں فرہاد ہوں۔"

وہ مجھ سے لپٹ کر بولا "کمال ہے' تم تو بالکل ہی بدل گئے ہو۔ کیا پھر دشمنوں سے سامنا ہو گا؟"

"خدا بہتر جانتا ہے۔ سامنا ہو سکتا ہے اسی لیے اتنی احتیاط سے باہر جا رہا ہوں۔"

ہم باتیں کرتے ہوئے سمورا کی کار کے پاس آئے۔ ہمدانی نے کہا "تمہارے آتے ہی مجھے تمام دشمنوں سے نجات مل گئی۔ میرا خیال ہے اب کوئی مجھے پریشان نہیں کرے گا۔"

"ایسی بات نہیں ہے' غیر ملکی ایجنٹوں کے چھپنے کے لیے تمہارا یہ کارنیول بہت ہی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ تمہیں تو کچھ پتا ہی نہیں ہے؛ کل رات میں نے یہاں سے روسی جاسوسوں کو بھی بھگایا ہے؟"

اس نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ لیکن وہ بھاگنے والے جاسوس کون تھے؟ میں تو اپنے تمام ملازموں کو جانتا ہوں۔"

"وہ تمہارے ملازم نہیں تھے وہ سمورا اور دوسرے ملازموں کو ٹریپ کر کے انہیں حکومت کی خلاف جاسوسی اور تخریب کاری کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔"

"بھئی' یہ کارنیول تو میرے لیے مصیبت بن رہا ہے' میرے دوست فرہاد! تم نہیں رہو گے تو میں دشمنوں کو کبھی پہچان نہ سکوں گا۔"

سمورا نے کہا "دشمنوں کو جلد ہی یقین ہو جائے گا کہ تمہارا کارنیول موت کا کنواں ہے۔ جو دشمن بن کر آئے گا وہ زندہ واپس نہیں جائے گا اور جو واپس گیا۔ وہ دوبارہ آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

میں سمورا کے ساتھ کار میں بیٹھ کر جانے لگا۔ ہمدانی نے کہا "یار! جلدی واپس آنا' مجھے معلوم ہو تاکہ تمہارے بغیر یہ کارنیول جاری نہیں رکھ سکوں گا تو میں تمہارے بغیر پیدا ہونے سے انکار کر دیتا۔"

ہم ہنستے ہوئے کارنیول کے احاطے سے باہر آ گئے۔ سمورا ڈرائیو کر رہی تھی۔ اچھی خاصی سردی پڑ رہی تھی۔ چونکہ ہم اپنی زندگی کا زیادہ حصہ سرد علاقوں میں گزارتے رہے ہیں۔ اس لیے اس شدید سردی کے باوجود موسم خوشگوار لگ رہا تھا۔ میں نے سمورا کو سب سے پہلے باربرا کی رہائش گاہ کا پتا بتایا۔ وہ مجھے شہر کے ایک دور افتادہ حصے میں لے آئی۔ وہاں چھوٹے چھوٹے کاٹیج بنے ہوئے تھے اس نے ایک کاٹیج کے سامنے کار روک دی۔

میں نے کاٹیج کا نمبر پڑھا' وہی تھا' سمورا نے کہا "تم بیٹھو میں جاتی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہاں تمہارے لیے جال بچھایا گیا ہو۔"

"جب یہ سمجھتی ہو کہ وہاں جال بچھایا جا سکتا ہے تو یہ بھی سمجھ لو میں یہاں آرام سے بیٹھ کر تمہیں وہاں جانے نہیں دوں گا۔"

"تم یہاں بیٹھ کر میرے دماغ میں رہ کر میری حفاظت کر سکتے ہو لیکن وہاں تمہیں کچھ ہو گیا تو میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکوں گی۔"

وہ درست کہہ رہی تھی۔ میرا جواب سنے بغیر کار سے نکل کر کاٹیج کے احاطے میں گئی وہاں خاموشی اور ویرانی سی تھی جیسے اس کاٹیج میں کوئی رہتا ہی نہ ہو۔ سمورا نے برآمدے میں پہنچ کر دروازے کے ساتھ لگی ہوئی کال بیل کا بٹن دبایا۔ ذرا انتظار کیا پھر بٹن دبایا اندر سے کسی کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

اس نے تیسری بات بٹن دبایا۔ میں نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "دروازے پر دستک دو۔"

اس نے دستک دینے کے لئے دروازے پر ہاتھ مارا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ سمورا نے اسے پوری طرح کھول کر دیکھا۔ پھر چونک گئی کمرے کے وسط میں فرش پر ایک نوجوان لڑکی کی لاش پڑی تھی۔ وہ بولی "فرہاد! تم میرے اندر ہو؟"

"ہاں اور تمہارے ذریعے ایک لاش دیکھ رہا ہوں۔ اندر جاؤ کسی سے بھی سامنا ہو تو اسے بولنے پر مجبور کرنا تاکہ میں اس کے اندر پہنچ کر تمہیں اس سے محفوظ رکھ سکوں۔"

وہ محتاط انداز میں کمرے کے اندر آئی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ پھر وہ دوسرے کمرے میں گئی' باتھ روم' اسٹور روم اور کچن وغیرہ میں بھی جا کر دیکھ لیا۔ جب یقین ہو گیا کہ کاٹیج کے اندر اور باہر کوئی دشمن نہیں ہے۔ تو میں کار سے نکل کر اس کمرے میں آیا اس لاش کو دیکھا بڑی حیرانی ہوئی۔ وہ باربرا نکسن تھی۔

مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے قتل ہونے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ میں نے یقین کرنے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی۔ میری سوچ کی لہروں کو باربرا کے دماغ میں پہنچنا چاہیے تھا لیکن وہ بھٹک رہی تھیں باربرا کا دماغ نہیں مل رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ دماغ والی اور اپنے مخصوص لب و لہجے والی اب اس دنیا میں نہیں رہی ہے۔

سمورا نے پوچھا "کیا اسے پہچانتے ہو؟ یہ کون ہے؟"

میں نے اس کے ساتھ کاٹیج سے باہر آتے ہوئے کہا "وہ باربرا کی لاش تھی۔ میں نے خیال خوانی کے ذریعے اس کی موت کا یقین کیا ہے۔"

ہم دونوں کار میں آ کر بیٹھ گئے۔ وہ اسے اسٹارٹ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے کہا "ٹھہرو۔ مجھے یقین کرنے کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا ہے۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟ کیا خیال خوانی کا علم غلط ہو سکتا ہے؟"

میں نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش رہنے کے لیے کہا پھر اپنی سوچ کی لہروں کو جیری تک پہنچایا۔ مزید حیرانی ہوئی۔ جیری بھی مردہ تھا۔ شاید وہ بھی قتل کیا گیا تھا۔

کیا مجھے یقین کرنا چاہیے کہ ایک تنظیم کی تینوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس دنیا سے ایک ہی دن میں اٹھ گئے ہیں؟ روکی کا قتل سمجھ میں آ گیا تھا۔ میں اس کے ذریعے جیری اور باربرا کو بے نقاب کر سکتا تھا اس تنظیم کو تباہ کر سکتا تھا۔ اس لیے جیری نے اسے ختم کر دیا تھا لیکن جیری اور باربرا کو کس نے مارا؟ کیوں مارا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی تھی کہ ایک تنظیم کے بے حد اہم ستون گرا دیے گئے ہیں۔

میں نے سمورا سے کہا "کیا تم یقین کرو گی کہ ان کا دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری بھی قتل ہو چکا ہے؟"

"اگر تمہاری ٹیلی پیتھی کہتی ہے تو پھر مان لینا چاہیے۔ بائی دی وے، تم یقین کیوں نہیں کر رہے ہو؟"

میں نے ونڈ اسکرین کے پار خلا میں تکتے ہوئے کہا "میں چاہوں تو میں بھی دشمنوں کو یقین دلا سکتا ہوں۔ ان کی سوچ کی لہریں بھی انہیں یقین دلائیں گی کہ فرہاد مر چکا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اگر کوئی مجھ پر تنویمی عمل کرے اور میرے دماغ سے میری اپنی آواز اور لہجے کو مٹا دے اور اس دماغ میں نیا لب ولہجہ نقش کردے تو میرے پچھلے لب ولہجے کا سہارا لے کر آنے والی سوچ کی لہریں میرے دماغ تک نہیں پہنچیں گی کیونکہ وہ گم کردی گئی ہیں۔ جو گم ہو جائے اس کے پاس سوچ کی لہریں بھلا کیسے پہنچیں گی؟"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ باربرا اور جیری پر تنویمی عمل کیا گیا ہے ان کے دماغوں سے ان کی پیدائشی آواز اور لہجہ مٹا دیا گیا ہے تاکہ تمہاری سوچ کی لہریں بھٹکتی رہیں اور یقین کرلیں کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔"

"ہاں مجھے ایسا دھوکا دیا جا سکتا ہے بلکہ وہ دونوں زندہ رہ کر مجھے دھوکا دے رہے ہیں۔"

سمورا چونک گئی پھر چٹکی بجا کر بولی "سانچ کو آنچ کیا ہے۔ وہ لاش کمرے میں پڑی ہے ہم اس کے چہرے کو ٹٹول کر معلوم کرسکتے ہیں کہ وہ واقعی باربرا ہے یا اس پر باربرا کا میک اپ کیا گیا ہے۔"

"سمورا! فی زمانہ پلاسٹک سرجری کا میک اپ نہایت آسان ہو گیا ہے۔ جس طرح میں، سونیا، پارس اور علی تیمور اپنی کئی ہم شکل ڈمی تیار رکھتے ہیں اسی طرح باربرا نے بھی اپنی ڈمی کی لاش یہاں چھوڑی ہوگی۔ ہم جیری کی رہائش گاہ میں جائیں گے تو وہاں جیری کی ڈمی پڑی ہوگی۔ اب وہ پرانے زمانے کا میک اپ نہیں رہا ہے کہ جب چاہا ونیشنگ کریم کے ذریعے میک اپ اتار کر بہروپیوں کی اصلیت معلوم کرسکیں۔"

یہ ہر طرح سے ثابت ہو چکا تھا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی بات کھٹک رہی تھی اور وہ بات کیا تھی جو میرے اندر اٹکی ہوئی تھی اور سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔ سمورا نے کہا "تمہارا دل نہیں مانتا ہے تو نہ مانو۔ اگر یہ دھوکا ہے تو دشمن کب تک دھوکا دیتے رہیں گے؟ وہ کسی بہروپ میں بھی آئیں گے تو تم اپنی ذہانت سے انہیں پہچان لو گے۔"

"میں مانتا ہوں اگر وہ زندہ ہیں تو جلد ہی انہیں ڈھونڈ نکالوں گا لیکن کوئی بات میرے اندر پھنسی ہوئی ہے۔ اگر تمہارے حلق میں مچھلی کا کانٹا پھنس جائے تو اسے نکالے بغیر سکون ملے گا؟"

اس نے انکار میں سر ہلایا۔ میں نے کہا "یہی حال میرا ہے۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اس فراڈ کی حقیقت ابھی معلوم کرسکتا ہوں لہٰذا مجھے حقیقت معلوم کئے بغیر یہاں سے نہیں جانا چاہیے۔"

وہ بولی "ہمیں پاسپورٹ اور دیگر شناختی کاغذات میں یہ لکھنا ہوتا ہے کہ ہمارے جسم پر کوئی زخم کا یا کسی طرح کا پیدائشی نشان ہے یا نہیں؟ کیا باربرا کے جسم پر کوئی پیدائشی......"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی میں چونک گیا اس کے شانہ پر ہاتھ مار کر بولا "وہ مارا!"

وہ تکلیف سے کراہتے ہوئے اپنے شانے کو سہلاتے ہوئے بولی "ایسی بھی کیا خوشی کہ مجھے مار ڈالو۔"

میں نے اس کے شانے کو سہلاتے ہوئے کہا "سوری! وہ بات یاد آگئی جو میرے دماغ کے چور گوشے میں چھپی ہوئی تھی۔ باربرا پیدائشی طور پر نہ لڑکی ہے نہ لڑکا۔"

(دیوتا قسط اگست ۱۹۹۱ء صفحہ نمبر ۱۹۷ ملاحظہ فرمائیں)

سمورا نے حیرانی سے پوچھا "یہ کیا بات ہوئی؟"

میں نے کہا "یہی بات ہے۔ قدرتی طور پر اس کے جسم کا نظام ایسا ہے جس کے پیشِ نظر نہ اسے لڑکی کہا جا سکتا ہے نہ لڑکا۔ وہ فطرتاً خود کو لڑکی سمجھتی ہے لیکن اس میں لڑکی کے جذبات نہیں ہیں نہایت سرد مزاج کی حامل ہے۔ ڈاکٹروں نے کہا تھا کہ وہ معقول علاج اور آپریشن کے بعد لڑکی بن سکتی ہے لیکن باربرا نے کبھی اپنا علاج نہیں کرایا۔"

"کیا تم نے اس کا جسم دیکھا ہے؟"

"نہیں، جہاں شرم رو کتی ہے، وہاں میں اپنی خیال خوانی کی لہروں کو جانے نہیں دیتا۔ تم کاٹیج میں جاؤ، ایک عورت کی حیثیت سے اسے چیک کرکے چلی آؤ۔ میں اسے دیکھنے کے لیے تمہارے دماغ میں نہیں رہوں گا۔"

وہ میری ہدایت کے مطابق کاٹیج میں گئی۔ اس لاش کو چیک کیا پھر میرے پاس آکر بولی "تمہارا یقین درست ہے۔ وہ باربرا کی لاش نہیں ہے۔ وہ مقتولہ جسمانی اعتبار سے مکمل عورت تھی۔"

میں نے اطمینان کی سانس لی۔ جو پھانس اٹکی ہوئی تھی، وہ نکل گئی۔ باربرا نے مجھے دھوکا دینے کے لئے اس ڈمی کو اپنا چہرہ تو دیا تھا مگر اپنا جسمانی نظام نہیں دے سکی تھی۔ اس نے سوچا ہوگا کہ میں اتنی دور تک نہیں پہنچوں گا، اس کے فراڈ نے ثابت کردیا کہ جیری ہاک بھی مردہ نہیں، زندہ ہے۔

میں پارس اور توبہ کو بلخ شہر کے قریب چھوڑ کر ہیلی کاپٹر تبت کی سمت لے گیا تھا۔ میرے جانے کے بعد وہ ایک وسیع میدان میں دور تک چلتے رہے۔ اطراف میں پہاڑیاں نظر آرہی تھیں لیکن کوئی چھوٹی بڑی انسانی آبادی دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ تقریباً دو گھنٹے تک چلتے رہنے کے بعد بلخ شہر نظر آنے لگا۔ شہر کے باہر بہت سے لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی تھی، قریب پہنچے۔ معلوم ہوا کہ بزکشی کا

مقابلہ ہو رہا ہے۔

یہ افغانوں کا روایتی کھیل ہے جو صدیوں سے دلیری اور جوانمردی کے مظاہرے کے طور پر کھیلا جاتا ہے اس کھیل میں کئی قبیلے کے جواں مرد شریک ہوتے ہیں۔ یہ تمام جواں مرد گھوڑوں پر سوار رہتے ہیں۔ اور کئی میل کی دوڑ لگاتے ہیں۔ ایک جگہ زمین پر ذبح کیا ہوا بکرا پڑا ہوتا ہے۔ شرط یہ ہوتی ہے کہ کوئی شہ سوار گھڑ سواری کرتا ہوا اس بکرے کو وہاں سے اٹھا کر لے جائے۔

جو بھی اٹھا کر لے جاتا ہے دوسرے سوار تیز رفتاری سے اس کے برابر گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس بکرے کو اس سے چھینتے ہیں۔ یوں کئی میل کی دوڑ میں کتنے ہی سوار ایک دوسرے سے وہ بکرا چھینتے رہتے ہیں اس طرح چھیننے جھپٹنے کے عمل کو بُزکشی کہتے ہیں جو جواں مرد آخری فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لاتا ہے وہی فاتح کہلاتا ہے۔

اکثر یہ کھیل زندگی اور موت کا کھیل بن جاتا ہے کیونکہ کوئی قبیلہ کسی سے شکست کھانا اپنی توہین سمجھتا ہے۔ ایک مردہ بکرے کو حاصل کرنے اور اپنی برتری قائم رکھنے کے لیے وہ زندہ انسان کو مار کر فاتح کہلاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو آج کے افغانستان میں یہی بازی کھیل ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کے کئی گروہ اس ملک میں اپنی اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ایک مردہ بکرے کی طرح اس ملک کو ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے چھین رہا ہے۔ خدا جانتا ہے افغانستان کے مسلمان قبیلوں کی یہ بُزکشی کتنے عرصے تک قائم رہے گی؟

پارس بُزکشی کے کھیل کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا۔ میدان سے گزرتے ہوئے ایک بکرے کو زمین پر پڑا دیکھ کر رک گیا پھر بولا۔ "یہ اتنی دور کس نے بکرے کو ذبح کرکے چھوڑ دیا ہے؟"

توبہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "یہاں سے فوراً کسی درخت یا ٹیلے کی آڑ میں چلو، ادھر گھڑ سوار آتے ہوں گے۔"

"تم کیسے جانتی ہو کہ یہاں گھڑ سوار آتے ہوں گے؟"

"یہ ہمارے ملک کا ایک روایتی کھیل ہے۔ درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے ابھی آئیں گے اور اس بکرے کو اٹھا کر اسے ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے لے جائیں گے۔"

بکرے کے قریب ہی ایک گہرا گڑھا تھا۔ پارس نے اس بکرے کو اٹھا کر اس گڑھے میں پھینک دیا۔ توبہ نے کہا "ارے، یہ تم نے کیا کیا؟"

وہ بولا "میری جان! اگر کوئی چیز ہموار زمین پر رکھی ہو تو اسے کوئی بھی گھڑ سوار اٹھا سکتا ہے۔ کمال تو یہ ہوگا کہ یہاں کے شہ سوار اسے گڑھے میں سے نکال کر لے جائیں۔"

وہ ہنس کر بولی "تم بھی خوب شرارتیں کرتے ہو۔"

اسی وقت گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے سر گھما کر دیکھا۔ بہت دور گرد کا طوفان سا اٹھ رہا تھا۔ اس طوفانی گرد میں درجنوں گھڑ سوار تیز رفتاری سے چلے آرہے تھے۔

توبہ پارس کا ہاتھ تھام کر وہاں سے بھاگنے لگی۔ وہ دونوں جلد سے جلد کسی محفوظ جگہ پہنچنا چاہتے تھے وہ آندھی طوفان کی طرح آنے والے اس جگہ پہنچ گئے جہاں بکرا پڑا ہوا تھا لیکن اب وہ وہاں نہیں تھا۔

تیزی سے آنے والے سواروں نے اپنے اپنے گھوڑے روک لیے ان کا کھیل بگڑ گیا تھا۔ وہ مردہ بکرا نہیں تھا جس کے لیے زندہ لوگ آپس میں مقابلہ کرنے والے تھے۔ ایک سوار نے گڑھے کی طرف اشارہ کیا، وہ سب گھوڑوں پر بیٹھے گڑھے کے کنارے آئے پھر وہاں بکرے کو پاکر غصے سے دور تک دیکھنے لگے۔ ان کی نظریں پارس اور توبہ پر تھم گئیں۔

گھوڑے اِدھر سے اُدھر جانے کے لیے مچل رہے تھے اور ان کے سوار لگامیں کھینچ کھینچ کر انہیں اپنے قابو میں رکھ رہے تھے۔ آپس میں کچھ بول رہے تھے، پارس اور توبہ کی طرف اشارے کرتے جا رہے تھے۔ پھر ان سب نے ایک ساتھ ان کی طرف دوڑ لگائی۔ توبہ نے کہا "اوہ گاڈ! وہ ہماری طرف آرہے ہیں، بھاگو۔"

وہ بھاگنا چاہتی تھی، پارس نے ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ہم نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، وہ ہمیں سزائے موت دینے نہیں آرہے ہیں۔"

وہ اسے کھینچتا ہوا ایک ٹیلے کے اوپر آیا۔ گھڑ سوار قریب آگئے تھے اور ٹیلے کے چاروں طرف چکر لگا رہے تھے۔ ایک نے کہا۔ "اوئے، یہ تو حسینہ ہے۔"

دوسرے نے کہا "معشوق ہے، معشوق۔"

تیسرے نے کہا "او جانِ جاناں! تم نے تو دل گرفتار کرلیا ہے۔"

پارس نے سخت لہجے میں پوچھا "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

وہاں شاید انگریزی زبان کوئی نہیں سمجھتا تھا یا پھر توبہ کے حسن وشباب کے آگے کوئی اس کی نہیں سن رہا تھا۔ توبہ نے مقامی زبان میں پوچھا "یہ کیا حرکت ہے؟ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

ایک نے کہا "تم نے یا تمہارے یار نے بکرے کو گڑھے میں پھینک کر ہمارا کھیل خراب کیا ہے، ہمیں الو بنانے والا مذاق کیا ہے۔"

دوسرے نے کہا "ہم بُزکشی کر رہے تھے اب زن کشی کریں گے۔"

"اس بکرے کی جگہ تمہارے نازک بدن کی کھینچا تانی کریں

گے۔"

ایک اور سوار نے کہا "جو نوجوان فتح کے نشان تک بکرا چھین کر لے جاتا ہے اسے نقد رقم کے علاوہ وہ بکرا بھی دے دیا جاتا ہے۔ ہم میں سے جو تمہیں چھین کر فتح کے نشان تک لے جائے گا تم اسے انعام میں مل جاؤ گی۔"

وہ اپنے گھوڑوں کو چابک مارتے ہوئے انہیں ٹیلے کی بلندی پر لا رہے تھے۔ کچھ گھوڑے ڈھلان میں پھسل رہے تھے کچھ اپنا توازن نہیں رکھ پا رہے تھے۔ ان کے ہنہنانے اور سواروں کے ہانکنے کی آوازوں سے فضا گونج رہی تھی۔ توبہ ایسے حالات میں شیرنی بن جاتی تھی۔ پہلے تو اس نے سوچا تھا کہ اپنے ہم وطنوں کے خلاف ہتھیار استعمال نہیں کرے گی لیکن اس نے مجبوراً اپنے شانے پر سے گن اتاری۔ پہلے ایک ہوائی فائر کیا تاکہ وہ منتشر ہو کر میدان چھوڑ دیں مگر اچانک ہی ایک سوار نے اس کے ہاتھ پر ٹھوکر ماری۔ گن ہاتھوں سے چھوٹ کر ڈھلان میں لڑھکتی چلی گئی۔ وہ گن کے پیچھے دوڑی سوار اس کے پیچھے دوڑے۔ اس سے پہلے کہ وہ جھک کر گن اٹھاتی، دو سواروں نے دونوں طرف سے اس کے بازوؤں کو جکڑ لیا پھر اسے اٹھاتے ہوئے لے گئے۔

پارس دوسرے سواروں کے درمیان الجھا ہوا تھا اور توبہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ سوار اسے آگے پیچھے سے چابک مارتے جا رہے تھے۔ اس نے توبہ کو اغوا ہوتے دیکھا تو ایک سوار پر چھلانگ لگائی، اسے لیے ہوئے گھوڑے سمیت ڈھلان کی طرف گرا۔ سوار کو یوں لگا جیسے دو فولادی ہاتھ مُنہ پر پڑے ہوں۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا تھا وہ مقابلے کے قابل نہیں رہا تھا۔ پارس نے اس کے ہاتھ سے چابک چھین کر گھوڑے کو پھرتی سے کھڑا کیا۔ اس پر اچھل کر سوار ہوا۔ پھر اسے ایڑ لگاتا ہوا ان سواروں کے پیچھے دوڑ پڑا جو توبہ کو لیے جا رہے تھے۔

توبہ کی حالت قابلِ دید تھی۔ اسے دو سوار دو طرف سے پکڑے اپنی اپنی طرف کھینچتے ہوئے برق رفتاری سے لیے جا رہے تھے۔ دوسرے سوار بھی ان کے برابر گھوڑے دوڑاتے ہوئے توبہ کو ان سے چھین لینا چاہتے تھے۔ بُزکشی کے مقابلہ میں انعام پانے کا لالچ ہوتا ہے اور زن کشی میں تو فاتح کو ایک نہایت حسین و جمیل عورت ملنے والی تھی اس لیے ہر سوار کی یہ خواہش تھی کہ وہ دوسروں سے توبہ کو چھین کر لے جائے۔

پارس اپنے گھوڑے کو برق رفتاری سے دوڑاتا ہوا دوسرے سواروں سے سبقت لے جا کر توبہ کے قریب پہنچ گیا، دوسرے سواروں کے چابک کھا رہا تھا اور اپنے چابک سے انہیں مارتا جا رہا تھا۔ وہ چیخیں مار رہی تھی اپنے دونوں بازوؤں کو دو طرفہ گرفت سے چھڑانے کی کوششیں کر رہی تھی لیکن بازو ایسے ہی لمحات میں نجات پاتے تھے کہ کوئی تیسرا آ کر اسے پکڑ کر کھینچتا ہوا لے جاتا تھا۔

توبہ کی چیخوں میں آنسو نہیں تھے اور نہ ہی وہ عام عورتوں کی طرح نازک اور کمزور تھی، وہ غصہ اور جوش میں جہاد کرتے ہوئے چیختی جا رہی تھی۔ پارس کے لیے دشواری یہ تھی کہ وہ ایک سوار سے توبہ کا بازو چھڑاتا تو دوسرے اسے سخت زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جاتا۔ ابھی تو وہ دو سواروں کے درمیان زمین سے اٹھی ہوئی جا رہی تھی۔

وہ برق رفتار گھوڑے کی پیٹھ پر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھوں میں لگام تھی اور وہ اپنا توازن قائم رکھتا ہوا ان دو سواروں کے پیچھے تھا جو توبہ کو ایک دوسرے سے چھینتے ہوئے جا رہے تھے۔ ایسی جدوجہد کے دوران دونوں کے گھوڑے قریب ہو جاتے تھے۔ توبہ ان گھوڑوں کے درمیان پھنسنے الجھنے لگتی تھی۔ ایسے ہی وقت پارس نے ان کے پیچھے سے چھلانگ لگائی پھر قریب ہونے والے دونوں سواروں کی گردنیں اپنے دونوں بازوؤں میں دبوچ لیں۔ ان گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ دونوں سواروں کے پاؤں رکابوں سے نہ نکل سکے۔ گھوڑوں کی پیٹھ سے گرتے ہی وہ پھنسے ہوئے پیروں کے ساتھ گھسٹتے ہوئے جانے لگے۔ توبہ ان کی گرفت سے چھوٹ کر پارس کے ساتھ زمین پر لڑھکتی جا رہی تھی۔

پیچھے آنے والے گھڑسوار دور سے توبہ کو تاکتے آ رہے تھے۔ اب وہ اسے اٹھا کر لے جانے والے تھے۔ پارس نے کہا "یہ چابک لو۔ اس کے سامنے وہ تمہیں ہاتھ لگائے بغیر گزر جائیں گے۔"

توبہ نے چابک نہیں لیا۔ اپنی جیکٹ میں ہاتھ ڈال کر پستول نکالا پھر قریب آنے والے گھڑسوار کو گولی سے اڑا دیا۔ وہ گھوڑے کی پیٹھ پر سے اڑتا ہوا نیچے آ کر زمین بوس ہو گیا۔ اس ایک گولی کی آواز نے گھڑسواروں کو منتشر کر دیا۔ وہ بُزکشی کے مقابلے کے لیے صرف خنجر اور چابک لے کر نکلے تھے۔ کسی کے پاس آتشی اسلحہ نہیں تھا۔ اس لیے وہ گولی کی رینج سے دور نکلتے ہوئے شہر کی طرف جا رہے تھے۔

گولی کی زد میں آنے والے سوار کا گھوڑا لڑکھڑا کر گر پڑا تھا۔ پارس نے دوڑ کر اُس کی لگام ہاتھوں میں لے لی تھی۔ پھر اس پر سوار ہو گیا تھا۔ توبہ بھی دوڑتی ہوئی آ کر اس کے پیچھے بیٹھ گئی پھر بولی "وہ گھڑسوار جدھر گئے ہیں، ادھر نہ جاؤ وہ اپنے قبیلے والوں کے ساتھ مسلح ہو کر آئیں گے۔"

اس نے لگام دوسری سمت موڑ دی پھر وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر شہر میں داخل ہوئے۔ بلخ شہر دو اہم شخصیات کی بدولت مشہور ہے۔ ایک تو یہ کہ یہاں مولانا جلال الدین رومیؒ پیدا ہوئے تھے دوسرے یہ کہ یہاں حضرت ابراہیم ادھم کا مزار ہے۔ اسی مزار کے قریب حزبِ مومن کے مجاہدین رہتے تھے۔ توبہ نے حشمت آباد سے لایا ہوا خط حزبِ مومن کے لیڈر کو دیا۔ یہ خط حشمت آباد کے حزبِ مومن کے لیڈر نے توبہ خانم اور حماد (پارس) کے تعارف میں لکھا تھا۔ ان دونوں کو بے حد عزت اور احترام سے خوش آمدید کہا گیا۔ ان کی رہائش کے لیے ایک چھوٹا سا مکان مخصوص کر دیا گیا۔

توبہ نے انہیں بُزکشی کا واقعہ سنایا۔ مجاہدین کے کمانڈر نے کہا۔ "مغربی ملکوں کے ایجنٹ مقامی لوگوں کو خوش رکھنے کے لیے یہاں کھیل تماشے کراتے رہتے ہیں۔ ابھی ہمارے جاسوس معلوم کر کے آئیں گے کہ تمہارے خلاف ان لوگوں کا ردِعمل کیا ہے؟"

لیڈر نے پوچھا "یہاں تم لوگوں کے ارادے کیا ہیں؟"

پارس نے کہا "پہلے تو آپ یہاں رہنے والے غیر ملکیوں اور جاسوسوں کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کریں۔ وہ لوگ یہاں بیٹھ کر کابل میں مجاہدین کی طاقت کو توڑ رہے ہیں۔ ہم یہاں ان توڑنے والوں کو توڑیں گے۔"

کمانڈر نے بلخ شہر کا نقشہ ان کے سامنے بچھا دیا۔ پھر بتانے لگا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے وغیرہ کہاں ہیں اور کن علاقوں میں ان کی پوزیشن مضبوط ہے۔ تمام تفصیلات بتانے کے بعد کمانڈر نے کہا "ان کے اسلحہ خانوں اور رہائش گاہوں کے اطراف اتنا سخت پہرا رہتا ہے کہ ہم ہزار کوششوں کے باوجود کبھی انہیں نقصان نہیں پہنچا سکے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ اس شہر میں ہماری پوزیشن بہت کمزور ہے۔"

توبہ نے کہا "اللہ پر بھروسا رکھیں۔ میں بھی یہاں تنہا اور بے یار و مددگار تھی، خدا نے حماد کو وسیلہ بنا کر بھیجا ہے تب سے میں دشمنوں پر غالب آتی جا رہی ہوں۔ خدا بڑا کارساز ہے۔ انشاء اللہ یہاں بھی آپ مجاہدین کا پلڑا بھاری رہے گا۔"

لیڈر نے کہا "تم حشمت آباد سے تعارفی خط نہ لاتیں تب بھی ہم تمہیں پہچان لیتے۔ تم ارسلان اور حماد غیر ممالک کے ایجنٹوں اور کمیونسٹ ملیشیا کے لیے چیلنج بن گئے ہو۔ یہ تمام دشمن تم تینوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ ویسے مسٹر ارسلان کہاں ہیں؟"

"وہ دوسرے شہر میں ہیں، ہم سے جلد ہی آ ملیں گے۔"

پارس اور توبہ کی پشت پر ایک ایک کِٹ بندھی تھی جس میں ان کا لباس اور دوسری ضروری چیزیں رہتی تھیں۔ بزکشی کی جنگ کے دوران دونوں کی پشت پر وہ کٹ بندھی رہی تھیں۔ انہوں نے مکان میں آ کر غسل کیا، لباس تبدیل کیا، میزبانوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا پھر پارس نے کہا "ہم شام تک آرام کریں گے پھر رات کو اپنے خاص مشن پر روانہ ہوں گے۔"

"آپ مشن کے متعلق بتائیں، ہمارے مجاہدین آپ کے ساتھ رہیں گے۔"

"ہم آپ کا صرف ایک گائیڈ لیں گے۔ وہ مجھے اور توبہ کو مطلوبہ مقامات تک پہنچا دے گا انشاء اللہ کل صبح تک دشمنوں کے ہوش اڑ چکے ہوں گے۔"

وہ اٹھ کر جانے لگے تو ایک بزرگ نے کہا "بیٹے حماد! ہمیں ایک سوال پریشان کر رہا ہے۔"

پارس نے کہا "وہ سوال مجھ سے ہے تو میں ضرور جواب دوں گا۔"

"تم اور توبہ آپس میں محرم ہو یا نامحرم؟"

توبہ اور پارس نے ایک دوسرے کو ہچکچاتے ہوئے دیکھا پھر پارس نے کہا "نامحرم۔"

"پھر تو ایک چھت کے نیچے ایک ہی چار دیواری میں ساتھ رہنا خلافِ شریعت ہے۔"

"جی ہاں، ہم اس بات کو اچھی طرح سمجھتے ہیں لیکن حالات کے مطابق ہمارا ساتھ رہنا اور جہاد کے متعلق منصوبوں پر تنہائی میں بحث کرنا ضروری ہے۔"

"اگر رازدارانہ گفتگو لازمی ہو تو کھلی جگہ دور جا کر بیٹھ جایا کرو۔ یوں باتیں کرو کہ دوسرے نہ سن سکیں اس طرح دوسرے لوگ دور سے تمہاری پاکبازی کے گواہ رہیں۔"

دوسرے مجاہدین بھی بزرگ کی تائید کرنے لگے۔ توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات درست فرما رہے ہیں، میں اس سلسلے میں کچھ کہنے سے پہلے حماد سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"بے شک آپس میں ضرور مشورہ کرو۔"

وہ دونوں اس مکان سے باہر کھلی فضا میں آئے پھر ذرا دور جا کر توبہ نے کہا "یہ کیا نیا مسئلہ پیدا ہو گیا ہے۔ میں تم سے الگ نہیں رہوں گی۔"

"یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے۔ اسلامی قانون ہے۔ یہاں جتنے مجاہدین ہیں ان کے اندر یہ غیرت مند سوال مچل رہا ہے کہ ان کی قوم کی ایک بیٹی ایک مسلمان مہمان کے ساتھ کس رشتے سے ایک چھت کے نیچے رہتی ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتی، ایک ساتھ رہنے کی کوئی صورت نکالو۔"

"صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہمارا نکاح ہو جائے۔"

"تو پھر ابھی ان کے سامنے نکاح پڑھوا لو۔"

"کیسی باتیں کرتی ہو۔ میں نے تمہیں اچھی طرح سمجھایا ہے کہ میں ایک مسافر ہوں کسی دن بھی یہ ملک چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔"

"ہاں، تم نے سمجھایا تھا لیکن میری سمجھ میں کچھ آتا نہیں ہے تو سمجھانے کا فائدہ کیا ہے؟ پلیز ابھی نکاح پڑھوا لو۔"

"میں تمہیں شریکِ حیات بنانے کے بعد کس دل سے تمہیں یہاں چھوڑ کر جاؤں گا؟ اور تم نے صاف کہہ دیا ہے کہ اپنا ملک چھوڑ کر نہیں جاؤ گی۔"

"جب میں تمہارے ساتھ یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو تمہاری ذمے داری ختم ہو جاتی ہے۔ تمہارے ضمیر پر بوجھ نہیں رہے گا اور اگر بوجھ رہے گا تو میں اپنی خوشی سے ہمیشہ کے لیے علیحدگی اختیار کر لوں گی مگر ابھی میری بات مان لو۔"

پارس نے لیڈر، کمانڈر اور دوسرے بزرگوں کے پاس آ کر کہا۔

"حالات ہمارے موافق نہیں ہیں۔ انجانے دشمن قدم قدم پر ہیں ایسی صورت میں' مَیں توبہ کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ ابھی ہمارا نکاح پڑھادیں۔"

بزرگ نے کہا "سبحان اللہ' نیک ارادوں پر فوراً عمل ہونا چاہیے۔"

پھر عمل ہوگیا۔ ایک گھنٹے کے اندر دونوں کا نکاح پڑھادیا گیا۔ پھر وہ ایک چار دیواری میں ایک چھت کے نیچے آگئے۔ پارس نے پوچھا "آخر تم نے اپنی ضد پوری کرلی؟"

وہ مسکرا کر بولی "یہ بے جا ضد نہیں' میری بے انتہا محبت ہے۔"

"تم نے انجام کی پروا نہیں کی ہے۔"

"انتہائی نتیجے کو انجام کہتے ہیں' جب میری محبت کی انتہا ہی نہیں ہے تو بھلا انجام کیا ہوگا؟"

وہ پارس کی ایسی دیوانی ہوئی تھی کہ اس سے ابھی ایک لمحے کی جدائی بھی گوارا نہیں تھی مگر آئندہ کبھی جدائی کی گھڑیوں میں کیا ہوگا؟ وہ دل کو کیسے سمجھائے گی؟ دیوانگی کو کیسے منائے گی؟

وہ جذبوں میں ڈوب کر سانسوں کے قریب ہوکر سرگوشی میں بولی "تمہارے پیار کی دیوانگی نے مجھے جہاد کا ایک نیا سبق سکھایا ہے؟"

"اچھا؟ بھلا وہ سبق کیا ہے؟"

"میں اپنے ملک کے اندر ایک نہ ختم ہونے والی جنگ اپنی بقاء کے لیے لڑتی رہتی تھی۔ اب بقاء کے لیے نہیں مرجانے کے لیے جنگ جاری رکھوں گی۔"

"یہ ایک بے تکی سی بات ہے۔"

"یہ بات تمہارے خیال میں بے تکی ہے۔ چودہ برسوں سے میرا کوئی گھر نہیں رہا۔ کوئی عزیز رشتے دار نہیں رہا۔ اپنے وطن کے سوا کسی کے لیے جینے یا مرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوا۔ اب تمہارے لیے یہ جذبہ پیدا ہوا ہے۔ تم کسی دن چلے جاؤ گے تو میں سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے کسی اسلحہ خانہ میں گھس جاؤں گی۔"

پارس نے اپنا سر پیٹ لیا۔ وہ نکاح پڑھوانے کے بعد اس کے دماغ پر بوجھ ڈال رہی تھی کہ چھوڑ کر جائے گا تو وہ دشمنوں سے خودکشی کے انداز میں لڑمرے گی۔ وہ بولی "تم نے سر کیوں پکڑلیا ہے؟"

"اور کیا کروں؟ تم نے نکاح سے پہلے جو وعدہ کیا تھا' اس سے مکر رہی ہو۔ پتا نہیں کب یہاں سے جاؤں گا لیکن ابھی سے رکاوٹیں پیدا کررہی ہو۔"

"خواہ مخواہ الزام دے رہے ہو۔ میں تو کوئی رکاوٹ پیدا نہیں کررہی ہوں۔"

"کیا یہ سن کر میں تمہیں چھوڑ کر جاسکوں گا کہ میرے جانے کے بعد تم جنگ لڑنے کے بہانے جان دے دوگی؟"

"جنگ کے بہانے نہیں' سچ مچ جنگ کرتے کرتے جان دینا وطن پر قربان ہونا ہے۔ میں کوئی خودکشی تو نہیں کروں گی۔"

"کیا آج رات تم اپنے سینے پر بم باندھ کر دشمنوں کے اسلحہ خانے میں داخل ہوجاؤ گی؟"

"آج نہیں' ابھی تو مجھے زندگی کی ایسی مسرتیں مل رہی ہیں جنہیں عورت کبھی فراموش نہیں کرتی۔"

"یعنی جب تک میں رہوں گا' تم زندگی سے بھرپور لمحات گزارتی رہو گی اور خطرات سے بچتے ہوئے جنگ جاری رکھو گی جیسے ہی جاؤں گا' تم جنگی تدابیر اور احتیاطی طریقۂ کار بھول جاؤ گی' ایک بم لے کر دشمنوں کے کسی اڈے میں گھس جاؤ گی؟"

"تم تو ایک ہی بات کے پیچھے پڑگئے ہو۔"

"اور تم اس ایک بات کو واضح الفاظ میں تسلیم نہیں کروگی کہ دانشمندانہ جنگی حکمت عملی کو بھول کر سینے پر بم باندھ کر کسی اسلحہ خانے میں گھسنا وطن پر قربان ہونا نہیں ہے' سراسر خودکشی ہے۔"

"میں کان پکڑتی ہوں توبہ کرتی ہوں' آئندہ ایسی باتیں نہیں کروں گی۔"

جنگ کے دوران جو چیز سب سے زیادہ قریب رہتی ہے' وہ موت ہے اور تنہائی میں جو سب سے قریب رہتی ہے وہ محبت ہے۔ وہ دونوں رات کے آٹھ بجے تک محبتیں اور مسرتیں سمیٹتے رہے پھر موت کی طرف پیش قدمی کے لیے تیار ہوگئے۔

ایسے ہی وقت سلمان نے پارس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "اچھا تو حضور نے شادی کی ہے؟"

پارس نے حیرانی سے پوچھا "آپ تو ابھی میرے پاس آئے ہیں۔ میری شادی کے متعلق کیسے معلوم ہوگیا؟"

"میں نکاح کے وقت توبہ کے دماغ میں تھا۔ تمہارے پاپا نے کہا تھا' میں تمہاری خیریت معلوم کرتا رہوں۔"

"تو پھر آپ نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"میں کیسے رابطہ کرتا؟ آپ تو نئی نئی دلہنیں پیدا کرکے اپنے باپ کا نام روشن کررہے ہیں۔ تمہارے باپ نے تمہاری عمر میں ریکارڈ توڑ عشق کیے ہیں اور کیا عجب ہے کہ حضرت اس عمر میں بھی کہیں گل کھلا رہے ہوں۔"

"انکل! میرے پاپا شہرت کی جن بلندیوں پر ہیں وہاں ان کے چاروں طرف گل ہی گل کھلتے ہیں۔ پاپا کو گل کھلانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ویسے یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ دنیا میرے پاپا کو دل پھینک کیوں کہتی ہے۔ ان حسیناؤں کو کیوں نہیں کہتی جو خود ہی دل پھینکنے چلی آتی ہیں۔ کیا پاپا انہیں گھر سے بلا کر لاتے ہیں یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے انہیں اپنی طرف مائل کرنے کی بداخلاقی اور بدنیتی کا ثبوت دیتے ہیں۔"

"بھئی یہ دشمن بھی مانتے ہیں کہ تمہارے پاپا کسی کو جبراً اپنی طرف مائل نہیں کرتے۔ پھر بھی اب انہیں......"

پارس نے بات کاٹ کر کہا "انہیں تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک گوشے میں بیٹھ جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسا ہی عبادت گزار دنیا کی رنگینیوں سے دور رہتا ہے۔ خدا نے فرشتوں کو اسی لیے دنیا میں نہیں بھیجا کہ یہاں کی رنگینیاں ان کی بھی معصومیت کو ختم کردیں گی اور آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے پاپا فرشتہ نہیں ہیں' انسان ہیں۔"

"آخر ہو نا اپنے باپ کے بیٹے' بات خالی نہیں جانے دو گے۔ یہ بحث ختم کرو کام کی بات سنو۔ جب تمہیں بلخ شہر کا نقشہ دکھا کر بتایا جارہا تھا کہ دشمنوں کے خفیہ اڈے اور اسلحہ خانے کہاں کہاں ہیں اس وقت بھی میں تم لوگوں کے درمیان تھا۔ میں لیڈر کمانڈر اور دوسرے مجاہدین کے دماغوں میں جاتا رہا۔ تب پتا چلا ان میں دو آدمی ایسے ہیں جو دشمن کے جاسوس ہیں اور یہاں مجاہدین بن کر رہتے ہیں' یہاں کی اہم خبریں وہاں پہنچاتے رہتے ہیں۔"

"وہ دونوں کون ہیں؟"

"ابھی معلوم ہوجائے گا ان میں سے ایک کا نام اکبر اور دوسرے کا نام دلاور ہے۔ اکبر نے خفیہ طور سے ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایک شخص سے رابطہ کیا تھا اور اسے یہ بتا چکا ہے کہ جن غیر ملکی جاسوسوں کو حماد اور توبہ خانم کی تلاش ہے وہ حماد اور توبہ یہاں حزبِ مومن کے علاقے میں موجود ہیں۔"

سلمان نے بتایا کہ ایسے وقت اس نے اکبر کے دماغ میں رہ کر اس کی زبان سے کہا "توبہ اور حماد آج آدھی رات کو ازبکستان جانے کے لیے ہائی وے سے گزریں گے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا کہ آدھی رات کے بعد ان دونوں کو گھیر کر گولیوں سے چھلنی کردیا جائے گا۔ پھر سلمان دوسری طرف سے بولنے والے کے اندر پہنچا۔ وہ شخص قلعہ ساسان میں تھا۔ اس نے انٹر کام کے ذریعے ایک انگریز کو مخاطب کیا۔ پھر اسے حماد اور توبہ کے متعلق بتایا۔ اس انگریز نے کہا "تم خود مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہائی وے پر جاؤ' ہم کوشش کریں گے کہ حزبِ مومن کے اڈے پر ہی حملہ کرکے مجاہدین کے ساتھ ان دونوں کو ختم کردیں۔"

سلمان اس انگریز کے اندر گیا اس کا نام ایڈی پاویل تھا۔ وہ میرے اور پارس کے خون کا پیاسا تھا۔ میں نے اس کے ایک ساتھی جیک چارلٹن اور دو ٹیلی پیتھی جاننے والوں فریزر اور پاسکو لوٹ کو حاتم شہریار کی حویلی سے غائب کردیا تھا۔ اب انہیں یقین ہوگیا تھا کہ میں نے ان تینوں غیر ملکیوں کو حاتم سمیت قتل کردیا ہے اور ہم باپ بیٹے حاتم کی بہن توبہ کو لے کر کہیں چھپتے پھر رہے ہیں۔

اب وہ یقین کے ساتھ سوچ رہا تھا کہ حماد اور توبہ اپنی جان بچانے کے لیے افغانستان سے ازبکستان کی طرف بھاگ رہے ہیں پھر شام کو یہ اطلاع ملی کہ سرکاری فوج کا ایک افسر مسلح سپاہیوں کے ساتھ ہیلی کاپٹر میں حشمت آباد گیا تھا۔ وہاں توبہ' ارسلان اور حماد موجود تھے۔ ان کے سامنے وہ افسر دماغی طور پر غائب ہوگیا تھا۔ وہ تینوں کو گرفتار کرنے آیا تھا لیکن اس نے تینوں کو اپنا ہیلی کاپٹر لے جانے کی اجازت دے دی تھی' بعد میں افسر نے دماغی طور پر حاضر ہوکر بیان دیا کہ وہ اپنے اختیار میں نہیں تھا۔ کسی نے اس کے دماغ پر قبضہ جمالیا تھا۔

اس طرح یہ سب ہی جان گئے کہ ارسلان وغیرہ ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور یہ بھی رائے قائم کی جارہی تھی کہ مسلمانوں کی حمایت اور امریکی پالیسیوں کی مخالفت کرنے والا ارسلان ہی فرہاد ہوگا۔

قلعہ ساسان میں رہنے والا ایڈی پاویل سوچ رہا تھا کہ بلخ شہر میں صرف توبہ اور حماد آئے ہیں وہ ارسلان یا فرہاد کہاں غائب ہوگیا ہے؟ کیا وہ چھپ کر یہاں آیا ہے؟ کیا اس مضبوط قلعے کے اندر پہنچ سکتا ہے؟

ایڈی پاویل نے سپر ماسٹر کو رپورٹ دی تھی کہ ان کے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے فریزر اور پاسکو روٹ غائب ہوگئے ہیں ان کے ساتھ جیک چارلٹن اور حاتم شہریار بھی لاپتا ہیں۔ تھوڑی دیر بعد جان لمبوڈا نے خیال خوانی کے ذریعے تصدیق کی اور کہا' ان چاروں کے دماغ موت کی تاریکیوں میں گم ہوگئے ہیں اور انہیں اس انجام کو پہنچانے والا فرہاد ہی ہوسکتا ہے۔

سپر ماسٹر نے ایڈی پاویل سے کہا تھا کہ اسے بہت محتاط رہنا چاہیے اگر واقعی فرہاد افغانستان میں ہے تو اسے معلوم ہوجائے گا کہ سپر ماسٹر نے قلعہ ساسان کو اپنا اڈا بنایا ہوا ہے اور اس قلعے کے ایک بہت وسیع و عریض حصہ میں جدید اسلحہ' راکٹ لانچرز اور گولہ بارود وغیرہ ہیں لہٰذا قلعے کے اندر اور باہر سخت احتیاطی انتظامات کیے جائیں اور تمام مسلح گارڈز کو ہدایات دی جائیں کہ وہ کسی بھی اجنبی سے گفتگو نہ کریں' کسی کو اپنی آواز نہ سنائیں۔

اس کے باوجود آدمی گفتگو کرنے اور اپنی آواز سنانے پر مجبور ہوتا ہے۔ ایڈی پاویل کا بھی یہ خیال تھا کہ اپنے خاص آدمی سے انٹر کام پر گفتگو کرکے وہ محفوظ ہے اور کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے نے اس کی آواز نہیں سنی ہے جبکہ سلمان اس کے اندر رہ کر وہاں کے دوسرے اہم افراد کے دماغوں میں بھی پہنچتا جارہا تھا۔

حزبِ مومن کے لیڈر' کمانڈر اور دیگر اکابرین نے توبہ اور پارس کو رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ پارس نے کہا "پیٹ بھرنے کے بعد آرام کی طلب اور نیند کی خواہش ہوگی۔ ہم اس مہم سے واپس آنے کے بعد کھائیں گے۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "اگر واپسی میں صبح ہوگی تو کیا تمام رات بھوکے رہوگے؟ یہ دانشمندی نہیں ہے۔"

پارس نے کہا "ہم قلعہ ساسان کو تباہ کرنے جارہے ہیں۔ اس مقصد میں کامیاب ہونے کے لیے زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے لگیں گے۔"

کمانڈر نے بہت زوردار قہقہہ لگایا۔ دوسرے بھی ہنسنے لگے۔

لیڈر نے مسکراتے ہوئے کہا "مسٹر حماد! برا نہ ماننا۔ تم نے بہت ہی بچگانہ بات کی ہے۔ تم نے تو قلعے کا نام سنا ہے' اسے دیکھا نہیں ہے۔ وہاں ایک چیونٹی بھی رینگ کر نہیں جا سکتی۔ تم اسے دور سے دیکھ سکتے ہو لیکن اس قلعہ کی ایک اینٹ کو بھی ہاتھ نہیں لگا سکو گے۔"

پارس نے کہا "میرے بھائیو! ہماری دنیا میں کوئی کام ناممکن نہیں ہے۔ اگر کوئی کام ناممکن ہوتا ہے تو سمجھ لو وہ ہمارے اندر چھپے ہوئے غداروں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ تمہارے ان مجاہدین میں دو غدار چھپے ہوئے ہیں۔"

"کیا؟" سب نے حیرانی اور بے یقینی سے دیکھا۔ دلاور نے آگے بڑھ کر کہا "یہاں کا ایک ایک مجاہد اللہ سے ڈرتا ہے اور قوم کا وفادار ہے۔ تم ہم میں سے کسے غدار سمجھتے ہو؟"

"دلاور خان! اللہ تعالیٰ کا نام اپنی ناپاک زبان پر نہ لاؤ۔ یہاں کے کمانڈر اور مجاہدین کی موت کا سامان تمہاری جیب میں ہے۔ ابھی رات کے کھانے کے بعد کمانڈر اور چند دلیر مجاہدین قہوہ پینے والے ہیں۔ اس میں تم بے ہوشی کی دوا ملا کر دینا چاہتے ہو وہ دوا تمہاری جیب میں ہے۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اپنی جیبوں پر گئے' وہ اپنے بچاؤ کے لیے کوئی بات بنانا چاہتا تھا لیکن سلمان نے اسے اپنی مرضی کے مطابق بولنے پر مجبور کیا۔ وہ بھاگنے کے انداز میں پیچھے ہٹ کر بولنے لگا "خبردار! کوئی میری تلاشی نہ لے میرے پاس دوا ہے اور بے ہوشی کی دوا رکھنا جرم نہیں ہے۔ میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔"

لیڈر نے کہا "مگر تم نے کس مقصد کے لیے وہ دوا رکھی ہے؟ تم کسے بے ہوش کرنا چاہتے ہو؟"

"میں تمہارے سوالوں کا جواب نہیں دوں گا۔ تم لوگوں کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا۔"

سلمان نے دوسرے غدار اکبر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ وہ دلاور کو اپنی گن کے نشانے پر رکھتے ہوئے بولا "اپنے جرم کا اعتراف کرلو۔ میں بھی اعتراف کرتا ہوں کہ میں نے ایڈی پادیل سے پچاس ہزار ڈالر لیے ہیں اور یہاں کی تمام خبریں قلعے میں پہنچاتا ہوں۔"

سب لوگ یہ باتیں سن کر گم صم سے رہ گئے تھے۔ اکبر نے کہا۔ "میں نے قلعے میں یہ خبر پہنچادی ہے کہ توبہ اور حماد یہاں آئے ہوئے ہیں اور آج رات ان کا کوئی اسلحہ خانہ تباہ کرنے والے ہیں۔"

دلاور نے کہا "میرے سامنے سے اپنی گن ہٹاؤ اور مجھے جانے دو۔ تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ تم یہاں مرو' مجھے جانے دو۔"

"کیسے جانے دوں۔ ایڈی پادیل کے فوجی افسر آدھی رات کو یہاں حملہ کریں گے اس سے پہلے تم کمانڈر اور چند اہم مجاہدین کو بے ہوشی کی دوا پلاؤ گے تاکہ یہ مجاہدین ان کے حملے کا جواب دینے کے قابل نہ رہیں اور آسانی سے ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیں مگر اس سے پہلے تم جہنم میں جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے دلاور کو گولی مار دی۔ پھر اپنی گن کی نال اپنے سینے پر رکھتے ہوئے بولا "غداروں کا یہی انجام ہونا چاہیے۔"

لیڈر نے کہا "رک جاؤ' خود کو ہلاک نہ کرو۔ تم نے اپنے جرم کا اعتراف کیا ہے' ہم تمہاری سچائی کے پیش نظر......"

وہ بات کاٹ کر بولا "کیسی سچائی؟ مجرم اتنے احمق نہیں ہوتے کہ پچاس ہزار ڈالر انگریزوں سے لے کر اپنی قوم سے وفاداری کریں۔ جب ہم جیسے کمینوں کے سر پر ٹیلی پیتھی کی تلوار لٹکتی ہے تب ہم سچ بولنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمان ٹیلی پیتھی جاننے والے کا حکم ہے کہ میں ایک غدار کی موت مر جاؤں۔ اس لیے مر رہا ہوں۔"

اس نے دوسرے ہی لمحے میں ٹریگر کو دبایا۔ اسے اچھل کر زمین پر گرنا تھا' وہ موت کی گود میں گرا۔ چند لمحوں تک وہاں گہری خاموشی رہی۔ ایک بزرگ نے پارس سے کہا "نوجوان! تم نے درست کہا تھا' دونوں غدار خود ہی اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں۔"

لیڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! یہ ٹیلی پیتھی کا کیا معاملہ ہے۔ اکبر مرنے سے پہلے اس کے متعلق کچھ کہہ رہا تھا۔"

پارس نے پوچھا "کیا آپ لوگ ٹیلی پیتھی کے علم کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں؟"

کمانڈر نے کہا "میں جانتا ہوں۔"

دوسرے کئی مجاہدین نے بھی ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ جانتے ہیں۔ پارس نے لیڈر سے کہا "آپ اس علم کے بارے میں مجاہدین سے معلومات حاصل کرتے رہیں' باقی میں واپس آکر بتاؤں گا۔"

وہ توبہ کے ساتھ ایک لینڈ روور گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ اس میں ہر طرح کے جدید ہتھیار موجود تھے۔ ایک مجاہد گاڑی ڈرائیو کرنے لگا وہ ان کا گائیڈ بھی تھا۔ اس نے بتایا کہ وہاں سے قلعہ ساسان آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہے۔ لیلیٰ نے آکر کو ڈور ڈزادا کیے پھر کہا۔ "پارس! میں توبہ کے دماغ میں رہوں گی۔ سلمان بھائی قلعے میں گئے ہیں' وہاں تمہارے لیے راستہ ہموار کریں گے۔"

سلمان قلعے کے اندر اسلحہ خانے کے انچارج کے پاس آیا۔ اس کے دماغ پر قبضہ جماتے ہی وہ سپاہیوں سے بولا "تم لوگ باہر رہو۔ میں ابھی اندر کا معائنہ کرکے آتا ہوں۔"

اس نے اندر آکر دروازے کو بند کردیا۔ وہ ایک بہت ہی وسیع و عریض ہال تھا۔ اس سے متصل دوسرے بڑے کمرے بھی تھے جن میں بے حد و حساب اسلحہ اور بارود بھرا ہوا تھا۔ بے شمار ٹائم بم بھی رکھے ہوئے تھے۔ وہ ایک ایک ٹائم بم میں پندرہ منٹ کا وقت مقرر کرتے ہوئے انہیں اسلحہ خانے کے مختلف حصوں میں رکھنے لگا۔ پھر اس نے چار ہینڈ گرینیڈ اپنی جیبوں میں رکھے۔ اس کے بعد باہر آگیا۔

باہر آتے ہی سلمان نے اسے قلعے کے بیرونی دروازے کی طرف دوڑایا۔ سپاہیوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دوڑتے ہوئے دیکھا چونکہ وہ افسر تھا' اس نے اپنے ساتھ دوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا اس لیے وہ اپنی جگہ ڈیوٹی پر کھڑے رہے۔ وہ انچارج بیرونی بڑے دروازے سے کچھ فاصلہ پر رک گیا۔ وہ دروازہ اتنا مضبوط اور بھاری تھا کہ اسے کئی سپاہی زور لگا کر کھولتے تھے۔

وہاں ایک دوسرے افسر اور سپاہیوں کی ڈیوٹی تھی' وہ انچارج کے حکم سے دروازہ نہ کھولتے۔ اس نے اپنی جیبوں سے پہلے دو گرینیڈ نکالے پھر کہا "فرہاد علی تیمور کے صاحبزادے تشریف لا رہے ہیں اس لیے دروازے کو کھلنا چاہیے۔"

اس نے دونوں گرینیڈوں کی پن دانتوں سے نکالی۔ افسر اور سپاہیوں نے چیخ کر کہا "یہ کیا کر رہے ہو؟"

مگر وہ تو کر چکا تھا۔ اس نے دونوں بم دروازے کے پاس پھینکے۔ تمام ڈیوٹی دینے والے وہاں سے بھاگنے لگے۔ دوسرے دو گرینیڈ نکالنے تک دروازے پر زوردار دھماکا ہوا۔ بھاگنے والے افسر نے لڑ کر انچارج کو گولی ماری۔ گولی لگنے سے پہلے ہی باقی دو گرینیڈ بھی دروازے سے لگ کر پھٹ پڑے تھے۔ اس مضبوط اور بھاری بھرکم دروازے کے چیتھڑے اڑ گئے تھے۔ قلعے کے اندر جانے کا راستہ بن گیا تھا۔

اس کے دو منٹ بعد ہی اسلحہ خانہ میں پہلا زبردست دھماکا ہوا۔ ایسا لگا جیسے زلزلہ آگیا ہے۔ قلعے کی مضبوط دیواریں لرزنے لگیں۔ پھر یکے بعد دیگرے قیامت کے دھماکے ہونے لگے۔ بھاگنے اور مرنے والوں کی چیخیں دور تک جا رہی تھیں۔ اتنے بڑے اسلحہ خانے میں بھرا ہوا بارودی سامان رہ رہ کر دھماکے کر رہا تھا' یوں لگ رہا تھا جیسے آسمان پھٹ پڑا ہے۔ مضبوط دیواروں کے پتھر روئی کے گالوں کی طرح فضا میں اڑتے اور بکھرتے جا رہے تھے۔

ایڈی پادیل اور دوسرے غیر ملکی ایجنٹ اس جگہ سے تقریباً ایک ہزار گز کے فاصلے پر تھے اس لیے محفوظ تھے۔ وہاں کی چار دیواری سے نکل کر بھاگتے ہوئے دور باغیچے کی گھاس پر اوندھے منہ لیٹ گئے تھے۔ سلمان نے میرے لہجے میں کہا "ہیلو ایڈی پادیل! یہ قیامت کے دھماکے پورے بلخ شہر میں گونج رہے ہیں۔ تم ان دھماکوں کو فرہاد کے قدموں کی چاپ سمجھ سکتے ہو۔"

اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ آگ کے دبیز شعلے آسمان کو جیسے چھو رہے تھے' ان کی روشنی میں رات دن ہو گئی تھی۔ بہت دور مسلح سپاہی اور افسران دوڑتے بھاگتے نظر آ رہے تھے۔ وہ گڑگڑا کر بولا۔ "فرہاد صاحب! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ یہ جنگی اصولوں کے خلاف ہے۔ جنگ شروع کرنے سے پہلے مذاکرات ہوتے ہیں۔ امن و امان قائم رکھنے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کوششوں میں ناکام ہونے کے بعد جنگ شروع ہوتی ہے۔"

سلمان نے کہا "اگر یہ جنگ ہوتی تو میں اصولوں کا پابند رہتا۔ جنگ تو دو ملکوں اور دو فوجوں کے درمیان ہوتی ہے' میرا کوئی ملک نہیں ہے میری کوئی فوج نہیں ہے اور تمہارا بھی یہ ملک نہیں ہے۔ تمہیں افغانستان کی زمین پر فوج رکھ کر لڑنے اور سیاسی سازشیں کرنے کا حق کس نے دیا ہے؟"

وہ بولا "یہاں کے مسلمانوں نے ہمیں مدد کے لیے پکارا تھا اس لیے ہم آئے ہیں۔"

"مسلمان مدد کے لیے صرف خدا کو پکارتا ہے۔ تمہیں جن نام نہاد مسلمانوں نے پکارا وہ بین الاقوامی دلال ہیں۔ تم نے [illegible] سے روس کے خلاف یہاں کے مجاہدین کی مدد اس لیے نہیں کی کہ تمہیں مسلمانوں سے محبت ہے۔ تم اپنے مقابلے کی سپر پاور روس کو کچلنا چاہتے تھے۔ تمہیں افغان مجاہدین کا احسان ماننا چاہیے کہ انہوں نے اپنی زمین پر تمہاری جنگ لڑی اور تمہارے دشمن روس کو شکستِ فاش دی۔"

"تمہاری ہر بات سر آنکھوں پر مگر یہ دھماکے بند کرو۔ پھر پرامن فضا میں گفتگو کرو۔"

"ابھی سر پر جوتے پڑ رہے ہیں اس لیے میری باتیں سر آنکھوں پر لے رہے ہو۔ اگر تم افغان قوم کے اچھے اور سچے دوست ہو تو فوراً یہاں سے چلے جاؤ اور افغانوں کو اپنے طور پر یہاں اسلامی حکومت قائم کرنے دو۔ لیکن اسلامی حکومت تو تمہاری پالیسیوں کے خلاف ہے۔ اس لیے تم یہاں مجاہدین کو آپس میں لڑا رہے ہو اور اپنے زر خرید مسلمانوں کے ذریعے یہاں اپنی پسند کی حکومت قائم کرنا چاہتے ہو۔"

زبردست دھماکے مسلسل ہو رہے تھے' قلعے کی مضبوط اور موٹی دیواریں گر رہی تھیں۔ اس کا وہ حصہ کھنڈر ہو چکا تھا جہاں اسلحہ خانہ تھا۔ دو افسر درجنوں سپاہیوں کے ساتھ دوڑتے آ رہے تھے۔ کیونکہ اب قلعے میں وہی جگہ محفوظ تھی جہاں غیر ملکیوں نے پناہ لے رکھی تھی۔ ان میں سے ایک افسر نے سیلوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "سر! مسٹر پارس کی گاڑی قلعے میں داخل ہو گئی ہے۔"

ایڈی پادیل نے گھاس پر سے اٹھتے ہوئے پوچھا "کیا اس گاڑی کو روکا گیا ہے؟"

"سر! ہمارے افسروں کے دماغ خراب ہو گئے ہیں۔ جن سپاہیوں نے اس گاڑی پر فائرنگ کی اس کے جواب میں افسروں نے اپنے ہی سپاہیوں پر گولیاں برسا کر انہیں ہلاک کردیا اس کے بعد خود ان افسروں نے ایک دوسرے پر گولیاں چلائیں۔ عقل یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ ہمارے لوگ خود ہی ایک دوسرے کو کیوں ہلاک کر رہے ہیں؟"

وہ بولا "نو نان سنس! فرہاد اور اس کی پوری ٹیم ٹیلی پیتھی جاننے والی فیملی ہمارے تمہارے دماغوں میں گھسی ہوئی ہے۔ پارس

کا راستہ نہ روکو اسے عزت اور احترام سے لے کر آؤ۔"

ایڈی پاویل کے ایک انگریز ساتھی نے کہا "مسٹر پاویل! فرہاد کو اس زیادتی سے روکنے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ اس کے بیٹے پارس کو گرفتار کر کے اسے یرغمال بنا کر رکھا جائے۔"

ایک افسر نے گن سیدھی کرتے ہوئے کہا "پارس کے خلاف کوئی منصوبہ بنانے والا دوسری سانس نہیں لے گا۔"

یہ کہتے ہی اس نے ایڈی پاویل کے انگریز ساتھی کو گولی مار دی۔ پاویل نے غصے سے اس افسر کو دیکھا پھر دوسرے افسر سے کہا۔ "اس سے گن چھین لو اور گرفتار کرلو' اس نے میرے دوست کو گولی مارنے کی احمقانہ جرات کی ہے۔"

دوسرے افسر نے ایڈی پاویل کو نشانے پر رکھ کر کہا "تمہارے ساتھی کو میرے ساتھی افسر نے نہیں فرہاد نے گولی ماری ہے۔ تمہارا بھی یہی انجام ہو سکتا ہے لیکن فرہاد تمہیں مذاکرات کے لیے زندہ رکھنا چاہتا ہے' جاؤ پارس کا استقبال کرو۔"

"ہم...... میں ابھی جا رہا ہوں۔ دیکھو گولی نہ چلانا۔ مجھے ادھر لے چلو۔ ہم سب مل کر ان کا استقبال کریں گے۔"

وہ سب اُدھر جانے لگے۔ توبہ اور پارس گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے' توبہ کے ہاتھوں میں کلاشنکوف تھی لیکن اس سے ایک گولی بھی چلانے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد وہ دیکھ رہی تھی کہ جہاں سے گاڑی گزرتی تھی اور سپاہی گولیاں چلاتے آتے تھے' وہاں وہ خود ایک دوسرے کو ہلاک کرنے لگتے تھے۔

گاڑی ڈرائیو کرنے والا مجاہد بھی شدید حیرانی سے کہہ رہا تھا۔ "یہ تو معجزہ لگتا ہے' ہم مجاہدین کبھی اس قلعے کے سامنے سے گزر نہیں سکتے تھے اور آج ایسے داخل ہو رہے ہیں جیسے اپنے گھر میں آئے ہوں۔ برادر حماد! گاڑی کدھر لے جاؤں؟"

"اس قلعے کے ہر حصہ سے گزرتے رہو۔ ذرا دیکھو تو سہی' کتنا راکھ ہو چکا ہے اور کیا بچا رہ گیا ہے؟"

ایک جگہ چند انگریز اور مقامی سپاہی اور افسر امن اور صلح کا جھنڈا لہراتے آ رہے تھے۔ سلمان نے کہا "پارس! یہ ایڈی پاویل اور غیر ملکی ایجنٹ ہیں' صلح کے لیے آ رہے ہیں۔ ان کے غبارے سے سپر پاور کی ہوا نکل گئی ہے۔ یہ تمہیں نقصان نہیں پہنچائیں گے۔"

پارس نے گاڑی روکنے کے لیے کہا۔ گاڑی رک گئی۔ ایڈی پاویل نے آگے بڑھتے ہوئے کہا "مسٹر پارس! ہم سب آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پلیز اپنے پاپا سے کہو' یہ تباہی روک دیں' ہمیں یہاں سے بحفاظت جانے دیں۔"

پارس نے گاڑی سے باہر آ کر کہا "ہم اتنے احسان فراموش بھی نہیں ہیں کہ افغانستان پر تمہارے احسانات کو بھول کر تمہیں یہاں سے بھگا دیں۔ تمہارے سپر ماسٹر نے یہاں کی چودہ سالہ جنگ میں افغان مجاہدین کو بے انتہا دولت اور اسلحہ دیا۔ ایسی امداد کے بغیر روس کی پسپائی مشکل ہوتی' مجاہدین نے امریکا کی برتری اور اپنے ملک کی آزادی کے لیے جنگ لڑی ہے۔"

ایڈی پاویل نے کہا "آپ درست فرماتے ہیں لیکن......"

"لیکن یہ کہ آپ کے امریکا کو برتری حاصل ہو چکی ہے' جس طرح آپ نے دولت اور اسلحے سے مدد کی تھی اسی طرح ایک آزاد اسلامی حکومت قائم کرنے میں ان سے تعاون کریں۔ سپر ماسٹر کی پالیسی نے مجاہدین کو ایک دوسرے کے خلاف مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ تم لوگ سپر ماسٹر کے ایجنٹ بن کر اسی شرط پر یہاں رہ سکتے ہو کہ مجاہدین کے اختلافات ختم کرنے کی کوشش کرو۔ میں بھی مجاہدین کو سمجھاتا آ رہا ہوں' خدا کے لیے عقل کے ناخن لیں اور یہ دیکھیں کہ دنیا کے تمام اسلامی ممالک کو کس طرح آپس میں لڑایا جا رہا ہے۔ ان کی احمقانہ عداوتوں سے اسرائیل اور مغربی ممالک کو کس قدر سیاسی قوتیں حاصل ہو رہی ہیں۔"

"مسٹر پارس! اس سے بڑی بات اور کیا ہو گی کہ مجاہدین آپس کے اختلافات کے زہر کو سمجھ لیں۔ جناب! جس ملک کے عوام صحیح سیاستدانوں کے ذریعے حکومت قائم کرتے ہیں وہ حکومت کبھی کسی بڑے ملک کے دباؤ میں نہیں آتی۔ کوئی سپر پاور ان کے ملک میں آ کر ان کی حکومت کو بدلنے کی جرات نہیں کرتا۔"

سپر ماسٹر کے ایک اور ایجنٹ نے کہا "ہم تمام مجاہدین کے گروہوں کے لیڈروں کو دعوت دیں گے کہ وہ یہاں آتے رہیں اور ہمارے سامنے بیٹھ کر اپنے اختلافات دور کریں۔"

پارس نے کہا "کوشش کرتے رہنے سے اختلافات رفتہ رفتہ ختم ہو جائیں گے۔ آپ بھی کسی ایک یا دو گروہوں کی زیادہ حمایت نہ کریں' ہم نے اسلحہ خانہ اسی لیے تباہ کیا ہے کہ یہاں سے آپ کے چہیتے گروہ کو اسلحہ پہنچایا جاتا تھا اگر آئندہ بھی ایسا ہوا تو تم جیسے اسلحہ سپلائی کرنے اور سیاسی چالیں چلنے والے ایجنٹ اس ملک میں زندگی کی ایک سانس نہیں لے سکیں گے۔"

توبہ یہ باتیں سن رہی تھی۔ پارس گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا پھر مجاہد ڈرائیور سے بولا "واپس چلو۔"

گاڑی گھوم کر واپس جانے لگی۔ توبہ نے کہا "تم یہاں کے مختلف گروہوں کو نہیں جانتے ہو' تمام گروہوں کے لیڈر کبھی ایک دوسرے سے سمجھوتا نہیں کریں گے اور یہ امریکی ہیرک کارل اور کستمند جیسے مفاد پرست لوگوں کو کابل حکومت میں لے آئیں گے۔"

پارس نے کہا "توبہ! تم نے ایک بار پہلے بھی ہیرک کارل اور کستمند کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی تھی۔ میں اور پاپا اس لیے خاموش رہے کہ یہ تمہاری ذاتی رائے ہے' ہر شخص اور ہر گروہ کا اپنا ایک نظریہ ہوتا ہے اگر کسی دن ہیرک کارل اور کستمند یہاں ایک مضبوط اور پُرامن حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے تو تمہیں اپنے مخالفانہ نظریے پر شرمندگی ہو گی۔"

ہمیں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں

"یہاں کا ہر گروہ ایک دوسرے کے خلاف ایسا ہی دعویٰ کرتا پشتون مجاہدین یہاں اپنی حکومت چاہتے ہیں۔ ایران کی ے جنگ کرنے والے مجاہدین یہاں اپنا غلبہ چاہتے ہیں۔ لیشیا اپنے مفادات کے لیے جنگ کر رہی ہے۔ امریکا کی ، حاصل کرنے والے مجاہدین اپنا اقتدار چاہتے ہیں' یوں ے ملک کے ٹکڑے ہوتے دکھائی دے رہے ہیں۔"

وہ بولی "پارس! ہم افغانی ہیں' ایک بار کسی کو دشمن سمجھ لیتے رتے دم تک اسے دشمن ہی سمجھتے رہتے ہیں۔"

"اور میں سمجھتا ہوں' تم سب اپنے دشمن آپ ہو۔ اپنے ے لڑ رہے ہو۔ اپنے مذہب سے لڑ رہے ہو۔ یہ غلط ہے کہ غیر اں آ کر دشمنی کرتے ہیں۔ باہر کے دشمن تو ایک قومی اتحاد اگ جاتے ہیں مگر اپنے اندر کے دشمن کو مارنا یا بھگانا بہت ہوتا ہے۔"

س نے دوسری طرف منہ پھیر لیا وہ پارس کی باتیں نہیں سمجھ ی یا سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔ پارس نے بھی خاموشی اختیار حزبِ مومن کے مجاہدین کو یہ خبر مل چکی تھی کہ توبہ اور حماد ے کو تباہ کر دیا ہے وہ انہیں واپس آتا دیکھ کر خوشی میں ہوائی کرنے اور اچھل اچھل کر رقص کرنے لگے۔ پارس کو اپنے ں پر اٹھا کر ناچنے لگے۔ وہ تھوڑی دیر تک مسرتوں کا اظہار رہے پھر کمانڈر کے حکم سے خاموش ہو گئے۔

یڈر نے پوچھا "مسٹر حماد! ہماری سمجھ میں آگیا ہے کہ اتنی بڑی یا ٹیلی پیتھی کے ذریعے نصیب ہوئی ہے۔ اب قلعے کی کیا ن ہے؟"

وہ بولا "اسلحہ خانہ مکمل طور پر تباہ ہو گیا ہے۔ وہاں ایک بھی اور گولہ بارود نہیں رہا۔ آدھا قلعہ کھنڈر بن چکا ہے وہاں ی فوجیوں اور غیر ملکی ایجنٹوں نے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔"

کمانڈر نے خوش ہو کر کہا "مرحبا حماد' مرحبا! اب تو اس قلعے پر قبضہ ہو گا۔"

توبہ نے کہا "مسٹر حماد! ہمیں یہ خوشی نہیں دیں گے۔ کیونکہ صاحب نے وہ قلعہ پھر غیر ملکی ایجنٹوں کے حوالے کر دیا ہے۔"

لیڈر نے حیرانی سے پوچھا "کیا یہ سچ ہے؟"

پارس نے کہا "سچ ہے۔ جس امریکا نے چودہ برس تک آپ کو اور ڈالرز دیے اس کے ایجنٹوں سے ایک قلعہ چھین کر میں احسان فراموشی کا الزام نہیں لگانا چاہتا تھا۔ آپ وہ قلعہ لے کر کے کابل میں اپنی حکومت نہیں بنا سکتے تھے۔"

لیڈر نے کہا "ہم اپنی حکومت بنا سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ آپ جانتے۔ اگر ہم اس قلعے پر قبضہ جما لیں تو ہمارا دبدبہ بڑھ جائے گا۔"

پارس نے پوچھا "یعنی آپ لوگ صرف دبدبہ چاہتے ہیں۔ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے والی جنگ جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ ایک متحدہ قومی حکومت بنانے کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہتے؟"

"ایسا ہم چاہتے ہیں لیکن ہماری اپنی حکمتِ عملی سے حکومت قائم ہو گی۔ آپ ہمارے مہمان ہیں' دوست ہیں۔ دوستی کا ثبوت دیں اور وہ قلعہ خالی کرا دیں۔ ہم صبح ہوتے ہی وہاں حزبِ مومن کا پرچم لہرائیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے' میں وہ قلعہ ان کے حوالے کر آیا ہوں۔ دی ہوئی چیز واپس نہیں لوں گا۔"

کمانڈر نے پوچھا "آپ انکار کر رہے ہیں؟ یعنی ان کی حمایت کر رہے ہیں' کیا آپ بھی امریکی ایجنٹ ہیں؟"

"ہرگز نہیں' یہ دنیا جانتی ہے کہ فرہاد علی تیمور اور اس کا پورا خاندان امریکا کا دوست کبھی نہیں رہا۔ لیکن ہم انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے دشمنوں کے معاملے میں بھی لچک پیدا کرتے ہیں۔"

ایک بزرگ نے پوچھا "ٹیلی پیتھی جاننے والے فرہاد سے تمہارا کیا تعلق ہے؟"

"میں فرہاد علی تیمور کا بیٹا ہوں۔ آپ حضرات اپنی عقل سے سمجھتے ہیں۔ میں اپنی عقل سے سمجھاتا ہوں آپ نے مسلسل جہاد کیا اور روس سے اپنے ملک کو چھین لیا لیکن آج تک یہ چھوٹا سا قلعہ کیوں نہیں چھین سکے؟"

کمانڈر نے ناگواری سے پوچھا "کیا تم آج کی کامیابی پر مغرور ہو کر ہمیں طعنے دے رہے ہو؟"

"میں کہہ چکا ہوں کہ سمجھا رہا ہوں۔ سمجھو کہ چودہ سالہ جنگ کے دوران تم سب متحد ہو کر روس سے لڑتے تھے' اس سپر پاور کو بھگانے کے بعد یہاں اقتدار حاصل کرنے کے لیے تمہارا اتحاد ٹوٹ گیا۔ تم سب گروہوں میں جیسے پہلے بٹے ہوئے تھے اب پھر بٹ گئے ہو۔ اگر تم کسی غیر ملکی کے قلعے پر حملہ کرتے ہو تو تمہارے ہی وطن کا دوسرا گروہ ان غیر ملکیوں کے لیے ڈھال بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں تم ایک چھوٹا سا قلعہ فتح نہیں کر سکتے۔ اسے طعنہ نہ سمجھو۔ میرے خلوص اور دوستی پر شبہ نہ کرو۔"

توبہ نے کہا "بے شک یہ دانشمندی کی باتیں ہوں گی۔ ہم سب اس پر غور کریں گے لیکن میری ایک عرض ہے کہ تم افغانی مزاج کو نہیں سمجھتے ہو۔ اس لیے مجاہدین کو ان کی حکمتِ عملی کے مطابق چلنے دو۔ میری دوسری عرض یہ ہے کہ تمہارے پاپا پلک جھپکتے ہی وہ قلعہ خالی کرا سکتے ہیں' تم ہمارے ان مجاہدین کو صبح سے پہلے وہاں پرچم لہرانے دو۔"

"توبہ! تم میرا جواب سن چکی ہو۔ پھر بھی ضد کر رہی ہو؟"

وہ بولی "تم ہماری جیت کو ہار میں بدل رہے ہو اور مجھے ضدی کہہ رہے ہو۔ غیر ملکیوں کو ذلت آمیز شکست دینا... ہمیشہ سے میری

خواہش رہی ہے۔ یہ بات ابھی کابل تک پہنچ گئی ہوگی کہ توبہ خانم کسی حماد کے ساتھ حزبِ مومن میں ہے اور اسی توبہ نے قلعہ ساسان کی اینٹ سے اینٹ بجادی ہے۔ یہاں کے مجاہدین اور دیگر افغانی باشندے ٹیلی پیتھی کے متعلق کچھ نہیں جانتے ہیں وہ تو صرف سطحی خبر سنیں گے کہ توبہ اور حزبِ مومن کے مجاہدین آدھا قلعہ تباہ کرنے کے باوجود اس پر قبضہ نہیں کرسکے۔"

ایک نے کہا "بے شک یہ ہم تمام مجاہدین کی توہین ہے۔"

دوسرے نے کہا "جب تمہیں تنہا قلعے کو تباہ کرنا تھا اور تنہا اپنے فیصلے کے مطابق پھر وہ قلعہ انہیں واپس کرنا تھا تو بلخ آکر ہماری جماعت میں پناہ نہیں لینا چاہیے تھا۔"

تیسرے نے کہا "ابھی صرف دو گھنٹے کے اندر پورے بلخ شہر کی زبان پر ہماری کامیابی کے چرچے ہیں۔ دوسرے گروہ کے لوگ سہمے ہوئے ہیں کہ پتا نہیں ہمیں قلعہ تباہ کرنے والی طاقت کہاں سے مل گئی ہے لیکن صبح قلعے پر ہمارا پرچم نہیں ہوگا تو ہمارے سر ندامت سے جھک جائیں گے۔"

پارس ایک ایک کی باتیں سن رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ ان لوگوں نے قلعہ کی فتح کو انا کا مسئلہ بنالیا ہے۔ آخر میں وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ پھر اس مکان کی طرف جانے لگا جو اس کے اور توبہ کے لیے مخصوص کیا گیا تھا۔ وہ مکان کے دروازے کے پاس پہنچ کر رک گیا پھر پلٹ کر سب پر سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا "اگر قلعے پر آپ کا پرچم لہرانے سے آپ کی انا کو تسکین مل سکتی ہے تو صبح ایک شرط پر وہاں پرچم لہرائے گا۔"

کمانڈر نے اٹھ کر پوچھا "بولو کیا شرط ہے؟"

پارس نے کہا "آج سے وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی علامت بن جائے گا۔ وہاں کل صبح تمام گروہوں کے پرچم لہرائیں گے اور وہاں تمام گروہ کے اکابرین آکر ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے اور آپس کی رنجشیں دور کرلیں گے۔ حزب مومن کو یہ اعزاز حاصل ہوگا کہ اس نے تمام گروہوں کو متحد کرکے ایک پلیٹ فارم پر پہنچایا ہے۔"

وہ ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ پارس نے کہا "آپ حضرات اچھی طرح غور کرلیں' میں جواب کا انتظار کروں گا۔"

وہ دروازہ کھول کر مکان کے اندر چلا گیا۔ کمانڈر نے کہا "توبہ خانم! یہ تو کوئی بات نہ ہوئی' تم نے ہمارے لیے اتنے بڑے قلعے کو فتح کیا۔ لیکن وہاں ہمارے پرچم کے ساتھ ان کے بھی پرچم لہرائیں گے جو کبھی قلعہ فتح کرنے کے قابل نہیں رہے' کیا کتے کبھی شیر کے شانہ بشانہ دکھائی دیتے ہیں۔"

وہ بولی "آپ ذرا تحمل سے کام لیں' میں جاکر سمجھاتی ہوں' مجھے یقین ہے کہ میں اسے منالوں گی۔"

وہ بھی مکان کی طرف جانے لگی۔ مجاہدین میں سے ایک جوان نے دوسرے جوان کے قریب سرگوشی میں کہا "عورت کے آ... بڑے بڑے سورما ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور یہ توبہ تو قیامت ہے... کمرے میں اس کی توبہ توڑ دے گی۔"

توبہ نے کمرے میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ پارس بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ وہ بولی "تم اتنے ضدی کیوں ہو؟"

"سچائی' انسانیت اور امن و سلامتی کے لیے ضد کر... ہوں۔"

"لیکن یہ اصول ہر جگہ قابلِ عمل نہیں ہوتے۔ مجاہدین ... گروہوں میں ناخواندہ افراد کثرت سے ہیں' وہ تمہارا اتحاد والا فل... نہیں سمجھیں گے۔"

وہ بستر پر آکر پارس پر جھکنا چاہتی تھی۔ اسے اپنی اداؤں ... اور اپنے بدن کی قربت سے پگھلانا چاہتی تھی لیکن بستر کے قریب جا سکی۔ لیلیٰ اس کے اندر موجود تھی اور چاہتی تھی کہ وہ جوانی ... حرارت سے پارس کو مائل نہ کرسکے' اپنی بات عقلی دلائل ... سمجھائے یا پھر پارس کی دانشمندی کو تسلیم کرلے۔

وہ بولی "تم تمام گروہوں کے اکابرین کو اس قلعے میں مل بیٹھنے ... موقع دینا چاہتے ہو لیکن یہ جب بھی ملیں گے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں گے۔ یہ سب اپنے آپ کو زبردست کہتے ہیں۔ کوئی کسی سے کسی بھی معاملے میں کم تر ہونا نہیں چاہے گا۔"

پارس نے کہا "ایسی بات ہے تو پھر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اور یہاں سے چلو۔ نادانوں کے درمیان رہنا سراسر نادانی ہے۔"

"دیکھو میری قوم کے لوگوں کو نادان نہ کہو۔ یہ شیر دل مجاہد ہیں' چلو سوری بولو۔"

"سوری' تم بھی یہ سمجھ لو کہ دنیا کی ہر قوم میں صرف گھوڑے نہیں ہوتے گدھے بھی ہوتے ہیں۔ میں نے تمہاری پوری قوم کو نہیں' صرف گدھوں کو گدھا کہا ہے۔ بائی دی وے تم ادھر ادھر کیوں ٹہل رہی ہو؟"

"میں ٹہل نہیں رہی ہوں۔ تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں مگر آتے آتے رہ جاتی ہوں۔"

"محبت سے آنا چاہو گی تو ضرور چلی آؤ گی' مجھے گمراہ کرنا چاہو گی تو ناکام رہو گی۔"

"کیا بیوی شوہر کے پاس آکر اسے گمراہ کرتی ہے؟"

"بعض بیویاں اپنی ناجائز باتیں منوانے کے لیے تنہائی میں جذبات کی آندھی بن جاتی ہیں۔"

"آندھی تب بنتی ہیں جب قریب آتی ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے قریب آتے آتے کیوں رہ جاتی ہوں۔ میں نے تمہاری آغوش میں آنا چاہا مگر سوچ کر ہی رہ گئی' اپنے کسی ارادے پر عمل نہیں کرسکی کیا... یہ... یہ..."

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "کیا مجھے ٹیلی پیتھی کے ذریعے ...رے پاس آنے سے روکا جارہا ہے؟"

پارس نے مسکرا کر ہاں کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ غصے سے بولی۔ ...بہت ہی شرم اور بے غیرتی ہے۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ...رے پاپا اپنے بیٹے اور بہو کی تنہائی میں آئیں گے۔"

"میرا باپ بہت غیرت مند ہے۔ بے سوچے سمجھے نہ بولا کرو۔ ...وقت تمہارے دماغ میں تمہاری ساس یعنی میری امی ہیں۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا واقعی تمہارا پورا خاندان ٹیلی پیتھی جانتا ...؟"

"ہمارے خاندان کے کئی افراد جانتے ہیں۔"

"یہ علم تم نے بھی سیکھا ہے؟"

"بالغ ہونے کے بعد سیکھ لوں گا۔ تم موضوع سے ہٹ رہی ..."

"اوہ میں چند لمحوں کے لیے بھول گئی تھی۔ تمہاری امی میرے ...رہیں' اگرچہ وہ خاتون ہیں پھر بھی ہماری تنہائی میں کسی تیسرے کی ...دگی خلافِ تہذیب ہے۔"

لیلیٰ نے کہا "بہو! اگر تم میرے بیٹے کے قریب ہوتیں تو میری ...دگی خلافِ تہذیب ہوتی' میں نے اسی لیے تمہیں بیٹے سے دور ...ا ہے کہ مجھ پر بے غیرتی کا الزام نہ آئے۔"

"پلیز آپ چلی جائیں۔"

"پہلے قلعے کے متعلق میرے بیٹے کے دانشمندانہ فیصلے کو ...رین کے سامنے تسلیم کرلو۔ پھر میں چلی جاؤں گی۔"

وہ جھنجلا کر بولی "یہ کیسی بے تکی باتیں ہیں؟ پارس' میں نے ...ا لیے تم سے شادی نہیں کی ہے کہ تمہارے ماں باپ میرے ...غ میں آتے رہیں اور مجھ سے اپنی بے تکی باتیں منواتے ...یں۔"

"توبہ! غصہ تھوک دو۔ میری امی محض اس لیے موجود ہیں کہ ...اں میرے لیے خطرات و خدشات پیدا ہورہے ہیں۔ تمہاری اور ...برین کی انا اور خودداری کا بھرم نہیں رکھوں گا تو یہاں کوئی بھی ...را میرے خلاف جان لیوا قدم اٹھالے گا۔"

"یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ تم میرے مجازی خدا ہو' ...تم پر آنچ نہیں آنے دوں گی۔"

"مجازی خدا مانتی ہو تو میری بات مان لو۔ میرا اٹل فیصلہ انہیں ...سنا دو۔ وہ قلعہ افغان قوم کے اتحاد کی پہلی منزل بنے گا۔ اگر ...ہدین کو یہ منظور نہ ہو تو ہم ابھی یہ جگہ چھوڑ دیں گے۔"

"تم یہ جگہ چھوڑ دو گے لیکن میں کہاں جاؤں گی۔ اپنے ملک ...کے جس حصے میں جاؤں گی قلعے کی نامراد کامیابی کا مضحکہ خیز چرچا ...ساتھ جائے گا۔ یہ مجاہدین میرے خلاف ہوجائیں گے۔ تم تو ...ان بھی چلے جاؤ گے... مجھے تو انہی اپنے لوگوں میں رہنا ہے۔"

"میں ایک نیک مشورہ دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے لیے یہ ملک چھوڑ دو' میرے ساتھ ازبکستان چلو۔ جب یہاں امن و امان ہوجائے گا اور تمہاری قومی امنگوں کے مطابق جمہوری حکومت قائم ہوجائے گی تو واپس چلی آنا۔"

"میں تمہیں بار بار کہہ چکی ہوں کہ اپنا ملک چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔"

"کچھ عرصہ کے لیے جاؤ گی تو یہاں سے تمہارا رشتہ نہیں ٹوٹے گا' تمہیں یہاں دوبارہ داخل ہونے سے کوئی نہیں روکے گا۔"

"میں شادی سے پہلے اپنا فیصلہ تمہیں سنا چکی تھی' اب تم اس سلسلے میں بحث نہ کرو۔"

"تو پھر میرا بھی فیصلہ سن لو۔ میں یہاں لوگوں کی مخالفتیں مول لے کر نہیں رہوں گا' صبح تک یہ ملک چھوڑ دوں گا۔"

لیلیٰ نے کہا "توبہ! اپنے شوہر سے ضد بحث نہ کرو۔ وہ تمہاری بہتری چاہتا ہے۔"

توبہ نے غصے سے چیخ کر کہا "تم ابھی تک میرے اندر موجود ہو؟ یہ کیسی زبردستی ہے؟ کیا مجھے میرے شوہر کے ساتھ تنہا رہنے نہیں دو گی؟ چلی جاؤ' میں کہتی ہوں چلی جاؤ یہاں سے۔"

"توبہ! میں کہہ چکی ہوں جب تک میرے بیٹے کا فیصلہ تسلیم نہیں کیا جائے گا جب تک مجھے یقین نہیں ہوگا کہ یہ پوری طرح محفوظ ہے تب تک میں اپنے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے ساتھیوں کے ساتھ موجود رہوں گی۔"

"کیا یہاں اور بھی خیال خوانی کرنے والے ہیں؟"

"ہاں' وہ سب لیڈر اور کمانڈر وغیرہ کے اندر موجود ہیں اور ان میں سے کسی کو میرے بیٹے کے خلاف کوئی چال چلنے نہیں دیں گے۔"

وہ بولی "پارس! اپنی امی سے کہو باہر کسی کے دماغ میں رہیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں۔"

وہ بستر سے اٹھ کر بولا۔ "اب ہم تنہا نہیں رہیں گے۔ باہر چلو۔ میں یہاں سے جارہا ہوں' تمہارے دل میں میرے لیے جگہ ہے تو میرے ساتھ چلو۔ ورنہ اپنے غلط فیصلوں پر پچھتانے کے لیے یہاں رہ جاؤ۔"

وہ دروازہ کھولتا ہوا باہر آگیا۔ وہاں دور تک مجاہدین اور ان کے لیڈر اور کمانڈر وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دوسرے سے مقامی زبان میں زور زور سے بول رہے تھے۔ پارس کو دیکھتے ہی چپ ہوگئے۔ وہ ان کے درمیان آکر کھڑا ہوگیا۔ توبہ بھی مکان سے نکل کر اس کے پاس آگئی۔ پارس نے لیڈر سے کہا۔ "میں نے ایک معقول فیصلہ سنا دیا تھا۔ امید ہے کہ آپ حضرات نے اس پر غور فرمایا ہوگا۔"

ان سب نے توبہ کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ وہ بولی۔ "مجھے افسوس ہے' میں اپنے خاوند کا فیصلہ نہ بدل سکی۔ یہ اس قلعے کو امن و امان کی آماجگاہ بنانا چاہتے ہیں اس لیے تمام گروہوں کے

پرچم اس قلعے پر لہرائیں گے۔"
کمانڈر نے کہا۔ "ہم غیر ملکی دلالوں کے پرچموں کے ساتھ اپنے پرچم کو ناپاک نہیں کریں گے۔ مسٹر پارس! تم ہمارے پرچم کی بے حرمتی کرنا چاہتے ہو۔"
لیڈر نے کہا۔ "یہ بات صاف طور سے سمجھ میں آ رہی ہے کہ تم ہمیں قلعے کے اندر کم ظرف دشمنوں سے گلے ملا کر ہمارا گلا کاٹنے چاہتے ہو۔ تم درپردہ امریکی دلال ہو۔"
یہ کہتے ہی اس کی زبان دانتوں کے درمیان آ گئی۔ وہ تلملانے اور چیخنے لگا۔ کچھ لوگ اسے سنبھال رہے تھے اور اس کی تکلیف کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ پارس نے کہا۔ "مجھ سے پوچھو۔ تمہارے لیڈر نے مجھے امریکی دلال کہا۔ یہ بات غلط ہے اس لیے یہ اذیت میں مبتلا ہو گیا ہے۔ آپ حضرات سے میری التجا ہے کہ جوش اور غصے میں میرے خلاف کوئی بات نہ کریں اور نہ ہی میری مخالفت میں کوئی قدم اٹھائیں۔"
توبہ نے کہا۔ "آپ حضرات نے دیکھا ہے کہ میرے خاوند نے چند منٹوں میں لاکھوں ڈالرز کا اسلحہ تباہ کرا دیا۔ آدھے قلعے کو کھنڈر بنا دیا۔ آپ سب میرے اپنے ہیں۔ میں بھی التجا کرتی ہوں کہ آپ نہایت سنجیدگی اور ٹھنڈے دماغ سے کسی نتیجے پر پہنچیں۔"
کمانڈر نے کہا۔ "جیتی ہوئی بازی ہمارے سامنے ہے۔ ہم ابھی قلعے میں جا سکتے ہیں مگر تمہارا خاوند ہمیں غصہ دلا رہا ہے۔"
"غصہ کرتے وقت سوچ لو کہ تم سب کے سروں پر ٹیلی پیتھی کا عذاب نازل ہو چکا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے ہتھیار سے وہ قلعہ محفوظ نہیں رہا تو تم سب کیسے محفوظ رہو گے۔ چند منٹوں میں یہاں کا ایک ایک جوان مارا جائے گا۔ اس لیے غصے اور دشمنی کی بات نہ کرو۔ بے موت مرنے کا راستہ اختیار نہ کرو۔"
کمانڈر نے پارس کو نشانے پر رکھتے ہوئے کہا "اگر میں اسے گولی ماردوں تو کیا ٹیلی پیتھی اسے بچائے گی؟"
اس کا گن والا ہاتھ آپ ہی آپ گھومنے لگا۔ گن اس کی کنپٹی سے جا کر لگ گئی۔ سلمان نے سوچ کے ذریعے کہا۔ "ٹیلی پیتھی اس طرح پارس کو بچائے گی۔ دیکھو تمہاری اپنی گن تمہاری اپنی کنپٹی سے لگ گئی ہے۔ تم لاکھ کوششیں کرو اسے یہاں سے نہیں ہٹا سکو گے۔"
وہ ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر چیخ کر بولا۔ "ٹیلی پیتھی میری گن سے میرا نشانہ لے رہی ہے۔ مجھے بچاؤ۔"
آس پاس کھڑے ہوئے جوان اس گن کو اس کی کنپٹی سے ہٹانے کے لیے آئے۔ سلمان نے کمانڈر کے ذریعے ایک ہوائی فائر کیا۔ وہ جوان دور چلے گئے۔ کمانڈر نے پھر گن کو اپنی کنپٹی پر رکھ کر کہا۔ "مجھے بچانے کا ایک ہی طریقہ ہے۔ پارس کو یہاں سے صحیح سلامت جانے دو۔"
اس چوئیشن پر سب لوگ ساکت و جامد رہ گئے۔ وہ اپنے کمانڈر کی حرام موت نہیں چاہتے تھے۔ لیڈر نے کہا۔ "حکم ہے۔ کوئی پارس کا راستہ نہ روکے۔ اسے جانے دو۔"
وہ سب ایک وسیع دائرے کی صورت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک طرف ہٹ کر پارس کے جانے کے لیے راستہ بنا دیا۔ پارس نے کہا۔ "یہ میری شریک حیات توبہ خانم میرے ساتھ نہیں جانا چاہتی ہے۔ میری عمر بھی ہے اس کی عمر میں پہلی بار ایسی عورت دیکھی ہے جسے شوہر سے زیادہ اپنی زمین سے محبت ہے۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں اور نہیں جانتا کہ تقدیر کبھی یہاں لائے گی یا نہیں؟ اس لیے آپ سب کے سامنے پوچھتا ہوں' یہ میری عدم موجودگی میں کیسے زندگی گزارے گی؟"
وہ بولی۔ "میں تنہا زندگی گزارتی آ رہی ہوں۔ یہ میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"
"میرے لیے ہے کیونکہ تم یہاں میری شریک حیات کہلاؤ گی۔ میں وعدہ کرتا ہوں۔ کابل حکومت اب تم پر کوئی الزام عائد نہیں کرے گی۔ میرے پاپا تمہارے بھائی حاتم شہریار' فریز رپاسکورا اور جیک چارلٹن کو قتل کرنے کا اعتراف کریں گے۔ کابل کی جو اور دیگر جائداد تمہارے حوالے کر دی جائے گی اور تمہیں قانونی طور پر دو سو مسلح گارڈز رکھنے کی بھی اجازت دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اور کیا چاہتی ہو؟"
توبہ کی آنکھیں ایسی ہو رہی تھیں جیسے رونے ہی والی ہو۔ بولی۔ "میں فولاد ہوں۔ میری آنکھوں میں کبھی آنسو نہیں آئے۔ اپنے مرد کو چھوڑنے کے وقت دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔ تم تو آؤ گے۔"
"یہ خدا جانتا ہے۔ میں نہیں جانتا مذہب کی رُو سے عورت ایک مخصوص مدت تک خاوند کا انتظار کرنا چاہیے تاکہ اس کے حالات اسے گمراہ نہیں کر دیں۔ لہٰذا ایک برس تک میری واپسی کی توقع رکھو۔ ٹھیک ایک برس بعد خود بخود طلاق ہو جائے گی۔ خدا حافظ۔"
وہ پلٹ کر تیزی سے جانے لگا۔ زندگی میں پہلی بار توبہ کی آنکھیں ایک ذرا سی بھیگ گئیں۔ وہ دھندلائی ہوئی آنکھوں سے ایک دن کے سہاگ کو رخصت ہوتے دیکھ رہی تھی۔

○——□——○

ثانی نے آنکھ کھول دی۔ وہ ایک عمدہ سی خواب گاہ میں ایک آرام دہ بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔ کوئی انجانی سی جگہ ہو تو وہاں آنکھ کھلتے ہی پہلا خیال یہی آتا ہے کہ وہ کون سی جگہ ہے؟
ایک ذرا دماغ پر زور ڈالتے ہی یاد آ گیا کہ وہ ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرہا کے بنگلے میں ہے۔ اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اس پٹی کو چھونے سے یاد آیا کہ وہ کارمن (علی) کے ساتھ بیت المقدس گئی تھی۔ وہاں کچھ شرپسند لوگوں نے ان پر پتھراؤ کیا تھا جس کے باعث وہ زخمی ہو گئی تھی۔
اس کے ذہن میں سوال پیدا ہوا' کارمن سے اس کی ملاقات کیسے ہوئی؟ وہ اسرائیل کیسے پہنچ گئی ہے؟
اس کی یادداشت نے جواب دیا۔ وہ سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا کی طرف سے یہاں آئی ہے۔ پہلے الپا کے بھیس میں تھی۔ اب ایک رئیس زادی لارا کے بھیس میں ہے۔ اس نے ٹرانسفارمر مشین سے گزر کر ٹیلی پیتھی کا علم حاصل کیا ہے۔ سپر ماسٹر نے اسے سپر مادام کا خطاب دیا ہے اور وہ ایک خاص مشن پر اسرائیل آئی ہوئی ہے۔
یہ سب کچھ یاد کرنے کے دوران وہ دور ماضی تک پہنچی تو ایک دم سے یادداشت روشن ہو گئی' وہ فوراً ہی بستر پر سے اٹھ کر بیٹھ گئی' بے اختیار زبان سے بولی۔ "میں سونیا ثانی ہوں۔"
وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس خواب گاہ کو دیکھنے اور سوچنے لگی۔ اب اسے ایک ایک بات یاد آ رہی تھی کہ لیلیٰ نے اس پر تنویمی عمل کر کے اسے سلوانہ بنایا تھا۔ پھر وہ مختلف چکروں میں پڑتی ہوئی جان لمبوڈا کے ہاتھ لگ گئی تھی۔ وہ اس کی صلاحیتوں سے بے حد متاثر تھا۔ اس نے کئی طرح سے اس کی وفاداریوں کو آزمایا پھر اسے ٹرانسفارمر مشین سے گزار کر ٹیلی پیتھی کا علم سکھا دیا۔
پھر یہ بھی یاد آیا کہ وہ تمام گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے اور ایک گولڈن برین کارمن (علی) کو قتل کرنے آئی ہے لیکن اس کارمن سے اتنی گہری دوستی ہو گئی ہے' جو محبت میں بدل چکی ہے۔
اب یہ محبت ایک گالی لگ رہی تھی کیونکہ وہ تو علی پر جان دیتی تھی اور ایک دن اس کی شریک حیات بننا تھا۔ اس نے بیزاری سے سوچا "یہ کم بخت کارمن کہاں سے محبت کرنے کے لیے آ مرا ہے؟ وہ بھی یہودی؟ میں تو اس کی کھوپڑی توڑ دوں گی۔"
یہ بات بھی مزاج کے خلاف تھی کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت المقدس آئی ہے اور اُس کے ساتھ اس بنگلے میں ہے۔ پھر یہ کہ وہ بھی ایک گولڈن برین واسکوڈی تھرہا کا ہے۔
وہ سوچنے لگی۔ اب اسے ڈبل گیم کھیلنا ہو گا۔ پہلے وہ سلوانہ یا سپر مادام بن کر سپر ماسٹر کے لیے گولڈن برینز کو ٹریپ کرنے آئی تھی۔ اب کہ حقیقتاً وہ سلوانہ نہیں سونیا ثانی ہے اور اب اسے صرف گولڈن برینز کو ہی ٹریپ کرنا نہیں ہے بلکہ سپر ماسٹر اور لمبوڈا کو بھی شکار کرنا ہے۔
صورتِ حال بدل چکی تھی اب اسے اپنے باپ فرہاد اور اپنے محبوب علی تیمور کے لیے نئے سرے سے کھیل شروع کرنا تھا اور کھیل شروع کرنے سے پہلے یہ سمجھنا تھا کہ وہ کارمن کے ساتھ بیت المقدس کیوں آئی ہے؟ یہاں آنے کا کوئی تو مقصد ہو گا؟
پھر اچانک یاد آیا کہ کارمن بھی اس کی طرح پچھلی زندگی کو بھولا ہوا تھا۔ وہ اصل میں کارمن ہیرالڈ نہیں تھا۔ کوئی اور تھا۔ ثانی کی سمجھ اسے بھی یاد نہیں آ رہا تھا کہ وہ کون ہے؟ کیا واقعی یہودی ہے؟
اور اسی مذہبی شناخت کے لیے وہ بیت المقدس آئی تھی۔ کیونکہ یہی ایک ایسی مشترکہ عبادت گاہ ہے جہاں یہودی عیسائی اور مسلمان اپنے اپنے خدا کو یاد کرنے آتے ہیں۔ وہ کارمن کے ساتھ خدا سے پوچھنے آئی تھی "اے ہمارے معبود! ہم تجھے کس مذہبی شناخت سے پکاریں؟"
اور ثانی کو اپنی دعا کا جواب مل گیا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ الحمدللہ وہ مسلمان ہے۔ وہ سوچ رہی تھی۔ مجھے یاد آ گیا ہے تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی کرم کیا ہو گا۔ اسے بھی یاد آ ہی گیا ہو گا کہ وہ....
وہ سوچتے سوچتے رک گئی۔ کمرے کا دروازہ کھل رہا تھا اور وہاں کارمن نظر آ رہا تھا۔ وہ خوش ہو کر بولنا چاہتی تھی کہ اسے پچھلی زندگی یاد آ گئی ہے۔ وہ مسلمان ہے اور اس کا نام ثانیہ سلمان عرف سونیا ثانی ہے۔
وہ بولتے بولتے رک گئی۔ اس کی حاضر دماغی نے کہا "پہلے یہ معلوم کرو کہ کارمن کی یادداشت واپس آئی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ یہودی رہے گا اور یہ معلوم ہونے پر کہ میں فرہاد علی تیمور کے خاندان سے تعلق رکھتی ہوں' میرا دشمن بن جائے گا۔"
وہ کمرے میں آ کر مسکراتے ہوئے بولا "ہیلو کیا پچھلی زندگی یاد آئی؟"
"کیا تمہیں یاد آئی؟"
"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟"
"پہلے تم بتاؤ۔ پھر میں بتاؤں گی۔"
"تم نہ بھی بتاؤ تو میں جانتا ہوں۔ تم میری جان سونیا ثانی ہو۔"
اس نے حیرانی سے دیکھا۔ وہ بولا "پہلے میں تمہیں اپنے دماغ میں آنے نہیں دیتا تھا۔ اب آ سکتی ہو۔ میرے خیالات پڑھ سکتی ہو۔"
وہ بستر پر آ کر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اس کے اندر پہنچ کر چور خیالات پڑھنا چاہتی تھی۔ علی کی پہلی ہی سوچ نے چونکا دیا۔ وہ خوش تھی مگر بے یقینی سے بولی۔ "تم... تم علی ہو۔ میرے علی ہو؟"
"تم میری زبان پر بھروسا نہیں کرو گی۔ اس لیے اپنے دماغ میں آنے دیا ہے۔ خوب اچھی طرح میرے خیالات پڑھ لو۔"
اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنی بڑی خوشی مل گئی ہے۔ اس کا محبوب اس کے بالکل قریب ہے۔ اس نے طرح طرح سے چور خیالات کو کھنگالا پھر خوشی سے چیختی ہوئی اس پر آ گری۔ علی بھی دل کھول کر قہقہے لگانے لگا۔ وہ دو قالب تھے' ایک قالب ہو کر بستر پر لوٹنے لگے۔
ان کی مسرتوں کی کوئی حد اور انتہا نہیں تھی۔ ایسی مسرتوں کی

مُنہ زور لہروں میں دو محبت کے متوالے، نہ جانے کتنی دور تک بہہ جاتے لیکن وہ فوراً ہی الگ ہو گئے۔ بستر کے ایک سرے پر علی اور دوسرے سرے پر ثانیہ چلی گئی۔ پھر علی جھینپ کر اسے دیکھنے لگا اور وہ شرما کر نظریں چرانے لگی۔ دونوں کے مزاج میں جنسی خواہش اور ہوس پرستی نہیں تھی۔ وہ دونوں اپنے جذبات کو لگام دینا جانتے تھے۔ اس لیے زیادہ سے زیادہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑتے تھے اس سے آگے نہیں جاتے تھے۔

وہ بولا "ثانی! آج تمہیں پا کر مجھے نئی زندگی مل گئی ہے۔"

"تم نے تو مجھے الپا کے روپ میں ہی پہچان لیا تھا۔ میں تو آج پہچان رہی ہوں۔ تم نے مجھے پہلے پالیا تھا۔ میں آج پا رہی ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ایک ننھی بچی کی طرح خوب اچھلنا کودنا شروع کر دوں۔ یہ بتاؤ، تمہیں اپنی پچھلی زندگی کب یاد آئی؟"

"مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو۔ ابھی تم نے میرے خیالات پڑھے ہیں۔"

"تمام خیالات نہیں پڑھے۔ یہ یقین ہوتے ہی کہ تم میرے علی ہو، میں سب کچھ بھول گئی۔"

"کوئی بات نہیں، اب پڑھ لو۔"

"پڑھنا کیا ضروری ہے؟ تم خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے؟"

"بھئی، کچھ ایسی بات بھی ہے جسے میں زبان سے نہیں کہہ سکوں گا۔ میں فون کے ذریعے جے مورگن سے باتیں کرتا ہوں، تم اپنی موجودگی ظاہر کیے بغیر میرے دماغ میں رہو کیونکہ جے مورگن بھی کسی ضرورت سے میرے اندر آسکتا ہے۔"

وہ ٹیلیفون کے پاس جا کر ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی اس نے کوڈورڈز ادا کیے پھر کہا "ہیلو مورگن! کیا رپورٹ ہے؟"

"سر! ہم نے الپا کو حراست میں لیتے ہی اسے بے ہوش کر دیا ہے تاکہ جان لمبوڈا بازی ہار کر اسے ہلاک نہ کر دے۔"

الپا نے ایک گولڈن برین جان نوبل کو اپنا دیوانہ بنایا تھا۔ اسے اپنے بنگلے میں رات کے کھانے کی دعوت دی تھی۔ علی نے جے مورگن کو اچھی طرح سمجھا دیا تھا کہ الپا اور جان نوبل کو بڑی ہوشیاری سے گھیرنا ہو گا کیونکہ لمبوڈا بھی خیال خوانی کے ذریعے وہاں موجود ہو گا۔ جب وہ دیکھے گا کہ الپا ہاتھ سے نکلی جا رہی ہے تو کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے مار ڈالے گا۔ تاکہ ٹیلی پیتھی جاننے والی اسرائیل میں نہ رہے اور گولڈن برینز اس سے محروم ہو جائیں۔

جے مورگن نے الپا کو گرفتار کرتے ہی بے ہوش کر دیا تھا۔ جان نوبل کو بھی ملٹری کی تحویل میں پہنچا دیا تھا تاکہ اسے فوجی قوانین کے مطابق سزا دی جائے۔ علی نے کہا "مورگن! ہماری ٹیلی پیتھی جاننے والی الپا خطرے سے باہر نہیں ہے۔ لمبوڈا اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کرے گا یا پھر اسے قتل کرنے کے لیے کئی آلۂ کار استعمال کرے گا۔"

"سر! ملٹری اسپتال میں سخت پہرا ہے۔ اسپتال کے اس مخصوص حصے میں صرف ایک ڈاکٹر ہی جاتا ہے۔ کسی وارڈبوائے اور نرس کو بھی ادھر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ الپا کو ایک مخصوص مدت تک کوما میں رکھا جائے گا۔ ہم لمبوڈا کی کوئی چال کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔"

علی نے کہا "الپا کچھ عرصہ تک فیلڈ میں نہیں رہے گی۔ صرف تم اور ہیری ہوگن ہمارے خیال خوانی کرنے والے رہو گے۔ جنرل پارکن کی کیا رپورٹ ہے؟"

"میں آپ سے اسی کا ذکر کرنے والا تھا۔ وہ ہمارا تیسرا خیال خوانی کرنے والا پورے فارم میں ہے۔ اس کا برین واش کرنے کے بعد ہپناٹائز کرنے والے نے یقین دلایا ہے کہ وہ پچھلی تمام باتیں بھول گیا ہے۔ میں بھی چپ چاپ اس کے خیالات پڑھ چکا ہوں۔ ہم اس پر بھروسا کر کے اس کی ٹیلی پیتھی کو چھوٹے اور کم اہم معاملات میں استعمال کر سکتے ہیں۔"

"ہمارے دوسرے خیال خوانی کرنے والے ہیری ہوگن پر تم کس حد تک بھروسا کرتے ہو؟"

"آپ سچ پوچھیں تو ہم میں سے کوئی بھی قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ دشمن کسی موقع پر بھی ہمیں ٹریپ کر کے ہماری وفاداری کو غداری میں بدل سکتے ہیں؟"

"تم درست کہتے ہو۔ ویسے ہیری ہوگن نے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کوئی قابلِ ذکر کارنامہ انجام نہیں دیا ہے۔"

"وہ کارنامے انجام دے سکتا ہے لیکن اس سے شراب چھڑا! چاہو تو چھپ کر پی لیتا ہے۔ اس بری لت کے باعث وہ سانس روکنے کا عادی نہیں رہا۔ آپ سے پہلے کسی گولڈن برین نے اسے کسی دشمن کے خلاف استعمال نہیں کیا۔ اس سے ہم صرف حکومت کے ایسے اہم کام کراتے ہیں جسے کرنے کے دوران دشمنوں سے اس کا سامنا نہیں ہوتا۔"

"لمبوڈا کو معلوم ہو گا تو اسے پہلی فرصت میں اپنا غلام بنالے گا۔"

"اسی لیے اسے منظرِ عام پر آنے نہیں دیا جاتا ہے۔ اس کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ گمنام رہ کر اپنا کام کرتا رہے۔"

علی نے اور دو چار باتیں کر کے اپنا رابطہ ختم کر دیا۔ ریسیور رکھ کر ثانی کو دیکھا تو وہ ناراض ہونے کی ادا دکھاتی ہوئی دوسری طرف مُنہ پھیر کر بیٹھ گئی۔ وہ بولا "میں جانتا تھا جب تمہیں معلوم ہو گا کہ میں نے پامیلا سے شادی کی تھی تو تم ناراض ہو جاؤ گی۔"

وہ بولی "کیا تمہارے اس کارنامے پر مجھے خوش ہونا چاہیے؟"

"بے شک وہ ایک سیڑھی تھی، اس کے ذریعے میں گولڈن برین کہلاتا ہوں۔"

"اور دو چار شادیاں کر لو۔ ڈائمنڈ اور پلاٹینم برین بھی کہلاؤ گے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "تم جانتی ہو کہ میں عشق کے معاملے میں کتنا ...جوس ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ خدا نے مجھے صرف تمہارے لیے ...دا کیا ہے۔"

"جی ہاں تمہیں میرے لیے اور پامیلا کو تمہارے لیے پیدا کیا ...ہا۔"

"پلیز یقین کرو۔ میں نے اپنی خوشی سے ایسا نہیں کیا تھا۔ ...رے پاپا اور تمہاری ڈیڈی کی یہ پلاننگ تھی کہ مجھے اس حکمت ...لی سے گولڈن برینز کے درمیان پہنچنا چاہیے۔"

"سنا ہے، شیر کے مُنہ کو لہو کا چسکا اور مرد کی نیت کو عورت کی ...انی کا چسکا پڑ جائے تو وہ اسے بھولتا نہیں ہے، ایک کے بعد دوسرا ...ار ڈھونڈتا ہے۔"

علی نے اپنے دونوں کانوں کو پکڑتے ہوئے کہا "خدایا! تو نے ...ی کو غیر معمولی ذہانت دی لیکن اسے عورت کی وہی شکی طبیعت ...ہ۔ میری دعا ہے کہ اس کے دل سے میل نکل جائے۔"

"جب مرد کوئی غلطی کرتا ہے تو بدحواسی میں الٹی سیدھی حرکتیں ...رتا ہے۔ تم دونوں کان پکڑ کر دعا مانگ رہے ہو جب کہ کان پکڑ کر ...انی مانگی جاتی ہے۔ تمہاری یہ بدحواسی ظاہر کر رہی ہے کہ تم اب ...ا کچھ چھپا رہے ہو۔"

"بس میں سمجھ گیا۔ جب دل میں ایک بار شک پیدا ہو جائے تو مرتے دم تک نہیں نکلتا۔ ٹھیک ہے میں عاشق مزاج اور عیاش ...گیا ہوں۔ کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرو۔"

"ایک تو تم نے میرے سوا دوسری کا مُنہ دیکھا۔ اوپر سے اکڑ ...اتے ہو۔ میرے سر پر ہاتھ رکھ کر بولو کیا پامیلا سے محبت نہیں کی ...ا؟"

"تم اچھی طرح جانتی ہو، میں کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ پہلے ...یلا سے محبت نہیں تھی، شادی کے بعد قدرتی طور پر محبت ہو گئی۔ ...بہت اچھی تھی۔ اس کی صاف دلی سے پتا چلا کہ یہودیوں میں بھی ...بت کرنے والی ہستیاں ہوتی ہیں۔ میں اپنے دل میں صدمات کو ...ر نہیں دیتا لیکن پامیلا کی بے وقت موت سے مجھے بہت صدمہ ...نچا تھا۔"

ثانی نے قریب آ کر اُس کا ہاتھ تھام کر کہا "تم بہت سچے ہو۔ ...ں نے تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم کر لیا تھا کہ تمہیں اس ...ار بیوی سے محبت ہو گئی تھی اور یہ واقعی قدرتی بات ہے۔ میرا ...ا چاہ رہا تھا کہ تم سے روٹھ جاؤں۔ ورنہ تم سے کوئی شکایت نہیں ...ہے۔"

"یعنی اب ہم دوسرے موضوع پر باتیں کر سکتے ہیں؟"

"ہاں یہ بتاؤ۔ اس بنگلے کا مالک گولڈن برین واسکوڈی تھا ...ں کہاں ہے؟"

"ہم جیسے نوجوان جوڑے کو یہاں رات گزارنے کا موقع دے کر دوسرے بنگلے میں گیا ہے۔ یہاں ہم ہیں اور کوئی تیسرا نہیں ہے۔"

"اب یہ طے کرنا ہے کہ مجھے بدستور سلوانہ اور سپر مادام کا رول ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟"

"عقل کہتی ہے فی الحال اپنی اصلیت ظاہر نہ کرو۔ سپر مادام بن کر سپر ماسٹر اور لمبوڈا کے لیے کام کرتی رہو۔"

"میں بھی یہی چاہتی ہوں لیکن پاپا سے مشورہ کر لینا چاہیے۔"

"یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا بڑا کرم ہے کہ تمہیں ٹیلی پیتھی کا علم دیا ہے۔ پہلے امی سے بات کرو۔ ورنہ پاپا کے پاس جاؤ گی تو وہ یقین نہیں کریں گے کہ تم دماغ میں آ کر بول رہی ہو۔ امی نے تم پر تنویمی عمل کیا تھا۔ وہی پاپا سے رابطہ کریں گی۔"

ثانی نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر لیلیٰ کو مخاطب کیا۔ "امی! میں ہوں ثانی۔"

"بیٹی! ہمارے درمیان کوڈورڈز مقرر نہیں ہوئے ہیں۔ تم چلو میں علی کے پاس آ رہی ہوں۔"

ثانی نے دماغی طور پر حاضر ہو کر علی سے کہا "امی تمہارے پاس آ رہی ہیں۔"

لیلیٰ نے آ کر کوڈورڈز ادا کیے۔ "ثانی کے لیے کوڈورڈز مقرر کرو۔ تاکہ دشمن ہمیں دھوکا نہ دے سکیں۔" علی نے ذرا سوچ کر یہ

کوڈورڈز سنائے "ثانی' اے بلومنگ فلاور" (ثانی ایک کِھلتا ہوا پھول)"

لیلیٰ نے مسکرا کر کہا "یہ رومانی کوڈورڈز تمہارے دماغ میں آکر سنائے گی تو اچھا لگے گا۔ اس سے کہو' میں اس کے پاس آکر کہوں گی۔ دی نیو رائزنگ سن سونیا ثانی" (نیا ابھرتا ہوا آفتاب سونیا ثانی۔)

"اور ثانی آپ کے پاس آکر کیا کہے گی؟"

"وہ ہم تمام بزرگوں کے پاس آکر کہا کرے گی۔ یور لولی بے بی" (آپ کی پیاری بے بی)

"ٹھیک ہے آپ پاپا کے پاس جائیں۔ ثانی آرہی ہے۔"

لیلیٰ میرے پاس آگئی۔ چند لمحوں کے بعد ثانی نے آکر کہا "ہیلو پاپا! می سونیا ثانی۔ یور لولی بے بی۔"

میں نے خوش ہو کر کہا "بے شک و شبہ تم لولی بی بی ہو۔ ایک عرصے کے بعد تمہیں اپنے درمیان پا کر کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ یہ تم میرے خیالات پڑھ کر معلوم کر سکتی ہو۔"

"پاپا! مجھے تو اپنی کھوئی ہوئی جنت مل گئی ہے۔ میں ابھی ڈیڈی اور ممی کے پاس جاؤں گی' پہلے ایک مشورہ چاہتی ہوں۔ کیا مجھے اصلیت ظاہر کرنا چاہیے یا پُر اسرار مادام بن کر رہنا چاہیے؟"

"بھئی تم نادان بچی نہیں ہو۔ اپنی عقل سے فیصلہ کرو۔"

"میں نے اور علی نے سوچا ہے' ڈبل گیم کھیلا جائے۔ فی الحال اصلیت ظاہر نہیں کروں گی۔"

"میں اس منصوبے کی تائید کرتا ہوں۔ تمہاری امی اپنے تمام لوگوں کو تمہاری آمد اور کوڈورڈز کے متعلق بتا رہی ہیں۔ جاؤ اور تمام بزرگوں کو سلام کرو۔ سب سے پہلے جناب اسد اللہ تبریزی کی خدمت میں حاضری دو۔"

ثانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا۔ انہوں نے دعائیں دیں پھر کہا "بیٹی! اپنے تمام عزیزوں اور رشتے داروں سے ملاقات کرو۔ صرف اپنی مما "سونیا" کے پاس نہ جانا۔ اُس نے ایک مخصوص مدت کے لیے گوشہ نشینی اختیار کی ہے۔"

وہ سلمان اور سلطانہ کے پاس آئی۔ وہ اس کے والدین تھے اس کے ساتھ تھوڑی دیر ہنستے بولتے رہے پھر ثانی نے سلطانہ سے پوچھا "ممی! یہ بتائیں' ہماری مما نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

"بیٹی! وہ ماں بننے والی ہیں۔ تمہارے نانا جان بابا فرید واسطی مرحوم نے انہیں ہدایات دی تھیں کہ زچگی ہونے تک وہ تمہارے نانا جان کے حجرے میں رہیں گی۔ کسی سے ملاقات نہیں کریں گی اور کسی ذریعے یعنی ٹیلیفون اور خیال خوانی کے ذریعے سے بھی گفتگو نہیں کریں گی۔"

وہ بولی "ممی! میں آپ کی باتیں سن رہی ہوں اور خیالات پڑھ رہی ہوں یہ انکشاف ہو رہا ہے کہ آپ بھی ماں بننے والی ہیں۔"

سلطانہ شرمانے اور مسکرانے لگی۔ وہ مبارکباد دے کر پارس کے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کیے۔ "میں ہوں سونیا ثانی۔ یور لولی بے بی۔"

وہ بولا "لاحول ولا قوۃ۔ جو ماں نہ بن سکی۔ میرے نصیب میں شاید بچہ نہیں ہے پھر یہ پیاری بے بی کہاں سے پیدا ہو گئی ہے۔"

"امی نے کہا ہے کہ میں بزرگوں کے دماغوں میں جا کر یہی کوڈورڈز سنایا کروں۔"

"اچھا تو میں تمہارا بزرگ ہوں۔ علی بھی میرا ہم عمر ہے' کیا تم اُس کی بھی بچی ہو؟ ذرا اسے ابا حضور کہو۔"

"اے میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ تم مجھ سے اور علی سے جلتے کیوں ہو؟"

"جلنے کی تو بات ہے۔ وہ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے جب کہ میں تم سے عشق کرتا ہوں۔"

"منہ دیکھا ہے آئینے میں؟ سات سمندروں سے پہلے منہ دھو کر آؤ۔ تب بھی گھاس نہیں ڈالوں گی۔"

"اس کا مطلب ہے علی کو گھاس ڈالتی ہو۔"

"ہاں ڈالتی ہوں۔"

"تمہیں شرم آنی چاہیے۔ گھاس ڈال ڈال کر میرے بھائی کو جانور بنا دیا ہے۔ بے چارہ انسانوں کی خوراک بھول گیا۔ کسی نے سچ کہا ہے' عورت انسان کو انسان نہیں رہنے دیتی۔ عجوبہ بنا دیتی ہے۔"

"میری پہلی اور آخری خواہش یہی ہے کہ کوئی عورت تمہیں عجوبہ بنا دے۔"

"یہی خواہش پوری کرنے کے لیے میں نے تم سے عشق کیا ہے۔"

"دیکھو پارس! میں سمجھا دیتی ہوں۔ یہ عشق و محبت کی بکواس مجھ سے نہ کیا کرو۔"

"اگر یہ بکواس ہے تو اللہ کرے تمہارے سامنے ایسی بکواس کرنے والے کے مُنہ میں چھالے پڑیں۔ ذرا علی کا مُنہ کھول کر دیکھو' چھالے تو نہیں ہیں؟"

وہ دماغی طور پر علی کے سامنے حاضر ہو کر بولی "خدا بچائے تمہارے بھائی سے۔ دماغ کھا لیتا ہے' کیا تم اسے منع نہیں کر سکتے؟"

"کس بات کے لیے منع کروں؟"

"وہ مجھ سے عشق کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔"

علی نے ہنستے ہوئے کہا "عشق تو اس کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ اس سے نجات حاصل کرنے کا ایک ہی راستہ ہے۔ تم بھی اس سے عشق شروع کر دو۔"

"یہ تم کہہ رہے ہو؟ کیا دماغ صحیح ہے؟"

"ہاں صحیح ہے۔ جب تم ڈھیٹ بن جاؤ گی تو پھر وہ مذاق کرنے کا انداز بدل دے گا لیکن تمہیں چھیڑنے سے باز نہیں آئے گا۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں' وہ میرے رشتے سے تمہیں بہت چاہتا ہے وہ اپنی محبت سے تمہاری ناک میں دم کرتا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں آئندہ اس سے نمٹ لوں گی۔ دوسری بات کرو' میں نے لمبوڈا سے کہا تھا کہ میں گولڈن برین واسکوڈی تھرما کو ٹریپ کرنے والی ہوں۔"

"تو پھر اپنی کارکردگی دکھاؤ۔ اسے ٹریپ کرکے لمبوڈا اور سپر ماسٹر کو خوش کرو۔"

"ہم دشمن کو گولڈن برین کے دماغ میں پہنچائیں گے تو ہمارا نقصان نہیں ہوگا؟"

"نہیں ہوگا۔ یہ تمام گولڈن برینز کون سے ہمارے رشتے دار ہیں۔ انہیں دشمنوں کے قبضے میں جانے دو۔ ہم تو یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو اپنے قبضے میں رکھیں گے۔"

"ہاں تم الپا کے سلسلے میں فون پر باتیں کر رہے تھے۔"

"الپا کو کوما میں رکھا جائے گا۔ فی الحال تم ہیری ہوگن کو ٹریپ کر سکتی ہو۔"

"یہ ٹیلی پیتھی جاننے والا ہوگن نہ کبھی نظر آتا ہے نہ ہی کبھی اس کا ذکر سنا جاتا ہے۔ یہ رہتا کہاں ہے؟"

"تمہیں معلوم ہو جائے گا' میں فون پر باتیں کروں گا۔ اگر وہ اپنے مکان میں ہوگا تو کمرا بند کرکے پی رہا ہوگا۔ تمہیں اپنے دماغ میں محسوس نہیں کرے گا۔"

فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ علی نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے گولڈن برین واسکوڈی تھرما نے پوچھا "ہیلو کارمن! میں نے تمہیں ڈسٹرب تو نہیں کیا؟"

"اوہ نو انکل! آپ کیسی بات کر رہے ہیں؟ آپ کو تو ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔"

"جوانوں کے ساتھ بوڑھا اچھا نہیں لگتا۔ بائی دی وے' میں ڈنر کے لیے کِرب بوز اِن جا رہا ہوں۔ کیا لارا کے ساتھ مجھے جوائن کرو گے؟"

"ود گریٹ پلیژر انکل! ہم ابھی کرب بوز پہنچ رہے ہیں۔ تھینک یو۔"

اس نے ریسیور رکھ کر کہا "ثانی! تمہارا کام بن رہا ہے۔ گولڈن برین نے ہمیں ڈنر کے لیے انوائیٹ کیا ہے۔"

وہ اٹھتے ہوئے بولی "میں چینج کرکے آتی ہوں' تم ہیری ہوگن سے رابطہ کرکے مجھے اس کی آواز سنواؤ۔"

وہ دوسرے کمرے میں گئی لیکن علی کے دماغ میں رہی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کیے۔ دوسری طرف دیر تک گھنٹی بجتی رہی۔ کسی عورت کی آواز سنائی دی۔ علی نے کہا "ریسیور ہوگن کو دو۔"

"یہاں کوئی ہوگن نہیں رہتا ہے۔ رانگ نمبر۔"

علی نے ڈانٹ کر کہا "خبردار! ریسیور نہ رکھنا۔ یہ ملٹری کے اہم معاملات سے تعلق رکھنے والے فون میں سے ایک ہے۔ یہ کبھی رانگ نمبر نہیں ہو سکتا۔ ہری اپ یو ڈرٹی لیڈی! ہوگن کو ریسیور دو۔"

وہ سہم کر بولی "یس سر! آپ کون ہیں سر! مسٹر ہوگن پیتے وقت فون اٹینڈ نہیں کرتے ہیں۔"

"اس سے بولو گولڈن برین کارمن ہیرالڈ اسے فون پر بلا رہا ہے۔"

اس عورت نے ہوگن کی طرف ریسیور بڑھاتے ہوئے کارمن کا نام بتایا' وہ فوراً سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ پھر ریسیور کان سے لگا کر بولا "یس سر! میں ہوگن بول رہا ہوں۔ میں نے بالکل نہیں پی ہے۔ صرف تھوڑی سے چکھی ہے۔ آدمی بوتل چکھنے میں اور پینے میں بڑا فرق ہوتا ہے' یہ تو آپ جانتے ہی ہیں۔"

"میں نہیں جانتا کیونکہ نہ کبھی پی ہے' نہ کبھی چکھی ہے۔ یہ تمہارے ساتھ عورت کون ہے؟"

"سر! یہ رلی ڈارلنگ ہے۔ مم میرا مطلب ہے رلی باورچن ہے۔ کھانا اچھا پکاتی ہے۔"

"تم ہر ہفتے ملازمہ بدلتے رہتے ہو۔ کسی دن بری طرح پھنسو گے۔"

"مجھے کوئی نہیں پھانسے گا۔ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ میرے چاروں طرف فوجیوں کا سخت پہرا رہتا ہے۔"

ثانی دوسرے کمرے سے لباس بدل کر آگئی۔ اس سے بولی "میں اس گدھے کے دماغ میں پہنچ گئی ہوں۔ بعد میں اس سے نمٹ لوں گی۔"

علی نے ریسیور رکھتے ہوئے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا "مجھے شاعری نہیں آتی' صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس لباس میں بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

وہ دونوں باہر آئے۔ علی نے بنگلے کے دروازے کو لاک کیا۔ پھر ڈرائیونگ سیٹ پر آکر بیٹھ گیا' وہ اس کے برابر آکر بیٹھ گئی۔ گاڑی اسٹارٹ ہو کر آگے بڑھنے لگی تو اس نے کہا "مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں لمبوڈا کے پاس جا رہی ہوں۔"

وہ مخصوص کوڈورڈز کے ساتھ لمبوڈا کے پاس آکر بولی "ہیلو انکل! کیا الپا کامیاب ہو گئی؟"

"اوہ مائی ڈارلنگ بے بی! بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔ الپا ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ کارمن ہیرالڈ اور جے مورگن بہت دردِ سر بنے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ الپا کی نگرانی کر رہے تھے۔ انہیں شبہ تھا کہ وہ ہمارے لیے کام کر رہی ہے۔ اس شبہے کی تصدیق ہوتے ہی انہوں نے اسے گرفتار کرکے بے ہوش کر دیا۔ پھر اسے کوما میں پہنچا دیا۔ پتا نہیں وہ کوما سے کب نکالی جائے گی۔ میری عدم

موجودگی میں اس کا برین واش کردیا جائے گا۔ اب وہ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"ڈونٹ وری انکل! جہاں نقصان ہوتا ہے' وہاں فائدہ بھی پہنچتا ہے۔"

"اسرائیل میں ابھی تک ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا ہے۔ وہاں تمہارا بھی وقت ضائع ہو رہا ہے۔"

"میں وقت ضائع نہیں کرتی۔ میں بھی الپا کا نقصان پورا کروں گی۔ وہ ٹیلی پیتھی جاننے والی چلی گئی۔ میں آپ کو دوسرے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے کے پاس پہنچاؤں گی۔"

"کیا واقعی؟ کب پہنچاؤ گی؟ کون ہے وہ؟"

"وہ ہیری ہوگن ہے۔ آپ میرے پاس آئیں' میں ابھی ہوگن کے دماغ میں ہوں۔"

وہ ہوگن کے اندر پہنچی۔ لمبوڈا نے ثانی کے دماغ میں آکر ہوگن کی آواز اور لہجے کو گرفت میں لے کر کہا۔ "یہ نشے میں ہے' میں اسے اپنا تابعدار بنا لوں گا۔ شکریہ بے بی! تم نے پھر ایک کارنامہ انجام دیا ہے۔"

"ایک اور کارنامہ انجام دوں گی۔ ٹھیک آدھے گھنٹے بعد آئیں' میں آپ کو گولڈن برین واسکوڈی تھربا کی کھوپڑی میں پہنچا دوں گی۔"

وہ خوش ہو کر بولا "برے وو (شاباش) تم صحیح معنوں میں سُپر مادام ہو۔"

ثانی نے سانس روک لی۔ لمبوڈا اس کے دماغ سے ہوگن کے دماغ میں منتقل ہو گیا۔ وہ دماغی طور پر کار میں حاضر ہو کر علی سے بولی۔ "میں نے اچانک فیصلہ کیا کہ ہوگن کو لمبوڈا کے حوالے کر دینا چاہیے۔"

"وہ کیوں؟"

"میں نے ہیری ہوگن کے خیالات پڑھے ہیں۔ وہ ایک ایسا مریض ہے جس کا علاج کرنے والے ڈاکٹروں نے دواؤں کے ساتھ شراب کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ شراب ڈاکٹری نسخے میں ہے' وہ جب تک جیتا رہے گا' پیتا رہے گا۔ لمبوڈا کے ہاتھ سے الپا نکل گئی ہے۔ میں نے یہ کھوٹا سکہ دے کر اسے خوش کر دیا ہے۔"

"مگر ثانی! کبھی کبھی کھوٹا سکہ بھی کام آ جاتا ہے۔"

"جب کام لینا ہو گا تو پاپا یا ڈیڈی اس کے دماغ میں لمبوڈا کا لہجہ اپنا کر پہنچ جائیں گے کیونکہ آئندہ ہوگن اسی لمبوڈا کا معمول اور تابعدار رہے گا۔ جو بھی اس کا لہجہ اپنا کر آئے گا' ہوگن اسے اپنا عامل سمجھے گا۔"

"ہاں یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ہیری ہوگن دشمن کا ہو کر بھی ہماری دسترس میں رہے گا۔"

"میں نے تم سے مشورہ کیے بغیر ہوگن کو لمبوڈا کے حوالے کر دیا۔ تم نے اسے انا کا مسئلہ بنا کر یہ نہیں پوچھا کیوں بی بی! اپنے مرد سے مشورہ کیے بغیر اتنا بڑا قدم کیوں اٹھایا؟"

"ثانی! تم نے ممّا (سونیا) سے تربیت حاصل کی ہے۔ ممّا کی ذہانت سے سوچتی ہو' تیزی سے فیصلہ کرتی ہو اور تیزی سے ہی عمل کرتی ہو' تمہیں بھلا کون روکے ٹوکے گا؟"

"پھر بھی اپنا مرد جائز یا ناجائز باتوں پر روکتا ٹوکتا اور غصہ دکھاتا ہے تو اچھا لگتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ عورت کی یہ نفسیات یاد رکھوں گا۔ آئندہ ہوشیار رہنا۔"

وہ ہنسنے لگی۔ دونوں یوزان میں پہنچ گئے۔ واسکوڈی تھربا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ علی نے ثانی کا تعارف کراتے ہوئے کہا "انکل! یہ میری گرل فرینڈ لارا ہے اور لارا! تمہیں تو بتا ہی چکا ہوں کہ یہ میرے بہت پیارے انکل ہیں۔"

ثانی اور واسکوڈی تھربا نے مصافحہ کیا پھر وہ کھانے کی میز کے اطراف بیٹھ گئے۔ ان کے سامنے سوپ لا کر رکھتے وقت لمبوڈا نے آکر کہا "ہیلو بے بی! میں آ گیا ہوں۔"

اسی وقت علی نے کہا "انکل! ذرا واش روم سے ہاتھ دھو کر آئیں۔"

"ہاں ہاں ضرور۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا۔"

وہ دونوں واش روم کی طرف گئے۔ لمبوڈا نے کہا "میں نے واسکوڈی تھربا کی آواز اور لہجے کو یاد کر لیا ہے۔"

ثانی نے کہا "آپ دس منٹ بعد آئیں' وہ سوپ پی رہا ہو گا اس وقت اس کے دماغ کا دروازہ آپ کے لیے کھلا ہو گا۔"

لمبوڈا چلا گیا۔ واسکوڈی تھربا نے واش روم میں آکر کہا "کارمن! تم یہاں کچھ کہنے کے لیے مجھے بلا کر لائے ہو؟"

"جی ہاں۔ ہیری ہوگن کی شراب نوشی اسے لے ڈوبے گی۔ ہم مطمئن ہیں کہ اس کے اطراف فوجیوں کا پہرا رہتا ہے لیکن کوئی دشمن خیال خوانی کرنے والا اس کے دماغ میں گھس آئے گا تو ہماری جاسوسی اور پہریداری دھری کی دھری رہ جائے گی۔"

"درست کہتے ہو۔ ہم اس مسئلے کو تمام گولڈن برینز کے سامنے پیش کریں گے۔ ویسے یہ لڑکی لارا بہت فلرٹ ہے' اس کے کتنے ہی بوائے فرینڈز ہیں۔"

"ہونے دیں۔ مجھے کون سی زندگی گزارنی ہے اس کے ساتھ۔ صبح اس کی چھٹی کر دوں گا۔"

وہ ہنستا ہوا علی کے ساتھ واش روم سے باہر آیا۔ پھر میز کے پاس آکر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ تینوں اپنے اپنے پیالے میں سوپ لے کر پینے لگے۔ ثانی نے واسکوڈی تھربا کے خالی پیالے میں پہلے ہی دوا کی ایک ننھی سی بوند ٹپکا دی تھی۔ اب وہ بوند سوپ میں حل ہو کر اس کے حلق سے اتر رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ہی اس نے کمزوری محسوس کی۔ لمبوڈا ٹھیک دس منٹ کے بعد اس کے دماغ میں پہنچ گیا۔ اس کی زبان سے بولا۔ "سوری' میری طبیعت کچھ خراب ہو رہی ہے۔ میں فوراً ہی میڈیکل ٹریٹمنٹ کے لیے جا رہا ہوں۔ آپ دونوں مائنڈ نہ کریں۔"

ثانی نے کہا "کوئی بات نہیں۔ آپ جا سکتے ہیں۔"

لمبوڈا اسے لے گیا۔ علی نے کہا "سپر ماسٹر اور جان لمبوڈا بہت خوش ہو رہے ہوں گے کہ ایک گھنٹے کے اندر ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اور ایک گولڈن برین ان کے ہاتھ آ گیا ہے۔"

وہ مسکرا کر بولی "سچ کہنا علی' یہ طریقۂ کار کیسا ہے۔ ہم انہیں شکار کھیلنے دے رہے ہیں لیکن وہ تمام شکار ہمارے کام آتے رہیں گے۔"

"تمہارا ابھی جواب نہیں ہے۔ تم نے یہ نیا سلسلہ خوب نکالا ہے۔ آئندہ حالات کے مطابق ایسے ہی طریقۂ کار پر عمل کرتے رہیں گے۔"

وہ کھانے کے دوران باتیں کرتے رہے۔ ایسے ہی وقت لمبوڈا نے ثانی کو مخاطب کیا۔ "ہیلو بے بی سلوانہ! میں ابھی اپنے شکار واسکوڈی تھربا کے چور خیالات پڑھ رہا تھا۔ جانتی ہو کتنا زبردست انکشاف ہوا ہے؟"

"کیسا انکشاف؟"

"تمہارے ساتھ جو بوائے فرینڈ ہے' وہ بھی گولڈن برین ہے اور وہ کارمن ہیرالڈ ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔"

"جی ہاں' یہ کارمن ہیرالڈ ہے لیکن وہ نہیں ہے جسے ہم قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ میری چال ہے۔ میں کارمن کی ڈی اپنی ساتھ لے کر گھوم رہی ہوں۔ اس ڈی سے دھوکا کھا کر واسکوڈی تھربا نے اپنے بنگلے میں ہمیں جگہ دی۔ اس بنگلے میں واسکوڈی تھربا کی ایک ڈائری ہاتھ لگی جس میں ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیری ہوگن کا پتا اور فون نمبر تھا۔"

"میں سمجھ گیا! اسی فون نمبر کے ذریعے تم نے ڈی کارمن اور ہیری ہوگن کی بات کرائی اور مجھے ہوگن کے دماغ میں پہنچا دیا۔ مائی ڈارلنگ بے بی! تم بے مثال ہو۔ ہم بوڑھے اور تجربہ کار ہو کر ایسی چالیں نہیں چل پاتے جیسی تم چل جاتی ہو۔"

"انکل! اس ڈی کارمن کے ذریعے میں نے خطرہ مول لیا ہے۔ اصلی کارمن جہاں بھی چھپا ہو گا' وہ اچانک مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں کل صبح تک لارا کے میک اپ سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"

"آج رات کہاں گزارو گی؟ اصلی کارمن واسکوڈی تھربا کے بنگلے میں آسانی سے پہنچ کر تمہیں نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

"میں بنگلے میں نہیں جاؤں گی۔ اس ڈی کے ساتھ تفریح کرتی رہوں گی۔ پھر رات دو بجے ڈومیسٹک فلائٹ سے تل ابیب چلی جاؤں گی۔ آپ وہیں کسی فیملی میں ایسی لڑکی کا انتخاب کریں جس کا روپ میں اختیار کر سکوں۔"

"یہ کام ہو جائے گا۔ تمہارے تل ابیب پہنچنے تک میں پوری انفارمیشن دوں گا۔ میں ابھی جا کر گولڈن برین واسکوڈی تھربا پر تنویمی عمل کر رہا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے علی کو دیکھا۔ اس نے کہا "تمہاری خاموشی بتا رہی تھی کہ خیال خوانی میں مصروف ہو۔"

"ہاں' لمبوڈا آیا تھا۔ اسے واسکوڈی تھربا کے خیالات پڑھ کر پتا چلا کہ تم کارمن ہیرالڈ ہو۔ میں نے بات بنا دی کہ ڈی کارمن ہو اور تمہیں کارمن بنا کر میں اتنی ساری کامیابیاں حاصل کر رہی ہوں لیکن اصلی کارمن سے خطرہ ہے اس لیے میں بنگلے میں واپس نہیں جاؤں گی۔ رات دو بجے کی فلائٹ سے تل ابیب روانہ ہو جاؤں گی۔ وہاں مجھے دوسری لڑکی کا روپ اختیار کرنا ہے۔"

"پہلے تم الپا کے روپ میں ملیں پھر لارا بن کر ساتھ ہو۔ کل صبح تمہارے چہرے پر کوئی نئی لڑکی ہو گی۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے مجھ میں آوارگی پیدا ہو گئی ہے اور میں مختلف لڑکیوں سے فلرٹ کرتا جا رہا ہوں۔"

وہ ہنستی ہوئی بولی "اسے کہتے ہیں ایک ٹکٹ میں کئی تماشے۔ چلو اٹھو۔"

وہ بل ادا کر کے ارکیا ARKIA اسرائیلی ڈومیسٹک فلائٹس کے دفتر میں آئے۔ اپنے لیے دو ٹکٹس لیں۔ پھر ثانی نے پوچھا۔ "ہمیں بنگلے میں واپس نہیں جانا ہے۔ دو بجے تک کہاں وقت گزارا جائے؟"

"وہ سامنے کیسینو ہے۔ سنا ہے وہاں لاکھوں روپے کا جوا کھیلا جاتا ہے۔ کیا خیال ہے کروڑ پتی اور ارب پتی جواریوں کا کباڑا کیا جائے؟"

"یہ نیک کام ضرور کرنا چاہیے۔ شاید کوئی بری طرح ہارنے والا آئندہ جوا کھیلنے سے توبہ کر لے۔"

اس قمار خانے کی کئی منزلوں میں مختلف قسم کا جوا کھیلا جاتا تھا۔ وہ تیسری منزل میں آئے' وہاں تاش کی بازیاں جاری تھیں۔ بڑا دھواں دھار ماحول تھا۔ ہر سُو سگریٹ کا دھواں اور شراب کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ جواریوں کی میزوں پر حسین نوجوان اور بوڑھی عورتیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ ثانی اور علی دیکھتے جا رہے تھے کہ کون کون سی میز پر زبردست کھیل ہو رہا ہے۔ ایک میز کے پاس کچھ لوگ غصے میں باتیں کر رہے تھے اور قمار خانے کے گارڈز غصے کی وجہ پوچھ رہے تھے۔ ایک شخص نے دوسرے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ کھیل میں کوئی ایسا فراڈ کر رہا ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔"

دوسرے نے تائید کی "میں بھی اس کے ساتھ چھ بازیاں کھیل چکا ہوں۔ اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی اور علی نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ وہ شاطر کہہ رہا تھا "یہ دونوں تقریباً تین لاکھ ہارنے کے بعد جھنجلا گئے ہیں۔ مجھے

خوامخواہ فراڈ کہہ رہے ہیں۔ میں بھلا کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ میرے سامنے والے کھلاڑی کے پاس کون کون سے پتے ہیں۔"

ثانی نے فوراً ہی خیال خوانی کی چھلانگ لگائی' اس شاطر کے دماغ میں پہنچی۔ شاطر نے فوراً ہی سانس روک لی۔ پھر کچھ پریشان ہو کر بھیڑ میں نظریں دوڑانے لگا جیسے کسی خیال خوانی کرنے والے کو تاڑنا چاہتا ہو۔

ثانی نے کہا "علی! یہ شاطر یا تو ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا آلۂ کار ہے۔ ابھی اس نے سانس روک لی تھی۔"

"ہمیں معلوم کرنا چاہیے کہ یہ محض آلۂ کار ہے یا کوئی اہم شخص ہے۔"

"اگر ہم اس سے کھیلنے کا ارادہ ظاہر کریں گے تو یہ کھیلنے سے پہلے ہمارے اندر آنا چاہے گا۔ ہم سانس روکیں گے تو یہ کھیلنے سے انکار کر دے گا۔"

"سیدھا راستہ یہی ہے کہ اسے اعصابی کمزوری میں مبتلا کر دیا جائے یا اسے کسی طرح زخمی کیا جائے۔"

"یہاں کچھ لوگ غصے میں ہیں۔ جھگڑا کرنے کے موڈ میں ہیں۔ کیوں نہ جھگڑا بڑھا دیا جائے اور اسی ہنگامے میں اس شاطر کو زخمی کر دیا جائے۔"

ثانی نے ایک غصہ کرنے والے شخص کے دماغ پر قبضہ جما کر اس کے ہاتھوں میں اس کے ہی ایک پاؤں کا جوتا نکالا اور پھر اسے دور ہی سے کھینچ کر شاطر کے مُنہ پر مارا۔ وہ ایک دم تلملا کر غصے سے گرجنے لگا۔ "کس نے جوتے سے مارا ہے۔ مرد کا بچہ ہے تو سامنے آئے۔"

اس وقت تک ثانی نے دوسرے پر قبضہ جما کر اُس کے ایک گھونسا رسید کیا۔ وہ گھونسا کھاتے ہی پیچھے ایک کرسی سے ٹکرا کر گر پڑا۔ قمار خانے کے گارڈز اسے پکڑ کر فرش پر سے اٹھانے لگے۔ لوگوں کو دور بھگانے لگے۔ گارڈز تعداد میں کم تھے۔ ثانی نے ایک اور شخص کو آلۂ کار بنا کر گارڈ پر حملہ کرایا۔ پھر دوسرے شخص نے بھی اسی طرح حملہ کیا۔ یوں گارڈز اور جواریوں کے درمیان باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی۔

علی نے کہا "یہ شاطر ابھی تک زخمی نہیں ہوا ہے' اسے ایک ہاتھ جمانا ہی ہو گا۔"

اس نے بیچ بچاؤ کے انداز میں لڑنے والوں کے درمیان گھستے ہوئے شاطر کے مُنہ پر ایک فولادی ہاتھ رسید کیا۔ شاطر کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچنے لگے۔ سر چکرانے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی اس کے سر میں سما گئی۔

وہ ایک آلۂ کار تھا۔ اس کے اندر کوئی بول رہا تھا۔ "گدھے! یہاں سے فوراً نکلو۔ سیکورٹی افسر کے پاس جاؤ۔ وہ پوری طرح تمہاری حفاظت کرے گا۔"

ثانی نے اس آلۂ کار کے دماغ میں توانائی پیدا کی تاکہ اس اجنبی خیال خوانی کرنے والے کو اس کی کمزوری معلوم نہ ہو۔ وہ وہاں سے دوڑتا ہوا سیکورٹی گارڈز کے روم میں چلا گیا۔ اجنبی نے کہا "تم یہاں آرام سے بیٹھو۔ میں معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس نے تمہارے دماغ میں آنے کی کوشش کی تھی؟"

جب پہلی بار ثانی آلۂ کار کے دماغ میں گئی تھی اور اس نے سانس روک لی تھی تب سے وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا تشویش میں مبتلا ہو گیا کہ اس قمار خانے میں کوئی دوسرا ٹیلی پیتھی جاننے والا کیسے پہنچ گیا ہے؟ اور کس مقصد کے لیے پہنچا ہوا ہے؟

ادھر آلۂ کار کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ اپنے دماغ میں آنے والے شخص کو نہیں جانتا ہے وہ آلۂ کار ایک بہت بڑا سرکاری افسر تھا۔ لبنان کے جنوبی ساحل پر یہودیوں کی خاصی آبادی تھی۔ اکثر یہودی خاندان وہاں مسلسل جنگ جاری رہنے کے باعث پریشان ہو گئے تھے اور اسرائیل میں آ کر پناہ لے چکے تھے۔

اب اسرائیلی حکومت انہیں وہاں واپس بھیج رہی تھی' وہ آلۂ کار اس شعبے کا سب سے بڑا سرکاری افسر تھا جہاں لبنان جانے والے یہودیوں کی فہرست تھی' ان کی منتقلی کے کاغذات وہیں تیار کیے جاتے تھے۔ وہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا بھی اسرائیل کی سرحد پار کر کے لبنان جانا چاہتا تھا۔ اس مقصد کے لیے اس نے اعلیٰ افسر کو اپنا آلۂ کار بنا لیا تھا۔

اجنبی نے افسر کے دماغ میں آ کر کہا تھا "میں چاہوں تو تم سے زبردستی اپنا کام نکال سکتا۔ ہوں تم انکار کرو گے تو تمہارے بیوی بچوں کو قتل کر سکتا ہوں۔ تمہیں سمندر میں لے جا کر ڈبو سکتا ہوں لیکن میں ظالم نہیں ہوں۔ تم سے دوستی رکھنا چاہتا ہوں۔ تمہیں دولت مند بنانا اور زیادہ سے زیادہ فائدے پہنچانا چاہتا ہوں۔"

افسر نے پوچھا "تم چاہتے کیا ہو؟"

"میں تو جو چاہتا ہوں وہ ہو جاتا ہے۔ میں تمہیں دماغی طور پر غائب کر کے اپنے منتقلی کے کاغذات بنوا کر لبنان جا سکتا ہوں۔ میرے لیے تمہاری یا کسی کی مدد ضروری نہیں۔"

"ایسا نہ کہو' مدد ضروری نہ ہوتی تو تم میرے پاس نہ آتے۔"

"ایک طرح سے یہ بھی درست ہے۔ مجھے اپنے لیے نہیں۔ دوسروں کے لیے تمہارا تعاون چاہیے۔ میرے دو جاسوس یہاں سے اپنے ملک واپس جائیں گے اور وہاں سے ہمارے تین جاسوس آئیں گے یوں آنے جانے کا سلسلہ لگا رہے گا اور تمہیں اسرائیلی کرنسی میں لاکھوں شیکل ملتے رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھ سے ملاقات کرو اور کچھ رقم پیشگی ادا کرو۔"

"مجھ سے ملاقات کرنا ضروری نہیں ہے ابھی ٹریڈ اور کامرس بینک جاؤ۔ کاؤنٹر کے پاس ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ٹائی میں ہو گا۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ایک چیک ہو گا۔ تم اس کے پاس جا کر

خاموشی سے کچھ کہے بغیر وہ چیک اس کے ہاتھ سے لے لینا۔ جتنی جلدی ہو سکے اسے کیش کرا کے وہاں سے چلے آنا۔"

افسر نے کہا "میں سوسائٹی میں بہت معروف ہوں۔ وہ شخص مجھے پہچانتا ہو گا۔"

"میں اسے غائب دماغ رکھوں گا' تب وہ تمہیں نہیں پہچانے گا۔"

"لیکن وہاں کئی جان پہچان والے مجھے بینک سے رقم لے جاتے ہوئے دیکھیں گے۔ وہ رقم کتنی ہو گی؟"

"تم بتاؤ کیا چاہتے ہو؟"

"وطن سے غداری ہزاروں میں نہیں لاکھوں شیکل میں ہو گی۔ میں تمہارے ایک آدمی کو سرحد پار کرانے کے لیے دو لاکھ شیکل لوں گا۔"

"تمہیں دو لاکھ مل جائیں گے۔ اگر یہ شبہ ہے کہ اتنی بڑی رقم کیش کراتے وقت کاؤنٹر گرل کی نظروں میں آؤ گے تو خود نہ جاؤ۔ اپنے بھروسے کے آدمی کو بھیج دو۔"

اس افسر نے اپنی بیوی کو بھیجا۔ وہ اپنے شوہر کی ہدایت کے مطابق بینک کے کاؤنٹر کے پاس آئی' ایک شخص بلیو سوٹ اور بلیک ٹائی میں نظر آیا۔ اس نے بائیں ہاتھ میں ایک چیک پکڑا ہوا تھا۔ خاتون نے خاموشی سے وہ چیک اس کے ہاتھ سے لیا۔ وہ شخص بے جان مجسمہ کی طرح کھڑا رہا۔ اس نے فوراً ہی وہ چیک کاؤنٹر پر دیا۔ چند منٹ کے اندر اسے دو لاکھ شیکل مل گئے۔ وہ انہیں بریف کیس میں رکھ کر بینک سے چلی آئی۔

دوسرے دن اُس افسر نے اس اجنبی کے دو جاسوس جعلی کاغذات کے ذریعے لبنان پہنچا دیے۔ پھر اجنبی سے کہا "میری بیوی ہر بار بینک جا کر رقم نہیں لائے گی۔ کوئی دوسرا ذریعہ اختیار کرو۔"

وہ بولا "تمہاری سوچ بتا رہی ہے تمہیں جوا کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ تم کیسینو جاؤ۔ میں تمہیں پانچ لاکھ سے دس لاکھ شیکل جیتنے کا موقع دوں گا لیکن اس سے پہلے میرے جعلی کاغذات تیار کرو' میں کل یہاں سے لبنان چلا جاؤں گا۔"

"کیا تمہارے جانے کے بعد میری آمدنی کا ذریعہ ختم ہو جائے گا؟"

"میں دنیا کے کسی ملک میں بھی رہ کر تمہارے دماغ میں آ سکتا ہوں۔ میں اپنے خاص لوگوں کو اسرائیل پہنچانے اور وہاں سے واپس بلانے کے سلسلے میں تم سے کام لیتا رہوں گا۔ کام نہ ہونے کی صورت میں تمہیں ماہانہ پچاس ہزار شیکل ملتے رہا کریں گے۔"

یہ معاملہ طے ہونے کے بعد کیسینو میں کھیلنے آیا تھا۔ تقریباً تین لاکھ شیکل جیت چکا تھا اگر وہاں ہنگامہ شروع نہ ہوتا تو اور دو چار گھنٹوں میں چھ سات لاکھ جیت چکا ہوتا۔ اس کے مقابل کھیلنے والوں کو اس پر شبہ ہو گیا تھا۔ وہ ان سے جان بچانے کے لیے سیکورٹی گارڈز کے روم میں آ کر بیٹھ گیا تھا۔ علی کا ایک ہاتھ کھانے کے بعد پہلے تو چکرا کر رہ گیا تھا۔ عارضی طور پر دماغی توانائی میں فرق آ گیا تھا۔ اب وہ نارمل تھا۔

اجنبی نے اس کے پاس آ کر کہا "میں کیسینو میں اچھی طرح تلاش کر چکا ہوں۔ یہاں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا نظر نہیں آ رہا ہے۔"

"شاید یہاں ایسا کوئی نہیں ہو گا۔ ہوتا تو نظروں میں آ جاتا۔"

"پھر وہ کون تھا جو تمہارے اندر آنا چاہتا تھا اور تم نے سانس روک لی تھی۔"

"ہو سکتا ہے ان جواریوں سے لڑنے کے دوران گھبراہٹ یا پریشانی میں سانس رک گئی ہو۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ یہ تین لاکھ شیکل لے کر گھر جاؤ۔ وہاں اور تین لاکھ پہنچ جائیں گے۔ کل میری روانگی کے وقت بحری جہاز میں ضرور موجود رہنا۔ جعلی کاغذات میں کوئی بات شبہ پیدا کرے گی تو اسے تم ہی دور کر سکو گے۔"

ثانی خاموشی سے افسر کے دماغ میں رہ کر یہ معلومات حاصل کر رہی تھی پھر اس نے علی کو یہ سب کچھ بتایا' وہ سوچ میں پڑ گیا۔ کہنے لگا "یہ اجنبی خیال خوانی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟"

ثانی نے کہا "دو باتیں ہو سکتی ہیں۔ یہودی خیال خوانی کرنے والوں میں سے کوئی اس ملک سے بھاگ رہا ہے۔ یا پھر کسی ملک سے تعلق رکھنے والا یہاں ٹیلی پیتھی کے ذریعے کچھ کرنے آیا ہو گا' اب ناکام یا کامیاب ہو کر واپس جا رہا ہے۔"

وہ بولا "ثانی' اس ملک کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں الپا کوما میں ہے۔ ہیری ہوگن کو لمبوڈا نے اسیر کیا ہے۔ جے مورگن یورے فارم میں ہے اور گولڈن برینز کے لیے کام کر رہا ہے۔ جنرل پارکن کے متعلق بھی رپورٹ ہے کہ اس کا برین واش کرنے کے بعد وہ قابلِ اعتماد ہو گیا ہے اور اس سے معمولی نوعیت کے کام لیے جا رہے ہیں۔"

"تو پھر جنرل پارکن مشکوک ہے۔ برین واش ہونے کے بعد کسی دشمن کو اتنا موقع مل گیا ہو گا کہ وہ اسے ٹریپ کر سکے اور اب وہ اس دشمن کے اشاروں پر یہ ملک چھوڑ رہا ہو گا۔"

"تمہارے دو ماتحت خیال خوانی کرنے والے موبارو اور ٹالبوٹ اس ملک میں موجود ہیں۔ کہیں وہ کسی کے غلام نہ بن گئے ہوں۔ انہیں فوراً چیک کرو۔"

ثانی نے دونوں سے باری باری رابطہ قائم کیا۔ وہ کسی کے زیرِ اثر نہیں تھے۔ بالکل خیریت سے تھے اور کوئی ایسا ٹیلی پیتھی جاننے والا ان کے علم میں نہیں تھا جو اسرائیل میں موجود ہو اور کل یہاں کی سرحد پار کرنے والا ہو۔

علی نے کہا "اب تو یہ کل ہی معلوم ہو گا کہ وہ ذاتِ شریف کون ہیں۔"

وہ ائرپورٹ آئے۔ لمبوڈا نے ثانی کے پاس آ کر بتایا کہ تل

ابیب کے ائرپورٹ میں ایک میاں بیوی اس کے استقبال کے لیے آئیں گے۔ وہ ان کے گھر جائے گی اور ان کی ایک جوان بیٹی کا چہرہ اپنائے گی۔ علی نے فون کے ذریعے جے مورگن کو مخاطب کیا۔ پھر کہا "میں طیارے میں سوار ہونے جا رہا ہوں۔ میرے پاس رہو۔ تم سے ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

وہ ریسیور رکھ کر ثانی کے ساتھ رن وے کی طرف جانے لگا۔ جے مورگن نے آکر کوڈورڈز ادا کیے۔ علی نے کہا "ایک تشویشناک مسئلہ ہے۔ میں جو کہنے جا رہا ہوں وہ بات کسی اور کو نہ معلوم ہو۔ ہمارے ملک میں ایک خیال خوانی کرنے والا ہے۔ اس نے کل بحری راستے سے یہاں کی سرحد پار کرنے کے انتظامات کر لیے ہیں۔"

"سر' یہ کون ہو سکتا ہے؟"

"وہ کوئی ہمارا دوست بھی ہو سکتا ہے اور دشمن خیال خوانی کرنے والا بھی۔ ویسے میں جنرل پارکن پر شبہ کر رہا ہوں۔ اگر میرے اور تمہارے سوا کسی تیسرے کو یہ بات معلوم نہ ہوئی تب اسے آسانی سے گرفتار کرلیں گے۔"

"ٹھیک ہے سر! لبنان جانے والا بحری جہاز گیارہ بجے روانہ ہو گا۔ میں آپ سے دس بجے رابطہ کروں گا۔"

جی مورگن چلا گیا۔ ثانی اور علی طیارے میں بیٹھے تل ابیب کی طرف پرواز کر رہے تھے۔ یہ ایسے راستے پر جا رہے تھے اور ایسی حکمتِ عملی اختیار کر رہے تھے جو میں نے اور سونیا نے بھی کبھی اختیار نہیں کی تھی۔ ہم اپنی بقا اور اپنے مفاد کے لیے دشمنوں سے جنگ کرتے آئے تھے۔ ہمارے برعکس سونیا ثانی اور علی دشمنوں کے حق میں ان کی بقا کے لیے مصروف ہو گئے تھے۔ ثانی لمبوڑا کو فائدے پہنچا رہی تھی۔ علی' الپا اور جنرل پارکن کو دشمنوں کی قید میں جانے سے بچا کر گولڈن برینز کو فائدے پہنچا رہا تھا اور یوں یہ دونوں ان کی جڑوں میں گھس گئے تھے۔

ایک بار سلمان نے بھی اسی طرح جڑوں میں گھس کر سپرماسٹر کا عہدہ حاصل کرلیا تھا۔ علی سب سے زبردست گولڈن برین بن چکا تھا۔ اب پتا نہیں ثانی سپرمادام سے اور کیا کچھ بننے والی تھی۔

○☆○

مرینا اس چرچ پر قبضہ جمانے کے بعد بہت مصروف ہو گئی تھی۔ پہلے اس چرچ میں ایک فراڈ پادری آندریو تھا۔ اس کے ساتھ دس راہب اور چھ راہبائیں تھیں اور یہ سب کے سب روسی جاسوس تھے۔ مرینا نے ان سب کو اپنا تابعدار بنا کر انہیں ایک خفیہ اڈے میں رہائش کی اجازت دی تھی۔ چرچ کو ان کے وجود سے پاک کر کے فرغانہ سے ایک صحیح پادری اور چند عبادت گزار راہب اور راہباؤں کو بلا کر وہ چرچ ان کے حوالے کیا تھا۔ اپنے لیے چرچ کے پیچھے ایک کمرا مخصوص کرلیا تھا۔

مرینا نے طرز زندگی بدل لیا تھا۔ رنگین بلاؤز' پیٹی کوٹ' شرٹ چھوڑ کر راہبہ کا سفید لباس پہن لیا تھا۔ حسین چہرے پر سنجیدگی اور بردباری دیکھ کر لوگ متاثر ہوتے تھے۔ نیا پادری فادر جوزف بھی متاثر ہوا تھا۔

اس نے پہلے ہی دن کہا تھا۔ "بیٹی! تم ابھی کم سن لگتی ہو لیکن تمہارے اندر بزرگوں جیسی سنجیدگی اور اپنے دین کی لئے محبت ہے۔ یہاں مسلمانوں کی کثیر تعداد کے بعد کمیونسٹ زیادہ نظر آتے ہیں۔ عیسائی کم نظر آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہو گی کہ اس چرچ میں عبادت کرنے والے زیادہ تعداد میں آئیں۔"

اس نے کہا "فادر! ہماری یہی کوشش ہو گی کہ یہاں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہے۔ اس مقصد کے لیے میں ایک تبلیغی جماعت بنا کر تاشقند جا رہی ہوں۔"

"بیٹی! وہاں ہماری ایک بہت بڑی تبلیغی جماعت ہے' تم اس میں شامل ہو جاؤ۔"

"فادر! میری جماعت ان سے مختلف ہو گی۔ میں اپنے دین کی تبلیغ کی خاطر سیاسی چالیں چلوں گی۔ شرافت کا جواب شرافت سے اور مکاری کا جواب مکاری سے دوں گی۔"

"تمہاری اس بات سے یاد آیا' ازبکستان کے ہر بڑے شہر میں ایک نئی تنظیم قائم ہوئی ہے۔ اس تنظیم کا نام متحدہ مذہبی فرنٹ ہے۔ وہ ایک نئے مذہب "دینِ انساں" کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ سنا ہے وہ بیماروں کو شفا دیتے ہیں۔ اور لوگوں کو مختلف پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دلاتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے وہ مذہبی فرنٹ والے جادو جانتے ہیں۔"

"فادر! آپ کو جادو کا خیال کیوں آیا؟ وہ ایسا کیا حیرت انگیز کارنامہ دکھاتے ہیں؟"

"بخارا کے دو بڑے ڈاکٹروں نے ایک شخص کا طبّی معائنہ کر کے رپورٹ دی تھی کہ اسے کینسر ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ چھ ماہ جی سکے گا۔ "دینِ انساں" کے ایک عالم نے اس پر صبح سے شام تک روحانی عمل کیا پھر کہا' جاؤ اور ڈاکٹروں سے کہو تمہیں کینسر نہیں ہے۔ وہ طبّی معائنہ کر کے تصدیق کر سکتے ہیں۔"

مرینا نے کہا "انہوں نے طبی معائنہ کیا ہو گا اور یہ حیرت انگیز انکشاف ہوا ہو گا کہ کینسر کا مرض ختم ہو چکا ہے۔"

"ہاں' ایک اور شخص بہت زیادہ خوفزدہ تھا۔ ایک دشمن اسے قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے مذہبی فرنٹ میں جا کر پناہ لی۔ اس دین کے ایک پادری نے روحانی عمل سے اس دشمن کو بلایا۔ دشمن آتے ہی قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔ پھر اس نے قسم کھائی کہ کبھی کسی کو قتل کی دھمکی نہیں دیا کرے گا۔"

مرینا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بھی ایسے ہی کمالات دکھا کر لوگوں کو اپنے دین کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی لیکن یہ "دینِ انساں" والے مجھ سے پہلے ہی ایسی چالیں چلنے لگے ہیں۔ میں تاشقند پہنچ کر ان سے نمٹ لوں گی۔"

فادر نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا تم ان کی طرح کمالات یا [کر]امات دکھا سکتی ہو؟"

"میں بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ کیا آپ "دینِ انساں" کے کسی [مذ]ہبی پیشوا یا ان کے کسی اہم آدمی کا نام اور فون نمبر وغیرہ جانتے [ہیں]؟"

فادر جوزف نے اپنی فائل میں سے ایک کتابچہ نکال کر دیتے [ہو]ئے کہا یہ "دینِ انساں" کا ایک تبلیغی کتابچہ ہے۔ اس میں [تع]لیمات کے علاوہ تنظیم کے اہم افراد کے نام پتے اور فون نمبرز [و]غیرہ درج ہیں۔"

مرینا نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔ فادر سے رخصت ہو کر فراڈ [پا]دری آندریو کے پاس آئی پھر بولی "سامان سفر باندھو اور تبلیغی [مش]ن پر تاشقند چلو۔ باقی باتیں راستے میں ہوں گی۔"

آندریو' دس فراڈ راہب اور چھ راہباؤں کے ساتھ چلنے کی [تیا]ریاں کرنے لگا۔ مرینا سمجھ گئی کہ متحدہ مذہبی فرنٹ میں کوئی ٹیلی [پیتھ]ی جانتا ہے۔ اس نے دو بڑے ڈاکٹروں کے دماغوں میں گھس کر [ایک] صحت مند شخص کے لیے کینسر کی میڈیکل رپورٹ لکھوائی ہو [گی]۔ پھر اس شخص پر جھوٹ موٹ کا روحانی عمل کر کے اسے پھر [طبی] معائنہ کے لیے بھیجا ہو گا۔ دوسری بار ان ڈاکٹروں کو آلۂ کار [نہی]ں بنایا گیا ہو گا اور انہوں نے ہوش و حواس میں رہ کر نئی میڈیکل [رپ]ورٹ لکھی ہو گی کہ واقعی کینسر کا مرض حیرت انگیز طور پر ختم ہو چکا ہے۔

اسی طرح وہ دشمن جو کسی کو قتل کرنا چاہتا تھا وہ بھی ٹیلی پیتھی کے زیرِ اثر معافی مانگنے اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہو گا۔ مرینا نے تاشقند پہنچ کر ایک بہت بڑی عمارت کا ایک پورا فلور کرائے پر حاصل کیا۔ آندریو اور اس کے تمام راہب اور راہباؤں کو حکم دیا کہ اس فلور میں مکمل مذہبی ماحول قائم کریں۔ اگر وہاں کسی نے شراب پی اور کوئی گناہ کیا تو وہ اسے تڑپا تڑپا کر مار ڈالے گی۔

وہ لوگ ٹیلی پیتھی کے ذریعے ملنے والی اذیتیں برداشت کر چکے تھے' اب ان اذیتوں کے تصور سے ہی کانپ جاتے تھے۔ پھر یہ کہ مرینا اس عرصے میں ان سب کو تنویمی عمل کے ذریعے اپنا تابعدار بنا چکی تھی۔ اس لیے وہ نیک راہب اور راہباؤں جیسی زندگی گزارنے والے تھے۔

مرینا نے وہاں تمام انتظامات مکمل کرنے کے بعد اپنے لیے ہوٹل چہار سُو میں ایک کمرا لیا۔ پھر وہاں آرام سے بیٹھ کر کتابچے کو دیکھا' اس میں ہر شہر کے یہودی ربّی' عیسائی پادری اور مسلمان علماء کے نام پتے اور فون نمبرز تھے۔ ان یہودی' عیسائی اور مسلمانوں کے پیشواؤں نے دعویٰ کیا تھا کہ یہ نیا "دینِ انساں" تمام مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر لاتا ہے اور دنیا سے تمام مذہبی منافرتوں کو ختم کرتا ہے۔

مرینا نے ایک یہودی ربّی کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر رابطہ قائم

ہونے پر پوچھا۔ "کیا میں محترم ربّی سے مخاطب ہوں؟"

"ہاں خاتون! میں ربّی ہوں۔"

"محترم میں خاتون نہیں' ایک دوشیزہ ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی ہے۔ آپ نے مجھے خاتون کہہ کر میرا دل توڑ دیا ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں نے تمہاری آواز سے غلط اندازہ لگایا۔ ویسے تم کون ہو؟ اور کیا چاہتی ہو؟"

"میں نے آپ لوگوں کا کتابچہ پڑھا ہے اور یہ بھی سنا ہے کہ آپ لوگ روحانی عمل کے ذریعے معجزے دکھاتے ہیں۔ کینسر جیسے ناقابلِ علاج مرض کو ختم کر کے مریض کو نئی زندگی دیتے ہیں اور دشمنوں کو اپنے قدموں میں گڑگڑانے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

"ہاں' ہم برائیوں اور بیماریوں کو ختم کر دیتے ہیں۔ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟"

"میں تمہارے جیسی برائیاں ختم کرتی ہوں۔ اگر روکنا چاہو تو اپنے کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کو میرے پاس بھیج دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ پھر اس ربی کے اندر پہنچ گئی۔ پتا چلا وہ ربّی کا ایک شاگرد ہے۔ اصل ربی' پادری اور علماء نے گوشہ نشینی اختیار کر لی ہے۔ وہ روپوش نہیں ہوئے تھے لیکن کسی سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ مرینا نے اس کی سوچ میں پوچھا۔ "تنظیم کے ان اکابرین نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کی ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "اچانک ہی کچھ گڑبڑ ہو گئی تھی۔ سب پریشان ہو گئے تھے۔ پھر سب ہی نے فیصلہ کیا کہ وہ اکابرین فی الحال کسی سے بات نہیں کریں گے۔ تنظیم کے دوسرے افراد عوام سے رابطہ رکھیں گے۔"

اس کی سوچ بتا رہی تھی کہ ربّی اس رہائش گاہ میں موجود ہے مرینا اسے وہاں سے اٹھا کر چلاتی ہوئی ربی کے کمرے میں لے گئی۔ ربی نے کہا "ادھر میرے فون کی گھنٹی بجی تھی۔ میں باتھ روم میں تھا۔ کیا تم نے اٹینڈ کیا تھا؟"

وہ اس کے سوال کا جواب دینے لگا۔ مرینا نے ربّی کے دماغ میں پہنچنا چاہا۔ اس نے سانس روک لی۔ ہڑبڑا کر اٹھتے ہوئے بولا۔ "فرہاد آ رہا ہے۔ وہ تمہارے اندر ہے۔ میرے اندر آنا چاہتا ہے۔ جاؤ یہاں سے بھاگ جاؤ۔ میں اندر سے دروازہ بند کروں گا۔"

اس نے اپنے شاگرد کو دروازے کی طرف دھکا دیا۔ مرینا نے اس شاگرد پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ وہ اچھل کر ایک طرف گیا۔ سینٹر ٹیبل پر ایک ٹرے میں بہت سے پھل رکھے ہوئے تھے۔ پھل کاٹنے والا چاقو بھی تھا۔ اس نے لپک کر چاقو اٹھایا پھر ربّی کے سنبھلتے سنبھلتے حملہ کر دیا۔ اس کے حلق سے ایک چیخ نکلی۔ جان سے مار ڈالنے کا ارادہ ہرگز نہ تھا۔ اس لیے وہ صرف زخمی ہوا۔ مرینا اس کے اندر پہنچ گئی۔

اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا "اس تنظیم میں ٹیلی پیتھی جاننے والا کون ہے؟"

اس کی سوچ نے کہا "تین ٹیلی پیتھی جاننے والے تھے۔ ان میں سے ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا رو کی ہڈسن سانپ کے ڈسنے سے مر گیا ہے۔ باقی دو خیال خوانی کرنے والے باربرا نکسن اور جیری ہاک روپوش ہو گئے ہیں۔"

وہ بولی "ابھی تم کہہ رہے تھے کہ فرہاد تمہارے اندر آنا چاہتا ہے۔ کیا وہ تم لوگوں کو جانتا ہے؟"

"ہاں جانتا ہے۔ شاید نہ جانتا لیکن ہمارے خیال خوانی کرنے والے روکی کی شامت آ گئی تھی' وہ فرہاد کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتا تھا مگر خود اس کے دام میں آ گیا۔ فرہاد کو اس کے ذریعے ہماری تنظیم کا کچا چٹھا معلوم ہو گیا۔ شاید اسی نے روکی کو سانپ کے ذریعے ہلاک کیا ہے۔"

وہ دماغی طور پر حاضر ہو کر ناگواری سے سوچنے لگی۔ "کیا مصیبت ہے۔ فرہاد ان کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے ہی ان کے اندر پہنچا ہوا ہے۔"

وہ مجھے منہ کے سامنے بڑی محبت سے پاپا کہتی تھی مگر مجھ سے دور ہوتے ہی دشمن ٹیلی پیتھی جاننے والا فرہاد کہا کرتی تھی۔ ایسے وقت اس کے دل میں ایک ذرا محبت اور مروّت نہیں ہوتی تھی۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ جس طرح وہ ٹیلی پیتھی کے ذریعے کرامات دکھا کر لوگوں کو عیسائیت کی طرف مائل کرنا چاہتی تھی۔ اسی طرح "دینِ انساں" والے کرامات دکھا رہے تھے۔ وہ اپنی حکمتِ عملی سے اس نئی مذہبی تنظیم کو مٹا سکتی تھی مگر یہ کام میں کر رہا تھا۔ اسے میری مداخلت پسند نہیں تھی کیونکہ باربرا اور جیری کو ٹریپ کر کے اپنا تابعدار بنانا چاہتی تھی اور ایسا میری موجودگی میں ممکن نہیں تھا۔

میں نے اس سے کہا تھا کہ افغانستان جا رہا ہوں لیکن پلٹ کر تاشقند آ گیا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی لیکن جب یہ سنا کہ روکی یہاں مجھے ٹریپ کرنا چاہتا تھا مگر میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا ہے تو تشویش اور بڑھ گئی کہ میں اسی شہر میں اس کے قریب ہوں' اب اس کی چالاک فطرت سمجھا رہی تھی کہ اسے بیٹی بن کر میری پدرانہ محبت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

اس نے خوب سوچنے سمجھنے کے بعد مجھے مخاطب کیا۔ "ہیلو پاپا! میں آپ کی بیٹی مرینا ہوں۔"

"ہاں بولو۔ کیسے یاد کیا؟"

"میں آپ سے اگر کچھ مانگوں گی تو کیا آپ دے دیں گے۔"

"دینے کی کوئی چیز ہو گی تو ضرور دوں گا۔ جو چاہتی ہو اسے پہلی بتا کر نہ مانگو۔"

"یہاں دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں' ایک باربرا اور دوسرا جیری' میں ان دونوں کو اپنا تابعدار بنانا چاہتی ہوں۔"

"کیا تم ان کے دماغوں میں جا سکتی ہو۔"

"میں نے ان کی آواز اور لہجہ نہیں سنا ہے۔ کیا آپ سنا سکتے ہیں؟"

"مجھے افسوس ہے کہ نہیں سنا سکوں گا۔ وہ دونوں شاید مر چکے ہیں یا پھر ان دونوں پر کچھ ایسا تنویمی عمل کیا گیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ان کے دماغ سے ان کی اپنی آوازیں اور لہجے مٹ گئے ہیں۔ ہماری خیال خوانی کی لہریں ان لہجوں کے مطابق جاتی ہیں اور واپس آ جاتی ہیں۔ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ سوچ کی لہروں کو دماغ نہیں مل رہا ہے۔ اس لیے وہ مر چکے ہیں؟"

"میں سمجھ گئی' انہوں نے آپ سے چھپنے کے لیے خود کو مردہ بنا لیا ہے۔ اچھا میں جا رہی ہوں۔"

"ٹھہرو۔ مجھے یہ بتاؤ' تم دوسرے خیال خوانی کرنے والوں کو اپنا تابعدار کیوں بنانا چاہتی ہو؟"

"وہ لوگ نیا دین پھیلانے کے بہانے فراڈ کر رہے ہیں' میں معلوم کرنا چاہتی ہوں آخر وہ فراڈ کیا ہے۔"

"فراڈ یہی ہے کہ دینِ اسلام کو کمزور کرنے کے لیے یہ نیا دین لایا گیا ہے۔ ازبکستان کے باشندے طلوعِ اسلام سے اب تک مسلمان رہے ہیں۔ ادھر تقریباً ستّر برسوں سے روس نے دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کو بھی اس ملک سے ختم کرنے کی کوشش کی مگر ختم نہ کر سکے لیکن اسلامی تعلیمات ختم کر دیں جو اب دوبارہ شروع ہو چکی ہیں۔ ایسی صورت میں ابھی مسلمانوں کو بہکانے کے مواقع ہیں۔ اس لیے بہکانے کی خاطر یہ نیا دین لایا گیا ہے۔"

"پھر تو میں اس فراڈ دین والوں کو جہنم میں پہنچاؤں گی۔"

"تمہیں اسلام سے کیا دلچسپی ہے؟"

"میں جلد ہی پارس کی موجودگی میں اسلام قبول کرنے والی ہوں۔"

"تم کبھی مسلمان نہیں بن سکو گی۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"جن دنوں میں تمہارے دماغ میں آیا کرتا تھا ان دنوں تمہارے خیالات پڑھ کر معلوم ہو گیا تھا کہ تم کٹر عیسائی ہو۔ اپنی جان دے سکتی ہو مگر اپنا دین نہیں چھوڑ سکتیں۔"

"وہ بہت عرصہ پہلے کی بات ہے۔ اب میرا فیصلہ بدل گیا ہے۔"

"کیا یقین کرنے کے لیے مجھے اپنے دماغ میں آنے دو گی؟"

"آں؟ نن نہیں۔ پلیز آپ نہ آئیں۔ میں سانس روک لوں گی۔ آپ اس بحث کو جانے دیں' میں عیسائی رہوں گی۔"

"تو پھر یہاں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے کام کرتی رہو گی۔ ایسی صورت میں میں نہیں چاہوں گا کہ تم کسی خیال خوانی کرنے والے کو اپنا تابعدار بناؤ اور یہاں کے مسلمانوں کے خلاف اپنی طاقت بڑھاؤ۔"

"میں آپ کو پاپا کہتی ہوں اور آپ مخالفانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔"

"میرا اپنا بیٹا بھی اسلام کے خلاف محاذ بنا کر مجھے پیار سے پاپا کہے گا تو میں اُس کی بھی مخالفت کروں گا۔"

"اچھی بات ہے پاپا! میں مایوس ہو کر جا رہی ہوں۔"

"جاؤ بیٹی! جہاں رہو' خوش رہو' شاد و آباد رہو۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔"

وہ میرے دماغ سے نکل کر اپنی جگہ حاضر ہو گئی۔ اسے مجھ پر غصہ آ رہا تھا۔ میں چپ چاپ اس کے اندر پہنچ گیا تھا اور اسے خبر نہیں تھی۔ خوش فہمی تھی کہ آتما شکتی حاصل کرنے کے بعد اس کے دماغ میں میری سوچ کی لہریں آنے میں ناکام رہتی ہیں۔

وہ سوچ رہی تھی' وہاں کے لوگ اگرچہ مسلمان ہیں مگر دین و ایمان کے مستحکم اصول کو نہیں جانتے ہیں۔ ایسے میں عیسائیت کے اصول انہیں سمجھائے جائیں اور انہیں خیال خوانی کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا جائے تو... خاطر خواہ کامیابی ہو گی لیکن اس مقصد کے لیے ایسا راستہ اختیار کرنا ہو گا جہاں فرہاد سے سامنا نہ ہو۔

وہ مجھے مصیبت اور مسئلہ سمجھ کر غور کر رہی تھی۔ میں نے سوچا جب یہ کسی نتیجے پر پہنچ کر عمل کرے گی تو میں اس کے پاس آ کر اس کی چالوں کو سمجھ لوں گا۔ میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر ایک گھنٹے بعد اس کے پاس آیا تو ایوان راسکا بول رہا تھا۔ "مرینا! جنرل پارکن کے پاس پہنچو۔ وہ اسرائیلی سرحد پار کر کے لبنان پہنچنے والا ہے۔"

ایوان راسکا نے جنرل پارکن کو پہلے اپنا معمول بنایا تھا پھر مرینہ نے ایوان راسکا سے اسے اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔ وہ جنرل پارکن کے پاس آئی۔ پھر بولی۔ "کیا تم پوری طرح مطمئن ہو کہ اسرائیلی سرحد پار کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی؟"

"میں پوری طرح مطمئن ہوں مادام! اعلیٰ افسر نے جس نام سے میرے کاغذات تیار کیے ہیں' میں اسی میک اپ میں ہوں۔ اب بندرگاہ کی طرف جا رہا ہوں۔ اس اعلیٰ افسر کی موجودگی میں کوئی مجھ سے کسی قسم کا سوال نہیں کرے گا۔"

"مجھے اس افسر کے دماغ میں لے چلو۔"

وہ افسر کے دماغ میں آ کر بولا "میں اپنی رہائش گاہ سے چھپ کر نکل رہا ہوں۔ بحری جہاز تک بیس منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔"

مرینا نے کہا "میں افسر کے خیالات پڑھتی رہوں گی۔ تم ہوشیاری سے آؤ اور تعاقب اور نگرانی کرنے والوں کا خاص خیال رکھو۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا اپنے اطمینان کے لیے افسر کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا وہ پچھلی رات نئے یروشلم کے ایک قمار خانے میں تھا۔ پھر رات ہی کی فلائٹ سے تل ابیب آ گیا تھا۔ قمار خانہ میں چند جواریوں سے جھگڑا ہوا تھا اور اس سے قبل ایک بار سانس روک لی تھی۔

سانس روکنے والی بات نے مرینا کو تشویش میں مبتلا کیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے دماغ میں کوئی آیا تھا؟"

وہ بولا "میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مار کھا کر گرتے وقت چند ساعتوں کے لیے ہوش و حواس معطل ہوگئے اور سانس رکی تھی۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ ایسا مار کھا کر بدحواسی میں ہوا اس دوران یا اس سے قبل کوئی دماغ میں آیا تھا۔"

"اس کے بعد کیا پھر تم نے سانس روکی تھی؟ یا پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کیا تھا؟"

"نہیں میں نے کسی بھی سوچ کی لہر کو محسوس نہیں کیا اور نہ ہی کسی وقت سانس روکی ہے۔ اگر کوئی ناکام ہو کر جاتا تو پھر کامیاب ہونے کی کوشش میں دوبارہ آتا لیکن وہ پھر پلٹ کر نہ آیا۔"

مرینا نے جنرل پارکن کے پاس آکر پوچھا "کوئی تعاقب کر رہا ہے؟"

وہ ڈرائیو کر رہا تھا۔ عقب نما آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا "میں بہت محتاط ہوں۔ اپنے بنگلے سے دیکھتا آرہا ہوں۔ بنگلے کے آس پاس نہ کوئی نگرانی کرنے والا تھا اور نہ اب کوئی تعاقب کر رہا ہے۔"

وہ بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں کار سے اتر گیا' اٹیچی لے کر امیگریشن کاؤنٹر پر آیا۔ وہاں وہ اعلیٰ افسر موجود تھا۔ اس نے جنرل کے کاغذات لے کر کلرک سے کہا "یہ او کے ہے۔ ان پر مہر لگا دو۔"

کاغذات پر سرحد پار کرنے کی مہر لگ گئی۔ افسر اس کے ساتھ چلتا ہوا۔ جہاز کی سیڑھیوں تک آیا۔ وہاں دو افسر اور مسلح فوجی جوان کھڑے ہوئے تھے۔ علی بھی موجود تھا۔ اس کا اشارہ پاتے ہی دو جوانوں نے جنرل پارکن کو جکڑ لیا۔ وہ بولا "یہ کیا حرکت ہے؟"

علی نے کہا "تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ میں کارمن ہیرالڈ ہوں' تمہارا گولڈن برین۔ تم سرحد پار نہ جاؤ۔ آہنی سلاخوں کے پار جاؤ۔"

یہ کہتے ہی اس نے سرنج کی سوئی اس کے بازو میں پیوست کر دی۔ جنرل پارکن دوسرے ہی لمحے میں بے ہوش ہوگیا۔ مرینا کو اس کے دماغ سے نکلنا پڑا۔ وہ اعلیٰ افسر کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگ چکی تھی۔ اس نے علی کے دماغ میں آنا چاہا وہاں جگہ نہ ملی' اس نے افسر سے پوچھا۔ "کیا یہی کارمن ہے؟ گولڈن برین ہے؟"

وہ بولا "میں نے اسے پہلی بار دیکھا ہے۔ یہ خود کو ابھی گولڈن برین کہہ رہا تھا۔"

مرینا نے کہا "اپنے آس پاس کے فوجی جوانوں اور افسروں کو کسی طرح بولنے پر مجبور کرو' میں ان میں سے کسی کے ذریعے گولڈن برین کو زخمی کردوں گی۔ تمہیں اور جنرل کو رہائی دلاؤں گی۔ میرے لیے یہ گولڈن برین کے اندر پہنچنے کا بہترین موقع ہے۔"

اس افسر نے چیخ چیخ کر کہا "میں ایک ذمہ دار سرکاری افسر ہوں۔ تم مجھے ہتھکڑی پہنا کر غلطی کر رہے ہو۔ مجھ سے اس معاملے میں بات کرو۔ بولو افسر تمہارا نام کیا ہے؟"

علی نے کہا "خواہ مخواہ ان کی زبان کھلوانے کی کوشش کر رہے ہو۔ ان میں سے کوئی افسر اور جوان اپنا نام نہیں بتا سکے گا۔ کیونکہ یہ سب گونگے ہیں۔"

"جھوٹ بولتے ہو۔ فوج میں کسی گونگے اور بہرے کو سپاہی نہیں بنایا جاتا۔"

"لیکن میں تمہاری ٹیلی پیتھی جاننے والی کے لیے انہیں گونگا کرلایا ہوں۔ یہاں کوئی چال کامیاب نہیں ہوگی۔ بائی دی وے' تم کون ہو مادام؟ کیا اپنا تعارف کراؤ گی؟"

مرینا اپنی ناکامی کو سمجھ گئی تھی۔ افسر کے دماغ سے چلی گئی۔ اسی افسر کے اندر ثانی اور جے مورگن چھپے ہوئے تھے۔ مورگن نہیں جانتا تھا کہ وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی کوئی ثانی موجود ہے۔ البتہ ثانی اس کی موجودگی کے متعلق جانتی تھی۔ علی نے افسر کو دیکھتے ہوئے مورگن کو مخاطب کیا "مورگن! وہ محترمہ جو فوجیوں کو بولنے پر مجبور کرنا چاہتی تھیں ابھی تک خاموش کیوں ہیں؟"

وہ بولا "شاید چلی گئی ہے۔ یا سوچ رہی ہے کہ اپنا جھوٹا تعارف کیسے کرائے؟"

"اسے سوچنے دو یا اگر چلی گئی ہے تو بڑا کرم کیا ہے۔ تم جنرل پارکن کو کوما پہنچانے تک اس کی سختی سے نگرانی کرتے رہو۔"

علی وہاں سے چلتا ہوا بندرگاہ کے پارکنگ ایریا میں آیا۔ ایک بہت ہی قیمتی کار اس کے سامنے آکر رک گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک نہایت ہی حسین و جمیل دوشیزہ بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر آئی۔ بدن پر قیمتی اور جاذب نظر لباس تھا۔ وہ ایک ادائے ناز سے چلتی ہوئی اس کے سامنے آکر بولی۔ "اے مسٹر! تمہیں دکھائی نہیں دیتا' یہ راستہ ہے۔ اگر میں بریک نہ لگاتی تو کچلے جاتے۔"

علی نے مسکراتے ہوئے کہا "تم تو مجھے کچلنے کے لیے ہی پیدا ہوئی ہو۔ کب تک بریک لگاتی رہو گی۔ مجھ پر چڑھتی چلی آؤ۔"

وہ ہنس کر بولی "تم پامیلا سے شادی کرنے کے بعد بدمعاش ہو گئے ہو۔ پہلے ایسی باتیں نہیں کرتے تھے' یہ بتاؤ یہ نیا حسن کیسا ہے؟ کیا میں حسین اور پرکشش لگ رہی ہوں؟"

"تم خواہ کتنی ہی حسین بن جاؤ۔ میری ثانی کے اصلی چہرے کے سامنے دنیا کی کوئی صورت نگاہوں میں نہیں سماتی۔"

"اے' تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ کہو' کیا میرے میک اپ میں کوئی خامی رہ گئی ہے یا آواز اور لہجہ بدلنے میں ناکام رہی ہوں؟"

"تمہاری کوئی خامی یا ناکامی نہیں ہے۔ پرفیکٹ میک اپ ہے۔ یہ کیوں بھولتی ہو کہ ہم ہزار پردوں میں بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ تم نے مجھے پال ہیریمن کے روپ میں اور میں نے تمہیں الپا کے روپ میں پہچان لیا تھا۔ اگرچہ تم یادداشت کھو چکی

تھیں اس کے باوجود مجھے اپنا سمجھ رہی تھیں۔ ہم بصارت سے نہیں بصیرت سے ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر بولی۔ "میری گاڑی میں چلو گے یا اپنی گاڑی میں؟"

"میری گاڑی ملازم لے آئے گا۔ مجھے تمہاری جیسی حسینہ سے لفٹ لینا چاہیے۔"

وہ دونوں ہنستے ہوئے کار کی اگلی سیٹ پر آکر بیٹھ گئے۔ ثانی نے اسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتے ہوئے کہا "میرا موجودہ نام کم مانی ہے۔ میں ایک ارب پتی یہودی پرائز ہولڈن کی بیٹی ہوں۔ لندن سے سینئر کیمبرج کا امتحان پاس کر کے آئی ہوں۔ ممی ڈیڈی نے کہا ہے کہ مجھے جلد ہی ایک لائف پارٹنر تلاش کر لینا چاہیے۔"

"یعنی تمہارے ممی ڈیڈی کو معلوم ہو چکا ہے کہ تم بالغ ہو چکی ہو؟"

"جی ہاں۔ معلوم ہو چکا ہے۔"

"کیسے معلوم ہو گیا؟ کیا تمہاری کوئی بالغانہ حرکت پکڑی گئی ہے۔"

"اے مسٹر' زیادہ فری ہونے کی کوشش نہ کرو اور کام کی بات کرو۔ اس افسر کے دماغ میں کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والی بول رہی تھی۔ تم کچھ اندازہ کر سکتے ہو وہ کون تھی؟"

"اندازہ ہی نہیں یقین ہے کہ وہ مرینا تھی۔ آج کل سپر ماسٹر کی ٹیم میں صرف تم ہی ایک خیال خوانی کرنے والی لڑکی ہو' باقی سب مرد ہیں۔ ماسک مین کے پاس صرف ایک ایوان راسکا ہے۔ اسرائیل میں ایک الپا ہے جو ابھی کوما میں ہے۔ شلپا اور جورا جوری جیسی پرانی خیال خوانی کرنے والیاں نابود ہو چکی ہیں۔ صرف ایک مرینا رہ گئی ہے۔ وہی ایسی حرکتیں کر رہی ہے۔"

"بہت عرصہ پہلے میں نے سنا تھا کہ مرینا کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ٹیم بنانے کا خبط ہے۔ آج وہ جنرل پارکن کو یہاں سے لے جانا چاہتی تھی۔ اس کا مطلب ہے' وہ پرانا خبط ابھی تک اس کے دماغ میں ہے۔"

"تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں میں وہی ایک ایسی عورت ہے جو یہ علم حاصل کرنے کے بعد بھی آج تک بھٹک رہی ہے۔ نہ زندگی گزارنے کے لیے ٹھوس اصول بناتی ہے' نہ کسی پر اعتماد کرتی ہے۔ نہ اس کا کوئی گھر ہے اور نہ ہی کوئی محفوظ پناہ گاہ ہے۔ کسی مصیبت کی گھڑی میں کوئی اس کی پشت پناہی کرنے والا نہیں ہے۔ وہ ایک دن بہت پچھتائے گی۔"

ٹیلی پیتھی سیکھ لینے کے بعد پتا نہیں لوگوں کو کیا ہو جاتا ہے۔ وہ پھر زمین پر پاؤں ہی نہیں رکھتے۔ آسمانوں پر اڑنے لگتے ہیں۔ ثانی نے کہا "خدا کا شکر ہے۔ صرف ہمارے خاندان کی تمام ٹیلی پیتھی جاننے والی خواتین ہمیشہ سے محفوظ رہی ہیں اور خدا نے چاہا تو ہمیشہ عزت و آبرو سے زندگی گزارتی رہیں گی۔"

علی کچھ کہنا چاہتا تھا۔ ثانی نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

کیونکہ لمبوڑا اس کے پاس آکر کوڈ ورڈز ادا کر رہا تھا۔ پھر اس نے کہا "مائی ڈارلنگ بے بی! وہ کم بخت ہیری ہوگن تو فضول سا آدمی ہے۔ ٹیلی پیتھی جانتا ہے مگر ہمارے کام نہیں آئے گا۔"

"وہ اس قدر ناکارہ کیوں ہے انکل؟"

"وہ کم بخت بہت زیادہ شراب پیتا ہے۔ ہم اُس سے یہ لعنت نہیں چھڑا سکیں گے۔ یہ ڈاکٹروں کی متفقہ رائے ہے کہ اس کے جسم میں شراب تھوڑی بہت پہنچتی رہے۔ اسے پینے سے روکا جائے گا تو وہ وقت سے پہلے مر جائے گا۔"

وہ ایک جگہ گاڑی روک کر بولی "انکل! ایسا شخص نقصان زیادہ پہنچائے گا۔ دشمن اس کے دماغ میں چھپ کر ہماری مصروفیات معلوم کرتے رہیں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ایک ناکارہ شخص کو آپ کے حوالے کیا ہے۔"

"بیٹی ایسا نہ کہو۔ تم تو زبردست کام دکھا رہی ہو۔ ہمارے مقدر میں ہی خرابی ہے۔ اس لیے الپا بھی ہمارے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔"

"کام اگر بنتے ہیں تو بگڑتے بھی ہیں۔ آپ الپا کی خبر لیتے رہیں۔ ہو سکتا ہے وہ پھر ہمارے قبضہ میں آجائے۔"

"میں کئی بار جا چکا ہوں۔ وہ کوما میں ہے۔ ٹھیک ہے پھر جا کر دیکھتا ہوں۔"

وہ چلا گیا۔ ثانی نے ایک گہری سانس لے کر علی کو دیکھا پھر مسکرائی۔ علی نے پوچھا "مسکرا رہی ہو۔ کیا کوئی لطیفہ سنا گیا ہے؟"

"یہ لطیفہ ہی تو ہے۔ جان لمبوڑا اس ہیری ہوگن کو پا کر جتنا خوش ہوا تھا اب اتنا ہی تلملا رہا ہے۔"

وہ دونوں ہنسنے لگے۔

O☆O

بلخ کے قلعے ساسان کا انچارج اور اعلیٰ افسر ایڈی پاویل' پارس کا احسان مند تھا کیونکہ اس نے قلعہ فتح کرنے کے بعد پھر اسے اُس کے حوالے کر دیا تھا۔ جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ پارس حزبِ مومن کے اکابرین کے فیصلوں سے مایوس ہو کر آیا ہے اور تنہا رہ گیا ہے تو ایڈی پاویل نے کہا "مسٹر پارس! آپ تنہا نہیں ہیں۔ یہ قلعہ آپ ہی کا ہے۔ ہمیں حکم دیں' ہم آپ کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"آپ میرے ازبکستان جانے کی انتظامات کر دیں۔ میں یہاں سے صبح روانہ ہونا چاہتا ہوں۔"

"آپ وہاں رہائش کے لیے کون سا طریقہ اختیار کریں گے قانونی یا غیر قانونی؟"

"قانونی طریقہ۔ حکومتِ فرانس کو اطلاع دے دی گئی ہے۔ کل صبح میرے قانونی کاغذات تیار ہو کر سمرقند میں فرانسیسی سفیر کے پاس فیکس کے ذریعے پہنچ جائیں گے۔ آپ ہیلی کاپٹر کا انتظام کریں اور مجھے سمرقند پہنچا دیں۔"

"آپ نے حکومتِ فرانس کو کیوں زحمت دی ہے۔ سپر ماسٹر کی ...ب سے تمام انتظامات ہو جائیں گے۔"

"میرے پاپا نے کبھی سپر ماسٹر کا تعاون حاصل نہیں کیا۔ سمرقند ...ے کے لیے ہیلی کاپٹر اس لیے لے رہا ہوں کہ یہ قلعہ اور یہاں باقی ماندہ چیزیں میری خیرات کی ہوئی ہیں۔ میں ہیلی کاپٹر مانگ ...ں رہا ہوں۔ مانگنے کے حالات ہوں گے تو چھین کر لے جاؤں ..."

وہ سب خاموش رہے۔ ان کی خواہش تھی کہ کسی طرح دن ...اور فرہاد کا بیٹا وہاں سے چلا جائے۔ افغانستان میں ہم ان کے ...ے نہ رہیں' وہ ایسی خواہش نہ کرتے تب بھی پارس کو وہاں سے ...ی تھا۔ وہ دوسرے دن سمرقند پہنچ گیا۔

سمرقند کو میٹھی زمین کہا جاتا ہے۔ وہ پورا علاقہ اتنا روشن اور ...اتا ہوا سا ہے جیسے نور برس رہا ہو۔ پارس نے ہیلی کاپٹر کی پرواز ...دوران دیکھا تھا اس شہر کے تین اطراف خوبصورت برف پوش ...یاں ہیں اور چوتھی سمت دریائے زرافشاں کا صاف و شفاف ...بہتا ہے۔ شاید اسے زرافشاں اسی لیے کہا جاتا ہے کہ اس کا ...پانی کی طرح چمکتا رہتا ہے۔

اس نے پرواز کے دوران کوہک پہاڑی کے دامن میں ایک بڑی رصد گاہ دیکھی۔ ایک بہت بڑی پیپر مل بھی نظر آئی۔ ...بہت ہی عمدہ کاغذ تیار ہوتا ہے۔ اگرچہ پارس کا ان چیزوں ...کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن ہو سکتا ہے اس پورے علاقے کو ...اور سمجھنا ضروری ہو۔ حالات اسے ان علاقوں کی طرف بھی ...سکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر وہاں کے ایک ہیلی پیڈ پر اتر گیا۔ فرانس کے سفیر ...دوسرے افسران اس کا استقبال کرنے کے لیے آئے تھے۔ ...سا نے اس کی وہاں باقاعدہ رہائش کے لیے قانونی کاغذات اس ...حوالے کیے۔ ایک چھوٹے سے کاٹیج اور ایک ملازم کا انتظام ...یا تھا۔ لیلیٰ نے ملازم کو اندر سے پرکھ لیا پھر پارس سے کہا "یہ ...کسی جاسوس ہے اور تمہارا وفادار رہے گا۔ کیا میں تمہارے پاپا ...کو اطلاع دے دوں؟"

"ابھی رہنے دیں۔ دو چار روز میں یہاں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔ ...نئی جگہ ہے۔ نئے لوگ ہیں اس لیے پلیز آپ گھنٹے دو گھنٹے میں ...خیریت معلوم کرتی رہیں۔"

"ہاں بیٹے! میں آتی رہوں گی۔ اب آرام کرو' میں جا رہی ...ہوں۔"

...وہ چلی گئی۔ پارس نے ملازم سے کہا "میں سونے جا رہا ہوں۔ ...کھانا تین بجے کھاؤں گا۔ اس سے پہلے نہ جگانا۔"

اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ پھر بستر پر آکر ...تھوڑی ہی دیر میں گہری نیند سو گیا۔ اس کا کاٹیج ایک پہاڑی کے ...دامن میں تھا۔ ایک کشادہ کھڑکی کا پردہ ہٹانے سے دریائے

زرافشاں بہتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ اس کاٹیج کے اطراف بڑے خوبصورت مناظر تھے ایسے مناظر کو دیکھتے رہنے سے جی نہیں بھرتا تھا۔ پھر یہ کہ مشینی دنیا اور مشینی زندگی کے برعکس وہاں بہت خاموشی اور سکون تھا۔

وہ بڑے سکون سے سو رہا تھا۔ دماغ کو ہدایات دی تھیں کہ دوپہر کے دو بجے بیدار ہوں گا لیکن ایک گھنٹا پہلے ہی آنکھ کھل گئی۔ کوئی غیر معمولی بات ہوئی تھی۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ کاٹیج کا فرش اور دیواریں لکڑیوں کی تھیں۔ لکڑی کے فرش پر دور کوئی ٹھہر ٹھہر کر چل رہا تھا۔ جیسے چھپ کر آ رہا ہو۔ پارس نے فوراً ہی جوتے پہن لیے۔ پھر سوئیٹر پہنتا ہوا ایک میز پر چڑھ گیا۔ اس کمرے کی چھت پر ایک آسمانی کھڑکی تھی جس کے پٹ اندر سے بند کیے جاتے تھے۔ وہ دونوں پٹ کھول کر اوپر چھت پر آ گیا۔

چھت پر برف جمی ہوئی تھی۔ وہ چاروں ہاتھ پاؤں سے رینگتا ہوا چھت کے کنارے آیا۔ کاٹیج سے ذرا فاصلے پر دو مسلح افراد فرغل' سمور کی ٹوپی اور فل بوٹ پہنے کھڑے تھے۔ ان کے پاؤں تھوڑے سے برف میں دھنسے ہوئے تھے۔ ایک نے اشارے سے کچھ کہا۔ پھر وہ دو مختلف سمتوں سے کاٹیج کو گھیرنے لگے۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے کاٹیج کے اندر آنے لگے۔

پارس پھر چھت کی برف میں رینگتا ہوا۔ دوسرے کمرے کی آسمانی کھڑکی کے پاس آیا اسے کھول کر اندر دیکھا۔ اس کمرے میں ایک مسلح شخص کھڑکی کے پاس کھڑا باہر سے آنے والوں کو دیکھ رہا تھا۔ پارس نے آسمانی کھڑکی کھولی تو اس شخص نے سر اٹھا کر اوپر دیکھا پارس نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر اسے اوپر آنے کے لیے کہا۔ وہ فوراً ہی ایک کرسی پر چڑھ گیا۔ اپنا ہاتھ اوپر کی طرف بڑھایا' پارس نے ہاتھ پکڑ کر اسے اوپر کھینچ لیا۔

اس نے اوپر آکر پوچھا "تم کون ہو؟"

"میں اس کاٹیج میں رہتا ہوں۔ تم کیوں میرے گھر میں گھس آئے۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"وہ چار تھے۔ میں نے دو کو ختم کر دیا ہے۔ دو رہ گئے ہیں۔"

"کیا ان دو کو رشتے دار سمجھ کر چھوڑ دیا ہے؟"

اجنبی نے غصے سے رشتے کی ماں بہن ایک کی۔ پھر کہا "گولیاں ختم ہو گئی ہیں۔ یہ گن خالی ہے۔ کیا تمہارے پاس گن ہے؟"

"مجھے ایسے ہتھیاروں سے ڈر لگتا ہے۔ انہیں رکھنا تو دور کی بات ہے' میں تو ہاتھ بھی نہیں لگاتا۔"

"اتنے قد آور جوان ہو کر ہتھیاروں سے ڈرتے ہو۔"

"اگر تم نہیں ڈرتے ہو تو ان ہتھیاروں سے بھاگ کر میرے پاس کیوں آئے ہو؟"

"بکواس مت کرو۔ ان سے بچنے کی تدبیر کرو۔"

"تدبیر کیا کرنا ہے۔ وہ گمراہ ہیں' قتل و غارت گری کے راستے پر چل رہے ہیں۔ میں انہیں نصیحت کروں گا۔ خدا کا خوف دلاؤں گا'

وہ نادم ہو کر ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"یہ تم واقعی بچگانہ باتیں کر رہے ہو یا میرے برے حالات میں مذاق فرما رہے ہو۔"

"کیا بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لانا تمہاری نظروں میں مذاق فرمانا ہے؟ دیکھو، میں ابھی انہیں درندے سے انسان بنا دیتا ہوں؟"

یہ کہتے ہی اس نے بلند آواز سے پکارا "ارے بھائی صاحبان میں یہاں ہوں۔"

اجنبی نے جلدی سے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ کر غصے اور سرگوشی میں کہا "یہ تم نے کیا کیا؟ انہیں معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں ہوں۔"

"خدا کو سب معلوم ہے، تم کہاں ہو؟ وہ آسمان پر ہے، تم چھت پر ہو۔ جب اس سے نہیں چھپتے تو بندوں سے کیوں چھپتے ہو۔"

کاٹیج کے اندر سے کسی نے کہا "تم وہ نہیں ہو، جس کی ہمیں تلاش ہے۔ تم کون ہو؟ نیچے آؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔"

پارس نے کہا "خدا سے ڈرو۔ ایک دن سب کو اوپر سے نیچے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ زندگی جینے کے لیے دی ہے۔ گولی مارنے کے لیے نہیں دی ہے۔"

پارس نے آسمانی کھڑکی کے پٹ اٹھا کر کمرے میں جھانکتے ہوئے دونوں کو دیکھا۔ پھر کہا "السلام علیکم۔"

دونوں نے اوپر دیکھتے ہوئے کہا "وعلیکم السلام۔ تم نے ہم پر سلامتی بھیجی ہے، ہم نے تم پر۔ سلام کرنے سے جان کی امان ملتی ہے۔ نیچے آجاؤ۔"

وہ آسمانی کھڑکی کے راستے کمرے کے اندر لٹک کر فرش پر آگیا پھر ان سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا "مجھے خوشی ہے کہ میرے گھر میں مسلمان بھائی آئے ہیں۔ میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ تشریف رکھیے، آپ کے لیے قہوہ حاضر کروں گا۔"

"ہم قہوہ نہیں اس دشمن کا خون پئیں گے۔"

"اتنی سردی میں اس کا خون رگوں میں جم رہا ہے۔ آپ نہیں پی سکیں گے۔ پھر وہ میرا مہمان ہے۔ آپ جانتے ہیں، مسلمان جان دے دیتا ہے مگر مہمان پر آنچ نہیں آنے دیتا۔ اس نے میرے پاس پناہ لی ہے۔"

"دیکھو برادر! اس نے ہمارے دو آدمی مار دیے ہیں۔ وہ قاتل ہے۔ اسے ہمارے حوالے کر دو۔"

"جب میرا مہمان میرے گھر سے نکل کر چالیس قدم دور چلا جائے گا تو اسے بے شک گولی مار دینا، ابھی یہ ممکن نہیں ہے۔"

ایک نے حیرانی سے پوچھا۔ "تمہیں یہ ڈر نہیں ہے کہ ہمارے ہاتھوں میں بھری ہوئی بندوقیں ہیں۔"

"تم وعلیکم السلام کہہ کر سلامتی دے چکے ہو۔ پھر ڈر کیسا؟"

دونوں نے ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر کہا۔

"تم بہت چالاک ہو۔ ہم سے سلامتی حاصل کر لی۔ ٹھیک ہے، ہم جا رہے ہیں یہاں سے چالیس قدم دور جا کر اس قاتل کا انتظار کریں گے۔"

وہ ناگواری سے پاؤں پٹختے ہوئے باہر آئے۔ پارس نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "فی امان اللہ۔"

وہ دونوں پیچھے ہٹ گئے، ایک نے کہا "ہم زیادہ عربی نہیں جانتے ہیں۔ تم پھر سلامتی جیسی کوئی بات کہہ کر دشمن قاتل کو چالیس قدم دور بھی سلامتی دلاؤ گے۔ نہیں، تم دور رہو۔ ہم مصافحہ نہیں کریں گے۔"

وہ دونوں جانے لگے۔ جب ذرا دور چلے گئے تو پارس نے کمرے میں آ کر کہا "وہ جا چکے ہیں۔ اندر آجاؤ۔"

اجنبی آسمانی کھڑکی سے لٹک کر کمرے میں آیا پھر بولا "تم نے تو کمال کر دیا۔ یہ آج معلوم ہوا کہ سلام کرنے کے بعد مسلمان ایک دوسرے کی سلامتی کے ذمہ دار ہو جاتے ہیں۔"

"ہاں مگر چالیس قدم کے فاصلے پر موت تمہارا انتظار کرتی رہے گی۔"

اس نے زوردار قہقہہ لگایا پھر کہا "میں موت کا رخ پھیر دوں گا۔ ان دونوں کو چالیس قدم تو کیا چالیس میل دور بھگا دوں گا۔ بائی دی وے پینے کے لیے قہوہ ملے گا؟"

"ابھی میرا ملازم آئے گا، قہوہ مل جائے گا۔ اپنے متعلق بتاؤ۔ یہ معاملہ کیا ہے؟"

"یہ لوگ میری گرل فرینڈ پر بری نظر رکھتے تھے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ اللہ والی ہے۔ اس کے لیے برا سوچو گے تو عذاب نازل ہو گا مگر انہوں نے ایک نہیں سنی۔ پھر ان پر عذاب اترا۔ ان میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو گولی ماری اور مر گئے۔"

"لیکن تم نے تو چھت پر کہا تھا کہ ان دونوں کو تم نے ختم کیا ہے۔"

"شاید میں ڈینگیں مارتے ہوئے ایسا کہہ گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں نے میری کی بددعاؤں کے نتیجے میں خودکشی کی ہے۔"

"کیا میری تمہاری گرل فرینڈ کا نام ہے؟"

"ہاں وہ میری جان ہے، میری آرزوؤں کی جنت ہے۔"

"چالیس قدم پر جہنم ہے۔ تمہاری جنت کتنے فاصلے پر ہے؟"

"وہ اسپتال میں ہے، اس کا آپریشن ہو رہا ہو گا بلکہ ہو چکا ہو گا۔ مجھے وہاں پہنچنا تھا لیکن ان دشمنوں نے راستہ روک رکھا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ آپریشن تو کامیاب رہا ہے۔"

"ہاں میری توقع سے زیادہ کامیاب رہا ہے۔ میں مطمئن ہوں۔"

"تم اسپتال نہیں پہنچ سکے تو آپریشن کی کامیابی کا یقین کیسے ہو گیا۔"

"آں؟" وہ گڑبڑایا۔ پھر جلدی سے مسکرا کر بولا "یہ دل کے معاملات ہیں۔ محبت میں دل گواہی دیتا ہے۔ آپریشن اُدھر ہوتا ہے اور...."

"بچہ اِدھر ہو جاتا ہے، میں سن چکا ہوں محبت میں بڑے بڑے تماشے ہوتے ہیں۔"

پارس اپنے داؤ پیچ سے اس حد تک معلوم کر چکا تھا کہ وہ اجنبی ٹیلی پیتھی جانتا ہے یا اس کے پیچھے یہ علم جاننے والا کوئی چھپا ہوا ہے۔ ایک تو یہ بات حلق سے نہیں اتری کہ اسے قتل کرنے کا ارادہ کرنے والوں میں سے دو نے خود ہی ایک دوسرے کو قتل کر دیا۔ ایسے جان لیوا تماشے ٹیلی پیتھی کے ذریعے کیے جاتے ہیں پھر وہ میری کے پاس پہنچے بغیر خیال خوانی کے ذریعے معلوم کر چکا تھا کہ آپریشن کامیاب رہا ہے۔

ملازم نے آ کر کہا "سر! آپ وقت سے پہلے بیدار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوتا تو شہر نہ جاتا۔"

"کوئی بات نہیں۔ آدھے گھنٹے بعد کھانا لگا دو۔ یہ میرے مہمان یہاں میرے ساتھ کھائیں گے اور کھانے کے بعد قہوہ پئیں گے۔ میں ابھی باتھ روم سے آ رہا ہوں۔"

اس نے باتھ روم میں آ کر دروازے کو اندر سے بند کیا۔ اسی وقت کوئی دماغ میں آیا۔ اس نے صرف تین سیکنڈ انتظار کیا۔ پھر سانس روک لی۔ اگر لیلیٰ ہوتی تو آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کرتی چنانچہ پارس کا یقین اور پختہ ہو گیا وہ اجنبی جو اس کاٹیج میں تھا وہ ٹیلی پیتھی جانتا تھا۔

وہ دوسری بار نہیں آیا۔ سمجھ گیا کہ جس کے ہاں پناہ لے رہا ہے، وہ یوگا کا ماہر ہے، پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی سانس روک لیتا ہے۔ پارس نے باتھ روم سے آ کر لباس تبدیل کیا۔ پھر کھانے کی میز پر آ کر اجنبی سے بولا "چلو دوست! کھانا شروع کرو۔ تم نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔ ہو سکے تو نام کے ساتھ کام بھی بتا دو۔"

"میرا نام پال ہنری ہے اور کام میرا عشق کرنا اور حسن کے ناز اٹھانا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے بھی کام ہیں وہ دنیا کے بدنصیبوں کے ہیں۔"

"میں تمہاری میری کو ضرور دیکھوں گا جس سے عشق کرنے تم اس ملک میں آئے ہو۔ وہ کس اسپتال میں ہے؟"

وہ منہ میں لقمہ لے کر چباتے ہوئے بولا "میں تمہیں اسپتال لے چلوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ان دشمنوں کو ٹال دو جو چالیس قدم پر ملک الموت بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔"

پارس وہاں سے اٹھتے ہوئے بولا "میں ان دشمنوں کو جا کر سمجھاتا ہوں کہ تم مرنے سے پہلے اسپتال تک جا کر اپنی محبوبہ کا آخری دیدار کرنا چاہتے ہو۔ اس طرح تم اسپتال تک پہنچتے پہنچتے اپنے بچاؤ کا راستہ نکال لینا۔"

"دشمنوں کی خوشامد کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے ایک گن یا کارتوس دے دو، میں منٹوں میں انہیں فنا کر دوں گا۔"

"سوری، میں اپنے پاس کبھی ہتھیار نہیں رکھتا۔ تم یہ بتاؤ، وہ کس اسپتال میں ہے تاکہ وہاں تک لے جانے کی اجازت حاصل کر سکوں۔"

اس نے اسپتال کا نام اور پتا بتایا۔ پارس تیزی سے چلتا ہوا کاٹیج سے باہر آیا۔ پال ہنری کے قتل کا ارادہ کرنے والے کاٹیج کے دائیں بائیں چالیس قدم کے فاصلے پر کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ کسی بھی سمت سے بھاگ نہ سکے۔ پارس ایک کے قریب آیا۔ اس نے کہا "برادر! تم نزدیک نہیں آؤ۔ تم پھر کوئی چالاکی دکھاؤ گے۔ تم مسلمان ہو کر اس بے دین کی حمایت کرتے ہو۔"

"تم کیسے جانتے ہو کہ وہ بے دین ہے؟"

"او برادر! یہ اور اس کا ساتھی ایک نئے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے، ازبک مسلمانوں کو بہکاتے ہیں۔ یہ ہم سے بھی کہتا تھا کہ ہم دینِ اسلام چھوڑ کر "دینِ انساں" کو قبول کر لیں۔ ہم اسے مارنے کے لیے دوڑے تو اس نے ہمارے دو ساتھیوں کو قتل کر دیا؟"

کیسے قتل کیا؟ ذرا تفصیل سے بتاؤ۔"

"یہ ہماری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔ یہ دینِ انساں کے خبیث لوگ شاید جادو جانتے ہیں۔ پہلے اس کافر نے دونوں کو گولی مارنے کی کوشش کی مگر وہ زخمی ہوئے۔ پھر پتا نہیں کیا جادو چل گیا، ہمارے دونوں ساتھیوں نے ایک دوسرے کو گولی مار دی۔"

پارس نے پوچھا "کیا تم لوگ یوگا کے ماہر ہو۔"

اس نے پوچھا "یہ یوگا کیا ہوتا ہے؟"

"سانسوں کو قابو میں رکھنے والے ورزشی آسنوں کو یوگا کہتے ہیں۔"

"ہاں ہم لوگ ازبکستان کے معروف پہلوان ہیں۔ صبح و شام ورزش کرتے ہیں اور کئی منٹ تک سانس روک لیتے ہیں۔"

"وہ کاٹیج میں جو مہمان ہے وہ کہتا تھا کہ تم لوگ اس کی محبوبہ کو اس سے چھیننا چاہتے تھے۔"

"شیطان کا بچہ جھوٹ بولتا ہے۔ ہم نے اس کی محبوبہ کو تو کیا اس کی ماں کو بھی نہیں دیکھا۔"

اسی وقت لیلیٰ نے آتے ہی کوڈ ورڈز ادا کیے، پارس نے کہا۔ "امی! ایک خیال خوانی کرنے والا مرنا میرے کاٹیج میں ہے۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ آئیے میں آپ کو اس کے دماغ میں لے چلوں۔"

پھر اس نے ازبک مسلمان سے کہا "آؤ دوست! ہم کاٹیج میں چلتے ہیں۔ وہ مہمان نہیں شیطان ہے۔ اس نے مسلمانوں کو بے

دین بنانے کے لیے ہمارے دو مسلمان بھائیوں کو ہلاک کیا۔ اس کا انجام بھی ہلاکت ہو گا۔"

وہ ازبک مسلمان کے ساتھ کاٹیج میں آیا۔ وہاں پال ہنری نہیں تھا۔ ملازم ایک جگہ بندھا ہوا تھا اور اس کے مُنہ سے ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ پارس نے مُنہ سے ٹیپ ہٹایا پھر رسیاں کھولتے ہوئے پوچھا "وہ کہاں ہے؟"

وہ جاسوس جو ملازم بن کر رہتا تھا۔ اس نے کہا "اس مہمان نے پیچھے سے میرے سر پر ضرب لگائی۔ پھر میرے دماغ میں پہنچ کر پڑھنے لگا۔ اسے معلوم ہو گیا کہ میں ایک فرانسیسی جاسوس ہوں اور میری ایک اٹیچی میں ریوالور بلٹس اور سائلنسر رکھے ہوئے ہیں اس نے مجھے یہاں باندھ دیا۔ میں کوئی جدوجہد نہ کر سکا کیونکہ اس کے اختیار اور قابو میں تھا۔ وہ میرے ریوالور میں سائلنسر لگا کر پچھلے راستے سے باہر گیا ہے۔"

وہ سب دوڑتے ہوئے پچھلے دروازے سے باہر آئے۔ وہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ برف میں دھنسے ہوئے پیروں سے چلتے ہوئے ایک جگہ رک گئے۔ وہاں دوسرے ازبک مسلمان کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پال اسے سائلنسر لگے ہوئے ریوالور سے ہلاک کر کے گیا تھا۔ دوسرا ازبک پال کو گالیاں دینے لگا۔ اسے ہر حال میں قتل کرنے کے لیے قسمیں کھانے لگا۔ پارس نے جاسوس ملازم سے پوچھا "کیا وہ تمہارے دماغ میں آ کر سوالات کر رہا تھا؟"

"جی ہاں، آپ کے متعلق پوچھ رہا تھا۔ میں نے کہا آپ فرانس کے بہت بڑے سرکاری افسر ہیں۔ اس نے میرے چور خیالات سے بھی یہی معلوم کیا ہو گا۔ اس لیے مجھ سے زیادہ بحث نہیں کی۔ میرا ہتھیار لے کر چلا گیا۔"

پارس نے ازبک دوست سے کہا "غم نہ کرو، جو مقدر میں تھا وہ پورا ہوا۔ تم اپنے ساتھی کی لاش کو اس کے عزیزوں میں پہنچا کر اُسی اسپتال میں آؤ جہاں اس کی محبوبہ کا آپریشن ہوا ہے۔ اسی محبوبہ کے ذریعے پال کا سراغ ملے گا۔"

جاسوس ملازم پارس کی حقیقت نہیں جانتا تھا۔ اسے بہت بڑا سرکاری افسر سمجھتا تھا لیکن پال سمجھ گیا تھا کہ سرکاری افسر کے پیچھے کوئی پُراسرار شخص چھپا ہوا ہے۔ پھر یہ کہ ملکِ فرانس کا نام آتے ہی اس کا ہر پُراسرار شخص فرہاد ہی سمجھ میں آتا تھا۔ پال کو بھی یہی شبہ ہوا تھا اس لیے وہ جان پر کھیل کر اُس کاٹیج سے نکل بھاگا تھا۔

پارس جاسوس ملازم کے ساتھ دور تک چلتا ہوا مین روڈ پر آیا۔ وہاں سے گزرتی ہوئی گاڑیوں کو لفٹ مانگنے کا اشارہ کرنے لگا۔ آخر ایک گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ دونوں پچھلی سیٹ پر آ گئے۔ پارس نے ڈرائیو کرنے والے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا "پلیز ہمیں جلد سے جلد دارالشفاء تک پہنچا دو۔ یا کسی ٹیکسی اسٹینڈ تک لے جاؤ۔"

اس نے ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا "دارالشفاء کیوں جانا چاہتے ہو؟"

"وہاں ہمارا ایک مریض ہے اس کی عیادت کے لیے جا رہے ہیں۔"

"آپ وہاں اصولوں کے مطابق کیوں نہیں جانا چاہتے؟" پارس نے پوچھا۔ "یہ اصولوں کے مطابق کیسے جایا کرتے ہیں؟"

"بھئی جس طرح عبادت گاہوں میں عبادت گزار جاتے ہیں اسی طرح اسپتالوں میں صرف بیماروں اور زخمیوں کو جانا چاہیے۔ ذرا صبر کرو۔ میں ابھی کار ایکسیڈنٹ کے ذریعے تمہیں زخمی کر کے وہاں پہنچا رہا ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے اچانک اسٹیئرنگ گھما دی۔ گاڑی کے پہیے ٹرن لیتے ہوئے سڑک چھوڑ کر ڈھلان پر آئے، نیچے ایک گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ وہ کار اس سے ٹکرا کر رک گئی۔ اس ٹکراؤ سے پہلے ہی پارس دروازہ کھول کر باہر چھلانگ لگا چکا تھا۔

چند لمحوں کے بعد ہی پارس نے پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہوئے کہا "پال! تم نے میرے دماغ میں آنے کے لیے چال اچھی چلی تھی۔ ملاقات کی ایسی جلدی بھی کیا ہے۔ میں تمہیں بھگا کر تمہارے پیچھے آ رہا ہوں۔ ناؤ گیٹ آؤٹ۔"

اس نے سانس روک لی۔ دوڑتا ہوا کار کے پاس آیا، کار ڈرائیو کرنے والا اور جاسوس ملازم کسی قدر زخمی ہو گئے تھے۔ پارس نے کہا "تم طبی امداد کے لیے دوسری جگہ جاؤ۔ میرے ساتھ نہ رہو۔ کیونکہ پال تمہارے ذریعے مجھ پر نظر رکھتا ہے۔"

اس نے جاسوس ملازم کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہاں سے دوڑتا ہوا چڑھائی پر سڑک کے کنارے آیا۔ لیلیٰ نے آتے ہی گوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا۔ "خیریت سے ہو؟"

"جی ہاں، وہ کم بخت چاہتا ہے میں اسپتال تک نہ پہنچوں۔"

"میں جا رہی ہوں۔ کہیں وہ میری موجودگی کا فائدہ نہ اٹھائے۔ آدھے گھنٹے کے بعد آؤں گی۔"

وہ چلی گئی۔ پارس کو اسپتال تک پہنچنے میں دشواریاں پیش آ رہی تھیں۔ اس راستے سے بہت کم گاڑیاں گزرتی تھیں۔ آخر ایک خاتون نے اسے لفٹ دی۔ وہ ساتھ والی سیٹ پر دروازہ بند کرتے ہوئے بولا "میڈم بہت بہت شکریہ۔ میں بڑی دیر سے یہاں کھڑا ہوا تھا۔ کوئی لفٹ ہی نہیں دے رہا تھا۔"

وہ گاڑی اسٹارٹ کر کے آگے بڑھاتی ہوئی بولی "شکریہ تو مجھے ادا کرنا چاہیے تھا۔ تمہیں اپنے برابر بٹھانے سے میری عمر کچھ کم ہو گئی ہے۔"

پارس نے اسے چونک کر دیکھا۔ وہ چالیس برس سے کم نہیں ہو گی۔ یہ سمجھ میں آ گیا کہ اکثر عورتوں کی طرح اسے کم عمر کہلانے کا خبط ہے۔

وہ بولا "تمہاری عمر زیادہ تو نہیں لگتی۔"

وہ خوش ہو کر بولی "کیا واقعی؟ سچ سچ بتاؤ۔ میری عمر کتنی لگتی ہے؟"

"میں بہت زیادہ بھی سوچوں تو تم بیس برس کی ہو۔"

"چل جھوٹے کہیں کے۔"

"کیا میں نے زیادہ بتا دی ہے؟"

"کم بتائی ہے۔ میں اپنی عمر کبھی نہیں چھپاتی، آج میں پورے بیس برس اور ایک دن کی ہو گئی ہوں اور تم نے میری عمر میں ایک دن کم کر دیا۔"

"واہ! عمر کے معاملے میں تمہاری جیسی سچی لڑکی پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔ ذرا تیزی سے ڈرائیو کرو مجھے دارالشفاء پہنچنا ہے۔"

"بائی دی وے... تمہاری عمر کیا ہے؟"

"مجھے بھی تمہاری طرح سچ بولنے کا مرض ہے۔ پورے چالیس برس اور ایک دن کا ہوں۔"

"کیوں مذاق کرتے ہو۔ کوئی اندھا بھی تمہیں چھو کر بتائے گا کہ میرے ہم عمر ہو۔"

"کسی اندھے کی کیا مجال کہ تمہیں میری ہم عمر کہہ کر تمہیں چالیس برس کی بڑھیا کہہ دے۔"

اس کے اندر کی بوڑھی ذرا سٹپٹائی پھر بولی "سچ بولو۔ تم بھی [...]س کے ہو نا؟"

"نہیں ہوں مگر بیس کا لگتا ہوں۔ کیونکہ معجون کھاتا رہتا [...]ں۔"

"کون سا معجون کھاتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔"

"وہ ایسی دوا ہے جسے کھانے سے آدمی عمر کم ہو جاتی ہے۔ تم [...]اؤ گی تو دس برس کی نظر آؤ گی۔ اس لیے تمہیں استعمال نہیں [...]نا چاہیے۔"

"نہیں میں دس برس کی نہیں بیس ہی کی نظر آؤں گی۔ تم [...]ری عمر کے جھگڑے میں نہ پڑو۔ اس معجون کا نام بتاؤ۔"

"کیا میں معجون پیش کر کے اپنا نقصان کر لوں۔ تم دس برس کی [...]جاؤ گی تو میں عشق کس سے کروں گا۔ ہاں اگر تم چالیس کی ہو تمہیں [...]اپنی طرح میں تمہیں بیس کی بنا لیتا۔"

وہ جھنجلا کر بولی "میں چالیس کی ہوں۔ مجھے وہ دوا بتاؤ۔"

"کیوں جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی سچ کہہ چکی ہو کہ بیس برس ایک [...]ن کی ہوں۔ تم اتنی سچی ہو کہ ایک دن کی بھی کمی بیشی کو بے ایمانی [...]سمجھتی ہو۔ پھر ایک دم سے اپنی عمر دوگنی کیوں بتا رہی ہو؟"

"میں قسم کھا کر کہہ رہی ہوں کہ پہلے جھوٹ بول رہی تھی، اب [...]بول رہی ہوں۔ چالیس کی ہوں، اپنی طرح معجون کھلاؤ اور مجھے [...]س کی بنا دو۔"

اس نے گاڑی روک دی۔ پارس نے کہا۔ "گاڑی تو چلاؤ۔"

"کیا اسپتال کے اندر لے جاؤں؟ یہی تو اسپتال "دارالشفاء"

ہے۔"

پارس نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے دارالشفاء کی بڑی سی عمارت تھی۔ وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔ "تم نے اپنی عمر کے گھوڑے پر مجھے بٹھا کر یہاں تک پہنچا دیا ہے۔ پتا ہی نہ چلا کہ راستہ کیسے کٹ گیا۔"

"مجھے معجون کا نام بتا کر جاؤ۔"

"معجون کے استعمال کے لیے چند شرائط ہیں۔ پہلی شرط یہ کہ عورت شراب پیتی ہو۔"

"وہ تو میں پیتی ہوں۔"

"دوسری شرط یہ ہے کہ ہر رات اس کا ایک نیا عاشق بدلتا رہے۔"

"میں تو عاشق بدلتی رہتی ہوں۔ معجون کا نام بتاؤ۔"

"اس معجون کا نام ہے بے حیائی۔ بے حیائی کی خوراک کھانے والیاں ہر رات بیس برس کی ہوتی ہیں اور ہر صبح آئینے میں اپنی عمر کا چالیسواں دیکھتی ہیں۔ ورنہ حیا والیاں اس عمر میں ماں کے مقدس مرتبے پر پہنچ کر فخر کرتی ہیں۔"

وہ دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ وہ غصے سے پھٹ پڑی۔ چیخ چیخ کر گالیاں دینے لگی لیکن وہ گالیوں کی رینج سے دور نکل آیا۔ اسپتال کے انکوائری کاؤنٹر پر آ کر بولا۔ "میں مس میری سے ملنا چاہتا ہوں۔ آج صبح اس کا آپریشن ہوا ہے۔ پلیز مجھے اس کا وارڈ اور روم نمبر بتائیں۔"

کاؤنٹر گرل نے کمپیوٹر کو آپریٹ کیا۔ پھر کہا "ایک مس میری کا آپریشن گزشتہ کل ہوا تھا۔ آج تین بج کر پندرہ منٹ پر یعنی اب سے آدھا گھنٹا پہلے وہ اسپتال سے چلی گئی ہے۔"

"کہاں گئی ہے کیا تم پتا بتا سکتی ہو؟"

"اس کے ساتھی نے اسے اسپتال میں داخل کرتے وقت دو سو سات اعظم اسٹریٹ' ریگستان چوک کا پتا لکھوایا تھا۔"

"لیکن مس' کل آپریشن ہوا آج چھٹی کیسے دے دی گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"ہمیں آپریشن کی نوعیت کا علم نہیں ہے۔ آپ ڈاکٹر آفندی سے معلوم کر سکتے ہیں۔ فرسٹ فلور پر ڈاکٹر کا کمرا ہے۔"

وہ فرسٹ فلور پر آیا' ایک دروازے پر ڈاکٹر آفندی کی نیم پلیٹ تھی۔ اس نے دستک دی' آواز آئی۔ کم اِن۔"

اسی وقت لیلیٰ آ گئی۔ "میں ڈاکٹر آفندی سے معلوم کرنے جا رہا ہوں کہ میری کو اسپتال سے چھٹی کیوں دے دی گئی۔" وہ ڈاکٹر کے چیمبر میں آیا پھر بولا۔ "میں فرانس سے آیا ہوں اور مس میری کے ایک عزیز کا پیغام لایا ہوں۔ کاؤنٹر پر معلوم ہوا کل اس کا آپریشن ہوا تھا۔ آج چھٹی ہو گئی۔ کیا معمولی آپریشن تھا؟"

"نہیں بہت میجر اور سیریس آپریشن تھا۔ ہم مس میری کو کبھی چھٹی نہ دیتے لیکن مسٹر پال اسے زبردستی لے گئے ہیں۔"

"آپ نے اسپتال کے قوانین کے خلاف مسٹر پال کی ضد کیسے مان لی؟"

وہ قدرے پریشان ہوا اور سر جھکا کر بولا۔ "میں یہ سمجھنے سے معذور ہوں کہ اس کی ضد کیسے مان لی۔ میں نے انکار کیا تھا لیکن جانے کیسے بے اختیار ہو کر اسے میری کو لے جانے کی اجازت دے دی' مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے مجھ پر کوئی جادو کیا گیا تھا۔"

پارس نے اس سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں ڈاکٹر! میں اسے تلاش کر لوں گا۔ شکریہ۔"

وہ اسپتال سے باہر جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا۔ "بیٹے! ڈاکٹر کی سوچ پڑھ کر معلوم ہو چکا ہے کہ میری اور پال دراصل باربرا اور جیری ہاک ہیں۔ ڈاکٹر ان کی اصلیت نہیں جانتا ہے لیکن میں نے آپریشن کی نوعیت سے حقیقت معلوم کی ہے۔"

"آپریشن کی نوعیت کیا ہے؟"

"کیا تمہیں پتا ہے کہ باربرا جسمانی اعتبار سے نہ لڑکی تھی نہ لڑکا۔"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا۔ کیا آپریشن کے ذریعے اس کی جنس تبدیل کی گئی ہے؟"

"ہاں' آپریشن کامیاب رہا ہے۔ اس کا علاج جاری رہا تو وہ مکمل لڑکی بن جائے گی۔"

وہ اسپتال سے باہر آ کر گارڈن میں بیٹھ گیا۔ پھر بولا۔ "آپ باربرا اور جیری کے متعلق اہم معلومات فراہم کر سکتی ہیں؟"

لیلیٰ نے اسے شروع سے ان کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ وہ چند یہودی ربی' عیسائی پادری اور نام نہاد ملاؤں کے ذریعے ایک نئے مذہب "دینِ انساں" کی تبلیغ کر رہے تھے ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی رو کی ہڈسن میرے چنگل میں آ گیا تھا۔ جیری نے رو کی کو مار ڈالا تاکہ اس کے ذریعے میں اس کے اور باربرا کے دماغ میں نہ پہنچ جاؤں۔ پھر ان دونوں نے کسی عمل سے اپنی آواز اور لہجے کو بدل ڈالا۔ مجھے یہ سمجھانا چاہا کہ وہ دونوں بھی مر چکے ہیں۔ پھر وہ تاشقند سے بھاگ کر سمرقند آ گئے۔

پارس نے کہا "آسمان سے گرنے والے کھجور میں اٹکتے ہیں۔ وہ دونوں باپ سے بچ کر بیٹے کے پاس اٹکنے آ گئے ہیں۔"

"بیٹے! جیری نے باربرا کو اسپتال سے لے جا کر حماقت کی ہے۔ کیونکہ اس لڑکی کو صبح و شام میڈیکل ٹریٹ منٹ اور توجہ کی ضرورت ہے۔ اگر دن رات علاج کی سہولتیں حاصل نہ ہوئیں تو کیس بگڑ جائے گا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ مجھ سے جہاں بھی جا کر چھپے گا' وہاں کسی ڈاکٹر سے ضرور رابطہ رکھے گا۔ اسے علاج کے لیے شہر میں ہی رہنا پڑے گا۔"

"ہاں' اسے باربرا کی بہتری کے لیے ایسا کرنا ہوگا۔ اس سلسلے میں ایک اور بات اہم ہے۔ باربرا سرد مزاج کی تھی۔ اس میں لڑکیوں جیسے جذبات نہیں تھے اور نہ ہی وہ کبھی لڑکی بننا چاہتی تھی۔ پھر وہ آپریشن کے لیے کیسے راضی ہو گئی۔ یہ تبدیلی کیوں قبول کر رہی ہے؟"

"ہو سکتا ہے۔ اس کے خیالات بدل گئے ہوں۔ وہ خوشی سے یہ تبدیلی قبول کر رہی ہو۔"

"جب پہلی بار تمہارے پاپا نے اسے ٹریپ کیا تھا تب سے میں اس لڑکی کے خیالات کئی بار پڑھ چکی ہوں۔ وہ پتھر ہے۔ ٹوٹنا جانتی ہے' بدلنا نہیں جانتی۔ مجھے شبہ ہے کہ اس کے مزاج کو جبراً بدلا گیا ہے۔"

"شبہے کی کوئی تو وجہ ہو گی؟"

"ہاں' باربرا کی طرح کبھی جیری بھی ہمارا معمول تھا۔ میں نے اس کے بھی خیالات پڑھے ہیں۔ وہ باربرا کا دیوانہ ہے۔ کئی بار اسے آپریشن کرانے کے لیے کہہ چکا ہے اور یہ سوچتا بھی رہا ہے کہ یہ سیدھی طرح نہیں مانے گی تو میں کسی حکمتِ عملی سے اسے مکمل لڑکی بناؤں گا۔"

"پھر تو آپ کا شبہ درست ہو سکتا ہے۔ اس وقت باربرا دماغی اور جسمانی طور پر کمزور ہو گی۔ آپ کو اس کا موجودہ لہجہ معلوم ہو جائے تو آپ کو ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

"پہلے تو یہ معلوم کرنا ہو گا کہ جیری اسے کہاں چھپاتا پھر رہا ہے۔ وہاں کوئی بڑا ڈاکٹر ضرور جائے گا اور شہر میں بڑا آپریشن کرنے اور تبدیلیِ جنس کے معاملات کو ٹریٹ کرنے والے گنتی کے چند ڈاکٹر ہوں گے۔ میں ابھی ان کے نام اور پتے معلوم کر کے آتی ہوں۔"

لیلیٰ پھر اس ڈاکٹر کے دماغ میں آئی جس نے باربرا کا آپریشن کیا تھا اور اسے دوسرے ہی دن اسپتال سے لے جانے کے باعث پریشان ہو رہا تھا۔ لیلیٰ نے خاموشی سے اس کے خیالات پڑھ کر سات ڈاکٹروں کے نام پتے اور فون نمبرز نوٹ کیے۔ پھر پارس کے پاس آ کر کہا۔ "چلو میں نمبرز بتا رہی ہوں تم یکے بعد دیگرے سب ڈاکٹروں کی آوازیں سُنواؤ۔"

اس نے ایک بوتھ میں آ کر لیلیٰ کے بتائے ہوئے پہلے ڈاکٹر کے نمبرز ڈائل کیے۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔ "وہ موجود نہیں ہیں۔ ابھی چند منٹ پہلے اچانک ہی کہیں گئے ہیں۔"

پارس نے ریسیور رکھا۔ لیلیٰ اس بولنے والے کے خیالات پڑھ کر آئی پھر بولی۔ "بیٹے! تم نے جس کی آواز سنائی وہ ایک اسسٹنٹ لیڈی ڈاکٹر تھی۔ وہ یہ سوچ کر حیران اور پریشان ہو رہی تھی کہ ڈاکٹر مریضوں کو دیکھ رہا تھا پھر اچانک یہ کہہ کر چلا گیا کہ اسسٹنٹ باقی مریضوں کو دیکھے' اسے واپس آنے میں دیر ہو جائے گی۔"

"اچانک اٹھ کر جانے کا مطلب یہ ہوا کہ جیری اس کے اندر پہنچ کر اسے جبراً وہاں سے لے گیا ہے۔"

"یہی بات ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کی سوچ بتا رہی ہے کہ ڈاکٹر نے جانے سے قبل کسی سے فون پر مختصری بات کی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ جیری نے فون کے ذریعے اس ڈاکٹر کو ٹریپ کیا ہے۔"

"جب تک وہ ڈاکٹر واپس نہیں آئے گا' آپ لیڈی ڈاکٹر کے ذریعے اس کی آواز نہیں سن پائیں گی؟"

"ابھی سن سکتی ہوں۔ ڈاکٹر کے پاس موبائل فون ہے۔ وہ اپنی اسسٹنٹ کی کال سن سکتا ہے۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

وہ لیڈی ڈاکٹر کے پاس آئی۔ وہ ایک مریضہ کا معائنہ کر رہی تھی اور اس کے لیے سوچ رہی تھی کہ مریضہ کو کون کون سی دوا لکھ کر دے گی۔ لیلیٰ نے اس کے اندر یہ بات پیدا کی کہ وہ ڈاکٹر سے اس سلسلے میں مشورہ کرے۔ مشورہ کیے بغیر سینئر ڈاکٹر کے نسخے میں تبدیلی کرنا مناسب نہیں ہے۔

لیڈی ڈاکٹر نے قائل ہو کر فون کے ذریعے رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔ اسسٹنٹ نے مریضہ کی دواؤں کے متعلق مشورہ طلب کیا۔ ڈاکٹر نے ناگواری سے کہا "اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کرو اور میری عدم موجودگی میں پورے اعتماد سے نسخے لکھا کرو۔"

ڈاکٹر نے رابطہ ختم کیا۔ لیلیٰ خاموشی سے اس کے اندر پہنچ گئی۔ وہ کار ڈرائیو کرتا جا رہا تھا اور یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہا ہے۔ ایسی حالت میں یہی سوچا جا سکتا تھا کہ منزل صرف جیری کو معلوم ہے۔ وہ اس کے اندر خاموشی سے موجود ہے اور اسے مخصوص راستوں سے گزار کر اپنی خفیہ پناہ گاہ کی طرف لے جا رہا ہے۔

لیلیٰ نے سفیر کے پاس آ کر اسے ایک کار فراہم کرنے کے لیے کہا۔ اسے بتایا کہ پارس دارالشفاء کے سامنے ہے' کار وہاں پہنچائی جائے۔

پھر پارس سے کہا۔ "ڈاکٹر سحر زدہ ہو کر ڈرائیو کرتا جا رہا ہے۔ تمہارے لیے ایک کار آ رہی ہے۔ تم کالا دریا کی سمت بڑھتے رہنا' میں ابھی آ کر ڈاکٹر اور جیری کی منزل بتاؤں گی۔"

وہ پھر ڈاکٹر کے پاس آ گئی۔ وہ گم صم اسٹیئرنگ سیٹ پر بیٹھا ڈرائیو کر رہا تھا اور نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ کن راستوں سے گزر رہا ہے۔ لیلیٰ نے ایک بار دریا کی لہروں کا شور سنا تھا اور ڈاکٹر کو آکٹرائے کی رقم ادا کرتے پایا تھا اس لیے سمجھ گئی تھی کہ وہ کالا دریا کے پل پر سے گزر رہا ہے۔

کوئی پون گھنٹے بعد لیلیٰ پارس کے پاس آئی۔ وہ بھی اب کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس نے کہا "وہ قبرستان شاہ زندہ کے ڈھلان والے حصے میں کار سے اترا اور پیدل چلتا ہوا آگے بڑھا۔ میری گھڑی کے حساب سے وہ پندرہ منٹ تک چلتا رہا۔ پھر ایک کھنڈر نما عمارت میں داخل ہو گیا۔ اس کے اوپری حصے کے ایک شکستہ سے کمرے میں باربرا ایک بستر پر پڑی ہے۔"

"کیا آپ نے اس کے خیالات پڑھے ہیں؟"

"ابھی پڑھنے جا رہی ہوں۔ کیا وہاں تک پہنچ جاؤ گے یا مزید رہنمائی کروں۔"

"نہیں امی! آپ باربرا پر دھیان دیں۔"

وہ باربرا کے پاس آگئی۔ ڈاکٹر اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ جیری نے اس کے دماغ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ پہلے تو ڈاکٹر نے پریشان ہو کر اس شکستہ کمرے اور مریضہ کو دیکھا تھا اور سوچنے لگا تھا کہ وہاں کیسے پہنچ گیا ہے۔ تب جیری نے سوچ کے ذریعے کہا تھا۔ "ڈاکٹر! سوچنے میں وقت ضائع نہ کرو۔ اپنی پریشانی بھول کر مریضہ کی پریشانیاں دور کرو۔ اگر یہ زندہ نہ رہی تو تم بھی یہاں سے زندہ نہیں جاؤ گے۔"

اس نے پوچھا۔ "مگر تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟"

"ان تمام باتوں کا جواب مل جائے گا۔ پہلے اسے اٹینڈ کرو۔"

وہ باربرا کا معائنہ کرتے ہوئے آپریشن کی نوعیت معلوم کرنے لگا۔ وہ اس کے سوالات کے جواب دیتی گئی۔ ایسے وقت لیلیٰ اس کے چور خیالات پڑھ رہی تھی۔ باربرا کی سوچ بتا رہی تھی کہ وہ قدرتی طور پر جیسی تھی ویسی ہی رہنا چاہتی تھی لیکن جیری کے اصرار پر وہ تبدیلی کے لیے راضی ہو گئی تھی۔

لیلیٰ نے اس کی سوچ میں سوال کیا۔ "میں تو اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی۔ پھر راضی کیسے ہو گئی؟"

"پتا نہیں میں پہلی جیسی کیوں مستقل مزاج نہیں رہی۔ جیری کا حکم سنتے ہی اس کی تعمیل کرتی ہوں اور اپنا فیصلہ بھول جاتی ہوں۔"

باربرا کے ان خیالات سے صاف ظاہر تھا کہ جیری نے باربرا کو بھی دھوکے سے دماغی توانائی میں مبتلا کیا ہو گا پھر اسے تنویمی عمل کے ذریعے اپنی معمولہ اور تابعدار بنا لیا ہو گا۔ اس طرح وہ نہ چاہتے ہوئے بھی آپریشن کے مرحلے سے گزر کر مکمل لڑکی بن گئی تھی۔

ڈاکٹر نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد پوچھا۔ "تمہیں مکمل توجہ، علاج اور دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ ایسی حالت میں تمہیں صرف اسپتال میں رہنا چاہیے۔ کون پاگل کا بچہ تمہیں اس کھنڈر میں لے آیا ہے؟"

جیری نے سوچ کے ذریعے کہا "ڈاکٹر! میں نے احمقانہ حرکت کی ہے لیکن میں مجبور تھا۔ دشمن اس لڑکی کو اغوا کرنا چاہتے ہیں اس لیے میں نے اسے یہاں چھپایا ہے۔"

"تم اس سلسلے میں پولیس کی مدد لے سکتے تھے۔ تم ان دشمنوں سے زیادہ دشمن ہو۔ اس بیچاری کو یہاں لا کر کیس بگاڑ رہے ہو۔ یہ مر بھی سکتی ہے۔"

"نہیں ڈاکٹر! ایسا نہ کہو۔ میں اسے جی جان سے چاہتا ہوں۔ اس کے لیے جان دے سکتا ہوں۔"

"تم کون ہو سامنے آکر بات کیوں نہیں کرتے؟"

"میں اس جگہ سے بہت دور ہوں۔ میرا تمہارا رابطہ صرف ٹیلی پیتھی کے ذریعے رہے گا۔"

"کیا تم بھی دشمنوں سے چھپ رہے ہو؟"

"ہاں، مجبوری ہے۔"

"فار گاڈ سیک۔ اس لڑکی کو نہ چھپاؤ۔ فوراً میرے اسپتال پہنچاؤ۔ میں وعدہ کرتا ہوں اس کے کمرے کے باہر اور وارڈ میں پولیس کا سخت پہرا رہے گا۔"

"ڈاکٹر! میری طرح دشمن بھی ٹیلی پیتھی جانتے ہیں۔ وہ فولادی پہرا توڑ کر اسے لے جائیں گے؟"

"لے جائیں گے تو مردہ لڑکی ہاتھ لگے گی۔ تم اسے اسپتال نہیں پہنچاؤ گے تو تمہارے حصے میں... بھی اس کی لاش آئے گی۔ یہ صرف اور صرف اسپتال میں زندہ رہ سکتی ہے۔"

لیلیٰ نے پارس کے پاس آکر کہا۔ "بیٹے! ابھی ادھر نہ جاؤ۔"

وہ گاڑی روک کر بولا۔ "کیا بات ہو گئی؟ میں قبرستان شاہ زندہ کے سامنے پہنچ گیا ہوں۔"

"اپنی گاڑی کسی دوسرے حصے میں لے جاؤ ورنہ ڈاکٹر کی گاڑی کے قریب تمہاری گاڑی دیکھ کر جیری کو تعاقب کا شبہ ہو گا۔"

وہ قبرستان دور تک پھیلا ہوا تھا اور پہاڑی کی ڈھلان پر تھا۔ پارس گاڑی کو دوسری سمت لے جانے لگا۔ لیلیٰ نے کہا "جیری وہاں موجود نہیں ہے۔ اس کے آلۂ کار ہو سکتے ہیں۔ ڈاکٹر اسے قائل کر رہا ہے کہ باربرا کو فوراً اسپتال پہنچائے ورنہ وہ زندہ نہیں رہے گی۔"

"کیا جیری قائل ہو جائے گا؟"

"نہیں ہو گا تو اسے باربرا کی لاش ہی ملے گی۔ وہ دیوانہ ہے اسے مرنے نہیں دے گا۔"

وہ ایک طرف گاڑی روک کر باہر نکلا پھر قیمتی پتھروں اور خوبصورت نقش و نگار سے تیار کردہ مزاروں کے درمیان سے گزرتا ہوا پہاڑی کے اوپری حصے کی طرف جانے لگا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کے عم زاد حضرت قسم یا قاسم ابنِ عباس ۶۷۷ء میں یہاں دفن کیے گئے تھے۔ ان کے تمام عزیز و اقارب کی قبریں یہاں ہیں۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت قاسم ابنِ عباس نماز ادا کر رہے تھے ایسے ہی وقت دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کر دیا۔ حضرت اپنا کٹا ہوا سر اپنے ہاتھوں میں لیے ہوئے مسجد کی شق ہونے والی محراب میں غائب ہو گئے تھے۔ اسی لیے انہیں شاہ زندہ کہا جاتا ہے اور وہ قبرستان انہی کے نام سے موسوم ہے۔

پارس نے پہاڑی کی بلندی سے دیکھا۔ دو آدمی ایک اسٹریچر اٹھائے ایک کھنڈر نما عمارت سے نکل رہے تھے۔ لیلیٰ نے آکر کہا۔ "وہ باربرا کو لے جا رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا ہے کہ اسے دارالشفاء میں ہی پہنچایا جائے کیونکہ اس کا آپریشن کرنے والا ڈاکٹر آفندی باربرا کے پیچیدہ کیس کی اچھی طرح اسٹڈی کر چکا ہے۔ جیری کے دو آلۂ کار اسے دارالشفاء لے جا رہے ہیں۔"

"امی! جب جیری اس کا اتنا ہی دیوانہ ہے کہ اس کی سلامتی کے لیے اسے کھلے عام اسپتال پہنچا رہا ہے تو وہ اپنی محبوبہ سے دور نہیں رہے گا۔"

"ہو سکتا ہے وہ کہیں قریب ہی رہ کر باربرا کی نگرانی کر رہا ہو۔"

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسٹریچر لے جانے والے دو آدمیوں میں سے ایک وہ خود ہو۔"

ان دونوں نے اسٹریچر کو گاڑی کے پچھلے حصے میں رکھ دیا تھا۔ ایک ڈرائیونگ سیٹ پر گیا تھا اور دوسرا باربرا کے اسٹریچر کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ ڈاکٹر اپنی کار اسٹارٹ کر کے جا رہا تھا۔ باربرا کی گاڑی بھی اس کے پیچھے چل پڑی تھی۔ پارس ڈھلان پر دوڑتا ہوا اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ ویسے خاص جلدی بھی نہیں تھی۔ یہ معلوم ہو چکا تھا کہ اسے دارالشفاء لے جایا جا رہا ہے۔ صرف یہ معلوم کرنا تھا کہ ان دو میں سے کوئی ایک جیری ہے یا نہیں؟

جیری مجھ سے بہت خوفزدہ تھا۔ میری معلومات کے دائرے سے نکل جانے کے لیے اس نے اپنے ساتھی روکی ہڈسن کو قتل کیا تھا تاکہ مجھے کبھی معلوم نہ ہو سکے کہ وہ باربرا کے ساتھ کہاں گم ہو گیا ہے۔ لیکن اپنی آواز اور لہجہ بدلنے کے باوجود یہ دہشت باقی تھی کہ میں کہیں اُن کے قریب ہوں۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ پارس نے اسے تاڑ لیا ہے تو شاید وہ دہشت سے مر جاتا۔

ابھی وہ پارس کو محض ایک فرانسیسی افسر سمجھ رہا تھا اور شبہ کر رہا تھا کہ اس افسر کا تعلق فرہاد علی تیمور سے ہو سکتا ہے یا وہ افسر تاشقند میں فرہاد تک یہ خبر پہنچا سکتا ہے کہ سمرقند میں ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے جو فرانسیسی افسر کے جاسوس ملازم کو زخمی کر کے بھاگ گیا اور اس بھاگنے والے کی محبوبہ دارالشفاء میں ہے۔

ان حالات کو سمجھتے ہوئے وہ باربرا سے دور تھا۔ دارالشفاء کے قریب نہیں گیا تھا۔ باربرا اور ڈاکٹر آفندی کے دماغوں میں رہ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم اس کی محبوبہ تک پہنچ رہے ہیں یا نہیں؟

لیلیٰ نے باربرا کے پاس پہنچ کر خود کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ پارس بھی ان سے دور ہی تھا۔ ان کی یہ دوری اور خاموشی جیری کو ایک طرف مطمئن کر رہی تھی کہ دشمن اس سے اور باربرا سے بے خبر ہیں۔ دوسری طرف اندیشے تھے کہ گہری خاموشی بہت بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔

پھر جیری کو یہودی ربّی نے اطلاع دی تھی کہ کوئی خیال خوانی کرنے والی اس کے دماغ میں آئی تھی، یہ اور زیادہ پریشان کرنے والی بات تھی، ربّی نے بتایا کہ وہ دینِ انساں کے تینوں خیال خوانی کرنے والوں کے متعلق پوچھ رہی تھی یعنی اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ فرہاد کی وجہ سے روکی ہڈسن مارا گیا ہے اور جیری اور باربرا روپوش ہو گئے ہیں۔

جیری نے ربّی سے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خیال خوانی کرنے والی کا تعلق فرہاد سے نہیں ہے۔ وہ دوبارہ آئے تو مجھے موبائل فون پر اطلاع دینا۔ میں اس سے فون کے ذریعے یا تمہارے دماغ میں آکر گفتگو کروں گا۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کون ہے؟ اور کیا چاہتی ہے؟"

پھر اسی شام "دینِ انساں" کے پادری نے فون پر اطلاع دی کہ وہ خیال خوانی کرنے والی موجود ہے۔ جیری فون بند کر کے پادری کے دماغ میں پہنچا پھر بولا۔ "ہیلو میں جیری ہوں۔ میرے مردہ بن کر رہنے کا منصوبہ ناکام رہا ہے۔ فرہاد سے چھپنا بہت محال ہے۔"

وہ بولی "ایسا بھی محال نہیں ہے۔ میں کامیابی سے چھپ کر رہتی ہوں۔ وہ میرے دماغ میں نہیں آسکتا ہے۔"

"تم کون ہو؟"

"میرا نام دنیا کے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو معلوم ہے۔ مجھے مریناڈی فونزا کہتے ہیں۔"

"اوہ مرینا! یہ تم ہو۔ تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے سامنے برین ماسٹر اور بلیک سیکریٹس وغیرہ مٹ گئے۔ فرہاد تمہیں بیٹی بنا کر بھی اپنا تابعدار نہ بنا سکا۔ تم تو فولاد ہو فولاد۔"

"مجھے ایسا سمجھتے ہو تو مجھ سے دوستی کرو۔ جس فرہاد سے خوفزدہ ہو کر چھپتے پھر رہے ہو میں اس کے خلاف ایک مضبوط محاذ بنا رہی ہوں، جو میری ٹیم میں آتا ہے اس کی خوش قسمتی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے فرہاد کی دشمنی سے محفوظ ہو جاتا ہے۔"

"میں نے یہاں دینِ اسلام کے خلاف ایک نئی مذہبی تنظیم بنائی تھی۔ مجھے اس میں ناکامی..."

وہ بات کاٹ کر بولی۔ "مجھے معلوم ہو چکا ہے۔ ہم سب ناکامی کا مُنہ اس وقت تک دیکھتے رہیں گے جب تک فرہاد کی فیملی کی طرح ہمارے درمیان بھی مضبوط اتحاد نہیں ہو گا۔"

"درست کہتی ہو۔ میں خود کو بہت تنہا اور بے یار و مددگار پا رہا ہوں۔ مجھے تمہارے جیسے مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ میں تمہاری ٹیم میں شامل ہونے کو تیار ہوں۔"

"میں تمہیں خوش آمدید کہہ رہی ہوں، مجھے اپنی مشکلات بتاؤ میں ان کا حل بتاؤں گی۔"

وہ بتانے لگا کہ چار ازبک مسلمان اس کے پیچھے پڑ گئے تھے۔ وہ دو کو قتل کر کے اپنی جان بچاتا ہوا ایک کاٹیج میں پناہ لینے گیا تو وہاں ایک پُراسرار نوجوان ملا۔ اس کے جاسوس ملازم سے معلوم ہوا کہ وہ فرانس کا ایک اعلیٰ افسر ہے لیکن وہ یوگا کا ماہر ہے۔ میں ایک بار اس کے دماغ میں گیا تو افسر نے ذرا انتظار کیا جیسے کوڈ ورڈز سننا چاہتا ہو پھر اس نے سانس روک لی۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ اسے اپنے دماغ میں کسی ٹیلی پیتھی جاننے والے کا انتظار تھا۔

مرینا نے کہا "اتنی لمبی باتیں نہ کرو۔ اس نوجوان کا حلیہ اور گفتگو کا انداز بتاؤ۔"

"گفتگو کا انداز کیا بتاؤں۔ وہ تو عجیب و غریب ہے۔ اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتا ہے۔ باتوں کے ذریعے ان دو ازبک مسلمانوں کو اپنے کاٹیج سے چالیس قدم دور پہنچایا اور میری جان بچائی۔"

"سنو! یہ فرہاد، سونیا، پارس اور علی تیمور کی پہچان ہے کہ وہ کبھی اپنے پاس ہتھیار نہیں رکھتے۔ اب ایک سوال کا جواب خوب سوچ سمجھ کر دو۔ کیا اس نوجوان کی پلکیں ساکت رہتی ہیں یا

وہ پلکیں جھپکتا ہے؟"
وہ چند لمحوں تک سوچتا رہا پھر بولا "میں اس سے ملنے کے بعد یہ سوچ کر الجھتا رہا کہ اس میں کوئی عجیب سی بات ہے جو دوسروں میں دیکھی نہیں گئی۔ اب یاد آرہا ہے کہ وہ پلکیں نہیں جھپکتا تھا اور میں باتوں کے دوران اس سے زیادہ نظریں نہیں ملا سکتا تھا۔ میری نظریں جھک جاتی تھیں۔"

"میں سمجھ گئی۔ وہ بہت ہی خطرناک زہریلا سانپ ہے۔ اسے فرہاد علی تیمور کا بیٹا پارس کہتے ہیں۔"

"اوہ مائی گاڈ! مجھ سے کتنی بڑی حماقت ہوئی تھی۔ میں پارس کے کاٹیج میں پناہ لینے گیا تھا۔ اس کی زہریلی آنکھوں نے اور میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں بھاگ آیا ورنہ اب تک میں مرچکا ہوتا یا فرہاد کا غلام بن جاتا۔"

"ایک بار بچ گئے۔ یوں ہی تنہا رہو گے تو بار بار نہیں بچ سکو گے۔ اپنی سلامتی چاہتے ہو تو مجھ پر بھروسا کرو اور مجھے اپنے دماغ میں آنے دو۔ یاد رکھو' جہاں میں آتی ہوں وہاں فرہاد کبھی نہیں آتا۔"

"ٹھیک ہے لیکن میرے دماغ میں آنا کیا ضروری ہے۔ ہم اسی طرح کسی آلۂ کار کے دماغ میں مل لیا کریں گے۔"

"میں صرف اس سے ملتی ہوں اور اسے دوست بناتی ہوں جو مجھ پر بھروسا کرتا ہے اور اپنا ذہن میرے حوالے کردیتا ہے۔"

"صاف لفظوں میں کیوں نہیں کہتیں کہ مجھے اپنا معمول اور تمہاری مخالفت میں قدم اٹھاؤں گی اور سیدھی باربرا کے دماغ میں پہنچوں گی۔"

"تم باربرا کے موجودہ لہجے کو نہیں پہچانتی ہو' اس کے پاس تابعدار بنانا چاہتی ہو۔"

"تم تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے مقدر میں غلامی لکھی ہے۔ جو میرا تابعدار نہیں بنے گا جلد یا بدیر فرہاد کا غلام بن جائے گا۔"

"جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔"

"ایسا وقت آچکا ہے جیری! ذرا عقل سے سوچو اور سمجھو کیا فرہاد کا بیٹا اتنا نادان ہے کہ تم بھاگو گے اور وہ تم پر نظر نہیں رکھے گا۔ اگر تم اب تک آزاد ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باپ بیٹے نے کوئی ایسی جگہ بنالی ہے جہاں سے وہ مطمئن ہو کر چپ چاپ تمہاری نگرانی کررہے ہیں۔"

مرینا کی یہ بات دل کو لگی۔ وہ پریشان ہو کر بولا۔ "ہاں' باربرا بیمار ہے۔ اس کا دماغ کھلی کتاب کی طرح ہے کوئی بھی اس کے اندر رہ کر مجھے ٹریپ کرنے کے لیے انتظار کرسکتا ہے لیکن......"

وہ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ مرینا نے کہا "جب باربرا کا دماغ کھلی کتاب بن چکا ہے تو لیکن کی گنجائش نہیں رہی ہے۔"

"لیکن فرہاد کو کیسے معلوم ہوگا کہ میں نے اسے علاج کے لیے کہاں چھپایا ہے اور پارس کو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ میں جیری ہوں اور میری بیمار محبوبہ کا نام باربرا ہے؟"

"جب معلوم ہوجائے گا تو دن میں تارے نظر آجائیں گے اور وہ ایسا برا وقت ہوگا کہ میں بھی تمہیں فرہاد سے نہیں بچاسکوں گی اور اس لیے نہیں بچاؤں گی کہ ہماری یہ ملاقات ختم ہوتے ہی کیسے پہنچو گی۔"

"جس طرح تم اس کے دیوانے ہو' اسی طرح پارس میرا دیوانہ ہے۔ پندرہ منٹ کے بعد باربرا کے پاس آؤ' وہاں میں ملوں گی۔"

وہ ناگواری سے بولا۔ "پارس کا باپ بھی باربرا کی موجودہ آواز اور لہجے کو نہیں پہچانتا ہے۔ تم ان کے ذریعے قیامت تک اس کے دماغ میں نہیں پہنچ سکو گی۔ تم بہت مغرور ہوگئی ہو۔ مجھے غلام بنانا چاہتی ہو۔ میں تھوکتا ہوں تمہاری دوستی پر۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے مخاطب کیا۔ "مرینا! میں دوستوں کا دوست اور دشمنوں کا دشمن ہوں۔ اپنے دماغ سے غرور کے کیڑے نکال کر میرے پاس آؤ۔ خاموش کیوں ہو۔ جواب دو۔"

اسے پھر جواب نہیں ملا۔ مرینا وہاں سے چلی آئی تھی اور سوچ رہی تھی۔ پارس کے پاس جاکر اسے محبت سے بہلانا پھسلانا چاہیے' وہ ضرور جانتا ہوگا کہ باربرا کہاں ہے؟

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ پھر کسی رکاوٹ کے بغیر پارس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ مقدر نے مرینا کا ساتھ دیا تھا۔ وہاں لیلیٰ پہلے سے موجود تھی۔ اس لیے پارس نے مرینا کی سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کیا۔ یوں اس کے نصیب سے کام آسان ہوگیا۔ وہ اس کی لاعلمی میں چور خیالات کے ذریعے معلوم کرنے لگی کہ باربرا کس اسپتال میں ہے اور کس ڈاکٹر کے زیرِ علاج ہے۔

اگر وہ یہ ساری باتیں پارس کو مخاطب کرکے پوچھتی تو وہ شاید نہ بتاتا۔ اسے زیادہ دیر اپنے دماغ میں رہنے بھی نہ دیتا۔ لیلیٰ اس وقت کہہ رہی تھی "بیٹے! میں جارہی ہوں۔ ایک گھنٹے بعد آؤں گی۔"

لیلیٰ سے پہلے ہی وہ دماغ سے نکل آئی تاکہ پارس کو اس کی موجودگی کا علم نہ ہو۔ اس نے ٹیلی فون انکوائری سے سمرقند کے ڈاکٹر آفندی کا فون نمبر معلوم کیا۔ اس نمبر کے ذریعے رابطہ کرکے آفندی کی آواز سنی۔ پھر اس کے ذریعے باربرا تک پہنچ گئی۔

وہاں جیری کہہ رہا تھا۔ "باربرا! ہمارے ستارے گردش میں ہیں۔ ایک طرف فرہاد عذابِ جاں بنا ہوا ہے۔ دوسری طرف مرینا مجھے چیلنج کررہی ہے۔ کہہ رہی تھی' پندرہ منٹ میں تمہارے اندر پہنچے گی۔ وہ بہت لمبے دعوے کرنے لگی ہے۔"

مرینا نے کہا "کیا دعویٰ غلط ہے؟ گھڑی دیکھو' ٹھیک پندرہ منٹ میں آئی ہوں۔"

وہ ایک دم سے بوکھلا کر بولا۔ "تت تم۔ مرینا یہ تم ہو؟ تم کیسے آگئیں؟"

"ایسے آئی ہوں جیسے ستارے گردش میں آتے ہیں۔ کیوں باربرا' میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نا؟ میں نے تمہارے یار کو سمجھایا تھا کہ مجھ پر بھروسا کرے' میرا تابعدار بن جائے لیکن....."

باربرا نے بات کاٹ کر کہا۔ "مرینا! پلیز جیری کو میرا یار نہ کہو۔ میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوتی ہوں کہ آخر کیوں اس کے احکامات کی تعمیل کرنے لگتی ہوں۔ میں آپریشن کے خلاف تھی لیکن اپنی مرضی کے خلاف مکمل لڑکی بن گئی ہوں۔"

"ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اس نے تمہیں اپنی معمولہ بنا رکھا ہے۔"

"میری عقل بھی یہی سمجھاتی ہے کہ اس نے مجھے مکمل لڑکی بنا کر حاصل کرنے کے لیے ایسی ہی کوئی چال چلی ہے۔ میں اس کے خلاف سوچتی ہوں لیکن اس سے نفرت نہیں کرتی ہوں۔ آخر اس کی معمولہ ہوں کیسے نفرت کرسکتی ہوں۔"

"تمہاری پوری روداد سمجھ میں آگئی ہے۔ میں تمہیں ایک لڑکی کی حیثیت سے اس کی ہوس کا شکار نہیں ہونے دوں گی۔ جتنی جلدی ہوسکے گا' میں اس کم بخت کو تمہارے دماغ میں آنے سے ہمیشہ کے لیے روک دوں گی۔"

وہ بولا۔ "مرینا! میں تمہاری ذہانت اور صلاحیتوں کا قائل ہوگیا ہوں۔ پلیز مجھے دشمن نہ سمجھو' اگر تم میری ایک شرط مان لو تو میں تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"بولو کیا شرط ہے؟"

"اسی پادری کے دماغ میں چلو۔"

وہ دونوں پھر پادری کے اندر آئے۔ وہ بولا۔ "کیا بات ہے؟"

جیری نے کہا "تم خاموش رہو۔ میں مرینا سے بات کررہا ہوں اور اس سے کہہ رہا ہوں کہ وہ باربرا کو میری رہنے دے۔ اس کے دل میں میرے لیے محبت بھردے۔ میں اسے حاصل کرنے کی خاطر اپنی آزادی داؤ پر لگادوں گا اور مرینا تمہارا تابعدار بن جاؤں گا۔"

"اگر میں مجبور ہوتی تو باربرا کو تمہاری جھولی میں ڈال کر تمہیں اپنا غلام بنالیتی لیکن میں چند گھنٹوں میں کوئی شرط تسلیم کیے بغیر تمہارے اندر پہنچ جاؤں گی۔ جاؤ اور مجھ سے چھپنے کی ہر ممکن تدبیر کرتے رہو۔"

وہ چلی گئی۔ جیری اسے آوازیں دیتا رہا لیکن جواب نہیں ملا۔ وہ کمزور اور بزدل نہیں تھا۔ تنہا حالات کا مقابلہ کرسکتا تھا لیکن میرا خوف بری طرح حاوی تھا۔ عقل اسے سمجھا رہی تھی کہ ایسے وقت اسے کوئی مضبوط سہارا حاصل کرنا چاہیے۔ ایسا سہارا جو فرہاد سے زیادہ مضبوط ہو۔

وہ خوف اور پریشانی سے سوچ رہا تھا۔ اب فرہاد اور مرینا کے مقابلے میں محفوظ رہنے کا ایک اور سہارا تھا اور وہ تھا جان لبوڈا' یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ جان لبوڈا بھی اسے اپنا ماتحت بنا کر رکھے گا لیکن یہ ماتحتی اپنے وطن امریکا کے لیے بھی ہوگی۔ فرہاد اور مرینا کا غلام بننے سے بہتر ہے کہ اپنے امریکا کی خاطر لبوڈا کا تابعدار بن جائے اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر لبوڈا کے پاس آکر کہا۔

"سانس نہ روکنا۔ میں ایک گم شدہ ٹیلی پیتھی جاننے والا جیری ہاک ہوں۔"

"نائب سپرماسٹر کے دماغ میں آؤ۔"

یہ کہہ کر لبوڈا نے سانس روک لی۔ جیری اس کے دماغ سے نکل کر نائب سپرماسٹر کے پاس آیا۔ پھر بولا۔ "میں تمہارے دماغ میں مسٹر جان لبوڈا سے باتیں کررہا ہوں۔"

لبوڈا نے کہا "میں موجود ہوں۔ بولو۔"

"سر! آپ جانتے ہیں' میں ابتدا میں برین ماسٹر اور بلیک سیکرٹ کا ماتحت تھا پھر فرہاد نے مجھے اور باربرا کو اسیر کرلیا تھا۔"

"میں جانتا ہوں۔ آگے بولو۔"

"فرہاد کچھ عرصہ سے ہم سے غافل ہوگیا تھا۔ ہمیں اس سے نجات حاصل کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم نے ازبکستان میں اسلام کا زور کم کرنے کے لیے ایک نئے "دینِ انساں" کی تبلیغ شروع کردی لیکن بری طرح ناکامی ہورہی ہے۔ ہمارا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا روڈی مارا گیا ہے۔ باربرا اسپتال میں ہے۔ فرہاد اور مرینا نے اس کے دماغ میں جگہ بنالی ہے اور اب مجھے پھانسنے کی فکر میں ہیں۔"

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تحفظ اور سلامتی چاہتا ہوں۔"

"فرہاد اور مرینا بھی تمہیں پناہ دے سکتے ہیں۔"

"وہ مجھے غلام بنالیں گے۔"

"میں بھی تمہیں اپنا ماتحت بنا کر رکھوں گا۔"

"مجھے اپنے ملک اور اپنی قوم کی خاطر آپ کی ماتحتی قبول ہے۔"

"شاباش۔ وطن کی محبت میں آئے ہو تو میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ یہ بتاؤ مجھے کب تنویمی عمل کرنے دو گے؟"

"آپ جب چاہیں کرسکتے ہیں۔ میں اس سلسلے میں آپ سے ایک مہربانی چاہتا ہوں۔"

"میں تمہاری ہر خواہش' ہر مطالبہ پورا کروں گا۔ بولو کیا چاہتے ہو؟"

"میں باربرا کو دل و جان سے چاہتا ہوں۔"

"مجھے جہاں تک یاد ہے باربرا مکمل لڑکی نہیں ہے۔"

"اس کا آپریشن ہوچکا ہے۔ وہ لڑکی بن چکی ہے۔ میں اس کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار سکتا ہوں۔"

"اچھا تو وہ اسی لیے اسپتال میں ہے اور اس کا دماغ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کے لیے کھل گیا ہے۔"

"یہی پرابلم ہے سر! فرہاد یا مرینا اسے اپنا تابعدار بنائیں گے۔"

"میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔ فی الحال تم ان سے دور رہو۔ ہوسکے تو چار دیواری سے باہر نہ نکلو۔ کسی سے فون پر بھی رابطہ نہ کرو۔ ابھی میں تمہارے پاس آتا ہوں۔ تم مجھے باربرا کے پاس

پہنچاؤ۔"

وہ جیری کے اندر چلا آیا۔ جیری نے کہا۔ "سر! میں کسی سے رابطہ نہیں رکھوں گا لیکن باربرا کی خیریت معلوم کیے بغیر سکون نہیں ملے گا۔"

"یہ کوئی پرابلم نہیں ہے۔ تم خاموشی سے خیریت معلوم کرنے اس کے پاس جاؤ گے اور خاموشی سے آؤ گے۔ اگر کوئی حماقت کرو گے اور اپنی موجودگی کا احساس دلاؤ گے تو مرینا اور فرہاد تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔"

اس نے لبوڈا کو باربرا کے پاس پہنچادیا۔ باربرا کا دماغ لیلیٰ، مرینا اور لبوڈا کا اکھاڑہ بن گیا تھا۔ تینوں وہاں تھے اور تینوں خاموش رہتے تھے۔ فی الحال اسے چھیڑنے سے یعنی اپنی معمولہ بنانے کی کوشش کرنے سے وہ دماغی توازن کھو بیٹھتی، اس کی جسمانی اور دماغی صحت پر بہت برا اثر پڑتا۔ کوئی اسے نقصان نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ سب ہی اس کی بہترین صلاحیتوں کے ساتھ اسے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

جان لبوڈا نے پہلی بار وہاں جاکر خاموشی دیکھی۔ دوسری بار آکر کہا "ہیلو باربرا! میں لبوڈا بول رہا ہوں۔ تمہیں شاید معلوم ہو کہ تمہارے اندر مرینا اور فرہاد بھی آتے ہیں۔"

لیلیٰ نے کہا "فرہاد نہیں میں آتی ہوں۔ مجھے مسز لیلیٰ فرہاد کہتے ہیں۔"

"میں پہلی بار بیگم فرہاد کی سوچ کی لہروں کو سن رہا ہوں۔ مجھے خوشی ہو رہی ہے۔ کیوں مرینا! تم کچھ نہیں بولو گی؟"

مرینا نے کہا "اپنی موجودگی ظاہر کر رہی ہوں۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ ہمیں باربرا کے معاملے میں کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔ "اس لڑکی کا انجام کیا ہو گا۔ ہم میں سے ہر ایک اسے حاصل کرنا چاہتا ہے جو حاصل کرنے میں ناکام رہے گا وہ اسے مار ڈالے گا تاکہ یہ دشمن کے کام نہ آسکے۔"

لبوڈا نے پوچھا۔ "کیا تم اسے مار ڈالو گی؟"

لیلیٰ نے جواب دیا۔ "جو ہمیں نقصان پہنچاتا ہے، ہم اسے نہیں چھوڑتے لیکن باربرا ہمارے ہاتھ نہیں آئے گی تو ہم کچھ نہیں کھوئیں گے کیونکہ اس کی ٹیلی پیتھی ہماری پیداوار نہیں ہے۔ تمہاری پیداوار ہے۔ یہ تمہارے ہاتھ سے نکلے گی تو تم نقصان برداشت نہیں کرو گے۔ اسی طرح مرینا بھی برداشت نہیں کرے گی۔ تم دونوں اسے قتل کرنا چاہو گے۔"

مرینا نے کہا۔ "اگر تم قتل نہیں کرو گی اور تمہیں اسے حاصل نہ کرنے کا دکھ نہیں ہو گا تو پھر یہاں سے چلی جاؤ، یہ تمہیں نہیں ملے گی۔"

"میں اسے حاصل کرنے نہیں آئی ہوں۔ اسے تم دونوں کی کم ظرفی سے بچانے کے لیے موجود ہوں۔"

لبوڈا نے کہا "بھئی میں بہت کم ظرف ہوں۔ میری ٹرانسفارمر مشین سے پیدا کی ہوئی باربرا مجھے نہیں ملے گی تو میں اسے ختم کرکے مشین کے ذریعے دوسری باربرا پیدا کرلوں گا۔"

باربرا نے نقاہت سے کہا۔ "کیا ضروری ہے کہ تم سب جو سوچ رہے ہو، وہ ہو جائے اور جو نہیں سوچ رہے ہو، وہ نہ ہو؟"

"کیا تقدیر تمہارے سوچنے سے بنتی ہے اور تمہارے سوچنے سے بگڑتی ہے؟"

مرینا نے کہا۔ "تم ہماری ٹیلی پیتھی کی ٹھوکروں میں ہو۔ اس لیے تم نہ بولو۔"

"یہ تمہاری خوش فہمی ہے کہ میں ٹھوکروں میں ہوں۔ کیا تمہیں محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ میری سوچ کے لہجے میں توانائی ہے؟"

"ہاں توانائی محسوس ہو رہی ہے لیکن ایک بڑے آپریشن کے بعد اس قدر کمزور ہو چکی ہو کہ ہفتوں اور مہینوں ہمیں اپنے اندر آنے سے نہیں روک سکو گی۔"

"تو پھر باہر جاؤ۔"

یہ کہتے ہی باربرا نے سانس روک لی۔ لیلیٰ، مرینا اور لبوڈا اس کے دماغ سے باہر نکل آئے۔ جیری بھی چھپا ہوا تھا وہ بھی وہاں سے نکل آیا۔ سب ہی شدید حیرانی میں مبتلا ہو گئے۔ یہ بات انتہائی حیران کن تھی کہ بہت بڑے آپریشن کے نتیجے میں کمزور ہو جانے والی لڑکی نے بڑی توانائی سے سانس روک لی تھی۔

وہ چاروں پھر اس کے دماغ میں گئے۔ وہ سانس لے رہی تھی۔ پرائی سوچ کی لہروں کو محسوس کرتے ہی اس نے پھر سانس روک لی۔ دوبار اس کے اندر سے باہر نکل آنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ ایک بے حد کمزور لڑکی یہ معجزہ دکھا رہی ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ ناممکن ہے۔ وہ چاروں ڈاکٹر آفندی کے پاس آئے، اسے دوڑاتے ہوئے باربرا کے کمرے کے سامنے لے آئے۔ دروازہ بند تھا۔ لبوڈا نے ڈاکٹر کے ذریعے دستک دیتے ہوئے کہا "دروازہ کھولو۔ اندر کون ہے؟"

پھر ایک نیا انکشاف ہوا کہ باربرا صرف سانس ہی نہیں روکتی۔ خیال خوانی کی پرواز بھی کرتی ہے۔ وہ ڈاکٹر کے دماغ میں آکر بولی۔ "میں نے دروازہ اندر سے بند کیا ہے۔ تنہائی چاہتی ہوں۔ پلیز ڈاکٹر! آپ صرف معائنے کے وقت تشریف لائیں۔"

مرینا نے پوچھا "لیکن تم خیال خوانی کیسے کر رہی ہو۔ تم تو چند منٹ پہلے بہت کمزور تھیں۔"

"تم چند منٹ پہلے شہ زور تھیں۔ لبوڈا کا دعویٰ تھا کہ میں اس کے ہاتھ نہ آئی تو وہ مجھے مار ڈالے گا۔ اب یہاں سے جاؤ اور سر پنج کر سوچو کہ میں مردہ تھی زندہ کیسے ہو گئی؟ آئندہ اس بیچارے ڈاکٹر کے دماغ میں آکر اسے اور مجھے پریشان نہ کرو۔ کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ گڈبائی اینڈ سوفار۔"

جان لبوڈا دماغی طور پر حاضر ہو کر حیرانی سے سوچنے لگا۔ "کیا یہ خواب تھا؟ عقل تسلیم نہیں کرتی ہے کہ اس نے چند منٹ میں اچانک ہی توانائی حاصل کی ہے۔ مجھے اپنے ایجنٹوں کے ذریعے اس ہسپتال پر اور باربرا پر نظر رکھنا چاہیے۔ اس لڑکی کی حیرت انگیز اور غیر معمولی توانائی کے پیچھے ضرور کوئی راز ہے جو ابھی سمجھ میں نہیں آرہا ہے لیکن میں اس راز کو ضرور سمجھوں گا۔"

لیلیٰ ڈاکٹر کے دماغ سے نکلتے ہی میرے پاس آئی پھر کوڈورڈز ادا کرکے بولی "ایک ناقابل یقین واقعہ ظہور میں آیا ہے۔ آپ بھی سنیں گے تو حیران رہ جائیں گے۔"

اس نے باربرا کے توانائی حاصل کرنے والا واقعہ پوری تفصیل سے سنایا۔ میں بھی حیران رہ گیا۔ بے یقینی سے بولا۔ "یہ کیسے ممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ درجنوں ٹیلی پیتھی جاننے والے اس کے دماغ میں آتے جاتے رہیں گے تو وہ کمزوری کے باعث پاگل ہو جائے گی لیکن وہ تو ہوش مندوں کو پاگل بنا رہی ہے۔"

میں نے آزمائش کے طور پر اس کے دماغ میں پہنچنا چاہا مگر اس نے سانس روک لی میں واپس آگیا۔ اب تو یہ جادو سا لگ رہا تھا۔ جو بات فہم سے بالاتر ہو، وہ جادو لگتی ہے۔ میں نے کہا "لیلیٰ! تم اور نرس اس لڑکی پر نظر رکھو۔ اس کے دماغ میں یا اس کے آس پاس ضرور ایسی کوئی بات ہے یا کوئی ہستی ہے، جو اسے تحفظ دے رہی ہے۔"

ادھر مرینا بھی بے چین تھی۔ ایسی بات ہو گئی تھی، جس کی تہ تک پہنچے بغیر سکون نہیں مل سکتا تھا۔ باربرا سانس روک لیتی تھی۔ دماغ کے دروازے بند کرکے اور زیادہ پُراسرار ہو گئی تھی۔ مرینا کچھ دیر تک کمرے میں ٹہلتی رہی اور اس معاملے پر ہر پہلو سے سوچتی رہی۔ پھر وہ رک گئی۔ خلا میں تکتے ہوئے مسکرانے لگی۔ اسے کوئی راستہ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے دروازے پر آکر اپنے ایک ماتحت کو بلایا۔ پھر کہا۔ "میں آرام کر رہی ہوں۔ اندر نہ آنا۔ کوئی فون آئے تو کہہ دینا میں موجود نہیں ہوں۔"

پھر اس نے دروازے کو اندر سے بند کرلیا۔ کھڑکیاں پہلے ہی بند تھیں۔ فرش پر قالین بچھا ہوا تھا۔ وہ قالین پر چاروں شانے چت لیٹ گئی۔ دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لیے پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے اپنے اندر آہستہ آہستہ سانس کھینچتے ہوئے کہنے لگی۔ "اوم پربھو آتما شکتی۔ اوم، پربھو آتما شکتی۔"

وہ زیرِ لب بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔ اس کے ہونٹ لفظ اوم پر ایک دوسرے سے چپک گئے۔ جسم ساکت ہو گیا۔ ایسے ہی حالت میں مرینا نے خود کو اپنے جسم سے باہر دیکھا۔ اس کا بدن قالین پر بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ وہ وہاں سے چل پڑی۔

اس نے ارادہ کیا تھا کہ باربرا کے پاس جائے گی۔ لہٰذا چشم زدن میں وہاں پہنچ گئی۔ آتما کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی۔ وہ دروازہ اور ٹھوس دیواروں کے آر پار چلی آتی ہے۔ اس نے کمرے میں آکر دیکھا۔ باربرا بستر پر آرام سے لیٹی ہوئی چھت کی طرف تک رہی تھی اور کسی سوچ میں گم تھی۔

اس کے سرہانے ایک حسین و جمیل نرس کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے چہرے پر نور برس رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا وہ نرس نہ ہو، آسمان سے حور اتر کر آئی ہو۔ عجیب بات یہ تھی کہ وہ حور اسے گھور کر دیکھ رہی تھی۔ آتما کسی کو نظر نہیں آتی۔ مرینا بھی ایسے وقت کسی کو نظر نہیں آسکتی تھی کیونکہ نظر آنے والا جسم اپنے کمرے کے قالین پر چھوڑ کر آئی تھی۔ یہی بات عجیب اور حیران کن تھی کہ حور اسے دیکھ رہی تھی۔

مرینہ کمرے میں دائیں سے بائیں جانے لگی تو حور کی نظریں بھی اس کے ساتھ ساتھ زاویہ بدلنے لگیں۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ وہ واقعی مرینا کی آتما کو دیکھ رہی ہے۔ پھر اس حور نے دروازے کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اشارہ بالکل واضح تھا، وہ مرینا کی آتما کو کمرے سے باہر جانے کا حکم دے رہی تھی۔

شاید وہ حکم کی تعمیل نہ کرتی۔ وہاں سے نہ جاتی لیکن اب باربرا کے کمرے میں مزید دیکھنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ رہا تھا۔ وہ دوسرے ہی لمحے میں اپنے کمرے میں اپنے جسم کے اندر آگئی۔ بدن میں ہلکی سی لرزش ہوئی۔ ہونٹ وا ہوئے۔ اس نے "اوم پربھو آتما شکتی" کہتے ہوئے آنکھیں کھول دیں لیکن اسی طرح لیٹی رہی۔ چھت کو گھورتے ہوئے سوچنے لگی۔ "وہ نرس کون تھی؟"

آج ایسے واقعات رُونما ہو رہے تھے جنہیں عقل تسلیم نہیں کر رہی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں اور سب مانتے ہیں کہ روح کسی کو نظر نہیں آتی، لیکن باربرا کے کمرے میں ڈیوٹی دینے والی نرس روح کو واضح طور سے دیکھ رہی تھی۔

اس طرح یہ سمجھ میں آرہا تھا کہ وہ نرس کوئی غیر معمولی علم جانتی ہے اور ایسے ہی علم سے باربرا کو دماغی توانائی پہنچا رہی ہے۔

وہ قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر خیال خوانی کی پرواز کرتی ہوئی ڈاکٹر آفندی کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی سوچ میں سوال کیا "مس میری (باربرا) کے کمرے میں کس نرس کی ڈیوٹی ہے؟"

ڈاکٹر کی سوچ نے جواب دیا "اس کمرے میں کسی نرس کی ڈیوٹی نہیں ہے۔"

مرینا نے اسے باربرا کے کمرے تک آنے پر مجبور کیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ باربرا بستر پر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "آیئے ڈاکٹر! میں بہت آرام اور سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

ڈاکٹر نے پوچھا۔ "کیا اس کمرے میں ابھی کوئی نرس تھی؟"

"نہیں۔ میں تو بالکل تنہا تھی۔"

مرینا نے ڈاکٹر کی زبان سے کہا۔ "تم جھوٹ بولتی ہو۔ ابھی ایک منٹ پہلے ایک نرس تمہارے سرہانے کھڑی ہوئی تھی۔"

وہ تیزی سے چلتا ہوا اٹیچ باتھ میں گیا۔ کمرے میں دوسرا دروازہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر کے چور خیالات بھی مرینا سے کہہ رہے تھے کہ دوسر

سے اس کمرے میں کوئی نرس نہیں گئی ہے کیونکہ باربرا تنہائی چاہتی تھی۔

مرینا پھر قالین پر لیٹ گئی۔ آتما شکتی کے عمل کے ذریعے اپنے جسم سے جدا ہو کر باربرا کے کمرے میں آئی تو ڈاکٹر ابھی وہاں موجود تھا۔ باربرا بستر پر بیٹھی ہوئی تھی اور بستر کے سرہانے وہی حور دکھائی دے رہی تھی۔ ڈاکٹر کمرے سے جارہا تھا اور وہ حور پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی آتما کو وہاں سے جانے کا حکم دے رہی تھی۔

آتما واپس آگئی۔ مرینا قالین پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ یقین نہیں آرہا تھا کہ باربرا کے کمرے میں موجود جو حور تمثال حسینہ ہے' وہ بھی ایک روح ہے کیونکہ جب مرینا نے مادی طور پر ڈاکٹر کے دماغ میں رہ کر دیکھا تو باربرا کے کمرے میں حور نظر نہیں آئی اور جب آتما شکتی سے دیکھا تو وہ حسین آتما نظر آگئی۔

کیا باربرا کے ساتھ بھی کوئی آتما شکتی والی ہستی ہے؟ جو سرہانے نظر آئی تھی' وہ لاجواب حسن کی مالک تھی۔ بالکل نیا چہرہ تھا۔ مرینا نے پہلی بار وہ صورت دیکھی تھی۔ اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا کیا تبت کا مہالامہ کنچن دیو اپنی شکست کا بدلہ لینے آیا ہے؟ اور یہاں میرے خلاف باربرا کو توانائی دے کر اسے میرے مقابلے پر لانا چاہتا ہے؟

ایسا ممکن تھا۔ اس دنیا میں کیا نہیں ہوتا؟ جو نہ سوچو' وہ ہوجاتا ہے۔ فی الحال مرینا ہر طرف سے دباؤ میں آگئی تھی۔ اگر آتما شکتی کے حوالے سے مہالامہ کنچن دیو مقابلے پر آیا ہے تو مصیبت میں اضافہ ہوچکا ہے۔ پہلے میں ہی کیا کم تھا۔ ازبکستان آکر اُس کے سر پر مسلط ہوگیا تھا۔ پھر اسرائیل میں علی نے جنرل پارکن کو اس سے چھین لیا تھا۔ جنرل کے بعد اب صرف بی جی تھرمال ہی ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا اس کے قبضے میں رہ گیا تھا۔

وہ ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی ایک مضبوط ٹیم بنانا چاہتی تھی اور اب اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں تھرمال بھی ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگی اور سوچنے لگی۔ "ہاری ہوئی بازی جیت سکتی ہوں اگر باربرا اور جیری میرے قبضے میں آجائیں اور فرہاد یہ ملک چھوڑ کر چلا جائے یا مرجائے۔"

اسے یاد آیا وہ "دین انساں" کے ایک رکن کے خیالات پڑھ رہی تھی تو یہ معلوم ہوا تھا کہ روکی ہڈسن نے فرہاد کو ایک کارنیول میں گھیر لیا تھا لیکن خود فرہاد کے شکنجے میں آگیا تھا' اس طرح یہ معلوم ہوچکا تھا کہ وہ کارنیول میں رہتا ہے۔ یا کارنیول کے کسی شخص کے ذریعے اس کی رہائش گاہ کا پتا معلوم کیا جاسکتا ہے۔

وہ ٹہلتے ٹہلتے رک گئی۔ پھر بیٹھ گئی۔ ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا کہ فرہاد کی رہائش گاہ معلوم ہوجائے تو اس کی غفلت میں اس پر وار کیا جاسکتا ہے۔ کسی بڑی واردات کی ضرورت پڑے گی صرف ذرا سا زخمی کر کے فرہاد کو اپنا غلام بنایا جاسکتا ہے۔ اوہ گاڈ میں نے اس پہلو سے کیوں نہ سوچا کہ فرہاد اسی شہر میں ہے۔ میں ذرا سی کوشش کے بعد اس کا پتا ٹھکانا معلوم کر سکتی ہوں یا اس کے قریب رہنے والے کسی فرد کو آلۂ کار بنا سکتی ہوں۔"

وہ بڑے جوش و جذبے سے سوچ رہی تھی۔ کبھی اٹھ رہی تھی کبھی بیٹھ رہی تھی۔ یہ بات دماغ میں پک رہی تھی کہ کبھی فرہاد نے اس کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا اور اسے تابعداری کے عذاب میں مبتلا رکھا تھا۔ اب وہ بھی فرہاد کو معمول اور مجبور بنا سکتی ہے۔

اس نے کارنیول کے کئی فون نمبر معلوم کیے۔ پھر فون کے ذریعے یعقوب ہمدانی کی آواز سن کر اُس کے خیالات پڑھے۔ پتا چلا ہمدانی نے فرہاد علی تیمور کو دوست بنایا ہے اور فرہاد ایک روسی حسینہ کے ساتھ اس کے کارنیول والے خیمے میں رہتا ہے۔ مرینا نے کارنیول کے ایک اور شخص کی آواز سنی۔ پھر اسے آلۂ کار بنا کر سمورا کے خیمے میں لے گئی۔ سمورا وہاں تنہا تھی۔ میں اس وقت موجود نہیں تھا اور نہ ہی اپنے خلاف مرینا کی یہ مصروفیات دیکھ رہا تھا۔

مرینا مجھے وہاں نہ پاکر ذرا مایوس ہوئی لیکن اس نے سمورا کے دماغ میں جگہ بنالی۔ پھر اپنی جگہ دماغی طور پر حاضر ہوگئی۔ اسے پورا یقین تھا کہ مجھے سمورا کے ذریعے ٹریپ کرسکے گی۔ اس کے باوجود میری پوری ہسٹری اس کے پیش نظر تھی۔ اس نے میرا ریکارڈ پڑھا تھا' یہ دیکھا اور سنا بھی تھا کہ میں ہمیشہ حکمت عملی سے یا مقدر سے بچ نکلتا ہوں۔

ابھی پچھلی بار روکی ہڈسن نے مجھے گولی مارنے' زخمی کرنے اور مجھے غلام بنالینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تمام دشمنوں کے دلوں میں یہ دہشت اور یقین ہے کہ میں دنیا والوں کے سامنے مرجاتا ہوں۔ برسوں مردہ رہتا ہوں۔ پھر زندہ ہو کر جرائم سے بھری ہوئی دنیا میں واپس آجاتا ہوں۔

مرینا بھی کامیابی کا یقین کرنے کے باوجود اندر سے سہمی ہوئی تھی کہ ناکام ہوگی اور میں محفوظ رہوں گا تو پھر میری انتقامی کارروائی کے نتیجے میں وہ خیریت سے نہیں رہ سکے گی۔

مجھے غلام بنالینے والا کارنامہ ایسا زبردست ہوتا جیسے تمام ساری دنیا کو فتح کرلیا ہو اور وہ زندگی میں پہلی بار اتنا بڑا کام کرنے سے پہلے پریشان اور بے چین ہو رہی تھی۔ اسے مضبوط سہارے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ آج اسے یہ غلطی سمجھ میں آرہی تھی کہ وہ اب تک تنہا زندگی گزارتی رہی ہے جبکہ امریکا میں' اسرائیل میں' روس میں اور میری فیملی میں تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں کو تحفظ حاصل ہے۔ ان کے اپنے بہت برے وقت میں کام آسکتے ہیں جبکہ آج وہ مجھے ٹریپ کرنے کا خطرہ مول لینے والی تھی تو اس کا سہارا بننے کے لیے کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا ساتھی نہیں تھا۔

ایوان راسکا اس کا دوست تھا۔ لیوڈا کے داماد بی جی تھرمال کو اپنا تابعدار بنا چکی تھی مگر وہ دونوں کچھ زیادہ ذہین اور حاضر دماغ نہیں تھے۔ عین وقت پر کام بگاڑ سکتے تھے۔ پھر بھی اس نے سوچا' وہ تھرمال سے سمورا کی نگرانی کا کام لے سکتی ہے۔

اس نے تھرمال کو مخاطب کیا۔ وہ بولا۔ "یس مادام! میں آپ کا خادم ہوں۔ کیا خدمت کروں؟"

"میں تمہیں ایک عورت کے دماغ میں لے جارہی ہوں' تم اس کے اندر بالکل خاموش رہو گے۔ وہاں اپنی موجودگی کا احساس نہیں ہونے دو گے۔ اس عورت کا نام سمورا ہے۔ اگر سمورا کا کوئی یار اُس کے قریب آئے تو مجھے فوراً اطلاع دینا۔"

"یس مادام! میں حکم کی تعمیل کروں گا۔"

مرینا نے اسے سمورا کے پاس پہنچادیا۔ پھر ایوان راسکا کے پاس آکر بولی۔ "میں ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنے والی ہوں۔ اگر کامیاب ہوگئی تو سمجھو ہم ساری دنیا پر حکومت کریں گے۔"

"وہ ایسا کون سا معرکہ ہے؟"

"میں فرہاد کو اپنا تابعدار بنانے والی ہوں۔"

اس نے شدید حیرانی سے پوچھا۔ "کیا فرہاد علی تیمور کو؟"

"ہاں' کیا یقین نہیں آرہا ہے؟"

"یہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ چیونٹی شیر پر چڑھ سکتی ہے لیکن اس پر چڑھنا اور بات ہے اور فرہاد پر چڑھ دوڑنا اور بات ہے۔ بڑے بڑے شہ زور اور انتہائی ذہین ترین لوگ اس سے دھوکا کھاتے جا رہے ہیں۔"

"میں دھوکا نہیں کھاؤں گی۔ پہلے پوری طرح تصدیق کروں گی کہ وہ فرہاد ہی ہے پھر اس پر حملہ کروں گی۔"

"کیا حملہ کرنا اتنا ہی آسان ہوگا؟ جسے حادثات زخم نہیں پہنچاتے' اسے تم کیسے زخمی کروگی؟"

"جو سوچا ہے اس پر عمل کروں گی۔ خواہ مخواہ مایوس ہو کر بیٹھے رہنے سے بہتر ہے' آدمی کچھ کر گزرے' ہوسکتا ہے مقدر میں کامیابی لکھی ہو۔"

اسی وقت بی جی تھرمال نے آکر کہا۔ "مادام! سمورا کے پاس ایک شخص آیا ہے' وہ اسے فرہاد کہہ کر مخاطب کر رہی ہے۔"

وہ بولی۔ "راسکا! تم میرے ساتھ سمورا کے اندر آؤ۔ وہاں بالکل خاموش رہنا۔ جب تک میں کچھ نہ کہوں کوئی حرکت نہ کرنا۔"

وہ دونوں سمورا کے پاس آئے۔ میں سمورا کے پاس خیمے میں بستر پر بیٹھ گیا تھا اور اس سے کہہ رہا تھا۔ "اپنا ضروری سامان بیگ میں رکھ لو۔ ہم شہر میں کوئی چھوٹا سا بنگلا لے کر رہیں گے۔"

سمورا نے پوچھا۔ "کیا یہاں خطرہ محسوس کر رہے ہو؟"

میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے کہا "ہاں۔ جیری رُوپوش ہے۔ مجھ پر اچانک ہی کہیں سے حملہ کر سکتا ہے۔ پھر مرینا بھی یہاں ہے۔ وہ بلا کی مکار ہے۔ اچانک ہی ایسا کوئی کام کرجاتی ہے جس کی توقع پہلے نہیں ہوتی۔ ہوسکتا ہے سپر ماسٹر کے خیال خوانی کرنے والے بھی یہاں پہنچے ہوئے ہوں۔ میں یہاں سے نکلتے ہی اپنا حلیہ بھی بدل لوں گا۔"

میں بستر پر لیٹا ہوا بولتا جارہا تھا۔ سمورا پر نظر نہیں تھی۔ کیونکہ وہ میرے سرہانے تھی۔ وہاں ایک صندوق کو کھول کر ایک خنجر نکال رہی تھی۔ وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔ دماغی طور پر غائب ہوچکی تھی۔ مرینا اس کے اندر پوری طرح قبضہ جما کر میرے قریب آئی۔ میں اسے دیکھ سکتا تھا لیکن جب شامت آئی ہو تو کیسے دیکھ لیتا؟

میں نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔ "سمورا! تھوڑی دیر تک مجھے مخاطب نہ کرنا۔ میں مرینا کی خبر لے کر آتا ہوں۔"

جس کے پاس جارہا تھا وہ شہ رگ کے قریب پہنچ گئی تھی۔ میں نے خیال خوانی کی پرواز کی۔ مرینا کے دماغ میں پہنچتے ہی دیکھا' وہ مجھ پر حملہ کر رہی ہے۔ یہ کسی خواب کی طرح غیر متوقع تھا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا حملہ ہوگا اور ایسا میری معمولہ کرے گی۔

وہ صرف ایک ساعت کی بات تھی۔ مجھے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ اس نے خنجر کو میرے شانے میں پیوست کردیا۔ میرے حلق سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ سمورا مجھ پر جھکی ہوئی تھی اور بڑی پھرتی سے خنجر کو میرے شانے سے کھینچ کر نکال رہی تھی۔ چیخ رہی تھی۔ "نہیں نہیں .... یہ میں نے کردیا۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں نے تم پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ ہائے میں مرجاؤں گی۔ تمہیں کچھ ہوا تو اپنی بھی جان دے دوں گی۔ کوئی ہے۔ فرسٹ ایڈ بکس لاؤ۔"

وہ دوڑتی ہوئی خیمے سے باہر چلی گئی۔ مرینا میرے اندر آگئی۔ فاتحانہ انداز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ "فرہاد! ہاہاہا فرہاد! دنیا کے سب سے بڑے شہ زور! مقدر کو اپنی مٹھی میں رکھنے والے! آج سے تمہارا ناقابلِ تسخیر دماغ میری چٹکی میں رہا کرے گا۔ ہاہاہا....."

اور یہ کوئی خواب نہیں تھا۔ پچھلی بار میں نے جھوٹ موٹ گولی کھا کر زخمی ہونے کا ڈراما کر کے روکی ہڈسن کو الو بنایا تھا لیکن یہ کوئی ڈراما نہیں تھا۔ میں سچ مچ مرینا کے چنگل میں پھنس گیا تھا۔ خنجر کا زخم اتنا گہرا تھا کہ میں خیال خوانی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ورنہ سلمان اور لیلیٰ کو مدد کے لیے بلا لیتا۔ آہ! پتا نہیں' سونیا نے کب کہا تھا مگر کبھی کہا تھا۔ ان لمحات میں یاد آیا۔ آہ! اس نے کہا تھا۔ "فرہاد! تمہیں موت نہیں مارے گی جب بھی مارے گی' کوئی عورت ہی مارے گی....."

غبارے میں اس کی گنجائش سے زیادہ ہوا بھری جائے تو وہ پھٹ جاتا ہے۔ انسان کو اس کی اوقات سے زیادہ خوشیاں ملیں تو وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ ہنستے ہنستے پاگل ہو جاتا ہے اور پاگل پن میں بھی ہنستا چلا جاتا ہے۔

یہی حال مرینا کا تھا۔ وہ فرہاد علی تیمور کے دماغ پر حکومت کرنے والی ملکۂ عالیہ بن گئی تھی۔ اتنی بڑی کامیابی آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے مسرتوں کی شدّت سے اچھل رہی تھی۔ ناچ رہی تھی، گا رہی تھی، قہقہے لگا رہی تھی۔ میرے دماغ میں بولتی جا رہی تھی "میرے غلام! میرے کمرے میں پاپ میوزک گونج رہا ہے۔ میں جھوم جھوم کر رقص کر رہی ہوں۔ تو مجھے دیکھ نہیں سکتا۔ مگر اپنے اندر میرے قہقہے سن رہا ہے۔ میں اس خوشی میں ناچ رہی ہوں کہ آنے والے دنوں میں تجھے ساری دنیا کے سامنے نچاؤں گی۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا..."

کوئی اور ہوتی تو ناچتے گاتے، ہنستے ہنستے نڈھال ہو کر گر پڑتی۔ لیکن وہ تھکنا اور گرنا نہیں جانتی تھی۔ کیونکہ وہ آتما شکتی والی یوگا کی مہارت رکھتی تھی۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی تھی۔ پھر یہ کہ ایسی زبردست کامیابی حاصل ہوئی تھی کہ خوشیاں منانے کے دوران تھکنا بھول گئی تھی۔

ادھر سمورا کارنیول کے ڈاکٹر کو لے آئی تھی۔ وہ میرے زخم کی مرہم پٹی کر رہا تھا۔ یعقوب ہمدانی بھی آ گیا تھا۔ غصّے سے سمورا کو کہہ رہا تھا "تم پاگل کی بچی ہو؟ تم نے ہمارے محسن پر خنجر سے حملہ کیا اور کہتی ہو جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔"

میں نے کہا "ہمدانی! غصہ نہ کرو۔ سمورا درست کہہ رہی ہے۔ یہ اپنے اختیار میں نہیں تھی۔ یہ ٹیلی پیتھی کا چکر ہے۔ ایک دشمن نے اس کے دماغ میں گھس کر اسے غائب دماغ بنا دیا تھا۔ اس نے اپنی مرضی سے ایسا نہیں کیا ہے۔"

وہ رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی "میں نے جان بوجھ کر حملہ نہیں کیا تھا پھر بھی شرم سے مری جا رہی ہوں۔ خدانخواستہ تمہیں کچھ ہو گیا تو میں اسی خنجر سے اپنی جان دے دوں گی۔"

میں نے تکلیف کے باوجود مسکراتے ہوئے کہا "تمہارے جان دینے سے وہ تمام مصیبتیں دور نہیں ہوں گی جو اب مجھ پر آنے والی ہیں۔"

ہمدانی نے کہا "دوست! کیسی مصیبتیں آنے والی ہیں، تمہارے ذہن میں احتیاطی تدابیر ہوں تو مجھے بتاؤ۔"

میں پھر مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ بے چارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ میرے ذہن میں اب جتنی احتیاطی تدابیر آئیں گی اسے پہلے مرینا پڑھ لیا کرے گی۔

میں نے کہا "میری فکر نہ کرو کیونکہ میں خود اپنی فکر نہیں کر رہا ہوں۔ دشمن کے رحم و کرم پر ہوں۔ مجھے تنہا چھوڑ دو۔ میں سونا چاہتا ہوں۔"

یعقوب ہمدانی بولا "تمہاری مرہم پٹی ہو چکی ہے۔ اس کے باوجود میں تمہیں یہاں کے بہترین اسپتال میں لے چلتا ہوں۔"

"نہیں، میں کہہ چکا ہوں۔ میری فکر نہ کرو۔ مجھ سے اور تم سب سے زیادہ میری فکر میری دشمن کو ہے۔ وہ مجھے ہر حال میں زندہ اور تندرست رکھنے اور دیگر دشمنوں سے مجھے چھپاتے رہنے کی فکر میں اپنی نیندیں حرام کرتی رہے گی۔"

وہ میرے اندر تھی کہنے لگی "تو سچ کہتا ہے۔ مجھے جتنا خوش ہونا تھا، ہو گئی۔ تجھے پا کر اتنی دولت مند ہو گئی ہوں کہ دشمنوں سے تجھے چھپا کر رکھنے کی فکر ستا رہی ہے۔ میں سب سے پہلے تنویمی عمل کے ذریعے تجھے اپنا غلام بناؤں گی اور تیرے دماغ کو لاک کروں گی تاکہ کوئی دوسرا تیرے اندر نہ آ سکے۔"

"مرینا! انسان کو کسی کامیابی پر مغرور ہو کر اپنا ظرف اور اپنا لہجہ نہیں بدلنا چاہیے۔ تم اب تک مجھے پاپا کہتی تھیں۔ آپ سے مخاطب کرتی تھیں۔ اب آپ سے تُو پر آ گئی ہو۔ اگر اگلے کسی لمحے میں تقدیر نے پلٹا کھایا اور تمہیں پھر تُو سے آپ پر آنا پڑا تو تم معافی مانگنے کی بھی حقدار نہیں رہو گی۔"

"معافی اور میں تجھ سے مانگوں گی؟ بڑی خوش فہمی ہے کہ میری گرفت سے نکل جائے گا۔ میرا نام مرینا ہے۔ تُو نے اور تیرے بیٹے نے دیکھا ہے کہ میں اپنے قیدیوں کو کس طرح تاریک کوٹھریوں میں رکھتی ہوں۔ تمام ٹیلی پیتھی جاننے والے اور تیرے دونوں ناقابلِ شکست بیٹے بھی یہ کبھی معلوم نہیں کر سکیں گے کہ میں نے تجھے کس پاتال میں چھپا رکھا ہے۔"

"چلو یہ حسرت بھی پوری کر کے دیکھ لو۔"

"حسرتیں تو بہت ہیں۔ بہت ہی انتقامی آرزوئیں ہیں۔ میں تجھے طرح طرح کی اذیتیں دے کر اپنے دل کی تمام حسرتیں نکالوں گی۔"

"آخر کتنی خواہشیں پوری کرو گی۔ ہر خواہش پہ دم نکلے گا۔"

وہ ناگواری سے بولی "میں فوراً ہی تجھ پر تنویمی عمل کرنا چاہتی تھی مگر تُو شکست کھا کر بھی فاتح کی شان سے اکڑا ہوا ہے۔ میں پہلے تیرے اندر زلزلہ پیدا کر کے تجھے سزا دوں گی۔ تیری اکڑ خاک میں ملاؤں گی۔"

یہ کہتے ہی اس نے میرے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا اور مجھے منہ کھولنے بھی نہیں دیا۔ اگر منہ کھل جاتا تو میری چیخیں خیمے سے باہر کارنیول میں دور تک گونجتی چلی جاتیں۔ میں تکلیف کی شدت سے بستر سے تڑپتا ہوا زمین پر آ گرا۔ پھر وہاں بھی نیم ذبح کیے ہوئے مرغ کی طرح پھڑپھڑانے لگا۔

خیمے سے ہمدانی وغیرہ جا چکے تھے۔ صرف سمورا میری دیکھ بھال کے لیے موجود تھی۔ مجھے ماہیِ بے آب کی طرح پھڑپھڑاتے دیکھ کر اپنا سینہ پیٹتی ہوئی آئی۔ مجھ سے لپٹ کر پوچھنے لگی "کیا ہو گیا؟ یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے؟ کیا دشمن تمہیں اذیتیں دے رہے ہیں؟"

مرینا میرے اندر بولی "تیری داشتہ کیسے تڑپ رہی ہے تیرے لیے۔ تو پکا بدمعاش ہے۔ کسی حسین عورت کو نہیں چھوڑتا۔ میں تیرے بیٹے کے لیے تھی، مجھے ہاتھ نہیں لگا سکتا تھا اس لیے میرے دماغ پر قبضہ کیا تھا۔ میں ہمیشہ اس عذاب میں مبتلا رہتی تھی کہ ایک خبیث میرے اندر چھپا ہوا ہے۔ اب بتا یہ عذاب کیسا ہے۔ تکلیف کی شدت سے چیخ نہیں سکتا، میں نے تیری آواز بند کر دی ہے۔ نہ چیخ سکے گا نہ فریاد کر سکے گا۔ اپنے اندر تڑپ تڑپ کر جیتا رہے گا، اور تڑپ تڑپ کر مرتا رہے گا لیکن میں مرنے نہیں دوں گی، اگلے عذاب کے لیے زندہ رکھوں گی۔ ہاہاہا۔ ہاہاہا۔ بائی گاڈ میرا کلیجا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔"

سمورا میری حالت دیکھ کر وہاں سے جانا اور ہمدانی وغیرہ کو بلا کر لانا چاہتی تھی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ شدید تکلیف کے باوجود اسے اپنی آغوش میں لے کر بولا "مرینا! شیر جنگل میں آزاد رہے یا گولیوں کی بوچھاڑ میں رہے۔ وہ اپنی فطرت اور عادت کا شیر نر ہوتا ہے۔ دیکھ یہ حسینہ میری آغوش میں ہے۔ تُو مجھے اور اذیت دے، یہ بعد میں پتا چلے گا کہ مجھے سزا دینے کی حماقت میں کتنا نقصان اٹھا رہی ہے۔"

میں نے بے انتہا تکلیف کے باوجود سمورا کو آغوش میں لے کر اسے غصہ دلایا تھا کہ وہ دماغی جھٹکے دے کر ایک مرد کو نہیں توڑ سکے گی اور یہ شوشہ بھی چھوڑ دیا تھا کہ وہ ایسی حماقت کر کے نقصان اٹھا رہی ہے۔

اس بات پر وہ سوچ میں پڑ گئی۔ خاصی ذہین تھی اس لیے فوراً سمجھ گئی کہ فرہاد انتہائی تکالیف کے نتیجے میں ذہنی توازن کھو بیٹھے گا تو وہ ایک پاگل کو غلام بنا کر کچھ حاصل نہیں کر سکے گی۔ دنیا ہنسے گی کہ فرہاد کو تابعدار نہ بنا سکی، ایک پاگل کو تابعدار بنایا تو کیا کمال کیا؟

وہ ناگواری سے بولی "تم خطرناک حد تک ذہین ہو۔ مجھے اس مرحلے پر الجھا دیا ہے۔ یہ بات عقل میں آ گئی ہے کہ تمہیں اس سے زیادہ اذیت نہیں پہنچانا چاہیے۔ ٹھیک ہے پھر کبھی تم سے نمٹ لوں گی۔ تھوڑی دیر میں تمہاری دماغی تکلیف ختم ہو گی تو میں تم پر عمل کروں گی۔"

میں نے مسکرا کر کہا "ذرا غور کرو۔ تو سے تم پر آ گئی ہو۔ میں صبح تک آپ پر لے آؤں گا۔"

وہ غصے سے بھڑک کر کچھ کہنا چاہتی تھی پھر اس نے خود پر قابو پایا اور کہا "میں سمجھ رہی ہوں تم مجھے طیش دلا کر سزا پانا چاہتے ہو۔ اب میں ٹھنڈے دماغ سے کام کروں گی۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ شاید تھوڑی دیر کے لیے چلی گئی۔ سمورا نے کہا "تم تھوڑی دیر سے پُرسکون ہو۔ کیا میرے قریب آنے سے تمہیں قرار آ رہا ہے۔"

میں نے سرد آہ بھر کر کہا "عورت کی قربت جتنی زندگی دیتی ہے اتنی ہی موت بھی دیتی ہے۔ فی الحال تم زندگی دے رہی ہو۔ ابھی وہ آئے گی پھر مجھ پر عمل کرنے کے لیے مجھے گہری نیند سلائے گی۔"

"میں اسے عمل کرنے نہیں دوں گی۔ تمہیں سونے نہیں دوں گی۔"

"میرے لیے جوش اور جذبات میں آ کر ایسی غلطی نہ کرنا۔ اس کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کرو گی تو وہ تمہیں دماغی اذیتیں پہنچائے گی۔"

"میں دماغی اذیتیں برداشت کرتے کرتے مر جاؤں گی مگر آخری سانس تک اسے عمل کرنے سے روکتی رہوں گی۔"

"تمہاری آخری سانس کے بعد کیا ہو گا؟ کیا میں اس کے تنویمی عمل سے محفوظ ہو جاؤں گا؟ تم خواہ مخواہ جان سے جاؤ گی۔ یوں جان دینے کا کیا فائدہ کہ میرا بھلا نہ ہو۔ میں تمہیں سمجھاتا ہوں۔ خیمے سے چلی جاؤ اور جب تک میں نہ بلاؤں واپس نہ آؤ۔"

"نہیں میں تمہیں بے یار و مددگار چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

وہ سمورا کے اندر آ کر بولی "یہاں سے نہیں جاؤ گی تو دنیا سے جاؤ گی۔"

سمورا نے کہا "فرہاد! یہ میرے اندر بول رہی ہے۔"

میں نے کہا "پلیز سمورا! فوراً یہاں سے چلی جاؤ۔ پہلے تمہیں سمجھا رہا تھا اب حکم دیتا ہوں، چلی جاؤ۔ فوراً چلی جاؤ۔"

"تمہارا حکم مان کر میں تمہیں غلامی یا موت نہیں دوں گی۔"

مرینا نے کہا "تم میرا قیمتی وقت ضائع کر رہی ہو۔ چلو خنجر اٹھاؤ۔"

اس نے سمورا پر قبضہ جمایا۔ وہ غائب دماغ ہو گئی۔ اس نے اپنے پاس چھپایا ہوا خنجر نکال لیا۔ اس کے دستے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اس کی نوک کو اپنی طرف کر لیا۔ میں نے تڑپ کر کہا۔ "نہیں مرینا! یہ ظلم نہ کرو۔ اس بے چاری کو ہلاک نہ کرو۔ یہ اپنی محبت سے مجبور ہو کر تمہارا راستہ روک رہی ہے۔ میں اسے ابھی یہاں سے..."

میری بات پوری ہونے سے پہلے ہی سمورا نے خنجر کے تیز پھل کو اپنے سینے میں گھونپ لیا۔ میں فرش پر سے اٹھتے اٹھتے ایک آہ کے ساتھ نڈھال ہو کر پھر گر پڑا۔ وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر زمین پر پڑی اپنے لہو میں بھیگ رہی تھی اور تڑپ تڑپ کر دم توڑ رہی تھی۔

میں اٹھ کر اس کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن بستر پر آ گیا۔ میں نے پھر اس جان دینے والی کے سامنے جانے کی کوشش کی لیکن پھر بستر پر گر پڑا۔

مرینا نے کہا "چپ چاپ پڑے رہو۔ مجنوں بن کر لیلیٰ سے لپٹنے نہ جاؤ۔"

میں نے بستر سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ زمین پر لہو میں ڈوبی پڑی تھی اور دم توڑ چکی تھی۔ میں بے بسی سے بستر پر چاروں شانے چت ہو گیا۔ وہ بولی "فرہاد علی تیمور! کبھی ایسے بے بس اور مجبور ہوئے

تھے؟ میں بیان نہیں کرسکتی کہ تمہاری یہ حالت دیکھ کر مجھے مسرتوں کا کتنا خزانہ مل رہا ہے۔"

"تمہاری مسرتیں ابھی مایوسی میں بدل جائیں گی۔"

یہ کہتے ہی میں نے ایک زور کی چیخ ماری۔ پھر چیختا چلا گیا۔ اس نے میرے دماغ پر حاوی ہو کر چیخیں روک دیں۔ پھر پوچھا "اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھ سے کیوں پوچھتی ہوں؟ اب تو تم میرے مقاصد اور منصوبے چپکے سے اور آسانی سے پڑھ سکتی ہے۔"

وہ چپ رہی۔ شاید پڑھنے لگی۔ میری چیخیں سن کر کارنیول کے لوگ ہمدانی کے ساتھ دوڑے آئے تھے۔ میں یہی چاہتا تھا کہ سمورا کے قتل کا پتا چلے، لوگوں کی بھیڑ لگے۔ پولیس والے بھی آجائیں۔ میرے پاس متعلقہ افراد کا آنا جانا لگا رہے اور ایسی افراتفری میں مرینا تنویمی عمل کے لئے مجھے گہری نیند نہ سُلا سکے۔

وہ چاہتی تھی دوسرے تمام ٹیلی پیتھی جاننے والوں اور خصوصاً میرے اپنے خیال خوانی کرنے والوں کا راستہ روکنے کے لیے میرے دماغ کو لاک کردے۔ یہ کام اسے ... جلد سے جلد کرنا چاہیے تھا، لیکن انتقامی حسرت پوری کرنے کے لیے میرے اندر زلزلہ پیدا کیا اور وقت ضائع کیا پھر سمورا کو قتل کرتے وقت نہیں سوچا کہ یہ قتل تنویمی عمل میں رکاوٹیں پیدا کرے گا۔

وہ اس قتل کو تھوڑی دیر چھپا سکتی تھی۔ مجھے وہاں سے جبراً دوسری جگہ لے جاسکتی تھی، لیکن اس رازداری کا پہلے ہی میں نے چیخ چیخ کر بھید کھول دیا۔ وہاں کچھ لوگ کہہ رہے تھے کہ میں نے سمورا کے سینے میں خنجر گھونپ کر اسے ہلاک کیا ہے کیونکہ سمورا نے بھی مجھے زخمی کیا تھا۔ میں نے اسی کا انتقام لیا ہے۔

ہمدانی انہیں سمجھا رہا تھا کہ یہ ساری وارداتیں ٹیلی پیتھی کے ذریعے ہورہی ہیں۔ وہ کارنیول کا مالک تھا اس لیے لوگ قائل ہونے لگے لیکن پولیس والے آگئے۔ یوں معاملہ اور بڑھ گیا۔

مرینا نے کہا "واقعی فرہاد! ذہانت یا مکاری تم پر اور تمہارے خاندان والوں پر ختم ہے۔ میں تمہیں جیت چکی ہوں مگر کسی وقت بھی ہار سکتی ہوں۔ تم نے یہاں تنویمی عمل کرنے کا چانس ختم کردیا ہے۔ لیکن میں جلد سے جلد یہ عمل کرکے رہوں گی۔"

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پولیس افسر کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ افسر نے پوچھا "مسٹر فرہاد! کیا تم پولیس اسٹیشن تک چلنے کے قابل ہو یا ایمبولینس منگوائی جائے؟"

میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر سپاہیوں کے درمیان چلتا ہوا ان کی گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ یعقوب ہمدانی نے کہا "دوست فرہاد! فکر نہ کرنا۔ میں بھی اپنی گاڑی میں آرہا ہوں۔ تمہیں ضمانت پر رہا کراؤں گا۔ تمہارا مقدمہ لڑوں گا تمہارا یار ابھی زندہ ہے۔"

پولیس کی گاڑی مجھے کارنیول سے لے جانے لگی۔ ہمدانی نے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنا چاہا، لیکن نہ کرسکا۔ اُلٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگا۔ کبھی چابی گھمانا بھول جاتا تھا۔ کبھی ایکسیلریٹر پر پاؤں نہیں رکھتا تھا۔ کبھی گاڑی اسٹارٹ کرلیتا تو آگے بڑھا کر بریک لگا دیتا اور انجن بند کردیتا۔

مرینا نے کہا "ہمدانی! ان حماقتوں سے سبق سیکھو۔ میں تمہیں فرہاد کے پیچھے جانے نہیں دوں گی۔ جانے کی ضد کروگے تو سمورا کی طرح تمہیں بھی قتل کردوں گی۔"

وہ فضا میں تکنے لگا۔ اتنی دیر میں پولیس والوں کی گاڑیاں کئی میل دور نکل گئی تھیں۔ افسر نے ایک جگہ گاڑیاں رکوادیں۔ اپنے ماتحت افسر سے بولا "تم سمورا کی لاش کو تھانے لے جاکر کیس کی انٹری کرو پھر اسے پوسٹ مارٹم کے لیے اسپتال پہنچاؤ۔ میں فرہاد کو لے جارہا ہوں۔ اس کے زخم کی میڈیکل رپورٹ لے کر آؤں گا گو اینڈ کیری آن مائی آرڈر۔"

افسر نے اپنی گاڑی سے سپاہیوں کو بھی اتار دیا۔ پھر مجھے اگلی سیٹ پر بٹھا کر وہاں سے لے چلا۔ آگے جاکر مرینا نے اس کی زبان سے کہا "دیکھا فرہاد! تمہیں مکھن کے بال کی طرح نکال لائی ہوں۔ یہ افسر بالکل غائب دماغ ہے۔ یہ تمہیں میرے خفیہ اڈے پر چھوڑ کر جائے گا پھر اسے یاد نہیں رہے گا کہ یہ تمہیں کہاں پھینک کر آیا ہے۔"

وہ گاڑی کئی گھنٹے تک چلتی رہی۔ ہم فرغانہ کی طرف آئے تھے۔ فرغانہ سے سو کلومیٹر دور فراڈ پادری آندریو کا ایک خفیہ اڈا تھا۔ آندریو اور اس کے تمام ساتھی مرینا کے غلام تھے۔ افسر نے مجھے اس اڈے میں پہنچا کر آندریو سے کہا "میں اس افسر کے اندر تمہاری مادام مرینا بول رہی ہوں۔ میرے اس شکار کو بستر پر آرام سے لٹاؤ مگر باندھ کر رکھو۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

انہوں نے مجھے پکڑ کر ایک بستر پر باندھ دیا۔ وہاں صرف چار افراد تھے۔ میں زخمی ہونے کے باوجود زورِ بازو سے اور حکمتِ عملی سے ان پر غالب آسکتا تھا، لیکن یہ جانتا تھا کہ وہ مجھے مقابلہ نہیں کرنے دے گی اور میرے اندر آکر کمزور بناتی رہے گی۔

جب انہوں نے مجھے باندھ دیا تو وہ مطمئن ہو کر افسر کو وہاں سے لے گئی۔ اسے فرغانہ اور تاشقند کے درمیانی راستے پر لاکر ایک گہری کھائی میں گاڑی سمیت گرادیا۔ وہ مجھے غلام بنانے کے لیے پاگل ہورہی تھی۔ بے گناہ افراد کو ہلاک کرتی جارہی تھی۔ اس نے آندریو کے پاس آکر کہا "اس کمرے سے باہر جاؤ۔ دروازے کو باہر سے بند رکھو۔ جب تک میرا حکم نہ ہو، دروازہ نہ کھولو اور نہ ہی اندر آؤ۔ کمرے کے اطراف خاموشی رہے، جاؤ۔"

آندریو نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر جاکر دروازے کو بند کردیا۔ مرینا نے کہا "فرہاد! بہت چالاکیاں دکھالیں، یہاں تمہاری کوئی مکاری نہیں چلے گی۔ دیکھو کتنی خاموشی اور سکون ہے۔ تنویمی عمل کے لیے ماحول سازگار ہے۔ آؤ اپنا ذہن میرے حوالے کردو۔"

میں بستر پر چپ چاپ پڑا رہا۔ وہ بولی "تمہاری خاموشی کچھ معنی رکھتی ہے۔ کیا میں چور خیالات پڑھوں؟"

"پڑھوگی تو یہی معلوم ہوگا کہ مجھے تمہارے تنویمی عمل پر یقین نہیں ہے۔ مجھے اپنا تابعدار نہیں بنا سکوگی۔"

"کیا تمہارے لیے کہیں سے مدد پہنچنے والی ہے؟ میں نے سوچ لیا ہے کہ تمہارے خیال خوانی کرنے والوں میں سے کسی نے یہاں آکر تنویمی عمل میں رکاوٹ پیدا کی تو میں ناکامی برداشت نہیں کروں گی۔ تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گی۔"

"اطمینان رکھو، میں اپنے خیال خوانی کرنے والوں کو منع کردوں گا۔ وہ واپس چلے جائیں گے، اس کے بعد بھی تم ناکام رہو گی۔"

"بکواس کررہے ہو اور میرا وقت ضائع کررہے ہو۔"

"تم نے کارنیول میں میری باتوں کو بکواس سمجھ کر دو غلطیاں کیں جس کے نتیجے میں اب تک مجھ پر عمل نہ کرسکیں۔"

"میں ٹھیک ایک منٹ بعد عمل شروع کردوں گی۔ تمہیں سُلا دوں گی۔ اس سے پہلے بتانا چاہو تو بتاؤ کہ تمہیں میری ناکامی کا یقین کیوں ہے؟"

میں نے کہا "اس وقت یہاں شام کا اندھیرا پھیل رہا ہے۔ مجھے پیرس کے وقت کے مطابق فجر کی نماز سے پہلے سونیا کے پاس جانا ہے اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ میں نے چند سیکنڈ تک اس کی ہنسی سنی پھر کہا "تم ایک منٹ بعد عمل شروع کرنے والی تھیں۔ وہ ایک منٹ تم نے ہنسی میں ضائع کردیا۔"

وہ سوچ کی لہروں سے میرے دماغ کو تھپکنے لگی۔ مجھے سلانے لگی۔ اگلے ایک منٹ کے اندر میں گہری نیند میں ڈوب گیا پھر اس نے تنویمی عمل کے طریقۂ کار کے مطابق مجھے اپنا معمول بنالیا۔ اس کے بعد اس نے کہا "میں حکم دیتی ہوں۔ تمہارا دماغ حساس رہے گا۔ تم کمزوری کے باوجود سوچ کی لہروں کو محسوس کروگے اور سانس روک کر انہیں دماغ سے نکال دیا کروگے۔"

میں نے وعدہ کیا کہ ایسا ہی کروں گا۔ پھر اس نے کہا "صرف میری سوچ کی لہروں کو محسوس نہیں کروگے۔ میرے خلاف کبھی نہیں سوچوگے اور میرے ہر جائز و ناجائز حکم کی تعمیل کرتے رہو گے۔"

میں نے ایک معمول کی حیثیت سے تمام احکامات کی تعمیل کرنے کا وعدہ کیا پھر وہ بولی "تم اپنے سگے اور خون کے رشتوں کو بھول جاؤگے۔ سونیا، پارس اور علی تیمور کو جانی دشمن سمجھ کر، یکے بعد دیگرے قتل کردوگے۔"

میں نے خون کے رشتوں کو پہچاننے سے انکار کیا اور ان تینوں کو قتل کرنے کا عہد بھی کیا۔ اس نے پوچھا "کیا تم نے مجھ سے نجات حاصل کرنے کے لیے کسی کو مدد کے لیے دماغ میں بلایا ہے یا کوئی چال چل رہے ہو؟"

"میں نے سلمان کو بلانے کے لیے خیال خوانی کی پرواز کی تھی لیکن دماغی کمزوری کے باعث رابطہ نہ کرسکا۔ میں تم سے نجات حاصل کرنے کے لیے کوئی چال نہیں چل رہا ہوں۔"

"اگر کوئی فراڈ نہیں کررہے ہو تو یقین سے کیسے کہتے ہو کہ صبح نماز سے پہلے سونیا کے پاس جاؤ گے؟"

"میں نے کسی منصوبے کے بغیر اپنے ایمان اور یقین سے ایسا کہا ہے۔ اس پختہ ایمان کا بھرم اللہ رکھے گا۔"

مرینا نے اور کئی سوالات کیے پھر آخر میں کہا "تم پیرس کے وقت کے مطابق صبح سات بجے تک سوتے رہوگے۔ اس سے پہلے تم سونیا کے پاس جانے اور اذان سنانے کے لیے بیدار نہیں ہوسکو گے۔"

اس نے تمام احکامات میرے ذہن میں نقش کرنے کے بعد مجھے تنویمی نیند سونے کے لیے چھوڑ دیا۔ اس دوران مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے مجھ پر خوابیدہ حالت میں عمل نہیں کیا گیا تھا۔ میں جاگ رہا تھا لیکن بیداری کا احساس نہ مجھے تھا اور نہ ہی مرینا کو تھا۔ البتہ یہ ہوا کہ اس نے تنویمی نیند سونے کے لیے کہا تو میں بے خبر سوگیا۔

یہ بعد میں پتا چلا کہ وہ پھر آدھے گھنٹے کے بعد آئی تھی اور یہ اطمینان کیا تھا کہ میرے دماغ میں کوئی چھپا ہوا تو نہیں ہے اور یہ کہ میں گہری نیند سو رہا ہوں۔ اسے اپنی کامیابی کا پوری طرح یقین نہیں آرہا تھا۔ میری یہ بات چبھ رہی تھی کہ میں صبح دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کروں گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنانے سونیا کے پاس جاؤں گا۔

یہ بظاہر بچکانہ بات تھی۔ یہ سنتے ہی مرینا نے پہلی بار قہقہہ لگایا تھا۔ یوں مذاق اڑانے کا سبب یہ تھا کہ میں کوئی اللہ والا نہیں تھا کہ دماغی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی پرواز کا معجزہ دکھاتا اور یہ مادہ پرست لوگوں کے لیے انتہائی مضحکہ خیز بات تھی کہ پیٹ کے بچے کو اذان سنائی جارہی ہے۔

بعد میں مرینا کے اندر یہ حقیقت گردش کرنے لگی کہ یہ بچکانہ عمل نہیں ہے۔ سائنس اور روحانیت کا مشترکہ عمل ہے۔ میں روحانی تسکین کے لیے سونیا کے اندر پہنچ کر اذان سناتا ہوں۔ نفسیاتی حقیقت یہ ہے کہ ایک عورت حمل کے پہلے دن سے زچگی کے دن تک اپنے حالات اور اپنے ماحول سے جسمانی اور ذہنی طور پر جو تاثرات قبول کرتی ہے وہ اثرات بچہ قبول کرتا رہتا ہے۔

وہ سوچ رہی تھی "فرہاد اور سونیا کی اکثر باتیں اور حرکتیں وقت گزرنے کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پانی میرے سر سے گزر جائے اور تب معلوم ہو کہ صبح ہوچکی ہے اور فرہاد سونیا کے پاس جاکر واپس آچکا ہے۔"

وہ پھر اپنا شبہ دور کرنے کے لیے میرے دماغ میں آئی۔ میں بدستور گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا اور خوابِ خرگوش دیکھ رہا تھا۔

خرگوش کسی جگہ صرف اپنا منہ چھپا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ پوری طرح دنیا کی نظروں سے چھپ گیا ہے۔ مرینا مجھے تنویمی عمل کے پردے میں چھپا کر سمجھ رہی تھی کہ مجھے تمام خیال خوانی کرنے والوں کی دست رس سے دور کردیا ہے۔

وہ دوسری بار بھی مطمئن ہو کر چلی گئی۔ آدھی رات کے بعد مجھے مردانہ آواز میں ہنسی سنائی دی۔ پھر کسی نے مخاطب کیا "ہیلو فرہاد! کیسے ہو؟"

آواز جانی پہچانی تھی لیکن میں خواب میں سمجھ نہیں پایا۔ وہ بول رہا تھا "بھئی بالشت بھر کی مرینا نے تو ٹیلی پیتھی کی دنیا کا سب سے حیرت انگیز اور یادگار رہنے والا کارنامہ انجام دیا ہے۔ شیر کو چوہا بنا دیا ہے۔"

وہ ہنسنے لگا۔ ہنستے ہنستے کہنے لگا "تم سے ٹکرانا تو دور کی بات ہے۔ ہم تمہارا نام سن کر کان پکڑتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔ آج تم ایسے پڑے ہو جیسے تمہارے اندر سے سارا خون نچوڑ لیا گیا ہو۔"

وہ ذرا چپ ہوا، پھر بولا "ہاں، میں تمہارے خیالات پڑھتا جا رہا ہوں۔ تم نیند میں میری آواز نہیں پہچان رہے ہو۔ بھئی میں لمبوڑا ہوں۔ تمہارا پیارا جان لمبوڑا۔"

وہ قہقہہ لگا کر بولا "اگر موت کا فرشتہ مجھ سے آخری سانسوں میں پوچھتا کہ بولو آخری خواہش کیا ہے تو میں اس سے تمہارا سر مانگتا۔ ہاہاہا..... دیکھو میری خوش قسمتی، میں آخری سانس نہیں گن رہا ہوں مگر تمہارا سر مجھے مل گیا ہے۔ میں کتنے آرام سے اس سر میں گھس کر بدمعاشی کر رہا ہوں۔ بولو اس دھرتی کے سورما! کیا مجھے یہاں سے نکال سکتے ہو؟"

اب میں سمجھ رہا تھا۔ ایک گئی تھی۔ دوسرا آیا تھا۔ سوال پیدا ہوا کیسے آگیا جبکہ وہ میرے دماغ کو لاک کر چکی تھی؟

جواب پرانا تھا۔ ایسا ہم بھی دوسروں کے دماغوں میں کر چکے ہیں۔ کسی کے دماغ میں چھپ کر کسی کے تنویمی عمل کو ناکام بناتے رہے، لیکن وہ لمبوڑا کیسے آگیا تھا؟ مرینا نے تو بڑی رازداری سے کام کیا تھا۔ کسی دشمن کو میری اسیری کی خبر نہیں ہونے دی تھی۔

لمبوڑا نے ہنستے ہوئے کہا "میں بتاتا ہوں۔ ایک یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ جو جتنا زیادہ عقلمند ہوتا ہے وہ اتنی ہی بڑی غلطی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ عقلمند سے کبھی غلطی نہیں ہوتی۔ تم نے یہ غلطی کی کہ سمورا سے کارنیول جیسی کھلی جگہ میں دوستی کی اور مرینا کے لیے اسے ایک ذریعہ بنا دیا۔"

میں نے کہا "تم اپنی بات بتاؤ۔"

"میری بات یہ ہے کہ میں نے مرینا کی غلطی سے فائدہ اٹھایا۔ میں بہت زیادہ عقلمند نہیں ہوں اور اتنا احمق بھی نہیں ہوں کہ بی جی تھرمال جیسے غلطیاں کرنے والے کو اپنا داماد بناؤں۔ داماد اس لیے بنایا کہ وہ میری بیٹی کی پسند ہے۔ تم اس احمق سے ایک بار فائدہ اٹھا کر میرے دماغ میں گھس آئے تھے۔ تب میں نے سوچا کہ کسی دن میں بھی اپنے احمق داماد سے ایسا ہی کوئی بڑا فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "پھر میں نے ایک روز اپنے داماد کے چور خیالات پڑھنے کی کوشش کی تو پتا چلا کہ وہ سانس روک لیتا ہے جبکہ وہ ایسا نہیں کرتا تھا۔ میں نے دھوکے سے اسے کمزوری میں مبتلا کیا، اس کے خیالات پڑھے تو معلوم ہوا مرینا اسے اپنا معمول اور تابعدار بنا چکی ہے۔ پھر میں نے مرینا کے عمل کا توڑ کر کے اپنے طور پر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنایا۔ یہ بات اس کے ذہن میں نقش کر دی کہ وہ بدستور مرینا کا تابعدار بنا رہے گا لیکن اس کی تمام مصروفیات کی اطلاع مجھے چپکے سے دیتا رہے گا اور یہ کہ مرینا کی موجودگی میں میرے تنویمی عمل کو بھول جایا کرے گا۔"

لمبوڑا فخریہ انداز میں کہہ رہا تھا کہ مرینا پچھلی شام بی جی تھرمال کے پاس آئی تھی اور اسے سمورا کی نگرانی کا حکم دیا، اس سے کہا کہ کوئی بھی سمورا سے تنہائی میں ملنے آئے تو وہ مرینا کو اطلاع دے۔

اس نے اطلاع دی تھی کہ جو شخص تنہائی میں ملنے آیا ہے سمورا اسے فرہاد کہتی ہے۔ تھرمال نے یہی بات لمبوڑا کے پاس آکر بتائی۔ یوں لمبوڑا پہلے سمورا کے پاس آیا۔ اس کے اندر رہ کر معلوم کیا کہ مرینا نے اس کے ذریعے فرہاد کو زخمی کیا ہے اور اب مغرور فرہاد دی گریٹ کا دماغ کھلا مکان بن گیا ہے۔ تب سے وہ میرے اندر آکر چھپا ہوا تھا۔

اس نے کہا "فرہاد! غرور سے سر اٹھانے والی پہاڑ کی فلک بوس چوٹیاں بھی زلزلے کے ایک جھٹکے سے زمین بوس ہو جاتی ہیں۔ تم آخر کب تک ہمارے قدموں میں نہ آتے؟"

"میں نے کہا "اگر میں نے کبھی نادانستگی میں غرور کیا ہو تو اسے خدا معاف کرنے والا ہے۔ ویسے دشمن اس لیے مجھے مغرور کہتے ہیں کہ مجھ پر غالب آنے میں ناکام ہوتے رہتے ہیں۔ جب لومڑی انگوروں کو الزام دے سکتی ہے تو دشمن مجھے کیوں نہ دیں گے؟"

"کیا مجھے باتوں میں الجھا کر میرے تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتے ہو؟"

میں خاموش رہا، اس نے پوچھا "خاموش کیوں ہو؟"

"میں بولوں گا تو بولو گے کہ بولتا ہے اور تنویمی عمل سے محفوظ رہنا چاہتا ہے۔"

"تعجب ہے۔ اس حال میں بھی تمہاری زندہ دلی باقی ہے۔ چلو اب میں عمل شروع کر رہا ہوں۔ تمام توجہ مجھ پر مرکوز کرو اور مرینا کو بھول جاؤ۔"

مرینا کی آواز سنائی دی "تم اس پر عمل کر سکو گے تب یہ مجھے بھولے گا۔"

لمبوڑا نے کہا "اوہ گاڈ! تم اسے تنویمی نیند سلانے کے بعد بھی چلی آئیں؟"

"میں کئی بار آچکی ہوں۔ مجھے شبہ تھا کہ کہیں سے کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ مجھے فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی طرف سے خطرہ تھا۔ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تمہارے داماد کو اپنا تابعدار بنا کر اتنا بڑا نقصان اٹھاؤں گی۔"

لمبوڑا خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش رہی۔ دونوں اپنی اپنی جگہ سوچ رہے تھے کہ یہ کیا ہو گیا؟ میں بالکل تر نوالہ نظر آیا تھا۔ ان کے خیال سے وہ فوراً ہی مجھے نگل جاتے۔ مگر سوال یہ تھا کون نگلے گا اور کون مجھ سے دست بردار ہو گا؟

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ ان میں سے کوئی میرے حصول سے باز آجاتا۔ مجھے حاصل کرنے کا موقع پھر کبھی نہ ملتا۔ مجھے اپنا غلام بنانے کے جس مقام تک وہ پہنچ گئے تھے، وہاں سے ایک انچ بھی پیچھے ہٹنے والے نہیں تھے۔

بڑی دیر بعد لمبوڑا نے کہا "میں جانتا ہوں تم موجود ہو۔"

"وہ تو میں موجود رہوں گی۔ اسے میں نے شکار کیا ہے۔"

"جس لمحے سے تم نے شکار کرنا شروع کیا تھا اسی لمحے سے میں سمورا کے اندر موجود تھا۔ میں بھی سمورا کے ذریعے اسے زخمی کر سکتا تھا یا اسے تمہارا شکار ہونے سے بچا سکتا تھا۔ میرا احسان مانو کہ میں نے رکاوٹ پیدا نہیں کی۔"

وہ بولی "ان باتوں سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ اگر اس کے خیال خوانی کرنے والے آجائیں گے تو ہم میں سے کوئی اسے اپنا تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

وہ بولا "ہمیں پانچ منٹ کے اندر فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم میں سے کون اسے اپنا معمول اور تابعدار بنائے گا۔"

"ان پانچ منٹوں میں بازی پلٹ سکتی ہے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرو۔ یہ طے ہے کہ نہ تم باز آؤ گے نہ میں اسے چھوڑوں گی۔ فی الحال یہی ایک راستہ ہے کہ ہم دونوں اس پر تنویمی عمل کریں اور جلد سے جلد اس کے دماغ کو لاک کر دیں۔ اس کا کوئی فیملی ممبر کسی وقت بھی آسکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، پہلے میں عمل شروع کرتا ہوں۔"

"نہیں، پہلے میں شروع کروں گی۔"

"پہلے میں اور پہلے میں کی تکرار ہوتی رہی تو یہ شیر ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

وہ چونک کر بولی "او گاڈ! یہ کہہ رہا تھا کہ پیرس کے وقت کے مطابق یہ خیال خوانی کے ذریعے سونیا کے پاس جائے گا اور اپنے ہونے والے بچے کو اذان سنائے گا۔"

لمبوڑا نے کہا "جب یہ تم سے کہہ رہا تھا تب میں موجود تھا۔ یہ سب کچھ میں نے سنا ہے۔ تم نے بے یقینی سے قہقہہ لگایا تھا جبکہ یہ ایسا کر سکتا ہے۔"

وہ حیرانی سے بولی "کیا تمہیں ایسی بے تکی بات کا یقین ہے؟"

"مرینا! تم اتنی بڑی کامیابی حاصل کر کے خوشیوں کی بھیڑ میں بہت کچھ بھول رہی ہو۔ ابھی چند گھنٹے پہلے ہم باربرا ٹمن کے دماغ میں تھے۔ وہ آپریشن کے بعد اتنی کمزور ہو گئی تھی کہ نہ یوگا کا مظاہرہ کر سکتی تھی اور نہ ہی خیال خوانی کے قابل رہی تھی، لیکن اچانک ہی اس نے سانس روک کر ہم سب کو اپنے دماغ سے نکال دیا تھا۔"

مرینا نے کہا "واقعی یہ تو میں بھول ہی گئی تھی۔ باربرا نے انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کی تھی اور ڈاکٹرز کے دماغ میں پہنچ کر کہا تھا کہ وہ تنہائی چاہتی ہے لہٰذا کوئی اس کے کمرے میں نہ آئے۔"

جب یہ واقعہ ہوا تھا تب لمبوڑا، مرینا، لیلیٰ اور جیری سب کے سب باربرا کے دماغ میں تھے اور ایک ساتھ سب ہی اس کے اندر سے نکل آئے تھے۔ اگر ان کے ساتھ ایسا نہ ہوتا تو وہ کبھی یقین نہ کرتے کہ ایک بہت بڑے آپریشن سے گزرنے والی نے انتہائی کمزوری کے باوجود سانس روکی ہے اور خیال خوانی کا مظاہرہ کیا ہے۔

اس واقعہ کے پیش نظر لمبوڑا نے کہا "اب سوچو مرینا! اگر باربرا انتہائی کمزوری کے باوجود خیال خوانی کر سکتی ہے تو فرہاد بھی سوچ کے ذریعے سونیا کے پاس پہنچ سکتا ہے۔ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

"ہاں، ہم فوراً عمل کریں گے۔ ہم دونوں اسے گہری نیند سلاتے وقت اپنی اپنی آوازیں سناتے رہیں گے اس کے اندر ایک بار میں بولوں گی۔ دوسری بات تم بولو گے۔ یہ ہم دونوں کی آواز سے سحر زدہ ہو کر ہمارا معمول بن جائے گا۔"

وہ بولا "ایسا تنویمی عمل آج تک کسی نے نہیں کیا۔"

"مگر ہم کریں گے۔"

"ذرا عقل سے سوچو۔ ایسا ممکن نہیں ہے کہ ایک شخص بیک وقت دو عاملوں کا معمول بن جائے۔ ایک وقت میں ایک ہی کا سحر طاری ہوتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے ہمارا یہ تجربہ کامیاب رہے۔"

"اور ناکامی ہوئی تو پھر ایک بار ساری دنیا تسلیم کر لے گی کہ فرہاد کبھی حکمت عملی سے اور کبھی مقدر سے بچ نکلتا ہے۔"

"اس کے ٹیلی پیتھی جاننے والے اسے بچانے آجائیں گے۔ فار گاڈ سیک، میری بات مان لو مجھے اس پر تنویمی عمل کرنے دو۔"

"تم خواہ مخواہ ضد کر رہی ہو۔ خود کو اپنے ملک کا وفادار کہتی ہو۔ میں ملک کی بہتری کی خاطر اسے اپنا معمول بنانا چاہتا ہوں اور تم رکاوٹیں پیدا کر رہی ہو۔"

"تم اور سپر ماسٹر گواہ ہو کہ میں نے اپنے ملک کو کبھی نقصان نہیں پہنچایا ہے۔ میں فرہاد کو تابعدار بنا کر تم ہی لوگوں کو فائدہ پہنچاؤں گی۔"

"کیا تم مجھے نادان بچہ سمجھتی ہو؟"

"نہیں یہ تو تم مجھے سمجھ رہے ہو۔"

"بات سمجھ میں آگئی ہے۔ ہمارے جھگڑے سے یقیناً فرہاد کو فائدہ پہنچے گا۔ ہم میں سے کوئی اسے تابعدار نہیں بنا سکے گا۔"

"میں قسم کھا چکی ہوں' اسے اپنا محکوم نہ بنا سکی تو مار ڈالوں گی۔"

اس نے ایک ماتحت کے اندر آکر کہا "دروازہ کھول کر اندر جاؤ اور اس قیدی کو جہاں باندھ کر لٹایا ہے۔ اس بستر کے نیچے ریموٹ کنٹرول بم رکھ کر باہر آجاؤ۔ میں جب بھی تمہیں حکم دوں' کنٹرولر کا بٹن پش کر دینا۔"

ماتحت آندریو نے حکم کی تعمیل کی۔ دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اسٹور روم سے جاکر ایک ریموٹ کنٹرولر اور بم لے آیا۔ کنٹرولر اور بم کے ایڈجسٹمنٹ کو چیک کرنے کے بعد اس نے بم کو بستر کے نیچے رکھ دیا۔ پھر باہر آکر دروازے کو بند کرکے ایسی کھڑکی کے پاس بیٹھ گیا جہاں سے بم اور کنٹرولر کا الیکٹرونک رشتہ قائم رہ سکتا تھا۔

مرینا نے کہا "فرہاد! تمہارا کوئی ٹیلی پیتھی جاننے والا مدد کرنے آئے تو اسے بتا دینا تم بارود پر لیٹے ہوئے ہو۔ اگر وہ فوراً تمہارے دماغ سے نہ گئے تو بچاؤ کے اقدامات سے پہلے ہی تمہارے چیتھڑے اڑا دیے جائیں گے۔"

پھر وہ بولی "اور لبوڈا! تم بھی سن لو۔ اگر کوئی چال چلنا اور چالاکی دکھا کر اسے مجھ سے چھیننا چاہو گے تو یہ تمہیں زندہ نہیں ملے گا۔"

وہ بولا "مر جائے تو خس کم جہاں پاک۔ اگر زندہ رہے گا تو میرا ہی تابعدار بن کر رہے گا۔"

"یعنی تم اس کا پیچھا نہیں چھوڑو گے؟"

"تم نے اس کے نیچے بم رکھ کر یہ سمجھ لیا کہ میں اس کی موت کا یقین کرکے چلا جاؤں گا اور تم اپنا اُلّو سیدھا کرلو گی۔ تم اپنی چالاکی دکھاؤ میں اپنی دکھاؤں گا۔"

وہ پریشان ہوکر بولی "فار گاڈ سیک' کوئی سمجھوتا کرو۔ یہ ہاتھ سے نکل جائے گا تو ہم دونوں پچھتاتے رہ جائیں گے۔"

"مرینا! تم اکیلی ہی کچھ کم مصیبت نہیں ہو۔ فرہاد کو تابعدار بنا کر تو تم قیامت بن جاؤ گی۔"

"تم منفی انداز میں سوچ رہے ہو۔ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میں امریکی حکومت اور امریکی قوم کی بھلائی کے لیے....."

"بکواس مت کرو۔ تمہیں ہمارے ملک اور ہماری قوم کی بھلائی کا ذرا بھی خیال ہوتا تو یوں ملک چھوڑ کر نہ جاتیں۔ تم نے برسوں باہر رہ کر اس ملک کے لیے کیا کام کیا ہے۔ قوم کو کیا فائدہ پہنچایا ہے؟"

"پہلے فرہاد رکاوٹیں پیدا کر رہا تھا۔ اب یہ قابو میں رہے گا تو میں صرف اپنے وطن کے لیے کام کرتی رہوں گی۔"

"مرینا! اپنی بکواس میں وقت ضائع کر رہی ہو۔ گھڑی دیکھو اور حساب لگاؤ۔ پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے میں صرف پانچ گھنٹے رہ گئے ہیں اور یہ اندیشہ اپنی جگہ قائم ہے کہ یہ صبح کی نماز کے وقت سونیا کے پاس جا سکتا ہے۔ پھر کوئی ایسا معجزہ ہو سکتا ہے جیسے باربرا کے ساتھ ہوا تھا۔"

وہ پریشان ہوکر سوچنے لگی۔ لبوڈا بولا "عقل سے کام لو۔ اس سے پہلے کہ فرہاد کو بھی معجزاتی طور پر توانائی اور خیال خوانی کی قوت ملے' اس کے دماغ کو لاک کرنے دو۔"

"یہی تو کہہ رہی ہوں۔ مجھے لاک کرنے دو' تم جاؤ۔"

"یہ ثابت ہوگیا کہ تمہیں ملک اور قوم سے محبت نہیں ہے۔ تم خود غرض ہو۔"

"ہاں' میں خود غرض ہوں۔ پہلے اپنی قوت' اپنا اقتدار' اپنا تحفظ دیکھتی ہوں۔ عورت کو اپنا بدن اور اپنی آبرو سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔ میں نے یہ بھی پارس کو دے کر اس سے اور اس کے باپ سے دغا نہیں کی۔ اپنے ملک سے صرف اسی حد تک وفا کروں گی جس حد تک میرے اغراض و مقاصد کو نقصان نہ پہنچے۔ میں نقصان اٹھانے اور تم لوگوں سے کمتر بن کر رہنے کے لیے پیدا نہیں ہوئی ہوں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے میں یہاں جم کر رہوں گا۔ اس کی موت کے بعد ہی دماغ سے نکلوں گا۔"

وہ دونوں میرے دماغ میں جھگڑا کر رہے تھے اور درپردہ یہ کوشش کر رہے تھے کہ کسی طرح ایک دوسرے کی پناہ گاہ معلوم کرلیں۔ ان میں سے کوئی کسی کو زخمی کرنے یا مار ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا تو پھر تنہا مجھے اپنا محکوم بنا لیتا۔

جان لبوڈا کے کئی جاسوس ازبکستان کے مختلف شہروں میں تھے۔ اس نے سب ہی کو حکم دیا تھا کہ وہ مرینا کو تاشقند سے فرغانہ تک تلاش کریں۔ اسے کسی بھی طرح ڈھونڈ کر زخمی کریں۔ فرغانہ کے قریب اس کا ایک خفیہ اڈا ہے۔ اسے بھی تلاش کیا جائے۔ وہاں جو شخص اس کو کمرے میں بندھا ہوا نظر آئے اسے اپنی تحویل میں لیا جائے۔ باقی افراد کو گولیوں سے چھلنی کر دیا جائے۔ آندریو نامی ایک شخص کے پاس ریموٹ کنٹرولر ہے۔ اسے کنٹرولر استعمال کرنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ورنہ جس قیدی کو وہاں سے لانا ہے وہ بم کے دھماکے سے فنا ہو جائے گا۔

مرینا بھی یہی چاہتی تھی کہ کسی طرح جان لبوڈا کا پتا ٹھکانا معلوم ہو جائے تاکہ اسے زخمی کرکے ایک طرف تو اسے میرے دماغ سے بھگا سکے دوسرے اسے بھی اپنا معمول اور تابعدار بنا سکے۔

مرینا کے پاس ایک ہی خیال خوانی کرنے والا ایوان راسکا رہ گیا تھا۔ بی جی تھرپال کو استعمال کرکے وہ دھوکا کھا چکی تھی۔ اس نے ایوان راسکا سے کہا "لبوڈا میرے لیے پرابلم بن گیا ہے۔ میں اسے فرہاد کے دماغ سے نکالنے کے لیے اس کے آس پاس کے لوگوں کو آلۂ کار بنانا چاہتی ہوں' لیکن ایسا کرنے کے دوران لبوڈا فرہاد کے اندر تنہا رہ جائے گا اور میری عدم موجودگی میں اسے اپنا تابعدار بنا لے گا۔ اس کے دماغ کو لاک کرلے گا پھر میں اس کے اندر نہیں جا سکوں گی۔"

"کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں آپ کی عدم موجودگی میں فرہاد کے اندر رہوں اور لبوڈا کو عمل نہ کرنے دوں؟"

"ہاں بہت محتاط رہو۔ اس کی باتوں اور اس کی چالوں میں نہ آؤ۔ آئندہ پانچ گھنٹوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میں تمہارے پاس آتی رہوں گی۔ بہتر ہے تم لبوڈا کو اپنی آواز نہ سناؤ۔ اس سے بات نہ کرو' اپنی موجودگی ظاہر نہ کرو۔ جب وہ فرہاد پر عمل کرنا چاہے تو خاموشی سے رکاوٹیں پیدا کر دیا کرو۔"

"ٹھیک ہے' میں بالکل خاموش رہ کر رکاوٹیں پیدا کرتا رہوں گا۔"

جان لبوڈا بھی یہی چاہتا تھا کہ میرے دماغ میں بیٹھا نہ رہے۔ باہر نکل کر اور دوسرے ذرائع سے مرینا کو ٹریپ کرے۔ اسے اندیشہ تھا کہ اپنے کسی ماتحت کو میرے اندر نگرانی کے لیے چھوڑ کر جائے گا تو مرینا اسے کسی چالاکی سے دھوکا دے کر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گی۔ لہٰذا اپنے کسی ایسے خیال خوانی کرنے والے کو میرے دماغ میں رکھے جو مرینا کے جوڑ کا توڑ ہو۔

اور وہ جوڑ کا توڑ ایک ہی تھی اور وہ تھی سونیا ثانی عرف سلوانہ عرف سپر مادام۔ لبوڈا نے فوراً ہی ثانی کے پاس آکر کہا۔ "سلوانہ! بہت بڑی خوش خبری ہے۔ اگر ابھی ایک رکاوٹ دور ہو جائے تو ہم فرہاد علی تیمور کو اپنا غلام بنا سکتے ہیں۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "کیا واقعی؟ یقین نہیں آرہا۔"

وہ بولا "مائی ڈارلنگ بے بی! واقعی یہ یقین نہ کرنے والی بات ہے' لیکن یہ سچ ہے۔ مرینا بڑی چالاکی سے فرہاد کو زخمی کرکے اس کے دماغ میں گھس آئی ہے۔ مرینا کی ایک حماقت سے مجھے بھی فرہاد کے اندر پہنچنے کا موقع مل گیا ہے۔ ہم دونوں میں بڑی دیر سے یہ جنگ جاری ہے کہ فرہاد کو کون اپنا محکوم بنائے گا۔ میں کسی طرح اس کمینی کو وہاں سے بھگانا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر ہی ثانی کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا تھا کہ میں ٹریپ کیا گیا ہوں۔ ایسے میں وہ لبوڈا کو اپنے دماغ میں رہ کر بولنے دیتی تو وہ میرے لیے ثانی کی محبتوں اور جذبوں کو پڑھ لیتا۔ وہ بولی "انکل! میں باتھ روم میں جا رہی ہوں۔ آپ جائیں میں ابھی آرہی ہوں۔"

یہ کہتے ہی اس نے سانس روک لی۔ پھر علی کے دماغ میں آکر بولی "تم کہاں ہو' فوراً میرے پاس آؤ۔ ابھی لبوڈا نے بتایا ہے کہ مرینا نے پاپا کو زخمی کرکے ان کے دماغ پر قبضہ جما لیا ہے۔ تم یہاں آؤ۔ میں ڈیڈی کے پاس جا رہی ہوں۔"

اس نے فوراً ہی سلمان کو مخاطب کرتے ہوئے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر کہا "ڈیڈی! غضب ہوگیا۔ پاپا کا دماغ مرینا کے قابو میں آگیا ہے۔ آپ ممی وغیرہ کو آگاہ کریں اور پاپا کے پاس جا کر صورتِ حال معلوم کریں۔ ان حالات میں جب بھی میرے پاس آئیں محتاط ہو کر آئیں کیونکہ لبوڈا سے میرا مسلسل رابطہ رہے گا۔"

پھر اس نے لبوڈا کے پاس آکر کہا "سوری انکل! اب آپ فرمائیں' فرہاد کو محکوم بنانے کے لیے آپ کی حکمتِ عملی کیا ہوگی؟"

"فرہاد قسمت کا دھنی ہے۔ مرینا کی رکاوٹ دور نہ کی گئی تو وہ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ پھر ایسا انمول موقع کبھی کسی کو نصیب نہیں ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم فرہاد کے دماغ میں موجود رہو تاکہ میں دوسرے ذرائع سے مرینا کو اس کے اندر سے نکلنے پر مجبور کرسکوں۔"

"میں سمجھ گئی' آپ چاہتے ہیں کہ مرینا آپ کی غیر موجودگی میں فرہاد پر تنویمی عمل نہ کرے۔ آپ اطمینان سے جائیں۔ میں مرینا سے نمٹ لوں گی۔ میں فرہاد کی آواز اور لہجے سے واقف نہیں ہوں' آپ مجھے وہاں پہنچا دیں۔"

وہ میرے پاس آتی جاتی رہی تھی لیکن سلوانہ کی حیثیت سے لاعلمی ظاہر کر رہی تھی۔ لبوڈا نے اسے میرے دماغ میں پہنچا دیا۔ میرے اندر گہری خاموشی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دماغ میں کوئی دشمن یا دوست نہ ہو۔ ثانی نے میرے پاس آتے ہی معلوم کرنا چاہا کہ لبوڈا نے میرے چور خیالات پڑھے ہیں یا نہیں؟

ثانی میرے چور خیالات نہ پڑھ سکی۔ اس سے پتا چل گیا کہ مرینا نے میرے دماغ کے اس خانے پر سختی سے قبضہ جمایا ہوا ہے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ لبوڈا کو ایک بہت بڑی حقیقت معلوم ہو اور وہ حقیقت یہ تھی کہ مرینا لاعلمی میں میری معمولہ بن کر رہتی تھی اور میں اس کے بے خبری میں اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔

اگر یہ بات لبوڈا کو معلوم ہو جاتی تو وہ میرا لب و لہجہ اپنا کر اس کے دماغ میں پہنچ کر زلزلہ پیدا کر دیتا۔ پھر بڑی آسانی سے مجھے اپنا معمول اور تابعدار بنا لیتا۔

مرینا نے ایوان راسکا سے کہا تھا کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں میرے اندر رہے گا۔ وہ راسکا کو خاص طور پر تاکید کرنا چاہتی تھی کہ میرے دماغ کے چور خانے میں سختی سے جما رہے اور لبوڈا کی سوچ کی لہروں کو اُدھر نہ آنے دے لیکن پھر عقل آئی کہ ایوان راسکا میرا وہ چور خیال پڑھ لے گا جس سے مرینا کی کمزوری معلوم ہو جائے گی۔

وہ اپنے سائے پر بھی بھروسا نہیں کرتی تھی پھر راسکا پر کیسے اعتماد کر لیتی۔ اس کی بھی نیت بدل سکتی تھی وہ بھی اسے اپنی معمولہ بنا سکتا تھا۔

وہ مجھے ٹریپ کرکے بڑی مشکل میں پڑ گئی تھی۔ میرے دماغ سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔ بھید کھلنے پر لبوڈا صرف مجھے ہی نہیں اسے بھی اپنا تابعدار بنا سکتا تھا۔

ثانی نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا "ہیلو فرہاد! میں سلوانہ عرف سپر مادام بول رہی ہوں۔ تم لوگوں نے پہلے کبھی یہ نام نہیں سنا

ہوگا اور آج بھی نہ سنتے۔ لیکن میں یہ دیکھنے آئی ہوں کہ تمہارے جیسے پہاڑ کے دماغ میں یہ کون چڑیل گھسی ہوئی ہے۔"

مریتا کے لیے بھی سپرمادام سلوانہ کا نام نیا تھا۔ اپنے لیے چڑیل کا لفظ سن کر اسے غصہ آیا تھا لیکن وہ خاموشی سے برداشت کررہی تھی۔

ثانی نے کہا "کیا بات ہے۔ میں فرہاد کے چور خیالات پڑھنا چاہتی ہوں لیکن میری سوچ کی لہریں ناکام ہورہی ہیں۔"

اسے جواب نہیں ملا۔ وہ بولی "مریتا! آخر کب تک ہٹ دھری کروگی۔ فرہاد کے ٹیلی پیتھی جاننے والے آجائیں گے تو پھر قیامت تک اسے اپنا محکوم نہیں بناسکوگی۔ پھر تمہیں کیا حاصل ہوگا؟"

مریتا نے کہا "مجھے حاصل نہیں ہوگا تو دوسرے بھی خالی ہاتھ رہ جائیں گے۔ میں نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھ دیا ہے۔ میرے ناکام ہوتے ہی وہ بم فرہاد کے چیتھڑے اڑا دے گا۔"

ثانی نے لمبوڈا کے پاس آکر پوچھا "کیا آپ جانتے ہیں کہ اس نے فرہاد کے بستر کے نیچے بم رکھا ہے۔"

"مائی ڈارلنگ بے بی! یہ مریتا بدحواس ہوگئی ہے اس نے میری موجودگی میں اپنے ماتحت آندریو سے بم رکھوایا تھا، لیکن حکم کی تعمیل کراتے وقت آندریو کے دماغ میں نہیں تھی، کیونکہ فرہاد کے دماغ سے ہلنا نہیں چاہتی تھی۔ میں نے اس ماتحت کو غائب دماغ بناکر بم وہاں سے ہٹادیا ہے اور ریموٹ کنٹرولر کا سیل بھی نکال دیا ہے۔"

"شکر ہے کہ فرہاد زندہ رہے گا۔ مریتا کی چال ناکام ہوگئی۔"

"لیکن ہم بھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ فرہاد کے رشتے دار کسی وقت بھی اس کے دماغ میں پہنچ جائیں گے۔"

"انکل! کیا آپ نے فرہاد کے چور خیالات پڑھے ہیں؟"

"وہ کمبخت سانپ بن کر بیٹھی ہے۔ بھلا کیسے پڑھ سکتا ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے فرہاد کے دماغ میں کوئی ایسا راز چھپا ہوا ہے جو ہمیں معلوم ہوجائے تو یہ معلومات مریتا کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

"بے شک، کوئی ایسی ہی بات ہے۔"

"انکل! ذرا دماغ لڑائیں کہ وہ بات کیا ہوسکتی ہے؟"

"بے بی غور و فکر کا وقت نہیں ہے۔ میں یہاں طرح طرح کے ذرائع مریتا کے خلاف استعمال کرنے میں مصروف ہوں۔"

"میں آپ کا وقت ضائع نہیں کروں گی، صرف دس منٹ چاہتی ہوں۔"

"دس منٹ کیا، تمہارے لیے تو ہماری پوری زندگی حاضر ہے بولو!"

"مریتا پارس کی محبوبہ تھی۔ فرہاد نے اسے بیٹی بنایا تھا لیکن یہ فرہاد اتنا نادان نہیں ہے کہ مریتا کی مکّارانہ فطرت پر اعتماد کرتا رہا ہو۔ کیا اس نے دھوکے سے چپ چاپ مریتا کو اپنی معمولہ نہیں بنایا ہوگا؟"

"ہاں بے بی! تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ اس نے ایسا کیا ہوگا؟"

"پھر آج مریتا نے اس کے دماغ میں گھس کر یہ معلوم کیا ہوگا کہ وہ دھوکا کھاتی رہی ہے اور اب تک نادانستگی میں اس کی معمولہ بن کر رہتی آئی ہے۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ مریتا آپ سے یہی راز چھپانے کے لیے چور خیالات پڑھنے کا موقع نہیں دے رہی ہے؟"

"ایسا ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہے تو انتظار کس بات کا ہے۔ فرہاد کا لب و لہجہ اختیار کرکے اس چالاک لومڑی کے دماغ میں پہنچیں۔ ہوسکتا ہے ناکامی ہو۔ آزمانے میں حرج کیا ہے۔"

اس نے فوراً ہی آنکھیں بند کیں۔ میرے لب و لہجے کو گرفت میں لیا پھر مریتا کے لب و لہجے سے رابطہ قائم کرتے ہوئے اس کے دماغ میں پہنچا تو جگہ مل گئی۔ اس نے سانس نہیں روکی۔ اس کی آمد سے بے خبر رہی۔ لمبوڈا کو پہلے چند لمحوں تک یقین نہیں آیا پھر یقین آیا تو خوشی سے اچھل پڑا۔ ثانی کے پاس آکر بولا "سلوانہ! میری جان! میری بیٹی! ہم سب کی سپرمادام! تم کیا چیز ہو؟ اس دنیا کی نہیں ہو۔ کسی سیارے سے آئی ہو۔ کمپیوٹر سے زیادہ فاسٹ ہو۔ ارے تم نے مجھے کہاں پہنچا دیا۔ اب فرہاد کے ساتھ مریتا جیسی مکّار عورت بھی میری مٹھی میں آگئی ہے۔"

"انکل! زیادہ خوشی کام بگاڑ دے گی۔ مریتا کو فوراً فرہاد کے دماغ سے نکال کر دونوں کو قابو میں کریں اور مجھے جانے دیں۔"

"صرف دس منٹ انتظار کرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

وہ ثانی سے رخصت ہوکر مریتا کے پاس آیا۔ پھر اسے مخاطب کیا "ہیلو مریتا! مجھے پہچان رہی ہو؟"

وہ خوف سے چیخ پڑی "نہیں! تت..... تم فرہاد نہیں ہو۔ وہ تو زخمی ہے۔ خیال خوانی کے قابل نہیں ہے۔"

"بالکل درست سمجھ رہی ہو۔ میں لمبوڈا ہوں۔ فرہاد کا لہجہ اختیار کرکے آیا ہوں۔"

"نہیں، میں تمہیں اپنے دماغ میں نہیں رہنے دوں گی۔"

"مجھے بھگانا چاہوگی تو زلزلہ پیدا کردوں گا۔ میں نے تمہیں سمجھایا تھا، مجھ سے مقابلہ نہ کرو۔ فرہاد کو میرے لیے چھوڑ دو۔ مگر تم پر کامیابی کا نشہ چھایا ہوا تھا۔"

وہ دوڑتی ہوئی دروازے کے پاس گئی۔ اس نے کہا "بھاگو کتنی دور بھاگ سکوگی؟"

اس نے دروازے کو اندر سے بند کردیا۔ لمبوڈا نے کہا "تعجب ہے، میں سمجھ رہا تھا تم اس کمرے سے اس عمارت سے باہر بھاگنا چاہتی ہو۔ مگر تم نے تو دروازہ بند کرلیا۔ کیا مجھے اندر آنے سے روک رہی ہو۔"

اس کی باتوں کے دوران وہ فرش پر جھکتی ہوئی چاروں شانے چت ہوگئی۔ وہ بولا "یہ کیا ڈراما کررہی ہو۔ میں ابھی تمہارے دماغ کو کمزور بنانے کے بعد اپنے ایک ماتحت کو تمہارے اندر نگرانی کے لیے چھوڑ دوں گا تاکہ تم فرہاد کے دماغ میں نہ آسکو۔"

وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرکے دماغی کمزوری میں مبتلا کرنا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی مریتا نے کرشنا، کرشنا ہرے کرشنا کہتے ہوئے اپنے اندر کی تمام سانسوں کو باہر نکالا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی آتما بھی جسم سے الگ ہوگئی۔

لمبوڈا دماغی طور پر اپنی جگہ حاضر ہوگیا۔ وہ ایک خفیہ رہائش گاہ میں سپرماسٹر ہولی مین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ سپرماسٹر کو جب سے یہ معلوم ہوا تھا کہ میں ان کا محکوم اور تابعدار بننے والا ہوں تب سے وہ بے چین تھا۔ رکاوٹ پیدا کرنے والی مریتا کو گالیاں دے رہا تھا۔ اسے تاشقند اور فرغانہ میں ڈھونڈ نکالنے کی ہر ممکن کوشش کررہا تھا۔

پھر لمبوڈا نے بتایا کہ اس مرحلے پر بھی سپرمادام سلوانہ کی ذہانت کام آئی ہے۔ وہ مریتا کے دماغ میں پہنچ گیا ہے۔ سپرماسٹر کی خوشی کا ٹھکانا نہیں تھا۔ وہ قسمیں کھا رہا تھا کہ سپرمادام سلوانہ اس صدی کی سب سے ذہین لڑکی ہے۔ وہ جیسے حیرت انگیز کارنامے انجام دے رہی ہے ویسی مثال دنیا کی کوئی لڑکی نہیں پیش کرسکتی۔

پھر سپرماسٹر خوش ہوتے ہوئے جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ لمبوڈا نے بتایا کہ مریتا نے سانس روک لی ہے اور اسے دماغ سے باہر نکال دیا ہے۔ یہ اطلاع دے کر وہ پھر ایک بار مریتا کے پاس گیا۔ خیال تھا کہ وہ سانس لے رہی ہوگی۔ لیکن سوچ کی لہروں کو مریتا کا دماغ نہیں ملا۔ یہ یقین کرنے والی بات نہیں تھی کہ وہ اچانک مرگئی ہے۔

لمبوڈا اور سپرماسٹر وغیرہ کو مریتا کی آتما شکتی کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ آتما جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو بدن عارضی طور پر مردہ ہوجاتا ہے۔ دماغ بھی خالی گھر بن جاتا ہے۔ لمبوڈا کی سوچ کی لہریں اس خالی مکان میں بھٹک کر واپس آگئی تھیں۔

اس نے دس منٹ کے بعد پھر اس کے اندر آنا چاہا۔ پھر پندرہ منٹ پھر بیس منٹ کے بعد بھی آیا لیکن ناکامی ہوئی۔ سپرماسٹر نے پوچھا "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ فرہاد کو قابو میں کرو۔"

"میں حیران ہوں کہ وہ اچانک کیسے مرگئی۔ میں بیس منٹ تک برابر اس کے دماغ میں جاتا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ سانس روکنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوگا، وہ یقیناً مرچکی ہے۔"

"اسے جہنم میں جانے دو۔ فرہاد پر عمل کرو۔"

اس نے ثانی کے پاس آکر مریتا کے متعلق اسے بتایا۔ وہ بولی "بڑے بڑے یوگا کے ماہر آدھے گھنٹے بعد کئی کئی گھنٹے سانس روک لیتے ہیں۔ شاید اس نے بھی ایسی ہی صلاحیت حاصل کرلی ہو۔ میں یقین نہیں کروں گی کہ وہ مرگئی ہے۔"

"بے شک، وہ بہت مکّار ہے۔ شاید کوئی چال چل رہی ہے۔ ایسا کرو، تم وقفے وقفے سے اس کے اندر جانے کی کوشش کرتی رہو۔ میں جلد ہی فرہاد پر تنویمی عمل سے فارغ ہوجاؤں گا۔"

وہ تنویمی عمل کرنے میرے اندر آگیا۔ ثانی نے سلمان کے پاس آکر پوچھا "ڈیڈی! آپ لوگ پاپا کے تحفظ کے لیے کیا کررہے ہیں؟"

"لیلیٰ مستقل بھائی جان کے دماغ میں ہے۔ دشمنوں کو نقصان پہنچانے نہیں دے گی۔ میں آدھا گھنٹا پہلے بھائی جان کا لہجہ اختیار کرکے مریتا کے اندر چھپا ہوا تھا۔ پھر لمبوڈا وہاں پہنچ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کے اندر زلزلہ پیدا کرتا، اس نے آتما شکتی کے ذریعے عارضی موت اختیار کرلی۔"

ثانی نے حیرانی سے پوچھا "آتما شکتی؟"

"ہاں اس نے تبت کے ایک بہت بڑے لامہ کے پاس رہ کر کٹھن تپسیا (ریاضت) کے بعد یہ شکتی حاصل کی ہے۔ چالیس منٹ تک سانس روک لیتی ہے۔ پھر ایک منٹ سانس لے کر مزید چالیس منٹ تک سانس روکنے کا عمل جاری رکھتی ہے۔"

"تعجب ہے۔ ہماری دنیا میں کیسے کیسے حیرت انگیز علوم ہیں۔ آخر وہ اس طرح سانس روک کر کیا کررہی ہوگی؟"

"اس کی آتما پلک جھپکتے ہی دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جاتی ہے۔ چونکہ لمبوڈا اس کا راستہ روک رہا ہے اس لیے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ اس کی آتما لمبوڈا کے پاس پہنچی ہوگی اور اسے نقصان پہنچانے کی تدبیر کررہی ہوگی۔"

"لیکن آتما تو غیر مرئی ہوتی ہے۔ نہ اسے کوئی دیکھ اور چھو سکتا ہے نہ وہ کسی کو چھو سکتی ہے۔"

"بھائی جان نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ صرف دیکھ سکتی ہے لیکن کسی کو چھو نہیں سکتی۔ کسی کی آواز سن نہیں سکتی اور نہ کسی کو اپنی آواز سنا سکتی ہے۔"

"پھر ایسے میں وہ لمبوڈا کا کیا بگاڑ لے گی؟"

"ابھی ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ یہ تو جانتے ہیں کہ بہت مکّار ہے۔ لمبوڈا کو کامیاب نہیں ہونے دے گی۔"

"پارس کہاں ہے؟"

"سمرقند میں تھا۔ اب فرغانہ کی طرف چل پڑا ہے۔ جلد ہی اپنے پاپا کے پاس پہنچ جائے گا۔"

ثانی نے لیلیٰ کے پاس آکر گڈ ورڈز ادا کیے۔ لیلیٰ میرے دماغ میں خاموش تھی اور لمبوڈا کی لاعلمی میں اس کے عمل کو کمزور بنا رہی تھی۔ ثانی نے کہا "امی! آپ مریتا کے لہجے میں لمبوڈا کو مخاطب کریں اور دونوں کو ایک دوسرے سے لڑاتی رہیں۔"

لیلیٰ نے پوچھا "کوئی خاص مصلحت ہے؟"

"جی ہاں' وہ آتما شکتی کا مظاہرہ کررہی ہے۔ لبوڑا یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ وہ زندہ ہے یا مردہ؟ وہ اس کے دماغ میں جاتا ہے اور بھٹک کر واپس آجاتا ہے۔ وہ آپ کے ذریعے اس کی آواز سن کر یہ عمل چھوڑ کر اس کے پیچھے جانے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ اسے تھوڑی دیر کے لیے یہاں سے بھگانا چاہیے۔"

لیلیٰ نے مرینا کی سوچ کا لہجہ اختیار کیا پھر لبوڑا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "میں پھر آگئی ہوں۔"

اس کا تنویمی عمل ادھورا رہ گیا۔ وہ غصے سے بولا "شیطان کی بچی! تیری وجہ سے ٹیلی پیتھی کا یہ فلک بوس پہاڑ سر نہیں ہوگا۔ میں تجھے آخری وارننگ دیتا ہوں۔ مجھے عمل کرنے نہیں دے گی تو ابھی آکر تیرے دماغ میں زلزلہ پیدا کروں گا۔"

"تو آئے گا تو پھر مر جاؤں گی' جائے گا تو پھر جی جاؤں گی۔"

"سچ سچ بتاؤ تم کیا عمل کرتی ہو؟ کیا گھنٹوں سانس روک لیتی ہو؟"

"کچھ بھی سمجھ لو۔ جو عمل کررہی ہوں اس کے نتیجے میں تمہاری زندگی مختصر ہورہی ہے۔"

"میں ابھی تمہاری زندگی مختصر کرتا ہوں۔"

وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا مرینا کی تلاش میں آیا۔ لیکن اسے وہ پُراسرار دماغ نہیں ملا۔ وہ ابھی تک آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی تھی۔ ابھی چالیس منٹ پورے نہیں ہوئے تھے۔ لیلیٰ نے مرینا کے لہجے میں گفتگو کرکے اسے اور الجھا دیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا "یہ کیسا علم ہے ادھر مردہ بنی ہوئی ہے ادھر میرے پاس آکر بول رہی ہے۔"

اس نے میرے دماغ میں آکر پوچھا "مرینا! تم موجود ہو؟"

لیلیٰ نے کہا "ہاں موجود ہوں۔"

اس نے فوراً ہی مرینا کے دماغ میں چھلانگ لگائی۔ خیال تھا کہ ادھر مرینا سے بولتے بولتے اُدھر فوراً ہی دماغ میں پہنچ جائے گا لیکن پھر ناکامی ہوئی تھی۔ اس کے جانے کے بعد چالیس منٹ پورے ہوئے تو مرینا کی آتما واپس آئی۔ اس نے میرے دماغ میں آکر سنا۔ لبوڑا کہہ رہا تھا "میری سمجھ میں نہیں آتا تم کیا بلا ہو؟ ادھر بولتی ہو ادھر مردہ بن کر رہتی ہو۔"

مرینا نے سوچا "یہ کیا بک رہا ہے۔ میں تو ابھی نہیں بول رہی تھی۔"

لیکن اس کے پاس سوچنے کا زیادہ وقت نہیں تھا۔ وہ صرف سانس لینے اور یہ معلوم کرنے آئی تھی کہ میں ابھی تک اس کے لیے محفوظ ہوں یا نہیں؟ میں ابھی اس کی دسترس میں تھا۔ وہ مطمئن ہو کر دماغی طور پر حاضر ہوئی۔ پھر سانس روک کر آتما شکتی کے ذریعے لبوڑا کے پاس پہنچ گئی۔

وہ سپر ماسٹر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اب اٹھ کر ٹہل رہا تھا۔ اس کا انداز اور اس کے ہلتے ہوئے ہونٹ بتا رہے تھے کہ وہ پریشان ہو کر کچھ کہتا جارہا ہے۔ سپر ماسٹر بھی جواباً کچھ کہہ رہا تھا۔ ان کی پریشانیاں یہی ہو سکتی تھیں کہ فرہاد اور مرینا میں سے کوئی ہاتھ نہیں آرہا ہے۔ ابھی سب سے بڑا مسئلہ مرینا کو زیر کرنا تھا۔

اسی وقت ایک اعلیٰ فوجی افسر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے سیلوٹ کرنے کے بعد کچھ کہا۔ جسے سن کر لبوڑا نے سپر ماسٹر سے مصافحہ کیا۔ پھر اعلیٰ افسر کے پیچھے چلتا ہوا کمرے سے باہر آیا۔ باہر چھ مسلح فوجی گارڈز تھے۔ وہ اسے چاروں طرف سے گھیر کر اس بنگلے سے باہر اسے لے آئے۔ ایک گارڈ نے بڑی سی کار کا دروازہ کھولا۔ لبوڑا اس میں بیٹھ گیا۔ اس کار میں پہلے سے فوجی افسران اور گارڈز موجود تھے۔ کار کے آگے پیچھے بھی فوجی گاڑیاں تھیں۔ پھر وہ قافلہ آگے چل پڑا۔

مرینا کی آتما بھی اس کار میں تھی۔ لبوڑا کی شہ رگ کے قریب' مگر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ یہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ کوئی صحیح منزل معلوم ہوتے ہی وہ اسے ٹھکانے لگانے کا انتظام تقریباً کرچکی تھی۔

اس نے صرف لبوڑا کے داماد تھرمال کو ہی نہیں اس کی بیٹی کانو وانا کو بھی اپنی معمولہ بنا کر رکھ چھوڑا تھا۔ اسے لاشعوری طور پر یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اپنی کار میں لبوڑا کی خفیہ رہائش گاہ کے قریب موجود رہے۔ جب بھی اس کا باپ اس رہائش گاہ سے باہر کہیں جائے وہ اس کا پیچھا کرتی رہے۔

اور وہ ایسا کررہی تھی۔ مرینا کی آتما نے اس کی کار میں بھی آکر دیکھا تھا۔ وہ تعاقب کررہی تھی۔ آتما پھر لبوڑا کے پاس آگئی۔ ان راستوں کو دیکھتی رہی جہاں سے وہ گزر رہا تھا۔ پھر وہ سمجھ گئی اب وہ اس راستے سے گزر رہا تھا جہاں سے صرف سرکاری عہدیدار گزرتے تھے اور وہ راستہ اس پرائیویٹ ائرپورٹ کے سامنے ختم ہوتا تھا جہاں سے ملک کے حکمران خصوصی طیّاروں میں پرواز کرتے تھے۔

وہ سمجھ گئی۔ لبوڑا ایک خصوصی طیّارے میں کہیں جارہا ہے موجودہ حالات میں یہی سوچا جاسکتا تھا کہ وہ ازبکستان جارہا ہے تاکہ خود مرینا کو ختم کرکے مجھے وہاں سے بحفاظت اپنے ملک لے جاسکے۔

اس کے بعد آتما واپس آگئی۔ وہ ایک گہری سانس لینے کے بعد اٹھ بیٹھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں خیال خوانی کی پرواز کرتے ہوئے کانو وانا کے پاس پہنچ گئی۔ ایک فوجی چوکی پر اسے روک لیا گیا تھا۔ وہ اپنا شناختی کارڈ اور فوجی تربیت گاہ کے کاغذات دکھا رہی تھی۔ چیک کرنے والے افسر نے کاغذات سے مطمئن ہو کر مزید سوالات نہیں کیے' کیونکہ وہ جان لبوڑا کی بیٹی تھی اور باپ آگے جاچکا تھا۔

اس نے بھی گاڑی آگے بڑھادی۔ مرینا نے ایکسیلریٹر پر اس کے پیر کا دباؤ بڑھایا یوں کار کی رفتار بڑھاتے ہوئے ائرپورٹ کے احاطے میں پہنچ گئی۔ لبوڑا اپنی کار سے اتر کر مسلح گارڈز کے درمیان جارہا تھا۔ بیٹی کی آواز سن کر رک گیا۔ وہ کہہ رہی تھی "ہیلو ڈیڈی یور ڈارلنگ کانو وانا۔"

وہ کار روک کر دروازہ کھول کر باہر آئی۔ جب تک اندر تھی کسی نے اس کے ہاتھ میں ریوالور نہیں دیکھا تھا۔ یہ پوچھنے کی نوبت نہیں آئی کہ کیوں آئی ہو؟ یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں باہر جارہا ہوں؟

شامت آتی ہے تو کچھ سوچنے سمجھنے سے پہلے ہی آتی ہے۔ اس نے کار کے دروازے سے نکلتے ہی ریوالور کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بڑی پھرتی سے فائرنگ کی۔ ایک فائر خالی گیا' دوسری گولی سینے میں پیوست ہوئی۔ مسلح گارڈز نے جوابی فائرنگ کرکے اس کے ہاتھ سے ریوالور کو گرایا۔ فوجی اسے جان سے بھی مار سکتے تھے لیکن پہلے ہی فائر پر باپ نے بچنے کی کوشش کرتے ہوئے چیخ کر کہا تھا "اسے جان سے نہ مارنا۔ دشمن نے اسے آلۂ کار بنایا ہے۔"

اتنا کہتے کہتے وہ سینے پر گولی کھا کر گر پڑا۔ مرینا نے اس کے اندر آکر کہا "کیا ہوا لبوڑا؟ فرہاد کی کھوپڑی پر قبضہ نہیں جماؤ گے؟ اب جاتے جاتے مہربانی کرو۔ ذرا جلدی سے آخری سانس لے لو۔ مجھے بہت سے کام نمٹانے کو پڑے ہیں۔"

لبوڑا نے سینے کی تکلیف کا آخری جھٹکا کھایا۔ پھر ہمیشہ کے لیے ٹھنڈا پڑ گیا۔ وہ میرے دماغ میں آکر قہقہے لگانے لگی۔ ہنستے ہنستے کہنے لگی "کتا کتے کی موت مر گیا۔ میرے دماغ میں پاگل کتے کی طرح کاٹنے آیا تھا۔ میں نے اس کی سانس کا رشتہ زندگی سے کاٹ دیا ہے۔ اب میں بلا شرکت غیرے تمہارے دماغ پر حکمرانی کروں گی۔"

لیلیٰ نے کہا "افسوس!"

وہ چونک گئی پھر بولی "کون ہو تم؟"

"یہ جان کر کیا کرو گی۔ سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ دوسری رکاوٹ سامنے آگئی ہے۔"

"کیا تم نے پہلی رکاوٹ کا انجام نہیں دیکھا۔"

"دیکھا نہیں ہے مگر تمہارا طریقۂ کار جانتی ہوں۔ تم جس کسی کو جانتی پہچانتی ہو اس کے پاس آتما شکتی کے ذریعے جاتی ہو۔ اس کے آس پاس کی معلومات اور اس کی مصروفیات دیکھتی ہو پھر کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے قتل کردیتی ہو۔ لبوڑا اسی طرح مارا گیا۔"

"اور اب تمہاری باری ہے۔"

"نہیں مرینا! تم آتما شکتی کے ذریعے صرف ان کے پاس پہنچتی ہو جنہیں پہلے کبھی دیکھ چکی ہو۔ تم نے مجھے کبھی دیکھا نہیں ہے پھر مجھے راستے سے ہٹانے کیسے آؤ گی۔"

وہ غصے سے بولی "کون ہو تم؟ مجھے یقین ہے کہ تم فرہاد کی بیوی ہو۔"

"خود سوال کرتی ہو' خود جواب دیتی ہو۔"

مرینا اچانک دماغی طور پر اپنے کمرے میں حاضر ہوگئی۔ اسے عجیب سی مہک کا احساس ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کمرے میں ہلکا ہلکا سا دھواں پھیل رہا تھا۔ وہ فوراً ہی فرش پر سے اٹھ گئی۔ اگرچہ ہلکی سی خوشبو کا احساس تھا۔ تاہم بعض بے ہوشی کی دوائیں دھیمی خوشبو کی طرح گوارا ہوتی ہیں اور وہ خوشبو سے بہل نہیں سکتی تھی۔ کمرے میں اس کے پھیلاؤ سے خطرے کی بُو آرہی تھی۔ خیریت اسی میں ہوتی کہ وہ فوراً کمرے سے باہر نکل جاتی۔

تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ اسے کھولنے کے لیے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ پھر رک گئی۔ عقل نے سمجھایا کوئی اسے باہر نکالنے کے لیے ایسی حرکت کررہا ہے۔ کھڑکیاں کھولنے سے دھواں کم ہو سکتا ہے۔

وہ پلٹ کر کھڑکی کے پاس آئی اس کے پردوں کو ہٹایا پھر اسے کھول دیا۔ تازہ ہوا کا ایک جھونکا سا آیا۔ اس کے ساتھ ہی دھواں کم ہونے لگا۔ پھر اسے کچھ ایسی آواز سنائی دی جیسے تیزی سے پانی گر رہا ہو۔ اس نے سر گھما کر باتھ روم کی طرف دیکھا۔ تیزی سے چلتی ہوئی دروازے کے پاس آئی۔ پھر اسے کھولتے ہی پانی بہتا ہوا اس کے پیروں پر سے گزرتا ہوا کمرے میں آنے لگا۔ پانی کی پائپ لائن کہیں سے ٹوٹ گئی تھی' یا توڑ دی گئی تھی۔ جس کے نتیجے میں باتھ روم کا فرش پانی میں ڈوب گیا تھا۔ اور اب وہ پانی کمرے کے فرش پر پھیل رہا تھا۔ اس کے تیز بہاؤ سے پتا چل رہا تھا کہ جلد ہی وہ کمرے کے سامان کے ساتھ تیرنے لگے گی۔

گویا کمرے سے باہر جانا ناگزیر ہو چکا تھا۔ وہ دروازے کے پاس آکر چیختی ہوئی بولی "کون ہے؟ باہر کون ہے؟"

کوئی جواب نہیں ملا۔ اس نے کھڑکی کے پاس آکر آواز دی۔ حدِ نظر تک کوئی دکھائی دے رہا تھا۔ وہ پلٹ کر کمرے کے وسط میں آگئی۔ پانی ٹخنوں سے اوپر پنڈلیوں تک پہنچنے والا تھا۔ وہ آتما شکتی کے ذریعے باہر جا کر دشمن کو دیکھ سکتی تھی' لیکن اس کے لیے چاروں شانے چت لیٹ کر جسم کو ڈھیلا چھوڑ کر آتما کو باہر لانا پڑتا ہے اور وہاں فرش پر لیٹ نہیں سکتی تھی۔ پانی بھرا ہوا تھا۔ اس کمرے میں کوئی پلنگ نہیں تھا اور ایسے صوفے تھے جن پر وہ لیٹ نہیں سکتی تھی۔

وہ ایک اونچی میز پر آکر بیٹھ گئی۔ اس پر یوگا کا ایک آسن اختیار کیا۔ وہ آزمانا چاہتی تھی کہ اس انداز سے آتما شکتی کا کامیاب عمل ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس نے گہری سانس لی پھر سانس چھوڑتے ہوئے بولی "کرشنا' کرشنا' ہرے کرشنا..."

وہ کامیاب ہوگئی۔ آتما باہر آگئی۔ پھر اس نے بند دروازے سے باہر آکر دیکھا کوئی نہیں تھا۔ اس بنگلے کے دوسرے کمرے خالی تھے۔ وہ بنگلے کے باہر آئی' گلی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دیے۔ چند قدم کے فاصلے پر شاہراہ تھی۔ وہاں اچھا خاصا ٹریفک

تھا۔ مرد، عورتیں، بوڑھے اور بچے فٹ پاتھ اور دکانوں میں دکھائی دیتے تھے۔ اتنے ہجوم میں کسی انجانے دشمن کو پہچاننا مشکل تھا۔ اگر وہ دشمن کی صورت آشنا ہوتی تو لاکھوں کی بھیڑ میں سیدھی اس کے پاس پہنچ جاتی، لیکن یہی معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟

ایک بات واضح تھی کہ میں پھر اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔ میری شریکِ حیات لیلیٰ میرے دماغ میں پہرا دے رہی تھی۔ وہ ناکامی کی صورت میں بم کے ذریعے بھی میرے چیتھڑے نہ اڑا سکی۔ اسے میدان چھوڑنا پڑ رہا تھا۔ ایسے وقت یہی سمجھ میں آرہا تھا کہ میرے ہی لوگ اسے اس بنگلے میں گھیرنے آگئے ہیں۔ چونکہ پارس اس ملک میں موجود تھا اس لیے دھیان اس کی طرف گیا کہ وہی دشمن بن کر اسے پکڑنے آیا ہے۔

پارس کا دھیان آتے ہی اس کی آتما اس کے پاس پہنچ گئی۔ وہ سڑک کے کنارے ایک کار میں ایسی جگہ تھا جہاں سے وہ گلی اور بنگلا دکھائی دے رہا تھا۔ وہاں مرینا نے رہائش اختیار کی تھی۔ پارس کا خیال تھا کہ وہ مجبور ہو کر باہر نکلے گی اور کہیں بھی جائے گی تو نظروں میں رہے گی۔

لیکن اس کی آتما باہر آئی۔ وہ اس کی آمد سے بے خبر تھا۔ اس یقین کے ساتھ کار میں بیٹھا ہوا تھا کہ وہ دھوئیں اور پانی سے گھبرا کر ضرور باہر آنے پر مجبور ہو جائے گی۔

آتما واپس آگئی۔ وہ یوگا کا آسن چھوڑ کر میز پر سیدھی بیٹھ گئی۔ وہ بنگلے کے پیچھے کسی تنگ گلی سے فرار ہو سکتی تھی لیکن پارس سے نادانی کی توقع نہیں تھیں۔ وہاں بھی اس کی نگرانی کرنے والے ہو سکتے تھے۔ اس نے مجھے محکوم بنانے کے لیے بہت بڑی دشمنی کا مظاہرہ کیا تھا اس لیے اس کے اطراف گھیرا تنگ کیا گیا ہو گا۔

ایسے میں فرار کا راستہ اختیار کرنے سے بہتر تھا کہ وہ پارس سے پیار کی تجدید کرے۔ وہ دشمن بن کر آیا تھا تاہم محبوب تھا کسی اور دشمن کے چنگل سے بچ نکلنے کی امید نہیں تھی، محبوب کے لات جوتے کھا کر بچاؤ کا راستہ نکال لینے کا یقین تھا۔

اس نے خیال خوانی کی پرواز کی پھر پارس کے اندر پہنچتے ہی کہا "میں ہوں مرینا، سانس نہ روکنا۔"

وہ ناگواری سے بولا "کیوں آئی ہو؟"

"عورت پر برا وقت آئے تو وہ اپنے محبوب کے قدموں ہی میں پناہ ڈھونڈتی ہے۔"

"اور اگر عورت اپنے محبوب پر برا وقت لائے تو اس کا انجام کیا ہونا چاہیے؟"

"برے کا برا انجام ہوتا ہے، لیکن محبت کے جذبے لچک پیدا کرتے ہیں۔ تم میری خوب پٹائی کرو۔ مار مار کر آدھی جان کر دو۔ صرف اتنی سی زندگی دو کہ میں آئندہ غلطیوں سے توبہ کرتی رہوں۔"

"سیدھی طرح میرے پاس چلی آؤ۔"

"آرہی ہوں۔ اتنا بتادو تم نے مجھے کیسے تلاش کیا ہے؟"

"تم سے سچی محبت ہے، پیار کی کشش یہاں لے آئی ہے۔"

"یہ تو سچ ہے۔ تم میرے دیوانے ہو اور میں تمہاری۔ مگر پلیز بتادو کہ میری رہائش گاہ کا پتا کیسے چل گیا؟"

"یہ تو ہم سب جانتے ہی تھے کہ تم تاشقند میں ہو۔ میں پچھلے تین گھنٹوں سے تمہیں ہر علاقے میں ڈھونڈ رہا ہوں۔ ہر گھر کے دروازے پر چند سیکنڈ کے لیے رکتا تھا۔ پھر اس دروازے پر تمہارے بدن کی بُو مل گئی۔"

وہ بھول گئی تھی کہ پارس اس کی مہک سے لاکھوں میں اسے پہچان سکتا ہے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر سوچا "اس دوہری مصیبت سے کبھی نہیں نکل پاؤں گی۔ ایک طرف باپ دماغ میں گھسا رہتا ہے۔ دوسری طرف بیٹا بُو سونگھ کر شہ رگ تک پہنچ جاتا ہے میں کیا کروں؟ ان دونوں سے کیسے نجات حاصل کروں؟"

پھر اس نے پارس سے پوچھا "تم نے دروازے پر دستک دے کر مجھے کیوں نہیں بلایا؟ کمرے میں دھواں اور پانی چھوڑنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم اس قابل نہیں ہو کہ میں تمہارے دروازے پر آتا۔ میں سانپ کو اس کے بِل سے نکالنا جانتا ہوں۔ پھر یہ بھی چاہتا تھا کہ تم گھر سے نکل کر ہر سمت جاؤ اور یقین کر لو کہ فرار کے تمام راستے مسدود ہو چکے ہیں۔ اگر تم اسی طرح مجھے باتوں میں لگا کر کہیں جانا چاہتی ہو تو جاؤ، واپس میرے ہی پاس آؤ گی۔"

"میں سیدھی تمہارے پاس آرہی ہوں۔"

وہ بنگلے سے باہر آگئی۔ گلی سے گزرتے ہوئے مین روڈ پر آئی۔ پارس کی کار فٹ پاتھ سے لگی کھڑی تھی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر اس کے برابر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن دروازہ اندر سے لاک تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے چڑھے ہوئے تھے۔ وہ اشاروں کی زبان سے بولی "دروازہ کھولو۔"

پارس نے ہاتھ سے اپنے سر کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دماغ میں آکر بولی "کیا بات ہے، دروازہ کیوں نہیں کھولتے؟"

"میں وہی ہوں، جو تمہارے لیے دل کے دروازے کھولتا رہا۔ اب تمام دروازے بند ہو چکے ہیں۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ میرے قریب آسکو اور میرے برابر بیٹھ سکو۔"

"تم بے شک مجھ دھتکار دو۔ مگر ٹھنڈے دماغ سے میری بات سن لو۔"

"میرا دماغ ٹھنڈا ہے اس لیے میرے ہاتھوں سے بچی ہوئی ہو ورنہ تمہاری جیسی ذلیل عورت کو تو میں عبرت ناک سزائیں دے کر مار ڈالتا۔ تم نے میرے پاپا کو زخمی کیا۔ چڑیل بن کر ان کے دماغ میں گھس گئیں۔ کیا تم نے پاپا کو اتنا ہی غیر محفوظ سمجھا ہے؟"

"میں اپنی اس حماقت پر شرمندہ ہوں اور تمہارے ہاتھوں سزا پانے کو تیار ہوں۔"

"جان لیوا دشمنی کو حماقت کا نام دے رہی ہو تاکہ سزا دشمنی کی نہ ملے حماقت کی ملے۔ اب سے پہلے بھی تم نے کئی بار دشمن ہونے کا ثبوت پیش کیا اور پاپا تمہیں معاف کرتے رہے لیکن اب معافی کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ لہٰذا آج سے تم غلامی کی زندگی گزارو گی۔"

"میں تمام عمر تمہاری غلامی کرتی رہوں گی۔"

"میں تم پر تھوکتا ہوں۔ تمہیں ابھی قتل کر دینا چاہتا تھا مگر میرے بزرگوں نے مجھے اجازت نہیں دی۔ یہ فیصلہ کیا کہ تمہیں زندہ رکھا جائے گا اور بدترین زندگی گزارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ تم مرنا چاہو گی تو اپنی مرضی سے مرنے بھی نہیں دیا جائے گا۔"

"میں پاپا کے قدموں میں گر کر......"

وہ ڈانٹ کر بولا "خبردار! آئندہ اپنی گندی زبان سے پاپا نہ کہنا۔"

"بیٹیاں غلطیاں کرتی ہیں۔ بزرگ انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ میں ایک نہیں ہزار بار انہیں پاپا کہوں گی۔"

اس کے دماغ کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا۔ وہ چکرا گئی۔ گرتے گرتے کار کا سہارا لے کر سنبھل گئی۔ پارس کار اسٹارٹ کر کے چلا گیا۔ وہ آواز دینا چاہتی تھی لیکن دماغ کے اندر آواز آئی "آئندہ پاپا کا رشتہ نہ جوڑنا ورنہ زلزلہ آجائے گا۔ تم اپنا دماغی توازن کھو دو گی۔ تمہیں پاگل خانے پہنچا دیا جائے گا۔"

وہ پریشان ہو کر بولی "کون ہو تم؟ لہجہ فرہاد کا ہے مگر فرہاد نہیں ہو۔"

جواب ملا "دشمن کا کوئی بھی نام ہو۔ وہ ہوتا دشمن ہے۔ میں کوئی بھی ہوں، تمہاری مرضی کے خلاف آیا ہوں۔ اور تم مجھے آنے جانے سے نہیں روک سکو گی۔ یہی تمہاری غلامی اور مجبوری ہے۔"

وہ سر جھکا کر شکست خوردہ انداز میں بنگلے کی طرف جانے لگی۔ اس کے اندر سلمان تھا۔ اس نے پوچھا "کہاں جا رہی ہو؟ اس شہر میں اور اس ملک میں تمہارا کوئی گھر اور کوئی عارضی رہائش گاہ نہیں ہے۔"

وہ چلتے چلتے رک گئی۔ سلمان نے کہا "تمہیں بارہ گھنٹے کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس ملک سے نکل جاؤ۔ ان بارہ گھنٹوں میں تم کسی چھت کے نیچے آرام نہیں کرو گی۔ اس ملک کا پانی نہیں پیو گی، کھانا نہیں کھاؤ گی۔ بھوک پیاس برداشت کرنے کا حوصلہ نہ ہو تو بارہ گھنٹے سے پہلے چلے جانے کی کوشش کرو تاکہ کسی دوسرے ملک میں جا کر پیٹ بھر سکو۔ میں تھوڑی تھوڑی دیر میں آکر دیکھتا رہوں گا۔ اگر تم نے میرے احکامات کے خلاف عمل کیا تو میں تمہارا دماغی توازن بگاڑ دوں گا۔"

وہ بولی "میں چلی جاؤں گی لیکن ایک بار پاپا سے...."

اس کے دماغ میں ہلکا سا زلزلہ پیدا ہوا۔ وہ چیخ مار کر فٹ پاتھ پر گر پڑی۔ راہ گیر دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ سلمان نے کہا۔ "تمہیں وارننگ دی گئی تھی کہ پاپا نہ کہنا۔ رشتہ نہ جوڑنا..."

لوگ اسے سہارا دے کر اٹھا رہے تھے۔ کچھ اسے اسپتال پہنچانا چاہتے تھے۔ وہ بولی "میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر کسی سے لفٹ ملے تو پاسپورٹ آفس جانا چاہوں گی۔"

ایک شخص نے اسے اپنی کار میں لفٹ دی۔ وہ سوچ رہی تھی "فی الحال محکوم بن کر احکامات کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اوہ گاڈ! میں کتنی بے بس ہو گئی۔ ایک کمزور اور بدترین عورت کی طرح احکامات کے آگے جھکی ہوئی ہوں۔ کیا مجھے نجات کا راستہ نہیں ملے گا؟"

"ملے گا" عقل نے سمجھایا "شہرِ دشمناں سے جانے کے بعد آرام سے، اطمینان سے اور آزادی سے سوچوں گی۔ میں جسمانی قید برداشت کر سکتی ہوں لیکن ذہنی غلامی برداشت نہیں کروں گی۔"

وہ بڑے کرب میں مبتلا تھی۔ کوئی اندر چھپا ہو اور اپنی موجودگی ظاہر نہ کرتا ہو تو اندر سوچنے کی اور منصوبہ بندی کی آزادی ختم ہو جاتی ہے۔ اس نے پاسپورٹ آفس کے افسرِ اعلیٰ سے ملاقات کی پھر کہا "مجھے ابھی ایک پاسپورٹ چاہیے۔ میں لندن جاؤں گی۔"

افسر نے کہا "پاسپورٹ اتنی جلدی نہیں مل جاتا۔ تم کون ہو؟ اس ملک میں کہاں سے آئی ہو؟"

"اتنے سوالات نہ کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرتے جاؤ۔"

اس نے افسر کے دماغ پر قبضہ جمایا۔ افسر نے اپنے دراز میں سے ایک کیمرا نکال کر اس کی تصویریں اتاریں۔ کیمرے سے نیگیٹو رول نکال کر اسسٹنٹ کو بلا کر اسے دیتے ہوئے کہا "ایک گھنٹے کے اندر یہ پاسپورٹ سائز تصویریں پرنٹ کر کے لاؤ۔"

وہ نیگیٹو لے کر چلا گیا۔ اعلیٰ افسر نے مرینا کا نام اور فرضی پتا اور عمر وغیرہ لکھ کر اپنے جونیئر کو دیتے ہوئے حکم دیا "فوراً ایک پاسپورٹ تیار کرو اور ویزا فارم بھی پُر کرو۔"

وہ سب مشین کی طرح حرکت میں آگئے۔ اس دوران مرینا اس افسر کے دماغ میں گھسی رہی۔ اس نے لندن جانے کا پروگرام بدل دیا۔ اس تبدیلی کے مطابق افسر نے دو گھنٹے کے اندر ہندوستان جانے کے لیے پاسپورٹ تیار کیا اور بھارتی سفارت خانے سے ویزا بھی منگوا لیا۔

مرینا نے انڈین ائرلائن میں فون کیا۔ اسے رات کی فلائٹ سے جگہ مل گئی۔ اس وقت پیرس کے وقت کے مطابق صبح ہونے والی تھی۔ سلمان نے آکر کہا "مرینا! تم چند ساعتوں کے لیے فرہاد کے دماغ میں جا کر دیکھ سکتی ہو۔ وہ خیال خوانی کی پرواز کرتا ہوا سونیا کے پاس جا رہا ہے۔"

وہ ایک گہری سانس لے کر بولی "میں کیا دیکھوں؟ فرہاد کو ہر پہلو سے مجبور کرنے کے بعد بھی میں مجبور ہو گئی۔ کامیابیوں کی

انتہائی بلندی پر پہنچ کر انتہائی پستی میں آگری ہوں۔ اپنی شکست کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا یہ ایمان پختہ ہوگیا ہے کہ فرہاد اس دنیا میں ہماری عبرت کا سامان بن کر آیا ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم عبرت حاصل کررہی ہو' لیکن خوش فہمی نہیں ہے کہ کتیا کی دُم سیدھی ہوسکتی ہے۔ گڈ نائٹ سو فار۔"

وہ چلا گیا۔ مرینا کو یقین نہیں تھا کہ وہ جاچکا ہے۔ وہ موجود ہوسکتا تھا اور نہیں بھی ہوسکتا تھا۔ یہی ہونے اور نہ ہونے کے اسرار مرینا کو ذہنی اضطراب میں مبتلا کردیتے تھے۔

بہت دیر بعد جب اسے یقین ہوگیا کہ دماغ میں کوئی نہیں ہے تو وہ سوچنے لگی "میں نے مہالامہ سے مکمل تعلیم حاصل نہیں کی۔ یہی میری بہت بڑی غلطی تھی۔ اگر میں تعلیم جاری رکھتی' کئی گھنٹوں تک سانس روکنے میں مہارت حاصل کرلیتی تو دماغ فولاد ہوجاتا پھر فرہاد کا تنویمی عمل بھی زائل ہوجاتا۔ وہ ٹیلی پیتھی کا پہاڑ بھی میرے دماغ میں آنے کے قابل نہ رہتا۔"

اب وہ سوچ رہی تھی فرہاد اور اس کی فیملی سے پیچھا چھڑانے کا اور ذہنی غلامی سے نجات حاصل کرنے کا یہی ایک راستہ ہے کہ کسی ویرانے میں جاکر عبادت اور ریاضت میں مصروف ہوجائے اور یوگا اور آتما شکتی کی انتہا کو پہنچنے کا مشکل ترین عمل جاری رکھے۔

وہ ضروری کاغذات حاصل کرکے پاسپورٹ آفس سے اٹھ گئی۔ کافی پینے کا جی چاہ رہا تھا لیکن اس ملک میں کھانے پینے کی ممانعت تھی۔ اس نے سوچا اگرچہ فلائٹ میں کافی دیر ہے تاہم ائرپورٹ پر ہی وقت گزارنا چاہیے۔ وہ فٹ پاتھ پر آکر ٹیکسی کے انتظار میں کھڑی ہوگئی۔ چند سیکنڈ کے بعد ہی ایک ویگن کار قریب آکر رک گئی۔ ڈرائیو کرنے والے نے کھڑکی سے جھانک کر پوچھا۔ "ہیلو مس! میں کسی کام آسکتا ہوں؟"

وہ کسی سے لفٹ لیتے ہوئے ڈرتی نہیں تھی۔ کوئی بدمعاش ٹکرا جائے تو اسے سیدھا کرنے کا ہنر آتا تھا۔ وہ مسکرا کر شکریہ ادا کرتی ہوئی اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ اس شخص نے گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے پوچھا "کہاں جاؤ گی؟"

اس نے مختصر سا جواب دیا "ائرپورٹ۔"

"پھر ائرپورٹ سے کہاں جاؤ گی؟"

اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پھر کہا "انڈیا۔"

"کیا انڈیا میں دشمن نہیں ہوں گے؟"

وہ ایک دم سے چونک کر بولی "اس سوال کا مطلب کیا ہے؟"

"مطلب پوچھتے پوچھتے میری کھوپڑی میں نہ آنا۔ مایوسی ہوگی۔" منع کرنے کے باوجود اس نے کوشش کی۔ اس جوان شخص نے سانس روک لی۔ پھر پوچھا "تسلی ہوگئی؟"

"کون ہو تم؟ گاڑی روکو۔"

وہ گاڑی روک کر بولا "میں جانے سے نہیں روکوں گا لیکن گاڑی کے باہر بھی دشمن ہے جن سے بھاگ کر انڈیا جارہی ہو۔ میں دشمن ہوں یا نہیں' ابھی تم نے مجھے آزمایا نہیں ہے۔"

"تو پھر یقین دلاؤ کہ دشمن نہیں ہو۔"

"تم اتنی نادان تو نہیں ہو کہ زبان سے دوستی کا دعویٰ سن کر یقین کرلوگی۔ بھئی مجھے آزماؤ پھر یقین کرو۔"

"کیا مجھے ائرپورٹ پہنچا کر میرا پیچھا چھوڑ سکتے ہو؟"

وہ گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے بولا "میں وہاں پہنچا کر ویٹنگ ہال میں رہوں گا۔ تم اندر چلی جانا اور جہاز کے پرواز کرنے تک فیصلہ کرنا کہ مجھ پر بھروسا کرسکتی ہو یا نہیں؟ بھروسا کرسکو تو لوٹ آنا۔"

"بات بھروسے کی نہیں ہے۔ فرہاد کے کسی خیال خوانی کرنے والے نے دھمکی دی ہے کہ اگر میں یہ ملک چھوڑ کر نہیں جاؤں گی تو وہ مجھے دماغی اذیتوں میں مبتلا کرکے پاگل خانے پہنچادے گا۔"

"کیا فرہاد اور اس کے فیملی ممبرز نے ہمیشہ غالب آنے اور میدان مارنے کا مقدر نامہ لکھوالیا ہے؟ کیا ایک بڑی شکست نے تمہاری کمر توڑ دی ہے؟"

"میں ہارنا نہیں جانتی۔ ایک بار کسی طرح دشمنوں کو اپنے دماغ سے نکال دوں تو پھر آتش فشاں بن جاؤں گی۔"

"یہ تو صرف میری ہی دوستی سے ممکن ہے۔"

"کیا تم میرے دماغ کو فرہاد کے تنویمی عمل کے اثرات سے نجات دلا سکتے ہو؟"

"کوشش کرے انسان تو کیا ہو نہیں سکتا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں فرہاد کے غلبے سے نجات پانے کے لیے تم پر بھروسا کرتی ہوں۔ بولو مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

وہ گاڑی روک کر بولا "پچھلی سیٹ پر چلی جاؤ۔ وہاں آرام سے لیٹ کر آتما شکتی کے ذریعے ان باپ بیٹے پر نظر رکھو۔ میں تمہیں ایک خفیہ اڈے میں لے جارہا ہوں۔"

"میں اعتماد کررہی ہوں۔ اگر تم نے دھوکا دیا تو؟"

"تم نے بڑی ہی بچکانہ بات کی ہے۔ بھئی تمہاری آتما مجھے بھی دیکھتی رہے گی۔ اگر مجھ سے دھوکا ہوگا تو تم کسی وقت بھی آسانی سے مجھ پر حملہ کرسکو گی۔ تم پیچھے رہو گی اور مجھے پیچھے کی خبر نہیں ہوگی۔ ڈیش بورڈ میں پستول ہے' اپنے پاس رکھ لو۔"

اس نے ڈیش بورڈ کے خانے کو کھول کر دیکھا۔ واقعی بھرا ہوا پستول رکھا ہوا تھا۔ وہ اسے لے کر پچھلی سیٹ پر آگئی۔ گاڑی پھر آگے بڑھ گئی۔

وہ بولی "ایک بات بتادوں کہ اس ملک میں مجھے کہیں بھی چھپاؤ گے تو پارس میری بُو سونگھ کر پہنچ جائے گا۔ وہی ایک ایسا دشمن ہے جو اچانک سر پر آپہنچتا ہے۔"

"اور باپ سر کے اندر پہنچ جاتا ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں آتما شکتی سے ان پر نظر رکھو۔ ان کی کمزوریاں معلوم کرتی رہو۔ وقت

ضائع نہ کرو۔ ان میں سے کوئی بھی تمہارے اندر ہوسکتا ہے۔ شاید ہماری باتیں سن رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو وہ تمہیں آتما شکتی کا طریقہ اختیار نہیں کرنے دے گا۔"

"میرے خیال سے ابھی ہمارے درمیان کوئی تیسرا نہیں ہے۔ میں آزماتی ہوں۔"

وہ پچھلی سیٹ پر لیٹ گئی۔ پھر آتما شکتی کے طریقۂ کار پر عمل کرنے لگی۔ ایسا کرتے وقت کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئی۔ اس کی آتما پچھلی سیٹ سے اگلی سیٹ پر اس اجنبی دوست کے پاس آگئی۔ اجنبی ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ اس نے سر گھما کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر مرینا کا جسم بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس نے پھر سر گھما کر ونڈ اسکرین کے پار دیکھتے ہوئے پوچھا "ویل مرینا! کیا تم کامیاب گئی ہو؟ کوئی تمہارے اندر رکاوٹ بنا ہوا تو نہیں ہے؟"

اسے جواب نہیں ملا۔ اس نے پھر پوچھا "کیا میں تمہاری اس خاموشی کو کامیابی سمجھوں؟"

جب دوسری بار بھی جواب نہیں ملا تو وہ مطمئن ہوگیا۔ آتما اس کے بالکل قریب تھی۔ وہ چاہتی تھی پہلے اس اجنبی کی حقیقت معلوم کرے۔ فرہاد اور پارس سے تھوڑی دیر بعد نمٹ لے گی۔ اگر ایسا نہیں کرے گی تو ایک دشمن سے نجات پانے کے لیے اندھا دھند دوسرے دشمن کی ٹھوکروں میں چلی جائے گی۔

دوسری طرف سلمان نے سوچا تھا کہ ہر آدھے گھنٹے بعد مرینا کے دماغ میں جایا کرے گا۔ جب تک وہ ازبکستان سے نکل کر ... نہیں پہنچے گی۔ اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا' لیکن آدھے گھنٹے بعد آیا تو اسے مرینا کا دماغ نہیں ملا۔ اس نے پریشان ہوکر پھر خیال خوانی کی۔ پھر ناکام ہوا۔ اس کے بعد میرے پاس آکر بولا "بھائی جان! وہ آتما شکتی کے عمل سے گزر رہی ہے۔"

"یعنی تمہیں اپنے دماغ سے دور کررہی ہے۔"

فرغانہ کے ایک اسپتال میں میری باقاعدہ مرہم پٹی ہوچکی تھی۔ توانائی بحال ہورہی تھی۔ لیلیٰ نے یعقوب ہمدانی سے کہا تھا کہ ... میں میری علیحدہ رہائش کا انتظام کرے۔ وہ اپنی کار میں ... پاس پہنچنے والا تھا۔

سلمان نے کہا "اب وہ تقریباً چالیس منٹ تک ہماری گرفت سے آزاد رہے گی۔"

میں نے کہا "وہ چالیس منٹ کے لیے ہمیں دھوکا دے کر نہیں ... ہے۔ اسے کوئی ایسا راستہ مل گیا ہے۔ جس پر وہ لمبی آزادی حاصل کرتی رہے گی اور ہمارے تنویمی عمل کے اثر سے نکلنے کی کوشش کرتی رہے گی۔"

"مگر بھائی جان! چالیس منٹ کے بعد وہ ضرور سانس لے گی ... اس وقت ہمیں آنے سے نہیں روک سکے گی۔"

"ہاں اگر صحیح وقت پر تم جاؤ گے تو نہیں روک سکے گی' کیونکہ ... منٹ تک سانس لینے کے بعد پھر چالیس منٹ کے لیے نجات حاصل کرلے گی۔"

"میں ٹھیک چالیس منٹ کے بعد پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہوسکتا ہے وہ بیس منٹ یا تیس منٹ میں ہی ایک منٹ کے لیے سانس لینے حاضر ہوجائے۔ ادھر تم چالیس منٹ کا انتظار کرتے رہ جاؤ گے۔"

"ہاں وہ بڑی چکرباز ہے۔ ایسا کرسکتی ہے پھر بھی میں اس کی طرف جاتا آتا رہوں گا۔ کبھی تو وہ گرفت میں آئے گی۔"

"اور جب تک گرفت میں نہیں آئے گی میرے اور پارس کے لیے دردِ سری رہے گی۔ اس وقت وہ میرے یا میرے بیٹے کے قریب ہوگی۔ پارس کو موجودہ صورتِ حال سے آگاہ کرو۔ یہ بات خاص طور سے سمجھاؤ کہ مرینا کسی کو آلۂ کار بنا کر اسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی ہتھیار والے سے دور رہے۔ کسی اجنبی سے ملاقات کرنے سے پہلے یقین کرلے کہ وہ نہتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ مرینا کی ہر مکاری اور گہری چالوں کو دھیان میں رکھے۔"

وہ پارس کے پاس چلا گیا۔ میں نے مرینا کی طرح ضدی لڑکی نہیں دیکھی تھی۔ وہ شکست کھا کر ٹوٹ جانا نہیں جانتی تھی۔ ایک تنکے کا سہارا ملے تو اڑ کر پہاڑ کے سر پر سوار ہوجاتی تھی۔ ہم نے تو اسے نیم مردہ کردیا تھا۔ اسے ایک حقیر کنیز کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور کرچکے تھے۔ ایسے میں وہ جال توڑ کر نکل گئی تھی۔ اب حالات بتا رہے تھے کہ وہ باپ بیٹے کو زندہ نہیں چھوڑے گی یا ہم دونوں کو کسی بھی ہتھکنڈے سے اپنا معمول اور تابعدار بنالے گی اور جب تک کامیاب نہیں ہوگی آتما شکتی کے ذریعے خطرہ بن کر ہمارے سروں پر منڈلاتی رہے گی۔

○☆○

جان لمبوڈا کی موت سے سپر ماسٹر کی ٹیلی پیتھی کے تمام شعبوں میں ماتمی سناٹا چھا گیا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یوں اچانک اپنی ہی بیٹی کے ہاتھوں مارا جائے گا۔

اس کی بیٹی کانووانا کو حراست میں لے لیا گیا تھا لیکن یہ سب ہی جانتے تھے کہ وہ قتل کرنے کے باوجود قاتل نہیں ہے۔ یہ مرینا کی انتہائی کمینگی ہے کہ جو بیٹی دل و جان سے باپ کو چاہتی تھی اس کو آلۂ کار بنا کر باپ کا خون بہادیا۔

اب وہاں ٹیلی پیتھی جاننے والی جان لمبوڈا جیسی قد آور شخصیت نہیں تھی۔ سپر ماسٹر نے ہاٹ لائن پر سونیا ثانی سے کہا۔ "فوراً چلی آؤ۔ لمبوڈا کی جگہ تم ہی لے سکتی ہو۔ میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہاں دستیاب پہلی فلائٹ سے آنے کی کوشش کروں گی۔"

اس نے اپنے دو ٹیلی پیتھی جاننے والے ماتحتوں کو حکم دیا "میرا پاسپورٹ اور ضروری کاغذات لے جاؤ۔ متعلقہ سفارت خانے سے آج کی روانگی کے لیے مہر لگواؤ اور کسی پہلی فلائٹ میں

سیٹ ریزرو کراؤ۔ میں واشنگٹن جاؤں گی۔ تم دونوں یہاں اپنے فرائض انجام دیتے رہو گے۔"
پھر اس نے علی سے کہا "میں آج ہی کسی فلائٹ سے امریکا جارہی ہوں۔"
"مجھ سے کچھ پوچھا نہیں اور روانگی کی تیاری کررہی ہو۔"
"حضور! آپ کو ابھی مجازی خدا بننے کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے لہٰذا رعب نہ دکھائیں۔ ویسے جناب کو یہ تو معلوم ہوگا کہ شادی سے پہلے کیا ہوتا ہے؟"
"کیا ہوتا ہے؟"
"لڑکا لڑکی کے پیچھے گھومتا ہے۔ جہاں جہاں لڑکی جاتی ہے اس کا دل جیتنے کے لیے پیچھے پیچھے جاتا ہے۔"
"یعنی میں تمہارے پیچھے امریکا چلوں؟"
"ہاں' یہ میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ یہاں بہت رہ چکے۔ اب اگلی منزل کی سمت کوچ کرو۔"
"ہونا تو یہی چاہیے۔ واقعی میں یہاں بور ہورہا ہوں۔"
"ہم بہت عرصہ تک جدا رہے۔ اگر جدا ہی رہتے تو صبر کرتے رہتے' لیکن مل کر بچھڑنے سے دکھ بڑھ جاتا ہے۔ میرا دھیان تمہاری طرف رہے گا تو میں وہاں توجہ سے کوئی کام نہیں کرسکوں گی۔"
"اچھی بات ہے۔ یہاں گولڈن برینز تو کھوکھلے ہوچکے ہیں۔ یہودیوں کا صرف ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے باقی مرچکے ہیں یا کوما میں پڑے ہیں۔ یہ کوما سے نکلیں گے' ان کے برین واش کیے جائیں گے۔ پھر یہ نئے نام نئی شخصیت میں ڈھالے جائیں گے۔"
"اور جب ایسا ہوگا تو تم ہزاروں میل دور رہ کر بھی ان سے اور گولڈن برینز وغیرہ سے نمٹ لوگے' کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ سب لوگ کیسے کیسے حفاظتی انتظامات میں رکھے جاتے ہیں۔ تم ان فوجی افسران سے بھی رابطہ رکھتے ہو جو ان کی حفاظت کے ذمے دار ہوتے ہیں۔"
"یہ درست ہے۔ پھر بھی میں آج ہی تمہارے ساتھ نہیں جاسکوں گا۔ ملک سے باہر جانے کا جواز پیدا کرنا ہوگا۔"
"ان کا ایک ٹیلی پیتھی جاننے والا جے مورگن نارمل ہے اور بڑے کام کا آدمی ہے۔ اسے میں اغوا کرکے لے جاؤں گی۔ تم گولڈن برینز سے کہو گے کہ ان کے سب سے اہم ٹیلی پیتھی جاننے والے کو واپس لانے امریکا جارہے ہو۔"
"واہ' تم نے فوراً ہی جواز پیدا کرلیا۔"
"نیک کام کرنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ بتاؤ جے مورگن کے بنگلے میں کتنے ملازم اور کتنے سیکورٹی گارڈز ہیں۔ میرا خیال ہے وہ سب ہی یوگا کے ماہر نہیں ہوں گے۔ اور جو ماہر نہیں ہیں ان میں سے کسی کی آواز سنادو۔"
"اس بنگلے کا ایک سیکورٹی افسر تمہارا آلۂ کار بن سکتا ہے۔ میں ابھی اس سے رابطہ کرتا ہوں۔"
اس نے ریسیور اٹھا کر رابطہ کیا۔ دوسری طرف سے سیکورٹی افسر کی آواز آئی "ہیلو' آپ کون ہیں؟"
علی نے گولڈن برین کارمن کے کوڈ ورڈز ادا کیے پھر پوچھا "مورگن صاحب کہاں ہیں؟"
"بنگلے کے اندر ہیں سر!"
"کیا گارڈز بنگلے کے چاروں طرف الرٹ ہیں؟"
"یس سر!"
"بنگلے کے اندر اور کون ہے؟"
"وہی ایک بوڑھا باورچی ہے۔ صاحب کو کھانا کھلانے کے بعد وہ بھی چلا جائے گا۔"
"ٹھیک ہے' اسی طرح ڈیوٹی انجام دیتے رہو۔"
علی نے ریسیور رکھ کر ثانی کو دیکھا۔ وہ صوفے پر آرام سے بیٹھی خلا میں تک رہی تھی۔ یہ سمجھ میں آگیا کہ وہ سیکورٹی افسر کے پاس پہنچی ہوئی ہے۔
ثانی اس افسر کو بنگلے کے اندر جانے پر مائل کررہی تھی اور وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اندر چیکنگ کرنے کے خیال سے جارہا ہے۔ اس نے کچن میں آکر باورچی سے بات کی۔ ثانی بوڑھے باورچی کے خیالات پڑھنے لگی۔ پتا چلا کہ پورے بنگلے میں ایسی کوئی دوا یا نیم بے ہوشی طاری کرنے یا زخمی کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ البتہ ایک چاقو سبزی کاٹنے کے لیے تھا۔
وہ چاہتی تھی جے مورگن کو جسمانی زخم نہ لگایا جائے ورنہ دیکھنے والوں کو شبہ ہوگا۔ اس نے علی سے کہا "واقعی بہت سخت پہرا ہے۔ اس کے بنگلے میں کوئی خواب آور دوا بھی نہیں ہے۔"
"اسے زخمی کروگی تو گارڈز کو شبہ ہوگا۔"
"زخمی نہیں کروں گی۔ لیکن کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"
اس نے اپنے ایک ماتحت ٹالبوٹ کو مخاطب کیا۔ اسے اپنے دماغ میں بُلا کر کہا "میں سیکورٹی افسر کے دماغ میں تمہیں پہنچا رہی ہوں۔ جے مورگن اس وقت رات کا کھانا کھا رہا ہے۔ اس کے بعد باورچی اس بنگلے سے چلا جائے گا۔ تم مورگن کو اس طرح قابو میں کروگے کہ اس کے حلق سے آواز نہ نکلے۔ اس کی دماغی توانائی برقرار نہ رہے اور میں اس کے اندر آسانی سے پہنچ جاؤں۔"
"یس مادام! میں ایسا ہی طریقہ اختیار کروں گا۔"
"اس کے جسم کے کسی حصے کو زخمی نہیں کروگے۔"
"یس مادام! زخمی نہیں کروں گا۔"
"میں آدھے گھنٹے بعد تمہارے پاس آؤں گی۔"
وہ پھر علی کے پاس حاضر ہوگئی۔ علی نے پوچھا "کام ہورہا ہے؟"
"ہورہا ہے۔ کامیابی کی امید ہے۔"

"جے مورگن اپنے بنگلے سے چوبیس گھنٹوں میں ایک بار تفریح اور تازہ ہوا خوری کے لیے نکلتا ہے۔ اسے اس ملک سے کیسے نکال کرلے جاؤ گی؟"
"تم جانتے ہو' میرے لیے کوئی کام ناممکن نہیں ہے' لیکن تم ۔اون کروگے تو یہ مرحلہ آسان ہوجائے گا۔"
وہ بولا "جتنے یہودی ٹیلی پیتھی جاننے والے ہیں انہیں کوئی نہ ۔وئی سرکاری عہدہ دیا گیا ہے۔ جے مورگن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی ہے۔ وہ اپنا کارڈ دکھا کر ممنوعہ اور خفیہ فوجی اڈوں میں بھی جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مخصوص کارڈ دکھا کر رن وے پر کسی بھی پرواز ۔رنے والے طیارے میں چیکنگ کے لیے جاسکتا ہے۔"
"میں سمجھ گئی۔ اب اسے آسانی سے اغوا کرکے لے جاؤں ۔ں۔ اگر ایسے وقت تم بھی کسی ڈیوٹی کے بہانے وہاں موجود رہوگے ۔سی ناگہانی رکاوٹ کو دور کرسکو گے۔"
"بھئی تم مجھے چھوڑ کر جارہی ہو۔ آخری دیدار کے لیے ضرور ۔جود رہوں گا۔"
"خدا نہ کرے کہ آخری دیدار ہو۔ ذرا سوچ سمجھ کر الفاظ ادا ۔کرو۔"
اس کے ایک ماتحت موتا رو نے دماغ میں آکر کوڈ ورڈز ادا کیے ۔بتایا کہ روانگی کے سلسلے میں تمام کاغذات تیار ہوچکے ہیں اور صبح ۔بجے کی فلائٹ میں سیٹ ریزرو ہوچکی ہے۔
ثانی نے کہا "فرضی نام سے ایک اور سیٹ ریزرو کراؤ۔"
"مادام! کس پاسپورٹ کے حوالے سے ریزرو کراؤں؟"
"کسی بھی پاسپورٹ کا حوالہ دو۔ ٹیلی پیتھی سے کام نکالو۔"
ثانی نے آدھے گھنٹے بعد دوسرے ماتحت ٹالبوٹ سے پوچھا۔ ۔ا رپورٹ ہے؟"
"مادام! باورچی کام ختم کرکے بنگلے سے باہر جارہا ہے۔ سیکورٹی ۔رات کی آخری چیکنگ کے لیے اندر آیا ہے۔ چیکنگ کے بعد ۔بھی باہر جائے گا پھر مورگن دروازوں کو اندر سے بند کرلے ۔"
"ٹھیک ہے' شروع ہوجاؤ۔"
سیکورٹی افسر ایک کمرے میں آکر دیکھ رہا تھا کہ کوئی دشمن یا ۔قابلِ اعتراض چیز وہاں نہ ہو۔ اسی لمحہ ٹالبوٹ نے اس پر قبضہ ۔ا ۔ے غائب دماغ بنادیا۔ اسے وہاں سے چلاتا ہوا جے مورگن ۔یڈ روم میں لایا۔ مورگن سلیپنگ سوٹ پہننے کے بعد ایک ۔ب پڑھنے کے لیے میز پر بیٹھ رہا تھا۔ یہ اس کا معمول تھا۔ ۔ی دیر پڑھنے کے بعد اسے نیند آتی تھی۔
وہ سیکورٹی افسر کو دیکھ کر کتاب کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولا ۔ک ہوگئی؟"
افسر قریب آکر بولا "یس سر! میں باہر جارہا ہوں' آپ اندر ۔روازہ بند کرلیں' لیکن سر! وہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے۔"
مورگن نے گھوم کر کتاب کو دیکھا۔ افسر نے پیچھے سے گردن دبوچ لی۔ وہ اس اچانک افتاد سے کچھ بدحواس ہوگیا۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھنا چاہتا تھا کہ دشمنی کیوں کررہے ہو لیکن گردن اس بری طرح پھنسی ہوئی تھی کہ حلق سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔
وہ پوری قوت سے تڑپ کر آزاد ہونے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ افسر ڈبل ہارس پاور بنا ہوا تھا۔ ثانی اور ٹالبوٹ دونوں ہی اس افسر کو اپنی قوت پہنچا رہے تھے۔ جب ثانی نے دیکھا کہ مورگن اسی حالت میں سانس روکنے کے قابل نہیں رہا ہے تو اس نے دماغ میں زلزلہ پیدا کرتے ہی اس کا منہ بند کردیا تاکہ وہ چیخنے چلانے کے قابل نہ رہے۔
پھر اس نے ٹالبوٹ سے کہا "اس کی گردن چھوڑ دو' افسر کو بدستور غائب دماغ رکھو۔"
اس نے گردن چھوڑ دی۔ مورگن قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ثانی نے کہا "ہیلو مورگن! تمہیں تکلیف تو ہورہی ہے لیکن تمہیں قابو میں رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے۔"
اس نے پوچھا "تم کون ہو؟ مجھ سے کیا دشمنی ہے؟"
"ابھی بتاؤں گی کہ کون ہوں۔ فی الحال تمہارے سیکورٹی افسر کو یہاں سے ٹالنا ہے۔"

مور گن نے جھنجلا کر افسر سے پوچھا "کیا تم دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہو؟"

"یہ غائب دماغ ہے' تمہاری کسی بات کا جواب نہیں دے گا۔"

وہ سر کی تکلیف برداشت کرتا ہوا اٹھ کر کھڑا ہوا۔ ثانی نے کہا "تمہارے چور خیالات کہہ رہے ہیں کہ تم کھڑکی کے پاس جا کر چیخنا اور دوسرے گارڈز کو پکارنا چاہتے ہو۔ اگر میں ایک اور دماغی جھٹکا دوں تو تم خاصی دیر تک بولنے کے قابل نہیں رہو گے۔"

وہ انکار میں ہاتھ ہلا کر بولا "نہیں' نہیں......"

لیکن دماغ میں دوسری بار ہلکا سا زلزلہ آگیا۔ وہ پھر قالین پر گر کر تڑپنے لگا۔ اس کے حلق سے کربناک آوازیں نکل رہی تھیں۔ وہ تکلیف کی شدت سے چیخنا چاہتا تھا لیکن ثانی ایسا نہیں چاہتی تھی اس لیے وہ خاموشی سے ناقابلِ برداشت اذیت کو برداشت کررہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد تکلیف کم ہونے لگی۔ اس کی دماغی حالت بتا رہی تھی کہ وہ ایک آدھ گھنٹے تک خیال خوانی کرنے اور سانس روکنے کے قابل نہیں ہوسکے گا۔ ثانی نے اس کے دماغ پر پوری طرح قبضہ جما کر اسے قالین پر اٹھا کر کھڑا کیا۔ اس کا لباس درست کیا پھر ٹالبوٹ کو مخاطب کرکے کہا "مور گن میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگے تو تم افسر کے دماغ کو آزاد چھوڑ دینا کیونکہ ایسی ہی پوزیشن میں تم نے اسے غائب دماغ لیا تھا۔ اسے یقین دلانا ہے کہ وہ غائب دماغ نہیں تھا۔"

مور گن ثانی کی مرضی کے مطابق میز پر جھک کر کتاب بند کرنے لگا۔ افسر نے چونک کر سوچا کیا بات ہے؟ کیا مجھے کچھ ہوگیا تھا؟ یوں لگتا ہے ابھی میں یہاں نہیں تھا۔ مگر تھا اور اب بھی ہوں۔"

ٹالبوٹ نے اس کی سوچ میں کہا "میں کیا فضول باتیں سوچ رہا ہوں۔ ابھی ایک ساعت بھی نہیں گزری ہے۔ میں نے صاحب سے کہا تھا کہ کتاب میز پر سے گرنے والی ہے اور صاحب کتاب کے پاس جانے کے لیے ادھر گھوم گئے۔ اور اب وہ جھک کر کتاب بند کررہے ہیں۔"

اسی وقت مور گن نے ثانی کی مرضی کے مطابق کہا "چلو اب میں دروازہ بند کرکے سونے جاؤں گا۔"

سیکورٹی افسر اس کے آگے چلتا ہوا بیرونی دروازے تک آیا۔ پھر اسے سیلوٹ کرکے باہر چلا گیا۔ مور گن دروازے کو اندر سے بند کرکے اپنی خوابگاہ میں آیا۔ پھر اپنے بستر پر چاروں شانے چت لیٹ گیا۔ ثانی اسے تھپک تھپک کر سلانے لگی۔ اس کے بعد اس کے خوابیدہ ذہن پر عمل کرنے والی تھی۔

اور اب اس عمل کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں رہ گئی تھی۔ دیکھا جائے تو اب اس دنیا میں کسی کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ اونچے سے اونچے اور مضبوط سے مضبوط قلعے کی دیوار بھی چھوٹی پڑ جاتی ہیں اور ہیلی کا پٹر اندر چلا آتا ہے۔ سرحد پر پوری فوج کھڑی رہتی ہے اور جاسوس ملک کے اندر گھس آتے ہیں۔ گولڈن برینز نے بھی جے مور گن کو زبردست پہرے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کے باوجود ثانی ٹیلی پیتھی کی سرنگ بناتی ہوئی اس کے اندر گھس آئی تھی۔

اس نے ایک گھنٹے کے اندر اسے اپنا معمول اور تابعدار بنالیا۔ دو گھنٹے تک اسے تنویمی نیند سونے دیا۔ جب وہ جاگا تو ان احکامات پر عمل کرنے لگا جو تنویمی عمل کے دوران اس کے دماغ میں نقش کردیے گئے تھے۔ اس نے فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ قائم کیا پھر کہا "سر! صبح پانچ بجے والی فلائٹ سے ایک دشمن یہاں کے کچھ اہم راز لے جارہا ہے۔"

"کون ہے وہ دشمن؟"

"میں نے جس شخص کو خیال خوانی کے ذریعے ٹریپ کرکے معلومات حاصل کی تھیں' اس کا قتل ہوچکا ہے۔ وہ اس دشمن کا نام نہیں جانتا تھا۔ اسے صرف اتنا معلوم تھا کہ کوئی یہاں کے کچھ راز چرا کر صبح کی فلائٹ سے جارہا ہے۔"

"کیا تم اسے ائرپورٹ پر پہچان لوگے؟"

"ائرپورٹ پر لوگوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ میں مجرم کو طیارے میں سوار ہونے کا موقع دوں گا۔ طیّارے میں مسافروں کی مخصوص تعداد ہوگی وہاں ایک ایک کے خیالات پڑھ کر مجرم کو پہچان لوں گا۔"

"یہ بہترین طریقۂ کار ہے۔ میں سیکورٹی فورس سے کہتا ہوں وہ تمہیں ائرپورٹ لے جائیں گے۔"

"سر! سیکورٹی کے اعلیٰ افسر سے کہہ دیں کہ ان میں سے کوئی رن وے اور طیارے میں نہ آئے ورنہ مجرم ہوشیار ہوجائے گا۔"

"ٹھیک ہے' میں انہیں سمجھا دوں گا۔"

صبح فلائٹ کے وقت علی ثانی کے ساتھ ائرپورٹ آیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے دیر تک باتیں کرتے رہے۔ علی نے وعدہ کیا کہ وہ جلد ہی واشنگٹن آئے گا۔ پھر ثانی اس سے رخصت ہوکر طیارے میں سوار ہونے چلی گئی۔

جے مور گن سیکورٹی فورس کی جوانوں کی نگرانی میں تھا' لیکن یہ جوان اور افسران اس سے دور تھے۔ مور گن آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی کا کارڈ دکھا کر ایگزٹ گیٹ سے طیّارے کی طرف چلا گیا۔ نگرانی کرنے والے گیٹ کے پاس کھڑے رہ گئے۔

مور گن طیارے میں آیا۔ ثانی کنٹرول ٹاور کے اعلیٰ افسر کے دماغ میں تھی۔ ٹالبوٹ نے پائلٹ کے دماغ پر قبضہ جمایا تھا۔ مور گن نے بڑی تابعداری سے ائرپورٹ انتظامیہ کو سنبھال لیا تھا۔ وہاں کے انچارج کو سیڑھیاں ہٹانے پر مائل کیا تھا۔ طیارے کے دروازے بند کردیے گئے تھے۔ کنٹرول ٹاور سے سگنل مل چکا تھا۔ ایسے میں دیر کیا ہوتی؟ طیارہ چل پڑا۔ رن وے پر دوڑتا ہوا فضا میں پرواز کرنے لگا۔

سیکورٹی فورس کے اعلیٰ افسر نے حیرانی سے کہا "طیّارہ چلا گیا اور مسٹر مور گن نے کسی مجرم کی نشاندہی نہیں کی اور واپس بھی نہیں آئے۔"

ائرپورٹ کے سیکورٹی افسر نے کہا "مسٹر مور گن تو جاچکے ہیں۔"

"کہاں جاچکے ہیں؟"

"یہ تو میں نہیں جانتا۔ وہ اسی فلائٹ میں گئے ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا؟ سر! مسٹر مور گن نے ہمیں یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ ملک سے باہر جارہے ہیں۔ آپ نے بھی یہ بات راز میں رکھی۔"

"کیسا راز؟ میں نے جب یہ نہیں کہا تھا کہ وہ ملک سے باہر جائے گا تو پھر وہ کیسے جاسکتا ہے؟ کیا سچ کہہ رہے ہو کہ وہ باہر گیا ہے؟ اگر گیا ہے تو تم لوگوں نے جانے کیوں دیا؟"

"ہم کیسے روک سکتے تھے۔ ہمیں طیّارے کے قریب جانے سے منع کیا گیا تھا۔ وہ طیارہ مسٹر مور گن کو لے کر کیسے پرواز کرگیا یہ ہم نہیں جانتے۔"

"طیارے کو روکو۔"

"طیارہ فضا میں کیسے رکے گا۔ آگے سرحد ہے ائرپورٹ نہیں ہے۔"

"یو ایڈیٹ' اسے واپس لاؤ۔ کنٹرول ٹاور سے رابطہ کرو۔"

وہ دوڑتا ہوا قریبی دفتر میں گیا۔ پھر فون پر کنٹرول ٹاور سے رابطہ قائم کرنے کے بعد بولا "میں گولڈن برینز سیکورٹی فورس کا کیپٹن بول رہا ہوں۔ ابھی جو طیارہ یہاں سے گیا ہے' اسے واپس لاؤ۔ ہمارے ملک کی ایک اہم شخصیت کو اغوا کیا جارہا ہے۔"

دوسری طرف سے کہا گیا "آپ ہولڈ آن رکھیں۔ میں پائلٹ کو کال کررہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' جلدی کال کریں۔"

"آپ نے ہولڈ آن کیا ہے نا؟"

"ارے ہولڈ آن ہے۔ تب ہی تو ہم باتیں کررہے ہیں۔"

"ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا تھا کہ فون ایک طرف سے بند ہو تو دونوں طرف سے بند ہوجاتا ہے اور ایک طرف سے چالو ہو تو دوسری طرف سے بھی چالو رہتا ہے۔ ہم انسان بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر ایک بات نہ کرے تو دوسرا بھی بولنا چھوڑ دیتا ہے۔"

کیپٹن نے گرج کر کہا "یو مسٹر! وہ طیارہ سو میل دور نکل چکا ہوگا اور تم بکواس میں وقت ضائع کررہے ہو۔"

"اوڑ یو کیپٹن! جب سانپ نکل جاتا ہے تو ہم اسی طرح لکیریں پیٹ کر وقت ضائع کرتے ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ پائلٹ سے رابطہ قائم نہیں ہوگا۔"

"کیوں نہیں ہوگا؟"

"اس لیے کہ میرے دماغ پر کسی نے قبضہ جما رکھا ہے۔ میں پائلٹ سے رابطہ کرتا ہوں تو بیوی سے رابطہ ہوجاتا ہے۔"

کیپٹن نے گالیاں دیتے ہوئے ریسیور رکھ دیا۔ پھر ٹرانسمیٹر کے ذریعے راجر موس کو بتایا کہ مور گن کو اغوا کرنے والے ٹیلی پیتھی جانتے ہیں اور انہوں نے کنٹرول ٹاور کو اپنے کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔ لہٰذا طیارہ واپس نہیں آئے گا۔

راجر موس نے تمام گولڈن برینز کا ہنگامی اجلاس طلب کیا۔ ان میں گولڈن برین کارمن (علی) بھی تھا۔ سب کمپیوٹر کے ذریعے یہ معلوم کررہے تھے کہ جے مور گن اغوا کرلیا گیا ہے۔ وہ امریکن ائرلائن کے طیارے میں لے جایا جارہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہورہا ہے کہ سپر ماسٹر نے یہ چال چلی ہے اور اسرائیلی حکام کسی بھی ذریعے سے اس طیّارے کو اگلی کسی منزل پر نہیں روک سکیں گے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے ملک کے ائرپورٹ سے جے مور گن کو چھین کر واپس لاسکیں گے۔

ایک گولڈن برین نے کہا "ہماری نیویارک کی سیکرٹ ایجنسی نے اطلاع دی ہے کہ گزشتہ روز جان لمبوڈا کو قتل کردیا گیا ہے۔"

دوسرے نے کمپیوٹر کے ذریعے کہا "یہ چونکا دینے والی اطلاع ہے۔ جان لمبوڈا ٹیلی پیتھی کا ناقابلِ شکست روبوٹ کہلاتا تھا۔ اتنا بڑا آدمی اچانک مارا جائے تو اس کی موت کا یقین نہیں ہوتا۔ کیا

مستند ذرائع سے تصدیق کی گئی ہے؟"

"ہمارے ملک کے حکام نے سپر ماسٹر سے یہ سوال کیا تھا۔ اس نے یہ کہہ کر ٹال دیا کہ جان لمبوڈا لاپتا ہے۔ کسی مصلحت کی بنا پر اس کی موت چھپائی جارہی ہے۔"

"اگر وہ قتل ہو چکا ہے تو سپر ماسٹر کے پاس کہنے کو ٹیلی پیتھی جاننے والوں کی فوج ہوگی۔ لیکن لمبوڈا جیسا کوئی خرانٹ نہیں ہوگا۔ میری عقل تسلیم نہیں کرتی کہ سپر ماسٹر کے ناتجربہ کار ٹیلی پیتھی جاننے والوں نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

گولڈن برین کارمن عرف علی نے کہا "آپ بھول رہے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے ہمارے پاس ایک رپورٹ آئی تھی۔ اس میں ایک بہت ہی چالاک ٹیلی پیتھی جاننے والی سلوانہ کا ذکر ہے۔ فرہاد نے ایک بار لمبوڈا اور اس کے کئی ماتحتوں کے دماغوں میں جگہ بنالی تھی۔ ان سب کو سلوانہ نے فرہاد سے نجات دلائی تھی۔ اسے سپر مادام کا عہدہ دیا گیا ہے۔ میری عقل کہتی ہے کہ اسی سپر مادام نے مورگن کو اغوا کیا ہے۔"

"نیویارک اور واشنگٹن میں ہماری جتنی خفیہ ایجنسیاں ہیں ان سب کو مورگن کے سلسلے میں فوراً آگاہ کرنا چاہیے۔"

علی نے کہا "مورگن ہمارا سب سے اہم اور قابلِ اعتماد ٹیلی پیتھی جاننے والا ہے۔ ہم اس کی واپسی کے لیے صرف خفیہ ایجنسیوں پر بھروسا نہیں کریں گے ہمیں ذاتی طور پر بھی کچھ کرنا ہوگا۔"

"ہم ذاتی طور پر کیا کرسکتے ہیں؟"

"یہ آپ لوگ سوچیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں خود جے مورگن کو لانے امریکا جاؤں گا۔"

راجر موس نے کہا "ملک اور قوم کے لیے تمہارا جذبہ قابلِ تحسین ہے لیکن اسی ملک اور قوم کے لیے تم بہت زیادہ اہم ہو۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہاری ذہانت اور حاضر دماغی کے معترف ہیں۔ سیدھی سی بات ہے۔ ہم تمہیں کھونا نہیں چاہتے۔"

"اس میں کھونے کی کیا بات ہے؟ میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کے لیے جاؤں گا اور اسے کسی طرح واپس لے کر آجاؤں گا۔"

"ہوسکتا ہے تم کسی سازش کا شکار ہوجاؤ، بیمار ہوجاؤ یا کوئی حادثہ پیش آجائے۔ تم ہمارا وہ سرمایہ ہو جسے ہم کھودینے کے خیال سے ہی ڈر جاتے ہیں۔"

"مجھے حادثہ اپنے ملک میں بھی پیش آسکتا ہے۔ یہاں بھی میں کسی سازش کا شکار ہوسکتا ہوں۔ آپ لوگ مجھے اپنے درمیان رکھ کر میری کسی بدبختی سے نہیں لڑسکیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "مسٹر کارمن! اپنا ملک چھوڑ کر جانے کے سلسلے میں ابھی بحث نہ کرو۔ ہم اس مسئلے پر بعد میں غور کریں گے۔"

"جب تک یہاں غور کیا جائے گا، وہاں مورگن کا برین واش کردیا جائے گا۔ میں اس وفادار ٹیلی پیتھی جاننے والے کو دشمنوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑوں گا۔ ہم میں سے ہر گولڈن برین سال میں ایک ماہ کی چھٹی لیتا ہے۔ مجھے اجازت نہ دی گئی تو میں چھٹی لے کر جاؤں گا۔ چھٹی نہ دی گئی تو میں استعفا پیش کردوں گا۔"

تمام گولڈن برینز کے کمپیوٹر اسکرین تھوڑی دیر تک تاریک رہے پھر راجر موس نے کہا "میں تمام گولڈن برینز سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ کارمن کے بارے میں حتمی فیصلہ سنائیں۔"

ایک نے کہا "کسی بھی گولڈن برین سے اس کے مزاج کے خلاف کام لیا جائے گا تو وہ پوری ذہانت اور ذمے داریوں سے کام نہیں کرپائے گا۔ بہتر ہے کارمن کو جانے کی اجازت دی جائے۔"

سب نے باری باری تائید کی۔ راجر موس نے کہا "امریکا کے لیے اگلی فلائٹ پندرہ گھنٹے بعد ہے۔ کارمن! تم جانے کی تیاری کرو اور ان پندرہ گھنٹوں میں ملک سے باہر جانے کا ارادہ بدل لو تو ہم سب کو خوشی ہوگی۔"

"میں اگلی فلائٹ کے انتظار میں یہاں پندرہ گھنٹے ضائع نہیں کروں گا۔ ایک خصوصی طیارے میں استنبول جاؤں گا۔ مجھے وہاں سے ایک گھنٹے بعد ہی امریکا کے لیے فلائٹ مل جائے گی۔"

علی نے اپنی بات منوالی۔ سفر کی تیاریاں شروع کرنے لگا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کوڈورڈز ادا کیے پھر پوچھا "کب آرہے ہو؟"

"تقریباً ایک گھنٹے بعد یہاں سے روانہ ہوجاؤں گا۔ تم کہاں ہو؟"

"ہمارا طیارہ یونان سے گزر رہا ہے۔ یہ آگے جاکر روم میں اترے گا۔ وہاں ہمارے لیے ایک خصوصی طیارہ موجود ہوگا۔ میں مورگن کے ساتھ اس میں سفر کروں گی۔"

وہ دونوں خوش ہورہے تھے۔ تقریباً بارہ گھنٹے بعد واشنگٹن میں ان کی ملاقات ہونے والی تھی۔ لیکن علی کی لاعلمی میں اچانک ہی مخالف ہوا چلنے لگی تھی۔ وہ اپنے بنگلے سے نکل کر ائرپورٹ جانا چاہتا تھا، اس سے پہلے ہی فوج کے جوانوں نے اس کے بنگلے کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ کرنل نے کہا "مسٹر کارمن! ہمیں افسوس ہے۔ ایک انکوائری کے سلسلے میں آپ اپنی رہائش میں نظر بند رہیں گے۔ یہاں سے باہر نہیں نکلیں گے۔"

اس نے پوچھا "کیا میرے خلاف انکوائری ہورہی ہے؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ آپ ابھی مزید سوال نہ کریں۔"

وہ اپنے بنگلے کے اندر آگیا۔ ایک فوجی جوان نے دروازے کو باہر سے بند کردیا۔ معاملہ بہت گڑبڑ لگ رہا تھا۔ ورنہ وہ ایک گولڈن برین کو اس طرح نظربند نہ رکھتے۔

وہ سوچ رہا تھا "شاید میرے خلاف کوئی ثبوت ہاتھ آگیا ہے۔ ورنہ اس ملک میں میری جو عزت، مان مرتبہ اور رعب دبدبہ

ہے‘اس کے پیش نظر یہ مجھے حراست میں نہ رکھتے۔"
فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر ہیلو کہا۔ دوسری طرف سے راجر موس نے کہا "بیٹے! میرے لیے یہ بڑے دکھ کی بات ہے کہ تمہیں حراست میں رکھا گیا ہے۔ ہم تمام گولڈن برینز تمہارے لیے فائٹ کررہے ہیں۔"
اس نے پوچھا "انکل! آخر معاملہ کیا ہے؟"
راجر موس نے کہا "ایک مرینا نام کی ٹیلی پیتھی جاننے والی ہے۔ اس نے اعلیٰ حکام کے دماغوں میں آکر کہا ہے کہ تم اصل کارمن ہیرالڈ نہیں ہو‘ بلکہ فرہاد علی تیمور کے بیٹے علی تیمور ہو۔"
"کیا ایک دشمن خیال خوانی کرنے والی کی بات تسلیم کی جارہی ہے؟"
"وہ ثبوت پیش کرنے کے لیے کہہ رہی ہے کہ تمہاری انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ یہ نشانات اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات سے مختلف ہوں گے۔"
علی اس بات پر چونکا۔ مرینا اسے بہت دور سے گھیر رہی تھی۔ وہ بظاہر ہنستے ہوئے بولا "انکل! اتنی سی بات کے لیے مجھے حراست میں رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ فوراً میری انگلیوں کے نشانات لے کر یہاں سے مجھے جانے دیا جائے۔"
"میں ابھی کہتا ہوں۔"
رابطہ ختم ہوگیا۔ علی ریسیور رکھ کر اسٹور روم میں آیا۔ وہاں اس نے اپنی کچھ خفیہ چیزیں سنبھال کر رکھی تھیں۔ اصل کارمن ہیرالڈ کا تعلق بھی بابا صاحب کے ادارے سے تھا۔ جب وہ راجر موس کا ماتحت بننے والا تھا تب سرکاری کاغذات پر اس کے دستخط کے علاوہ انگلیوں کے نشانات بھی لیے گئے تھے۔
اور جب علی کو کارمن سمجھ کر گولڈن برین کا عہدہ دیا جارہا تھا تب بھی نئے سرے سے نئے تقرری کے کاغذات پر علی کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے تھے۔ اب یقیناً پرانے کارمن کے کاغذات اور نئے کارمن گولڈن برین کے کاغذات کا مطالعہ کیا جارہا ہوگا۔ فنگر پرنٹس سیکشن کے ماہرین دونوں کاغذات پر لگے ہوئے انگلیوں کے نشانات کا معائنہ کررہے ہوں گے۔
معائنہ کرنے کے نتیجے میں دونوں نشانات ایک ہی کارمن کے ظاہر ہونے والے تھے۔ کیونکہ ایسے موقع پر علی ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنتا تھا۔ وہ دستانے اتنے باریک اور آئینے کی طرح شفاف تھے کہ وہ ہاتھوں کی اصل جلد ہی کی طرح دکھائی دیتے تھے۔ ان دستانوں کی انگلیوں پر اصل کارمن ہیرالڈ کی انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر لگے ہوئے تھے۔ وہ کسی بھی چیز کو پکڑتا یا کاغذ پر انگوٹھے کا نشان ثبت کرتا تو یہی انگلیوں کے نشانات دستانے کے نیچے ہوتے اور کارمن کا اسٹیکر اوپر ہوتا اس میں کارمن کی انگلیوں کے نشانات نقش ہوجاتے تھے۔
اب پھر وہی مرحلہ درپیش تھا۔ چند ماہرین کے سامنے اس کی انگلیوں کے نشانات لیے جانے والے تھے۔ اس لیے اس نے اسٹور روم میں آکر الماری کے ایک خانے سے وہ مخصوص دستانے نکال لئے۔ انہیں دونوں ہاتھوں میں اچھی طرح پہن لیا۔ وہ جلد سے ایسے چپک جاتے تھے کہ دستانے لگتے ہی نہیں تھے۔ صاف طور سے ہاتھ ننگے دکھائی دیتے تھے۔
بڑی دیر بعد دو فوجی افسر ایک فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ آئے۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ ایک اعلیٰ افسر نے کہا "مسٹر کارمن! اس وقت میرے دماغ میں مس مرینا موجود ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ تم کارمن نہیں ہو۔"
علی نے کہا "اس کا دعویٰ غلط ہوگا تب بھی وہ آپ لوگوں کے دماغوں پر قبضہ جما کر اپنی بات منوالے گی اور مجھے اپنی ہی یہودی قوم کا دشمن ثابت کردے گی۔"
دوسرے افسر نے کہا "میں یوگا کا ماہر ہوں۔ وہ میرے اندر نہیں آسکے گی۔ ابھی ہم آپ کے پرانے فنگر پرنٹس چیک کرکے آرہے ہیں۔ میں نے آپ کی حمایت میں رپورٹ لکھی ہے کہ ان تمام نشانات کے مطابق آپ گولڈن برین کارمن ہیرالڈ ہیں۔"
علی نے کہا "تھینک یو۔ لیکن جب میں کارمن ثابت ہوچکا ہوں تو اب آپ حضرات کیا چاہتے ہیں؟"
اعلیٰ افسر نے کہا "مس مرینا کا اصرار ہے کہ ابھی آپ کی انگلیوں کے نشانات لیے جائیں۔ پلیز ہم سے تعاون کریں۔"
فنگر پرنٹس کے ماہر نے ایک کاغذ میز پر رکھا۔ علی خود سیاہی لے کر اپنے ہاتھوں میں لگانے لگا تاکہ ماہر سیاہی لگانے کے لیے اس کا ہاتھ نہ پکڑے۔ پکڑنے سے بھید کھلنے کا خدشہ تھا۔
اس نے دونوں ہتھیلیوں اور دس انگلیوں کے نشان مختلف کاغذات پر نقش کردیے۔ ماہر نے ان کا سرسری معائنہ کرنے کے بعد کہا "ٹھیک ہے‘ آپ اپنے ہاتھ صاف کرلیں۔ میں ابھی بغور معائنہ کررہا ہوں۔"
علی ایک کپڑے سے دونوں ہاتھ پونچھنے لگا۔ ماہر اپنے کام میں مصروف تھا۔ محدب شیشے سے پچھلے نشانات اور تازہ نشانات کا موازنہ کررہا تھا اور کہتا جارہا تھا "ٹھیک‘ بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی فرق نظر نہیں آرہا ہے۔"
وہ بڑی دیر تک معائنہ کرتا رہا اور بڑبڑاتا رہا۔ پھر اس نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا "آپ لوگ وقت ضائع کررہے ہیں۔ اگلے پچھلے تمام نشانات ان ہی کارمن صاحب کے ہیں اور اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"
اعلیٰ افسر نے خلا میں گھورتے ہوئے مرینا کو مخاطب کیا‘ اس سے پوچھا "تم نے سن لیا؟ تم نے میرے دماغ میں رہ کر دیکھ لیا کہ مسٹر کارمن نے ہمارے سامنے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات پیش کیے۔ یہ ہم نے بھی دیکھا‘ تم نے بھی دیکھا اور ماہر نے تصدیق کردی۔ کیا اب بھی تم ہمارے معزز گولڈن برین کو فراڈ کہہ کر ہمیں گمراہ کروگی؟"
وہ ذرا خاموش رہا پھر بولا "چپ کیوں ہو؟ جواب دو؟"
اسے جواب نہیں ملا۔ وہ ناگواری سے بولا "لعنت ہے اس پر۔ وہ کمبخت ناکام ہوتے ہی بھاگ گئی ہے۔ مسٹر کارمن! ہم بہت شرمندہ ہیں۔"
علی نے کہا "شرمندگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے فرض ادا کرنے کے لیے گولڈن برین کا بھی لحاظ نہیں کیا۔"
وہ تینوں علی سے رخصت ہونے کے لیے مصافحہ کرنا چاہتے تھے‘ اس نے دور ہی سے اپنے دونوں ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا "یہ کپڑے سے پونچھنے کے باوجود سیاہ ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں بھی کالک لگ جائے گی۔"
وہ صرف ہاتھ لہرا کر گڈ بائی کہتے ہوئے رخصت ہوگئے۔ ان کے جاتے ہی علی نے اطمینان کی سانس لی۔ پھر اپنے بیڈ روم میں آیا۔ باتھ روم کا دروازہ کھول کر واش بیسن کے پاس پہنچا اور نل کھول کر صابن سے دونوں ہاتھوں کو دھونے لگا۔
دونوں ہاتھ صاف ہوگئے۔ اس نے کمرے میں آکر چھت کے پنکھے کو آن کیا۔ ان ہاتھوں کی نمی کو خشک کیا۔ پھر ٹرانسپیرنٹ دستانوں کو اتارتے ہوئے اسٹور روم میں آگیا۔ الماری کے جس خانے سے وہ دستانے نکالے تھے پھر انہیں وہیں چھپا دیا۔
فوج کا اعلیٰ افسر اپنے جونیئر افسر اور ماہر کے ساتھ ایک کار میں واپس جارہا تھا۔ وہ یکبارگی چونک گیا۔ مرینا نے اس کے اندر چیخ کر کہا "گاڑی روکو‘ ڈرائیور سے کہو وہ گاڑی روکے۔"
وہ جھلا کر بولا "تم کیوں پیچھے پڑ گئی ہو؟ اب کیا چاہتی ہو؟"
"میں کہتی ہوں گاڑی رکواؤ‘ ورنہ کھوپڑی میں زلزلے پیدا کردوں گی۔"
اس نے ڈرائیور سے کہا "گاڑی روکو۔"
گاڑی رک گئی۔ ماتحت نے پوچھا "کیا بات ہے سر؟"
اعلیٰ افسر نے کہا "میری شامت آگئی ہے۔ مرینا میرا پیچھا نہیں چھوڑ رہی ہے۔"
وہ بولی "اس بار میں ثابت کردوں گی کہ وہ گولڈن برین کارمن نہیں ہے۔"
"فار گاڈ سیک مرینا! سفید کو سیاہ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔"
"میں ابھی دیکھ کر آرہی ہوں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹرانسپیرنٹ دستانے پہنے تھے۔ ان دستانوں پر اصلی کارمن کے ہاتھوں اور انگلیوں کے نشانات کے اسٹیکر تھے۔"
"مرینا! تم ہمارے گولڈن برین کارمن کے دماغ میں نہیں جاسکتیں۔ وہ یوگا کا ماہر ہے۔ پھر تم نے اس کے پاس کیسے جاکر دیکھ لیا؟"
"میں ٹیلی پیتھی کے بغیر بھی دیکھ سکتی ہوں۔"
"یہ تو کوئی احمق بھی تسلیم نہیں کرے گا کہ تم ہزاروں میل دور سے دیکھ لیتی ہو۔"
"میرے پاس ایسے دیکھ لینے کا ایک غیر معمولی علم ہے۔ میں اس علم کے متعلق ابھی نہیں بتاسکتی۔ فوراً واپس چلو۔"
اس کے بعد اس نے بحث کو طول نہیں دیا۔ اعلیٰ افسر کے دماغ پر قبضہ جمالیا۔ اس نے ڈرائیور کو حکم دیا "مسٹر کارمن کے بنگلے کی طرف واپس چلو۔ ہری اپ۔"
گاڑی واپس مڑ گئی۔ تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی بنگلے کے احاطے میں آئی۔ اعلیٰ افسر نے گاڑی سے اترتے ہوئے سیکورٹی افسر اور گارڈز سے کہا "میرے ساتھ بنگلے کے اندر چلو اور کارمن ہیرالڈ کو....."
سیکورٹی افسر نے کہا سر! بنگلا لاکڈ ہے‘ کارمن صاحب نہیں ہیں۔"
وہ دہاڑتے ہوئے بولا "کیا بکتے ہو۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے کارمن یہاں تھا۔"
"سر! بیس منٹ تھوڑے نہیں ہوتے۔ وہ تو اب ائرپورٹ پہنچ گئے ہوں گے۔"
"وہ ائرپورٹ کیوں گیا ہے؟"
"سر! وہ کہاں جاتے ہیں‘ کیوں جاتے ہیں؟ ہم معمولی افسر ہو کر ان سے پوچھ نہیں سکتے۔"
وہ سیکورٹی افسر سے بولا "اپنے کیبن میں چلو۔ کیا تمہارے پاس ٹرانسمیٹر ہے؟"
وہ کیبن کی طرف چلتے ہوئے بولا "یس سر! مگر کوئی خرابی پیدا ہوگئی ہے۔ ہم فون سے کام چلا رہے ہیں۔"
اعلیٰ افسر نے کیبن میں آکر فون کے ذریعے گولڈن برین راجر موس سے رابطہ کیا "سر! وہ جو آپ کا داماد کارمن ہے‘ وہ دراصل کارمن نہیں ہے۔ میں ابھی ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ فراڈ ہے۔"
راجر موس نے کہا "کیا بکواس ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہارے ساتھ جانے والے فنگر پرنٹس کے ماہر نے میرے داماد کے کارمن ہونے کی تصدیق کردی ہے۔ تصدیق کرانے کے بعد اسے فراڈ کیوں ثابت کرنا چاہتے ہو؟"
"سر! تفصیل بتانے کا وقت نہیں ہے۔ وہ فرار ہونے کے لیے ائرپورٹ کی طرف گیا ہے۔"
"تمہارا دماغ چل گیا ہے۔ وہ فرار نہیں ہورہا ہے‘ ہم تمام گولڈن برینز کی رضامندی سے خصوصی طیارے کے ذریعے امریکا جارہا ہے۔"
"پلیز آپ اس طیارے کو پرواز کرنے سے رکوا دیں۔ میں ثابت کردوں گا کہ وہ اپنے ہاتھوں میں اصلی کارمن کے فنگر پرنٹس پہن کر رہتا ہے۔"
"یہ میرے لیے نئی بات ہے۔ فنگر پرنٹس کیسے پہنے جاتے

ہیں؟"

"دراصل وہ دستانے پہنتا ہے ان دستانوں پر فنگرز پرنٹس کے اسٹیکر لگے رہتے ہیں۔"

"تعجب ہے۔ اس کی انگلیوں کے نشانات لیتے وقت تم لوگوں نے اس کے دستانے کیوں نہیں اتارے اور ان اسٹیکرز کو اپنی تحویل میں کیوں نہیں لیا؟"

"سر! ہم آپ کے ہر سوال کا جواب دیں گے۔ پہلے آپ طیارے کو رکوائیں۔ مگر نہیں' آپ نہیں رکوائیں گے۔ وہ آپ کا داماد ہے۔"

اعلیٰ افسر نے راجر موس سے رابطہ ختم کرکے دوسرے گولڈن برین واسکوڈی تھربا کے نمبر ڈائل کیے۔ پھر واسکوڈی تھربا کی آواز سن کر بولا "سر! میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ابھی میں نے ایک ماہر کے ذریعے کارمن کی تازہ انگلیوں کے نشانات لیے تھے۔"

تھربا نے کہا "یہ تازہ انگلیاں کیا ہوتی ہیں؟"

"میرا مطلب ہے' تازہ نشانات لیے تھے۔"

"ہمیں معلوم ہے تمام گولڈن برینز کو یہ خوشخبری مل گئی ہے کہ ہمارے گولڈن برین کارمن کے خلاف الزام غلط تھا۔"

"تو سر! وہ خوشخبری غلط تھی۔ میں ثابت کرسکتا ہوں کہ وہ کارمن فراڈ ہے۔"

"تصدیق کرنے کے بعد مخالفت کیوں کررہے ہو۔ کیا تمہارے پاس کوئی ٹھوس ثبوت ہے؟"

"جی ہاں' مگر آپ اسے ائرپورٹ جانے سے روک دیں۔"

"اسے تو کوئی گولڈن برین نہیں روکے گا۔ وہ ایک خفیہ مشن میں یہاں سے جارہا ہے۔ میرا خیال ہے میجر ہارورڈ! وہ مرینا پھر تمہارے دماغ میں گھس آئی ہے اور اپنی الٹی سیدھی حرکتوں سے کارمن کو امریکا جانے سے روکنا چاہتی ہے۔ سوری ٹو سے' ہمارے گولڈن برین کارمن کو جانے سے مرینا کا باپ بھی نہیں روک سکے گا۔ دیٹس آل۔"

واسکوڈی تھربا نے ریسیور رکھ دیا۔ مرینا نے لیو ہارورڈ کے اندر چیخ کر کہا "یہ کیا ہورہا ہے؟ وہ فرہاد کا بیٹا علی ہے۔ اسے کسی طرح روکو ورنہ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔"

میجر نے کہا "مرینا! تم بھی کچھ دماغ لڑاؤ۔ اسے روکنے کی ترکیب بتاؤ۔ یہ یاد رکھو۔ جب تک کوئی گولڈن برین حکم نہیں دے گا تب تک وہ طیارہ نہیں رکے گا۔ فی الحال کسی طرح اسے پرواز سے روکنا ہے۔"

وہ بولی "فوراً ایئرپورٹ سیکورٹی افسر کو فون کرو اور اس سے کہو خصوصی طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ اس میں گولڈن برین کارمن کو سوار نہ ہونے دیا جائے۔"

میجر ٹیلی فون ڈائریکٹری کھول کر نمبر ڈھونڈنے لگا۔ مرینا غصے سے بولی "کیا تمہیں اپنے ملک کے ائرپورٹ کا نمبر معلوم نہیں ہے؟"

"معلوم ہے۔ لیکن سیکورٹی ڈیپارٹمنٹ الگ ہے۔ اب میں ہر ڈیپارٹمنٹ کے نمبر زبانی یاد نہیں رکھ سکتا۔"

نمبر مل گیا۔ اس نے ڈائل کیا.... تھوڑی دیر میں رابطہ ہوا۔ ادھر مرینا انگاروں پر لوٹ رہی تھی اور سوچ رہی تھی' آخر یہ فرہاد اور اس کی فیملی کے لوگ مقدر سے کیسے دوستی رکھتے ہیں؟ فرہاد بری طرح پھنسنے کے بعد مکھن کے بال کی طرح نکل گیا۔ علی پورے ثبوت کے ساتھ گرفتار ہونے والا ہے لیکن گرفتار کرنے والے فوجی اور تمام گولڈن برینز خود اسے ملک سے باہر بھگا رہے ہیں۔

میجر نے رابطہ ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ فوراً الرٹ ہوجاؤ۔ کارمن کے طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔"

سیکورٹی افسر نے گھبرا کر چیختے ہوئے پوچھا "کس طیارے کی بات کررہے ہو۔ اس وقت دو رن وے پر دو طیارے پرواز کے لیے کھڑے ہیں۔ جلدی بتاؤ۔ یہ کارمن کا طیارہ کس طیارے کو کہہ رہے ہو؟"

"یہ ایک خصوصی طیارہ ہے۔ اس میں ایک گولڈن برین کارمن سفر کرنے والا ہے۔"

"یہ گولڈن برین کیا ہوتا ہے؟ کیا کوئی بہت بڑی سرکاری شخصیت ہے؟"

"ہاں' ایک بہت بڑا سرکاری عہدیدار جانے والا ہے' فار گاڈ سیک اس طیارے کو پرواز سے روک دو۔"

"میجر صاحب! یہ تل ابیب کا بن گورین BEN GOURIN ائرپورٹ ہے۔ سرکاری عہدیداروں کے خصوصی طیارے ائرفورس کے رن وے سے پرواز کرتے ہیں۔"

ادھر سے رابطہ ختم ہوگیا۔ مرینا نے غصّے سے تلملا کر کہا "گدھے کے بچے! تمہیں میجر کس نے بنایا ہے؟ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ خصوصی طیارے کہاں سے پرواز کرتے ہیں؟"

وہ پریشان ہوکر بولا "اگر تم جانتی تھیں تو مجھے بتادیتیں۔"

اس نے پھر ڈائریکٹری میں نمبر تلاش کیے۔ نمبر ملنے کے بعد رابطہ کیا۔ پھر رابطہ قائم ہونے پر کہا "میں میجر ہارورڈ بول رہا ہوں۔ ایک گولڈن برین کارمن ہیرالڈ خصوصی طیارے سے جانے والے ہیں۔ انہیں روک دیا جائے کیونکہ طیارے میں بم رکھا ہوا ہے۔ وہ پرواز شروع کرتے ہی ایک دھماکے سے پھٹ پڑے گا۔ گولڈن برین کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔"

دوسری طرف سے پوچھا گیا "آپ کو یہ اطلاع کہاں سے ملی؟"

"یہ سوال جواب کا وقت نہیں ہے۔ اس طیارے کو فوراً روکو۔"

"کیا آپ یقین سے کہہ رہے ہیں کہ بم رکھا ہوا ہے اور وہ پرواز کرتے ہی پھٹ پڑے گا۔"

"بالکل یقین ہے۔"

"لیکن بم تو نہیں پھٹا۔ طیارہ بخیریت پرواز کرچکا ہے۔"

یہ سنتے ہی مرینا غصے سے پھٹ پڑی۔ اس نے میجر کے دماغ کو زبردست جھٹکا پہنچایا۔ وہ چیخیں مارتا ہوا اچھل کر کیبن کے فرش پر گر پڑا اور یوں تڑپنے لگا جیسے اسے ذبح کیا جارہا ہو۔ سیکورٹی گارڈز وغیرہ دوڑتے ہوئے آگئے تھے۔ میجر کا ماتحت کہہ رہا تھا "مس مرینا! یہ ظلم ہے' ناانصافی ہے۔ تم اپنے دشمن کا غصہ میرے سینئر پر اتار رہی ہو۔ جبکہ یہ تمہارے تمام احکامات کی تعمیل کرتے آرہے ہیں۔"

مرینا نے سیکورٹی افسر کی زبان سے کہا "ایسے احکامات کی تعمیل کا کیا فائدہ کہ جو دشمن آسانی سے گرفت میں آسکتا تھا وہ اتنی ہی آسانی سے فرار ہوگیا۔"

"ہم نے اسے فرار نہیں کرایا ہے۔"

"بکواس مت کرو۔ اس بنگلے کے اندر اس کے خلاف ثبوت موجود ہے' اندر جاؤ میں تمہیں گائیڈ کروں گی۔"

"جانے والا چلا گیا۔ اب کیوں اس کے پیچھے پڑی ہو؟"

"میں تمہارے گولڈن برینز کو اور تمام حکمرانوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ میں نے اس فرار ہونے والے پر غلط الزام نہیں لگایا تھا۔"

ماتحت افسر نے سیکورٹی افسر سے کہا "مسٹر کارمن کا بنگلا کھولو۔"

"سوری سر! یہ ایک گولڈن برین کا بنگلا ہے۔ کسی دوسرے گولڈن برین کے حکم سے ہی کھولا جاسکتا ہے۔"

مرینا نے کہا "کتو! میں ابھی تم سے بنگلا کھلوا سکتی ہوں' لیکن تمہارے بڑوں کو بتانا چاہتی ہوں کہ تم سب کو ایک دشمن کے فریب سے بچانے کے لیے اتنی کوششیں کررہی ہوں۔ چلو فون کرو۔"

ماتحت افسر نے راجر موس سے رابطہ قائم کرنے کے بعد کہا۔ "سر! یہ درست ہے کہ مرینا ہماری خیر خواہ نہیں ہے لیکن فرہاد سے دشمنی کے دوران اس کا اور ہمارا محاذ ایک ہوسکتا ہے بلکہ ایک ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"سر! وہ اب بھی ثابت کرسکتی ہے کہ ابھی ملک سے باہر جانے والا کارمن دراصل علی تیمور ہے۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے' اسے ثابت کرنے دو۔"

"وہ ثبوت حاصل کرنے کے لیے یہ بنگلا کھولنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے' سیکورٹی افسر کو فون دو۔"

سیکورٹی افسر نے ریسیور لیا۔ راجر موس نے کہا "اپنے گارڈز کے ساتھ بنگلے کے اندر جاؤ۔ یہ افسر وہاں سے کوئی ثبوت حاصل کرے تو مجھے اطلاع دو۔"

اس نے ریسیور رکھ دیا۔ سیکورٹی افسر میجر ہارورڈ' اس کے ماتحت اور فنگر پرنٹس کے ماہر کے ساتھ بنگلے کے بیرونی دروازے پر آیا پھر اس کا لاک کھولنے لگا۔ مرینا نے قسم کھائی تھی کہ پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ وہ علی کو یہودیوں کی قید اور عقوبت گاہ میں نہ پہنچا سکی۔ اس ناکامی کے بعد وہ ہمیشہ کے لیے اسے گولڈن برینز کے حلقے سے نکال کر پھینکنے والی تھی۔ ابھی علی کی تقدیر اور مرینا کی تدبیر کے درمیان جنگ جاری تھی۔

○☆○

علی کا خصوصی طیارہ لبنان سے گزر چکا تھا اور ترکی کی فضاؤں میں پرواز کرتا ہوا انقرہ کی طرف جارہا تھا۔ ایسے ہی وقت ثانی نے اسے مخاطب کیا۔ وہ بولا "فوراً کوڈ ورڈز ادا کرو کیونکہ مرینا بھی دھوکا دے کر آسکتی ہے۔"

اس نے کوڈ ورڈز ادا کیے "ثانی اے بلومنگ فلاور" (ثانی ایک کھلتا ہوا پھول ہے۔)

"اپنے منہ سے اپنے حسن کی تعریف کررہی ہو۔"

"یہ کوڈ ورڈز تم نے ہی مقرر کیے ہیں ورنہ میں تعریف کی محتاج نہیں ہوں۔ بائی دی وے' ابھی تم مرینا کی بات کررہے تھے؟"

"وہ ہم سب کے پیچھے پڑگئی ہے۔ چونکہ تم سے بے خبر ہے اس لیے تمہاری طرف نہیں آرہی ہے۔"

"لیکن امی نے تو بتایا تھا کہ پاپا کو اس کی گرفت سے نجات مل گئی ہے اور وہ خود میرے ڈیڈی (سلمان) کے چنگل میں پھنس گئی ہے۔ اسے ازبکستان سے نکل جانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"بیشک' وہ محکوم اور مجبور ہوگئی تھی پھر کسی کا مضبوط سہارا حاصل ہوتے ہی آتما شکتی کے ہتھکنڈوں سے ہم پر غالب آنے کی کوشش کررہی ہے۔"

"وہ تمہارے ساتھ کیا کررہی ہے؟"

"گولڈن برینز اور یہودی حکام کے سامنے میرا فراڈ ثابت کردیتی' اس نے میرے فنگر پرنٹس کا مسئلہ پیدا کردیا تھا۔"

وہ اس سلسلے میں ثانی کو تمام تفصیلات بتانے لگا کہ کس طرح اس نے فنگر پرنٹس کے ماہر اور فوجی افسران کو دھوکا دیا ہے۔

علی کو اس کے بعد کے حالات نہیں معلوم تھے کہ مرینا کی ضد پر اسے کس طرح ملک سے باہر جانے سے روکا جارہا تھا اور وہ کئی رکاوٹوں کے باوجود وہاں سے نکل آیا ہے اور یہ کہ مرینا ابھی تک اس کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ وہ ان تمام کٹھن حالات سے بے خبر تھا۔

ثانی نے پوچھا "پھر تو وہ پاپا اور پارس کو بھی پریشان کررہی ہوگی؟"

"وہ ایسا ضرور کررہی ہوگی۔ تم پاپا اور پارس کے پاس جاکر ان کی خیریت معلوم کرتی رہو۔"

"میں ابھی جاؤں گی۔ تم شاید انقرہ پہنچنے والے ہو؟"

وہ جواب نہ دے سکا۔ فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ اس نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔ طیارے کے پائلٹ نے کہا "سر! ہولڈ

آن کریں، تل ابیب سے کال ہے۔"

تھوڑی دیر بعد راجر موس کی آواز سنائی دی "ہیلو کارمن! کیسے ہو؟"

"فائن سر! میرا سفر جاری ہے۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹے میں استنبول پہنچ جاؤں گا۔"

وہ ہنستے ہوئے بولا "مرینا تمہارے پیچھے پڑ گئی ہے۔ ابھی وہ چند افسران کو ساتھ لے کر تمہارے بنگلے میں گئی ہے۔ دعوے کرتی ہے کہ تمہارے بنگلے سے ثبوت حاصل کرلے گی۔"

"بکواس کرتی ہے۔ میں اپنی سچائی کے تمام ثبوت پیش کرچکا ہوں۔"

"وہ کمبخت کہتی ہے، تم دستانے پہن کر اور اصل کارمن کی انگلیوں کے نشانات والے اسٹیکر لگا کر فراڈ کر رہے ہو۔"

علی نے چونک کر سوچا۔ یہ دستانے اور اسٹیکر والی بات مرینا کو کیسے معلوم ہوگئی۔ میں تو ایسی چیزیں بڑی رازداری سے چھپا کر رکھتا ہوں۔

ثانی اس کے اندر رہ کر راجر موس کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے کہا "اوہ خدایا! علی تم نے اس کمبخت کی آتما شکتی کو بھلا دیا تھا۔ جب یہ چیزیں تم چھپا کر رکھ رہے ہوگے تو اس کی آتما نے آکر دیکھا ہوگا۔"

دوسری طرف سے راجر موس نے پوچھا "ہیلو، ہیلو کارمن! تم خاموش کیوں ہوگئے؟ کیا میری آواز آرہی ہے؟"

"ہاں، آرہی ہے لیکن مرینا بھی آرہی ہے اور میں بار بار سانس روک رہا ہوں۔ پلیز آپ تھوڑی دیر بعد مجھ سے رابطہ کریں۔ ابھی میں اسے بھگا رہا ہوں۔"

اس نے ریسیور رکھ کر رابطہ ختم کردیا پھر ثانی سے کہا "میں نے ان دستانوں کو الماری کے ایک خانے میں چھپا کر رکھا تھا۔ اس کمبخت کی آتما شکتی ہمارے لیے عذاب بن گئی ہے۔ ہم اسے دیکھ نہیں سکتے وہ قریب آکر ہماری خفیہ حرکتیں دیکھ لیتی ہے۔"

ثانی نے کہا "اس نے الماری کے خانے سے یہ چیزیں برآمد کرائی ہوں گی۔ تمہارے خلاف ٹھوس ثبوت پیش کرچکی ہوگی۔"

"گویا اسرائیل میں گولڈن برین کی حیثیت سے میں داخل نہیں ہوسکوں گا۔ بہرحال فوراً احتیاطی تدبیر پر عمل کرو۔ میرا بھید کھلتے ہی اس طیارے کے پائلٹ کو میرے خلاف ہدایات دی جائیں گی۔ تم اسے قابو میں رکھوگی۔"

وہ تھوڑی دیر پہلے پائلٹ کی آواز سن چکی تھی اس لیے اس کے دماغ میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد ہی پائلٹ نے کال ریسیو کی۔ راجر موس کہہ رہا تھا کہ کارمن ہیرالڈ سے بات کرائی جائے۔ پائلٹ نے علی تک پیغام پہنچا کر ریسیور رکھ دیا۔ ثانی علی کے پاس آگئی۔

دوسری طرف سے راجر موس کہہ رہا تھا "بیٹے کارمن! تمہارے خلاف ایک ایسا ٹھوس ثبوت حاصل ہوا ہے جسے دیکھ کر میرا دل ڈوب رہا ہے۔ اس وقت تمام گولڈن برینز کمپیوٹرز کے ذریعے ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہ باتیں کمپیوٹر اسکرین پر آرہی ہیں۔ اس طرح تمہارے جوابات بھی نشر ہوتے رہیں گے۔"

علی نے کہا "انکل! ٹھوس ثبوت کے پیشِ نظر میرا فراڈ واضح ہوچکا ہے۔ اس کے بعد میں دشمن کہلاتا رہوں گا۔ پھر بھی آپ کو انکل کہتا رہوں گا، کیونکہ میں نے آپ کی بیٹی کے ساتھ ایک خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری ہے۔ وہ بہت ہی شریف اور نیک بخت تھی۔ آپ یہودیوں کے درمیان رہ کر میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ یہودی بھی انسان ہوتے ہیں۔ مہذب اور انسان دوست ہوتے ہیں۔"

وہ ایک ذرا توقف سے بولا "آپ لوگ غور کریں اور حساب کریں تو میں نے دشمنی کے دوران ہمیشہ ان یہودی اکابرین کے لیے جان کی بازیاں لگائی ہیں اور انہیں لبوڈا جیسے دشمنوں سے نجات دلائی ہے، جو مجھے انسان دوست نظر آتے رہے۔ میں آپ تمام گولڈن برینز کی شہ رگ کے قریب رہا لیکن آپ اس لیے زندہ سلامت ہیں کہ آپ لوگ نہایت ہی سلجھے ہوئے انسان ہیں۔ یہ میرا وعدہ ہے کہ میں اور میرے پاپا آئندہ بھی آپ لوگوں کے دوست رہیں گے اور جب تک آپ کی طرف سے دشمنی میں پہل نہیں ہوگی ہم دوستی نباہتے رہیں گے۔"

ایک گولڈن برین نے کہا "یہ دشمن ہمارے اندر گھس کر ہمیں اُلّو بناتا رہا اور بھید کھلنے پر دوستی کا دعویٰ کر رہا ہے۔"

راجر موس نے یہ بات فون کے ذریعے علی تک نہیں پہنچائی۔ اس سے کہا "بیٹے! میں اس مسئلے پر تم سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ وعدہ کرو کہ آئندہ مجھ سے رابطہ رکھوگے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔ اپنے پاپا کی طرح آپ کی عزت کرتا ہوں۔"

راجر موس نے فون کا رابطہ ختم کرکے کمپیوٹر اسکرین پر کہا "میں نے علی تیمور سے رابطہ ختم کردیا ہے۔ اس سے بعد میں گفتگو کروں گا۔ پہلے ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ علی جا چکا ہے اس سے اب دوستی کرنے میں فائدہ ہے یا دشمنی میں؟"

ایک گولڈن برین نے کہا "تم نے اس سے رابطہ کیوں ختم کردیا؟ مرینا ہمارے فیصلے کی منتظر ہے۔ ہم اسے پائلٹ کے دماغ میں پہنچا دیں تو زیادہ سے زیادہ ہمارے ایک پائلٹ اور طیارے کا نقصان ہوگا۔ لیکن فرہاد اپنے لاڈلے بیٹے کی موت برداشت نہیں کرسکے گا۔ جیتے جی آدھا مر جائے گا۔"

دوسرے گولڈن برین نے کہا "یہ فرہاد کو عبرت ناک سزا دینے کا بہترین موقع ہے۔ اسے عبرت حاصل ہوگی تو وہ آئندہ گولڈن برینز کے قریب آنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

گولڈن برین واسکوڈی تھربا نے کہا "اگر ہم علی تیمور کو نقصان نہ پہنچائیں تو یہ فرہاد سے دوستی کی بہترین ابتدا ہوگی۔ میں راجر موس کی تائید کرتا ہوں، ہمارا قدم دوستی کی طرف بڑھے گا۔"

ایک اور گولڈن برین نے علی کی حمایت کی۔ یوں مرینا کو وہاں بھی ناکامی ہوئی۔ وہ راجر موس کے دماغ میں پہنچ نہیں سکتی تھی ورنہ اسے قابو میں کرکے پائلٹ کے اندر پہنچ کر طیارے کو علی سمیت تباہ کردیتی۔ یہ بالکل سامنے کی بات تھی وہ ایسا کرسکتی تھی لیکن کوئی گولڈن برین اسے اپنے پاس پھٹکنے نہیں دے رہا تھا۔

○☆○

وہ قوم کا نیپالی اور ذات کا گورکھا تھا۔ ہمالیہ کی ترائی میں موری تی نامی گاؤں میں رہتا تھا۔ وہاں کے مندر کا پجاری تھا۔ پنڈت بھی کہلاتا تھا کیونکہ جوتش ودیا میں اسے کمال حاصل تھا۔ جس بات کی وہ پیش گوئی کرتا تھا، وہ بات ضرور پیش آتی تھی۔ ہمالیہ کی ترائی سے جنوب میں سری لنکا تک اس کی جوتش ودیا کا چرچا تھا۔

اس شہرت کے باعث اس گمنام گاؤں کی رونق بڑھ گئی تھی۔ بڑے بڑے گیانی اس سے یہ علم سیکھنے آتے تھے۔ راجے مہاراجے، کروڑ پتی اور ارب پتی سرمایہ دار اپنے اپنے مقدر کا بھید معلوم کرنے آتے تھے۔ اور مرادیں پوری ہونے پر اس کی جھولی سونے چاندی سے بھر جاتے تھے۔ وہاں اسکول اور اسپتال وغیرہ بنا دیتے تھے۔ وہاں انسانی زندگی کی سہولتیں حاصل ہونے لگیں تو لوگ آکر آباد ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ وہ گاؤں ایک چھوٹے سے شہر میں تبدیل ہوگیا۔ اس پجاری پنڈت کو لوگ سرنا مہاراج کہتے تھے۔ اس کے نام پر وہ چھوٹا سا شہر سرنا ٹاؤن کہلانے لگا۔

پھر سرنا مہاراج کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ اس کی جوتش ودیا نے بتایا تھا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی۔ دونوں ہی بچے مہاگنی اور مہاگیانی ہوں گے۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان کا بول بالا رہے گا اور دشمنوں کا منہ کالا ہوتا رہے گا۔

اس نے بیٹے کا نام پے پے سرنا رکھا۔ چار برس بعد ایک بیٹی ہوئی۔ جوتش ودیا کے مطابق اس کا شی تارا نام رکھا گیا اس عرصے میں سرنا مہاراج اتنا دولت مند ہوگیا تھا کہ اپنے لیے قلعہ نما حویلی بنوالی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس حویلی کے تہ خانے میں کتنی دولت چھپی ہوئی ہے۔

اس کی دولت مندی کا اندازہ یوں ہوتا تھا کہ وہ اپنے بیٹے پے پے سرنا اور بیٹی شی تارا کے لیے یورپ اور امریکا سے استادوں کو لاتا تھا۔ استادوں سے کوئی بھول چوک ہوتی تو انہیں وہاں سے بھگا کر دوسرے بلوا لیتا تھا۔

کسی نے پوچھا۔ اپنے بچوں کو یورپ کے مہنگے اسکولوں میں کیوں نہیں بھیج دیتے؟ اس نے جواب دیا۔ بچے میرے سائے سے محروم ہوکر وہ ودیا نہیں سیکھ پائیں گے، جس سے مجھے عروج حاصل

ہے۔ ستاروں کی چال اور سیاروں کی گردش بتا رہی ہے' یہ بچے مجھ سے بھی زیادہ حیرت انگیز اور غیر معمولی علوم حاصل کریں گے۔

اس نے دونوں کو بچپن ہی سے سکھایا کہ کسی ایک چیز پر کیسے دھیان جما کر رکھنا چاہیے۔ جب ایک چیز کو دیکھو اور اسے سمجھتے رہو تو اس وقت ساری دنیا کو بھول جایا کرو۔ وہ بچے چاند کو دیکھتے تو اسے پلکیں جھپکائے بغیر دیکھتے رہ جاتے۔ ان کے پیچھے بیٹھا ہوا باپ اپنے بھاری بھرکم لہجے میں مگر دھیمی آواز میں کہتا رہتا۔ یہ چاند ہے۔ اس کی ٹھنڈی روشنی تمہاری آنکھوں میں آرہی ہے۔ تمہارے دل میں پہنچ رہی ہے اور تمہاری آتما میں اتر رہی ہے۔

بچے اگر پھول کو ایک ٹک دیکھتے رہتے تو ان کے کانوں میں باپ کی آواز سرگوشی کرتی۔ پھول کی سُندرتا تمہارے ذہنوں میں نقش ہو رہی ہے۔ اس کا رنگ آنکھوں میں اتر رہا ہے اور خوشبو دلوں میں بس رہی ہے۔

وہ علاقہ سال کے آٹھ دس مہینے برف سے ڈھکا رہتا تھا۔ باپ ان بچوں کو صبح سویرے برف پر دوڑاتا تھا۔ ان کے پیر برف میں دھنستے رہتے تھے اور وہ دوڑتے جاتے تھے۔ ان حالات میں اور ایسے موسم میں ان بچوں کی سانسیں کیسی مستحکم ہوتی ہوں گی' یہ ورزش کرنے والے پہلوان ہی سمجھ سکتے ہیں۔ دس برس کی عمر میں وہ ایسے ہوگئے تھے کہ میلوں دور تک دوڑتے رہنے کے باوجود نہ تھکتے تھے اور نہ ہانپتے تھے' بڑی سہولت سے سانس لیتے رہتے تھے۔

بھارت سے آنے والے استاد انہیں ہندی اور اردو پڑھاتے تھے' یورپ سے آنے والے انہیں انگریزی' سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کی تعلیم دیتے تھے' اور باپ ان سے جسمانی مشقیں کراتا تھا۔ اس نے چین اور جاپان سے جوڈو کراٹے کے بڑے بڑے استادوں کو بلایا تھا اور اس جستجو میں رہتا تھا کہ اس کے بچوں کو خوب سے خوب تر اساتذہ ملتے رہیں۔

پھر کسی نے اسے بتایا کہ فی زمانہ ایک ہی استاد ایسا ہے جو اپنے ہنر اور تربیت سے انسان کو فولاد بنادیتا ہے اور اس استاد کا نام ہے ماسٹر دانشو رودکی۔

سرنا مہاراج نے پوچھا "ماسٹر دانشو رودکی کہاں ہے؟ اسے ہر قیمت پر یہاں لے آؤ۔"

اس کے سیوک نے کہا "مہاراج! وہ کسی قیمت پر نہیں آئے گا۔ کیونکہ وہ پیرس کے ایک مضافاتی علاقے میں ہے۔ وہاں بابا فرید واسطی کا ایک ادارہ اور تربیت گاہ ہے۔"

"ہم اس تربیت گاہ سے زیادہ اسے معاوضہ دیں گے۔"

"وہ پھر بھی نہیں آئے گا۔ کیونکہ فرہاد علی تیمور کے دو بیٹوں کو ٹریننگ دے رہا ہے۔ وہ دونوں بھی پے پے سرنا کی طرح دس برس کے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے کہا "یہ میرے لیے دکھ اور شرم کی بات ہے کہ انسانوں کو فولاد بنانے والا دانشو رودکی میرے بچوں کو فولاد بنانے یہاں نہیں آئے گا۔ آخر یہ فرہاد کون ہے کیا مجھ سے زیادہ دولت مند ہے؟؟"

سیوک نے کہا "میں پیرس گیا تھا تب معلومات حاصل ہوئیں۔ فرہاد اتنا دولت مند ہے کہ اس کا اپنا ایک مکان نہیں ہے۔ اس کی جیب میں کبھی نقد رقم نہیں رہتی۔ وہ اپنے بدن پر ایک ہی لباس پہن کر ایک ملک سے دوسرے ملک جاتا ہے۔"

"پھر تو وہ بہت کنگال ہے۔"

"نہیں مہاراج! وہ جیب میں اس لیے رقم نہیں رکھتا کہ دنیا کی تمام تجوریاں کھول سکتا ہے۔ جب چاہتا ہے رقم ہاتھ میں آجاتی ہے۔ اس کے سر پر اپنی چھت اس لیے نہیں ہے کہ پلک جھپکتے ہی دنیا کے تمام شاندار محلوں اور بڑے بڑے ملکوں کو اپنے نام لکھوا سکتا ہے۔ ایک لباس میں اس لیے گھر سے نکلتا ہے کہ جس ملک اور جس شہر سے گزرتا ہے وہاں کے شاہی درزی اس کے لیے نئے ملبوسات تیار رکھتے ہیں۔"

سرنا مہاراج نے سیوک کو گھور کر کہا "کیوں لمبی لمبی ہانک رہا ہے۔ فرہاد کیا آدمی نہیں دیوتا ہے۔"

"مہاراج! وہ اوتّشے دیوتا ہے۔ یقین نہ ہو تو اس کی جنم کنڈلی بنا کر دیکھ لیں۔"

سرنا مہاراج نے اس رات تنہائی میں بیٹھ کر جنم کنڈلی تیار کی تو حیران رہ گیا۔ انکشاف ہوا کہ فرہاد علی تیمور ٹیلی پیتھی جانتا ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ مقدر کا دھنی ہے۔ گرتے گرتے سنبھل جاتا ہے۔ ٹوٹتے ٹوٹتے جڑ جاتا ہے۔ کئی بار مر کر جی اٹھے گا۔ نہ کبھی حادثاتی موت مرے گا' نہ کوئی اسے مار سکے گا۔ بابا فرید واسطی کی پیش گوئی کے مطابق وہ اپنی اس شریک حیات کی آغوش میں طبعی موت مرے گا جس کا نام انگریزی کے حرف ایس سے شروع ہوتا ہے۔

سرنا مہاراج کی جوتش وِدّیا نے سمجھادیا کہ فرہاد سے دوستی اچھی ہے' دشمنی مہنگی پڑے گی۔ اس کی کوئی چیز کبھی جبراً حاصل نہ کی جائے۔ یہ علم حاصل ہونے کے بعد سرنا مہاراج نے دانشو رودکی کو بابا صاحب کے ادارے سے جبراً لانے کا ارادہ ترک کردیا۔

وہ دوسرے بڑے بڑے نامی گرامی استادوں کی خدمات حاصل کرنے لگا۔ جب پے پے سرنا دس برس کا اور شی تارا چھ برس کی تھی تو ان کے مزاج اور طبیعت کے رجحانات واضح ہونے لگے۔ پے پے سرنا طوفان کی طرح تیز و تند ہو رہا تھا۔ اس کے مزاج میں جنگجوئی اور مہم جوئی تھی۔ وہ ہر دشوار گزار مرحلے سے گزر جانا چاہتا تھا۔ کبھی ناکام ہوتا تو مایوس نہیں ہوتا تھا۔ ناکامی اسے اور ضدی بنادیتی تھی۔

شی تارا کے مزاج میں بلا کی سنجیدگی اور سرد مہری تھی۔ وہ ہر بات ٹھنڈے دماغ سے سنتی اور سمجھتی تھی اور دھیمی آواز میں بولتی تھی۔ کسی چیز کو پلکیں جھپکائے بغیر دیکھنے اور اس پر توجہ قائم رکھنے کی مشقوں نے اسے ارتکازِ توجہ کا عادی بنادیا تھا۔ یہ عادت اسے شمع بینی کی طرف لے گئی۔ اس نے گیارہ برس کی عمر سے ان مشقوں کا آغاز کردیا۔ وہ اتنی گہری تھی کہ اپنے اندر کی بات اپنے باپ کو بھی نہیں بتاتی تھی۔ وہ ہر سال بیٹی سے پوچھتا تھا۔ "اب تو تم گیان دھیان میں دن سے رات اور رات سے دن گزار دیتی ہو۔ کیا تمہیں فرہاد جیسا کوئی علم حاصل ہو رہا ہے؟"

وہ جواب دیتی تھی "میں کسی فرہاد یا دیوداس جیسا کوئی مقابلہ کرنے والا علم حاصل نہیں کرنا چاہتی۔ علم مقابلہ کرنے کے لیے نہیں' بلکہ لوگوں کو فیض پہنچانے اور دنیا کو خوب صورت بنانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔"

اس نے باپ کی جوتش وِدّیا کو پوری ذہانت سے حاصل کیا تھا۔ بعض اوقات ایسی پیش گوئی کرتی تھی کہ باپ حیران رہ جاتا تھا۔ لیکن وہ عام نجومیوں کی طرح زبان سے نہیں بولتی تھی۔ ایک کاغذ پر لکھ کر اسے لفافے میں بند کرکے ایک ایسی الماری میں رکھتی تھی جو دو چابیوں سے کھلتی تھی۔ اس کی ایک چابی اپنے پاس رکھتی تھی اور دوسری باپ کو دے کر کہتی تھی "ہم اسے مقررہ وقت پر کھولیں گے۔ پھر آپ میری تحریر میں وہی سب کچھ پڑھیں گے جو آپ کے سامنے پیش آچکا ہوگا۔"

ایک بار باپ نے بیٹے اور بیٹی کو بلا کر کہا "کل ٹاٹا اسٹیل مل کے ایک مالک کا بیٹا مجھ سے ملنے آرہا ہے۔ وہ ہم سے اپنے ایک مسئلے کا حل معلوم کرنا چاہتا ہے۔"

سرنا مہاراج صرف جوتشی نہیں تھا۔ مُکھ وِدّیا بھی جانتا تھا۔ یعنی کہ قیافہ شناس بھی تھا۔ چہرہ اور آنکھیں پڑھ کر بہت سی سچی باتیں بتادیتا تھا۔ اس نے ٹاٹا اسٹیل مل کے مالک کے بیٹے کی تصویریں دکھاتے ہوئے کہا "جیسا کہ تم دونوں جانتے ہو مجھ سے جو بھی ملنے آتا ہے اور اپنا مسئلہ پیش کرتا ہے وہ اپنی تصویر پہلے بھیجتا ہے۔ یہ اسی نوجوان دھنپت رائے کی تصویر ہے جو کل یہاں آرہا ہے۔ تصویر کے پیچھے اس کا نام اور تاریخ پیدائش وغیرہ لکھی ہوئی ہے۔ تم دونوں اس کی جنم کنڈلی بنا کر بتاؤ۔ اس کا ماضی' حال اور مستقبل کیا ہے؟"

ان دنوں شی تارا سولہ برس کی تھی اور پے پے سرنا بیس برس کا قد آور پہلوان بن چکا تھا۔ باپ نے بیٹے اور بیٹی کو فولاد بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور ذہنی طور پر کئی طرح کے علوم سے مالا مال کیا تھا۔ اس نے بیٹی سے کہا تھا "شی تارا! تم ہمیشہ اپنی پیش گوئی چھپاتی ہو بعد میں تحریر کے ذریعے ثابت کرتی ہو کہ تم نے پہلے ہی پیش آنے والے حالات کو درست سمجھ لیا تھا۔ لیکن اس بار میں صرف دو گھنٹے کا وقت دیتا ہوں' تم میرے سامنے بیٹھ کر دھنپت رائے کے بارے میں پیش گوئی کرو۔"

دو گھنٹے بعد پے پے سرنا اور شی تارا اپنے باپ کے سامنے پالتھی مار کر بیٹھ گئے۔ پے پے سرنا نے کہا "باپو! یہ دھنپت رائے جمشید پور ٹاٹا کے ایک بہت بڑے ساہوکار کا بیٹا ہے۔ اس کے پاس دولت کی کمی نہیں ہے لیکن یہ گھریلو پریشانی میں مبتلا ہے۔ اس کی بیوی طلاق لے کر اپنے کسی دوسرے عاشق سے شادی کرنا چاہتی ہے۔ دونوں میں اسی ماہ علیحدگی ہوجائے گی۔"

باپ نے کہا "وہ علیحدگی کے بعد بیوی کو اپنا بچہ نہیں دینا چاہتا ہے۔ اس کے متعلق بتاؤ۔"

پے پے سرنا نے کہا "قانونی طور پر بچہ باپ کے پاس رہے گا۔ وہ بیٹا ہے اور چھ برس کا ہوچکا ہے۔ ماں اسے نہیں لے جاسکتی۔ لیکن ستارے کہتے ہیں وہ لے جائے گی۔ دھنپت رائے اور اس کی قانونی کارروائی ماں کو بچہ لے جانے سے نہیں روک سکے گی۔ میں نے اس ماں کی جنم کنڈلی بھی دیکھی ہے۔ اس کے ستارے بڑے شکتی مان ہے۔ دھنپت رائے ہار جائے گا۔"

باپ نے کہا "شاباش بیٹے! میرا گیان بھی یہی کہتا ہے لیکن دھنپت رائے ہماری آسامی ہے۔ اس نے دو لاکھ روپے میرے اکاؤنٹ میں پیشگی جمع کرادیے ہیں۔ اگر وہ ہار جائے گا تو ہمیں دو لاکھ واپس کرنے ہوں گے۔ اگر اس کی جیت ہوگی تو ہمیں مزید تین لاکھ روپے ملیں گے۔ وہ پورے پانچ لاکھ کی اسامی ہے۔"

شی تارا نے کہا "باپو! دو لاکھ آپ کے اکاؤنٹ میں رہیں گے۔ باقی تین لاکھ نہیں ملیں گے۔ آپ دھنپت رائے کا پلڑا بھاری کرنا چاہتے ہیں لیکن آپ ناکام رہیں گے۔"

باپ نے محبت سے گھور کر دیکھا۔ بھائی نے پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں باپ بیٹے شی تارا کو جان سے زیادہ چاہتے تھے۔ پے پے سرنا نے مسکرا کر کہا "باپو! آپ کی یہ بیٹی آپ کی جوتش وِدّیا کی ایسی کی تیسی کردے گی۔ جب اس چڑیل نے کہہ دیا ہے تو ہمیں پورے پانچ لاکھ نہیں ملیں گے۔"

باپ نے بڑے اعتماد سے کہا "میرا چالیس برس کا تجربہ ہے۔ میں نے کئی بار تدبیر سے دوسروں کی تقدیریں بدل دی ہیں۔ دھنپت رائے کی بیوی شیلا رائے کی جنم کنڈلی بتاتی ہے کہ وہ بے وفا عورت ہے' اپنے پتی کو دھوکا دے کر دوسرے سے عشق کرتی ہے۔"

شی تارا نے کہا "دھنپت رائے بھی شرابی اور عیاش ہے اور وہ اپنی بیوی شیلا سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے اور بچے کو چھین کر اس کی ممتا کو تڑپانا چاہتا ہے۔"

"بیٹی! یہ ان کا مسئلہ ہے۔ میں نے شیلا کی جیت کو ہار میں بدلنے اور اپنی اسامی کا پلڑا بھاری رکھنے کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے کہ......"

"باپو! آپ کی تدبیر بہت اچھی ہوگی' لیکن آپ اسے آزما نہیں سکیں گے۔ اس کا وقت گزر چکا ہے۔"

"تم میری بات کیوں کاٹ دیتی ہو۔ جب تم میری تدبیر نہیں

جانتی ہو کہ میں کیا کرنے والا ہوں تو یہ کیسے کہتی ہو کہ کچھ کرنے کا وقت گزر چکا ہے۔ میں کل تمہیں دکھاؤں گا جب دھنپت رائے یہاں آئے گا تو......"

"وہ نہیں آئے گا باپو۔"

اس نے پھر باپ کی بات کاٹی۔ باپ نے غصے سے کہا "کیوں نہیں آئے گا' کیا وہ مرگیا ہے' جبکہ ابھی وہ کئی سال جئے گا۔"

وہ اپنے دھیمے اور ٹھنڈے لہجے میں بولی "وہ زندہ ہے مگر نہیں آئے گا۔"

پے پے سرنا نے کہا "شی تارا! میری آنکھوں کا تارا! ہمیں بتاؤ' وہ کیوں نہیں آئے گا؟"

وہ پالتھی مارے بیٹھی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر رکھ کر آنکھیں بند کرلیں۔ پھر گہری سانس لے کر بولی "اوم نمشے وائے۔ میرا علم کہہ رہا ہے' جمشید پور ٹاٹا میں موسلا دھار بارش ہو رہی ہے۔ رات کا وقت ہے۔ دھنپت رائے اپنی ایک داشتہ کے مکان میں شراب پی رہا ہے۔"

وہ بولتے بولتے رک گئی۔ آنکھیں کھول کر باپ اور بھائی کو دیکھا۔ پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا "دھنپت رائے سے بہت دور اس کی بیوی شیلا اپنے بیڈ روم میں ہے۔ وہ سوچ رہی ہے۔ پتی کبھی میرا نہیں ہوگا۔ مجھے طلاق دے کر دوسری کو لے آئے گا۔ میرے بیٹے کو مجھ سے چھین لے گا۔ میں ہر طرح سے ہار رہی ہوں۔ پتی بھی' اس کی دولت بھی اور اپنا بیٹا بھی......

"شیلا سوچ رہی ہے۔ عورت اتنی کمزور بھی نہیں ہوتی کہ چپ چاپ اپنا سب کچھ ہار جائے۔ میں ایک تنکا نہیں ہاروں گی۔ سب کچھ جیت لوں گی۔

"شیلا الماری کے پاس آئی ہے اور اسے کھول کر ایک بھرا ہوا ریوالور نکال رہی ہے۔ وہ ریوالور اس کے پتی دھنپت رائے کا ہے۔

"وہ باہر پورچ میں آگئی ہے۔ اپنی کار میں بیٹھ کر احاطے سے باہر جا رہی ہے۔ بادل گرج رہے ہیں۔ بجلیاں چمک رہی ہیں۔ دھواں دار بارش کی وجہ سے راستے ویران ہیں۔ اِکّا دُکّا راہ گیر دکھائی دیتے ہیں۔ کوئی اسے دیکھنے اور پہچاننے والا نہیں ہے۔

"اس نے ایک مکان کے سامنے کار روک دی ہے۔ کار کا دروازہ کھول کر تیز بارش میں بھیگتی ہوئی مکان کے برآمدے میں آگئی ہے اور دائیں بائیں دور تک دیکھ رہی ہے۔ آدھی رات کے بعد محلّہ خالی خالی سا ہوگیا ہے۔ مکانوں کی کھڑکیاں اور دروازے بند ہیں۔ ایسی واردات کے لیے موسم برسات نہایت سازگار ہوتا ہے۔ لوگ گھروں میں چھپے رہتے ہیں۔ واردات کرنے والے کے قدموں اور گاڑی کے پہیوں کے نشانات بارش میں دھلتے جاتے ہیں۔

شیلا دروازے پر دستک دے رہی ہے۔ کئی بار دستک دینے کے بعد وہ داشتہ دروازہ کھولتی ہے اور شیلا کو دیکھ کر گھبرا جاتی ہے۔ سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کو دیکھتے ہوئے پیچھے ہٹنے لگتی ہے۔

شیلا دروازے کو بند کرتے ہوئے کہتی ہے "میں نے شام کے وقت دھنپت کو تم سے فون پر بات کرتے سنا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا آج تمہارے ساتھ ساون من بھاون منائے گا۔ کہاں ہے وہ؟"

داشتہ پریشان ہو کر بیڈ روم کی طرف دیکھتی ہے۔ شیلا کہتی ہے "تم نہ بھی کہو تب بھی میں اس مرد کو برسوں سے سمجھتی ہوں۔ وہ ایسے موسم میں پی پی کر مدہوش ہو جاتا ہے' چلو۔"

داشتہ ریوالور کے نشانے پر چلتی ہوئی بیڈ روم میں آتی ہے۔ وہاں دھنپت رائے بستر پر غافل پڑا ہے۔ قالین پر شراب کی خالی بوتل پڑی ہے۔ شیشے کا گلاس ٹوٹ گیا ہے۔ شیلا اس عورت سے کہتی ہے "چلو بستر پر جاؤ۔"

وہ سہم کر بستر پر آتی ہے۔ اسی وقت شیلا اسے گولی مارتی ہے۔ وہ ایک ہی گولی میں ذرا تڑپ کر مرجاتی ہے۔ اس کے سینے سے ابلتا ہوا لہو بستر پر پھیلتا ہوا دھنپت رائے کے پاس آرہا ہے۔ شیلا ریوالور سے سائیلنسر نکال کر اسے اپنے گریبان میں چھپا رہی ہے اور ریوالور کے دستے کو ساڑی کے آنچل سے صاف کرکے اسے دھنپت رائے کے ہاتھ میں پکڑا رہی ہے۔

وہ ریوالور دھنپت رائے کی ایک مٹھی میں آگیا ہے۔ شیلا قالین پر بیٹھ گئی ہے۔ اپنی ساری اتار کر اس سے وہ تمام جگہیں پونچھتی جا رہی ہے جہاں سے گزر کر بیڈ روم میں آئی تھی۔

دوسرے کمرے میں قالین نہیں ہے وہ ننگے فرش کو پونچھتی ہوئی بیرونی دروازے تک آئی ہے۔ دروازے کے جس حصے کو ہاتھ لگا کر بند کیا تھا اس حصے کو بھی پونچھ کر ساڑی سے دروازے کو پکڑ کر اسے کھولتے ہوئے برآمدے میں آگئی ہے۔ بارش کی تیز بوچھاڑ سے برآمدے کا فرش بھیگ رہا ہے۔ وہاں قدموں کے نشانات خود ہی مٹ گئے ہیں۔ وہ کار میں آکر بیٹھ گئی ہے اور وہاں سے جا رہی ہے۔

ایک گھنٹے بعد پولیس والے اس مکان میں داخل ہوگئے ہیں۔ انہوں نے قاتل کو مقتول کے ساتھ ایک ہی بستر پر دیکھا ہے۔ قاتل کو مدہوشی سے ہوش میں لا کر اسے آلۂ قتل کے ساتھ گرفتار کرلیا ہے۔"

• • • • • • • • • • • • • • • •
• • • • • • • • • • • • • • • •

اس دلچسپ داستان کے بقیہ واقعات اٹھائیسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو ۱۵ ستمبر ۱۹۹۳ کو شائع ہوگا